درس کافیہ

مرتب

مفتی محمد جاوید قاسمی بالن پوری

ناشر

www.besturdubooks.net

تَعَلَّمُوْا النَّحْوَ کَمَا تَعَلَّمُوْنَ السُّنَنَ وَ الْفَرَائِضَ

[عمر بن الخطابؓ]

درسِ کافیہ

مؤلف

مفتی محمد جاوید قاسمی سہارنپوری

سابق معین المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ دارالفکر دیوبند

www.besturdubooks.net

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب	:	درسِ کافیہ
مؤلف	:	مفتی محمد جاوید قاسمی بالوی سہارنپوری
		09012740658
اشاعت اول	:	۲۰۱۴ء
کتابت	:	ابو محمد قاسمی
تعداد	:	۱۱۰۰/ گیارہ سو
قیمت	:	۲۰۰/ روپے

ملنے کے پتے:

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ☆ دار الکتاب دیوبند

مکتبہ البدر دیوبند ☆ مکتبہ حجاز دیوبند

مکتبہ البدر گڑھی دولت ☆ مکتبہ ابو الحسن سہارنپور

www.besturdubooks.net

انتساب

☆ والدہ مرحومہ کے نام جن کی دلی تڑپ ، کڑھن اور مبارک دعاؤں کے طفیل علم کی بے بہا دولت ہاتھ آئی۔اللہ تعالی اُن کی مغفرت فرما کر،اُن کو اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمائیں۔(آمین)

☆ والد محترم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مفتاحی مدظلہ کے نام جو بندے کے صرف مشفق باپ ہی نہیں؛ بلکہ محسن ترین استاذ اور مربی بھی ہیں، اوران کی مسلسل محنت اور آہِ سحر گاہی کی برکت ہی سے بندہ کسی لائق ہوسکا ہے۔اللہ تعالی اُن کا سایۂ عاطفت تادیر صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔(آمین)

☆ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے نام جس کی علم وحکمت سے معمور مقدس روحانی وعلمی فضا میں رہنے کی بدولت ہی ہم جیسے ہزاروں افراد میں لکھنے پڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا،اور قلم پکڑنے کا حوصلہ ملا۔

☆ اُن مصنفین ومؤلفین کے نام جن کی کتابوں سے اس کتاب کی ترتیب کے دوران استفادہ کیا گیا ہے۔اللہ تعالی اُن سب کو اس کی بہترین جزا عنایت فرمائے۔(آمین)

www.besturdubooks.net

فہرست مضامین

تقریظ: حضرت مولانا عبداللہ معروفی صاحب	۸
توثیق: حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری	۱۰
حرفِ آغاز	۱۱
اُن ائمہ نحو کا مختصر تعارف جن کا ذکر کافیہ میں آیا ہے	۱۳
مقدمۃ العلم	۱۷
صاحب کافیہ کے مختصر حالات	۱۸
کلمہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۱۹
کلام کی بحث	۲۴
اسم کی تعریف	۲۷
علاماتِ اسم	۲۹
اسم معرب کا بیان	
اسم معرب کی تعریف	۳۳
اسم معرب کا حکم	۳۵
اعراب اور اُس کی اقسام	۳۶،۳۷
عامل کی تعریف	۳۹
وجوہ اعراب کے اعتبار سے اسم متمکن کی قسمیں	۳۹
مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف قائم مقام صحیح، جمع مکسر منصرف	۴۰
جمع مؤنث سالم، غیر منصرف	۴۱
اسماءِ ستہ مکبرہ	۴۲
تثنیہ، ملحق بہ تثنیہ	۴۳
جمع مذکر سالم، ملحق بہ جمع مذکر سالم	۴۴
اعراب تقدیری کے مواقع	۴۵
اسم مقصور	۴۵
غیر جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم	۴۵
اسم منقوص	۴۶
جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم	۴۷
اعراب لفظی کے مواقع	۴۷
غیر منصرف کا بیان	
غیر منصرف، منصرف	۴۸
غیر منصرف کا حکم	۵۰
غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنے کے مواقع	۵۱
وہ اسبابِ منع صرف جو تنہا دو سببوں کے قائم مقام ہوتے ہیں	۵۲
عدل اور اُس کی قسمیں	۵۳
وصف اور اُس کی قسمیں	۵۷
تانیث اور اُس کی قسمیں	۵۹
معرفہ	۶۱
عجمہ	۶۲
جمع	۶۳
ترکیب	۶۷
الف ونون زائدتان	۶۸
وزنِ فعل	۶۹
غیر منصرف کو منصرف بنانے کا بیان	۷۰
علمیت ختم کرنے کے طریقے	۷۲
مرفوعات کا بیان	
فاعل	۷۵
فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنے کے مواقع	۷۶

www.besturdubooks.net

قرینہ کی تعریف اور اُس کی قسمیں ۷۷
فاعل کو مفعول بہ سے مؤخر کرنے کے مواقع ۷۸
حذفِ فعل کا بیان ۷۹
فاعل کی اقسام اور اُن کا حکم ۸۲
فعل کو مؤنث لانے کی صورتیں ۸۲
فعل کو مذکر و مؤنث لانے کی صورتیں ۸۲
فعل کو مذکر لانے کی صورتیں ۸۳
تنازع فعلان کا بیان ۸۳
مذہب بصریین ۸۵
مذہب کوفیین ۸۸
مفعول مالم یسم فاعلہ (نائب فاعل) ۹۲
وہ چیزیں جو نائب فاعل نہیں بن سکتیں ۹۲
وہ چیزیں جو نائب فاعل بن سکتیں ہیں ۹۳
مبتدا اور اُس کی قسمیں ۹۵
خبر کا بیان ۹۷
نکرہ کو مبتدا بنانے کی شکلیں ۹۸
مبتدا کو خبر پر مقدم کرنے کے مواقع ۱۰۴
خبر کو مبتدا پر مقدم کرنے کے مواقع ۱۰۶
مبتدا متضمن معنیٔ شرط اور اُس کی صورتیں ۱۰۸
مبتدا کو حذف کرنے کے مواقع ۱۱۱
خبر کو حذف کرنے کے مواقع ۱۱۲
حروف مشبہ بالفعل کی خبر ۱۱۴
لائے نفی جنس کی خبر ۱۱۶
ما و لا مشابہ بلیس کا اسم ۱۱۷
ما مشابہ بلیس کے عمل کرنے کی شرائط ۱۱۸
لا مشابہ بلیس کے عمل کرنے کی شرائط ۱۱۸
افعال ناقصہ کا اسم ۱۱۹
افعال مقاربہ کا اسم ۱۲۰

منصوبات کا بیان

مفعول مطلق ۱۲۰
مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنے کے مواقع ۱۲۴
مفعول بہ ۱۳۲
مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کے مواقع ۱۳۳
منادی اور اُس کے اعراب کا بیان ۱۳۵
توابع منادی کا بیان ۱۳۸
منادی معرف باللام کے احکام ۱۴۲
منادی مضاف بہ یائے متکلم کے احکام ۱۴۵
ترخیمِ منادی اور اُس کی شرائط ۱۴۷
مندوب کی تعریف اور اُس کا حکم ۱۵۱
حرفِ نداء کو حذف کرنے کا حکم ۱۵۴
منادی کو حذف کرنے کا موقع ۱۵۶
ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کا بیان ۱۵۷
تحذیر کا بیان ۱۶۶
مفعول فیہ ۱۶۸
مفعول لہ ۱۷۲
مفعول معہ ۱۷۴
حال ۱۷۷
شبہ فعل اور معنیٔ فعل کی تعریف ۱۷۸
حال متداخلہ، حال مترادفہ ۱۸۷
حال مؤکدہ ۱۸۸
تمیز ۱۸۸
مستثنیٰ اور اُس کی اقسام ۱۹۶
مستثنیٰ مفرغ کے لیے کلام موجب میں واقع ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ ۲۰۰

www.besturdubooks.net

"غیر" کا اعراب ۲۰۴
"سوی" اور "سواء" کا اعراب ۲۰۶
افعال ناقصہ کی خبر ۲۰۸
"کان" فعل ناقص کو حذف کرنے کے مواقع ۲۰۹
حروفِ مشبہ بالفعل کا اسم ۲۱۱
لائے نفی جنس کی خبر ۲۱۱
لائے نفی جنس کے اسم مبنی کے توابع کا حکم ۲۱۶
ماولا مشابہ بلیس کی خبر ۲۲۰

مجرورات کا بیان

اضافت معنویہ اور اُس کے فوائد ۲۲۳
اضافت لفظیہ اور اُس کا فائدہ ۲۲۶
اضافت کے متعلق چند اہم قواعد ۲۳۱
اُس اسم کے احکام جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو ۲۳۴

توابع کا بیان

تابع کی تعریف اور اُس کی اقسام ۲۳۸
صفت اور اُس کے فائدے ۲۳۹
غیر مشتق بھی صفت بن سکتا ہے ۲۴۰
موصوف کیسا ہونا چاہئے؟ ۲۴۶
عطف بحرف ۲۴۸
مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنے کا حکم ۲۵۳
تاکید اور اُس کی قسمیں ۲۵۴
بدل اور اُس کی قسمیں ۲۵۸
عطف بیان ۲۶۱

اسم مبنی کا بیان

اسم مبنی کی تعریف اور اُس کا حکم ۲۶۳
ضمیر اور اُس کی قسمیں ۲۶۵
ضمیر کہاں مستتر ہوتی ہے؟ ۲۶۹
ضمیر منفصل کے مواقعِ استعمال ۲۷۰
وہ مواقع جہاں ضمیر متصل اور ضمیر منفصل دونوں استعمال ہوسکتی ہیں ۲۷۲
نونِ وقایہ کی تعریف اور اُس کے مواقع ۲۷۴
ضمیر فصل کا بیان ۲۷۶
ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا بیان ۲۷۷
اسمائے اشارہ ۲۷۹
اسمائے موصولہ ۲۸۲
اسم موصول کے ذریعہ خبر دینے کا حکم ۲۸۵
"مَا" اسمیہ، "مَنْ" اور "أيٌّ" و "أيّةٌ" کی اقسام ۲۸۹
"مّا ذَا" کی ترکیب کی صورتیں ۲۹۱
اسمائے افعال ۲۹۲
اسمائے اصوات ۲۹۵
مرکبات ۲۹۶
اسمائے کنایہ ۲۹۸
اسمائے استفہام اور اسمائے شرط کی ترکیب کی صورتیں ۳۰۱
ظروفِ مبنیہ کا بیان ۳۰۵
معرفہ اور اُس کی قسمیں ۳۱۶
الف لام جنسی، استغراقی، عہد خارجی وعہد ذہنی ۳۱۷
نکرہ ۳۱۸
اسمائے اعداد کا بیان ۳۱۸
اسمائے اعداد کی تمیز کا حکم ۳۲۳
مذکر ومؤنث کا بیان ۳۲۸
تثنیہ کی تعریف اور اُس کے احکام ۳۳۱
جمع کی تعریف اور اُس کے احکام ۳۳۴

www.besturdubooks.net

واؤنون کے ساتھ جمع لانے کی شرائط	۳۳۷	افعال ناقصہ	۴۰۶
الف تاء کے ساتھ جمع لانے کی شرائط	۳۴۰	افعال مقاربہ	۴۱۴
جمع قلت وجمع کثرت	۳۴۱	فعل تعجب	۴۱۸
اسمائے مشتقہ کا بیان		افعال مدح وذم	۴۲۱
مصدر	۳۴۲	**حرف کا بیان**	
اسم فاعل اوراُس کے عمل کی شرائط	۳۴۴	حروف جارہ اوران کے معانی	۴۲۸
اسم مبالغہ کی تعریف اوراُس کا عمل	۳۴۸	حروف مشبہ بالفعل	۴۴۵
اسم مفعول اوراُس کے عمل کی شرائط	۳۴۹	وہ مواقع جہاں ہمیشہ "إنَّ" آتا ہے	۴۴۶
صفت مشبہ اوراُس کے استعمال کی شکلیں	۳۵۱	وہ مواقع جہاں ہمیشہ "أنَّ" آتا ہے	۴۴۷
اسم تفضیل اوراُس کے عمل کی شرائط	۳۶۱	"إنْ" مخففہ من المثقلہ کا بیان	۴۵۲
فعل کا بیان		"أنْ" مخففہ من المثقلہ کا بیان	۴۵۳
فعل کی تعریف اورعلاماتِ فعل	۳۷۱	حروف عطف	۴۵۷
فعل ماضی کی تعریف	۳۷۳	حروف تنبیہ	۴۶۳
فعل مضارع کی تعریف	۳۷۴	حروف نداء	۴۶۴
وجوہِ اعراب کے اعتبار سے فعل مضارع کی قسمیں	۳۷۷	حروف ایجاب	۴۶۴
فعل مضارع کے عوامل ناصب	۳۷۹	حروف زیادت	۴۶۶
وہ مواقع جہاں "أنْ" مقدر ہوتا ہے	۳۸۳	حروف تفسیر	۴۷۰
فعل مضارع کے عوامل جازم	۳۸۸	حروف مصدر	۴۷۱
"لَمْ" اور "لَمَّا" میں فرق	۳۸۹	حروف تحضیض	۴۷۲
وہ مواقع جہاں فاء جزائیہ نہیں آتا	۳۹۱	حرف توقع	۴۷۳
وہ مواقع جہاں فاء جزائیہ لایا جاتا ہے	۳۹۲	حروف استفہام	۴۷۴
وہ مواقع جہاں "إن" شرطیہ مقدر ہوتا ہے	۳۹۴	حروف شرط	۴۷۶
فعل امر کا بیان	۳۹۶	"أمَّا" شرطیہ کی بحث	۴۸۱
فعل مجہول کا بیان	۳۹۸	حرف ردع	۴۸۵
فعل متعدی وغیر متعدی کا بیان	۴۰۱	تائے تانیث ساکنہ	۴۸۶
افعال قلوب	۴۰۳	تنوین کی بحث	۴۸۸
		موانع تنوین	۴۸۹
		نون تاکید	۴۸۹

www.besturdubooks.net

تقریظ

حضرت الاستاذ مولانا مفتی عبداللہ صاحب معروفی مدظلہ العالی

استاذ شعبہ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند

حامدًا ومصلیًّا ومسلمًا! وبعدُ:

علم نحو کے واضعِ اول حضرت علیؓ ہیں، چناں چہ ابوالاسود دئلی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے دست مبارک میں ایک رقعہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ: کہ عجمیوں کے اختلاط کی وجہ سے کلام عرب بگڑ چلا ہے، اس لیے میں نے کچھ اصول منضبط کیے ہیں تاکہ اُن کے ذریعہ اس خرابی کا ازالہ ہوسکے اس کے بعد وہ رقعہ مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کے مطابق قواعد جمع کرو، اور تمہارے ذہن میں کچھ مزید بات آجائے تو اُسے بھی شامل کرلو، اس رقعہ کا مضمون یہ تھا: ''**الکلام کله اسم وفعل وحرف، فالاسم ما أنبأ عن المسمی، والفعل ما أنبئ عنه والحرف ما أفاد معنی فی غیره**''میں آپ کی ہدایات کے مطابق ابوابِ نحو مرتب کرتا رہا، جب اچھا خاصا مجموعہ ہوگیا، تو آپ نے اس پر فرمایا: ''**ما أحسن هذا النحو الذی قد نحوت، فلذلک سُمِّی النحو**'' یہ بھی منقول ہے کہ ابوالاسود دئلی نے حضرت عمرؓ کے حکم سے قواعدِ نحو جمع کیے۔ ابوالاسود دئلی کے بعد اُن کے تلامذہ نے اس علم کو ترقی دی، پھر ابوعمر بصری اور اُن کے تلمیذ خلیل بن احمد متوفی ۱۶۰ھ نے اس کو باضابطہ مرتب و مہذب کیا، خلیل کے شاگرد سیبویہ متوفی ۱۶۱ھ نے اس علم میں ایک جامع کتاب لکھی، جو بعد والوں کا ماخذ ہے۔ عیسی بن عمر ثقفی متوفی ۱۴۹ھ نے علم نحو میں نہایت عمدہ دو کتابیں ''الاکمال'' اور ''الجامع'' لکھیں، آپ عربیت اور قراءت ونحو کے زبردست عالم تھے، ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی متوفی ۱۸۹ھ بھی لغت وقراءت اور نحو کے امام تھے، آپ کے شاگردوں میں ابوزکریا یحی بن زیاد الفراء کوفی متوفی ۲۰۷ھ ہیں جو کوفہ میں نحو وادب اور لغت میں سب سے زیادہ واقفیت رکھنے والے تھے، اسی طرح سیبویہ کے شاگردوں میں ابوالحسن اخفش متوفی ۲۱۵ھ ہیں جو بصرہ کے ممتاز نحوی اور علم نحو میں کتاب الاوسط کے مصنف ہیں، اخفش کے تلامذہ میں صالح بن اسحاق متوفی ۲۲۵ھ نے نحو میں ایک عمدہ کتاب ''المختصر'' مشہور بہ ''الفرخ'' لکھی، آپ نحو ولغت اور فقہ کے بڑے عالم تھے، ابوعثمان مازنی بصری متوفی ۲۴۹ھ امام نحو وادب نے کتاب ''علل النحو'' لکھی، ابوعثمان مازنی کے شاگرد عربیت ونحو کے امام ابوالعباس مبرِّد بصری متوفی ۲۸۵ھ نے نحو میں ''المقدمہ'' کے نام سے مشہور کتاب لکھی، مبرد کے مشہور شاگرد زجاج نحوی متوفی ۳۱۶ھ ہیں، جو اکابر عربیت میں سے ہیں، ابوالحسن بن کیسان بغدادی متوفی ۳۲۰ھ نے ''مہذب''، اور ''علل النحو'' دو کتابیں لکھیں، ابوالقاسم زجاجی متوفی ۳۲۹ھ کی نہایت نافع کتاب ''الجمل الکبیرۃ'' ہے، علاوہ ازیں دوسرے بہت سے نحوی پیدا

www.besturdubooks.net

ہوئے، اور علم نحو میں بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ (تذکرۃ الفنون، مؤلفہ مولانا محمد عثمان معروفی)

جمال الدین، عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس معروف بہ ابن حاجب (م ۶۴۶ھ) کی ''الکافیہ'' اس سلسلے کی ایک مختصر اور مقبول ترین کتاب ہے، جو برصغیر کے مدارس اسلامیہ میں داخل درس ہے، درسِ نظامی میں اہم مقام رکھتی ہے، اور عربیت کی ٹھوس استعداد سازی میں اس کا ناقابل انکار کردار ہے، مصنف انتہائی مختصر اور لطیف پیرائے میں فن کے دقائق اور زیرِ بحث مسئلے کے اختلافی پہلوؤں کی جانب اشارہ فرمادیتے ہیں، جو کسی مستند شرح کا تعاون لیے بغیر طلبہ تو کیا اساتذہ کی بھی دسترس سے باہر ہوتے ہیں، سچ کہا ہے کسی نے:

صاغ الإمام الفاضل ابن حاجب ☆ دررا فأخفاها كغمز الحاجب

لما تواتر حسنها بين الورى ☆ قالت أنا السحر الحلال فحاجِ بي

(امام فاضل ابن حاجب نے کچھ موتی ڈھالے ہیں، جنہیں اشاراتِ چشم کی طرح لطیف رکھا ہے، جب ان کا حسن خلقِ خدا میں پھیل گیا، تو گویا انہوں نے (بزبان حال) کہہ دیا کہ: ہم (اپنی تعجب خیزی کی وجہ سے) حلال قسم کا جادو ہیں بطور پہیلی ہمارا استعمال کیجیے)۔

چناں چہ مختلف زبانوں میں اس کتاب کی سیکڑوں شرحیں لکھی گئیں، اور روز بروز اضافہ ہی ہو رہا ہے، اردو زبان میں بھی بہت سی شرحیں لکھی گئیں، جن میں سے بعض تو واقعی ضرورت کی تکمیل ہیں، بعض تشنہ اور بعض غیر ضروری قیل وقال اور بے جا تفصیل کی وجہ سے ناقابل استفادہ ہیں، زیرِ نظر کتاب ''درسِ کافیہ'' بھی بجا طور پر اول الذکر قسم کی ایک کامیاب شرح قرار دی جاسکتی ہے، جسے فاضلِ نوجواں جناب مولانا مفتی محمد جاوید صاحب سہارن پوری زید مجدہ، استاذِ حدیث مدرسہ بدر العلوم گڑھی دولت شاملی نے عرق ریزی اور محنت کے بعد سہل پیرایہ میں ترتیب دیا ہے، بندہ نے مختلف مقامات سے مطالعہ کیا، واقعی انھوں نے اس چیستاں کو مزید چیستاں نہ بناتے ہوئے کتاب کے حل پر توجہ دی ہے، نیز موقع پر ایک طالب علم یا متوسط الاستعداد قاری کو عبارتِ کتاب یا زیرِ بحث مسئلے میں جو کچھ اشکالات بے تکلف پیش آسکتے ہیں، انھیں ذکر کرکے موصوف نے اُن کا تشفی بخش حل پیش کیا ہے۔

امید کہ یہ کتاب موصوف کی دیگر کتب کی طرح علمی حلقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی، دعاء ہے کہ اللہ تعالی موصوف کی یہ خدمت قبول فرمائے، اس کی افادیت عام وتام، نیز مزید علمی وتصنیفی کاموں کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین یارب العالمین۔

عبداللہ معروفی

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۲۸/ذی قعدہ/۱۴۳۵ھ

www.besturdubooks.net

توثیق

حضرت اقدس مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری دامت برکاتہم

خلیفۂ اجل حضرت اقدس مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم

واستاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند

بسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم . أما بعد!

جناب مولانا مفتی محمد جاوید صاحب قاسمی سہارنپوری زیدمجدہ، ایک باصلاحیت عالم اور تجربہ کار مدرس ہیں، بالخصوص نحو وصرف کی تعلیم وتدریس؛ بلکہ ان فنون میں تحریر وتالیف کا بھی اُن کو خاص ذوق اور سلیقہ ہے، اسی کا مظہر اُن کی تازہ کتاب ''درسِ کافیہ'' ہے۔

''کافیہ''، علم نحو کی وہ مقبول ترین کتاب ہے، جو اپنے دورِ تصنیف سے آج تک ہر دور میں علماء کا مرکزِ توجہ رہی ہے۔ نصابِ تعلیم کا ایک لازمی حصہ ہونے کی وجہ سے اُس کی شاید سینکڑوں شرحیں دورِ قدیم سے آج تک وجود میں آچکی ہیں، جن میں سے بعض بہت طویل ہیں، اور بعض میں غیر ضروری اختصار ہے، کچھ شرحیں اعتدال کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔

زیرِ نظر شرح ''درسِ کافیہ'' پر نظر ڈال کر اندازہ ہوا کہ یہ اسم بامسمّٰی ہے، بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک سلیقہ مند، تجربہ کار مدرس، معتدل انداز میں طلبہ کو ''کافیہ'' سمجھا رہا ہے۔ زبان میں سلاست ہے، بیان واضح اور عام فہم ہے، جس سے ''کافیہ'' اور اُس کے مالہ وماعلیہ؛ بلکہ فن نحو پر صاحبِ کتاب کی اچھی نظر کی عکاسی ہوتی ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ رب العزت اِس کتاب کو قبولِ عام عطاء فرمائیں اور مؤلف محترم کے لیے مزید علمی ودینی خدمات کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ (آمین)

احقر محمد سلمان عفا اللہ عنہ

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۲۱/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ، ۱۷/ ستمبر ۲۰۱۴ء

www.besturdubooks.net

حرفِ آغاز

''کافیہ'' کی شہرت ومقبولیت محتاجِ بیان نہیں، یہ علم نحو میں علامہ عثمان ابن حاجب (متوفی ۶۴۶ھ) کی نہایت اہم اور بے نظیر تصنیف ہے، جو صدیوں سے ہمارے مدارسِ اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے اور بڑی اہمیت سے پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے، اس کی اہمیت اور مقبولیت کا کچھ اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کسی کہنے والے نے یہاں تک کہہ دیا ہے: ''کافیہ کافیست باقی دردِ سر''۔

کافی دنوں سے احباب کا اصرار تھا کہ ''درسِ ہدایۃ النحو'' کے طرز پر ''کافیہ'' کی بھی ایک ایسی مختصر اور جامع شرح لکھ دی جائے جس میں ایجازِ مخل کے بخل اور حشو وتطویل کے اسراف سے دامن بچاتے ہوئے، صرف اتنا ہی کلام سپردِ قرطاس کیا گیا ہو جو متن کو حل کرنے اور سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ جب اصرار زیادہ بڑھا تو بندہ نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے، رضی، شرح جامی، جامع الغموض، غایۃ التحقیق، تحریر سنبٹ، درایۃ النحو، الہامیہ، مغنی اللبیب، شرح قطر الندی، شرح شذور الذہب، الکواکب الدریہ، شرح ابن عقیل، النحو الوافی، اعراب القرآن، النحو الواضح، شرح مائۃ عامل، شرح شرح مائۃ عامل، نحو میر اور حاشیہ نحو میر وغیرہ مختلف کتبِ نحو کی مدد سے یہ کام شروع کر دیا، اور دیگر تدریسی وغیر تدریسی مصروفیات کے ساتھ، خدا کے فضل وکرم سے تقریباً ایک سال کے عرصہ میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

کتاب کی ترتیب میں جن امور کا لحاظ کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱- ''کافیہ'' کے مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر، متن کی تصحیح کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۲- کتاب کے ہر صفحہ میں چار کالم رکھے گئے ہیں، پہلے کالم میں ''کافیہ'' کی عبارت ہے، دوسرے میں ترجمہ، تیسرے میں تشریح اور چوتھے میں کتاب میں آئی ہوئی مثالوں، آیاتِ قرآنیہ اور اشعار کی ترکیب۔

۳- شروع میں ارادہ یہی تھا کہ ''درسِ ہدایۃ النحو'' کی طرح زیرِ نظر کتاب میں بھی عبارت پر اعراب نہ لگائے جائیں، تاکہ طلبہ پڑھے ہوئے قواعد کا استحضار کر کے، خود اعراب لگانے کے عادی ہوں؛ لیکن احباب کے حد درجہ اصرار اور اہل عرب کے موجودہ ذوق کے پیش نظر عبارت پر اعراب لگا دیئے گئے ہیں۔

۴- ترجمہ نہ مکمل محاوری کیا گیا ہے نہ بالکل لفظی؛ بلکہ ایسا درمیانی ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس سے مطلب فہمی میں مدد ملنے کے ساتھ، طلبہ کے اندر ترجمہ نگاری کا ملکہ پیدا ہو۔

۵- قیل وقال کی بے فائدہ بحث میں مشغول ہو کر اپنے اور قاری کے وقت کا خون کرنے کے بجائے،

www.besturdubooks.net

صرف قواعد کی عام فہم وضاحت اور مثالوں کو قواعد پر منطبق کرنے کی جانب توجہ دی گئی ہے، اور جن مواقع میں مصنف نے مثالیں ذکر نہیں کی، وہاں مثالیں لانے کا اہتمام کیا گیا ہے، تاکہ کتاب میں آئے ہوئے اصول وقواعد کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

۶- جو قواعد اور نحوی اصول ''کافیہ'' میں نہیں آسکے؛ مگر ترکیب اور عبارت کی تصحیح میں اُن کی ضرورت پڑتی ہے، ''النحو الوافی''، ''شرح جامی'' اور ''رضی'' وغیرہ کی مدد سے، ان کو ''فائدہ'' یا ''نوٹ'' کے عنوان سے الگ لکھ دیا گیا ہے۔

۷- کتاب میں جو مثالیں، آیاتِ قرآنیہ اور اشعار آئے ہیں، حاشیہ میں اُن کی نحوی ترکیب کردی گئی ہے، شروع میں مفصل ترکیب کا اہتمام کیا گیا ہے، آگے چل کر اختصار کے پیش نظر، مضاف مضاف الیہ کو ''مرکب اضافی'' سے، موصوف صفت کو ''مرکب توصیفی'' سے، حرف جر اور مجرور کو ''جار مجرور'' سے، فعل اور فاعل کو ''فعل بافاعل'' سے، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل کو (ان کے عامل ہونے کی صورت میں) ''شبہ جملہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے، ترکیب کرتے وقت اس کا خیال رکھا جائے۔

۸- مصنف نے ''کافیہ'' میں گیارہ ائمہ نحو کے اقوال اُن کے نام کی صراحت کے ساتھ نقل کیے ہیں، علامہ جلال الدین السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی تالیف ''بغیۃ الوعاۃ فی تراجم اللغویین والنحاۃ'' کی مدد سے، شروع کتاب میں اُن تمام ائمہ کے مختصر حالات درج کردیے گئے ہیں۔

۹- جو مباحث ''ہدایۃ النحو'' اور ''کافیہ'' میں مشترک ہیں، اور بندہ اپنی کتاب ''درسِ ہدایۃ النحو'' میں اُن کی تنقیح اور ضروری وضاحت کرچکا ہے، اُن کو بلا کسی تغیر وتبدل کے زیرِ نظر کتاب میں شامل کردیا گیا ہے۔

آخر میں اُن مصنفین ومؤلفین کا شکریہ اداء کرنے کے ساتھ، جن کی کتابوں سے ترتیب کے دوران استفادہ کیا گیا ہے، بندہ اپنے اُن احباب کا بھی شکریہ اداء کرنا ضروری سمجھتا ہے، جنھوں نے کسی بھی اعتبار سے اس سلسلے میں بندہ کا تعاون کیا۔

مرتب ایک انسان ہے اور انسان سے غلطی کا ہوجانا کوئی بعید نہیں، ناظرین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو مؤلف کو مطلع کردیں، تاکہ آئندہ اڈیشن میں اُس کی تصحیح کی جاسکے۔

ربِّ کائنات کی بارگاہ میں دعا ہے کہ بندہ کی اِس حقیر کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرماکر، دارین کی سعادت کا ذریعہ بنائے، اور اصل کی طرح اِس کو بھی قبولِ عام عطا فرمائے۔ (آمین)

ابو محمد محمد جاوید قاسمی سہارن پوری

۸/ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ، شبِ سنیچر

www.besturdubooks.net

اُن ائمۂ نحو کا مختصر تعارف جن کا ذکر کافیہ میں آیا ہے

''کافیہ'' میں علامہ ابن حاجب نے مختلف مواقع پر گیارہ ائمۂ نحو کے مذاہب اُن کے نام کی صراحت کے ساتھ نقل کیے ہیں، چوں کہ عموماً طلبہ اِن ائمہ کے حالات اور اُن کے درجات سے واقف نہیں ہوتے، اس لیے ذیل میں اُن کا مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے۔

۱-امام سیبویہ

آپ کا نام عمرو بن عثمان بن قنبر ہے، سیبویہ کے لقب سے مشہور ہیں، یا تو اس بناء پر کہ اُن کے جسم سے سیب کی خوشبو آتی تھی، یا اس لیے کہ آپ سیب کی خوشبو کے شوقین تھے، یا اپنی نظافتِ طبع کی بناء پر اس لقب سے مشہور ہوئے۔

امام سیبویہ فارسی النسل تھے؛ لیکن آپ کی نشو ونما بصرہ میں ہوئی ۔ آپ بصری مسلکِ نحو کے پیشوا تھے، امام خلیل، یونس، ابوالخطاب الاخفش اور عیسی بن یونس سے علم حاصل کیا، امام خلیل آپ کی بہت تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔ زبان میں قدرے لکنت تھی، اسی وجہ سے آپ کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں: ''قلمُہ أبلغُ من لسانِہٖ''. امام سیبویہ کی تصنیف ''الکتاب''، علم نحو کی امہات الکتب میں شمار کی جاتی ہے۔ ۳۲ سال کی مختصر عمر میں ۱۸۰ھ میں اپنے آبائی وطن بیضاء میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔[۱]

۲-امام ابوالحسن اخفش

امام ابوالحسن سعید بن مسعدۃ اخفش امام سیبویہ کے اخص تلامذہ میں سے ہیں، عمر میں امام سیبویہ سے بڑے تھے، امام مبرد کہتے ہیں کہ: سیبویہ کے تلامذہ میں سب قوی الحافظہ اور سیبویہ کی باتوں کو یاد رکھنے والے اخفش تھے۔ امام کسائی نے آپ کے علمی تبحر اور استحضار سے متأثر ہو کر خفیۃً آپ سے امام سیبویہ کی ''الکتاب'' پڑھی۔ آپ کی تصانیف میں الاوساط، المقابیس (علم نحو میں)، معانی القرآن، المسائل اور العروض والقوافی وغیرہ مشہور ہیں۔ علی اختلاف الاقوال ۲۱۰ھ، یا ۲۱۵ھ یا ۲۲۱ھ میں وفات پائی۔[۲]

۳-امام کسائی

امام ابوالحسن علی بن حمزہ بن عثمان الکسائی کوفی مسلکِ نحو کے امام اور قراء سبعہ میں سے ایک ہیں، کہتے ہیں کہ انہوں نے حج کے لیے کساء (کمبل) کا احرام باندھا تھا، اسی مناسبت سے کسائی سے مشہور ہوئے۔

امام کسائی اصل کوفہ کے باشندے تھے؛ لیکن بعد میں بغداد میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ معاذ الھرّاء سے نحو کی تعلیم حاصل کی، امام خلیل سے بھی ملاقات کی؛ مگر اُن سے علم حاصل نہ کر سکے۔ ہارون رشید کے لڑکوں کی تعلیم وتربیت

(۱) بغیۃ الوعاۃ ص:۳۶۶ (۲) بغیۃ الوعاۃ ص:۲۵۸

www.besturdubooks.net

آپ سے متعلق تھی۔امام ابو یوسف اور اُن میں ہارون رشید کے دربار میں کئی بار مناظرے بھی ہوئے۔امام محمد بن الحسن شیبانی اور امام کسائی کی وفات کا حادثہ ایک ہی دن پیش آیا،اُس وقت یہ دونوں ہارون رشید کے ساتھ سفر میں تھے،اس حادثہ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ہارون رشید نے کہا کہ:’’ہم نے ایک ہی دن میں فقہ اور نحو کو دفن کر دیا‘‘۔علی اختلاف الاقوال ۱۸۳ھ،یا ۱۸۹ھ،یا ۱۹۲ھ،یا ۱۷۹ھ میں انتقال ہوا۔[۱]

۴-امام فراء

امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ بن مروان دیلمی علم نحو کے ائمہ میں سے ہیں،فراء کے لقب سے مشہور ہیں، جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ تعجب انگیز کلام کیا کرتے تھے۔قیس بن ربیع،مندل بن علی اور امام کسائی وغیرہ سے علم حاصل کیا،امام کسائی کے بعد کوفہ میں آپ سب سے زیادہ علم نحو کے جاننے والے تھے،معتزلہ کے مذہب کی طرف مائل تھے،امام سیبویہ کی’’الکتاب‘‘ سے بہت شغف تھا،اُسے ہمیشہ اپنے سر کے نیچے رکھا کرتے تھے،اپنی تصانیف میں فلاسفہ کی اصطلاحات استعمال کرتے تھے۔معانی القرآن،المصادر فی القرآن،الجمع والتثنیۃ فی القرآن اور آلۃ الکتاب وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

زندگی کے اکثر ایام بغداد میں بسر کیے؛مگر وفات سے چالیس دن قبل کوفہ آگئے تھے،مکہ کے راستے میں ۲۰۷ھ میں بعمر ۶۷ سال وفات پائی۔[۲]

۵-امام خلیل بن احمد

امام خلیل بن احمد بن عمر بن تمیم الفراہیدی نحو ولغت کے امام،علم عروض کے موجد اور امام سیبویہ کے استاذ ہیں، سیبویہ نے’’الکتاب‘‘میں جتنے نحو کے مسائل لکھے ہیں وہ سب امام خلیل ہی سے ماخوذ ہیں۔علمی صفات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زہد،تقویٰ،تواضع اور بے نیازی واستغناء جیسی صفات سے بھی نوازا تھا،پوری عمر فقر وغربت میں بسر کی،علم کو کبھی دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا۔ایک مرتبہ’’اہواز‘‘کے حکمراں سلیمان بن علی نے اُن کے پاس قاصد کو پیغام دے کر بھیجا کہ آپ آکر میرے بچوں کو پڑھا دیا کریں،خلیل نے سوکھی روٹی قاصد کو دکھا کر کہا کہ:’’میرے پاس یہی سوکھی روٹی ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ مجھے مل جاتی ہے تو مجھے سلیمان کے ہاں جانے کیا ضرورت ہے؟‘‘

حج کے موقع پر آپ نے دعاء کی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا علم عطا فرمائیں جس کا جاننے والا اُن سے پہلے کوئی نہ ہو،اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعاء قبول فرمائی اور اُن پر علم عروض کا دروازہ کھول دیا اور یہ اس فن کے موجد قرار پائے۔آپ کے معاصرین کا بیان ہے کہ:’’حضرات صحابہ کے بعد علم عربیت میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا‘‘۔آپ کا معمول یہ تھا کہ ایک سال حج کو جاتے اور ایک سال جہاد میں رہتے۔

(۱) بغیۃ الوعاۃ ص:۳۳۶ (۲) بغیۃ الوعاۃ ص:۴۱۲

www.besturdubooks.net

آخری عمر میں ارادہ کیا کہ حساب کی کوئی ایسی آسان نوع تخلیق کی جائے جسے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ جب اس نوع کی تخلیق کی فکر میں لگے تو اس کی دھن میں ایسے مگن ہوئے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی، انہماک کے اسی عالم میں مسجد گئے، سطونِ مسجد سے ٹکرائے، گرے اور انتقال فرمایا۔ سن وفات راجح قول کے مطابق ۱۷۵ھ ہے، وفات کے وقت ۷۴ سال کی عمر تھی۔

کتاب العین، کتاب النغم، الجمل، العروض، الشواہد، النقط والشکل، کتاب فائت العین اور کتاب الایقاع آپ کی تصانیف میں شمار کی جاتی ہیں۔[1]

۶- امام ابوعمرو بن العلاء

امام ابوعمرو بن العلاء بن عمار بن عبداللہ المازنی نحو، لغت اور قراءت کے مشہور امام ہیں، راجح قول کے مطابق آپ کا نام زبّان ہے، بصرہ کے باشندے ہیں۔ نحو و لغت اور قراءت کے ساتھ ساتھ تاریخ عرب اور اشعار عرب میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ اُن کا گھر چھت تک کتابوں سے بھرا رہتا تھا، آخر میں توجہ الی اللہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ ساری کتابوں کو نذرِ آتش کر کے فارغ البال ہوگئے۔ عبداللہ بن مبارک، ابوعبیدہ، اصمعی اور یزیدی جیسے اساطینِ علم آپ کے تلامذہ کی فہرست میں داخل ہیں۔ ۱۵۴ھ یا ۱۵۹ھ میں انتقال ہوا۔ کتاب الالف واللام آپ کی مشہور تصنیف ہے۔[2]

۷- امام ابوالعباس المبرد

امام ابوالعباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر الازدی البصری المعروف بہ ''مبرد'' اپنے عہد میں بغداد کے نحو وادب کے امام تھے۔ امام مازنی اور شیخ ابوحاتم سجستانی سے علم حاصل کیا، امام اسماعیل صفار، نفطویہ اور الصولی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں سے ہے۔ اہل بصرہ کی آپ کے بارے میں رائے تھی کہ: ''ما رأى المبرّد مثلَه'' مبرد نے اپنے جیسا صاحب فضل وکمال نہیں دیکھا۔

امام مازنی نے جب کتاب الالف واللام تصنیف فرمائی، تو انہوں نے اُس کے غوامض ودقائق کے متعلق مبرد سے سوالات کیے، مبرد نے ہر سوال کا بہترین جواب دیا، جس پر امام مازنی نے خوش ہو کر فرمایا: ''قُمْ فأنت المبرِّد'' جاؤ تم حق کو ثابت کرنے والے ہو۔ بعد میں کوفیوں نے ازراہِ تعصب راء کے کسرے کو فتحہ سے بدل کر المبرَّد کر دیا۔ امام سیرافی کے بیان کے مطابق ۲۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۵ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔[3]

۸- امام زجاج

امام ابواسحاق ابراہیم بن السری الزجاج علم نحو کے ائمہ میں سے ہیں۔ خطیب لکھتے ہیں کہ: امام زجاج حسن عقیدہ، تدین اور فضل وکمال کے مالک تھے۔ ابتداء میں شیشہ کے خراد کا کام کرتے تھے، اس لیے ''زجاج'' کے

(۱) بغیۃ الوعاۃ ص: ۲۴۳-۲۴۵، وفیات الاعیان ۲/۲۴۹ (۲) بغیۃ الوعاۃ ص: ۳۶۷

(۳) بغیۃ الوعاۃ ص: ۱۱۶-۱۱۷

www.besturdubooks.net

نام سے مشہور ہوئے۔امام مبرد سے علم حاصل کیا اور ایک طویل مدت تک اُن کی صحبت میں رہے۔امام زجاج نے اپنے استاذ امام مبرد کی بہت خدمت کی،امام مبرد کی حیات تک یومیہ ایک درہم اُن کی خدمت میں پیش کرتے رہے،استاذ کی خدمت کی برکت سے اللہ تعالی نے ان کو علمی ترقی کے ساتھ دنیوی ترقی سے بھی نوازا۔۳۱۱ھ میں بعمر ۷۰ سال ''اللھم احشرني على مذهب أحمد بن حنبل رضى الله عنهما'' کہتے ہوئے وفات پائی۔[1]

۹-امام مازنی

امام ابوعثمان بکر بن محمد المازنی اپنے وقت میں نحو و ادب کے امام اور اعلی درجہ کے مناظر تھے،ابوعبیدہ،ابوزید اور امام اصمعی سے علم حاصل کیا،امام مبرد اور امام فضل بن محمد الیزیدی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔امام مبرد کہتے ہیں کہ:''امام سیبویہ کے بعد ابوعثمان سے بڑا کوئی نحوی نہیں ہے''۔استغناء کا یہ عالم تھا کہ ایک یہودی نے امام مازنی کو اس شرط پر سو اشرفی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ اُسے سیبویہ کی ''الکتاب'' پڑھا دیں،امام مازنی نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ''الکتاب'' میں قرآن کی آیتیں ہیں،مجھے گوارا نہیں کہ کسی ذمی کو قرآن کی آیتیں پڑھاؤں۔۲۴۸ھ یا ۲۴۹ھ میں اس دارِ فانی سے رحلت کی۔علل النحو،تفاسیر کتاب سیبویہ اور مایلحن فیہ العامۃ وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔[2]

۱۰-امام یونس

امام یونس بن حبیب البصری امام ابوعمرو بن العلاء کے تلامذہ میں سے ہیں،علم نحو میں اُن کا درجہ بہت فائق تھا،امام سیبویہ اور امام کسائی بھی اُن سے نحوی مسائل نقل کرتے ہیں۔بصرہ میں اُن کی درس گاہ کو خوب فروغ حاصل ہوا،حلقۂ درس اہل علم،طلبۂ ادب اور فصحائے عرب سے معمور رہتا تھا۔پوری زندگی تجرد کی حالت میں گذار دی۔۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۲ھ میں وفات ہوئی،ثعلب کہتے ہیں کہ امام یونس سو سال سے زیادہ زندہ رہے۔[3]

۱۱-ابن کیسان

محمد بن ابراہیم بن کیسان النحوی:بصری اور کوفی دونوں مذہب کے حافظ تھے،امام مبرد اور ثعلب سے علم حاصل کیا۔ابوحیان کہتے ہیں کہ:''اُن کی مجلس سے زیادہ مفید کوئی اور مجلسِ درس میں نے نہیں دیکھی''،اُن کی علمی ریاست کی ہمہ گیری،مرجعیت اور قبول عام کا یہ عالم تھا کہ اُن کے دروازے پر ہر وقت سو سو سواریاں اُن رؤساء اور اشرافِ قوم کی موجود رہتی تھیں جو اُن سے ملاقات کی غرض سے آتے تھے۔یاقوت حموی کی تحقیق کے مطابق ۳۲۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

المهذب في النحو، غلط أدب الكاتب، البرهان، غريب الحديث، معاني القرآن اور علل النحو وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔[4]

---

(۱) بغیۃ الوعاۃ ص:۱۷۹-۱۸۰

(۲) بغیۃ الوعاۃ ۱/۴۶۳-۴۶۴،ط:مکتبۃ العصریہ لبنان

(۳) بغیۃ الوعاۃ ص:۴۲۶

(۴) بغیۃ الوعاۃ ص:۸

www.besturdubooks.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ العلم

کسی بھی علم کو شروع کرنے سے پہلے تین چیزوں کو جاننا ضروری ہوتا ہے: (۱) علم کی تعریف (۲) غرض وغایت (۳) موضوع۔

۱- علم کی تعریف کو جاننا اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر طلبِ مجہول لازم آتا ہے جو کہ محال اور ناممکن ہے۔

علم نحو کی تعریف: علم نحو وہ علم ہے جس سے اسم، فعل اور حرف کو جوڑ کر جملہ بنانے کا طریقہ اور معرب ومبنی ہونے کے اعتبار سے ہر کلمہ کے آخری حرف کی حالت معلوم ہو۔

۲- غرض وغایت کو جاننا اس لئے ضروری ہے تاکہ فعل عبث (بے کار کام کرنا) لازم نہ آئے۔

غرض وغایت: فاعل سے فعل کے صدور کا جو چیز سبب ہوتی ہے اس کو غرض وغایت کہتے ہیں۔

علم نحو کی غرض وغایت: کلام عرب میں واقع ہونے والی لفظی غلطی سے ذہن کو محفوظ رکھنا۔

۳- موضوع کو جاننا اس لئے ضروری ہے تاکہ موضوع کو جان کر، اُس علم کو دوسرے علوم سے ممتاز کیا جاسکے۔

موضوع: ہر علم کا وہ چیز ہوتی ہے جس کے عوارضِ ذاتیہ سے اُس علم میں بحث کی جائے۔

علم نحو کا موضوع: کلمہ اور کلام ہے؛ اس لئے کہ علم نحو میں کلمہ اور کلام کے عوارض ذاتیہ: مثلاً معرب ومبنی وغیرہ ہونے سے بحث کی جاتی ہے۔

فائدہ: ان کے علاوہ دو چیزوں کا جاننا مستحسن ہے: (۱) مدون کا تعارف (۲) مصنف کا تعارف۔

مدون: علم نحو کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے ابوالاسود دُئلی نے مدون کیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں علم نحو کی تدوین کا آغاز ہو چکا تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود دُئلی کو علم نحو کے قواعد اور ضوابط مدون کرنے کا حکم دیا، جس پر ابوالاسود نے علم نحو کے قواعد وضوابط جمع کرنے شروع کئے۔

مصنف کا تعارف: اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

www.besturdubooks.net

صاحبِ کافیہ کے مختصر حالات

آپ کا نام: عثمان بن عمرو بن ابی بکر بن یونس، کنیت ابوعمرو اور لقب جمال الدین ہے، آپ کے والد امیر عزالدین موسک صلاحی کے دربان تھے، دربان کو عربی زبان میں حاجب کہتے ہیں اس لئے آپ ''ابن حاجب'' سے مشہور ہوئے۔

مصر کے صوبہ قوصیہ کی بستی اسناء میں ۵۷۰ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم قاہرہ میں پائی، کم سنی میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا، علامہ شاطبی سے قراءت اور علامہ ابوالجود سے قراءتِ سبعہ پڑھی، پھر دیگر علوم: فقہ وادب وغیرہ میں ٹھوس استعداد حاصل کرنے کے بعد، دمشق جا کر جامع دمشق میں فقہ مالکی میں ایسا تبحر حاصل کیا کہ مرجعِ خلائق بن گئے۔ آپ بلند پایہ فقیہ، اعلی مناظر، بڑے دین دار ومتقی، معتمد و ثقہ، متواضع اور تبحر علمی میں اونچا مقام رکھتے تھے۔

جامع دمشق میں ایک زمانے تک درس وتدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد مصر آئے، اور مدرسہ فاضلیہ میں صدر مقرر ہوئے، شعروشاعری کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے۔ آپ کو علم نحو میں اس درجہ عبور تھا کہ اپنی مختلف کتابوں میں نحو کے مسائل عام نحویوں کے خلاف لکھے ہیں اور بعض عام قواعد پر ایسے اشکالات وارد کئے ہیں کہ ان کا جواب ممکن نہیں۔

آپ نے نحو، صرف، فقہ، اصول فقہ وغیرہ میں نہایت عمدہ اور نفیس کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، علم نحو میں ''کافیہ'' اور علم صرف میں ''شافیہ'' آپ کی معرکۃ الآراء اور نہایت مشہور ومقبول تصانیف ہیں، آپ نے خود ان دونوں کتابوں کی عربی زبان میں شرح بھی لکھی، ''کافیہ'' کو علماء نے اتنا پسند کیا کہ چالیس سے زیادہ اس کی شروحات لکھی گئیں۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ: آپ کی تمام تصانیف نہایت عمدہ اور مفید ہیں۔

آخر میں مستقل قیام کے ارادے سے اسکندریہ آئے؛ مگر کچھ ہی دنوں کے بعد ۲۶/شوال ۶۴۶ھ بروز جمعرات کو آپ کا انتقال ہوگیا، اور باب البحر سے باہر شیخ صالح ابن ابی اسامہ کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔

[حالات المصنفین، ظفر المحصلین]

www.besturdubooks.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْکَلِمَۃُ: لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًی مُفْرَدٍ.

ترجمہ: کلمہ ایسا لفظ ہے جو معنیٔ مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

تشریح: یہاں عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مصنف نے تسمیہ کے بعد اللہ کی حمد وثنا بیان نہیں کی، جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "**کُلُّ أَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَأُ فِیْہِ بِحَمْدِ اللّٰہِ فَھُوَ أَقْطَعُ**" (ہر وہ اہم کام جو اللہ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص اور ادھورا رہتا ہے)۔

اس کے بہت سے جوابات دئے گئے ہیں، جن میں سب سے عمدہ جواب یہ ہے کہ: مذکورہ بالا حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے متعدد الفاظ کے ساتھ مروی ہے، بعض روایتوں میں "**بِبِسْمِ اللّٰہِ**" آیا ہے،[1] بعض میں "**بِحَمْدِ اللّٰہِ**"،[2] اور بعض میں "**بِذِکْرِ اللّٰہِ**"،[3] ان تمام روایات کو جمع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل مقصود اس سلسلے میں اللہ کا ذکر ہے، خواہ وہ تسمیہ (یعنی بسم اللہ) کی شکل میں ہو، یا حمد وثناء کی شکل میں، یا کسی اور شکل میں[4]، پس جب مصنف نے شروع میں تسمیہ لا کر اللہ کا ذکر کرلیا تو حدیث پر عمل ہوگیا۔

قولہ: الکلمۃ الخ: یہاں سے مصنف علم نحو کے پہلے موضوع: کلمہ کی تعریف، اس کی اقسام اور احکام کو بیان فرمارہے ہیں۔

فائدہ: کلمہ کلام کا جز ہے اور جز کل پر مقدم ہوتا ہے، اسی لئے مصنف نے کلمہ کو کلام پر مقدم کیا۔

کلمہ کے لغوی معنی: کلمہ اور کلام کَلْمٌ سے مشتق ہیں، جس کے معنی لغت میں زخمی کرنے کے ہیں۔

کلمہ کی اصطلاحی تعریف: یہ ہے کہ کلمہ ایسا لفظ ہے جو معنیٔ مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو؛ جیسے: زید معنیٔ مفرد: ذاتِ زید کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

مشتق اور مشتق منہ میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح زخم کا اثر (تکلیف) نفوس میں ہوتا ہے، اسی طرح

---

(۱) اس کو علامہ سیوطیؒ نے "تدریب الراوی" (۱/ ۴۸، ط: دار طیبہ ریاض) میں علامہ رہاوی کی اربعین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(۲) سنن ابوداؤد (الادب/ باب الہدی فی الکلام، حدیث نمبر: ۴۸۴۰)، سنن ابن ماجہ (النکاح/ باب خطبۃ النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۹۴)۔ حافظ ابن صلاح اور امام نووی نے اس کو حسن کہا ہے اور حافظ ابن حجر "فتح الباری شرح بخاری" (۱/ ۸، ط: دار المعرفہ بیروت) میں فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث قابل استدلال ہے۔

(۳) مسند احمد (۲/ ۳۵۹، حدیث نمبر: ۸۷۱۲)۔

(۴) فتح الباری شرح صحیح بخاری (۸/ ۲۲۰، ط: دار المعرفہ بیروت)

www.besturdubooks.net

کلمہ اور کلام کا اثر بھی نفوس میں ہوتا ہے؛ بلکہ بسا اوقات کلمہ اور کلام کی تاثیر زخم کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے، چناں چہ شاعر نے کہا ہے:

جِرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَام ☆ وَلَا يَلْتَامُ مَاجَرَحَ اللِّسَان

ترجمہ: بھالوں کے زخم کے لیے بھراؤ ہے، زبان کے زخم کے لیے بھراؤ نہیں ہے۔

فوائدِ قیود: کلمہ کی تعریف میں "لفظ" بمنزلۂ جنس ہے، اس میں موضوع، مہمل، مفرد، مرکب سب داخل ہیں، "وضع لمعنیً" کی قید سے مہمل اور "مفرد" کی قید سے مرکب کو نکال دیا؛ کیوں کہ مہمل تو کسی معنی کے لیے وضع ہی نہیں ہوتا، اور مرکب معنیٔ مرکب کے لیے وضع کیا جاتا ہے، نہ کہ معنیٔ مفرد کے لیے۔

قولہ: لفظٌ: لفظ کے لغوی معنی: لفظ باب ضرب کا مصدر ہے جو الرَّمی یعنی پھینکنے کے معنی میں آتا ہے؛ جیسے: أکلتُ التّمرۃَ ولفظتُ النواۃَ (میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی پھینک دی)۔

لفظ کے اصطلاحی معنی: اصطلاح میں "ما یتلفظ بہ الانسانُ" کو لفظ کہتے ہیں، یعنی جس کا انسان تلفظ کرسکے، خواہ یہ تلفظ حقیقۃً ہو؛ جیسے: زیدٌ قائمٌ. یا حکماً ہو؛ جیسے: زیدٌ ضَرَبَ میں ھو، اور اِضْرِبْ میں أنت ضمیر پوشیدہ ہے، جس کا انسان حکماً تلفظ کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور جنات کے کلمات لفظ کی تعریف میں داخل ہیں؛ اس لئے کہ انسان اُن کا تلفظ کرسکتا ہے۔

قولہ: وضع: وضع کے لغوی معنی: وضع باب فتح کا مصدر ہے، جس کے معنی رکھنے کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اس طرح خاص کردینا کہ جب پہلی چیز بولی جائے یا اُس کا احساس کیا جائے تو دوسری چیز معلوم ہوجائے۔

قولہ: معنی: معنی کے لغوی معنی: عَنٰی یَعْنِی عَنْیًا وعِنَایَۃً (قصد کرنا، ارادہ کرنا)، معنیً اسم مفعول کا صیغہ ہے (قصد کیا ہوا)، اصل میں مَعْنُوْیٌ بروزن مضروبٌ تھا، بقاعدہ "سیدٌ" واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کی مناسبت سے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا، اس کے بعد خلاف قیاس کسرہ کو فتحہ سے بدل کر پہلی یاء کو حذف کردیا، معنَیٌ ہوگیا، یاء متحرک ماقبل مفتوح، یاء کو الف سے بدل دیا، مَعْنَانْ ہوگیا، الف اور تنوین دوساکن جمع ہوگئے، اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کردیا، مَعْنیً ہوگیا۔

اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ معنیً مصدر میمی ہو (بمعنی قصد کرنا)، اس صورت میں تعلیل یہ ہوگی: معنیً اصل میں مَعْنَيٌ تھا، یاء متحرک ماقبل مفتوح؛ لہٰذا یاء کو الف سے بدل دیا، مَعْنَانْ ہوگیا، الف اور تنوین دوساکن جمع ہوگئے؛ اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کردیا، مَعْنیً ہوگیا۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاح میں "ما یُقْصَدُ بِالشَّئِ" (یعنی جس کا کسی چیز سے ارادہ کیا جائے) کو معنی کہتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

قولہ: مفردٌ: مفرد کے لغوی معنی: تنہا اور اکیلے کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: مفرد وہ لفظ ہے جس کا جز معنی کے جز پر دلالت نہ کرے۔ استعمال کے اعتبار سے مفرد کی چار صورتیں ہیں:

(۱) کبھی مفرد کا استعمال مرکب کے مقابلہ میں ہوتا ہے؛ جیسے: کلمہ کی تعریف میں (۲) کبھی مفرد کا استعمال تثنیہ اور جمع کے مقابلہ میں ہوتا ہے؛ جیسے: وجوہ اعراب کے بیان میں (۳) کبھی مفرد کا استعمال مضاف اور مشابہ مضاف کے مقابلہ میں ہوتا ہے؛ جیسے: منادیٰ اور لائے نفی جنس کے بیان میں (۴) کبھی مفرد کا استعمال جملہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے؛ جیسے مبتدا اور خبر کے بیان میں، چناں چہ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ مفرد ہے اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ جملہ نہیں ہے۔ یہاں لفظ مفرد پر رفع، نصب اور جر تینوں اعراب جائز ہیں:

۱- مرفوع پڑھنے کی صورت میں یہ **لفظٌ** کی صفت ثانی ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ کلمہ وہ اکیلا لفظ ہے جو کسی معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو۔

۲- منصوب پڑھنے کی صورت میں یہ، یا تو "**وضع**" کی ضمیر نائب فاعل **ھو** سے حال ہوگا اور معنی یہ ہوں گے: کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو، درآں حالیکہ وہ لفظ مفرد ہو، یا "**معنیً**" سے حال ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو، درآں حالیکہ وہ معنی مفرد ہوں۔ **معنیً** ذوالحال نکرہ ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہے؛ لیکن چوں کہ یہ قاعدہ اُس وقت ہے جب کہ ذوالحال مجرور نہ ہو اور یہاں **معنیً** ذوالحال مجرور ہے، اس لیے "مفرداً" حال کو اُس پر مقدم نہیں کیا گیا۔

۳- مجرور پڑھنے کی صورت میں یہ "**معنیً**" کی صفت ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ کلمہ ایسا لفظ ہے جو معنیً مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو۔

فائدہ: لفظ بمعنی ملفوظ ہے، اگر لفظ کو بمعنی ملفوظ نہ لیا جائے تو لفظ کا **الکلمۃ** مبتدا کی خبر بننا درست نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ خبر مبتدا پر محمول ہوتی ہے اور مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہوتا، جب کہ یہاں **لفظٌ** مصدر ہے اور **الکلمۃُ** ذات ہے۔

سوال: تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مبتدا اور خبر میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے؛ حالاں کہ یہاں **الکلمۃُ** مبتدا مؤنث ہے اور **لفظٌ** خبر مؤنث نہیں ہے؟

جواب: مبتدا اور خبر میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت کا ہونا ہر جگہ ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اس کے لیے پانچ شرطیں ہیں:

۱- خبر مشتق ہو، مصدر یا جامد نہ ہو، اگر خبر مشتق نہیں ہوگی تو مطابقت ضروری نہیں، جیسے: **الکلمۃُ لفظٌ** میں **لفظٌ** خبر مشتق نہیں ہے؛ بلکہ مصدر ہے۔

www.besturdubooks.net

وَهِيَ اِسْمٌ، وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ؛ لِأَنَّهَا إِمَّا أَنْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا، أَوْ لَا،

ترجمہ: اور وہ (یعنی کلمہ) اسم ہے، فعل ہے اور حرف ہے؛ اس لیے کہ وہ یا تو ایسے معنی پر دلالت کرے گا جو اُس کی ذات میں ہوں، یا دلالت نہیں کرے گا،

۲- خبر مشتق میں مبتدا کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر ہو، اگر ضمیر نہیں ہوگی تو مطابقت ضروری نہیں؛ جیسے: **زيدٌ عالمةٌ بِنتُه** میں **عالمةٌ** خبر مشتق ہے اور اُس میں مبتدا کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہیں ہے۔

۳- خبر کوئی ایسا اسم نہ ہو جس کا استعمال مذکر ومؤنث کے لیے یکساں ہوتا ہو، اگر خبر کوئی ایسا اسم ہوگا تو مطابقت ضروری نہیں؛ جیسے: **زيدٌ جريحٌ، فاطمةُ جريحٌ** میں **جريحٌ** کا استعمال مذکر ومؤنث کے لئے یکساں ہے۔

۴- خبر کوئی ایسا اسم نہ ہو جو صرف مؤنث کے ساتھ خاص ہو، اگر خبر کوئی ایسا اسم ہوگا تو مطابقت ضروری نہیں؛ جیسے: **المرأةُ حائضٌ** میں **حائض** مؤنث کے ساتھ خاص ہے، عورت ہی کو حیض آتا ہے۔

۵- مبتدا اور خبر دونوں اسم ظاہر ہوں، اگر دونوں اسم ظاہر نہیں ہوں گے تو مطابقت ضروری نہیں؛ جیسے: **هي اسمٌ، وفعلٌ وحرفٌ** میں مبتدا ضمیر ہے اور خبر اسم ظاہر ہے۔

قولہ: وهي اسم الخ: کلمے کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد، یہاں سے مصنف کلمے کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کلمے کی تین قسمیں ہیں: (۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف۔

دلیل حصر یہ ہے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ مستقل معنی (یعنی جو دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر سمجھ میں آجائیں) پر دلالت کرتا ہوگا یا نہیں، اگر مستقل معنی پر دلالت نہیں کرتا ہے تو وہ حرف ہے؛ جیسے: مِنْ، یہ مستقل معنی پر دلالت نہیں کرتا؛ کیوں کہ اس کے معنی دوسرے کلمے کے ملائے بغیر سمجھ میں نہیں آتے۔

اور اگر مستقل معنی پر دلالت کرتا ہے تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں: یا تو وہ معنی تینوں زمانوں (ماضی، حال اور مستقبل) میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے یا نہیں، اگر وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں، تو وہ اسم ہے، جیسے: رَجُلٌ، یہ اپنے معنی (مرد) پر دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہیں ہیں۔

اور اگر وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں تو وہ فعل ہے؛ جیسے: ضَرَبَ، یہ اپنے معنی (مارنے) پر دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے زمانۂ ماضی کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

www.besturdubooks.net

اَلثَّانِيُ الْحَرْفُ. وَالْأَوَّلُ: إِمَّا أَنْ يَّقْتَرِنَ بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ، أَوْ لَا، اَلثَّانِيُ الْإِسْمُ،

ترجمہ: دوسری قسم حرف ہے۔ اور پہلی قسم (کے معنی) یا تو تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے یا نہیں، دوسری قسم اسم ہے،

قولہ: معنی فی نفسها: (وہ معنی جو نفس کلمہ میں ہوں) اس سے مراد مستقل معنی ہیں، یعنی ایسے معنی جو دوسرے کلمے کے ملائے بغیر سمجھ میں آ جائیں۔

قولہ: الثانی الحرف: یہاں ثانی سے مراد وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت نہ کرے، یعنی جس کے معنی دوسرے کلمے کے ملائے بغیر سمجھ میں نہ آئیں۔

قولہ: الثانی الاسم والاول الفعل: یہاں ''ثانی'' سے وہ کلمہ مراد ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو دوسرے کلمے کے ملائے بغیر سمجھ میں آ جائیں اور تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں۔ اور ''اول'' سے وہ کلمہ مراد ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو دوسرے کلمے کے ملائے بغیر سمجھ میں آ جائیں اور تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں۔

نوٹ: واؤ حرف عطف کے ذریعہ جو تقسیم کی جاتی ہے وہ دو طرح کی ہوتی ہے: ایک کل کی تقسیم اس کے اجزاء کی طرف، دوسرے کلی کی تقسیم اس کی جزئیات کی طرف، جب واؤ کے ذریعہ کل کی تقسیم اس کے اجزاء کی طرف کی جائے تو وہاں واؤ اجتماع کے لیے ہوتا ہے، یعنی اس بات کو بتاتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے مجموعے سے وہ کل تیار ہوا ہے۔ اور جب کلی کی تقسیم اس کے افراد و جزئیات کی طرف کی جائے تو وہاں واؤ اس کلی کے افراد و جزئیات کو جمع کرنے کے لیے آتا ہے، یعنی اس بات کو بتاتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ اس کلی کے افراد اور جزئیات ہیں، یہ نہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ کے مجموعے سے وہ کلی تیار ہوئی ہے۔

چوں کہ کلمہ کلی ہے اور اسم، فعل اور حرف اس کی جزئیات و افراد ہیں؛ اس لئے یہاں کلمے کی اسم، فعل اور حرف کی طرف تقسیم کا یہ مطلب نہیں کہ اسم، فعل اور حرف کے مجموعے کا نام کلمہ ہے؛ بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ کلمہ (جو کہ ایک کلی ہے) اس کی تین جزئیات و افراد ہیں: (۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف۔[1]

قاعدہ: اگر ضمیر مبتدا واقع ہو اور اُس کا مرجع مذکر ہو اور خبر مؤنث، یا مرجع مؤنث ہو اور خبر مذکر، تو وہاں ضمیر کو مذکر یا مؤنث لانے میں اگرچہ مرجع کی رعایت کرنا بھی جائز ہے؛ مگر اولی اور بہتر یہ ہے کہ خبر کی رعایت کی جائے؛ جیسے یہاں ''**وهی اسم، وفعل و حرف**'' میں ''**هی**''، ضمیر مبتدا واقع ہے اور اُس کا مرجع:

---

(۱) غایۃ التحقیق، ص: ۱۵

www.besturdubooks.net

وَالْأَوَّلُ الْفِعْلُ. وَقَدْ عُلِمَ بِذٰلِکَ حَدُّ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا .

اَلْکَلَامُ: مَا تَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ بِالْإِسْنَادِ .

ترجمہ : اور پہلی قسم فعل ہے۔اور معلوم ہوگئی ہے اِس (یعنی دلیل حصر) سے اِن میں سے ہر ایک کی تعریف۔کلام: ایسا لفظ ہے جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ شامل ہو۔

''**الکلمة**'' مؤنث ہے اور خبر ''**اسم**'' مذکر ہے، تو یہاں اگرچہ یہ بھی جائز ہے کہ مرجع کی رعایت کرتے ہوئے ضمیر کو مؤنث لایا جائے؛ چناں چہ مصنف نے ایسا ہی کیا ہے؛ مگر اولی اور بہتر یہ تھا کہ خبر کی رعایت کرتے ہوئے ضمیر مذکر لائی جاتی۔

قولہ: وقد علم بذلک الخ: یہاں سے مصنف ان حضرات کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں جو بلا متنبہ کیے مذکورہ دلیل حصر سے اسم، فعل اور حرف کی تعریف نہیں سمجھ سکتے؛ کیوں کہ کچھ طلبہ اعلی ہوتے ہیں، کچھ ادنی اور کچھ متوسط، اعلی طلبہ تو دلیل حصر ہی سے اسم، فعل اور حرف کی تعریفات آسانی سے سمجھ جائیں گے؛ مگر متوسط اور ادنی طلبہ کے لیے دلیل حصر کافی نہیں؛ بلکہ متوسط طلبہ کے لیے اس طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے، جب کہ ادنی طلبہ کے لیے صراحت کے ساتھ ہر ایک کی الگ الگ تعریف کرنا ضروری ہے۔مصنف نے تینوں طرح کے طلبہ کی رعایت کی ہے، اعلی طلبہ کے لیے دلیل حصر لکھی، متوسط طلبہ کو اپنے قول: ''**وقد علم الخ**'' سے متنبہ کیا، اور ادنی طلبہ کے لیے آگے ہر ایک کی الگ الگ تعریف لکھی۔

قولہ: الکلام لفظ تضمن کلمتین بالإسناد: مصنف علم نحو کے موضوعِ اول: کلمہ کی تعریف اور اس کی اقسام ثلاثہ سے فارغ ہوکر، یہاں سے علم نحو کے موضوع ثانی: کلام کی تعریف اور اس کی اقسام کو بیان فرما رہے ہیں۔

کلام کی تعریف: کلام ایسا لفظ ہے جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ شامل ہو، اسناد کے ساتھ شامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلمے کی دوسرے کلمے کی طرف اِس طرح نسبت کی گئی ہو کہ اُس سے مخاطب کو یا تو کوئی خبر معلوم ہو؛ جیسے: **زیدٌ قائمٌ** (زید کھڑا ہے)، اس سے مخاطب کو زید کے کھڑے ہونے کی خبر معلوم ہو رہی ہے۔ یا طلب معلوم ہو؛ جیسے: **اُنصُرْ أخاکَ** (اپنے بھائی کی مدد کر)، اس سے مدد کرنے کی طلب معلوم ہو رہی ہے۔ خواہ وہ دونوں کلمے لفظاً ہوں؛ جیسے: **زیدٌ قائمٌ** میں دونوں کلمہ لفظاً ہیں؛ یا ایک کلمہ لفظاً ہو اور دوسرا تقدیراً؛ جیسے: اضرِبْ، اس میں دوسرا کلمہ أَنْتَ پوشیدہ ہے۔ نیز خواہ دونوں کلمے حقیقۃً ہوں؛ جیسے مذکورہ مثالوں میں دونوں

---

(۱) غایۃ التحقیق، ص:۱۴-۱۵

www.besturdubooks.net

وَلا یَتَأَتّٰی ذٰلِکَ إِلَّا فِی اِسْمَیْنِ أَوْ اِسْمٍ وَفِعْلٍ .

ترجمہ : اور وہ (یعنی کلام) حاصل نہیں ہوتا ہے؛ مگر یا تو دو اسموں (کے ضمن) میں، یا ایک اسم اور ایک فعل (کے ضمن) میں۔

کلمے حقیقۃً ہیں، یا ایک کلمہ حقیقۃً ہو اور دوسرا حکماً؛ جیسے: دَیْزٌ مُھْمَلٌ میں ''دیز''، حکماً کلمہ ہے؛ اس لئے کہ یہ ھذا اللفظ کے معنی میں ہے، حقیقۃً کلمہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ مہمل ہے اور مہمل کلمہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح زیدٌ قائم أبوہ میں '' قائم أبوہ'' حکماً ایک کلمہ ہے؛ اس لئے کہ یہ قائم الأب کے معنی میں ہے۔ لہٰذا ''أب'' مضاف الیہ ہوا، اور مضاف الیہ نسبت میں داخل ہوتا ہے، کلام کا جزء تام نہیں ہوتا، پس گویا وہ یہاں نہ ہونے کے درجے میں ہے۔

فائدہ: حکماً کلمہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ حقیقت میں کلمہ نہ ہو؛ بلکہ کسی کلمے کے معنی میں مان کر اُس پر کلمہ ہونے کا حکم لگا دیا گیا ہو؛ جیسے مذکورہ مثال میں ''دیز''، مہمل ہونے کی وجہ سے حقیقت میں کلمہ نہیں ہے؛ بلکہ اس کو ھذا اللفظ کے معنی میں مان کر، اُس پر کلمہ ہونے کا حکم لگا دیا گیا ہے۔

فوائد قیود: ''مَا'' موصولہ بھی ہوسکتا ہے اور موصوفہ بھی، اس سے مراد لفظ ہے، یہ بمنزلۂ جنس ہے، اس میں مہملات، مفردات، مرکباتِ ناقصہ اور مرکباتِ تامہ سب داخل ہیں، ''تضمن کلمتین'' کی قید سے مہملات اور مفردات نکل گئے، اور ''بالاسناد'' کی قید سے مرکباتِ ناقصہ نکل گئے؛ کیوں کہ اُن میں اسناد نہیں ہوتی۔ صرف مرکباتِ تامہ باقی رہ گئے؛ خواہ خبریہ ہوں، یا انشائیہ۔

اسناد کی تعریف: اسناد دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف نسبت کرنا اس طور پر کہ وہ مخاطب کو فائدہ تامہ دے، یعنی متکلم کی بات سے مخاطب کو کوئی خبر یا طلب معلوم ہو، اس کو نسبت تامہ بھی کہتے ہیں، جیسے: زید قائم اور قام زید میں ایک کلمہ کی نسبت دوسرے کلمے کی طرف اس طور پر کی گئی ہے کہ مخاطب کو اس سے ایک خبر معلوم ہو رہی ہے۔ اسناد کے لئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے۔

مسند: وہ اسم یا فعل ہے جس کی کسی اسم کی طرف اسناد کی جائے، جیسے: زیدٌ قائمٌ میں قائم، اور ضربَ زیدٌ میں ضرب .

مسند الیہ: وہ اسم ہے جس کی طرف کسی اسم یا فعل کی اسناد کی جائے؛ جیسے: زیدٌ قائمٌ اور ضربَ زیدٌ میں زید .

قولہ : ولایتأتی ذلک الخ: یہاں سے مصنف کلام کی ترکیب کی ممکنہ صورتوں میں سے جو صورتیں

www.besturdubooks.net

صحیح ہیں اور اُن سے کلام حاصل ہوتا ہے، اُن کو بیان فرما رہے ہیں۔

کلام کی تعریف میں "تضمن کلمتین" سے بظاہر کلام کی ترکیب کی چھ صورتیں سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) دو اسموں سے مرکب ہو (۲) دو فعلوں سے مرکب ہو (۳) دو حرفوں سے مرکب ہو (۴) ایک اسم اور ایک فعل سے مرکب ہو (۵) ایک اسم اور ایک حرف سے مرکب ہو (۶) ایک فعل اور ایک حرف سے مرکب ہو۔

اِن چھ صورتوں میں سے صرف دو صورتیں صحیح ہیں، جن سے کلام حاصل ہوتا ہے: (۱) دو اسموں سے مرکب ہو؛ جیسے: زیدٌ قائمٌ . (۲) ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہو؛ جیسے: قام زیدٌ؛ اس لئے کہ کلام میں ایک ساتھ مسند اور مسند الیہ کا پایا جانا ضروری ہے، اور اِن دونوں صورتوں کے علاوہ بقیہ چار صورتوں میں ایک ساتھ مسند اور مسند الیہ نہیں پائے جاتے، بعض صورتوں میں صرف مسند پایا جاتا ہے، بعض میں صرف مسند الیہ، اور بعض میں نہ مسند پایا جاتا ہے اور نہ مسند الیہ۔

سوال: یا زیدُ نداء تمام نحویین کے نزدیک کلام ہے، حالاں کہ اس میں ایک حرف ہے اور ایک اسم؛ اِس سے معلوم ہوا کہ ایک اسم اور ایک حرف سے بھی کلام مرکب ہوسکتا ہے؟

جواب: نداء میں کلام حرف نداء اور منادی سے مرکب نہیں ہوتا؛ بلکہ حرف نداء "أدعو" یا "أطلبُ" فعل کے قائم مقام ہوتا ہے اور أدعو میں أنا ضمیر مرفوع متصل مستتر فاعل ہے۔ ان دونوں (یعنی أدعو فعل اور اس کی ضمیر) سے کلام مرکب ہوتا ہے، اور منادی محلا "أدعُوْ" فعل کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے متعلقاتِ فعل میں سے ہوتا ہے، کلام کا جز نہیں ہوتا؛ کیوں کہ وہ نہ مسند ہوتا ہے، نہ مسند الیہ۔

فائدہ (۱): جمہور کے نزدیک کلام اور جملہ دونوں مترادف ہیں، کلام ہی کا دوسرا نام جملہ ہے۔ اور بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ کلام اور جملے میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کلام خاص ہے اور جملہ عام ہے؛ اس لئے کہ کلام اُس مرکب کو کہتے ہیں جس میں اسناد مقصود بالذات ہو۔ اور جملہ اُس مرکب کو کہتے ہیں جس میں مطلقاً اسناد ہو، خواہ وہ مقصود بالذات ہو یا مقصود بالذات نہ ہو، پس زید قام أبوہ میں قام أبوہ جملہ تو ہے؛ اس لئے کہ اس میں اسناد ہے، البتہ کلام نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس میں جو اسناد قام کی أبوہ کی طرف ہو رہی ہے وہ مقصود بالذات نہیں ہے؛ بلکہ "قام أبوہ" پورے جملہ کی جو اسناد زید کی طرف ہو رہی ہے وہ مقصود بالذات ہے۔ جملہ کی دو قسمیں ہیں: جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ۔

جملہ اسمیہ: وہ جملہ ہے جس کا پہلا جز اسم ہو؛ جیسے: محمّدٌ رسولٌ. جملہ اسمیہ میں مسند الیہ کو مبتدا اور مسند کو خبر کہتے ہیں۔

جملہ فعلیہ: وہ جملہ ہے جس کا پہلا جز فعل ہو؛ جیسے: قَرأَ حَامِدٌ . جملہ فعلیہ میں مسند کو فعل اور مسند الیہ کو فاعل یا نائب فاعل کہتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

اَلِاسْمُ: مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِہٖ، غَیْرَ مُقْتَرِنٍ بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلاثَةِ .

ترجمہ: اسم: وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اُس کی ذات میں ہوں، دراں حالیکہ وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں۔

فائدہ (۲): جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ۔
جملہ خبریہ: وہ جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے؛ جیسے: **زیدٌ قائمٌ** اور **قام زیدٌ** .
جملہ انشائیہ: وہ جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہا جا سکے؛ جیسے: **لعلّ عمرًا غائبٌ** اور **اِضرِبْ** .

تنبیہ: یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مطلقاً ہر دو اسموں یا ہر ایک فعل اور ایک اسم سے کلام مرکب نہیں ہوتا؛ بلکہ کلام کے مرکب ہونے کے لئے یا تو ایسے دو اسموں کا ہونا ضروری ہے جن میں سے ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ بن سکتا ہو، یا ایسے ایک فعل اور ایک اسم کا ہونا ضروری ہے جن میں سے فعل مسند اور اسم مسند الیہ بن سکتا ہو، چناں چہ اگر صرف دو اسمِ فعل ہوں تو اُن سے کلام مرکب نہیں ہو سکتا؛ اس لئے کہ وہ صرف مسند بن سکتے ہیں، مسند الیہ نہیں بن سکتے، اسی طرح اگر صرف ایک فعل ناقص اور اُس کا اسم ہو تو محققین کی تحقیق کے مطابق اُن سے بھی کلام مرکب نہیں ہو سکتا؛ اس لئے کہ فعلِ ناقص مسند نہیں بن سکتا۔

قولہ: الاسم الخ: یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ دوبارہ اسم کی تعریف اور اُس کی علامات کو بیان فرمارہے ہیں، تعریف کو دوبارہ ذکر کرنا ادنی اور کمزور طلبہ کی رعایت میں ہے، اور علامتوں کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ اسم کی معرفت واضح طور پر ہو جائے۔

اسم کی تعریف: اسم وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں ہوں، اور وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں، جیسے: **رَجُلٌ** (مرد)، **عِلْمٌ** (جاننا)، یہ دونوں اسم ہیں؛ اس لئے کہ یہ مستقل معنی پر دلالت کرتے ہیں اور وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہیں ہیں۔

قولہ: ما دل علی معنی فی نفسه: ''ہاء'' ضمیر ''مَا'' کی طرف راجع ہے، یہ ''مَا'' موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور موصوفہ بھی، اس سے مراد یہاں اگر چہ کلمہ ہے جو کہ مؤنث ہے؛ لیکن چوں کہ ''مَا'' اپنے لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے اس لیے مذکر ضمیر لائے ہیں، **معنًی فی نفسِہٖ** سے مراد یہاں بھی مستقل معنی ہیں، یعنی ایسے معنی جو دوسرے کلمے کے ملائے بغیر سمجھ میں آ جائیں۔

www.besturdubooks.net

دل علی معنی فی نفسه: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے کلمہ مستقل معنی پر دلالت کرتا ہو، یعنی جس وقت واضع نے اُس کو وضع کیا تھا اُس وقت وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمے کا محتاج نہ ہو، پس اسماء لازم الاضافۃ (یعنی وہ اسماء جو ہمیشہ کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہوکر استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے: فوقُ، تحتُ، اور بَیْن وغیرہ)، اسمائے اشارہ، ضمائر غائبہ اور اسمائے موصولہ وغیرہ باوجودیکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کے (یعنی اسماء لازم الاضافۃ مضاف الیہ کے، اسمائے اشارہ مشارالیہ کے، ضمائر غائبہ مرجع کی اور اسمائے موصولہ صلے کے) محتاج ہوتے ہیں، اسم کی تعریف سے خارج نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ جب واضع نے ان کو وضع کیا تھا اُس وقت یہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کے محتاج نہیں تھے، بعد میں چل کر استعمال کے اعتبار سے ان کے اندر یہ بات آئی ہے۔

قوله: غير مقترن بأحد الأزمنة الثلاثة: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ میں وضع کے اعتبار سے زمانہ، نہ پایا جاتا ہو، خواہ بعد میں چل کر استعمال میں زمانہ آ گیا ہو۔ پس اسماء افعال، اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ باوجودیکہ ان میں زمانہ پایا جاتا ہے، اسم کی تعریف میں داخل ہیں؛ اس لئے کہ جب واضع نے ان کو وضع کیا تھا اس وقت ان میں زمانہ ملحوظ نہیں تھا، بعد میں چل کر استعمال میں ان کے اندر زمانہ آ گیا۔

اور افعال مقاربہ اور افعال مدح وذم ـــــ باوجودیکہ ان میں زمانہ نہیں پایا جاتا ہے؛ اس لئے کہ افعال مقاربہ فاعل کو خبر سے قریب کرنے اور افعال مدح وذم فاعل کی تعریف اور برائی بیان کرنے کے لئے آتے ہیں ـــــ اسم کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ وضع کے وقت ان میں زمانہ کا لحاظ کیا گیا تھا، جو بعد میں چل کر ختم ہو گیا۔

غیر مقترن: میں لفظ ''غیر'' کو مرفوع، منصوب اور مجرور تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں، مرفوع پڑھنے کی صورت میں یہ ''الاسم'' مبتدا کی خبر ثانی ہوگا، منصوب پڑھنے کی صورت میں ''معنیً'' سے حال ہوگا، اور مجرور پڑھنے کی صورت میں ''معنیً'' کی صفت ثانی ہوگا۔

فوائد قیود: اسم کی تعریف میں ''مَادل علی معنی'' بمنزلۂ جنس ہے، اس میں اسم، فعل اور حرف سب داخل ہیں، ''فی نفسه'' کی قید سے حرف نکل گیا؛ اس لیے کہ وہ مستقل معنی پر دلالت نہیں کرتا، اور ''غیر مقترن بأحد الازمنة الثلاثة'' کی قید سے فعل نکل گیا؛ اس لیے کہ اس میں زمانہ ہوتا ہے۔

وجہ تسمیہ: اسم سَمَا یَسْمُو سُمُوًّا (بمعنی بلند ہونا) سے ماخوذ ہے، اصل میں سِمْوٌ تھا، واؤ پر ضمہ دشوار سمجھ کر ضمہ نقل کر کے ماقبل کو دے دیا، واؤ اور تنوین دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے، آخر سے واؤ کو حذف کر کے، شروع میں اس کے عوض ہمزۂ وصل زیادہ کر دی، اس کے بعد سین کا کسرہ نقل کر کے ماقبل (ہمزۂ وصل) کو دے دیا، اِسْمٌ ہو گیا۔

www.besturdubooks.net

وَمِنْ خَوَاصِّهٖ: دُخُوْلُ اللَّامِ، وَالْجَرِّ، وَالتَّنْوِيْنِ، وَالْإِضَافَةُ، وَالْإِسْنَادُ إِلَيْهِ.

ترجمہ: اور اس (اسم) کے خواص میں سے: (شروع میں) لام تعریف کا داخل ہونا، (آخر میں) جر اور تنوین کا لاحق ہونا، اضافت (یعنی مضاف ہونا) اور مسند الیہ ہونا ہے۔

اسم چوں کہ اپنی دونوں قسیموں: فعل اور حرف پر بلند ہوتا ہے اس طور پر کہ دو اسموں سے مل کر کلام تام بن جاتا ہے، جب کہ دو فعلوں یا دو حرفوں سے کلام تام نہیں بنتا، اس لئے اس کا نام اسم رکھ دیا گیا۔ ایک مقسم کی اقسام آپس میں ایک دوسرے کی قسیم کہلاتی ہیں؛ جیسے: کلمہ مقسم ہے اور اسم، فعل اور حرف کلمہ کی اقسام آپس میں ایک دوسرے کی قسیم ہیں۔

قولہ: ومن خواصہ الخ: یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسم کے خواص (یعنی علامتوں) کو بیان فرمارہے ہیں۔ خاصہ "مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ" کو کہتے ہیں، یعنی جو اسی میں پایا جائے، دوسرے میں نہ پایا جائے۔ خاصہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) خاصۂ شاملہ (۲) خاصۂ غیر شاملہ۔

خاصہ شاملہ: وہ خاصہ ہے جو شئی کے تمام افراد کو شامل ہو؛ جیسے: کاتب بالقوہ ہونا انسان کا خاصہ شاملہ ہے، اس لیے کہ ہر انسان سیکھ کر لکھنے والا بن سکتا ہے۔

خاصہ غیر شاملہ: وہ خاصہ ہے جو شئی کے تمام افراد کو شامل نہ ہو؛ جیسے: کاتب بالفعل ہونا انسان کا خاصۂ غیر شاملہ ہے؛ اس لیے کہ تمام انسان بالفعل کاتب نہیں ہیں۔

مصنف نے یہاں اسم کے جتنے خاصے بیان کیے ہیں وہ سب خاصۂ غیر شاملہ ہیں؛ کیوں کہ وہ ہر اسم میں نہیں پائے جاتے۔ (شرح جامی، ص:۴۸-۴۹)

قولہ: والجر، والتنوین: ان کو مرفوع اور مجرور دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، مرفوع پڑھنے کی صورت میں ان کا "دخول" مضاف پر عطف ہوگا، اور مجرور پڑھنے کی صورت میں "اللام" مضاف الیہ پر عطف ہوگا۔

مصنف نے یہاں اسم کے صرف پانچ خاصے بیان کیے ہیں:

۱- شروع کلمے میں لام تعریف کا داخل ہونا، جیسے: الرجل.

لام تعریف اس لام کو کہتے ہیں جو اسم نکرہ پر داخل ہو کر اس کو معرفہ بنا دے۔

حرف تعریف کے سلسلے میں نحویوں کا اختلاف ہے:

امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف "لام" حرفِ تعریف ہے، ابتداء بالسکون کے دشوار ہونے کی وجہ سے شروع میں ہمزۂ وصل زیادہ کر دیا گیا ہے۔

www.besturdubooks.net

امام خلیل کا مذہب یہ ہے کہ الف اور لام دونوں حرف تعریف ہیں۔

اور امام مبرد کا مذہب یہ ہے کہ صرف ہمزۂ مفتوحہ حرفِ تعریف ہے، اس کے اور ہمزۂ استفہام کے درمیان فرق کرنے کے لئے آخر میں لام کو زیادہ کر دیا گیا ہے۔ مصنف نے "اللام" کہہ کر سیبویہ کے مذہب کو اختیار فرمایا ہے۔

نوٹ: کلمہ کے شروع میں "الف لام" کا ہونا اسم کا خاصہ ہے؛ خواہ وہ لام تعریف ہو یا لامِ زائد، ایسا نہیں ہے کہ صرف لام تعریف کا داخل ہونا اسم کی علامت ہو۔ (النحو الوافی ۱/ ۲۸)

۲-آخر میں جر کا لاحق ہونا، یا تو حرفِ جر کی وجہ سے، جیسے: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ میں زید باء حرفِ جر کی وجہ سے مجرور ہے، یا اضافت کی وجہ سے، جیسے: غُلَامُ رَجُلٍ میں رجل اضافت کی وجہ سے مجرور ہے، یا کسی مجرور سے تابع واقع ہونے کی وجہ سے، جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ عَالِمٍ میں عالم، رجل مجرور سے تابع واقع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ (شرح ابن عقیل ص:۴)

۳-آخر میں تنوین کا لاحق ہونا، جیسے: بِزيدٍ.

تنوین: وہ نونِ ساکن ہے جو کلمے کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو اور فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو، جیسے: رَجُلٌ. تنوین کی پانچ قسمیں ہیں: تنوین تمکن، تنوین تنکیر، تنوین عوض، تنوین مقابلہ، تنوین ترنم۔

تنوین تمکن: وہ تنوین ہے جو اسم کے متمکن ہونے پر دلالت کرے، جیسے: زَيْدٌ، رَجُلٌ.

تنوین تنکیر: وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے، جیسے: صـــهٍ. یہ تنوین صرف اسمائے افعال اور اسمائے اصوات پر آتی ہے۔

تنوین عوض: وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کو حذف کرنے کے بعد مضاف پر، مضاف الیہ کے بدلے میں لائی جائے، جیسے: يَوْمَئِذٍ، اس کی اصل: يَومَ إذْ كانَ كذا ہے، یا حرف کو حذف کرنے کے بعد حرف کے بدلے میں لائی جائے؛ جیسے: جوارٍ اور دواعٍ، یہ اصل میں جوارِیُ اور دواعِیُ تھے۔

تنوین مقابلہ: وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں آتی ہے؛ جیسے: مسلماتٌ.

تنوین ترنم: وہ تنوین ہے جو اشعار اور مصرعوں کے آخر میں حسن اور خوب صورتی پیدا کرنے کے لیے لائی جاتی ہے؛ جیسے: شعر:

أَقَلِّي اللَّوْمَ عَاذِلُ وَالْعِتَابَنْ ☆ وَقُولِي إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَنْ

ترجمہ: اے ملامت کرنے والی عورت: ملامت اور عتاب کو کم کر☆ اور تو کہہ اگر میں صحیح کام کروں کہ اس نے صحیح کیا۔ اس شعر میں "العتابن" اسم اور "أصابن" فعل کے آخر میں تنوین ترنم ہے۔

www.besturdubooks.net

ان میں سے پہلی چار (تنوین تمکن، تنوین تنکیر، تنوین عوض اور تنوین مقابلہ) اسم کا خاصہ ہیں۔ تنوین ترنم اسم کا خاصہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہ اسم، فعل اور حرف تینوں پر آتی ہے۔

۴-اضافت یعنی مضاف ہونا؛ جیسے: غلامُ زیدٍ میں غلام۔

اضافت کی دو قسمیں: (۱) اضافت بتقدیر حرفِ جر، یعنی جس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان حرف جر مقدر (پوشیدہ) ہو (۲) اضافت بذکر حرف جر، یعنی جس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان حرف جر مذکور ہو، اور اس حرفِ جر کے واسطے سے ایک کلمہ کی اضافت دوسرے کلمے کی طرف کی گئی ہو، جیسے: مررتُ بزیدٍ میں "مرر" فعل کی اضافت (نسبت) زید کی طرف باء حرف جر کے واسطے سے کی گئی ہے۔

یہاں اضافت سے مراد اضافت بتقدیر حرفِ جر ہے؛ اس لئے کہ اضافت بذکر حرفِ جر اسم کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ اُس میں فعل بھی مضاف ہوسکتا ہے۔

۵-مسندالیہ ہونا؛ جیسے: زیدٌ قائمٌ میں زید۔

فائدہ: اسم کی اور بھی علامتیں ہیں، جن کو مصنف نے یہاں بیان نہیں کیا، مثلاً:

(۱) تثنیہ ہونا، تثنیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے اور اس کے واحد کے آخر میں الف یا یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسور زیادہ کردیا گیا ہو؛ جیسے: رَجلانِ، رَجُلَینِ.

(۲) جمع ہونا، جمع وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے اور اس کے واحد میں کوئی لفظی یا تقدیری تغیر کیا گیا ہو؛ جیسے: رِجَال اور فُلُکٌ.

فائدہ: فعل تثنیہ یا جمع نہیں ہوتا، فعل کے جو صیغے تثنیہ اور جمع کہلاتے ہیں وہ فاعل کے اعتبار سے ہیں؛ جیسے: ضَرَبَا (ان دو مردوں نے مارا)، فعل ایک ہی ہے، مارنے والے دو ہیں۔

(۳) نعت یعنی صفت ہونا؛ جیسے: الرجلُ العالمُ میں العالم. اگر کہیں فعل صفت واقع ہو تو وہ اسم مفرد کی تاویل میں ہوگا؛ جیسے: جاءَ نِی رَجُلٌ فَرِحَ قَلْبُهُ (میرے پاس ایک ایسا شخص آیا جس کا دل خوش ہے)۔

(۴) مُصَغَّر ہونا۔

مصغر: وہ اسم ہے جو کسی چیز کی حقارت یا چھوٹائی یا محبت وغیرہ پر دلالت کرنے کے لیے فُعَیْلٌ، فُعَیْعِلٌ یا فُعَیْعِیْلٌ کے وزن پر لایا گیا ہو؛ جیسے: رَجُلٌ سے رُجَیْلٌ (چھوٹا مرد)، جَعْفَرٌ سے جُعَیْفِرٌ (چھوٹی نہر)، قِرْطَاسٌ سے قُرَیْطِیْسٌ (چھوٹا کاغذ)۔ (ہدایۃ النحو ص:۴۰)

(۵) اسم منسوب ہونا۔

اسم منسوب: وہ اسم ہے جس کے آخر میں، اُس سے نسبت اور تعلق ظاہر کرنے کے لئے "یائے مشدد" ماقبل مکسور زیادہ کردی گئی ہو؛ جیسے: مَدَنِیٌّ (مدینہ کا رہنے والا)۔

www.besturdubooks.net

(۶) تائے تانیث متحرکہ کا آخر میں لاحق ہونا، جیسے: ضَارِبَةٌ.

(۷) موصوف ہونا، جیسے: جَاءَ نِی رَجُلٌ عَالِمٌ میں رَجُلٌ.

(۸) حرفِ جر کا شروع میں داخل ہونا؛ جیسے: بزیدٍ. (نحومیر)

(۹) مفعول بہ ہونا؛ جیسے: حَفِظْتُ الْقُرْآنَ. منادی ہونا الگ علامت نہیں؛ بلکہ وہ اسی میں شامل ہے؛ اس لیے کہ منادی مفعول بہ ہوتا ہے۔

(۱۰) ضمیر کا مرجع ہونا، جیسے: جَاءَ الْمُحْسِنُ أَبُوْهُ میں ''الف لام'' بمعنیٰ ''الذی'' اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ ''ہاء'' ضمیر کا مرجع ہے۔

(۱۱) اس سے کسی اسم صریح کا بدل واقع ہونا؛ جیسے: ''کَیْفَ عَلِیٌّ؟ أَصَحِیْحٌ أَمْ مَرِیْضٌ؟'' میں ''کیف'' اسم ہے: اس لئے کہ اس سے ''صحیح'' اسم صریح بدل واقع ہے۔

(۱۲) کسی ایسے اسم کے وزن پر ہونا جس کے اسم ہونے میں کوئی اختلاف نہ ہو؛ جیسے: نَزَالِ اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ حَذَامِ (ایک عورت کا علم) کے وزن پر ہے، اور یہ وزن اسماء کے ساتھ خاص ہے، اسم ہی اس وزن پر آتا ہے، فعل یا حرف اس وزن پر نہیں آتا۔

(۱۳) اس کے معنیٰ کا کسی ایسے دوسرے لفظ کے معنیٰ کے موافق ہونا جس کا اسم ہونا ثابت ہو چکا ہو؛ جیسے: قَطُّ، عَوْضُ، حَیْثُ وغیرہ، قَطُّ زمانۂ ماضی پر دلالت کرنے کی وجہ سے لفظِ ''ماضی'' کے معنیٰ میں، عَوْضُ زمانۂ مستقبل پر دلالت کرنے کی وجہ سے لفظِ ''مستقبل'' کے معنیٰ میں اور حَیْثُ مکان پر دلالت کرنے کی وجہ سے لفظِ ''مکان'' کے معنیٰ میں ہے، اور لفظِ ''ماضی''، لفظِ ''مستقبل'' اور لفظِ ''مکان'' کا اسم ہونا ثابت شدہ ہے۔ (۱)

(۱۴) مفعول فیہ ہونا (۱۵) مفعول مطلق ہونا (۱۶) مفعول معہ ہونا (۱۷) مفعول لہ ہونا (۱۸) حال ہونا (۱۹) تمیز ہونا (۲۰) مستثنیٰ ہونا (۲۱) تعریف، تخصیص اور تخفیف کو قبول کرنے والا ہونا (۲۲) منصرف ہونا (۲۳) غیر منصرف ہونا (۲۴) میم حرف تعریف کا شروع میں داخل ہونا (۲۵) مذکر ہونا (۲۶) مؤنث ہونا۔

فائدہ: فعل مذکر یا مؤنث نہیں ہوتا، فعل کے جو صیغے مذکر یا مؤنث کہلاتے ہیں، وہ فاعل کے اعتبار سے ہیں۔

یہاں تک اسم کی کل اکتیس ۳۱ علامتیں ہوگئیں، جن میں سے پانچ ''کافیہ'' میں مذکور ہیں اور بقیہ نحو کی دیگر کتابوں میں ہیں۔

---

(۱) (النحو الوافی ۱/ ۲۷-۲۹)

www.besturdubooks.net

وَهُوَ مُعْرَبٌ وَمَبْنِيٌّ . فَالْمُعْرَبُ: الْمُرَكَّبُ الَّذِي لَمْ يُشْبِهْ مَبْنِيَّ الْأَصْلِ .

ترجمہ: اوروہ (یعنی اسم) معرب ہے اور مبنی ہے۔ پس معرب: وہ (اسم) مرکب ہے جو مبنی الاصل سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔

قولہ: وهو معرب ومبني: یہاں سے مصنف اسم کی اقسام بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: اسم کی دو قسمیں ہیں: معرب اور مبنی؛ اس لئے کہ اسم دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہوگا یا نہیں، اگر اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہیں ہے تو وہ مبنی ہے؛ جیسے: تنہا زید، اور الف، با، تا وغیرہ، اور اگر اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو وہاں عامل موجود ہوگا یا نہیں، اگر عامل موجود نہیں ہے تو وہ بھی مبنی ہے؛ جیسے: غلامُ زیدٍ میں غلام، اور اگر عامل موجود ہے تو پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں: یا تو وہ مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہوگا یا نہیں، اگر مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہے تو وہ بھی مبنی ہے؛ جیسے: قام هولاء میں هولاء حرف مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہے احتیاج میں، (یعنی جس طرح حرف اپنے معنی بتانے میں دوسرے کلمے کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اسم اشارہ (هولاء) بھی اپنے معنی کی تعیین میں مشار الیہ کا محتاج ہے)، اور اگر مبنی الاصل سے مشابہت نہیں رکھتا ہے تو وہ معرب ہے؛ جیسے: قام زيدٌ میں زید .

معرب کی تحقیق: معرب: أَعْرَبَ يُعْرِبُ إِعْرَابًا (بمعنی ظاہر کرنا) سے اسم مفعول کے وزن پر ظرف مکان ہے، یعنی ظاہر کرنے کی جگہ، چوں کہ معرب پر جب اعراب آجاتا ہے تو وہ اظہارِ معنی کا محل ہوتا ہے، اس لئے اس کو معرب کہتے ہیں۔

مبنی کی تحقیق: مبنی: بَنٰى يَبْنِي بِنَاءً (بمعنی قائم رہنا) سے اسم مفعول ہے، چوں کہ مبنی کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا؛ بلکہ ایک حالت پر قائم رہتا ہے، اس لئے اس کو مبنی کہتے ہیں۔

قولہ: المعرب المركب الخ: یہاں سے مصنف اسم معرب کی تعریف بیان فرمارہے ہیں:

اسم معرب کی تعریف: اسم معرب: وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اس طور پر کہ وہاں عامل موجود ہو (خواہ وہ غیر خود عامل ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز عامل ہو) اور مبنی الاصل سے مشابہت نہ رکھتا ہو؛ جیسے: قام زيدٌ میں زید معرب ہے؛ اس لئے کہ یہ اپنے غیر قَامَ کے ساتھ مرکب ہے اس طور پر کہ یہاں قَامَ خود عامل موجود ہے اور مبنی الاصل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اسم معرب کا دوسرا نام اسم متمکن ہے۔

اسم معرب کی تعریف کے دو جز ہیں:

۱- "المركب"، یہاں مرکب سے وہ اسم مراد ہے جو اپنے غیر کے ساتھ اس طرح مرکب ہو کہ وہاں

www.besturdubooks.net

اس کا عامل موجود ہو، خواہ وہ غیر خود عامل ہو؛ جیسے مذکورہ مثال میں زیدا پنے غیر ''قـام'' کے ساتھ مرکب ہے اور ''قام'' خود اُس کا عامل ہے۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز عامل ہو، جیسا کہ مبتدا اور خبر میں ابتداء عامل ہوتا ہے۔

۲- ''لَـمْ یُشْبِـهْ مبنـیَّ الأصـلِ'' : مبنی الاصل سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔ یہاں مشابہت سے اس مشابہت کی نفی کی گئی ہے جونحو یین کے یہاں معتبر ہے، مشابہت معتبرہ کی سات شکلیں ہیں:

۱- اسم کا مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہونا؛ جیسے: أین ہمزۂ استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔

۲- اسم کا اپنے معنی کی تعیین میں حرف مبنی الاصل کی طرح دوسرے کلمے کا محتاج ہونا؛ جیسے: اسمائے اشارہ اور اسمائے موصولہ وغیرہ۔

۳- اسم کا تعدادِ حروف میں حرف مبنی الاصل کے مشابہ ہونا، یعنی تین حرفوں سے کم پر مشتمل ہونا؛ جیسے: مَنْ اور ذَا مبنی ہیں؛ اس لئے کہ ان کو تعدادِ حروف میں حرف مبنی الاصل: مِن اور فی سے مشابہت ہے۔

۴- اسم کا مبنی الاصل کی جگہ واقع اور مستعمل ہونا؛ جیسے: نَـزَالِ یہ اِنْـزِلْ امر حاضر معروف (مبنی الاصل) کی جگہ واقع اور مستعمل ہے۔

۵- اسم کا اس مبنی کے ہم وزن اور ہم شکل ہونا جو مبنی الاصل کی جگہ واقع ہو؛ جیسے: فَـجَـارِ اور حَـضَـارِ: نزالِ کے ہم وزن وہم شکل ہیں، اور نزالِ اِنْزِلْ امر حاضر معروف کی جگہ واقع ہے۔

۶- اسم کا مشابہ مبنی الاصل کی جگہ واقع ہونا؛ جیسے: یَـا زَیْدُ (منادی مبنی بر علامتِ رفع) أدعو کے کاف خطاب اسمی کی جگہ واقع ہے، اور أدعوک کا کاف خطاب اسمی ذلک کے کاف خطاب حرفی کے مشابہ ہے۔

۷- اسم کا مشابہ مبنی الاصل کی طرف مضاف ہونا؛ جیسے: مِنْ عَذَابِ یو مَئِذٍ میں یوم مبنی ہے؛ اس لئے کہ یہ ''إذ'' کی طرف مضاف ہے اور ''إذ'' کو تعدادِ حروف میں حرف مبنی الاصل ''مِن'' سے مشابہت ہے۔[1]

اگر اسم معرب کی تعریف کے یہ دونوں جز پائے جائیں گے تو اسم معرب ہوگا، ورنہ مبنی ہو جائے گا؛ مثلاً مرکب نہ ہو؛ جیسے: تنہا زید، عمر، بکر، الف، با، تاء وغیرہ، یا مرکب ہو؛ لیکن وہاں عامل موجود نہ ہو؛ جیسے: غـلامُ زیـدٍ میں غـلام، یا مرکب بھی ہو اور وہاں عامل بھی موجود ہو؛ لیکن دوسرا جز نہ پایا جائے، یعنی مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہو؛ جیسے: قام هؤلاء میں هؤلاء حرف مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہے، تو ان تمام صورتوں میں اسم مبنی ہوگا، معرب نہیں ہوگا، چناں چہ مذکورہ تمام اسما مبنی ہیں۔

فوائد قیود: معرب کی تعریف میں ''الـمـرکـب'' میں الف لام بمعنی الّذی اسم موصول سے مراد اسم ہے، یہ بمنزلۂ جنس ہے، اس میں معرب اور مبنی دونوں داخل ہیں، ''مـرکـب'' کی قید سے وہ تمام مبنیات نکل گئے جو یا تو مرکب ہی نہیں ہوتے؛ یا مرکب تو ہوتے ہیں؛ لیکن ان کے ساتھ ان کا عامل نہیں ہوتا، اور ''لم یشبه

(۱) شرح جامی، ص: ۲۰۸

www.besturdubooks.net

وَحُكْمُهُ: أَنْ يَّخْتَلِفَ آخِرُهُ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيْرًا .

ترجمہ: اور معرب کا حکم یہ ہے کہ: اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدل جاتا ہے، خواہ یہ بدلنا لفظی ہو یا تقدیری۔

مبنی الاصل '' کی قید سے وہ تمام مبنیات نکل گئے جو مرکب بھی ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ اُن کا عامل بھی ہوتا ہے؛ لیکن وہ کسی مبنی الاصل سے مشابہت رکھتے ہیں۔

مبنی الاصل: وہ کلمہ ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے مبنی ہو، کسی دوسرے کی مشابہت کی وجہ سے مبنی نہ ہو۔ مبنی الاصل تین چیزیں ہیں: (۱) فعل ماضی (۲) امر حاضر معروف (۳) تمام حروف۔ بعض حضرات کے قول کے مطابق جملہ بھی مبنی الاصل ہے۔

فائدہ: کلام عرب میں صرف دو چیزیں معرب ہیں: (۱) اسم متمکن (۲) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث اور نونِ تاکید سے خالی ہو، یا نون تاکید کے ساتھ ہو؛ لیکن درمیان میں ضمیر مرفوع متصل کا فصل ہو (خواہ ضمیر لفظوں میں موجود ہو؛ جیسے: لَيَضْرِبَانِّ میں الف ضمیر مرفوع متصل لفظوں میں موجود ہے، یا مقدر ہو؛ جیسے: لَيَضْرِبُنَّ میں واو ضمیر مرفوع متصل مقدر ہے)۔ ان کے علاوہ باقی تمام کلمات: اسم غیر متمکن، وہ اسم جو ترکیب میں واقع نہ ہو؛ یا ترکیب میں واقع ہو؛ لیکن وہاں عامل موجود نہ ہو، فعل مضارع نون جمع مؤنث اور نونِ تاکید بلا فصل کے ساتھ، فعل ماضی، امر حاضر معروف اور تمام حروف مبنی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حروف تو سب مبنی ہوتے ہیں، اسماء میں اسم متمکن معرب ہوتا ہے، باقی تمام اسماء مبنی، افعال میں فعل ماضی اور امر حاضر معروف مبنی ہوتے ہیں، فعل مضارع میں تھوڑی تفصیل ہے: دو صیغے (جمع مؤنث غائب وحاضر) ہر حال میں مبنی ہوتے ہیں، خواہ آخر میں نون تاکید ہو یا نہ ہو، سات صیغے (چار تثنیہ، دو جمع مذکر غائب وحاضر اور ایک واحد مؤنث حاضر) ہر حال میں معرب ہوتے ہیں، خواہ آخر میں نون تاکید ہو یا نہ ہو، اور پانچ صیغوں (واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم) کی دو حالتیں ہیں: اگر ان کے آخر میں نون تاکید ہو تو یہ مبنی ہوں گے، ورنہ معرب ہوں گے۔

قوله: وحكمه أن يختلف آخره الخ: معرب کی تعریف سے فارغ ہو کر، یہاں سے مصنف معرب کا حکم (یعنی اثر) بیان فرما رہے ہیں۔

معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدل جاتا ہے؛ کبھی یہ بدلنا لفظًا ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی زیدٌ، رأیت زیدًا، مررت بزیدٍ میں زید معرب کا آخر عوامل کے بدلنے سے لفظوں میں بدل رہا

www.besturdubooks.net

الإِعْرَابُ: مَااخْتَلَفَ آخِرُهُ بِهٖ، لِيَدُلَّ عَلَى الْمَعَانِي الْمُعْتَوِرَةِ عَلَيْهِ .

ترجمہ: اعراب: وہ (حرکت یا حرف مبانی) ہے جس کے ذریعے معرب کا آخر بدلتا ہے، تاکہ وہ (حرکت اور حرف مبانی) اُن معانی پر دلالت کرے جو یکے بعد دیگرے معرب پر آتے ہیں۔

ہے۔اور کبھی یہ بدلنا تقدیراً (یعنی پوشیدہ) ہوتا ہے؛ جیسے: **هو العصا، رأيتُ العصا، مررتُ بالعصا** میں **العَصَا** معرب کا آخر تقدیراً بدل رہا ہے۔

نیز کبھی یہ بدلنا حقیقۃً ہوتا ہے، یعنی تینوں حالتوں میں معرب پر الگ الگ لفظی یا تقدیری اعراب آتا ہے اوراس کے ذریعے معرب کا آخر بدلتا ہے؛ جیسا کہ مذکورہ دونوں مثالوں میں **زيد** اور **العصا** معرب کا آخر حقیقۃً بدل رہا ہے۔اور کبھی بدلنا حکماً ہوتا ہے، یعنی ایک سے زائد حالتوں میں بظاہر ایک اعراب ہوتا ہے؛ لیکن وہ نحوی قاعدے کے لحاظ سے دو اعرابوں کے حکم میں ہوتا ہے؛ جیسے: **رأيتُ أحمدَ، مررتُ بأحمدَ** میں **أحمد** معرب، اور **رأيتُ حُبلٰى ، مررتُ بحُبلٰى** میں **حُبلٰى** معرب کا آخر حکماً بدل رہا ہے؛ اس لئے کہ "**بأحمد**" میں احمد کا فتحہ لفظی اور "**بحبلى**" میں **حبلى** کا فتحہ تقدیری حالتِ جری میں ہونے کی وجہ سے کسرے کے حکم میں ہے۔

فائدہ: "**باختلاف العوامل**" میں عوامل سے وہ عوامل مراد ہیں جو عمل میں مختلف ہوں، پس **إنّ زيدًا قائمٌ، ضربتُ زيدًا** اور **إنّي ضاربٌ زيدًا** سے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہاں عوامل کے بدلنے کے باوجود زید معرب کا آخر بدل نہیں رہا ہے (پہلے میں عامل حرف ہے، دوسرے میں فعل اور تیسرے میں اسم)؛ اس لئے کہ یہ عوامل عمل میں مختلف نہیں ہیں۔

قوله: لفظا أو تقديرا: ترکیب کے اعتبار سے اس میں دو احتمال ہیں: یا تو یہ اُس نسبت سے تمیز ہے جو "**يختلف**" فعل کی "**آخره**" فاعل کی طرف ہو رہی ہے۔ یا "**يختلف**" فعل کا مفعول مطلق ہے، مضاف کو حذف کر کے اسے مضاف کی جگہ رکھ دیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: **يختلف آخره باختلاف العوامل اختلافَ لفظٍ أو تقديرٍ** .

قوله: الإعراب ما اختلف الخ: یہاں سے مصنف اعراب کو بیان فرما رہے ہیں۔

اعراب: وہ حرکت یا حرفِ مبانی ہے جس کے ذریعہ معرب کا آخر معرب ہونے کی حیثیت سے بدلتا ہے؛ جیسے: **جاء نی زيدٌ، رأيتُ زيدًا** اور **مررتُ بزيدٍ** میں زید معرب کا آخر ضمہ، فتحہ اور کسرے کے ذریعہ بدل رہا ہے؛ اور **جاء نی أخوك، رأيت أخاك** اور **مررت بأخيك** میں **أخُ** معرب کا آخر واؤ ساکن

www.besturdubooks.net

وَأَنْوَاعُهُ: رَفْعٌ، وَنَصْبٌ وَجَرٌّ . فَالرَّفْعُ: عَلَمُ الْفَاعِلِيَّةِ، وَالنَّصْبُ: عَلَمُ الْمَفْعُوْلِيَّةِ، وَالْجَرُّ عَلَمُ الإِضَافَةِ .

ترجمہ: اور اسم کے اعراب کی اقسام: رفع، نصب اور جر ہیں۔ پس رفع: فاعلیت کی علامت ہے، نصب: مفعولیت کی علامت ہے اور جر: اضافت کی علامت ہے۔

الف ساکن اور یاء ساکن کے ذریعہ بدل رہا ہے؛ لہٰذا ضمہ، فتحہ، کسرہ، واؤ، الف اور یاء کو اعراب کہیں گے۔

اعراب کی دو قسمیں ہیں: (۱) اعراب بالحرکت، یعنی ضمہ، فتحہ اور کسرہ (۲) اعراب بالحرف، یعنی واؤ، الف اور یاء۔ ان میں اعراب بالحرکت اصل اور اعراب بالحرف اس کی فرع ہے۔

فائدہ: حروف کی دو قسمیں ہیں: (۱) حروف مبانی (۲) حروف معانی۔

حروف مبانی: وہ حروف ہیں جو کلمہ کا جز بنیں اور معنی دار نہ ہوں؛ جیسے: أخوک میں واؤ۔ ان کو حروف تہجی بھی کہتے ہیں۔

حروف معانی: وہ حروف ہیں جو معنی دار ہوں اور کلمہ کا جز نہ بنیں؛ جیسے: بِسمِ اللّٰہ میں باء حرف جر۔

قولہ: ما اختلف آخرہ بہ: یہاں ''ما موصولہ'' سے مراد حرکت یا حروف مبانی ہیں، پس عوامل سے اعتراض نہیں ہوگا کہ عوامل کی وجہ سے بھی معرب کا آخر بدلتا ہے؛ اس لئے کہ عوامل حرکت یا حروفِ مبانی نہیں ہوتے؛ بلکہ عوامل: اسم، فعل یا حروفِ معانی ہوتے ہیں۔

قولہ: لیدل علی المعانی الخ: یہ اعراب کی تعریف کا حصہ نہیں ہے، اعراب کی تعریف ''ما اختلف آخرہ بہ'' پر پوری ہوگئی ہے؛ بلکہ اس عبارت سے مصنف اصل اعراب اور اس کی متعدد انواع وضع کرنے کا فائدہ بیان فرما رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ: اصل اعراب کو واضع نے اُن معانی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے جو یکے بعد دیگرے معرب پر آتے ہیں، اور وہ معانی تین ہیں: (۱) معنیٔ فاعلیت (۲) معنیٔ مفعولیت (۳) معنیٔ اضافت، چوں کہ یہ معانی متعدد ہیں؛ اس لیے اِن پر دلالت کرنے کے لیے اعراب کی متعدد انواع: (رفع، نصب، جر) وضع کی گئیں، رفع معنیٔ فاعلیت پر دلالت کرنے کے لیے، نصب معنیٔ مفعولیت پر دلالت کرنے کے لیے اور جر معنیٔ اضافت پر دلالت کرنے کے لیے۔

قولہ: وأنواعہ الخ: یہاں سے مصنف اسم کے اعراب کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں: (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر۔

فالرفع علم الفاعلیۃ: رفع: فاعلیت (فاعل ہونے) کی علامت کو کہتے ہیں؛ خواہ فاعل حقیقۃً ہو؛

www.besturdubooks.net

جیسے: ضرب زیدٌ میں زید ، یا حکما ہو، یعنی فاعل نہ ہو؛ بلکہ فاعل کی خصلت اپنے اندر لئے ہوئے ہو، مثلاً فاعل کی طرح مسندالیہ ہو؛ جیسے: نائب فاعل، مبتدا، اور ماولا مشابہ بلیس اور افعال ناقصہ کا اسم، یا فاعل کی طرح جملے کا دوسرا جزء بنے؛ جیسے: مبتدا کی خبر، حروف مشبہ بالفعل اور لائے نفی جنس کی خبر۔

رفع کبھی ضمہ کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف جاری مجری صحیح، جمع مکسر منصرف، جمع مؤنث سالم اور غیر منصرف میں، کبھی الف کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: تثنیہ میں، اور کبھی واؤ کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: جمع مذکر سالم اور اسماء ستہ مکبرہ میں۔

والنصب علم المفعولية: نصب: مفعولیت (مفعول ہونے) کی علامت کو کہتے ہیں؛ خواہ مفعول حقیقۃً ہو؛ جیسے: مفاعیل خمسہ؛ یا حکماً ہو، یعنی مفعول کی خصلت اپنے اندر لئے ہوئے ہو، مثلاً مفعول کی طرح فضلۂ کلام ہو (یعنی کلام میں زائد ہو)؛ جیسے: حال، تمیز اور مستثنیٰ، یا مفعول بہ کی طرح کسی ایسی چیز کے بعد واقع ہو جو صرف مرفوع پر پوری نہ ہو؛ بلکہ اس کا سمجھنا منصوب پر موقوف ہو (یعنی جس طرح مفعول بہ فعل متعدی کے بعد واقع ہوتا ہے، اور فعلِ متعدی صرف فاعل سے پورا نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا سمجھنا مفعول بہ پر موقوف ہوتا ہے، اسی طرح وہ بھی کسی ایسی چیز کے بعد واقع ہو جو صرف مرفوع سے پوری نہ ہو؛ بلکہ اس کا سمجھنا منصوب پر موقوف ہو)؛ جیسے: حروف مشبہ بالفعل اور لائے نفی جنس کا اسم، ماولا مشابہ بلیس اور افعال ناقصہ کی خبر۔

نصب: کبھی فتحہ کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف جاری مجری صحیح، جمع مکسر منصرف اور غیر منصرف میں، کبھی کسرے کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے جمع مؤنث سالم میں، کبھی الف کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے اسمائے ستہ مکبرہ میں، اور کبھی یاء کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں۔

والجر علم الإضافة: جر: مضاف الیہ ہونے کی علامت کو کہتے ہیں؛ خواہ مضاف الیہ بتقدیر حرف جر ہو؛ جیسے: غلامُ زیدٍ، یہاں زید سے پہلے لام حرف جر مقدر ہے۔ یا مضاف الیہ بذکرِ حرف جر ہو؛ جیسے: مررتُ بزیدٍ.

جر کبھی کسرے کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف جاری مجری صحیح، جمع مکسر منصرف اور جمع مؤنث سالم میں، کبھی فتحہ کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: غیر منصرف میں اور کبھی یاء کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے اسمائے ستہ مکبرہ، تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں۔ (رضی شرح کافیہ ۱/۶۱-۶۲)

فائدہ (۱): رفع، نصب، جر: حرکاتِ اعرابیہ اور حروفِ اعرابیہ کے ساتھ خاص ہیں، حرکات بنائیہ پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا؛ اور ضمۃ، فتحۃ، کسرۃ (تاء کے ساتھ) کا اطلاق حرکاتِ اعرابیہ اور حرکات بنائیہ دونوں پر ہوتا ہے، البتہ حرکات بنائیہ پر ان کا اطلاق زیادہ ہوتا ہے، حرکاتِ اعرابیہ پر کم؛ اور ضمٌّ، فتحٌ، کسرٌ (بغیر تاء کے) کا اطلاق صرف حرکات بنائیہ پر ہوتا ہے، حرکات اعرابیہ پر نہیں ہوتا۔

www.besturdubooks.net

وَالْعَامِلُ: مَابِهٖ يَتَقَوَّمُ الْمَعْنَى الْمُقْتَضِيْ لِلْإِعْرَابِ .
فَالْمُفْرَدُ الْمُنْصَرِفُ وَالْجَمْعُ الْمُكَسَّرُ الْمُنْصَرِفُ بِالضَّمَّةِ رَفْعًا،

ترجمہ: اور عامل: وہ شئ ہے جس کی وجہ سے اعراب کا تقاضا کرنے والے معنی حاصل ہوں۔
پس مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف (کا اعراب) حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ،

فائدہ (۲) کیفیت کے اعتبار سے اعراب کی چار قسمیں ہیں: اعراب لفظی، اعراب تقدیری، اعراب محلی اور اعراب حکائی۔

اعراب لفظی: وہ اعراب ہے جو لفظوں میں موجود ہو؛ جیسے: جاء زیدٌ، رأیتُ زیدًا، مررتُ بزیدٍ.

اعراب تقدیری: وہ اعراب ہے جو لفظوں میں موجود نہ ہو؛ بلکہ پوشیدہ ہو؛ جیسے: جاء موسٰی، رأیت موسٰی، مررتُ بموسٰی.

اعراب محلی: وہ اعراب ہے جو اسم مبنی پر آتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسم مبنی ایسی جگہ واقع ہے کہ اگر اس کی جگہ کوئی اسمِ معرب ہوتا، تو لفظاً یا تقدیراً اُس پر اعراب آجاتا؛ جیسے: جاء ھولاء.

اعراب حکائی: وہ اعراب ہے جو اُس کلمے پر آتا ہے جس کو کسی کلام سے اٹھا کر دوسرے کلام میں اُسی حالت کے ساتھ ذکر کیا جائے جو اس کی پہلے کلام میں تھی؛ جیسے: نحوُ زیدٌ فی قام زیدٌ میں پہلے زید پر اعراب حکائی ہے۔

قولہ: والعامل مابہ الخ: یہاں سے مصنف عامل کی تعریف بیان فرمارہے ہیں۔

عامل: وہ شئ ہے جس کی وجہ سے (معرب میں) اعراب کا تقاضا کرنے والے معنی پیدا ہوں؛ اعراب کا تقاضا کرنے والے معنی تین ہیں: (۱) معنیٔ فاعلیت، یہ رفع کا تقاضا کرتے ہیں۔ (۲) معنیٔ مفعولیت، یہ نصب کا تقاضا کرتے ہیں۔ (۳) معنیٔ اضافت، یہ جر کا تقاضا کرتے ہیں؛ جیسے: جاء نی زیدٌ میں جاء عامل ہے؛ اس لیے کہ اس کی وجہ سے زید معرب میں معنیٔ فاعلیت پیدا ہوگیے ہیں جو اس پر رفع کا تقاضا کرتے ہیں۔ رأیتُ زیدًا میں رأی عامل ہے؛ اس لیے کہ اس کی وجہ سے زید معرب میں معنیٔ مفعولیت پیدا ہوگیے ہیں جو اس پر نصب کا تقاضا کرتے ہیں۔ مررتُ بزیدٍ میں باء عامل ہے؛ اس لیے کہ اس کی وجہ سے زید معرب میں معنیٔ اضافت پیدا ہوگیے ہیں جو اس پر جر کا تقاضا کرتے ہیں؛ اسی وجہ سے زید معرب پر پہلی مثال میں رفع، دوسری مثال میں نصب اور تیسری مثال میں جر آیا ہے۔

قولہ: فالمفرد المنصرف الخ: معرب، اعراب اور عامل کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد،

www.besturdubooks.net

وَالْفَتْحَةِ نَصْبًا وَالْكَسْرَةِ جَرًّا .

ترجمہ: حالتِ نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرے کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہاں سے مصنف وجوہِ اعراب کے اعتبار سے اسم معرب کی مختلف اقسام اوران کا اعراب بیان فرمارہے ہیں۔

وجوہ اعراب کے اعتبار سے اسم معرب کی کل چودہ قسمیں ہیں، جن میں سے دس قسموں پر اعرابِ لفظی آتا ہے اور چار قسموں پر اعرابِ تقدیری۔

مذکورہ بالا عبارت میں مصنف نے تین قسموں کا اعراب بیان کیا ہے: (۱) مفرد منصرف صحیح (۲) مفرد منصرف قائم مقام صحیح (۳) جمع مکسر منصرف۔

مفرد منصرف صحیح: وہ اسم ہے جو تثنیہ، جمع اور غیر منصرف نہ ہواوراس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو؛ جیسے: زید۔اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالت جری میں کسرے کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی زیدٌ، رأیتُ زیدًا، مررتُ بزیدٍ .

مفرد منصرف قائم مقام صحیح: وہ اسم مفرد منصرف ہے جس کے آخر میں واؤ یا یاء ماقبل ساکن ہو؛ جیسے: دَلْوٌ اور ظبیٌ . اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالت جری میں کسرے کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی دلوٌ وظبیٌ، رأیت دلواً وظبیاً، مررتُ بدلوٍ وظبیٍ .

جمع مکسر منصرف: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے اور وہ منصرف ہو؛ جیسے: رجالٌ . اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرے کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے: جاء نی رجالٌ، رأیتُ رجالًا، مررتُ برجالٍ .

فائدہ: **حالت رفعی**: اسم کی وہ حالت ہے جس میں اسم مرفوع واقع ہو۔اسم مرفوع اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ مرفوعات میں سے ہو، یا کسی مرفوع سے تابع واقع ہو۔

حالت نصبی: اسم کی وہ حالت ہے جس میں اسم منصوب واقع ہو۔اسم منصوب اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ منصوبات میں سے ہو، یا کسی منصوب سے تابع واقع ہو۔

حالت جری: اسم کی وہ حالت ہے جس میں اسم مجرور واقع ہو۔اسم مجروراس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ مجرورات میں سے ہو، یا کسی مجرور سے تابع واقع ہو۔

بالضمة والفتحة والكسرة: جار مجرور سے مل کر ''معربان'' اسم مفعول محذوف کے متعلق ہیں۔

رفعا، نصبا، جرا: میں تین احتمال ہیں: (۱) یا تو یہ ''معربان'' اسم مفعول محذوف کے مفعول فیہ ہیں

www.besturdubooks.net

جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمُ: بِالضَّمَّةِ وَالْكَسْرَةِ .
غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ: بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ .

ترجمہ: جمع مؤنث سالم: (کا اعراب حالتِ رفعی میں) ضمہ کے ساتھ اور (حالتِ نصبی وجری میں) کسرے کے ساتھ ہوتا ہے۔
غیر منصرف: (کا اعراب حالتِ رفعی میں) ضمہ کے ساتھ اور (حالتِ نصبی وجری میں) فتحہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس صورت میں ان سے پہلے مضاف محذوف ہوگا، اصل عبارت ہوگی: حالةَ رفعٍ، حالةَ نصبٍ، حالةَ جرٍ.
(۲) یا ''معربان'' اسم مفعول محذوف کے نائب فاعل ''هما'' ضمیر سے حال واقع ہیں، اس صورت میں یہ بالترتیب مَرفُوعَينِ، مَنصُوبَينِ، مَجرُورَينِ کے معنی میں ہوں گے۔
(۳) یا ''معربان'' اسم مفعول محذوف کے مفعول مطلق ہیں، اس صورت میں ان سے پہلے إعراب مضاف محذوف ہوگا، اصل عبارت یہ ہوگی: معربان إعرابَ رفع، وإعرابَ نصب، وإعرابَ جر.
قوله: جمع المؤنث الخ: یہاں سے مصنف جمع مؤنث سالم کا اعراب بیان فرما رہے ہیں۔
جمع مؤنث سالم: وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء زائد ہو، خواہ اُس کا واحد مذکر ہو؛ جیسے: مرفوع کی جمع مرفوعات، یا اُس کا واحد مؤنث ہو؛ جیسے: مسلمةٌ کی جمع: مسلماتٌ . اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں کسرے کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: هُنَّ مسلماتٌ، رأيتُ مسلماتٍ، مررتُ بمسلماتٍ .
فائدہ: أولاتٍ (جو کہ ذاتٌ کی جمع من غیر لفظہ ہے) اعراب میں جمع مؤنث سالم کے ساتھ ملحق ہے لہٰذا اس کا بھی یہی اعراب ہوگا۔
قوله: غير المنصرف الخ: یہاں سے مصنف غیر منصرف کا اعراب بیان فرما رہے ہیں۔
غیر منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب یا ایسا ایک سبب پایا جائے جو دو سببوں کے قائم مقام ہو؛ جیسے: عمرُ . اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں فتحہ کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی عمرُ، رأيتُ عمرَ، مررت بعمرَ .
نوٹ: غیر منصرف کا یہ اعراب اُس وقت ہوتا ہے جب کہ اُس کے آخر میں الف مقصورہ اور یائے لازمہ ماقبل مکسور نہ ہو؛ الف مقصورہ یا یائے لازمہ ماقبل مکسور ہونے کی صورت میں غیر منصرف کا اعراب تقدیری ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.net

أَبُوكَ، وَأَخُوكَ، وَحَمُوكِ، وَهَنُوكَ، وَفُوكَ وَذُومَالٍ مُضَافَةً إِلٰى غَيْرِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ: بِالْوَاوِ، وَالأَلِفِ وَالْيَاءِ .

ترجمه : أَبُوكَ (تیراباپ)، أَخُوكَ (تیرابھائی)، حَمُوكِ (تیرادیور)، هَنُوكَ (تیری شرم گاہ)، فُوكَ (تیرامنہ) اور ذُو مَالٍ (مال والا)، درآں حالیکہ یہ یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں (اِن کا اعراب: حالتِ رفعی میں) واؤ کے ساتھ، (حالتِ نصبی میں) الف کے ساتھ اور (حالتِ جری میں) یاء کے ساتھ ہوتا ہے۔

قوله: أبوک وأخوک الخ: یہاں سے مصنف اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب بیان فرمارہے ہیں۔

اسماء ستہ مکبرہ: وہ چھ اسم ہیں جو حالتِ تصغیر میں نہ ہوں، تثنیہ اور جمع نہ ہوں اور یاء متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں۔ اسماء ستہ مکبرہ یہ ہیں: أبٌ، أخٌ، حمٌ، هنٌ، فمٌ، ذُوْ (بمعنی صاحب)۔ ان کا اعراب حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ، حالت نصبی میں الف کے ساتھ اور حالت جری میں یاء کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی أخوک، رأیتُ أخاک، مررتُ بأخیک .

اسماء ستہ مکبرہ کا یہ اعراب اُس وقت ہوتا ہے جب کہ چار شرطیں پائی جائیں:

۱- مکبَّرہ ہوں، مصغَّرہ نہ ہوں، اگر مصغرہ ہوں گے تو ان کا اعراب وہی ہوگا جو مفرد منصرف صحیح کا ہے؛ جیسے: جاء نی أخیُّک، رأیت أُخیَّکَ، مررتُ بأُخیِّکَ .

۲- موحَّدہ (واحد) ہوں، تثنیہ اور جمع نہ ہوں۔ اگر تثنیہ یا جمع ہوں گے تو ان کا اعراب تثنیہ ہونے کی حالت میں تثنیہ کا اور جمع ہونے کی حالت میں جمع کا ہوگا؛ جیسے: جاء نی أخوانِ ، رأیتُ أخوینِ، مررتُ بأخوینِ. جاء نی آباءٌ، رأیتُ آباءً، مررتُ بآباءٍ .

۳- مضاف ہوں، اگر مضاف نہیں ہوں گے، تو ان کا اعراب (خواہ مکبرہ ہوں یا مصغرہ) وہی ہوگا جو مفرد منصرف صحیح کا ہے؛ جیسے: جاء نی أبٌ، رأیتُ أبًا، مررتُ بأبٍ.

۴- یائے متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہوں، اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو ان کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگا؛ جیسے: جاء نی أبی، رأیتُ أبی، مررتُ بأبی . [شرح ابن عقیل ص:۹]

فائدہ (۱): "ذُوْ" ہمیشہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ "ذُوْ" کا یہ اعراب اس وقت ہوتا ہے جب کہ "ذُوْ"، "صاحب" (بمعنی والا) کے معنی میں ہو۔

فائدہ (۲): حَمٌ اور هَنٌ پر مذکورہ چاروں شرطوں کے پائے جانے کے باوجود، حالت رفعی میں ضمہ،

www.besturdubooks.net

اَلْمُثَنّٰی، وَکِلَا مُضَافًا إِلٰی مُضْمَرٍ، وَإِثْنَانِ وَإِثْنَتَانِ: بِالْأَلِفِ وَالْیَاءِ .

ترجمہ: تثنیہ، ''کِلَا'' درآں حالیکہ ضمیر کی طرف مضاف ہو، اور ''إِثْنَان''، ''إِثْنَتَانِ'' (کا اعراب حالتِ رفعی میں) الف کے ساتھ، اور (حالتِ نصبی وجری میں) یاء (ماقبل مفتوح) کے ساتھ ہوتا ہے۔

حالت نصبی میں فتحہ اور حالت جری میں کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے، جیسے: جاء نی حمَک، رأیتُ حمَک، مررتُ بحمِک؛ بلکہ ''هَنٌ'' میں ابن ہشام نے ''شرح شذور الذہب'' (ص ۲۶-۲۷) میں اسی کو لغتِ فصیحہ قرار دیا ہے۔

فائدہ (۳): اسماء ستہ مکبرہ میں سے پہلے چار (أب، أخ، حم، هن) ناقص واوی ہیں، اصل میں أَبَوٌ، أَخَوٌ، حَمَوٌ، هَنَوٌ بروزنِ فَعَلٌ تھے، واؤ متحرک ماقبل حرفِ صحیح ساکن، واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد، واؤ اور تنوین دو ساکن جمع ہوجانے کی وجہ سے واؤ کو حذف کر دیا، أَبٌ، أَخٌ، حَمٌ اور هَنٌ ہو گئے۔

''فَمٌ'' اجوف واوی ہے، اصل میں فَوْهٌ بروزن فَعْلٌ تھا، خلافِ قیاس ہاء کو حذف کرنے کے بعد واؤ کو میم سے بدل دیا، فَمٌ ہو گیا؛ لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ یہ مضاف نہ ہو؛ اس لئے کہ مضاف ہونے کی صورت میں واؤ اپنی حالت پر باقی رہتا ہے۔

''ذُوْ'' لفیف مقرون ہے، اصل میں ذَوَوٌ بروزنِ فَعَلٌ تھا، بقاعدہ ''قال'' واو کو الف سے بدل کر، الف کو اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا، پھر واؤ کی مناسبت سے فا کلمہ کو ضمہ دینے کے بعد، خلافِ قیاس واؤ کو ساکن کر دیا، ذُوْ ہو گیا۔ [دیکھئے: غایۃ التحقیق ص: ۲۸]

ابن برّی کہتے ہیں: کہ ''ذُو'' کی اصل ذَوَيٌ (یاء کے ساتھ) ہے۔ (تاج العروس ۲۰/ ۳۸۸، لسان العرب ۱۲/۵)

قولہ: المثنّٰی و کلا الخ: یہاں سے مصنف تثنیہ اور ملحق بہ تثنیہ کا اعراب بیان فرما رہے ہیں۔

تثنیہ: وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے اور اس کے واحد کے آخر میں الف، یا یاء ماقبل مفتوح اور نونِ مکسور زیادہ کر دیا گیا ہو؛ جیسے: رجلانِ . اس کا اعراب حالتِ رفعی میں الف کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی رَجُلان، رأیتُ رجُلَین، مَررتُ برجلَینِ .

ملحق بہ تثنیہ سے مراد: وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے؛ مگر اس کا کوئی واحد نہ ہو؛ جیسے: کِلَا، کِلْتَا، اِثنانِ اور اثنتانِ . یہ دو پر دلالت کرتے ہیں؛ مگر ان کا کوئی واحد نہیں ہے۔

ان کا اعراب حالتِ رفعی میں الف کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی کلاهما، و کلتاهما، واثنان واثنتان، رأیتُ کلَیْهما، و کلتَیْهما، واثنَیْنِ

www.besturdubooks.net

جَمْعُ الْمُذَكَّرِ السَّالِمُ، وَأُلُوْ، وَعِشْرُوْنَ وَأَخَوَاتُهَا: بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ .

ترجمہ: جمع مذکر سالم، "أُلُوْ"، اور "عِشْرُوْنَ" اور اُس کے نظائر (کا اعراب حالتِ رفعی میں) واوَ (ماقبل مضموم) کے ساتھ، اور (حالتِ نصبی وجری میں) یاء (ماقبل مکسور) کے ساتھ ہوتا ہے۔

واثنتَينِ؛ مررتُ بكلَيْهما و كلتَيْهما، و اثنَيْنِ واثنتَيْنِ .

"کلا" اور "کلتا" کا یہ اعراب اس وقت ہوتا ہے جب کہ یہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں؛ اور اگر یہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں تو ان کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی كِلا الرَّجلينِ رأيتُ كِلَا الرجلينِ، مررتُ بكِلَا الرجلينِ .

فائدہ: چوں کہ مذکر اصل ہے اور مؤنث فرع، اس لئے مصنف نے "کلا" مذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے "کلتا" مؤنث کو ذکر نہیں کیا۔

قوله: جمع المذكر السالم، وألو الخ: یہاں سے مصنف جمع مذکر سالم اور ملحق بہ جمع مذکر سالم کا اعراب بیان فرمارہے ہیں۔

جمع مذکر سالم: وہ جمع ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے اور اس کے واحد کے آخر میں واوَ ماقبل مضموم یا یاء ماقبل مکسور اور نونِ مفتوح زیادہ کردیا گیا ہو، خواہ اس کا واحد مذکر ہو؛ جیسے: مُسْلِمٌ کی جمع مسلمون یا اس کا واحد مؤنث ہو؛ جیسے: سَنَة کی جمع: سِنون، أرض کی جمع: أرضون. اس کا اعراب حالتِ رفعی میں واوَ ماقبل مضموم کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں یائے ماقبل مکسور کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی مسلمُونَ رأيت مسلمِينَ ؛ مررت بمسلمِينَ .

ملحق بہ جمع مذکر سالم سے مراد: وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے؛ مگر اس کا کوئی واحد نہ ہو؛ جیسے: أُولو، عشرُون اور اس کے نظائر: ثلاثون، أربعون، خمسون، ستون، سبعون، ثمانون، تسعون، یہ دو سے زیادہ پر دلالت کرتے ہیں؛ مگر ان کا کوئی واحد نہیں ہے۔ ان کا اعراب حالتِ رفعی میں واوَ ماقبل مضموم کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں یائے ماقبل مکسور کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی أولو مالٍ و عشرُون رجلًا؛ رأيتُ أولِیْ مالٍ وعشرِينَ رجلًا؛ مررتُ بأولِیْ مالٍ وعشرِينَ رجلًا .

فائدہ: یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ أولو کا واحد "ذو" اور عشرون کا واحد "عَشْرٌ" ہے، لہٰذا ان کو جمع مذکر سالم کہنا چاہیے، نہ کہ ملحق بہ جمع مذکر سالم؟

اس کا جواب یہ ہے کہ "ذو" اگر چہ أولو کا واحد ہے؛ لیکن یہ من غیر لفظہ ہے، جس کا جمع سالم میں کوئی

www.besturdubooks.net

اَلتَّـقْدِيْرُ: فِيْمَا تَعَذَّرَ؛ كَعَصًا وَغُلَامِيْ مُطْلَقًا، أَوِ اسْتُثْقِلَ؛ كَقَاضٍ رَفْعًا وَجرًّا وَنَحْوُ: مُسْلِمِيَّ رَفْعًا .

ترجمہ : تقدیری اعراب: اُس اسم معرب پر آتا ہے جس پر اعرابِ لفظی یا تو متعذر رہو؛ جیسے: عَصًا اور غُلَامِيْ مطلقا (یعنی تینوں حالتوں میں)؛ یا (اُس پر اعرابِ لفظی) دشوار ہو؛ جیسے: قَاضٍ حالتِ رفعی اور حالتِ جری میں؛ اور جیسے: مُسْلِمِيَّ حالتِ رفعی میں۔

اعتبار نہیں۔ اور "عَشر" کو عشرون کا واحد کہنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ جمع کا اطلاق واحد کے کم سے کم تین افراد پر ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر عشر کو عشرون کا واحد قرار دیا جائے تو عشرون کا اطلاق تیس پر ہونا لازم آئے گا، حالاں کہ یہ صحیح نہیں؛ نیز جمع کے افراد متعین نہیں ہوتے ہیں، جب کہ عشرون کے افراد متعین ہیں (یعنی بیس)۔

قولہ: التقدير فيما تعذر الخ : یہاں سے مصنف اعراب تقدیری کے مواقع بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اعرابِ تقدیری اُس اسمِ معرب پر آتا ہے جس پر اعرابِ لفظی متعذر یا ثقیل ہو۔

ا- اسمِ معرب پر اعرابِ لفظی کے متعذر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معرب کا آخری حرف (یعنی محل اعراب) حرکتِ اعرابیہ کے قابل نہ ہو، یعنی اس میں اعرابِ لفظی کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو، ایسا دو جگہ ہوتا ہے: (۱) اسم مقصور میں (۲) غیر جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم میں۔

اسم مقصور: وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو؛ خواہ وہ الف باقی رہے؛ جیسے: **العَصَا** (یہ اصل میں **العَصَوُ** تھا، واؤ متحرک ماقبل مفتوح، واؤ کو الف سے بدل دیا، **العصا** ہوگیا)، یا وہ الف باقی نہ رہے جیسے: **عصًا** (یہ اصل میں **عَصَوٌ** تھا، بقاعدہ "قال" واؤ کو الف سے بدل کر، الف اور تنوین دو ساکن جمع ہوجانے کی وجہ سے الف کو حذف کردیا، **عَصًا** ہوگیا)۔ اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء نی العصَا، رأيت العصَا، مررت بالعصَا .**

اسم مقصور پر اعراب لفظی متعذر اس لیے ہے کہ اس کے اخر میں "الف مقصورہ" ہوتا ہے، اور الف (خواہ باقی رہے یا حذف ہوجائے) کسی بھی حرکتِ اعرابیہ کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا؛ کیوں کہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، اگر اس کو کوئی حرکت دیں گے تو وہ الف باقی نہیں رہے گا؛ بلکہ ہمزہ ہوجائے گا۔

غیر جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم: وہ اسم ہے جو (تثنیہ اور) جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو (خواہ واحد ہو، یا جمع مکسر)؛ جیسے: **غلامي** . اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ

www.besturdubooks.net

تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے؛

جیسے: **جاء نی غلامِیُ، رأیت غلامِیُ، مررت بغلامِیُ.**

غیر جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم پر اعرابِ لفظی اس لیے متعذر رہے کہ اس کا آخری حرف کسی بھی حرکت کو قبول نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ یاء کی مناسبت کی وجہ سے اُس پر کسرہ آچکا ہے، لہٰذا اب اُس پر موافق یا مخالف کوئی بھی حرکت نہیں آسکتی۔

نوٹ: وہ اسم جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اس کا یہ اعراب اس وقت ہوتا ہے جب کہ تین شرطیں پائی جائیں:

(۱) جمع مذکر سالم نہ ہو، اگر جمع مذکر سالم ہوگا تو اس کا اعراب حالت رفعی میں واؤ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں یائے ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگا؛ جیسے: **جاء نی مسلِمِیَّ، رأیت مسلِمِیَّ، مررت بِمسلِمِیَّ .**

(۲) تثنیہ نہ ہو، اگر تثنیہ ہوگا تو اس کا اعراب وہی ہوگا جو اس وقت ہوتا ہے جب کہ تثنیہ یائے متکلم کی طرف مضاف نہ ہو؛ جیسے: **جاء نی غلامایَ، رأیت غلامَیَّ، مررت بغلامَیَّ .**

(۳) جمع مؤنث سالم نہ ہو، اگر جمع مؤنث سالم ہوگا تو اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوگا؛ جیسے: **جاء نی مسلماتِیُ، رأیت مسلماتِیُ مررت بمسلماتِیُ .**

۲- اسم معرب پر اعرابِ لفظی کے ثقیل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معرب کا آخری حرف اعرابِ لفظی کو قبول کرنے کی صلاحیت تو رکھتا ہو؛ مگر اُس پر اعرابِ لفظی کا تلفظ زبان پر ثقیل اور بھاری معلوم ہوتا ہو، یہ بھی دو جگہ ہوتا ہے: (۱) اسم منقوص کی حالت رفعی اور حالت جری میں (۲) جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم کی حالت رفعی میں۔

اسم منقوص: وہ اسم ہے جس کے آخر میں یائے لازمہ ماقبل مکسور ہو؛ خواہ وہ یاء باقی رہے؛ جیسے: القاضی، یہ اصل میں القاضِیُ تھا، کسرے کے بعد یاء پر ضمہ دشوار سمجھ کر، یاء کو ساکن کر دیا، القاضیْ ہو گیا۔ یا وہ یاء باقی نہ رہے؛ جیسے: قاضٍ، یہ اصل میں قَاضِیٌ تھا، کسرے کے بعد یاء پر ضمہ دشوار سمجھ کر، یاء کو ساکن کرنے کے بعد، یاء اور تنوین دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے، یاء کو حذف کر دیا، قاضٍ ہو گیا۔ اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء نی القاضیُ، رأیت القاضیَ، مررت بالقاضیُ .**

اسم منقوص پر حالت رفعی اور جری میں اعرابِ لفظی ثقیل ہے؛ اس لیے کہ ضمہ اور کسرہ دونوں ثقیل حرکت

www.besturdubooks.net

وَ اللَّفْظِيُّ: فِيمَا عَدَاهُ .

ترجمہ: اوراعرابِ لفظی اُس اسم معرب پر آتا ہے جو اِن کے علاوہ ہو۔

ہیں، اہل عرب اِن کو یاء پر دشوار سمجھتے ہیں، حالتِ نصبی میں اس پر اعرابِ لفظی ثقیل نہیں ہے؛ کیوں کہ فتحہ اخف الحرکات ہے، اہل عرب اس کو یاء پر دشوار نہیں سمجھتے۔

جمع مذکرسالم مضاف بہ یائے متکلم: وہ جمع مذکر سالم ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: **مُسْلِمِيَّ**، یہ اصل میں **مُسْلِمُونَ یَ** تھا، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، واؤاور یاء جمع ہو گئے، ان میں سے پہلا ساکن ہے؛ لہٰذا واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کردیا، **مسلمُيَّ** ہو گیا، پھر یاء کی مناسبت سے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا، **مُسْلِمِيَّ** ہو گیا۔ اس کا اعراب حالتِ رفعی میں واؤ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں یائے لفظی کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء نی مسلمِيَّ، رأيت مسلِمِيَّ، مررت بِمُسْلِمِيَّ.**

جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم پر حالت رفعی میں اعراب لفظی ثقیل ہے؛ اس لیے کہ اس کی حالت رفعی میں، واؤ اور یاء کے ایک ساتھ جمع ہوجانے کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یائے متکلم میں ادغام کر دیا جاتا ہے، جس کے بعد اس کے آخر میں علامت رفع: واؤ لفظوں میں باقی نہیں رہتی؛ اس لیے حالت رفعی میں اُس پر اعرابِ تقدیری آتا ہے۔ اور حالتِ نصبی وجری میں چوں کہ علامتِ نصب وجر: یاء حذف نہیں ہوتی؛ بلکہ لفظوں میں باقی رہتی ہے؛ اس لیے اِن دونوں حالتوں میں اُس پر اعرابِ لفظی آتا ہے۔

قولہ: واللفظی فیما عداہ: یہاں سے مصنف اعراب لفظی کے مواقع بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا چار مواقع: (یعنی اسم مقصور، غیر جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم، اسم منقوص کی حالت رفعی و حالتِ جری اور جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم کی حالت رفعی) کے علاوہ جتنے اسمائے معربہ ہیں اُن سب پر اعرابِ لفظی آتا ہے۔ اس طرح کے اسمائے معربہ کل بارہ ہیں، جن میں سے دس تو وہ ہیں جن پر تینوں حالتوں میں اعراب لفظی آتا ہے، وہ یہ ہیں: (۱) مفرد منصرف صحیح (۲) مفرد منصرف قائم مقام صحیح (۳) جمع مکسر منصرف (۴) جمع مؤنث سالم (۵) غیر منصرف (۶) اسمائے ستہ مکبرہ (۷) تثنیہ (۸) ملحق بہ تثنیہ (۹) جمع مذکر سالم (۱۰) ملحق بہ جمع مذکر سالم۔ اور دو وہ ہیں جن کی صرف بعض حالتوں میں اعراب لفظی آتا ہے، وہ یہ ہیں: (۱) اسم منقوص کی حالت نصبی (۲) جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم کی حالت نصبی و حالت جری۔ ان کا تفصیلی بیان ماقبل میں گذر چکا ہے۔

☆☆☆

www.besturdubooks.net

غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ: مَا فِيْهِ عِلَّتَانِ مِنْ تِسْعٍ أَوْ وَاحِدَةٌ تَقُوْمُ مَقَامَهُمَا. وَهِيَ: شِعْرٌ:

ترجمه : غیرمنصرف: وہ اسم معرب ہے جس میں اسبابِ تسعہ میں سے دوسبب، یا ایسا ایک سبب پایا جائے جو دوسببوں کے قائم مقام ہو۔ اوروہ (یعنی اسبابِ تسعہ اس شعر میں مذکور ہیں): شعر

قوله: غير المنصرف الخ : یہاں سے مصنف تفصیلی طور پر غیرمنصرف کی تعریف اوراس کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔

غیرمنصرف : وہ اسم معرب ہے جس میں اسبابِ منع صرف میں سے دوسبب، یا ایسا ایک سبب پایا جائے جو دوسببوں کے قائم مقام ہو؛ یا توحقیقۃً ؛ جیسے: **عمرُ** اور **مساجدُ** غیرمنصرف ہیں؛ اس لئے کہ اسباب منع صرف میں سے **عمر** میں دوسبب: عدل اور علمیت اور **مساجد** میں ایک ایسا سبب جو دوسببوں کے قائم مقام ہے (یعنی جمع منتہی الجموع) حقیقۃً پایا جارہا ہے۔ یا حکماً؛ جیسے: **سراویلُ** غیرمنصرف ہے؛ اس لئے کہ یہ **مصابیح** جمع منتہی الجموع کے ہم وزن ہونے کی وجہ سے جمع منتہی الجموع کے حکم میں ہے، لہٰذا اس میں حکماً ایک ایسا سبب (یعنی جمع منتہی الجموع) پایا جارہا ہے جو دوسببوں کے قائم مقام ہے۔

فائدہ: دوسببوں کے پائے جانے سے مراد یہ ہے کہ دوسبب اپنی شرائط کے ساتھ پائے جائیں، اگر دو سبب ہوں؛ لیکن اپنی شرائط کے ساتھ نہ ہوں تو اسم منصرف ہوگا، چناں چہ **قائمة** (باوجودیکہ اس میں دوسبب تانیث اور وصف پائے جارہے ہیں) منصرف ہے؛ اس لئے کہ تانیث کے غیرمنصرف کا سبب بننے کے لئے علم ہونا شرط ہے، اور قائمة علم نہیں ہے۔ اسی طرح نوح (باوجودیکہ اس میں دوسبب: عجمہ اور علمیت موجود ہیں) منصرف ہے؛ اس لئے کہ عجمہ کے غیرمنصرف کا سبب بننے کے لئے ثلاثی کا متحرک الاوسط ہونا شرط ہے، اور نوح ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔

فائدہ: اسم معرب کی دوقسمیں ہیں: (۱) منصرف (۲) غیرمنصرف۔

منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسبابِ منع صرف میں سے دوسبب، یا ایسا ایک سبب نہ پایا جائے جو دو سببوں کے قائم مقام ہو؛ جیسے: زیدٌ، خَالدٌ وغیرہ۔ غیرمنصرف کی تعریف اوپر آچکی ہے۔

قوله: وهی: شعر: الخ : ''هِيَ'' مبتدا ہے، اس کی خبر **مذكورةٌ فی هٰذا الشِّعرِ** محذوف ہے، پوری عبارت اس طرح ہے: **هِيَ مَذْكورةٌ فِي هٰذا الشِّعرِ**.

اسبابِ منع صرف نو ہیں: عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف ونون زائدتان اور وزنِ فعل؛ جیسے: **عُمَرُ** (یہ عدل تقدیری اور علمیت کی وجہ سے غیرمنصرف ہے)، **أَحْمَرُ** (یہ وصف اور وزنِ فعل کی

www.besturdubooks.net

عَدلٌ وَوَصفٌ وَتَانِيثٌ وَمَعرِفَةٌ ☆☆ وَعُجمَةٌ ثُمَّ جَمعٌ ثُمَّ تَرکِيبُ
وَالنُّونُ زَائِدَةً مِن قَبلِهَا اَلِفٌ ☆☆ وَوَزنُ الفِعلِ وَهٰذَا القَولُ تَقرِيبُ

ترجمہ: عَدلٌ وَوَصفٌ وَتَانِيثٌ وَمَعرِفَةٌ ☆ وَعُجمَةٌ ثُمَّ جَمعٌ ثُمَّ تَرکِيبُ
وَالنُّونُ زَائِدَةً مِن قَبلِهَا اَلِفٌ ☆ وَوَزنُ الفِعلِ وَهٰذَا القَولُ تَقرِيبُ

(عدل، وصف، تانیث، معرفہ ☆ عجمہ، جمع، ترکیب ☆ اور نون درآں حالیکہ اُس سے پہلے الف زائد ہو ☆ اور وزنِ فعل، اور یہ قول مجازی ہے)۔

وجہ سے غیر منصرف ہے)، طَلْحَةُ (یہ تانیث بالتاء اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے)، زَيْنَبُ (یہ تانیثِ معنوی اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے)، إِبْرَاهِيْمُ (یہ عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے) مَسَاجِدُ (یہ جمع منتہی الجموع کی وجہ سے غیر منصرف ہے جو تنہا دو سببوں کے قائم مقام ہوتا ہے)، مَعدِيكَرَبُ (یہ ترکیب اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے)، عِمْرَانُ (یہ الف ونون زائدتان اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے)، أَحْمَدُ (یہ وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے)۔

قولہ: والنون زائدة الخ: ''زائدة'' کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔

مرفوع پڑھنے کی تین صورتیں ہیں:

۱- ''النون'' کے الف ولام کو زائد مان کر، ''زائدة'' کو اس کی صفت قرار دیا جائے؛ کیوں کہ الف لام زائد کا مدخول نکرہ ہوتا ہے، اور قرینہ الف لام کے زائد ہونے کا یہ ہے کہ شعر میں باقی اسباب کو نکرہ ذکر کیا گیا ہے؛ لہٰذا اس کو بھی نکرہ ہی ہونا چاہیے۔

۲- اس سے پہلے ''نونٌ'' موصوف محذوف ہے، اور یہ مرکب توصیفی ہو کر ''النون'' سے بدل واقع ہے۔

۳- اس سے پہلے ''الّتِی'' اسم موصول اور ''هی'' مبتدا محذوف ہے، اور یہ مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے، اس صورت میں اصل عبارت اس طرح ہوگی: والنونُ الَّتیْ هِی زائدةٌ.

منصوب پڑھنے کی صورت میں یہ ''النون'' سے حال ہوگا۔ اور بہتر یہ ہے کہ ''مِنْ قَبْلِهَا'' کو ''زائدة'' کا متعلق اور ''الفٌ'' اس کا فاعل قرار دیا جائے، اور نون سے پہلے الف کے زائد ہونے سے الف ونون کا وصفِ زیادت میں شریک ہونا اور وصفِ زیادت میں الف کا نون پر مقدم ہونا مراد لیا جائے، تاکہ الف اور نون دونوں کا زائد ہونا معلوم ہو۔

قولہ: وهٰذا القول تقريب: اس کے تین مطلب ہو سکتے ہیں:

www.besturdubooks.net

مِثْلُ: عُـمَـرَ، وَأَحْمَرَ، وَطَلْحَةَ، وَزَيْنَبَ، وَإِبْرَاهِيمَ، وَمَسَاجِدَ، وَمَعْدِ يْكَرِبَ، وَعِمْرَانَ وَأَحْمَدَ .

وَحُكْمُهُ: أَنْ لَّا كَسْرَةَ وَلَا تَنْوِينَ .

ترجمہ: جیسے: عُمَرُ، أَحْمَرُ، طَلْحَةُ، زَيْنَبُ، إِبْرَاهِيمُ، مَسَاجِدُ، مَعْدِيْكَرِبُ، عِمْرَانُ، أَحْمَدُ. اورغیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ: اُس پر نہ کسرہ آتا ہے اور نہ تنوین۔

---

(۱) یہ قول یعنی اسبابِ تسعہ کو بصورتِ نظم بیان کرنا حفظ اور یاد کرنے کے قریب کرنے والا ہے؛ اس لیے کہ نثر کی بہ نسبت نظم کو یاد کرنا آسان ہوتا ہے۔

(۲) یہ قول یعنی مذکورہ امورِ تسعہ میں سے ہر ایک کو غیر منصرف کی علت قرار دینا مجازاً ہے، حقیقۃً نہیں؛ اس لیے کہ حقیقت میں غیر منصرف کی علت اِن میں سے دو کا مجموعہ ہوتا ہے، نہ کہ صرف ایک۔

(۳) یہ قول کہ اسبابِ منع صرف نو ہیں صحت کے زیادہ قریب ہے۔ اسبابِ منع صرف کی تعداد کے سلسلے میں نحویوں کا اختلاف ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نو ہیں، بعض کہتے ہیں کہ دو ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ گیارہ ہیں لیکن ان تینوں مذاہب میں سے صحیح مذہب یہ ہے کہ اسبابِ منع صرف نو ہیں۔

قولہ: وحکمه: أن لا الخ: یہاں سے مصنف غیر منصرف کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ: اُس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی؛ بلکہ وہ حالتِ جری میں ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی عمرُ، رأیت عمرَ، مررت بعمرَ.

اس لیے کہ غیر منصرف دو فرعیّتوں پر مشتمل ہونے میں فعل کے مشابہ ہے، یعنی جس طرح فعل میں اسم کی بہ نسبت دو فرعیتیں ہوتی ہیں: ایک فاعل کا محتاج ہونا اور دوسرے مصدر سے مشتق ہونا، اسی طرح غیر منصرف میں بھی دو فرعیتیں ہوتی ہیں؛ کیوں کہ غیر منصرف میں اسبابِ تسعہ میں سے دو سبب پائے جاتے ہیں، اور ہر سبب کسی دوسرے کی فرع ہے، عدل معدول عنہ کی فرع ہے، وصف موصوف کی فرع ہے، تانیث تذکیر کی فرع ہے، معرفہ نکرہ کی فرع ہے؛ اس لیے کہ اسم پہلے نکرہ ہوتا ہے، پھر اس کو معرفہ بنایا جاتا ہے، عجمہ کلامِ عرب میں عربی زبان کی فرع ہے؛ اس لیے کہ ہر زبان میں اصل یہ ہے کہ اس میں دوسری زبان کی آمیزش نہ ہو، ترکیب افراد کی فرع ہے، الف ونون زائدتان اس اسم کی فرع ہیں جس پر الف ونون کو زیادہ کیا گیا ہے، اور وزنِ فعل وزنِ اسم کی فرع ہے؛ لہٰذا جب غیر منصرف میں اسبابِ تسعہ میں سے دو سبب پائے جائیں گے تو اس میں دو فرعیتیں پیدا ہو جائیں گی اور اس طرح وہ فعل کے مشابہ ہو جائے گا، اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی؛ لہٰذا

www.besturdubooks.net

وَيَجُوْزُ صَرْفُهُ لِلضَّرُوْرَةِ، أَوْ لِلتَّنَاسُبِ؛ مِثْلُ: ﴿سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا﴾.

ترجمہ: اور غیر منصرف کو منصرف (کے حکم میں) کرنا صحیح ہے: ضرورتِ شعری کی وجہ سے، اور تناسب کی وجہ سے؛ جیسے: ﴿سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا﴾.

غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آئے گی۔

نوٹ: یہاں تنوین سے صرف تنوین تمکن اور تنوین تنکیر مراد ہیں، ان کے علاوہ باقی تنوینیں (یعنی تنوین عوض، تنوین مقابلہ اور تنوین ترنم) مراد نہیں؛ کیوں کہ وہ غیر منصرف پر آسکتی ہیں۔

قوله: ويجوز صرفه الخ: یہاں سے مصنف غیر منصرف کا ایک دوسرا حکم بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ دو مواقع ایسے ہیں کہ جہاں غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرکے اُس پر کسرہ اور تنوین داخل کرنا صحیح ہے۔

ا-ضرورتِ شعری اور رعایتِ قافیہ (۱) کی وجہ سے، یعنی اگر غیر منصرف پر کسرہ یا تنوین داخل نہ کرنے سے شعر کا وزن صحیح باقی نہ رہے، یا قافیہ کی رعایت نہ ہوسکے، تو ایسے موقع پر غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرکے، اُس پر کسرہ اور تنوین داخل کرنا واجب ہے؛ ضرورتِ شعری کی مثال: جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شعر ہے: شعر

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ أَنَّهَا ☆ صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

اس شعر میں "**مَصَائِبٌ**" غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرکے، اُس پر تنوین داخل کی گئی ہے؛ اس لیے کہ اگر اس پر تنوین نہ لائیں تو شعر کا وزن صحیح باقی نہیں رہے گا۔

رعایتِ قافیہ کی مثال: جیسے: شاعر کا شعر ہے: شعر

سَلَامٌ عَلٰى خَيْرِ الْأَنَامِ وَسَيِّدٍ ☆ حَبِيْبِ إِلٰهِ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدٍ

بَشِيْرٍ نَذِيْرٍ هَاشِمِيٍّ مُكَرَّمٍ ☆ عَطُوْفٍ رَؤُوْفٍ مَنْ يُسَمّٰى بِأَحْمَدٍ

اس شعر میں "**أحمد**" غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرکے، اُس پر کسرہ داخل کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ اگر "**أحمد**" کو کسرہ نہیں دیں گے، تو قافیہ کی رعایت نہیں ہوسکے گی؛ کیوں کہ جس قصیدہ کے یہ اشعار ہیں اُس کے ہر شعر کا آخری حرف دال مکسورہ ہے؛ لہٰذا "**أحمد**" کو بھی کسرہ دے کر مکسور پڑھیں گے، تاکہ قافیہ کی رعایت ہوجائے۔

---

(۱) قافیہ: وہ متعین حرف ہے جو مختلف الفاظ میں شعر کے آخر میں بار بار آئے۔

www.besturdubooks.net

وَمَا يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا: الجَمْعُ وَأَلِفَا التَّانِيْثِ .

ترجمہ: اور وہ اسبابِ منع صرف جو (تنہا) دو سببوں کے قائم مقام ہوتے ہیں: جمع اور تانیث کے دو الف ہیں۔

۲- تناسب کی وجہ سے، یعنی اگر غیر منصرف پر کسرہ یا تنوین داخل نہ کرنے سے، غیر منصرف اور کسی ایسے منصرف کے درمیان تناسب باقی نہ رہے جو غیر منصرف سے متصل ہو، تو ایسے موقع پر منصرف اور غیر منصرف میں تناسب اور یکسانیت پیدا کرنے کے لیے غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر کے، اُس پر کسرہ اور تنوین داخل کرنا جائز ہے؛ جیسے: ﴿سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا﴾، یہاں "سلاسل" غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر کے، اس پر تنوین داخل کی گئی ہے؛ اس لیے کہ اگر یہاں ایسا نہیں کریں گے تو "سلاسل" غیر منصرف اور "أغلالًا" منصرف کے درمیان تناسب باقی نہیں رہے گا؛ لہٰذا دونوں میں تناسب اور یکسانیت پیدا کرنے کے لیے "سلاسل" غیر منصرف کو تنوین دیدی گئی ہے۔

نوٹ: "یَجُوْزُ" یہاں **یَصِحُّ** کے معنی میں ہے؛ لہٰذا اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ ضرورتِ شعری اور رعایتِ قافیہ کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنا واجب ہے، جب کہ مصنف نے اس کو جائز کہا ہے؛ اس لیے کہ **یَصِحُّ** جواز اور وجوب دونوں کو شامل ہے۔

قوله: وما يقوم مقامهما الخ: یہاں سے مصنف اُن اسبابِ منع صرف کو بیان فرما رہے ہیں جو تنہا دو سببوں کے قائم مقام ہوتے ہیں، فرماتے ہیں کہ وہ اسبابِ منع صرف جو تنہا دو سببوں کے قائم مقام ہوتے ہیں دو ہیں:

۱- جمع منتہی الجموع بشرطیکہ اس کے آخر میں تاء بشکلِ ہاء نہ آتی ہو؛ جیسے: **مساجد** اور **مصابیح**، یہ دونوں تنہا جمع منتہی الجموع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہیں؛ جمع منتہی الجموع تنہا دو سببوں کے قائم مقام اس لیے ہوتی ہے کہ جو کلمہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہوتا ہے اس میں جمعیت کا تکرار ہوتا ہے، بعض میں یہ تکرار حقیقۃً ہوتا ہے؛ جیسے: **أساور**، یہ **أسورة** کی جمع ہے اور **أسورة** **سِوَار** کی جمع ہے، اور جیسے: **أناعيم**، یہ **أنعام** کی جمع ہے اور **أنعام**: **نعم** کی جمع ہے، اور بعض میں حکماً ہوتا ہے، جیسے: **مساجد** اور **مصابیح** میں حکماً تکرار ہے؛ اس لئے کہ **مساجد** تعدادِ حروف اور حرکات وسکنات میں **أساور** کے اور **مصابیح**: **أناعيم** کے ہم وزن اور موافق ہے، اور **أساور** اور **أناعيم** میں حقیقۃً جمعیت کا تکرار ہے، اس اعتبار سے گویا کلمے میں دو جمع اکٹھی ہوگئیں؛ لہٰذا ایک جمع ایک سبب کے اور دوسری جمع دوسرے سبب کے قائم مقام ہوئی اور اس طور پر جمع

www.besturdubooks.net

فَالعَدْلُ: خُرُوجُهُ عَنْ صِيغَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ، تَحقِيقًا؛ كَثُلٰث، وَمَثْلَث، وَأُخَرَ وَجُمَعَ .

ترجمہ : پس عدل: اسم کا اپنے اصلی صیغے سے نکلنا ہے، خواہ یہ نکلنا تحقیقی ہو؛ جیسے: ثُلاثُ (تین تین)، مَثْلَثُ (تین تین)، أُخَرُ (دوسرے)، جُمَعُ (سب)۔

منتہی الجموع دوسببوں کے قائم مقام ہوگئی۔

۲-تانیث کی بعض اقسام: یعنی تانیث بالف مقصورہ؛ جیسے: حُبلٰی تانیث بالف مقصورہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اور تانیث بالف ممدودہ؛ جیسے: حَمْرَاءُ تانیث بالف ممدودہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

تانیث بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ دوسببوں کے قائم مقام اس لیے ہوتی ہیں کہ جس کلمے میں الف مقصورہ یا الف ممدودہ ہوتا ہے اُس کے لئے وضع کے اعتبار سے تانیث لازم ہوتی ہے، چناں چہ حبلٰی میں حُبَل اور حمراء میں حَمْرٌ نہیں کہا جاسکتا، اس لزومِ تانیث کو ''تانیث آخر'' کا درجہ دے دیا گیا ہے، اس اعتبار سے گویا کلمے میں دو تانیث جمع ہوگئیں، چوں کہ کلمے میں یہ بات تانیث بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، اس لئے اِن دونوں کو دوسببوں کے قائم مقام قرار دے دیا۔

قولہ: فالعدل الخ: غیر منصرف کی تعریف اور اجمالی طور پر اسبابِ تسعہ کو بیان کرنے کے بعد یہاں سے مصنف تفصیلی طور پر اسباب تسعہ کو بیان فرمارہے ہیں، چوں کہ عدل مطلقاً بغیر کسی شرط کے غیر منصرف کا سبب بنتا ہے، اس لئے عدل کے بیان کو مقدم کیا۔

عدل کی تعریف: عدل: اسم کا بغیر کسی قاعدۂ صرفیہ کے اپنے اصلی صیغے (یعنی ایسے صیغے سے جو کسی اصل اور قاعدے کی طرف منسوب ہو) نکل کر دوسرے صیغے کی طرف چلے جانا اس طرح کہ مادہ کے حروف باقی رہیں؛ جیسے: ثُلاثُ اور مَثلَثُ .

فائدہ: جس سے نکل کر آئے اس کو معدول عنہ اور جو نکل کر آئے اس کو معدول کہتے ہیں۔

صیغہ: لفظ کی وہ مخصوص شکل ہے جو حرکات وسکنات اور حروف کی ترتیب سے حاصل ہو اور مخصوص معنی پر دلالت کرے۔

صیغہ کی صفت ''الأصلية'' لاکر مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عدل میں یہ ضروری ہے کہ معدول عنہ کسی اصل اور قاعدے کے موافق ہو؛ لیکن معدول کا معدول عنہ سے نکلنا خلافِ قیاس ہو، کسی اصل اور قاعدے کے موافق نہ ہو۔

قولہ: تحقیقا؛ کثلاث الخ : اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عدل کی دو قسمیں ہیں:

www.besturdubooks.net

(۱)عدل تحقیقی (۲)عدل تقدیری۔

عدل تحقیقی: وہ عدل ہے جس میں اصل یعنی معدول عنہ پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی واقعی دلیل موجود ہو؛ جیسے: ثُلاثُ، مَثْلَثُ، اُخَرُ اور جُمَعُ عدل تحقیقی اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہیں؛ اس لئے کہ اِن کے معدول عنہ پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ دلیل موجود ہے، چناں چہ ثُلاثُ اور مَثْلَثُ: ثلاثةٌ ثلاثةٌ سے معدول ہیں، اور دلیل یہ ہے کہ ان دونوں میں معنی کا تکرار ہے؛ اس لئے کہ ان کے معنی تین تین کے ہیں، اور معنی کا تکرار لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں ثلاثةٌ ثلاثةٌ سے معدول ہیں۔

اُخَرُ: "الأُخَرُ" یا "اُخَرُ مِنْ" سے معدول ہے اور دلیل یہ ہے کہ أخر: أخرى کی جمع ہے، اور أخرى: آخر اسم تفضیل کی مؤنث ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے:

(۱) "الف لام" کے ساتھ؛ جیسے: زيدٌ الأفضلُ .

(۲) "مِن" کے ساتھ؛ جیسے: زيدٌ أفضلُ من عمرٍو .

(۳) اضافت کے ساتھ؛ جیسے: زيدٌ أفضلُ القومِ .

چوں کہ "أُخَرُ" اِن تینوں طریقوں میں سے کسی کے ساتھ بھی مستعمل نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ "الأُخَرُ" یا "أُخَرُ مِنْ" سے معدول ہے۔ اضافت والی صورت سے معدول نہیں ہوسکتا؛ اس لئے کہ اس صورت میں اس کا مضاف الیہ محذوف ماننا پڑے گا، اور مضاف الیہ کو حذف کرنے کے بعد مضاف کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

(۱) یا تو وہ مبنی برضمہ ہوتا ہے؛ جیسے: قبلُ، بَعْدُ .

(۲) یا اس پر تنوین عوض آتی ہے؛ جیسے: حينئذٍ .

(۳) یا پہلی اضافت کے مثل دوسری اضافت واجب ہوتی ہے؛ جیسے: ياتَيْمُ تَيْمَ عَدِيٍّ، جب کہ اُخَرُ میں ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی، نہ یہ مبنی برضمہ ہے، نہ اس پر تنوین عوض ہے اور نہ ہی اضافت ہے؛ لہٰذا اس کو اضافت والی صورت سے معدول نہیں مانا جاسکتا۔

جُمَعُ: جَمَاعٰی یا جَمْعَاوَاتٌ یا جُمْعٌ سے معدول ہے، اور دلیل یہ ہے کہ جُمَعُ: جَمْعَاءُ بروزنِ فَعْلاءُ کی جمع ہے، اور جَمعاء: أجمع کا مؤنث ہے۔ اور جو مؤنث فَعْلاء کے وزن پر ہو اس کی جمع کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ اسم ذات ہو تو اس کی جمع فعالٰی اور فَعْلاوَاتٌ کے وزن پر آتی ہے، جیسے: صحراء کی جمع صَحَارٰی اور صَحْرَاوَات . اور اگر اسم صفت ہو تو اس کی جمع فُعْلٌ کے وزن پر آتی ہے؛ جیسے: حمراءُ کی جمع حُمْرٌ . جب کہ جُمَعُ ان تینوں میں سے کسی کے وزن پر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ انہی تینوں میں سے کسی ایک سے معدول ہے۔

www.besturdubooks.net

أَوْ تَقْدِيْرًا؛ كَـ : عُمَرَ وَبَابِ قَطَامِ فِيْ تَمِيْمٍ .

ترجمہ: یا تقدیری ہو؛ جیسے: عُمرُ اور بابِ قَطَامِ قبیلۂ بنوتمیم (کی لغت) میں۔

قولہ: أو تقديرًا الخ : یہاں سے مصنف عدل تقدیری کو بیان فرمارہے ہیں۔

عدل تقدیری: وہ عدل ہے جس میں اصل یعنی معدول عنہ کے وجود پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی واقعی دلیل موجود نہ ہو؛ جیسے: عـمرُ عدل تقدیری اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے، عـمرُ : عـامرٌ سے معدول ہے، چوں کہ اہل عرب کے اس کو غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ، اس کے معدول عنہ پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اس لئے اس میں عدل تقدیری مان لیا گیا ہے، تا کہ تنہا علمیت کی وجہ سے کلمہ کا غیر منصرف پڑھنا لازم نہ آئے۔

قولہ: باب قطام في تميم: ''بابِ قطامِ'' سے ہر ایسا اسم مراد ہے جو ''فَعَالِ'' کے وزن پر ہو، کسی مؤنث ذات کا علم ہو اور اُس کے آخر میں راء نہ ہو؛ جیسے: قَطَامِ (ایک عورت کا نام)، ''عُمَرُ'' کی طرح یہ بھی عدلِ تقدیری کی مثال ہے، یہ قـاطِمةٌ سے معدول ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ ''عُـمَرُ'' میں عدلِ تقدیری غیر منصرف کا سبب ہونے کی حیثیت سے مانا گیا ہے، جب کہ ''بـاب قطام'' میں عدلِ تقدیری ''حَـضَـارِ''، ''طَمَارِ'' جیسے اُن مؤنث اعلام پر حمل کرنے کے لیے مانا گیا ہے جن کے آخر میں راء ہوتی ہے، نہ کہ غیر منصرف کا سبب ہونے کی حیثیت سے؛ کیوں کہ اس میں اسبابِ منع صرف میں سے علمیت اور تانیث دو سبب موجود ہیں جو اس کے غیر منصرف ہونے کے لیے کافی ہیں، ان کے ہوتے ہوئے اس کو غیر منصرف قرار دینے کے لیے اس میں عدلِ تقدیری ماننے کی ضرورت نہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ: ''حَـضَارِ''، ''طَمَارِ'' جیسے وہ مؤنث اعلام جن کے آخر میں راء ہوتی ہے مبنی ہیں؛ لیکن ان میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو ان کے مبنی ہونے کا سبب بن سکے؛ کیوں کہ ان میں صرف علمیت اور تانیث پائی جاتی ہیں، اور وہ مبنی ہونے کا سبب نہیں بن سکتیں؛ اس لیے کہ وہ غیر منصرف کے اسباب میں سے ہیں اور غیر منصرف معرب ہوتا ہے، اس لیے ان میں سببِ بناء حاصل کرنے کے لیے عدلِ تقدیری مان لیا گیا ہے، پھر اُن پر محمول کرتے ہوئے ''بـابِ قطامِ'' میں بھی ـــــ جو کہ قبیلۂ بنوتمیم کے نزدیک معرب غیر منصرف ہے ـــــ عدلِ تقدیری مان لیا گیا ہے، تا کہ پورے باب کا حکم یکساں ہو جائے۔

قولـه: فـي تـميم: ''بنی تمیم'' سے یہاں اکثر بنوتمیم مراد ہیں؛ اس لیے کہ بعض بنوتمیم ''حَـضَـارِ''، ''طَـمَـارِ'' کو بھی معرب غیر منصرف مانتے ہیں؛ لہٰذا اُن کے نزدیک ان میں عدل ماننے کی ضرورت نہیں، اور

www.besturdubooks.net

جب ان میں ضرورت نہیں، تو ''بـاب قطـام'' میں بھی عدل ماننے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ واضح رہے کہ اہل حجاز ''حَضَارِ''، ''طَمَارِ'' کی طرح ''باب قطام'' کو بھی مبنی مانتے ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ: جو اسماء ''فَعَالِ'' کے وزن پر آتے ہیں، ان کی چار قسمیں ہیں:

۱-فَعَالِ بمعنی امر حاضر؛ جیسے: نَزَالِ، یہ اِنْزِلْ امر حاضر کے معنی میں ہے۔

۲-وہ فَعَالِ جو کسی مؤنث کی صفت ہو؛ جیسے: فَسَاقِ، یہ فَاسِقَةٌ کے معنی میں ہے۔

۳-وہ فَعَالِ جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہو؛ جیسے: فَجَارِ، یہ الفُجُوْر مصدر معرفہ کے معنی میں ہے۔

۴-وہ فَـعَـالِ جو کسی مؤنث ذات کا علم ہو، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جس کے آخر میں راء ہو؛ جیسے: حَضَارِ، طَمَارِ. (۲) جس کے آخر میں راء نہ ہو؛ جیسے: قَطَامِ، غَلَابِ.

پہلی تین قسمیں بالاتفاق مبنی ہیں، اہل حجاز کے نزدیک بھی اور قبیلۂ بنو تمیم کے نزدیک بھی، اور چوتھی قسم میں اختلاف ہے، اہل حجاز کے نزدیک اس کی دونوں قسمیں مبنی ہیں، اور قبیلۂ بنو تمیم کے کچھ لوگوں کے نزدیک اس کی دونوں قسمیں معرب غیر منصرف ہیں، اور اکثر بنو تمیم کے نزدیک اس کی پہلی قسم (یعنی جس کے آخر میں راء ہو) مبنی ہے اور دوسری قسم (یعنی جس کے آخر میں راء نہ ہو) معرب غیر منصرف ہے۔

نوٹ: بہتر یہ تھا کہ مصنف یہاں ''باب قطام'' کو مثال میں پیش نہ کرتے؛ اس لیے کہ اس میں عدل تقدیری تو ہے؛ مگر غیر منصرف کا سبب ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے جیسا کہ ابھی ماقبل میں بیان کیا گیا ہے، جب کہ یہاں بیان اُس عدل کا ہو رہا ہے جو غیر منصرف کا سبب بنتا ہے۔

فائدہ: عدل وزنِ فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی اسم عدل اور وزنِ فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہو، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عدل کے چھ اوزان ہیں: (۱) فَـعَـلُ؛ جیسے: سَـحَـرُ (رات کا آخری حصہ) (۲) فَـعَالُ؛ جیسے: قَـطَامُ (ایک عورت کا نام) (۳) فُعَالُ؛ جیسے: ثُلَاثُ (تین تین) (۴) مَفْعَل؛ جیسے: مثْلَثُ (تین تین) (۵) فُعَلُ؛ جیسے: اُخَرُ (دوسرے) (۶) فَعَلُ؛ جیسے: أَمْسُ (گزشتہ کل)، اور ان چھ اوزان میں سے کوئی فعل کا وزن نہیں ہے۔

بعض نحویین (جن میں سے رضی بھی ہیں) کی رائے یہ ہے کہ عدل کے اوزان اِن چھ میں منحصر نہیں ہیں؛ بلکہ عدل کے ان کے علاوہ اور بھی اوزان ہیں؛ مثلاً: (۱) اِفْـعِـلُ؛ جیسے: اِصْـمِـتُ (خالی جگہ کا علم)، یہ ''اُصْمُتْ'' سے معدول ہے۔ (۲) أَفْعَلُ؛ جیسے: آخرُ، یہ ''الآخر'' یا ''آخر مِنْ'' سے معدول ہے۔ (۳) فُعِلَ؛ جیسے: دُئِلَ (ایک قبیلہ کا علم)، یہ ''دُئِل فیه''، فعل مجہول یا ''دَأَلَ''، فعل معروف سے معدول ہے۔ چوں کہ یہ اوزان فعل میں بھی پائے جاتے ہیں، اس لئے ان حضرات کے نزدیک عدل اور وزنِ فعل ایک ساتھ جمع ہوسکتے ہیں۔ [دیکھئے: رضی ۱/۱۴۲، ۱۵۰-۱۵۱، حاشیہ شرح جامی ص ۸۲]

www.besturdubooks.net

الوَصفُ: شَرطُهُ أَنْ يَّكُونَ فِي الْأَصلِ، فَلاَ تضُرُّهُ الْغَلَبَةُ؛ فَلِذٰلِکَ صُرِفَ "أَرْبَعٌ" فِيْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبَعٍ . وَامْتَنَعَ أَسْوَدُ وَأَرْقَمُ لِلْحَيَّةِ، وَأَدْهَمُ لِلْقَيْدِ .

ترجمہ : وصف: اس (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط یہ ہے کہ: وہ اصلِ وضع میں (وصف) ہو، پس اُس کے لیے (اسمیت کا) غلبہ مضر نہیں؛ چناں چہ اسی وجہ سے مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبَعٍ (۱) میں "أَرْبَعٌ" منصرف ہے۔ اور أَسْوَدُ اور أَرْقَمُ سانپ کے نام اور أَدْهَمُ بیڑی کا نام غیر منصرف ہیں۔

فائدہ: عدل: علمیت اور وصف کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے، یعنی ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی اسم عدل اور علمیت، یا عدل اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہو؛ اول کی مثال؛ جیسے: عُمَرُ اور زُفَرُ، یہ عدل تقدیری اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ ثانی کی مثال؛ جیسے: ثُلاثُ، مَثْلَثُ، أُخَرُ اور جُمَعُ، یہ عدل تحقیقی اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

قولہ: الوصف: شرطہ الخ: یہاں سے مصنف اسباب تسعہ میں سے دوسرے سبب: وصف اور اس کی شرائط کو بیان فرما رہے ہیں۔

وصف کی تعریف: وصف: اسم کا (وضع یا استعمال کی وجہ سے) ایسی ذات مبہم پر دلالت کرنا جس میں اس کی کسی صفت کا لحاظ کیا گیا ہو؛ جیسے: أحمرُ وضع کی وجہ سے ایسی ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے جس میں صفت "أحمریت" (یعنی لال ہونے) کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور مررت بنسوة أربع میں أربع استعمال کی وجہ سے ایسی ذات پر دلالت کرر ہا ہے جس میں صفت "اربعیت" (یعنی چار ہونے) کا لحاظ کیا گیا ہے۔ وصف کی دو قسمیں ہیں: وصف اصلی، وصف عارضی۔

وصف اصلی: ایسا وصف ہے جو کلمے کے وضع کئے جانے کے وقت اُس میں موجود ہو، بعد میں باقی رہا ہو، یا اسمیت کے غلبہ کی وجہ سے باقی نہ رہا ہو؛ جیسے: أسودُ اور أَدْهَمُ ہر سیاہ چیز کے لئے وضع کیے گئے تھے، اور أرقم ہر اس چیز کے لئے وضع کیا گیا تھا جس میں سیاہی اور سفیدی پائی جائے، بعد میں چل کر أسودُ اور أَرْقَمُ دو مخصوص قسم کے سانپوں کے نام ہو گئے، اور أَدْهَمُ بیڑی کا نام ہو گیا، اور اسمیت کا غلبہ ہو جانے کی وجہ سے ان میں معنیٔ وصفی باقی نہ رہے۔

وصف عارضی: ایسا وصف ہے جو کلمے کے وضع کئے جانے کے وقت تو اس میں موجود نہ ہو؛ لیکن

---

(۱) مررت فعل با فاعل، باء حرف جر، نسوة موصوف، أربع صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَضَعُفَ مَنْعُ "أَفْعٰی" لِلْحَیَّةِ، وَ"أَجْدَلُ" لِلصَّقْرِ، وَ"أَخْیَلُ" لِلطَّائِرِ.

ترجمہ: اور "أَفْعٰی" کو جوکہ سانپ کا نام ہے، اور "أَجْدَلُ" کو جوکہ شِکرہ کا نام ہے اور "أَخْیَلُ" کو جوکہ پرندہ کا نام ہے —— غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے۔

استعمال میں اس کے اندر معنیٔ وصفی پیدا ہوگئے ہوں؛ جیسے: مررتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبعٍ میں أربع کو تین اور پانچ کے درمیان والے عدد یعنی چار کے لئے وضع کیا گیا تھا؛ لیکن استعمال یعنی ترکیب میں یہاں اس کو "نِسْوَة" کی صفت بنالیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے اندر معنیٔ وصفی (یعنی اربعیت کے معنی) پیدا ہوگئے ہیں۔

وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ: وہ اصل وضع میں وصف ہو (یعنی وصفِ اصلی ہو)، اسی وجہ سے وصف کی دونوں قسموں میں سے وصف اصلی غیر منصرف کا سبب ہوتا ہے، وصف عارضی غیر منصرف کا سبب نہیں ہوتا، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ مررت بنسوةٍ أربعٍ میں أربع، باوجودیکہ اس میں دو سبب وصف اور وزن فعل پائے جارہے ہیں، منصرف ہے؛ وصف اصلی کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ اور أسود، أرقمُ اور أدھمُ: باوجودیکہ ان میں اسمیت کا غلبہ ہوجانے کی وجہ سے معنیٔ وصفی باقی نہیں رہے، غیر منصرف ہیں؛ وصفِ اصلی اور وزن فعل کی وجہ سے۔

قولہ: وضعف منع الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے وصفِ اصلی ہونا شرط ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ کلمہ میں معنیٔ وصفی یقینی طور پر پائے جاتے ہوں، محض خیالی اور وہمی طور پر معنیٔ وصفی کا پایا جانا کافی نہیں؛ چناں چہ یہی وجہ ہے کہ "أَفْعٰی" کو جوکہ سانپ کا نام ہے، اور "أَجْدَلُ" کو جوکہ شکرہ کا نام ہے اور "أَخْیَلُ" کو جوکہ ایک پرندہ کا نام ہے —— غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے؛ اس لیے کہ ان میں معنیٔ وصفی یقینی طور پر نہیں پائے جاتے؛ بلکہ یہ محض ایک خیال اور وہم ہے کہ "أَفْعٰی" فُعُوَّةٌ (بمعنی خباثت) سے، اور "أَجْدَلُ" جَدْلٌ (بمعنی قوت) سے اور "أَخْیَلُ" خَالٌ (بمعنی تل) سے مشتق ہو، یقینی طور پر یہ ان سے مشتق نہیں ہیں؛ اس لیے کہ اِن میں معنیٔ وصفی نہ اصلِ وضع میں مقصود ہیں اور نہ فی الحال؛ پس چوں کہ اِن میں یقینی طور پر معنیٔ وصفی موجود نہیں، اور اصل اسماء میں منصرف ہونا ہے؛ اس لیے اِن کو اصل پر باقی رکھتے ہوئے منصرف پڑھنا اولی، اور غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہوگا۔

فائدہ: وصف علمیت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی اسم وصف اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہو؛ اس لئے کہ وصف ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور علم ذات معین پر، اور کوئی کلمہ ایک ہی وقت میں ذات مبہم اور ذات معین پر دلالت نہیں کرسکتا۔

www.besturdubooks.net

التَّانِيثُ بِالتَّاءِ: شَرْطُهُ: الْعَلَمِيَّةُ، وَالْمَعْنَوِيُّ كَذٰلِكَ . وَشَرْطُ تَحَتُّمِ تَاثِيرِهِ: الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ، أَوْ تَحَرُّكُ الْأَوْسَطِ، أَوِ الْعُجْمَةُ؛ فَهِنْدٌ يَجُوزُ صَرْفُهُ . وَ زَيْنَبُ، وَسَقَرُ، وَمَاهُ وَجُورُ: مُمْتَنِعٌ .

ترجمہ: تانیث بالتاء: اس (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط: علمیت ہے، اور تانیثِ معنوی بھی اسی طرح ہے۔ اور تانیثِ معنوی کے (غیر منصرف میں) وجوبی طور پر مؤثر ہونے کی شرط: تین حروف سے زیادہ ہونا، یا درمیانی حرف کا متحرک ہونا، یا عجمی ہونا ہے؛ پس هِنْدٌ کو منصرف پڑھنا جائز ہے۔ اور زینبُ، سَقَرُ (جہنم کے ایک طبقے کا نام)، اور مَاهُ اور جُوْرُ (دو شہروں کے نام) غیر منصرف ہیں۔

قولہ: التانیث بالتاء: شرطه الخ: یہاں سے مصنف اسبابِ تسعہ میں سے تیسرے سبب: تانیث کو بیان فرما رہے ہیں۔

تانیث: اسم میں علامت تانیث لفظی یا تقدیری کا ہونا؛ جیسے: طلحةُ اور أرضٌ.

علامت کے اعتبار سے تانیث کی چار قسمیں ہیں: (۱) تانیث بالتاء (۲) تانیث معنوی (۳) تانیث بالف مقصورہ (۴) تانیث بالف ممدودہ۔

تانیث بالتاء: اسم کے آخر میں علامتِ تانیث تاء کا لفظوں میں موجود ہونا؛ جیسے: طلحةُ اور فاطمةُ.

تانیث معنوی: اسم کے آخر میں علامت تانیث تاء کا مقدر ہونا؛ جیسے: أرضٌ، اس کی اصل أرضة ہے، یا کسی ایسے چوتھے حرف کا آخر میں ہونا جو تائے تانیث کے قائم مقام ہو؛ جیسے: زینبُ؛ یا مؤنث حقیقی کا علم ہونا؛ جیسے: هِنْدٌ .

تانیث بالف مقصورہ: اسم کے آخر میں علامت تانیث الف مقصورہ کا ہونا؛ جیسے: حُبلٰی.

تانیث بالف ممدودہ: اسم کے آخر میں علامتِ تانیث الف ممدودہ کا ہونا؛ جیسے: حمراءُ.

تانیث کی چاروں قسمیں غیر منصرف کا سبب ہوتی ہیں۔

تانیث بالتاء اور تانیث معنوی کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے علم ہونا شرط ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ تانیث بالتاء کے لئے یہ شرط وجوبی ہے اور تانیث معنوی کے لئے جوازی، جس کا مطلب یہ ہے کہ جس اسم میں تانیث بالتاء اور علمیت ہو اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے، اور جس اسم میں تانیث معنوی اور علمیت ہو اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب نہیں ؛ بلکہ صرف جائز ہے (یعنی اس کو منصرف بھی پڑھا جا سکتا ہے اور غیر منصرف بھی)، چناں چہ اگر وہ اسم جس میں تانیث معنوی اور علمیت ہو، ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی (یعنی عربی)

فَإِنْ سُمِّيَ بِهٖ مُذَكَّرٌ، فَشَرْطُهُ: الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ ؛ فَقَدَمٌ مُنْصَرِفٌ، وَ عَقْرَبُ مُمْتَنِعٌ .

ترجمہ: پس اگر مؤنثِ معنوی کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے،تو تانیثِ معنوی کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط: تین حروف سے زیادہ ہونا ہے؛ پس قَدَمٌ منصرف ہے،اور عَقْرَبُ غیر منصرف ہے۔

ہے،تو اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے؛ جیسے: هِنْدٌ،اس کو منصرف بھی پڑھ سکتے ہیں اور غیر منصرف بھی،منصرف پڑھنا تو اس لئے جائز ہے کہ ثلاثی ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے اس کے اندر خفت (ہلکا پن) آ گیا ہے،اور خفت اسم کے منصرف ہونے کو چاہتی ہے۔اور غیر منصرف پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دوسبب: تانیث معنوی اور علمیت پائے جارہے ہیں، جو اس کے غیر منصرف ہونے کا تقاضا کرتے ہیں۔

البتہ اگر تانیث معنوی اور علمیت کے ساتھ تین باتوں میں سے کوئی ایک بات ہو: (۱) یا تو زیادتی علی الثلاث ہو (یعنی تین حروف سے زائد ہوں)؛ جیسے: زینبُ . (۲) یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو (یعنی تین حرف ہوں اور درمیانی حرف متحرک ہو)؛ جیسے: سَقَرُ (جہنم کے ایک طبقے کا نام)۔(۳) یا عجمی ہو (یعنی عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان کا لفظ ہو)؛ جیسے: ماهُ اور جُوْرُ (دوشہروں کے نام) تو اس صورت میں اسم کو تانیثِ معنوی اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھنا واجب ہے؛ چناں چہ زینبُ، سقرُ، ماهُ اور جورُ کو تانیثِ معنوی اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھنا واجب ہے؛ اس لئے کہ زینبُ میں زیادتی علی الثلاث، سقرُ میں ثلاثی متحرک الاوسط ہونا اور ماهُ اور جورُ میں عجمی ہونا پایا جارہا ہے۔

حاصل یہ کہ تانیث بالتاء کی وجہ سے کسی اسم کو غیر منصرف پڑھنے کے واجب ہونے کے لئے علم ہونا کافی ہے،اور تانیث معنوی کی وجہ سے غیر منصرف پڑھنے کے جائز ہونے کے لئے تو علم ہونا کافی ہے،البتہ غیر منصرف پڑھنے کے واجب ہونے کے لئے علمیت کے علاوہ مذکورہ تین باتوں میں سے کسی ایک کا ہونا شرط ہے۔

اسی فرق کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنف نے ''والمعنوی کذلک'' کہہ کر تانیث معنوی کے لئے علمیت کے شرط ہونے کو الگ سے ذکر فرمایا ہے۔

قوله : فإن سمی به الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ اگر وہ اسم جس میں تانیثِ معنوی ہو،کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے،تو وہاں تانیثِ معنوی کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ اُس اسم میں تین حروف سے زائد ہوں،ثلاثی متحرک الاوسط یا عجمی ہونا کافی نہیں؛ کیوں کہ

www.besturdubooks.net

المَعْرِفَةُ: شَرْطُهَا: أَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً .

ترجمه: معرفہ:اس (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط:علم ہونا ہے۔

جب وہ اسم کسی مذکر کا نام رکھا جائے گا،تو اس میں جو تانیثِ اصلی تھی وہ ختم ہو جائے گی،اس لیے تین حروف سے زیادہ ہونا شرط ہے،تا کہ چوتھا حرف تائے تانیث کے قائم مقام ہو جائے،اور یہ تانیثِ حکمی غیر منصرف کا سبب بن سکے؛پس یہی وجہ ہے کہ قَدَمٌ (مؤنثِ سماعی) اگر کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو یہ منصرف ہوگا؛ کیوں کہ اِس میں صرف تین حرف ہیں،اور عَقْرَبُ (مؤنثِ سماعی) اگر کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے،تو یہ علمیت اور تانیثِ حکمی کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا؛ کیوں کہ اِس میں تین حروف سے زائد ہیں۔

قوله : المعرفة الخ: یہاں سے مصنف اسبابِ تسعہ میں سے چوتھے سبب معرفہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

معرفہ سے مراد یہاں ذاتِ معرفہ یعنی وہ اسم نہیں ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو؛ بلکہ وصفِ معرفہ یعنی اسم کا کسی معین چیز پر دلالت کرنا (معنیٔ مصدری) مراد ہے؛اس لئے کہ ذاتِ معرفہ غیر منصرف کا سبب نہیں ہے؛ بلکہ وصفِ معرفہ غیر منصرف کا سبب ہے،چناں چہ **طلحةُ** میں ذاتِ معرفہ طلحہ غیر منصرف کا سبب نہیں ہے؛ بلکہ طلحۃُ میں جو وصف معرفہ یعنی علم ہونا پایا جارہا ہے وہ غیر منصرف کا سبب ہے۔

معرفہ کی سات قسمیں ہیں: (١) ضمیریں (٢) اعلام (٣) اسمائے اشارہ (٤) اسمائے موصولہ (٥) معرفہ بنداء (٦) معرَّف باللام (٧) مضاف اِلی المعرفہ۔

اِن ساتوں قسموں میں سے غیر منصرف کا سبب صرف علمیت ہوتی ہے،معرفہ کی بقیہ اقسام غیر منصرف کا سبب نہیں ہوتیں۔

فائدہ:ضمیریں،اسمائے اشارہ اور اسمائے موصولہ غیر منصرف کا سبب نہیں ہوسکتے؛اس لئے کہ یہ سب مبنی ہیں،اور غیر منصرف اسم معرب کی اقسام میں سے ہے۔

معرف باللام اور مضاف اِلی المعرفہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں ہوسکتے ؛اس لئے کہ لام تعریف اور اضافت غیر منصرف کو بعض کے نزدیک منصرف بنادیتے ہیں اور بعض کے نزدیک منصرف کے حکم میں کردیتے ہیں۔اس لئے اِن کو غیر منصرف کا سبب نہیں بنایا جاسکتا،ورنہ ایک ہی کلمہ کا بیک وقت منصرف وغیر منصرف یا بحکم منصرف ہونا لازم آئے گا،جو کہ صحیح نہیں۔

اور معرفہ بنداء چوں کہ معرف باللام کے حکم میں ہوتا ہے،چناں چہ **یارجلُ: یا أیُّها الرَّجلُ** کے حکم میں ہے،اس لئے وہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں ہوسکتا۔

www.besturdubooks.net

الـعُـجـمَةُ: شَـرطُهـا: أَنْ تكُونَ عَلَمِيَّةً، وَتَحرُّكُ الْأَوسَطِ أَوِ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلاثَةِ؛ فَنُوحٌ مُنصَرِفٌ. وَشَترُ وَإِبرَاهِيمُ مُمتَنِعٌ.

ترجمه: عجمہ: اُس (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط علم ہونا، اور درمیانی حرف کا متحرک ہونا یا تین حروف سے زائد ہونا ہے؛ پس نُوحٌ منصرف ہے۔ اور شَتَرُ (دیارِ بکر کے ایک قلعے کا نام) اور إبرَاهِيمُ غیر منصرف ہیں۔

فائدہ: علمیت وصف کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی، یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اسم علمیت اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہو۔ (وجہ اس کی پیچھے گذر چکی ہے) وصف کے علاوہ دیگر اسبابِ منع صرف کے ساتھ علمیت جمع ہو سکتی ہے۔

قولہ: العجمة: یہاں سے مصنف اسباب تسعہ میں سے پانچویں سبب عجمہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

عجمہ کی تعریف: عجمہ: عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان کا لفظ ہونا؛ جیسے: إبراهيمُ اور قالونُ.

عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ کلمہ عجمی زبان میں علم ہو، یا تو حقیقةً (یعنی عجمی اور عربی دونوں زبانوں میں علم ہو)؛ جیسے: **إبراهيمُ**، یہ عجمی زبان میں علم تھا، اور عربی زبان میں بھی علم ہے۔ یا حکماً یعنی عجمی زبان میں تو علم نہ ہو؛ لیکن عربی زبان میں منتقل کرکے بغیر کسی تصرف کے اس کو علم بنالیا گیا ہو؛ جیسے: **قالونُ**، یہ عجمی زبان میں علم نہیں تھا؛ اس لئے کہ رومی زبان میں ہر اچھی چیز کو "قالون" کہا جاتا ہے؛ لیکن عربی زبان میں منتقل کرکے بغیر کسی تصرف کے اس کو ایک اچھا پڑھنے والے قاری کا علم بنالیا گیا ہے۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات ہو، یا تو اس میں تین حروف سے زائد ہوں؛ جیسے: **إبراهيم**، یہ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس میں تین حروف سے زائد ہیں۔ یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو؛ جیسے: شَتَرُ (دیارِ بکر کے ایک قلعہ کا نام)، یہ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے؛ اس لئے کہ یہ ثلاثی متحرک الاوسط ہے۔ اگر مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو عجمہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گا اور کلمہ منصرف ہوگا، چناں چہ لِجَامٌ (جب کہ کسی کا نام رکھ دیا جائے) اور نوحٌ (باوجودیکہ ان میں علمیت اور عجمہ دو سبب پائے جارہے ہیں) منصرف ہیں، **لجامٌ** پہلی شرط (یعنی عجمی زبان میں علم ہونا) کے نہ پائے جانے کی وجہ سے؛ اس لئے کہ یہ عجمی زبان میں نہ حقیقةً علم ہے، نہ حکماً، حقیقةً علم نہ ہونا تو ظاہر ہے؛ اس لئے کہ بعد میں اس کو علم بنایا گیا ہے؛ اور حکماً علم اس لئے نہیں ہے کہ اس میں تصرف ہوا ہے؛ اس لئے کہ

www.besturdubooks.net

الجَمعُ: شَرطُهُ: صِيغَةُ مُنتَهى الجُمُوعِ، بِغَيرِ هَاءٍ؛ كَمَسَاجِدَ وَمَصَابِيحَ . وَأَمَّا فَرَازِنَةٌ: فَمُنصَرِفٌ .

ترجمه : جمع: اس (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط: منتہی الجموع کا ایسا وزن ہے جو بغیر ''ہاء'' کے ہو؛ جیسے: مَسَاجِدُ اور مَصَابِیحُ. اور بہرحال فَرَازِنَةٌ : تو وہ منصرف ہے۔

اس کی اصل لگام ہے، گاف کو جیم سے بدل دیا گیا۔ اور نُوحٌ دوسری شرط (یعنی زیادتی علی الثلاث یا ثلاثی متحرک الاوسط ہونا) کے نہ پائے جانے کی وجہ سے؛ اس لئے کہ یہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔

فائدہ: تمام انبیاء کرام کے اسمائے گرامی غیر منصرف ہیں، البتہ نوح، لوط، ہود (عجمی ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے) شیث، محمد، صالح، عزیر اور شعیب عربی ہونے کی وجہ سے منصرف ہیں۔

اسی طرح تمام ملائکہ کے اسمائے گرامی غیر منصرف ہیں، البتہ: کراماً کاتبین، مُنکر نکیر اور مالک منصرف ہیں۔ اور ''رِضوان'' علمیت اور الف نون زائدتان کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ (النحو الوافی ۴/۲۱۰)

قولہ: أما الجمع: یہاں سے مصنف اسبابِ تسعہ میں سے چھٹے سبب جمع کو بیان فرما رہے ہیں۔

جمع کی تعریف: جمع: دو سے زیادہ پر دلالت کرنا اپنے واحد میں لفظی یا تقدیری تغیر کی وجہ سے؛ جیسے: رجالٌ اور مساجد. جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دو شرطیں ہیں:

(۱) جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو، جمع منتہی الجموع: وہ جمع تکسیر ہے جس میں الف جمع کے بعد دو حرف ہوں؛ جیسے: مساجدُ، یا ایک حرف مشدد ہو؛ جیسے: دوابُّ (دابّةٌ کی جمع بمعنی جانور)، یا تین حرف ہوں اور درمیانی حرف ساکن ہو؛ جیسے: مَصَابِیحُ .

(۲) اس کے آخر میں تاء بشکل ہاء نہ ہو؛ جیسے: مصابیح، یہ جمع منتہی الجموع تنہا ایک ایسے سبب کی وجہ سے غیر منصرف ہے جو دو سببوں کے قائم مقام ہوتا ہے، اور جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دونوں شرطیں اس میں پائی جا رہی ہیں؛ اس لئے کہ یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہے اور اس کے آخر میں تاء بشکل ہاء نہیں ہے۔

قولہ: بغیر ہاء: یہاں ''ھاء'' سے تاء بشکل ھاء مراد ہے، چوں کہ یہ تاء حالت وقفی میں ھاء ہو جاتی ہے، اس لئے مصنف نے اس کو ھاء سے تعبیر کر دیا، پس ''فَوَارِہ'' اور اس جیسی مثالوں سے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہ آخر میں ھاء ہونے کے باوجود غیر منصرف ہیں؛ اس لئے کہ ان کے آخر میں جو ھاء ہے وہ تاء بشکل ہاء نہیں؛ بلکہ کلمہ کا اصلی حرف ہے۔

اگر مذکورہ بالا دونوں شرطیں پائی جائیں تو جمع دو سببوں کے قائم مقام ہو کر، تنہا غیر منصرف کا سبب بنے

www.besturdubooks.net

وَ"حَضَاجِرُ" عَلَمًا لِلضَّبُعِ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ؛ لِأَنَّهُ مَنْقُوْلٌ عَنِ الْجَمْعِ .

وَ"سَرَاوِيْلُ" إِذَا لَمْ يُصْرَفْ— وَهُوَ الْأَكْثَرُ— فَقَدْ قِيْلَ: أَعْجَمِيٌّ حُمِلَ عَلٰى مَوَازِنِهِ.

ترجمہ: اور "حَضَاجِرُ" بجّو کا علم غیر منصرف ہے؛ اس لیے کہ یہ جمع سے منقول ہے۔
اور "سَرَاوِيْلُ" کو جب غیر منصرف پڑھا جائے- اور یہی اکثر استعمال ہے- تو کہا گیا ہے کہ: یہ عجمی لفظ ہے، اس کو اِس کے ہم وزنوں پر محمول کر لیا گیا ہے۔

گی؛ چناں چہ یہی وجہ ہے کہ مَسَاجِدُ اور مَصَابِيْحُ تنہا جمع کی وجہ سے غیر منصرف ہیں، کیوں کہ ان میں جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دونوں شرطیں پائی جا رہی ہے، یہ منتہی الجموع کے وزن پر بھی ہیں اور ان کے آخر میں تاء بشکل ہاء بھی نہیں آتی ہے۔ اور رِجَالٌ جمع ہونے کے باوجود منصرف ہے؛ اس لئے کہ یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر نہیں ہے؛ اور فرازنۃٌ (فِرزان کی جمع بمعنی شطرنج کی رانی) جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کے باوجود، منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس کے آخر میں تاء بشکل ہاء ہے۔

قولہ: وحضاجر علما الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ فی الحال بھی کلمہ میں جمعیت کے معنی پائے جاتے ہوں؛ بلکہ اگر کوئی کلمہ اپنی اصل کے اعتبار سے جمع ہو، پھر کسی عارض کی وجہ سے اس میں جمعیت کے معنی نہ رہے ہوں، تو اگر اس میں جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی مذکورہ بالا دونوں شرطیں موجود ہیں تو وہ جمع اصلی کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا؛ جیسے: "حَضَاجِرُ" باوجودیکہ فی الحال جمع نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ بجّو کا علمِ جنسی (۱) ہے، اس کا اطلاق ایک اور ایک سے زیادہ سب پر ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ یہ اپنی اصل کے اعتبار سے حَضْجَرٌ کی جمع ہے، پھر جمع سے نقل کر کے اسے بجّو کا علم جنسی بنایا گیا ہے، اور اس میں جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی مذکورہ بالا دونوں شرطیں موجود ہیں؛ اس لیے یہ جمعیتِ اصلیہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

تنبیہ "حَضَاجِرُ" مذکر و مؤنث ہر طرح کے بجّو کا علمِ جنسی ہے، اور اس کی علمیت اس کے غیر منصرف ہونے میں مؤثر نہیں؛ چناں چہ یہی وجہ ہے کہ اگر اس کی علمیت کو ختم کر دیا جائے تب بھی یہ غیر منصرف ہوتا ہے۔

قولہ: وسراویل الخ: یہاں سے مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں، اعتراض یہ ہے کہ "سَرَاوِيْلُ" کو اکثر حضرات غیر منصرف پڑھتے ہیں، حالاں کہ یہ نہ فی الحال جمع ہے اور نہ اپنی اصل کے اعتبار

---

(۱) علمِ جنسی: وہ اسم ہے جو ایسی متعینہ ماہیتِ کلیہ کے لیے وضع کیا گیا ہو جو مختلف افراد پر صادق آتی ہو؛ جیسے: حَضَاجِرُ علم جنسی ہے؛ کیوں کہ یہ ماہیتِ بجّو کے لیے وضع کیا گیا ہے جو ایک متعینہ کلی ماہیت ہے اور دنیا کے تمام بجّوؤں پر صادق آتی ہے۔

www.besturdubooks.net

وَقِيلَ: عَرَبِيٌّ، جَمْعُ سِرْوَالَةٍ تَقْدِيرًا . وَإِذَا صُرِفَ فَلاَ إِشْكَالَ .

ترجمہ : اور کہا گیا ہے کہ یہ عربی لفظ ہے، تقدیراً سِرْوَالَةٌ کی جمع ہے۔ اور جب اس کو منصرف پڑھا جائے تو پھر کوئی اشکال نہیں۔

جمع ہے؛ بلکہ یہ اسم جنس ہے، اس کا اطلاق ایک پائجامہ پر بھی ہوتا ہے اور ایک سے زیادہ پر بھی، اور غیر منصرف کا سبب جمع ہے، نہ کہ محض جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونا؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ "سَراوِیلُ" کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے، اکثر حضرات اسے غیر منصرف کہتے ہیں، اور کچھ منصرف کہتے ہیں۔ جو منصرف کہتے ہیں اُن پر تو کوئی اشکال نہیں ہے: اس لیے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے کوئی سبب موجود نہیں ہے؛ لہٰذا یہ منصرف ہوگا۔

اور جو غیر منصرف کہتے ہیں ان کی دو جماعتیں ہوگئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عجمی لفظ ہے؛ لیکن چوں کہ یہ "مَصَابِيحُ" اور "أَنَاعِيمُ" وغیرہ جمع منتہی الجموع کے ہم وزن وہم شکل ہے، اِس لیے اِس کو اُن پر محمول کر کے حکمًا جمع مان لیا گیا ہے، اور اُس جمعِ حکمی کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا گیا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی کا لفظ ہے، اور گو یہ حقیقۃً جمع نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ اہل عرب اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں اور اسبابِ منع صرف میں سے بظاہر اس میں کوئی سبب موجود نہیں ہے، اس لیے اس کو تقدیراً سِرْوَالَةٌ کی جمع مان لیا گیا ہے، تاکہ بغیر کسی سبب کے کلمہ کو غیر منصرف پڑھنا لازم نہ آئے۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمع اصلی، جمع حالی، جمع حکمی اور جمع تقدیری سب غیر منصرف کا سبب ہوتی ہیں، بشرطے کہ اسم: منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور اُس کے آخر میں "تاءِ بشکلِ ہاء" نہ آتی ہو۔

جمعِ اصلی سے مراد یہ ہے کہ: اسم اپنی اصل کے اعتبار سے جمع ہو، گو بعد میں کسی عارض کی وجہ سے اُس میں جمعیت کے معنی باقی نہ رہے ہوں۔

جمعِ حالی سے مراد یہ ہے کہ: اسم اپنی اصل کے اعتبار سے جمع ہو اور اُس میں فی الحال بھی جمعیت کے معنی موجود ہوں۔

جمعِ حکمی سے مراد یہ ہے کہ: اسم جمع تو نہ ہو؛ لیکن وہ کسی جمع کے ہم وزن وہم شکل ہو، اِس وجہ سے اُس کو جمع پر محمول کر کے اُس پر جمع کا حکم لگا دیا گیا ہو۔

جمعِ تقدیری سے مراد یہ ہے کہ: اسم نہ فی الحال جمع ہو، نہ اپنی اصل کے اعتبار سے جمع ہو، اور نہ کسی جمع کے حکم میں ہو؛ بلکہ اُسے کسی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے جمع مان لیا گیا ہو۔

www.besturdubooks.net

وَنحوُ "جَوَارٍ" رَفْعًا وَجَرًّا كَقَاضٍ .

ترجمہ: اور "جَوَارٍ" جیسی جمعیں حالتِ رفعی اور حالتِ جری میں "قَاضٍ" کی طرح ہیں۔

قولہ: ونحو "جوار" الخ: یہاں "جَوَارٍ" جیسی جمعوں سے ہر وہ جمع منقوص مراد ہے جو "فَوَاعِلُ" کے وزن پر ہو خواہ واوی ہو؛ جیسے: دَوَاعٍ (دَاعِيَةٌ کی جمع)، یہ اصل میں دَوَاعِوُ تھا۔ یا یائی ہو؛ جیسے: جَوَارٍ (جَارِيَةٌ کی جمع)، یہ اصل میں جَوَارِیُ تھا، اس کا حکم حالتِ رفعی اور جری میں صورت کے اعتبار سے "قَاضٍ" کے مانند ہوتا ہے، یعنی جس طرح حالتِ رفعی اور جری میں "قَاضٍ" کے آخر سے حرف علت حذف کر کے تنوین دیدیتے ہیں، اسی طرح "جَوَارٍ" اور اس کے نظائر کے آخر سے بھی حالتِ رفعی اور جری میں حرف علت کو حذف کر کے تنوین دیدیتے ہیں؛ جیسے: جَاءَتْنِیْ جَوَارٍ، مَرَرْتُ بِجَوَارٍ. اور حالت نصبی میں ان کی یاء متحرک مفتوح ہوتی ہے؛ جیسے: رَأَیْتُ جَوَارِیَ.

حالتِ نصبی میں تو اس طرح کی جمعیں بالاتفاق جمع منتہی الجموع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہوتی ہیں؛ کیوں کہ حالتِ نصبی میں ان کے آخر سے حرفِ علت حذف نہیں ہوتا؛ لیکن حالتِ رفعی اور جری میں منصرف ہوں گی یا غیر منصرف؟ اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات منصرف کہتے ہیں اور بعض غیر منصرف۔

جو منصرف ہونے کے قائل ہیں اُن کی دلیل یہ ہے کہ: تعلیل کا تعلق کلمہ کی ذات سے ہوتا ہے، اور منصرف اور غیر منصرف ہونا کلمہ کے احکام میں سے ہے، اور ذات حکم پر مقدم ہوتی ہے؛ لہٰذا کلمے میں پہلے تعلیل کی جائے گی، پھر اُس پر منصرف یا غیر منصرف ہونے کا حکم لگے گا، اور چوں کہ تعلیل ہونے کے بعد "جَوَارٍ" اور اس کے نظائر جمع منتہی الجموع کے وزن پر باقی نہیں رہتے، جب کہ جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونا ضروری ہے؛ اس لیے وہ منصرف ہوں گے اور ان پر جو تنوین ہے وہ تنوینِ تمکن ہوگی۔

اور جو غیر منصرف ہونے کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر چہ "جَوَارٍ" اور اس کے نظائر تعلیل ہونے کے بعد لفظاً جمع منتہی الجموع کے وزن پر باقی نہیں رہے؛ لیکن تقدیراً جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہیں؛ کیوں کہ ان کے آخر سے جو حرفِ علت حذف ہوا ہے، وہ حسبِ قاعدہ: "المحذوف کالمذکور" (محذوف مذکور کے حکم میں ہوتا ہے) مذکور کے حکم میں ہے؛ پس اس اعتبار سے ان میں جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط موجود ہے؛ لہٰذا وہ غیر منصرف ہوں گے، اور اُن پر جو تنوین ہے وہ تنوینِ عوض ہوگی۔

اور بعض اہل عرب یہ کہتے ہیں کہ غیر منصرف ہونا تعلیل پر مقدم ہے، اسی لیے وہ صرف حالتِ رفعی میں تعلیل کرتے ہیں، اس طرح کہ اولاً یاء پر ضمہ دشوار سمجھ کر یاء کو ساکن کرتے ہیں، پھر ضمہ کے عوض عین کلمہ کو تنوین

www.besturdubooks.net

التَّرْكِيبُ: شَرْطُهُ: الْعَلَمِيَّةُ، وَأَن لَّا يَكُونَ بِإِضَافَةٍ وَلَا إِسْنَادٍ؛ مِثْلُ: بَعْلَبَكَّ .

ترجمہ: ترکیب: اس (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط: علم ہونا اور ترکیبِ اضافی اور ترکیبِ اسنادی کا نہ ہونا ہے؛ جیسے: بَعْلَبَکُّ (ایک شہر کا نام)۔

دے کر؛ اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیتے ہیں۔ حالتِ نصبی اور حالتِ جری میں تعلیل نہیں کرتے؛ کیوں کہ غیر منصرف پر حالت نصبی کی طرح حالتِ جری میں بھی فتحہ آتا ہے، اور فتحہ اخف الحرکات ہے اس کو یاء پر دشوار نہیں سمجھا جاتا۔

قولہ: الترکیب: شرطہ الخ: یہاں سے مصنف اسبابِ تسعہ میں سے ساتویں سبب ترکیب کو بیان فرمارہے ہیں۔

ترکیب کی تعریف: ترکیب: دو یا دو سے زیادہ کلموں کو ملا کر ایک کر لینا اس طور پر کہ دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل نہ ہو، نیز اس کے دونوں جزؤوں میں سے کوئی جز حرف نہ ہو، جیسے: **بعلبکُّ** (ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے) یہ دو اسموں ''**بعل**'' اور ''**بک**'' سے مرکب ہے، ''**بعل**'' ایک بت کا نام ہے اور ''**بک**'' اس بادشاہ کا نام ہے جس نے یہ شہر بسایا تھا، دونوں کو ملا کر ایک کرنے کے بعد، شہر کا نام رکھ دیا گیا۔

پس **النجمُ** اور **بصریٌّ** میں جو ترکیب ہے وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گی؛ اس لئے کہ **النجم** میں الف لام اور **بصری** میں یائے نسبتی حرف ہے، لہٰذا اگر یہ کسی کا علم ہو جائیں تو اس کے باوجود بھی منصرف ہی رہیں گے۔

ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دو شرطیں ہیں:

(۱) اسم علم ہو (۲) ترکیب اضافی اور اسنادی نہ ہو؛ جیسے: **بعلبکُّ**، یہ ترکیب اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور اس میں ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دونوں شرطیں: علم ہونا اور ترکیب اضافی اور اسنادی کا نہ ہونا، پائی جارہی ہیں۔

اگر مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو ترکیب غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گی۔ چناں چہ: **عبداللہ** باوجودیکہ اس میں دو سبب ترکیب اور علمیت پائے جارہے ہیں، منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس میں ترکیب اضافی ہے، پس ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دوسری شرط نہیں پائی گئی۔ اور **شاب قرناها** (بحالت علمیت) باوجودیکہ اس میں دو سبب ترکیب اور علمیت پائے جارہے ہیں مبنی ہے؛ اس لئے کہ اس میں ترکیب اسنادی ہے؛ لہٰذا ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دوسری شرط نہیں پائی گئی۔

www.besturdubooks.net

الأَلِفُ وَالنُّوْنُ: إِنْ كَانَتَا فِيْ اِسْمٍ، فَشَرْطُهُ: الْعَلَمِيَّةُ؛ كَعِمْرَانَ. أَوْ فِيْ صِفَةٍ، فَانْتِفَاءُ "فَعْلَانَةٍ"، وَقِيْلَ: وُجُوْدُ "فَعْلٰى"؛ وَمِنْ ثَمَّ اخْتُلِفَ فِيْ رَحْمٰنَ، دُوْنَ سَكْرَانَ وَ نَدْمَانٍ .

ترجمہ: الف ونون (زائدتان): اگراسم ذات (کے آخر) میں ہوں، توان (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط: علمیت ہے؛ جیسے: عِمْرَانُ. اور اگراسم صفت (کے آخر) میں ہوں تو (ان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط) "فَعْلَانَةٌ" کے وزن کا نہ ہونا ہے۔اور کہا گیا ہے کہ: "فَعْلٰی" کے وزن کا پایا جانا ہے؛ اوراسی وجہ سے رَحْمٰن میں اختلاف کیا گیا ہے، نہ کہ سَکْرَانُ (بمعنی مدہوش) اور نَدْمَانٌ (بمعنی ساتھی) میں۔

قولہ: الألف والنون الخ: یہاں سے مصنف اسباب تسعہ میں سے آٹھویں سبب الف ونون زائدتان کو بیان فرمارہے ہیں۔

الف ونون زائدتان: اسم کے آخر میں الف ونون کا زائد ہونا؛ جیسے: عِمْرَانُ اورسکرانُ .

الف ونون زائدتان: اگراسم ذات کے آخر میں ہوں توان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو، جیسے: عمرانُ اور عثمانُ. یہ دونوں الف ونون زائدتان اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں؛ اس لئے کہ یہ دونوں علم ہیں۔اگر یہ شرط نہیں پائی گئی تو الف ونون زائدتان غیر منصرف کا سبب نہیں بنیں گے اوراسم منصرف ہوگا؛ جیسے سَعْدَانٌ (ایک گھاس کا اسم) باوجودیکہ اس کے آخر میں الف ونون زائدتان ہے، منصرف ہے؛ اس لئے کہ یہ علم نہیں ہے؛ بلکہ اسم جنس ہے۔

اسم ذات: وہ اسم ہے جوکسی ذات پر دلالت کرے اوراس میں اس کی کسی صفت کا لحاظ نہ کیا گیا ہو۔

اوراگر الف ونون زائدتان اسم صفت کے آخر میں ہوں توان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط کے سلسلے میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس کی مؤنث "فَعْلَانَةٌ" کے وزن پر نہ آتی ہو، اور بعض کہتے ہیں کہ اُس کی مؤنث "فَعْلٰی" کے وزن پرآتی ہو؛ چناں چہ یہی وجہ ہے کہ رَحْمٰن کے منصرف وغیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے، جوحضرات یہ کہتے ہیں کہ اس کی مؤنث "فَعْلَانَةٌ" کے وزن پر نہ آتی ہو، اُن کے نزدیک یہ غیر منصرف ہے؛ کیوں کہ اس کی کوئی مؤنث نہیں آتی، نہ "فَعْلٰی" کے وزن پر اور نہ "فَعْلَانَةٌ" کے وزن پر۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ اُس کی مؤنث "فَعْلٰی" کے وزن پرآتی ہو، اُن کے نزدیک منصرف ہے؛ کیوں کہ جب اس کی کوئی مؤنث ہی نہیں آتی تو اُن کے نزدیک بھی شرط نہیں پائی گئی۔

اور سَکْرَانُ (بمعنی مدہوش) سب کے نزدیک الف ونون زائدتان اوروصف کی وجہ سے غیر منصرف

www.besturdubooks.net

وَوَزْنُ الْفِعْلِ: شَرْطُهُ: أَن يَّخْتَصَّ بِهٖ؛ كَشَمَّرَ، وَضُرِبَ . أَوْ يَكُوْنَ فِيْ أَوَّلِهٖ زِيَادَةٌ كَزِيَادَتِهٖ، غَيْرَ قَابِلٍ لِلتَّاءِ؛ وَمِنْ ثَمَّ امْتَنَعَ "أَحْمَرُ"، وَانْصَرَفَ "يَعْمَلٌ".

ترجمہ : اوروزنِ فعل: اس (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط: یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو؛ جیسے: شَمَّرَ (حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا علم)، اور ضُرِبَ (بحالتِ علمیت)۔ یا اُس کے شروع میں زیادتی ہو فعل کی زیادتی کے مانند، درآں حالیکہ وہ "تاء" کو قبول کرنے والا نہ ہو؛ اسی وجہ سے أَحْمَرُ غیر منصرف ہے، اور یَعْمَلٌ منصرف ہے۔

ہے؛ جو یہ کہتے ہیں کہ اس کی مؤنث "فَعْلَانَةٌ" کے وزن پر نہ آتی ہو، اُن کے نزدیک اس لیے غیر منصرف ہے کہ اس کی مؤنث "فعلانةٌ" کے وزن پر سکرانةٌ نہیں آتی؛ اور جو یہ کہتے ہیں کہ اس کی مؤنث "فَعْلٰی" کے وزن پر آتی ہو، اُن کے نزدیک اس لیے غیر منصرف ہے کہ اس کی مؤنث "فَعْلٰی" کے وزن پر سکریٰ آتی ہے؛ لہٰذا دونوں حضرات کے نزدیک شرط پائی گئی۔ اور ندمانٌ بمعنی ندیم (ساتھی) سب کے نزدیک منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس کی مؤنث "فعلانةٌ" کے وزن پر ندمانةٌ آتی ہے، "فَعْلٰی" کے وزن پر نہیں آتی؛ لہٰذا کسی کے نزدیک بھی شرط نہیں پائی گئی۔

اسم صفت: وہ اسم ہے جو کسی ذات پر دلالت کرے اور اس کی کسی صفت کا لحاظ کیا گیا ہو۔

فائدہ: اگر ندمان کو بمعنی نادم (شرمندہ) لیا جائے تو اس صورت میں یہ غیر منصرف ہوگا؛ اس لئے کہ ندمان بمعنی نادم کی مؤنث ندمیٰ آتی ہے، ندمانةٌ نہیں آتی۔

قولہ: وزن الفعل: یہاں سے مصنف اسبابِ تسعہ میں سے نویں سبب وزن فعل کو بیان فرما رہے ہیں۔

وزن فعل: اسم کا فعل کے وزن پر ہونا؛ جیسے: شَمَّر (حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا نام)، دُئِلَ ایک قبیلے کا نام)۔

وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات ہو:

(۱) یا تو وہ وزن، فعل کے ساتھ خاص ہو اور اسم میں فعل سے منقول ہو کر استعمال ہو، مثلاً باب تفعیل کی ماضی معروف فَعَّلَ، اور ثلاثی مجرد کی ماضی مجہول فُعِلَ (یہ دونوں وزن فعل کے ساتھ خاص ہیں)، اول کی مثال، جیسے: شمّر۔ ثانی کی مثال: جیسے: ضُرِب (بحالتِ علمیت)، یہ دونوں علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہیں، اور ان میں وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط پائی جا رہی ہے؛ اس لئے کہ یہ دونوں وزن فعل کے ساتھ خاص ہیں، اور یہاں فعل سے منقول ہو کر استعمال ہوئے ہیں۔

www.besturdubooks.net

وَمَا فِيهِ عَلَمِيَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ: إِذَا نُكِّرَ صُرِفَ؛ لِمَا تَبَيَّنَ أَنَّهَا لَاتُجَامِعُ مُؤَثِّرَةً إِلَّا مَا هِيَ

ترجمہ : اوروہ اسمِ غیرمنصرف جس میں علمیت مؤثر ہو، جب اُس کونکرہ بنادیا جائے تووہ منصرف ہوجائے گا؛ کیوں یہ معلوم ہوچکاہے کہ علمیت مؤثر ہوکر جمع نہیں ہوتی مگر اُس سبب کے ساتھ جس میں علمیت

---

(۲) یااس کے شروع میں فعل مضارع کی طرح حروفِ ''أَتَيْنَ'' میں سے کوئی حرف زائد ہو،اورآخر میں تاءبشکل ہاءنہ آتی ہو، جیسے: أحمدُ، یشکرُ، تغلبُ اور نرجسُ (بحالتِ علمیت)، یہ چاروں، علمیت اوروزن فعل کی وجہ سے غیرمنصرف ہیں، اوروزن فعل کے غیرمنصرف کا سبب بننے کی شرط حروفِ ''أَتَيْنَ'' میں سے کسی حرف کازائد ہونااورآخر میں تاءبشکل ہاءکانہ آنا، ان میں پائی جارہی ہے۔

اگرمذکورہ دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی گئی، تو وزن فعل غیرمنصرف کا سبب نہیں بنے گا اور اسم منصرف ہوگا۔مثلاً: شروع میں حروفِ ''أَتَيْنَ'' میں سے کوئی حرف زائد ہو؛ لیکن آخر میں تاءبشکل ہاءآتی ہو، جیسے: یعملٌ (بحالت علمیت)، باوجودیکہ اس میں وزن فعل اورعلمیت ہے، اورشروع میں حروفِ ''أَتَيْنَ'' میں سے یاءبھی ہے؛ لیکن یہ منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس کے آخر میں تاءبشکل ہاءآتی ہے، چناں چہ اہل عرب ''ناقة یعملة'' استعمال کرتے ہیں۔یاشروع میں حروفِ ''أَتَيْنَ'' میں سے کوئی حرف ہو؛ لیکن زائد نہ ہو؛ جیسے: نَهشَلٌ (بوڑھا) اورألوَقٌ (سوار)، باوجودیکہ ان میں وزن فعل اوروصف ہے؛ لیکن یہ منصرف ہیں؛ اس لئے کہ ان کے شروع میں جونون یاالف ہے وہ زائد نہیں؛ بلکہ کلمہ کااصلی حرف ہے؛ اس لئے کہ نهشلٌ اسم جامدرباعی ہے اورألوقٌ، ألوقةٌ بروزن فَعْلَلَةٌ سے ماخوذ ہے۔

یاوہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو؛ جیسے: ضَرَبَ (بحالت علمیت)، باوجودیکہ اس میں وزن فعل اور علمیت ہے؛ لیکن یہ منصرف ہے؛ اس لئے کہ یہ وزن: فعل کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ اسم میں بھی پایا جاتا ہے؛ جیسے: شَجَرٌ (درخت)۔

قوله: وما فيه علمية مؤثرة الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ وہ اسم غیرمنصرف جس میں علمیت مؤثر ہو؛ خواہ شرط بن کرمؤثر ہو، یامستقل سبب بن کر، اگراس کی علمیت ختم کرکے اُسے نکرہ بنادیا جائے تووہ منصرف ہوجائے گا؛ اس لیے کہ بعض اسم غیرمنصرف توایسے ہیں جن میں علمیت شرط بن کرمؤثر ہوتی ہے؛ مثلاً:

(۱) وہ اسم جس میں تانیث بالتاءیاتانیث معنوی اورعلمیت ہو (۲) وہ اسم جس میں عجمہ اورعلمیت ہو (۳) وہ اسم جس میں ترکیب اورعلمیت ہو (۴) وہ اسم جس میں الف نون زائدتان اورعلمیت ہو۔

شَرطٌ فِیہِ، إِلَّا الْعَدْلَ وَوَزْنَ الْفِعلِ، وَهُمَا مُتَضَادَّانِ، فَلَا يَكُوْنُ مَعَهَا إِلَّا أَحَدُهُمَا، فَإِذَا نُكِّرَ بَقِيَ بِلَا سَبَبٍ أَوْ عَلٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ.

ترجمہ : شرط ہے؛سوائے عدل اور وزنِ فعل کے،اور وہ دونوں (یعنی عدل اور وزنِ فعل) آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں؛ لہٰذا علمیت کے ساتھ اُن دونوں میں سے صرف کوئی ایک ہوگا، پس جب اُس اسم کو نکرہ بنا دیا جائے گا تو وہ بغیر کسی سبب کے یا ایک سبب پر باقی رہ جائے گا۔

اور بعض اسم غیر منصرف ایسے ہیں جن میں علمیت مستقل سبب بن کر مؤثر ہوتی ہے،شرط بن کر نہیں؛ مثلاً: (۱) وہ اسم جس میں عدل اور علمیت ہو (۲) وہ اسم جس میں وزن فعل اور علمیت ہو۔

تو جس اسم غیر منصرف میں علمیت شرط بن کر مؤثر ہوتی ہے، اگر علمیت ختم کر کے اُسے نکرہ بنا دیا جائے، تو اُس میں سبب ہونے کی حیثیت سے ایک بھی سبب باقی نہیں رہے گا؛ اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ جب شرط فوت ہو جاتی ہے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا وہ منصرف ہو جائے گا؛ مثلا: طلحة تانیث بالتاء اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے، اگر آپ علمیت ختم کر کے اس کو نکرہ بنا دیں تو سبب ہونے کی حیثیت سے اس میں ایک بھی سبب باقی نہیں رہے گا، اور جب کوئی سبب باقی نہ رہا تو یہ منصرف ہو جائے گا۔ چناں چہ آپ کہیں گے: جاء نی طلحةُ و طلحةٌ آخر.

اور جس اسم غیر منصرف میں علمیت مستقل سبب بن کر مؤثر ہوتی ہے، اگر علمیت ختم کر کے اُسے نکرہ بنا دیا جائے، تو اُس میں صرف ایک سبب (عدل یا وزنِ فعل) باقی رہ جائے گا، لہٰذا وہ منصرف ہو جائے گا؛ اس لئے کہ محض عدل یا وزنِ فعل کی وجہ سے اسم غیر منصرف نہیں ہوتا۔ مثلاً: عمر عدل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے، اگر آپ علمیت ختم کر کے اس کو نکرہ بنا دیں تو اس میں صرف ایک سبب عدل رہ جائے گا، چوں کہ محض ایک سبب (عدل) کی وجہ سے اسم غیر منصرف نہیں ہوتا، لہٰذا یہ منصرف ہو جائے گا، چناں چہ آپ کہیں گے: جاء نی عمرُ و عمرٌ آخر.

قوله: وهما متضادان الخ: اس عبارت سے مصنف ایک وہم دور کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ ممکن ہے کہ کسی اسم میں علمیت کے ساتھ عدل اور وزنِ فعل دونوں ہوں، تو اگر اس کی علمیت ختم کر دی جائے، تب بھی اُس میں دو سبب: عدل اور وزنِ فعل باقی رہ جائیں گے؛ لہٰذا وہ غیر منصرف ہوگا، حالاں کہ آپ کے بیان کے مطابق اُس کو منصرف ہو جانا چاہئے؛ کیوں کہ اُس میں علمیت مؤثر تھی، اور وہ ختم کی جا چکی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ عدل اور وزنِ فعل آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں؛ لہٰذا یہ ایک ساتھ جمع نہیں

www.besturdubooks.net

وَخَالَفَ سِيبَوَيْهِ الْأَخْفَشَ فِيْ مِثْلِ "أَحْمَرَ" عَلَمًا، إِذَا نُكِّرَ، اِعْتِبَارًا لِلصِّفَةِ الْأَصْلِيَّةِ بَعْدَ التَّنْكِيْرِ .

ترجمه : اورامام سیبویہ نے اخفش سے اختلاف کیا ہے "أَحْمَر" جیسے اسماء میں درآں حالیکہ وہ علم ہوں، جب اُن کونکرہ بنادیا جائے؛ نکرہ بنانے کے بعد وصفِ اصلی کا اعتبار کرنے کی وجہ سے۔

ہوسکتے؛ کیوں کہ عدل کے چھ اوزان ہیں: (۱) فَعَلُ؛ جیسے: سَحَرُ (رات کا آخری حصہ) (۲) فَعَالُ؛ جیسے: قَطَامُ (ایک عورت کا نام) (۳) فُعَالُ؛ جیسے: ثُلَاثُ (تین تین) (۴) مَفْعَلُ؛ جیسے: مَثْلَثُ (تین تین) (۵) فُعَلُ؛ جیسے: اُخَرُ (دوسرے) (٦) فَعْلُ؛ جیسے: أَمْسُ (گزشتہ کل)، اوران چھ اوزان میں سے کوئی فعل کا وزن نہیں ہے۔ لہٰذا علمیت کے ساتھ عدل اور وزنِ فعل میں سے کوئی ایک ہی ہوگا، دونوں ایک ساتھ نہیں ہوسکتے، اور جب دونوں میں سے کوئی ایک ہی ہوگا، تو وہاں علمیت ختم کردینے کے بعد یا تو صرف عدل باقی رہ جائے گا یا صرف وزنِ فعل، اور تنہا عدل یا وزنِ فعل کی وجہ سے کوئی اسم غیر منصرف نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: نکرہ بنانے کے لئے علمیت ختم کرنے کے تین طریقے ہیں:

(۱) علم بول کر اُس نام کی جماعت میں سے کوئی فردِ غیر معین مراد لیا جائے؛ مثلاً: احمد ایک جماعت کا نام ہے، آپ احمد بول کر اُس جماعت کا کوئی فردِ غیر معین مراد لیں، اس سے احمد کی علمیت ختم ہوجائے گی اور وہ نکرہ ہوجائے گا۔ چناں چہ آپ کہیں گے: **جاء نی أحمدُ و أحمدٌ آخرُ** (میرے پاس احمد آیا اور احمد نامی جماعت کا ایک فرد غیر معین آیا)۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ علم بول کر جس کا علم ہو، اُس کا کوئی وصفِ مشہور مراد لیا جائے؛ مثلاً: فرعون بول کر اُس کا وصف مشہور مبطل (باطل پرست ہونا) اور موسیٰ بول کر اُن کا وصف مشہور محق (حق پرست ہونا) مراد لیں، اس سے ان کی علمیت ختم ہوجائے گی اور یہ نکرہ ہوجائیں گے۔

(۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ علم کی تثنیہ یا جمع لے آئیں، مثلاً أَحْمَدَانِ یا أَحْمَدُوْنَ کہیں، اس سے بھی علمیت ختم ہوجائے گی اور اسم نکرہ ہوجائے گا۔

قوله: وخالف سيبويه الخ: یہاں اخفش سے امام ابوالحسن اخفش سیبویہ کے شاگرد مراد ہیں؛ چوں کہ امام اخفش کا قول زیادہ ظاہر اور مذکورہ ضابطہ کے موافق ہے، اس لیے مصنف نے ان کے قول کو اصل قرار دیا اور مخالفت کی نسبت امام سیبویہ کی طرف کی۔

یہاں "أَحْمَر" جیسے اسماء سے ہر وہ اسم مراد ہے جو کسی کا علم بنادیا گیا ہو اور اُس میں علمیت سے پہلے

www.besturdubooks.net

وَلَا يَلْزَمُهُ "بَابُ حَاتِمٍ"؛ لِمَا يَلْزَمُ مِنْ اِعْتِبَارِ الْمُتَضَادَّيْنِ فِيْ حُكْمٍ وَاحِدٍ .

ترجمہ : اور امام سیبویہ پر "باب حاتم" (میں وصفِ اصلی کا اعتبار کرنا) لازم نہیں ؛ کیوں کہ (اس سے) ایک ہی حکم میں دو متضاد چیزوں کا اعتبار کرنا لازم آئے گا۔

معنیٔ وصفی ظاہر ہوں، اگر اِس طرح کے اسماء کی علمیت ختم کر کے اُن کو نکرہ بنا دیا جائے، تو اُن میں علمیت سے پہلے جو معنیٔ وصفی تھے، اُن کا اعتبار ہوگا یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، امام سیبویہ فرماتے ہیں کہ اعتبار ہوگا: کیوں کہ وہاں معنیٔ وصفی کا اعتبار کرنے سے علمیت مانع تھی، جب علمیت ختم کر دی گئی، تو کوئی مانع رہا؛ لہٰذا معنیٔ وصفی کا اعتبار کیا جائے گا؛ پس اگر وہاں وصفِ اصلی کے علاوہ کوئی دوسرا سبب: مثلاً عدل یا الف ونون زائدتان ہو، تو وہ اسم وصف اصلی اور اُس دوسرے سبب کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔

اور امام ابوالحسن اخفش فرماتے ہیں کہ: اُس معنیٔ وصفی کا اعتبار نہیں ہوگا: اس لیے کہ وہاں معنیٔ وصفی علمیت کی وجہ سے ختم ہو چکے ہیں، اور علمیت نکرہ بنا دینے کی وجہ سے ختم ہوگئی، اور جو چیز ایک مرتبہ ختم ہو جاتی ہے، بلا ضرورت دوبارہ اُس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ؛ کیوں کہ اصل اسماء میں منصرف ہونا ہے؛ لہٰذا یہاں معنیٔ وصفی کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مثلاً: أَحْمَر کسی کا علم ہو، پھر اِس کی علمیت ختم کر کے اِسے نکرہ بنا دیا جائے، تو امام سیبویہ کے نزدیک یہ وصفِ اصلی اور وزنِ فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا؛ کیوں کہ وہ اُس معنیٔ وصفی کا اعتبار کرتے ہیں جو اِس میں علمیت سے پہلے تھے۔ اور امام اخفش کے نزدیک منصرف ہوگا؛ اس لیے کہ جو معنیٔ وصفی علمیت کی وجہ سے ختم ہوگئے، وہ دوبارہ اُن کا اعتبار نہیں کرتے؛ لہٰذا علمیت کے ختم ہو جانے کے بعد اِس میں صرف وزنِ فعل باقی رہ گیا، اور تنہا وزنِ فعل کی وجہ سے کوئی اسم غیر منصرف نہیں ہوسکتا۔

قوله: ولا يلزمه الخ: امام سیبویہ پر بعض لوگوں نے ایک اعتراض کیا ہے، یہاں سے مصنف اُس کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ یہاں "باب حاتم" سے مراد: ہر وہ علم ہے جس میں اصلِ وضع کے اعتبار سے معنیٔ وصفی پائے جاتے ہوں، اور اُس کی علمیت کو ختم نہ کیا گیا ہو؛ جیسے: حاتم ایک مشہور سخی کا علم ہے، اور اصل وضع کے اعتبار سے اس میں معنیٔ وصفی (یعنی درست کرنے اور حکم کرنے کے معنی) پائے جاتے ہیں، اور اس کی علمیت کو ختم نہیں کیا گیا ہے۔

اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ: امام سیبویہ نے جس طرح "أَحْمَر" جیسے اسماء میں علمیت ختم کر دینے کے بعد وصفِ اصلی کا اعتبار کر کے، اُن کو غیر منصرف قرار دیا ہے، اسی طرح اُن کو چاہئے کہ "باب حاتم" میں علمیت

www.besturdubooks.net

وَجَمِيعُ الْبَابِ بِاللَّامِ أَوْ بِالإِضَافَةِ يَنْجَرُّ بِالْكَسْرِ .
الْمَرْفُوعَاتُ، هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ .

ترجمہ: اور پورا بابِ غیر منصرف ''لامِ تعریف'' یا اضافت کی وجہ سے کسرہ کی شکل میں مجرور ہوتا ہے۔ یہ مرفوعات ہیں، وہ (یعنی مرفوع) وہ اسم ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو۔

کے ساتھ وصفِ اصلی کا اعتبار کر کے، ان کو علمیت اور وصفِ اصلی کی وجہ سے غیر منصرف قرار دیں، حالاں کہ ''بابِ حاتم'' میں وہ بھی وصفِ اصلی کا اعتبار نہیں کرتے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ: علمیت اور وصف دو متضاد چیزیں ہیں؛ کیوں کہ علم ذاتِ معین پر دلالت کرتا ہے، اور وصف ذاتِ مبہم پر؛ لہٰذا علمیت کے ساتھ وصفِ اصلی کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ اگر ایسا کریں گے، تو ایک ہی حکم (یعنی غیر منصرف ہونے) میں دو متضاد چیزوں کا اعتبار کرنا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں؛ لہٰذا ''بابِ حاتم'' منصرف ہوگا؛ کیوں کہ اِس میں صرف ایک سبب علمیت ہے، اور تنہا علمیت کی وجہ سے کوئی اسم غیر منصرف نہیں ہوسکتا۔

قولہ: وجميع الباب الخ: یہاں سے مصنف ایک اور ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، وہ یہ کہ: غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی؛ لیکن اگر غیر منصرف پر ''الف لام'' داخل ہو جائے یا اُس کی اضافت کر دی جائے تو حالتِ جری میں اُس پر کسرہ آجاتا ہے؛ کیوں کہ ''الف لام'' اور اضافت کی وجہ سے غیر منصرف بعض کے نزدیک منصرف ہو جاتا ہے، اور بعض کے نزدیک منصرف کے حکم میں ہو جاتا ہے؛ لہٰذا حالتِ جری میں اُس پر فتحہ نہیں آئے گا؛ بلکہ کسرہ آئے گا؛ جیسے: **مررتُ بالأحْمَدِ وبأحمدِكم** .

اور تنوین اب بھی نہیں آئے گی؛ کیوں کہ ''الف لام'' کا داخل ہونا اور اضافت مانعِ تنوین ہیں۔

قولہ: المرفوعات، وهو الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کو بیان فرما رہے ہیں۔ ''هو'' ضمیر کا مرجع مرفوع ہے جس پر ''**المرفوعات**'' دلالت کر رہا ہے۔

مرفوعات : **مرفوعٌ** کی جمع ہے، نہ کہ **مرفوعةٌ** کی؛ اس لئے کہ مرفوع، منصوب، مجرور اسم کی صفت ہیں اور اسم مذکر **لا یعقل** ہے، اور جس طرح مؤنث کی جمع الف تاء کے ساتھ آتی ہے، مذکر **لا یعقل** کی صفت کی جمع بھی الف تاء کے ساتھ آتی ہے۔

مرفوع: وہ اسم ہے جو فاعلیت کی علامت (یعنی رفع) پر مشتمل ہو۔ رفع: کبھی ضمہ کی شکل میں آتا ہے، کبھی واو کی شکل میں، کبھی الف کی شکل میں۔ اس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔ (دیکھئے: ص: ۳۸)

www.besturdubooks.net

فَمِنْهُ: الْفَاعِلُ، وَهُوَ مَا أُسْنِدَ إِلَيْهِ الْفِعْلُ أَوْ شِبْهُهُ، وَقُدِّمَ عَلَيْهِ، عَلٰى جِهَةِ قِيَامِهٖ بِهٖ ؛ مِثْلُ: قَامَ زَيْدٌ، وَزَيْدٌ قَائِمٌ أَبُوْهُ .

ترجمہ: پس مرفوعات میں سے: (ایک قسم) فاعل ہے، اور وہ (یعنی فاعل) وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد کی گئی ہو، اور اُس (فعل یا شبہ فعل) کو اُس پر مقدم کیا گیا ہو، اُس (فعل یا شبہ فعل) کے اُس کے ساتھ قائم ہونے کے طور پر؛ جیسے: قَامَ زَيْدٌ (زید کھڑا ہوا)، زَيْدٌ قَائِمٌ أَبُوْهُ (زید کا باپ کھڑا ہے)۔

مصنف کے بیان کے مطابق مرفوعات سات ہیں: فاعل، نائب فاعل، مبتدا، خبر، حروف مشبہ بالفعل کی خبر، لائے نفی جنس کی خبر، ماولا مشابہ بلیس کا اسم۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اگر صرف اسماء مرفوعہ کو لیا جائے، تو مرفوعات نو ہیں: سات تو وہ جو ابھی ذکر کیے گئے، اور آٹھواں: افعال ناقصہ کا اسم، اور نواں افعال مقاربہ کا اسم۔ اور اگر مطلق مرفوعات کو لیا جائے تو مرفوعات دس ہیں، نو مذکورہ، اور دسواں فعل مضارع جب کہ عامل ناصب و جازم سے خالی ہو۔ (شرح شذور الذہب ص:۸۰)

قولہ: فمنه الفاعل الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی پہلی قسم فاعل کو بیان فرما رہے ہیں۔ ''فمنه'' میں ''ہاء'' ضمیر ''**ما اشتمل على علم الفاعلية**'' کی طرف راجع ہے؛ چوں کہ ''ما'' لفظ کے اعتبار سے واحد ہے، اس لیے واحد کی ضمیر لائے۔

فاعل کی تعریف: فاعل: وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل یا شبہ فعل ہو، اور اس فعل یا شبہ فعل کی اس اسم کی طرف اسناد کی گئی ہو، اس طور پر کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو، اس پر واقع نہ ہو۔ اول کی مثال: جیسے: قامَ زيدٌ میں زید۔ (۱) ثانی کی مثال: جیسے: زيدٌ قائمٌ أبوهُ میں أبوه۔ (۲)

فوائدِ قیود: ''**وقدم عليه**'' سے نائب فاعل کے علاوہ دیگر مرفوعات: مبتدا خبر وغیرہ کو نکال دیا؛ اس لئے کہ ان سے پہلے فعل یا شبہ فعل نہیں ہوتا، اور ''**على جهة قيامه به**'' سے نائب فاعل کو نکال دیا؛ اس لئے کہ اس کے ساتھ فعل قائم نہیں ہوتا؛ بلکہ اس پر واقع ہوتا ہے۔

قولہ: ما أسند إليه الخ: یہاں ''ما'' سے مطلق اسم مراد ہے، خواہ حقیقۃً اسم ہو، جیسے: مذکورہ مثالوں میں زید حقیقۃً اسم ہے، یا حکماً اسم ہو، جیسے: أَعْجَبَنِي أَنْ ضَرَبْتُ زَيْدًا میں أَنْ ضَرَبْتُ زَيْدًا حکماً اسم ہے؛

---

(۱) قام فعل، زید فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) زید مبتدا، قائم اسم فاعل، أبوه مرکب اضافی ہو کر فاعل، اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَالْأَصْلُ أَن يَّلِيَ الْفِعْلَ؛ فَلِذٰلِكَ جَازَ "ضَرَبَ غُلَامَهُ زَيْدٌ"، وَامْتَنَعَ "ضَرَبَ غُلَامُهُ زَيْدًا". وَإِذَا انْتَفَى الْإِعْرَابُ فِيْهِمَا وَالْقَرِيْنَةُ، أَوْ كَانَ مُضْمَرًا مُتَّصِلًا،

ترجمہ: اور اصل (فاعل میں) یہ ہے کہ وہ فعل کے متصلاً بعد ہو؛ چناں چہ اسی وجہ سے جائز ہے: ضَرَبَ غُلَامَهُ زَيْدٌ (زید نے اپنے غلام کو مارا)، اور ممتنع ہے: ضَرَبَ غُلَامُهُ زَيْدًا.

اور جب فاعل اور مفعول بہ میں اعرابِ لفظی اور قرینہ نہ ہو، یا فاعل ضمیر متصل ہو،

اس لئے کہ یہ ضربُ زیدٍ کے معنی میں ہے۔

اور یہاں اسناد سے وہ اسناد مراد ہے جو اسم کی طرف براہ راست ہو، کسی دوسرے اسم سے تابع ہونے کی وجہ سے نہ ہو، پس فاعل کے توابع فاعل کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ ان کی طرف اسناد اصالۃً نہیں ہوتی؛ بلکہ فاعل کے تابع ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ نیز یہاں اسناد سے مطلق اسناد مراد ہے، خواہ ایجابی ہو، جیسے: قام زیدٌ میں اسنادِ ایجابی ہے۔ یا سلبی ہو، جیسے: ماضرب زیدٌ میں اسنادِ سلبی ہے۔

قوله: قدم عليه: یہاں نوعِ فعل یا شبہ فعل کا وجوبی طور پر مقدم ہونا مراد ہے؛ تاکہ وہ مبتدا فاعل کی تعریف سے نکل جائے جس پر اُس کی خبر کو مقدم کر دیا گیا ہو؛ جیسے: کَرِيْمٌ مَنْ يُكْرِمُكَ.

قوله: على جهة قيامه به: فعل یا شبہ فعل کے اُس اسم کے ساتھ قائم ہونے سے مراد یہ ہے کہ: یا تو فعل معروف ہو اور اگر شبہ فعل ہے تو وہ معروف کے حکم میں ہو؛ مثلاً: اسم فاعل اور صفت مشبہ۔ (شرح جامی ص: ۸۷)

قوله: والأصل أن الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے متصلاً بعد واقع ہو، یعنی اُس کے اور فعل کے درمیان کوئی دوسرا معمول مثلاً: مفعول بہ، مفعول فیہ وغیرہ نہ ہو؛ چناں چہ اسی اصل کی وجہ سے ضَرَبَ غُلَامَهُ زَيْدٌ (۱) کہنا جائز ہے؛ کیوں کہ یہاں "ہاء" ضمیر کا مرجع: زید کو لفظاً مؤخر ہے؛ لیکن فاعل ہونے کی وجہ سے رتبۃً "ہاء" ضمیر پر مقدم ہے؛ لہٰذا یہاں صرف لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، اور وہ جائز ہے۔ اور ضَرَبَ غُلَامُهُ زَيْدًا کہنا جائز نہیں؛ کیوں کہ یہاں "ہاء" ضمیر کا مرجع: زید "ہاء" ضمیر سے لفظاً بھی مؤخر ہے اور مفعول بہ ہونے کی وجہ سے رتبۃً بھی مؤخر ہے؛ لہٰذا یہاں لفظاً اور رتبۃً دونوں اعتبار سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں۔

قوله: وإذا انتفى الإعراب الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہے، یہاں مصنف نے اِس طرح کے چار مواقع بیان کیے ہیں:

---

(۱) ضرب فعل، غلامہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ مقدم، زید فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

أَوْ وَقَعَ مَفْعُوْلُهُ بَعْدَ "إِلَّا" أَوْ مَعْنَاهَا، وَجَبَ تَقْدِيْمُهُ .

ترجمہ: یا اُس کا مفعول بہ "إِلَّا" یا معنیٰ "إِلَّا" کے بعد واقع ہو، تو فاعل کو (مفعول بہ پر) مقدم کرنا واجب ہے۔

۱- اگر فاعل اور مفعول بہ دونوں میں سے کسی پر بھی اعرابِ لفظی نہ ہو، اور التباس کا خوف ہو، یعنی فاعل کی فاعلیت اور مفعول بہ کی مفعولیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظی یا معنوی قرینہ موجود نہ ہو، کہ جس سے فاعل اور مفعول بہ کے درمیان فرق کیا جا سکے، تو ایسی صورت میں فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہے؛ جیسے: ضَربتْ رُشْدٰی سُعدٰی (رشدی نے سعدی کو مارا)، یہاں فاعل رشدی کو مفعول بہ سعدی پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ رشدی اور سعدی دونوں میں سے کسی پر اعرابِ لفظی بھی نہیں ہے، اور کوئی قرینہ بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ دونوں فاعل اور مفعول بہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اگر یہاں فاعل کو مقدم نہیں کریں گے تو التباس لازم آئے گا۔

قرینہ: اس چیز کو کہتے ہیں جو بغیر وضع کے مراد کی تعیین یا محذوف پر دلالت کرے۔ قرینہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) قرینہ لفظیہ (۲) قرینہ معنویہ۔

قرینہ لفظیہ: یہ ہے کہ کلام میں مراد کی تعیین یا محذوف پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ موجود ہو؛ جیسے: ضربتْ موسٰی بشرٰی (بشری نے موسی کو مارا)، اس مثال میں بشرٰی کی فاعلیت پر دلالت کرنے والا لفظ: تائے تانیث ساکنہ موجود ہے۔ اس کو قرینہ مقالیہ بھی کہتے ہیں۔

قرینہ معنویہ: یہ ہے کہ کلام میں مراد کی تعیین یا محذوف پر دلالت کرنے والے معنی موجود ہوں؛ جیسے: أکل الکمثرٰی یحیٰی (یحیٰ نے ناشپاتی کھائی) اس میں یحیٰ کی فاعلیت پر دلالت کرنے والے معنی (یعنی کھانے کی صلاحیت رکھنا) موجود ہیں۔ اس کو قرینہ حالیہ بھی کہتے ہیں۔

۲- فاعل ضمیر متصل ہو، خواہ مفعول بہ اسم ظاہر ہو یا اسم ضمیر، بشرطے کہ مفعول بہ فعل کے بعد ہو؛ جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا (میں نے زید کو مارا)، یہاں فاعل ضمیرِ متکلم کو مفعول بہ زید پر مقدم کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اگر یہاں فاعل کو مقدم نہیں کریں گے تو ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں۔

۳- فاعل کا مفعول بہ "إِلَّا" کے بعد واقع ہو، بشرطے کہ "إِلَّا" تقدیم کی صورت میں بھی فاعل اور مفعول بہ کے درمیان واقع ہو اور تاخیر کی صورت میں بھی؛ جیسے: مَا ضَرَبَ زَيْدٌ إِلَّا عَمْرًا (زید نے نہیں مارا مگر عمرو کو)، یہاں فاعل زید کو مفعول بہ عمرو پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ اگر یہاں فاعل کو مقدم نہیں کریں گے تو کلام میں جو حصر مقصود ہے وہ بدل جائے گا؛ کیوں کہ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ زید نے صرف عمرو کو مارا ہے، کسی

www.besturdubooks.net

وَإِذَا اتَّصَلَ بِهِ ضَمِيرُ مَفْعُولٍ، أَوْ وَقَعَ بَعْدَ "إِلَّا" أَوْ مَعْنَاهَا، أَوِ اتَّصَلَ بِهِ مَفْعُولُهُ وَهُوَ غَيْرُ مُتَّصِلٍ، وَجَبَ تَاخِيرُهُ.

ترجمہ: اور جب فاعل سے مفعول بہ کی ضمیر متصل ہو، یا فاعل "إِلَّا" یا معنیٰ "إِلَّا" کے بعد واقع ہو، یا فعل سے اُس کا مفعول بہ متصل ہو اور فاعل متصل نہ ہو، تو فاعل کو (مفعول بہ سے) مؤخر کرنا واجب ہے۔

اور کو نہیں مارا، البتہ یہ ممکن ہے کہ عمرو کو کسی اور نے بھی مارا ہو، جب کہ فاعل کو مؤخر کرنے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ عمرو کو صرف زید نے مارا ہے کسی اور نے نہیں مارا؛ البتہ اس بات کا امکان ہے کہ زید نے عمرو کے علاوہ کسی اور کو بھی مارا ہو، اور یہ خلاف مقصود ہے۔

۴- فاعل کا مفعول بہ معنیٰ "إِلَّا" (یعنی إِنَّمَا) کے بعد واقع ہو؛ جیسے: **إِنَّمَا ضَرَبَ حَامِدٌ خَالِدًا** (حامد نے صرف خالد کو مارا)، یہاں فاعل حامد کو مفعول بہ خالد پر مقدم کیا گیا ہے؛ کیوں کہ "إِنَّمَا" کو استعمال کرنے کی صورت میں حصر کا تعلق آخری جز سے ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر یہاں فاعل کو مؤخر کریں گے تو کلام میں جو حصر مقصود ہے وہ بدل جائے گا۔

قوله: وإذا اتصل به الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں فاعل کو مفعول بہ سے مؤخر کرنا واجب ہے، مصنف نے یہاں اس کے بھی چار مواقع بیان کیے ہیں:

۱- فاعل سے مفعول بہ کی ضمیر متصل ہو، یعنی فاعل ایسی ضمیر کی طرف مضاف ہو جس کا مرجع مفعول بہ ہو؛ جیسے: **ضَرَبَ زَيْدًا أَبُوهُ** (زید کو اُس کے باپ نے مارا)، یہاں فاعل **أبوهُ** کو مفعول بہ زید سے مؤخر کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اگر یہاں فاعل کو مقدم کریں گے تو لفظاً اور رتبۃً اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں۔

۲- فاعل "إِلَّا" کے بعد واقع ہو، اور "إِلَّا" تقدیم کی صورت میں بھی فاعل اور مفعول بہ کے درمیان واقع ہو اور تاخیر کی صورت میں بھی؛ جیسے: **مَا ضَرَبَ عَمْرًا إِلَّا زَيْدٌ** (عمرو کو نہیں مارا مگر زید نے)، یہاں فاعل زید کو مفعول بہ عمرو سے مؤخر کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اگر یہاں فاعل کو مؤخر نہیں کریں گے تو کلام میں جو حصر مقصود ہے وہ بدل جائے گا؛ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ عمرو کو صرف زید نے مارا ہے، کسی اور نے نہیں مارا، البتہ یہ ممکن ہے کہ زید نے کسی اور کو بھی مارا ہو، جب کہ فاعل کو مقدم کرنے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ زید نے صرف عمرو کو مارا ہے، کسی اور کو نہیں مارا، البتہ یہ ممکن ہے عمرو کو زید کے علاوہ کسی اور نے بھی مارا ہو، اور یہ خلافِ مقصود ہے۔

۳- فاعل معنیٰ "إِلَّا" (یعنی إِنَّمَا) کے بعد واقع ہو؛ جیسے: **إِنَّمَا ضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ** (عمرو کو صرف زید

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ، جَوَازًا فِي مِثْلِ زَيْدٌ لِمَنْ قَالَ: مَنْ قَامَ؟ شِعْرٌ

وَلِيُبْكَ يَزِيْدُ، ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ ☆ وَمُخْتَبِطٌ مِّمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ

ترجمہ: اور کبھی فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت، جواز کے طور پر زَيْدٌ جیسی مثالوں میں اُس شخص کے جواب میں جو کہ کہے: مَنْ قَامَ؟ (کون کھڑا ہوا)۔ شعر:

وَلِيُبْكَ يَزِيْدُ، ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ☆ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ

(اور چاہئے کہ رویا جائے یزید، [روئے اُس کو] جھگڑے کے وقت عاجز آجانے والا☆ اور حوادثات کے [مال کو] ہلاک کر دینے کی وجہ سے بغیر وسیلہ کے سوال کرنے والا)۔

نے مارا)، یہاں بھی فاعل زید کو مفعول بہ عمرو سے مؤخر کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اگر یہاں فاعل کو مقدم کریں گے تو کلام میں جو حصر مقصود ہے وہ بدل جائے گا؛ کیوں کہ ''إِنَّمَا'' کو استعمال کرنے کی صورت میں حصر کا تعلق آخری جز سے ہوتا ہے۔

۴۔مفعول بہ ضمیر متصل ہو اور فاعل ضمیر متصل نہ ہو؛ بلکہ یا تو اسم ظاہر ہو یا ضمیر منفصل ہو؛ جیسے: ضَرَبَكَ زَيْدٌ (تجھ کو زید نے مارا)، یہاں فاعل زید کو مفعول بہ ''کَ'' ضمیر سے مؤخر کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اگر یہاں فاعل کو مقدم کریں گے تو ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں ہے۔

اور اگر فاعل اور مفعول بہ دونوں ضمیر متصل ہوں، تو وہاں فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہے؛ جیسے: ضَرَبْتُكَ (میں نے تجھے مارا)۔

قولہ: وقد يحذف الفعل الخ: یہاں سے مصنف فاعل کے فعل کو حذف کرنے کے مواقع بیان فرمارہے ہیں، مصنف نے یہاں دو مواقع بیان کئے ہیں، جن میں سے پہلے موقع میں فعل کو حذف کرنا جائز ہے اور دوسرے میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

پہلا موقع: اگر کوئی کسی چیز کے متعلق سوال کرے، اور سوال میں فعل کے حذف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہو، تو جواب میں فعل کو حذف کرنا جائز ہے، خواہ سوال کلام میں مذکور ہو؛ مثلاً: کسی نے آپ سے پوچھا: مَنْ قَامَ؟ (کون کھڑا ہوا؟)، اس کے جواب میں آپ نے کہا: زَيْدٌ [1] (زید)، تو یہاں زید قام فعل محذوف کا فاعل ہے، قرینہ سوال میں مذکور قَامَ فعل ہے جو اس کے حذف پر دلالت کر رہا ہے۔ یا سوال مقدر (یعنی پوشیدہ) ہو؛ جیسے یزید بن نہشل کے مرثیہ میں شاعر نے کہا ہے: شعر

(۱) زید فاعل قام فعل محذوف کا، قام فعل محذوف اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَوُجُوبًا فِی مِثْلِ ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ﴾ .

ترجمہ : اور وجوبی طور پر (فعل کو حذف کردیا جاتا ہے) ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ﴾ جیسی مثالوں میں (اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے)۔

وَلِيُبْكَ يَزِيْدُ، ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ☆ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ (۱)

اس شعر میں ضَارِعٌ ...... يَبْكِيْهِ فعل محذوف کا فاعل ہے، قرینہ سوال مقدر مَنْ يَبْكِيْهِ؟ میں يَبْكِی فعل ہے جو اس کے حذف پر دلالت کررہا ہے۔

جب شاعر نے وَلِيُبْكَ يَزِيْدُ (چاہئے کہ رویا جائے یزید) کہا، تو سوال پیدا ہوا کہ مَنْ يَبْكِيْهِ؟ (اُس کو کون روئے)، تو شاعر نے جواب میں کہا: ضَارِعٌ ...... یعنی اس کو ایک تو وہ شخص روئے جو جھگڑے کے وقت عاجز آ گیا ہو، کیوں کہ یزید ایسے لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا، اور دوسرے وہ شخص روئے جس کے مال کو حوادثات نے ہلاک کر کے اُس کو بے وسیلہ سوال کرنے پر مجبور کردیا ہو؛ کیوں کہ یزید ایسے لوگوں کا مالی تعاون کیا کرتا تھا۔

قولہ: ووجوبا فی مثل الخ: یہاں سے مصنف فاعل کے فعل کو حذف کرنے کا دوسرا موقع بیان فرمارہے ہیں۔ ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ ......﴾ جیسی مثالوں سے ہر وہ جگہ مراد ہے جہاں فعل کو حذف کردیا گیا ہو، اور فعل کے حذف سے پیدا شدہ ابہام کو دور کرنے کے لیے فعل محذوف کی تفسیر کی گئی ہو۔

دوسرا موقع: اگر کلام میں فعل کے حذف پر دلالت کرنے والا قرینہ، اور کوئی ایسی چیز موجود ہو جو فعل کے لیے مفسّر بن سکے، تو وہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ﴾ (۲)، یہاں أَحَدٌ: اسْتَجَارَ فعل محذوف کا فاعل ہے، تقدیری عبارت

---

(۱) ولیبک فعل امر مجہول، یزید نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ ضارع اسم فاعل، ھو ضمیر مستتر فاعل، لخصومة جار مجرور متعلق، اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، مختبط اسم فاعل بافاعل، باء حرف جر، ما مصدریہ، تطیح فعل، الطوائح فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہوکر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، مختبط اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر فاعل یبکیہ فعل محذوف کا، یبکی فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) واؤ استنافیہ، أحد موصوف، من المشرکین جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر فاعل استجار فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مفسَّر، استجارک فعل بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ مفسِّر، مفسَّر مفسِّر سے مل کر شرط، فاء جزائیہ، أجره فعل امر بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ انشائیہ جزاء۔

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفَانِ مَعًا فِيْ مِثْلِ: نَعَمْ لِمَنْ قَالَ: أَقَامَ زَيْدٌ ؟

ترجمہ: اور کبھی فعل اور فاعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کر دیا جاتا ہے، نَعَمْ جیسی مثالوں میں، اس شخص کے جواب میں جو کہے: أَقَامَ زَيْدٌ؟ (کیا زید کھڑا ہو گیا؟)۔

یہ ہے: وَإِنِ اسْتَجَارَكَ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ، یہاں وجوبی طور پر اِسْتَجَارَ فعل کو حذف کر دیا گیا ہے، قرینہ "إِنْ" حرف شرط کا اسم پر داخل ہونا ہے جو اس کے حذف پر دلالت کر رہا ہے؛ کیوں کہ حرف شرط وجوبی طور پر صرف فعل ہی پر داخل ہوتا ہے۔ اور دوسرا اِسْتَجَارَ مفسِّر ہے جو اُس ابہام کو دور کرنے کے لیے آیا ہے جو یہاں فعل کے حذف سے پیدا ہوا ہے۔ یہاں فعل کو حذف کرنا اس لئے واجب ہے کہ اگر اس کو حذف نہیں کیا جائے گا تو مفسَّر اور ایسے مفسِّر کا جمع ہونا لازم آئے گا جو فعل کے حذف سے پیدا شدہ ابہام کو دور کرنے کے لیے آیا ہے، اور یہ جائز نہیں۔

ہاں مفسَّر اور ایسے مفسِّر کا اجتماع جائز ہے جو اس ابہام کو دور کر رہا ہو جو فعل کو حذف کرنے کی وجہ سے پیدا نہ ہوا ہو؛ بلکہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، جیسے: جاء نی رجلٌ أی زیدٌ میں رجلٌ مفسَّر اور زید مفسِّر کا اجتماع ہو گیا ہے۔

قولہ: وقد یحذفان معا الخ: یہاں سے مصنف فعل اور فاعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنے کا موقع بیان فرما رہے ہے۔ اگر کوئی کسی چیز کے متعلق سوال کرے، اور سوال میں فعل اور فاعل کے حذف پر دلالت کرنے والا قرینہ موجود ہو، تو جواب میں "نَعَمْ" یا "لَا" پر اکتفا کر کے، فعل اور فاعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا جائز ہے، مثلاً: کسی نے کہا: أقام زیدٌ [1] (کیا زید کھڑا ہوا؟)، آپ نے جواب میں کہا: نَعَمْ [2] (جی ہاں)، یہاں اس کے بعد قام فعل اور زید فاعل محذوف ہے اس کی اصل: نَعَمْ قَامَ زَيْدٌ ہے، یہاں قرینہ لفظیہ کی وجہ سے فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ فعل اور فاعل دونوں سوال میں موجود ہیں، ان کو جواب میں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

فائدہ: یہاں جملہ اسمیہ کے بجائے جملہ فعلیہ اس لیے محذوف مانا گیا ہے تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے؛ کیوں کہ سوال جملہ فعلیہ ہے۔

---

(۱) ہمزہ حرف استفہام، قام فعل، زید فاعل، قام فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۲) نعم اس کے بعد قام زید محذوف ہے، نعم حرف ایجاب، قام فعل، زید فاعل، قام فعل محذوف اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

فاعل سے تعلق رکھنے والی ضروری معلومات

۱- فاعل کی اقسام اوران کا حکم: فاعل کی دو قسمیں ہیں: (۱) اسم ظاہر، جیسے: ذھبَ زیدٌ میں زید (۲) اسم ضمیر، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضمیر بارز (یعنی وہ ضمیر فاعل جو لفظوں میں موجود ہو)؛ جیسے: ضربتُ زیدًا میں تاء ضمیر فاعل ہے۔ (۲) ضمیر مستتر (یعنی وہ ضمیر فاعل جو لفظوں میں موجود نہ ہو؛ بلکہ پوشیدہ ہو) جیسے: زیدٌ ضربَ، اس مثال میں ضَرَبَ میں ھو ضمیر مستتر فاعل ہے۔

اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہمیشہ واحد لایا جائے گا، خواہ فاعل واحد ہو، یا تثنیہ، یا جمع؛ جیسے: ضرب زیدٌ، ضربَ الزیدانِ، ضربَ الزیدونَ. اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل کو فاعل کے مطابق واحد کے لئے واحد، تثنیہ کے لئے تثنیہ، اور جمع کے لئے جمع لایا جائے گا؛ جیسے: زیدٌ ضرب، الزیدانِ ضربا، الزیدونَ ضربوا.

۲- فعل کو مؤنث لانے کی صورتیں: دو صورتیں ایسی ہیں جن میں فعل کو مؤنث لانا واجب ہے:

(۱) فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو، انسانوں میں سے ہو، اور فعل اور فاعل کے درمیان کسی چیز کا فصل نہ ہو، جیسے: قامتْ ھندٌ.

(۲) فاعل مؤنث کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو، خواہ وہ مؤنث حقیقی ہو یا مؤنث غیر حقیقی؛ جیسے: ھندٌ قامتْ، الشمسُ طلعتْ. ان دونوں صورتوں میں فعل کو مؤنث لانا واجب ہے۔

مؤنث حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی جان دار مذکر ہو؛ جیسے: امرأۃ، اس کے مقابلے میں رجل جان دار مذکر ہے۔

مؤنث غیر حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی جان دار مذکر نہ ہو؛ جیسے: شمسٌ.

۳- فعل کو مذکر و مؤنث لانے کی صورتیں: پانچ صورتیں ایسی ہیں جن میں فعل کو مذکر و مؤنث لانے میں اختیار ہے (یعنی مذکر لانا بھی جائز ہے اور مؤنث لانا بھی):

(۱) فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو؛ لیکن فعل اور فاعل کے درمیان ''إلّا'' کے علاوہ کسی دوسری چیز کا فصل ہو؛ جیسے: ضربَ الیومَ ھندٌ، ضربتِ الیومَ ھندٌ.

(۲) فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو؛ جیسے: طلعَ الشمسُ، طلعتِ الشمسُ، یا مؤنث حقیقی ہو لیکن انسانوں میں سے نہ ہو؛ جیسے: أتی الناقۃُ، أتتِ الناقۃُ.

(۳) فاعل اسم ظاہر جمع تکسیر ہو، خواہ مذکر کی جمع تکسیر ہو؛ جیسے: قامَ الرجالُ، قامتِ الرجالُ. یا مؤنث کی جمع تکسیر ہو؛ جیسے: قال نسوۃٌ، قالتْ نسوۃٌ.

(۴) فاعل جمع مؤنث سالم ہو؛ جیسے: قام مسلماتٌ، قامتْ مسلماتٌ.

(۵) فاعل کوئی ایسی جمع مذکر سالم ہو جس کا واحد مؤنث ہو؛ جیسے: مضٰی سِنونَ، مضتْ سنونَ. یا کوئی

www.besturdubooks.net

وَإِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ ظَاهِرًا بَعْدَهُمَا، فَقَدْ يَكُونُ فِي الْفَاعِلِيَّةِ؛ مِثْلُ: ضَرَبَنِيْ وَ أَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ . وَفِي الْمَفْعُوْلِيَّةِ؛ مِثْلُ: ضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُ زَيْدًا. وَفِي الْفَاعِلِيَّةِ وَ الْمَفْعُوْلِيَّةِ مُخْتَلِفَيْنِ .

ترجمہ: اور جب دو فعل کسی ایسے اسم ظاہر میں تنازع کریں جو اُن دونوں کے بعد واقع ہو، تو یہ تنازع کبھی فاعلیت میں ہوتا ہے؛ جیسے: ضَرَبَنِيْ وَ أَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ. اور کبھی مفعولیت میں؛ جیسے: ضَرَبْتُ وَ أَكْرَمْتُ زَيْدًا. اور کبھی فاعلیت اور مفعولیت (دونوں) میں درآں حالیکہ دونوں فعل (عمل میں) مختلف ہوں۔

ایسی جمع ہو جو الف ونون کے ساتھ ہو؛ لیکن اس میں واحد کا وزن باقی نہ رہا ہو، جیسے: آمَنَ بِهٖ بَنو إسرائيلَ آمنتْ بهٖ بنو إسرائيلَ . ان پانچوں صورتوں میں فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے۔

فائدہ: اگر فاعل جمع تکسیر کی ضمیر ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) جمع تکسیر مذکر ذوی العقول کے علاوہ ہو، اس صورت میں فعل کو نون جمع مؤنث اور تاء تانیث دونوں کے ساتھ لانا جائز ہے، جیسے: الأيامُ مضتْ، الأيامُ مضَين. (۲) جمع تکسیر مذکر ذوی العقول میں سے ہو، اس صورت میں فعل کو واؤ کے ساتھ مذکر اور تاء تانیث کے ساتھ مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے، جیسے: الرجالُ قاموا، الرجالُ قامتْ .

۴۔ فعل کو مذکر لانے کی صورتیں: تین صورتیں ایسی ہیں جن میں فعل کو مذکر لانا واجب ہے:

(۱) فاعل مذکر ہو، خواہ اسم ظاہر ہو یا اسم ضمیر؛ جیسے: ضربَ زيدٌ، زيدٌ ضربَ.

(۲) فاعل ایسی جمع مذکر سالم ہو جس کا واحد مذکر ہو؛ جیسے: قامَ المسلمونَ.

(۳) فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو؛ لیکن فعل اور فاعل کے درمیان "إلّا" کا فصل ہو، جیسے: ما قامَ إلا هِندٌ. ان تینوں صورتوں میں فعل کو مذکر لانا واجب ہے۔ (درایۃ النحو ص ۷۷-۷۸، شرح ابن عقیل ص ۶۶-۶۷)

تنازع فعلان کا بیان

قوله: إذا تنازع الفعلان الخ: یہاں سے مصنف فاعل کے ان احکام کو بیان فرما رہے ہیں جو اس کو "تنازعِ فعلان" کی صورت میں لاحق ہوتے ہیں۔

تنازعِ فعلان: دو یا دو سے زیادہ فعل یا شبہ فعلوں کا اپنے بعد واقع ہونے والے ایسے اسم ظاہر میں عمل کرنے کے لئے متوجہ ہونا، جس میں ان میں سے ہر ایک کا معمول بننے کی صلاحیت ہو۔

قوله: تنازع: تنازع یہاں اپنے لغوی معنی: جھگڑا کرنے کے معنی میں نہیں ہے؛ کیوں کہ جھگڑا ذی روح

www.besturdubooks.net

کی صفت ہے اور فعل غیر ذی روح ہے؛ بلکہ تنازع یہاں ''توجہ'' کے معنی میں ہے، یعنی دونوں فعل اپنے بعد آنے والے اُس اسم ظاہر میں عمل کرنے کے لیے متوجہ ہوں جس میں اُن دونوں کا معمول بننے کی صلاحیت ہو۔

الفعلان: کے لفظ سے یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ تنازع صرف فعل ہی میں ہوتا ہے؛ اس لئے کہ تنازع شبہ فعل میں بھی ہوتا ہے؛ جیسے: **زیدٌ معطٍ و مکرمٌ عمرًا**؛ لیکن عمل میں چوں کہ فعل اصل ہے، اس لئے مصنف نے فعل کے ذکر پر اکتفا کیا، نیز کبھی تنازع دو سے زیادہ فعلوں میں بھی ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ وہ اقلِ مقدار جس میں تنازع ہوسکتا ہے دو فعل ہیں، اس لئے مصنف نے ''**الفعلان**'' کہا۔

قوله: ظاهرا: مصنف نے ''اسم ظاہر'' کی قید لگائی ہے؛ اس لئے کہ ضمیر متصل میں تو تنازع ہوتا ہی نہیں ہے، جس فعل سے متصل ہوگی اسی کا معمول بنے گی، البتہ ضمیر منفصل میں تنازع ہوتا ہے؛ جیسے: **ما ضربَ و ما أکرمَ إلّا أنا**؛ لیکن تنازع ختم کرنے کا جو طریقہ جمہور نے بیان کیا ہے، (یعنی ایک فعل کو عمل دے کر دوسرے میں ضمیر مستتر ماننا) وہ اس میں جاری نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ اگر یہاں دو فعلوں میں سے ایک کو عمل دیا جائے گا تو دوسرے میں ضمیر مستتر ماننی پڑے گی، اور اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو إلّا کے ساتھ ضمیر کو مستتر مانیں گے یا بغیر ''إلّا'' کے، اگر ''إلّا'' کے ساتھ ضمیر کو مستتر مانیں تو اس صورت میں ''إلّا'' حرف کا فعل میں مستتر ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے، اور اگر بغیر ''إلّا'' کے ضمیر کو مستتر مانیں تو فاعل سے فعل کی نفی ہوجائے گی، حالاں کہ مقصود فاعل کے لئے فعل کو ثابت کرنا ہے۔

اور **بعدهما** کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر اسم ظاہر دو فعلوں کے درمیان میں ہو یا دونوں سے مقدم ہو تو اس صورت میں تنازع نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ اس اسم میں دونوں فعلوں کا معمول بننے کی صلاحیت نہیں ہے، جس فعل سے متصل ہوگا اسی کا معمول بنے گا۔

قوله: فقد یکون فی الخ: تنازع فعلان کی چار صورتیں ہیں:

(۱) دونوں فعل اسم ظاہر کی فاعلیت میں تنازع کریں، یعنی دونوں اس کو فاعل بنانا چاہیں؛ جیسے: **ضربني و أکرمني زیدٌ**.

(۲) دونوں اسم ظاہر کی مفعولیت میں تنازع کریں، یعنی دونوں اس کو مفعول بنانا چاہیں؛ جیسے: **ضربتُ وأکرمتُ زیدًا**.

(۳) پہلا فعل اسم ظاہر کی فاعلیت اور دوسرا اسم ظاہر کی مفعولیت میں تنازع کرے، یعنی پہلا اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہے اور دوسرا اس کو مفعول بنانے کا تقاضا کرے؛ جیسے: **ضربني و أکرمتُ زیدًا**.

(۴) پہلا فعل اسم ظاہر کی مفعولیت اور دوسرا فعل اسم ظاہر کی فاعلیت میں تنازع کرے، یعنی پہلا اُس کو مفعول بنانا چاہے اور دوسرا فاعل؛ جیسے: **ضربتُ وأکرمني زیدٌ**.

www.besturdubooks.net

فَيَخْتَارُ الْبَصْرِيُّوْنَ إِعْمَالَ الثَّانِيْ، وَالْكُوْفِيُّوْنَ الْأَوَّلَ .
فَإِنْ أَعْمَلْتَ الثَّانِيَ أَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْأَوَّلِ عَلٰى وَفْقِ الظَّاهِرِ، دُوْنَ الْحَذْفِ

ترجمہ: پس بصریین دوسرے فعل کو عمل دلانا پسند کرتے ہیں اور کوفیین پہلے فعل کو۔
پس اگر آپ (بصریین کے مذہب کے مطابق) دوسرے فعل کو عمل دلائیں، تو آپ پہلے فعل میں اسم ظاہر کے موافق فاعل کی ضمیر لے آئیں، حذف نہ کریں،

قوله: فيختار البصريون الخ: یہاں سے مصنف تنازع فعلان کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔
جمہور کے نزدیک تنازع فعلان کی مذکورہ چاروں صورتوں میں، پہلے اور دوسرے دونوں فعلوں کو عمل دلانا جائز ہے، یعنی اسم ظاہر کو دونوں فعلوں میں سے جس کا چاہیں معمول بنادیں درست ہے۔ البتہ پسندیدگی میں بصریین اور کوفیین کے درمیان اختلاف ہے۔
بصریین دوسرے فعل کو عمل دلانا پسند کرتے ہیں؛ کیوں کہ اسم ظاہر دوسرے فعل کے قریب ہے اور دور والے کے مقابلے میں قریب والا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔
اور کوفیین پہلے فعل کو عمل دلانا پسند کرتے ہیں؛ اس لیے کہ پہلا فعل مقدم ہے اور جو مقدم ہوتا ہے بعد میں آنے والے کے مقابلے میں اس کا حق زیادہ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بصریین نے قرب وجوار کا اعتبار کیا ہے اور کوفیین نے تقدیم واستحقاق کی رعایت کی ہے۔
فإن أعملت الثاني الخ: یہاں سے مصنف بصریین کے مذہب کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر آپ بصریین کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو عمل دلانا چاہتے ہیں، تو آپ دیکھ لیں فعل اول کیا چاہتا ہے؟ اگر فعل اول فاعل کو چاہتا ہے (یعنی مذکورہ چاروں صورتوں میں سے پہلی یا تیسری صورت ہے) تو فعل اول میں اسم ظاہر کے موافق فاعل کی ضمیر لے آئیں، مثلاً پہلی صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل فاعل کو چاہتے ہوں) آپ اِس طرح کہیں: ضربني وأكرمني زيدٌ، ضرباني و أكرمني الزيدانِ، ضربوني، وأكرمني الزيدونَ . اور تیسری صورت میں (یعنی جب کہ پہلا فعل فاعل کو چاہتا ہو اور دوسرا مفعول کو) آپ اس طرح کہیں: ضربني وأكرمتُ زيدًا، ضرباني وأكرمتُ الزيدَينِ، ضربوني وأكرمتُ الزيدِينَ .
اس لئے کہ یہاں قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکرِ فاعل (۲) حذفِ فاعل (۳) اضمارِ فاعل۔ پہلی اور دوسری صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ فعل اول کے فاعل کو ذکر کرنے کی صورت میں

www.besturdubooks.net

خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ.- وَجَازَ، خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ- وَحَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ إِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ.

ترجمہ: برخلاف امام کسائی کے۔-اور (مذکورہ صورت میں) دوسرے فعل کو عمل دلانا جائز ہے، برخلاف امام فراء کے-اور آپ مفعول بہ کو حذف کردیں اگر اُس سے بے نیازی ہو سکے۔

تکرارِ فاعل لازم آئے گا، اور بلا وجہ کا تکرار کلام میں معیوب سمجھا جاتا ہے، اور فاعل کو حذف کرنے کی صورت میں عمدہ یعنی فاعل کا بغیر قائم مقام کے حذف کرنا لازم آئے گا، اور عمدہ کا بغیر قائم مقام کے حذف کرنا جائز نہیں ہے۔اس لئے تیسری صورت کو اختیار کیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ اس میں اضمار قبل الذکر (یعنی مرجع کو ذکر کرنے سے پہلے ضمیر کا لانا) لازم آئے گا؛ لیکن بصریین کے نزدیک عمدہ کا اضمار قبل الذکر بشرط تفسیر جائز ہے اور یہاں اضمار قبل الذکر تفسیر کے ساتھ ہے؛ اس لئے کہ ضمیر کا مرجع اسم ظاہر ہے جو بعد میں مذکور ہے۔

قولہ: خلافا للکسائی: صورتِ مذکورہ میں امام کسائی کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہاں پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر نہیں لائیں گے؛ بلکہ فاعل کو حذف کریں گے؛ کیوں کہ ضمیر لانے کی صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔لیکن امام کسائی کا یہ قول دو اعتبار سے محل نظر ہے، اولاً تو اس لیے کہ اہل عرب بغیر قائم مقام کے فاعل کو حذف نہیں کرتے، اور ثانیاً اس لیے کہ فاعل کلام میں عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا اضمار قبل الذکر بشرط تفسیر جائز ہے؛ جیسے: نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ میں اضمار قبل الذکر تفسیر کے ساتھ ہے اور سب نے اس کو جائز کہا ہے۔

قولہ: وجاز، خلافا للفراء: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک چاروں صورتوں میں لاعلی التعیین دونوں فعلوں کو عمل دلانا جائز ہے، البتہ پہلی اور تیسری صورت میں (یعنی اُن صورتوں میں جن میں فعلِ اول فاعل کو چاہتا ہے) امام فراء کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں دوسرے فعل کو عمل دلانا جائز نہیں؛ اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں اگر دوسرے فعل کو عمل دلایا جائے گا تو قطع تنازع کی دو صورتیں ہوں گی: یا تو پہلے فعل کے فاعل کو حذف کر دیا جائے جیسا کہ امام کسائی کا مذہب ہے، اور یہ درست نہیں؛ اس لئے کہ فاعل کلام میں عمدہ ہوتا ہے، اور عمدہ کو بغیر قائم مقام کے حذف کرنا جائز نہیں؛ یا پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانی جائے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے، اور یہ بھی درست نہیں؛ اس لئے کہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر (یعنی مرجع کو ذکر کرنے سے پہلے ضمیر کا لانا) لازم آئے گا، اور امام فراء کے نزدیک اضمار قبل الذکر بشرط تفسیر بھی جائز نہیں ہے۔

قولہ: وحذفت المفعول الخ: اور اگر فعل اول مفعول کو چاہتا ہے، (یعنی مذکورہ چاروں صورتوں

www.besturdubooks.net

وَإِلَّا أَظْهَرْتَ .

ترجمہ: ورنہ (مفعول بہ کو) ظاہر کردیں۔

میں سے دوسری یا چوتھی صورت ہے) اور آپ مفعول بہ سے بے نیاز ہوں، یعنی دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہ ہوں، تو آپ فعل اول کے مفعول کو حذف کردیں، مثلاً دوسری صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل مفعول کو چاہتے ہوں) آپ اس طرح کہیں: ضربتُ و أکرمتُ زیدًا، ضربتُ وأکرمتُ الزیدَینِ، ضربتُ و أکرمتُ الزیدِینَ .

اور چوتھی صورت میں (یعنی جب کہ پہلا فعل مفعول کو چاہتا ہو اور دوسرا فاعل کو) آپ اس طرح کہیں: ضربتُ وأکرمنی زیدٌ، ضربتُ وأکرمنی الزیدانِ، ضربتُ و أکرمنی الزیدُونَ .

اس لئے کہ یہاں قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر مفعول (۲) اضمار مفعول (۳) حذف مفعول پہلی اور دوسری صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ ذکر مفعول کی صورت میں تکرار لازم آئے گا، اور بلا وجہ کا تکرار کلام میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور اضمارِ مفعول کی صورت میں فضلہ کا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، اور بصریین کے نزدیک فضلہ کا اضمار قبل الذکر بشرط تفسیر بھی جائز نہیں ہے، اس لئے تیسری صورت (یعنی حذف مفعول) کو اختیار کیا جائے گا؛ اس لئے کہ مفعول کو حذف کرنا بغیر قائم مقام کے بھی جائز ہے۔

قولہ: وإلا أظهرت الخ: اور اگر آپ مفعول بہ سے بے نیاز نہ ہوں، یعنی دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے ہو، تو اس صورت میں فعلِ اول کے مفعول کو ذکر کرنا واجب ہے؛ جیسے: حسبنی و حسبتُ زیدًا منطلقًا، اس مثال میں دونوں فعل منطلقا کو اپنا مفعولِ ثانی بنانا چاہتے ہیں، آپ نے بصریین کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دلایا، اور منطلقا کو اس کا مفعول ثانی بنادیا، تو اب آپ کے اوپر واجب ہے کہ فعلِ اول کے مفعول ثانی کو ذکر کریں اور اس طرح کہیں: حسبنی منطلقًا و حسبتُ زیدًا منطلقًا.

اس لئے کہ قطع تنازع کی تینوں صورتوں میں سے یہاں دوسری اور تیسری صورت یعنی اضمار مفعول اور حذف مفعول کو اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ اضمارِ مفعول کی صورت میں فضلہ کا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور حذف مفعول کی صورت میں افعال قلوب کے ایک مفعول کو حذف کرنا لازم آئے گا اور یہ دونوں ناجائز ہیں۔ لہٰذا پہلی صورت کو اختیار کرتے ہوئے فعل اول کے مفعول ثانی کو ذکر کرنا ضروری ہوگا۔

یہ تمام تفصیل بصریین کے مذہب کے مطابق تھی۔

www.besturdubooks.net

وَإِنْ أَعْمَلْتَ الْأَوَّلَ أَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الثَّانِيْ، وَالْمَفْعُوْلَ عَلَى الْمُخْتَارِ؛ إِلَّا أَنْ يَّمْنَعَ مَانِعٌ فَتُظْهِرَ .

ترجمہ : اور اگر آپ (کوفیین کے مذہب کے مطابق) پہلے فعل کو عمل دلائیں تو آپ دوسرے فعل میں فاعل کی ضمیر لے آئیں، اور مفعول بہ کی، پسندیدہ قول کے مطابق؛ مگر یہ کہ کوئی مانع (اس سے) روکے، تو آپ (مفعول بہ کو) ظاہر کردیں۔

قولہ: و إن أعملت الأول الخ: یہاں سے مصنف کوفیین کے مذہب کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: اگر آپ کوفیین کے مذہب کے مطابق پہلے فعل کو عمل دلانا چاہتے ہیں، تو آپ دیکھ لیں فعل ثانی کیا چاہتا ہے؟ اگر فعل ثانی فاعل کو چاہتا ہے (یعنی پہلی یا چوتھی صورت ہے) تو آپ فعل ثانی میں اسم ظاہر کے موافق فاعل کی ضمیر لے آئیں، مثلاً پہلی صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل فاعل کو چاہتے ہوں) آپ اس طرح کہیں: ضربني و أكرمني زيدٌ، ضربني وأكرماني الزيدانِ، ضربني وأكرموني الزيدونَ . اور چوتھی صورت میں (یعنی جب کہ پہلا فعل مفعول کو چاہتا ہو اور دوسرا فاعل کو) آپ اس طرح کہیں: ضربتُ وأكرمني زيدًا، ضربتُ وأكرماني الزيدَينِ، ضربتُ وأكرموني الزيدِيْنَ .

اس لئے کہ یہاں قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر فاعل (۲) حذف فاعل (۳) اضمار فاعل۔ پہلی اور دوسری صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے، اس لئے تیسری صورت کو اختیار کیا جائے گا اور فعل ثانی کے لئے فاعل کی ضمیر لے آئیں گے، اور یہاں اضمار قبل الذکر بھی لازم نہیں آئے گا، اس لئے کہ ضمیر کا مرجع اسم ظاہر ہے جو فعلِ اول کا فاعل ہونے کی وجہ سے رتبۃً مقدم ہے۔

قولہ: و المفعولَ على المختار: اور اگر فعلِ ثانی مفعول کو چاہتا ہے (یعنی مذکورہ چاروں صورتوں میں سے دوسری یا تیسری صورت ہے) اور وہاں مفعول بہ کی ضمیر لانے اور اس کو حذف کرنے سے کوئی چیز مانع نہ ہو، یعنی دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہ ہوں، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں: یا تو فعل ثانی کے مفعول کو حذف کردیں، یا اس میں مفعول کی ضمیر لے آئیں، ضمیر لانا حذف کرنے کے مقابلے میں پسندیدہ ہے، تاکہ ملفوظ مراد کے مطابق ہوجائے، اس لئے کہ ضمیر لانے کی صورت میں فعل ثانی کا مفعول لفظوں میں بھی موجود ہوگا اور متکلم کی مراد میں بھی، برخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں مفعول صرف متکلم کی مراد میں موجود ہوگا، لفظوں میں موجود نہیں ہوگا۔

مفعول کو حذف کرنے کی مثال؛ جیسے: دوسری صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل مفعول کو چاہتے

www.besturdubooks.net

ہوں) آپ اس طرح کہیں: ضربتُ و أكرمتُ زيدًا، ضربتُ و أكرمتُ الزيدَينِ، ضربتُ و أكرمتُ الزيدِينَ ۔ اور تیسری صورت میں (یعنی جب کہ پہلا فعل فاعل کو چاہتا ہو اور دوسرا مفعول کو) آپ اس طرح کہیں: ضربني و أكرمتُ زيدٌ، ضربني و أكرمتُ الزيدانِ، ضربني و أكرمتُ الزيدُونَ ۔

مفعول کی ضمیر لانے کی مثال؛ جیسے: دوسری صورت میں آپ اس طرح کہیں: ضربتُ و أكرمتُه زيدًا ضربتُ و أكرمتُهما الزَّيدَينِ، ضربتُ و أكرمتُهم الزَّيدِينَ ۔ اور تیسری صورت میں آپ اس طرح کہیں: ضربني و أكرمتُه زيدٌ، ضربني و أكرمتُهما الزَّيدانِ، ضربني و أكرمتُهم الزَّيدُونَ ۔

اس لئے کہ یہاں قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر مفعول (۲) حذف مفعول (۳) اضمار مفعول پہلی صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ اس صورت میں تکرار لازم آئے گا، البتہ دوسری اور تیسری صورت کو اختیار کیا جاسکتا ہے، ان میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی، چناں چہ یا تو فعل ثانی کے مفعول کو حذف کردیں گے یا اس کی ضمیر لے آئیں گے۔

قوله: إلا أن يمنع الخ: اور اگر مفعول بہ کو حذف کرنے اور اس کی ضمیر لانے سے کوئی چیز مانع ہو، یعنی دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو اس صورت میں فعل ثانی کے مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہے؛ جیسے: حسبني و حسبتُهما الزيدانِ منطلقا، اس مثال میں دونوں فعل ''منطلقا'' کو اپنا مفعول ثانی بنانا چاہتے ہیں، آپ نے کوفیین کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دلایا اور ''منطلقا'' کو اس کا مفعول ثانی بنادیا، تو اب ضروری ہے کہ آپ فعل ثانی کے مفعول کو ذکر کریں اور اس طرح کہیں: حسبني و حسبتُهما منطلقَينِ الزيدانِ منطلقا ۔

اس لئے کہ قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر مفعول (۲) حذف مفعول (۳) اضمار مفعول۔ دوسری اور تیسری صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ اگر فعل ثانی کے دوسرے مفعول کو حذف کریں گے تو افعال قلوب کے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر فعل ثانی میں دوسرے مفعول کی ضمیر لائیں گے تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو واحد کی ضمیر لائیں گے یا تثنیہ کی، اگر واحد کی ضمیر لائیں اور کہیں: حسبَني و حسبتُهما إياه الزيدان منطلقًا، تو اس صورت میں حسبتُ فعل کے دونوں مفعولوں میں مطابقت نہیں رہے گی، مفعول اول هما ضمیر تثنیہ ہے اور مفعول ثانی إياه واحد ہے، حالاں کہ مطابقت ضروری ہے؛ اس لئے کہ افعال قلوب مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں؛ لہٰذا واحد کی ضمیر نہیں لاسکتے۔

اور اگر تثنیہ کی ضمیر لائیں اور کہیں: حسبني و حسبتُهما إيّا هما الزّيدانِ منطلقًا، تو اس صورت میں حسبتُ فعل کے دونوں مفعولوں میں تو مطابقت ہوجائے گی؛ لیکن ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی؛ اس لئے کہ إياهما ضمیر تثنیہ ہے اور مرجع منطلقًا واحد ہے، حالاں کہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت کا ہونا

www.besturdubooks.net

وَقَوْلُ امْرَءِ الْقَيْسِ: ع ”كَفَانِيْ وَلَمْ أَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِّنَ الْمَالِ“
لَيْسَ مِنْهُ؛ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى.

ترجمہ: اور امرء القیس کا قول: ”كَفَانِيْ وَلَمْ أَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ“ تنازع فعلان کے قبیل سے نہیں ہے؛ (تنازع فعلان کے قبیل سے ماننے کی صورت میں) معنی کے خراب ہو جانے کی وجہ سے۔

ضروری ہے؛ لہٰذا تثنیہ کی ضمیر بھی نہیں لا سکتے۔

پس جب حذفِ مفعول اور اضمار مفعول دونوں ناجائز ہیں تو لامحالہ پہلی صورت کو اختیار کیا جائے گا اور فعل ثانی کے مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہوگا۔

نوٹ: واضح رہے کہ یہاں فعل اول ”حسبنی“ اور فعل ثانی ”حسبتهما“ بجہت عموم ایسے مفعول ثانی کو چاہتے ہیں جو صفت انطلاق کے ساتھ متصف ہو، اس سے قطع نظر کہ وہ واحد ہو یا تثنیہ، چوں کہ ”منطلقًا“ صفت انطلاق سے متصف ذات پر دلالت کرتا ہے، اس لئے وہ دونوں فعلوں کا مفعول ثانی بن سکتا ہے، اس کا واحد ہونا تنازع فعلان کے لئے مضر نہیں۔

قولہ: وقول امرء القیس الخ: چوں کہ مصنف کا رجحان بصریین کے مذہب کی طرف ہے، اس لیے یہاں سے مصنف کوفیین کے استدلال کا جواب دینا چاہتے ہیں، کوفیین نے اپنے اِس مذہب پر کہ تنازع فعلان کی صورت میں پہلے فعل کو عمل دلانا اولی اور بہتر ہے، عرب کے مشہور شاعر امرء القیس کے اِس قول سے استدلال کیا ہے:

وَلَوْ إِنَّمَا أَسْعٰى لِأَدْنٰى مَعِيْشَةٍ ☆ كَفَانِيْ وَلَمْ أَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ (۱)

ترجمہ: اور اگر میں صرف ادنی اسبابِ زندگی کے لیے کوشش کرتا ☆ تو مجھے تھوڑا مال کافی ہو جاتا؛ اور میں (پائدار بزرگی کو) طلب نہ کرتا۔

کوفیین کہتے ہیں کہ یہاں كفٰى اور لم أطلُبْ دونوں فعل قليلٌ منَ المالِ میں تنازع کر رہے ہیں

(۱) لو حرف شرط، إنما کلمہ حصر، أسعی فعل بافاعل، لام حرف جر، أدنی معیشة مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، کفی فعل، قلیل موصوف، من المال جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر فاعل، کفی فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، لم أطلب فعل بافاعل، المجد المؤثل مفعول بہ محذوف ہے، لم أطلب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

کفٰی اس کو اپنا فاعل بنانا چاہتا ہے اور لَم أطلُبُ اس کو اپنا مفعول بہ بنانا چاہتا ہے، اور امرء القیس نے - جو کہ عرب کے شعراء میں سب سے بڑا فصیح و بلیغ شاعر ہے - اس کو پہلے فعل کفٰی کا معمول بنایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ پہلے فعل کو عمل دلانا فصیح اور اولی ہے؛ کیوں کہ اگر یہ فصیح نہ ہوتا تو امرء القیس جیسا فصیح و بلیغ شاعر یہاں پہلے فعل کو عمل نہ دلاتا۔

مصنف نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ کوفیین کا اپنے قول کی دلیل میں امرء القیس کے مذکورہ شعر کو پیش کرنا صحیح نہیں؛ اس لیے کہ یہ تنازع فعلان کے قبیل سے نہیں ہے، اگر اس کو تنازع فعلان کے قبیل سے قرار دیں گے تو معنی خراب ہو جائیں گے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شاعر نے یہاں ''لَوْ'' حرف شرط کا استعمال کیا ہے اور ''لَوْ'' کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ ''لَوْ'' دو جملوں پر داخل ہو کر اول کی نفی کی وجہ سے ثانی کی نفی کرنے کے لیے آتا ہے، پس اگر وہ مثبت پر داخل ہوگا تو وہ منفی ہو جائے گا اور اگر منفی پر داخل ہوگا تو وہ مثبت ہو جائے گا، اور جو حکم ''لَوْ'' کے جواب کا ہوتا ہے وہی حکم اس جملہ کا ہوتا ہے جس کا ''لَوْ'' کے جواب پر عطف ہو۔ پس اس قاعدے کے اعتبار سے ''لَوْ'' کے داخل ہونے کے بعد أسعٰی اور کفٰی منفی ہو جائیں گے؛ کیوں کہ یہ پہلے مثبت تھے، اور لَمْ أطلبُ مثبت ہو جائے گا؛ کیوں کہ یہ پہلے منفی تھا، اور اب شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے ادنی اسبابِ زندگی (یعنی تھوڑے مال) کے لیے کوشش نہیں کی، اس لیے تھوڑا مال میرے لیے کافی نہیں ہوا اور میں تھوڑے مال کا طالب ہوں۔ پس اِس صورت میں پہلے مصرع سے تھوڑے مال کا طالب نہ ہونا اور دوسرے مصرع سے تھوڑے مال کا طالب ہونا لازم آئے گا اور یہ اجتماع ضدین ہے جو کہ محال ہے، اور یہ محال اس وجہ سے لازم آیا کہ مذکورہ شعر کو تنازع فعلان کے قبیل سے قرار دیا گیا؛ لہٰذا اس کو تنازع فعلان کے قبیل سے قرار دینا باطل اور غلط ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ یہاں دوسرا فعل عمل کرنے کے لیے اُس اسم کی طرف متوجہ نہیں ہے جس کی طرف پہلا فعل متوجہ ہے؛ بلکہ دونوں کا معمول الگ الگ ہے، چناں چہ کفٰی کا فاعل قلیلٌ من المال ہے، اور لَمْ أطلُبُ کا مفعول بہ المجدَ المؤثلَ محذوف ہے، اصل عبارت ہے: ولم أطلب المجدَ المؤثلَ، جیسا کہ اگلا شعر اس پر دلالت کر رہا ہے، اگلا شعر یہ ہے:

ولكنَّمَا أسعٰى لمجدٍ مؤثل ☆ وقد يدركُ المجدَ المؤثلَ أمثالي

اس صورت میں معنی درست ہوں گے، مطلب یہ ہوگا کہ میں ادنی اسبابِ زندگی کے لیے کوشش نہیں کر رہا ہوں اور تھوڑا مال میرے لیے کافی نہیں؛ بلکہ میں دائمی اور پائدار بزرگی کا طالب ہوں اور اُسی کے حصول کے لیے کوشاں ہوں۔ (۱)

(۱) غایۃ التحقیق، ص: ۱۰۷، شرح جامی، ص: ۹۵

www.besturdubooks.net

مَفْعُوْلُ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ: کُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِیْمَ هُوَ مَقَامَهٗ . وَ شَرْطُهٗ: أَنْ تُغَیَّرَ صِیْغَةُ الْفِعْلِ إِلٰی "فُعِلَ" أَوْ "یُفْعَلُ".

وَلَا یَقَعُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِیْ مِنْ "بَابِ عَلِمْتُ"، وَالثَّالِثُ مِنْ "بَابِ أَعْلَمْتُ". وَالْمَفْعُوْلُ لَهٗ وَالْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ كَذٰلِكَ .

ترجمہ : مفعول مالم یسم فاعلہ: ہر ایسا مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اُسے فاعل کی جگہ رکھ دیا گیا ہو۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ: فعل کا وزن "فُعِلَ" یا "یُفْعَلُ" کی طرف تبدیل کر دیا جائے۔

اور "باب عَلِمْتُ" کا دوسرا مفعول اور "باب أَعْلَمْتُ" کا تیسرا مفعول (فاعل کی جگہ) واقع نہیں ہوتا اور مفعول لہ اور مفعول معہ بھی اسی طرح ہیں۔

قولہ: مفعول ما لم یسم فاعله الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی دوسری قسم: مفعول مالم یسم فاعلہ (یعنی نائب فاعل) کو بیان فرما رہے ہیں۔

مفعول مالم یسم فاعلہ کی تعریف: مفعول مالم یسم فاعلہ: ہر ایسا مفعول ہے جسے فاعل کو حذف کر کے فاعل کی جگہ رکھ دیا گیا ہو؛ جیسے: ضُرِبَ زَیْدٌ میں زید. اس کا دوسرا نام نائب فاعل ہے۔

قولہ: وشرطه الخ: یہاں سے مصنف نائب فاعل کی شرط بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ نائب فاعل کی شرط یہ ہے کہ: اُس کا فعل "فُعِلَ" یا "یُفْعَلُ" کے وزن پر ہو، "فُعِلَ" کے وزن سے ماضی مجہول اور "یُفْعَلُ" کے وزن سے مضارع مجہول مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ کسی بھی اسم کو نائب فاعل بنانے کے لیے اُس کے فعل کا ماضی مجہول یا مضارع مجہول ہونا ضروری ہے، خواہ وہ کسی بھی باب سے ہوں، نیز خواہ ثلاثی مجرد ہوں یا غیر ثلاثی مجرد، پس یہ ثلاثی مزید فیہ اور رباعی مجرد و مزید فیہ کے تمام افعال مجہولہ کے اوزان مثلاً: اُفْتُعِلَ، اُسْتُفْعِلَ یُفْتَعَلُ، یُسْتَفْعَلُ، فُعْلِلَ، یُفَعْلَلُ وغیرہ سب کو شامل ہے۔

نوٹ: نائب فاعل فعل مجہول کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ فعل مجہول کی طرح اسم مفعول کا بھی نائب فاعل ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ اسم مفعول فعل مجہول کی فرع ہے؛ کیوں کہ وہ فعل مضارع مجہول سے بنایا جاتا ہے، اور جو حکم اصل کا ہوتا ہے وہی اس کی فرع کا بھی ہوتا ہے، اس لیے مصنف نے اصل (یعنی فعل مجہول) کے بیان پر اکتفا کرتے ہوئے اسم مفعول کو ذکر نہیں کیا۔

قولہ: ولا یقع المفعول الخ: یہاں سے مصنف اُن چیزوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں جو نائب فاعل نہیں بن سکتیں۔ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں نائب فاعل نہیں بن سکتیں: (ا) "باب عَلِمْتُ" یعنی افعال قلوب

www.besturdubooks.net

وَإِذَا وُجِدَ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ تعَيَّنَ لَهٗ، تَقُوْلُ: ضُرِبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، أَمَامَ الْأَمِيْرِ ضَرْبًا شَدِيْدًا، فِيْ دَارِهٖ، فَتَعَيَّنَ زَيْدٌ .

ترجمہ : اور جب مفعول بہ موجود ہو تو وہ نائب فاعل بننے کے لیے متعین ہوگا؛ آپ کہیں گے: ضُرِبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، أَمَامَ الْأَمِيْرِ، ضَرْبًا شَدِيْدًا، فِيْ دَارِهٖ (زید کی پٹائی کی گئی جمعہ کے دن، امیر کے سامنے، سخت پٹائی، اس کے گھر میں)، پس (یہاں نائب فاعل بننے کے لیے) زید متعین ہے۔

کا دوسرا مفعول (۲) ''باب أَعْلَمْتُ'' یعنی متعدی بسہ مفعول افعال کا تیسرا مفعول (۳) مفعول لہ (۴) مفعول معہ۔

فائدہ: ان کے علاوہ تین چیزیں اور ہیں جن کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں: (۱) حال (۲) مستثنیٰ (۳) وہ تمیز جس کے لئے نصب لازم ہو۔ (۱)

نوٹ: صاحبِ النحو الوافی کی رائے یہ ہے کہ ''باب عَلِمْتُ'' کے دوسرے مفعول اور ''بابِ أَعْلَمْتُ'' کے تیسرے مفعول کو نائب فاعل بنانا جائز ہے؛ البتہ ایسا کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔ (۲)

فائدہ: چار چیزیں نائب فاعل بن سکتی ہیں: (۱) مفعول بہ (۲) مصدر، بشرطیکہ اہل عرب اس کو ہمیشہ منصوب نہ پڑھتے ہوں، نیز اس کے ساتھ کوئی ایسا دوسرا لفظ ہو جس سے اس نے اپنے مبہم معنی کے علاوہ زائد معنی حاصل کر لئے ہوں؛ جیسے: فُهِمَ فَهْمٌ عَمِيْقٌ، فُهِمَ فَهْمُ الْعَبَاقِرَةِ . (۳) ظرف، بشرطیکہ اس کے لئے نصب لازم نہ ہو، نیز اس کے ساتھ کوئی ایسا دوسرا لفظ ہو جس سے اس نے اپنے معنی ظرفی کے علاوہ زائد معنی حاصل کر لئے ہوں؛ جیسے: نُوْدِيَ سَاعَةُ الْبَيْعِ . (۴) جار مجرور، بشرطیکہ حرفِ جر مُذْ، مُنْذُ، حَتّٰى، رُبَّ، خَلَا، عَدَا، حَاشَا، بائے قسم، تائے قسم، واوِ قسم اور لامِ قسم کے علاوہ ہو، نیز مجرور یا تو کسی اسم کی طرف مضاف ہو، یا اس کی کوئی صفت لائی گئی ہو؛ جیسے: أُخِذَ مِنْ حَقْلٍ نَاضِجٍ، قُطِعَ فِيْ طَرِيْقِ الْمَاءِ . (۳)

قولہ: وإذا وجد المفعول به الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کلام میں دیگر اُن چیزوں کے ساتھ جن کو نائب فاعل بنانا جائز ہے، مفعول بہ موجود ہو، تو وہاں نائب بننے کے لیے مفعول بہ متعین ہوگا، اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کو نائب فاعل نہیں بنایا جائے گا؛ جیسے: ضُرِبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، أَمَامَ الْأَمِيْرِ، ضَرْبًا شَدِيْدًا، فِيْ دَارِهٖ (۴) دیکھئے اس مثال میں ظرف زمان، ظرف مکان، مفعول مطلق اور جار

(۱) النحو الوافی (۲/ ۱۰۷) (۲) النحو الوافی (۲/ ۹۹-۱۰۰) (۳) النحو الوافی (۲/ ۹۹-۱۰۶)

(۴) ضرب فعل مجہول، زید نائب فاعل، یوم الجمعة مرکب اضافی ظرف زمان، أمام الأمير مرکب اضافی ظرف =

www.besturdubooks.net

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فَالْجَمِيعُ سَوَاءٌ . وَالْأَوَّلُ مِنْ "بَابِ أَعْطَيْتُ" أَوْلٰى مِنَ الثَّانِي .

ترجمہ: اور اگر مفعول بہ موجود نہ ہو تو سب برابر ہیں۔ اور "باب أَعْطَيْتُ" کا مفعولِ اول (نائب فاعل بنائے جانے کا) مفعولِ ثانی سے زیادہ مستحق ہے۔

مجرور سب ایسی چیزیں ہیں جن کو فی نفسہ نائب فاعل بنانا جائز ہے؛ لیکن چوں کہ یہاں ان کے ساتھ مفعول بہ (زید) موجود ہے اس لیے متعین طور پر اسی کو نائب فاعل بنایا جائے گا، کسی اور کو نائب فاعل بنانا درست نہیں۔

قولہ: فإن لم يكن الخ : اور اگر کلام میں مفعول بہ تو موجود نہ ہو؛ لیکن دیگر چند ایسی چیزیں موجود ہوں جن کو نائب فاعل بنانا درست ہو، تو وہ سب نائب فاعل بننے میں برابر ہیں، جس کو چاہیں نائب فاعل بنا سکتے ہیں، اس سلسلے میں اُن میں سے کسی کو کسی پر کوئی ترجیح حاصل نہیں۔

قولہ: والأول من باب أعطيت الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "باب أَعْطَيْتُ" یعنی وہ متعدی بدو مفعول افعال جن کے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز ہے، اُن کے اگر چہ دونوں مفعولوں کو نائب فاعل بنانا جائز ہے؛ لیکن اولی اور بہتر یہ ہے کہ اُن کے پہلے مفعول کو نائب فاعل بنایا جائے۔

فائدہ: فعل کے واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر ومؤنث لانے میں نائب فاعل کا وہی حکم ہے جو فاعل کا ہے۔ یعنی اگر نائب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل مجہول ہمیشہ واحد لایا جائے گا، خواہ نائب فاعل واحد ہو یا تثنیہ یا جمع۔ اور اگر نائب فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل مجہول کو نائب فاعل کے مطابق واحد کے لئے واحد، تثنیہ کے لئے تثنیہ اور جمع کے لئے جمع لایا جائے گا۔

اور اگر نائب فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی انسانوں میں سے ہو اور فعل مجہول اور نائب فاعل کے درمیان کسی چیز کا فصل نہ ہو، یا نائب فاعل مؤنث کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو تو فعل مجہول کو مؤنث لانا واجب ہے۔

اور اگر نائب فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو؛ لیکن درمیان میں "إِلَّا" کے علاوہ کسی چیز کا فصل ہو، یا اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو، یا اسم ظاہر جمع تکسیر، یا جمع مؤنث سالم ہو، یا کوئی ایسی جمع مذکر سالم ہو جس کا واحد مؤنث ہو، تو ان پانچوں صورتوں میں فعل مجہول کو مذکر ومؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے۔

اور اگر نائب فاعل مذکر یا ایسی جمع مذکر سالم ہو جس کا واحد مذکر ہو، یا اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو؛ لیکن فعل مجہول اور نائب فاعل کے درمیان "إِلَّا" کا فصل ہو تو ان تینوں صورتوں میں فعل مجہول کو مذکر لانا واجب ہے۔

= مکان، ضربا شديدا مرکب توصیفی مفعول مطلق، في داره جار مجرور متعلق، فعل مجہول اپنے نائب فاعل، دونوں ظرف، مفعول مطلق اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَمِنهَا: اَلْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ. فَالْمُبْتَدَأُ: هُوَ الْاِسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ مُسْنَدًا إِلَيْهِ، أَوِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ أَوْأَلِفِ الْاِسْتِفْهَامِ، رَافِعَةً لِظَاهِرٍ؛ مِثْلُ: زَيْدٌ قَائِمٌ، وَمَا قَائِمٌ الزَّيْدَانِ وَأَ قَائِمٌ الزَّيْدَانِ ؟

ترجمه : اورمرفوعات میں سے مبتدااورخبر ہیں۔پس مبتدا: وہ اسم ہے جوعواملِ لفظیہ سے خالی ہو، درآں حالیکہ مسندالیہ ہو، یا ایسا صیغۂ صفت ہے جو حرفِ نفی یا الفِ استفہام کے بعد واقع ہو، درآں حالیکہ وہ کسی اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو؛ جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ (زید کھڑا ہے)، مَا قَائِمٌ الزيْدَانِ (دوزید کھڑے نہیں ہیں) اور أَقَائِمٌ الزيْدَانِ (کیا دوزید کھڑے ہیں؟)۔

قوله: ومنها: المبتدأ والخبر الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی تیسری اور چوتھی قسم: مبتدا اور خبر کو بیان فرمارہے ہیں۔

مبتدا: وہ اسم ہے جو یا تو عواملِ لفظیہ سے خالی اور مسندالیہ ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمٌ میں زید مبتدا ہے؛ اس لیے کہ یہ عواملِ لفظیہ سے خالی اور مسندالیہ ہے۔اس کو مبتدا کی قسم اول کہتے ہیں۔

یا ایسا صیغۂ صفت ہو جو (نکرہ ہو[1])، حرف نفی یا حرفِ استفہام اور اُس کے نظائر کے بعد واقع ہو اور کسی اسم ظاہر یا قائم مقام اسم ظاہر (یعنی ضمیر بارز) کو رفع دے رہا ہو[2]؛ جیسے: ما قائمٌ الزيدانِ[3] اور أقائمٌ الزيدانِ[4] میں قائم مبتدا کی قسم دوم ہے؛ اس لئے کہ یہ ایسا صیغۂ صفت ہے جو پہلی مثال میں حرف نفی کے بعد اور دوسری مثال میں حرف استفہام کے بعد واقع ہے اور زید اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہے۔اس کو مبتدا کی قسمِ دوم کہتے ہیں۔

---

(۱) النحو الوافی (۱/۴۰۶)

(۲) یہاں صیغۂ صفت سے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبّہ، اسم تفضیل اور ہر وہ اسم مراد ہے جو صیغۂ صفت کے قائم مقام ہو؛ جیسے: اسم منسوب، "ذُوْ" بمعنی صاحب اور اسم مصغَّر۔(النحو الوافی ۱/۴۰۹)

اور حرفِ استفہام کے نظائر سے وہ تمام کلمات مراد ہیں جو استفہام کے لیے استعمال ہوتے ہیں؛ مثلاً: مَا، مَنْ، مَتٰی، أَيْنَ، كَيْفَ، كَمْ اور أَيَّانَ . (شرح جامی ص:۹۷)

(۳) مَا حرف نفی، قائم اسم فاعل مبتدا کی قسم دوم، الزيدان خبر قائم مقام فاعل، مبتدا کی قسم دوم، خبر قائم مقام فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۴) همزه حرف استفہام، قائم اسم فاعل مبتدا کی قسم دوم، الزيدان خبر قائم مقام فاعل، مبتدا کی قسم دوم، خبر قائم مقام فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

تعریف کا حاصل یہ ہے کہ مبتدا کی قسم اول کے لیے دو باتیں ضروری ہیں: (۱) عوامل لفظیہ سے خالی ہو، عوامل لفظیہ سے ایسے عوامل لفظیہ مراد ہیں جو لفظ اور معنی دونوں میں مؤثر ہوں، پس **بِحَسْبِکَ دِرْهَمٌ** جیسی مثالوں سے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہاں **بِحَسْبِکَ** مبتدا ہے، حالاں کہ اُس پر باء حرف جر عامل لفظی داخل ہے؛ اس لیے کہ یہاں باء حرف جر صرف لفظ میں مؤثر ہے، معنی میں مؤثر نہیں، اور دلیل یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر دیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ (۲) مسند الیہ ہو۔

اور مبتدا کی قسم دوم کے لئے تین باتیں ضروری ہیں:

(۱) صیغۂ صفت نکرہ ہو۔ (۲) صیغۂ صفت حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو۔[1] (۳) وہ صیغۂ صفت کسی اسم ظاہر یا قائم مقام اسم ظاہر (یعنی ضمیر بارز)[2] کو رفع دے رہا ہو۔ اسم ظاہر کو رفع دینے کی مثال پیچھے گذر چکی۔ قائم مقام اسم ظاہر کو رفع دینے کی مثال: جیسے: ﴿أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ﴾ اس مثال میں أنت ضمیر بارز قائم مقام اسم ظاہر ہے جس کو راغب صیغۂ صفت رفع دے رہا ہے۔

فوائد قیود: مبتدا کی قسم اول کی تعریف میں "**المجرد عن العوامل اللفظية**" کی قید سے خبر اور مبتدا کی قسم دوم کے علاوہ تمام مرفوعات نکل گئے؛ کیوں کہ اُن کے ساتھ کوئی نہ کوئی عامل لفظی ہوتا ہے۔ اور "**مسندا إليه**" کی قید سے خبر اور مبتدا کی قسم دوم نکل گئیں؛ اس لیے کہ وہ مسند ہوتی ہیں۔

اور مبتدا کی قسم دوم کی تعریف میں "**الواقعة بعد حرف النفي أو الف الاستفهام**" کی قید سے وہ صیغۂ صفت نکل گیا جو حرف نفی یا کلمۂ استفہام کے بعد واقع نہ ہو؛ جیسے: **قَائِمٌ زَيْدٌ**؛ اس لیے کہ اس طرح کا صیغۂ صفت اکثر نحویوں کے نزدیک مبتدا کی قسم دوم نہیں ہوتا؛ بلکہ خبر مقدم ہوتا ہے۔ اور "**رافعةً لظاهر**" کی قید سے **أَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ، مَا قَائِمَانِ الزَّيْدَانِ** جیسی مثالیں نکل گئیں؛ کیوں کہ ان میں صیغۂ صفت **الزيدان** اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا ہے؛ بلکہ ضمیر مستتر کو رفع دے رہا ہے؛ کیوں کہ اگر یہ **الزيدان** اسم ظاہر کو رفع دیتا تو یہ واحد ہوتا، تثنیہ نہ ہوتا؛ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ اگر فعل یا شبہ فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل یا شبہ فعل کو ہمیشہ واحد لایا جاتا ہے۔ پس عام نحویوں کے نزدیک یہاں صیغہ صفت **قَائِمَانِ** خبر مقدم ہوگا، مبتدا کی قسم دوم نہیں ہوگا۔

---

(۱) صاحب النحو الوافی کی رائے یہ ہے کہ اگر صیغۂ صفت سے پہلے حرف نفی یا حرف استفہام میں سے کوئی نہ ہو اور وہ کسی اسم کو رفع دے رہا ہو، تو -قلت کے ساتھ- اُس کو مبتدا کی قسم دوم بنانا جائز ہے؛ جیسے: نَافِعٌ أَعْمَالُ الْمُخْلِصِينَ. (النحو الوافی ۱/۴۰۶)

(۲) نحویوں کی ایک جماعت یہ کہتی ہے (اور اسی کو صاحب النحو الوافی نے اختیار کیا ہے) کہ اگر صیغۂ صفت ضمیر متصل مستتر کو رفع دے رہا ہو، تو وہ بھی مبتدا کی قسم دوم بن سکتا ہے؛ جیسے: أَقَائِمٌ مُحَمَّدٌ أَمْ قَاعِدٌ؟ یہاں قاعِدٌ مبتدا کی قسم دوم ہے، حالاں کہ اس نے ضمیر متصل مستتر کو رفع دیا ہے۔ (النحو الوافی ۱/۴۰۶)

www.besturdubooks.net

فَإِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًا، جَازَ الْأَمْرَان .
وَالْخَبَرُ: هُوَ الِاسْمُ الْمُجَرَّدُ الْمُسْنَدُ بِهِ الْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُورَةِ .

ترجمہ: پس اگر صیغۂ صفت مفرد کے مطابق ہو تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں۔
اورخبر: وہ اسم ہے جو (عوامل لفظیہ سے) خالی، مسند اور مذکورہ صیغۂ صفت کے مغائر ہو۔

قولہ: فإن طابقت الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اسم ظاہر مفرد ہو اور صیغۂ صفت حرفِ نفی یا کلمۂ استفہام کے بعد واقع ہو اور مفرد ہونے میں اسم ظاہر کے موافق ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) صیغۂ صفت کو خبر مقدم اور اسم ظاہر کو مبتدا مؤخر بنایا جائے۔ (۲) صیغۂ صفت کو مبتدا کی قسمِ دوم اور اسم ظاہر کو خبر قائم مقام فاعل قرار دیا جائے؛ جیسے: مَا قائمٌ زيدٌ، یہاں قائمٌ صیغۂ صفت حرفِ نفی کے بعد واقع ہے اور مفرد ہونے میں زید اسم ظاہر کے موافق ہے؛ لہٰذا یہاں قائمٌ کو خبر مقدم اور زید کو مبتدا مؤخر بھی بنا سکتے ہیں، اور قائمٌ کو مبتدا کی قسم دوم اور زید کو خبر قائم مقام فاعل بھی بنا سکتے ہیں۔

پس یہاں کل تین صورتیں ہوں گی: (۱) صیغۂ صفت اور اسم ظاہر دونوں تثنیہ یا جمع ہوں؛ جیسے: أقائمانِ الزيدان، أقائمون الزيدون، اس صورت میں صیغۂ صفت خبر مقدم اور اسم ظاہر مبتدا مؤخر ہوگا۔ (۲) صیغۂ صفت مفرد اور اسم ظاہر تثنیہ یا جمع ہو؛ جیسے: أقائمٌ الزيدان، أو الزيدون ،اس صورت میں صیغۂ صفت مبتدا کی قسم دوم اور اسم ظاہر خبر قائم مقام فاعل ہوگا۔ (۳) صیغۂ صفت اور اسم ظاہر دونوں مفرد ہوں؛ جیسے: أقائم زيدٌ ، اس صورت میں صیغۂ صفت کو مبتدا کی قسم دوم اور اسم ظاہر کو خبر قائم مقام فاعل بھی بنا سکتے ہیں اور صیغۂ صفت کو خبر مقدم اور اسم ظاہر کو مبتدا مؤخر بھی بنا سکتے ہیں۔ (شرح جامی ص:۹۸)

قولہ: والخبر الخ: یہاں سے مصنف خبر کی تعریف بیان فرما رہے ہیں۔

خبر: وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو، مسند ہو اور مذکورہ صیغۂ صفت کے مغائر ہو؛ جیسے: أَبُوْ حنيفةَ إمامٌ، میں إمامٌ خبر ہے؛ اس لیے کہ یہ عوامل لفظیہ سے خالی ہے، مسند ہے اور مذکورہ صیغۂ صفت کے مغائر ہے۔

تعریف کا حاصل یہ ہے کہ خبر کے لیے تین باتیں ضروری ہیں: (۱) عوامل لفظیہ سے خالی ہو، اس سے مبتدا کی دونوں قسموں کے علاوہ باقی تمام مرفوعات نکل گئے؛ کیوں کہ ان کے ساتھ عامل لفظی ہوتا ہے۔ (۲) مسند ہو، اس سے مبتدا کی قسم اول نکل گئی؛ کیوں کہ وہ مسند الیہ ہوتی ہے۔ (۳) مذکورہ صیغۂ صفت کے مغائر ہو، یعنی یا تو صیغۂ صفت ہی نہ ہو، یا صیغۂ صفت ہو؛ مگر وہ حرفِ نفی یا کلمۂ استفہام کے بعد واقع نہ ہو اور اسم ظاہر یا ضمیر بارز کو رفع نہ دے رہا ہو۔ اس سے مبتدا کی قسم دوم نکل گئی؛ کیوں کہ اس میں مذکورہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

www.besturdubooks.net

وَأَصْلُ الْمُبْتَدَأِ التَّقْدِيمُ؛ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ "فِيْ دَارِهٖ زَيْدٌ"، وَامْتَنَعَ "صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ".

وَقَدْ يَكُوْنُ الْمُبْتَدَأُ نَكِرَةً، إِذَا تُخُصِّصَتْ بِوَجْهٍ مَّا؛ مِثْلُ: ﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ

ترجمہ: اور مبتدا میں اصل (خبر پر) مقدم ہونا ہے؛ اسی وجہ سے فِيْ دَارِهٖ زَيْدٌ (زید اپنے گھر میں ہے) جائز ہے، اور صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ ممتنع ہے۔

اور کبھی مبتدا نکرہ ہوتا ہے جب کہ اُس میں کسی طریقہ سے تخصیص کر لی جائے؛ جیسے: ﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ

فائدہ: بصریین کے نزدیک مبتدا اور خبر کا عامل ابتداء ہے (یعنی اسم کی کسی چیز کی طرف یا اسم کی طرف کسی چیز کی اسناد کرنے کے لیے اسم کو عوامل لفظیہ سے خالی کر لینا)، وہی ان دونوں کو رفع دیتا ہے۔ بصریین کے علاوہ دیگر نحویین میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ: مبتدا میں ابتداء عامل ہوتا ہے اور خبر میں مبتدا عامل ہوتا ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہوتا ہے۔ ان حضرات کے مذہب کے اعتبار سے مبتدا اور خبر عوامل لفظیہ سے خالی نہیں ہوں گے۔ (شرح جامی ص:۹۹)

قولہ: وأصل المبتدأ الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی مانع موجود نہ ہو، تو مبتدا میں اصل یہ ہے کہ اُس کو خبر پر مقدم کیا جائے؛ چناں چہ اسی اصل کی وجہ سے فِيْ دَارِهٖ زَيْدٌ [۱] کہنا جائز ہے؛ کیوں کہ یہاں "ہاء" ضمیر کا مرجع: زید گو لفظاً مؤخر ہے؛ لیکن مبتدا ہونے کی وجہ سے رتبۃً "ہاء" ضمیر پر مقدم ہے؛ لہٰذا یہاں صرف لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، اور وہ جائز ہے۔ اور صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ کہنا جائز نہیں؛ کیوں کہ یہاں "ہاء" ضمیر کا مرجع: الدار "ہاء" ضمیر سے لفظاً بھی مؤخر ہے اور خبر ہونے کی وجہ سے رتبۃً بھی مؤخر ہے؛ لہٰذا یہاں لفظاً اور رتبۃً دونوں اعتبار سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں۔

فائدہ: مبتدا میں اصل معرفہ ہونا ہے؛ اس لئے کہ مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے (یعنی اس پر حکم لگایا جاتا ہے) اور حکم اسی پر لگایا جا سکتا ہے جو معلوم اور متعین ہو۔ اور خبر میں اصل نکرہ ہونا ہے؛ اس لئے کہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور محکوم بہ کا متعین ہونا ضروری نہیں، محکوم بہ بننے کے لئے نکرہ ہونا کافی ہے۔

قولہ: وقد یکون المبتدأ نکرۃ الخ: یہاں سے مصنف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر چہ اصل

(۱) فی حرف جر، دارہ مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، زید مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ﴾، وَأَرَجُلٌ فِي الدَّارِ أَمْ اِمْرَأَةٌ ؟ وَمَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِنْکَ، وَشَرٌّ أَهَرَّ ذَا نَابٍ، وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ، وَسَلَامٌ عَلَيْكَ .

ترجمه : خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ﴾ (یقیناً مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے)، أَرَجُلٌ فی الدَّارِ أم اِمْرَأَةٌ ؟ (گھر میں مرد ہے یا عورت؟)، مَا أحدٌ خيرٌ منکَ (کوئی تجھ سے بہتر نہیں ہے)، شَرٌّ أَهَرَّ ذانَابٍ (بڑے شر نے بھونکایا کتے کو)، فی الدَّارِ رَجُلٌ (گھر میں مرد ہے)، سَلامٌ عَلَيْكَ (آپ پر سلامتی ہو)۔

یہی ہے کہ مبتدا معرفہ ہو؛ لیکن اگر نکرہ میں تخصیص کے طریقوں میں سے کسی طریقے کے ذریعہ تخصیص کر لی جائے (یعنی نکرہ میں جو اشتراک ہوتا ہے اس کو کم کر دیا جائے) تو اس وقت نکرہ کا بھی مبتدا واقع ہونا جائز ہے؛ اس لئے کہ اشتراک کم ہونے کے بعد نکرہ معرفہ کے قریب ہو جاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں اس کے اندر معرفہ کی طرح محکوم علیہ بننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے؛ لہٰذا جس طرح معرفہ کا مبتدا بننا صحیح ہے، تخصیص کے بعد اس کا بھی مبتدا بننا صحیح ہو جاتا ہے۔ تخصیص کے متعدد طریقے ہیں، جن میں سے مصنف نے یہاں چھ طریقوں کی طرف اشارہ کیا ہے:

(۱) کبھی نکرہ کی صفت لاکر اس میں تخصیص کر لی جاتی ہے، خواہ وہ صفت مذکور ہو؛ جیسے: ﴿وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ﴾ [۱] (البقرۃ/۲۲۱)، اس مثال میں عبد نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ اس کی صفت "مومن" لاکر اس میں تخصیص کر لی گئی ہے۔

یا وہ صفت مقدر ہو، جیسے: السمنُ منوان بدرهمٍ (گھی کے دو من ایک درہم میں ہیں)، اس مثال میں منوان نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ اس کی صفت "ثابتان منه" لاکر اس میں تخصیص کر لی گئی ہے، جو یہاں مقدر ہے۔

(۲) کبھی متکلم کو غیر متعین طور پر دو چیزوں میں سے ایک کے لئے خبر کے ثابت ہونے کا علم ہوتا ہے، اس کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے، جیسے: أرجلٌ فی الدار أم امرأةٌ ؟ [۲] ، اس مثال میں "رجل"

---

(۱) لام برائے ابتداء، عبد موصوف، مؤمن اسم فاعل، ھو ضمیر مستتر فاعل، اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مبتدا، خیر بمعنی أخیر اسم تفضیل، ھو ضمیر مستتر فاعل، من حرف جر، مشرک مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف لغو، اسم تفضیل اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) ھمزہ حرف استفہام، رجل معطوف علیہ، أم حرف عطف، امرأۃ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا، =

www.besturdubooks.net

معطوف علیہ امرأة معطوف سے مل کر، نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ متکلم کو غیر متعین طور پر مرد اور عورت میں سے ایک کا گھر میں ہونا معلوم ہے، (کیوں کہ اس میں ہمزہ اور أم متصلہ کے ذریعہ سوال کیا گیا ہے، اور ہمزہ اور أم متصلہ کے ذریعہ اسی وقت سوال کیا جاتا ہے جب کہ متکلم کو لا علی التعیین دو چیزوں میں سے ایک کے لئے خبر کے ثابت ہونے کا علم ہو)، اس کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔

(۳) کبھی نکرہ کو نفی کے تحت لاکر اس میں تخصیص کرلی جاتی ہے؛ اس لئے کہ نکرہ کو نفی کے تحت لانے سے نکرہ میں عموم پیدا ہوجاتا ہے اور عموم ابہام کو ختم کردیتا ہے؛ جیسے: "ما أحدٌ خيرٌ منكَ" (۱)، یہاں أحد نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ اس کو نفی کے تحت لاکر اس میں تخصیص کرلی گئی ہے۔

(۴) کبھی نکرہ پر تنوین تعظیم لاکر اس میں تخصیص کرلی جاتی ہے، جیسے: "شرٌّ أهرَّ ذاناب" (۲)، اس مثال میں شرٌّ نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ تنوین تعظیم لاکر اس میں تخصیص کرلی گئی ہے، یہ شر عظيم أهر ذاناب کے معنی میں ہے۔ گویا صفت مقدر ہے اور صفت اسم کو خاص کردیتی ہے۔

(۵) کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کرکے تخصیص کرلی جاتی ہے، جیسے: في الدارِ رجلٌ (۳)، اس مثال میں رجل نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ خبر کو مبتدا پر مقدم کرکے اس میں تخصیص کرلی گئی ہے؛ کیوں کہ جب في الدارِ کہا گیا تو معلوم ہوگیا کہ اس کے بعد مبتدا کوئی ایسی چیز ذکر کی جائے گی جو گھر میں آسکتی ہو؛ جیسا کہ مثال کے طور پر رجلٌ ہے، فيلٌ (ہاتھی) یا قطارٌ (ٹرین) نہیں کہا جاسکتا؛ اس لئے کہ یہ گھر میں نہیں آسکتے۔

(۶) کبھی نکرہ کی متکلم کی طرف نسبت کرکے اُس میں تخصیص کرلی جاتی ہے، جیسے: سلامٌ عليك (۴) اس مثال میں سلام نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ اس کی نسبت متکلم کی طرف ہے؛

= في حرف جر، الدار مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف مستقر، ثابت اسم فاعل محذوف، هو ضمیر مستتر فاعل، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

(۱) ما حرف نفی، أحد مبتداء، خير منك بطریقۂ مذکورہ ترکیب کرنے کے بعد خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) شر موصوف، عظيم شبہ جملہ صفت محذوف، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر مبتدا، أهر فعل، هو ضمیر مستتر فاعل، ذا مضاف، ناب مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) في حرف جر، الدار مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف مستقر، ثابت اسم فاعل محذوف، هو ضمیر مستتر فاعل، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم، رجل مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۴) سلام مبتدا، على حرف جر کاف ضمیر مجرور متصل مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف مستقر، ثابت اسم فاعل محذوف، هو ضمیر مستتر فاعل، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

کیوں کہ اس کی اصل: سَلَّمْتُ سَلامًا علیْک ہے، سلاما مفعول مطلق کے فعل: سلمت کو حذف کردیا سلامًا علیک رہ گیا، اس کے بعد دوام واستمرار کے معنی پیدا کرنے کے لئے جملہ فعلیہ کو جملہ اسمیہ سے بدل دیا، سلامٌ علیک ہوگیا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کلام: سلامٌ مِن قِبلِي عَلَيْک کے معنی میں ہے، متکلم کی طرف نسبت کرکے سلام نکرہ میں تخصیص کرلی گئی ہے۔

فائدہ (۱): مذکورہ چھ طریقوں کے علاوہ کبھی:

(۱) ایک نکرہ کی اضافت دوسرے نکرہ کی طرف کرکے نکرہ میں تخصیص کرلی جاتی ہے؛ جیسے: غلامُ رجلٍ خیرٌ من غلامِ امرأةٍ. اس مثال میں غلام نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ نکرہ کی طرف اضافت کرکے اس میں تخصیص کرلی گئی ہے۔

(۲) کبھی نکرہ میں معنیً اضافت پائے جانے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوجاتی ہے؛ جیسے: ضربٌ لزیدٍ خیرٌ من ضربٍ لعمرٍو، یہاں ضربٌ نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہے؛ اس لیے کہ اس میں معنیً اضافت پائے جانے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہے، یہ ضربُ زیدٍ خیرٌ من ضربِ عمرٍو کے معنی میں ہے۔

(۳) کبھی نکرہ کے مشابہ مضاف ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہوجاتی ہے؛ جیسے: عشرونَ درهمًا فی کِیْسِک. اس مثال میں عشرون نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ یہ مشابہ مضاف ہے، مشابہ مضاف ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔[1]

(۴) اسم تفضیل کو ''مِنْ'' کے ساتھ استعمال کرنے سے اُس میں تخصیص پیدا ہوجاتی ہے؛ جیسے: أفضلُ منک أفضلُ منّی، یہاں اسم تفضیل کو ''مِنْ'' کے ساتھ استعمال کرکے اُس میں تخصیص کی گئی ہے۔

فائدہ (۲): نکرہ کو مبتدا بنانے کے لئے اس میں مذکورہ طرقِ تخصیص میں سے کسی طریقے کے ذریعہ تخصیص کا واجب ہونا جمہور نحاۃ کا مذہب ہے، ابن برہان اور دیگر محققین کا مذہب اس کے خلاف ہے، ان کے نزدیک مبتدا خبر کی ترکیب سے اصل مقصود حصولِ فائدہ ہے، پس اگر بغیر تخصیص کے کسی نکرہ کو مبتدا بنا کر مخاطب کو فائدہ حاصل ہوتا ہو تو اس نکرہ کو مبتدا بنانا درست ہے، تخصیص کرنے کی ضرورت نہیں؛ جیسے: کوکبٌ انقضّ الساعةَ میں کوکب نکرہ ہونے کے باوجود بغیر تخصیص کے مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ مخاطب کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ صاحبِ شرح جامی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[2]

قاعدہ: اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ، تو معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر بنایا جائے گا؛ جیسے: زیدٌ قائمٌ میں زید معرفہ ہے اور قائم نکرہ؛ لہٰذا زید کو مبتدا اور قائم کو خبر بنائیں گے۔

اور اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو ان میں سے جس کو چاہیں مبتدا اور جس کو چاہیں خبر بنا سکتے ہیں، البتہ

(۱) درایۃ النحو (ص:۹۱)　(۲) شرح جامی (ص:۱۰۱)، جامع الغموض (۱/ ۱۹۹)، الہامیہ (ص:۱۰۹)

www.besturdubooks.net

وَالْخَبَرُ قَدْ يَكُونُ جُمْلَةً، مِثْلُ: زَيْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ، وَزَيْدٌ قَامَ أَبُوهُ. فَلا بُدَّ مِنْ عَائِدٍ.

ترجمه : اور خبر کبھی جملہ ہوتی ہے؛ جیسے: **زَيْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ** (زید اُس کا باپ کھڑا ہے)، **زَيْدٌ قَامَ أَبُوهُ** (زید اُس کا باپ کھڑا ہوا)۔ پس (اس صورت میں خبر میں) کسی عائد کا ہونا ضروری ہے۔

جس کو مبتدا بنائیں گے اس کو مقدم کرنا ضروری ہے، تا کہ مبتدا اور خبر میں التباس نہ ہو؛ جیسے: **محمدٌ نبيُّنا** اور **آدمُ أبونا** . ان دونوں مثالوں میں دونوں اسم معرفہ ہیں، لہٰذا ان میں سے آپ جس کو چاہیں مبتدا اور جس کو چاہیں خبر بنا سکتے ہیں، البتہ جس کو مبتدا بنائیں گے اس کو مقدم کرنا ضروری ہوگا۔

قوله: والخبر قد يكون الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو، مرکب تام یعنی جملہ نہ ہو؛ لیکن کبھی خلافِ اصل خبر جملہ بھی ہوتی ہے، خبر کے جملہ ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) خبر جملہ اسمیہ ہو، جیسے: **زيدٌ أبوه قائمٌ** (۱) میں زید مبتدا اور **أبوه قائم** جملہ اسمیہ خبر ہے۔

(۲) خبر جملہ فعلیہ ہو، جیسے: **زيدٌ قامَ أبوهُ** (۲) میں زید مبتدا اور **قام أبوه** جملہ فعلیہ خبر ہے۔

(۳) خبر جملہ شرطیہ ہو، جیسے: **زيدٌ إن جاءني أكرمتُه** میں زید مبتدا اور **إن جاءني أكرمتُه** جملہ شرطیہ خبر ہے۔ مصنف نے اس کو بیان نہیں کیا۔

فلا بدّ من عائد: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر خبر جملہ ہو، تو اُس جملہ میں کسی عائد (یعنی رابط) کا ہونا ضروری ہے۔

یہ رابط کبھی تو ضمیر کی شکل میں ہوتا ہے، جیسے مذکورہ مثالوں: **زيدٌ أبوهُ قائمٌ، زيدٌ قام أبوهُ** اور **زيدٌ إنْ جاءني فأكرمتُه** میں ہاء ضمیر رابط ہے جو زید مبتدا کی طرف راجع ہے۔

کبھی اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھنے کی شکل میں ہوتا ہے؛ جیسے: ﴿**الحَاقَّةُ مَاالْحَاقَّةُ**﴾ میں **ما الحاقة** جملہ اسمیہ خبر ہے، اور اس میں **الحاقة** اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھ دیا گیا ہے، اس کی اصل: **الحاقة ماهي** ہے۔

کبھی رابط الف لام کی شکل میں ہوتا ہے؛ جیسے: **نِعْمَ الرجلُ زيدٌ** میں **نعم الرجلُ** جملہ فعلیہ خبر ہے اور اس میں **الرجل** پر الف لام رابط ہے، یہ الف لام عہد خارجی ہے؛ اس لئے کہ **الرجل** سے مراد زید ہے۔

اور کبھی رابط تفسیر کی شکل میں ہوتا ہے، یعنی جو جملہ خبر واقع ہوتا ہے وہ مبتدا کی تفسیر ہوتا ہے، جیسے: ﴿**قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ**﴾ میں **الله أحدٌ** جملہ اسمیہ خبر ہے جو مبتدا "**هو**" کی تفسیر ہے۔ (۳)

---

(۱) زید مبتدا، أبوه قائم جملہ اسمیہ خبر یہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) زید مبتدا، قام أبوه جملہ فعلیہ خبر یہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

(۳) شرح جامی (ص:۱۰۲)

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفُ الْعَائِدُ . وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا فَالْأَكْثَرُ عَلٰى أَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِجُمْلَةٍ .

ترجمہ: اور کبھی عائد کو حذف کر دیا جاتا ہے۔اور جو خبر ظرف واقع ہو تو اکثر نحویین اس طرف (گئے) ہیں کہ اُس کو (فعل مقدر مان کر) جملہ کی تاویل میں کیا جائے گا۔

قولہ:وقد یحذف الخ: یہاں سے مصنف رابط کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ کبھی رابط کو حذف کر دیا جاتا ہے،یعنی اگر رابط ایسی ضمیر ہو جو "مِنْ" حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو،تو کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت اُس کو حذف کرنا جائز ہے،جیسے:**السمنُ مَنَوَانِ بِدرهمٍ** (دو من گھی ایک درہم میں ہے)، **البرُّ الكرُّ بِستِّينَ درهمًا** (گندم کی ایک بوری ساٹھ درہم میں ہے) پہلی مثال میں **منوان بدرهم** اور دوسری مثال میں **الكرُّ بستين درهمًا** جملہ اسمیہ خبر ہے،اور دونوں سے "**منه**" رابط کو قرینہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے،اصل عبارت اس طرح ہے:**السمنُ منوان منه بدرهم ، البُرُّ الكرُّ منه بستين درهمًا**. قرینہ یہ ہے کہ گھی اور گندم بیچنے والا گھی اور گندم ہی کا بھاؤ بتائے گا۔

اور اگر رابط ضمیر منصوب یا ایسی ضمیر مجرور ہو جو "مِنْ" کے علاوہ کسی دوسرے عاملِ جر کی وجہ سے مجرور ہو تو اس کو بھی حذف کر سکتے ہیں؛لیکن اس کو حذف کرنے کا دارومدار قرینے کے پائے جانے پر نہیں؛ بلکہ سماع پر ہے، جہاں اہل عرب حذف کرتے ہوں وہاں حذف کریں گے اور جہاں حذف نہ کرتے ہوں وہاں حذف نہیں کریں گے۔اور جہاں تک ضمیر کے علاوہ دیگر روابط اور ضمیر مرفوع کا تعلق ہے تو اُن کو حذف کرنا جائز نہیں۔(۱)

قولہ: وما وقع ظرفا الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر خبر ظرف ہو (خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان) یا جار مجرور ہو،تو وہاں خبر مفرد ہوگی یا جملہ؟اس میں اختلاف ہے،اکثر نحاۃ (یعنی بصریین) کہتے ہیں کہ جملہ ہوگی اور کوفیین کہتے ہیں کہ مفرد ہوگی۔

بصریین کی دلیل یہ ہے کہ ظرف اور جار مجرور کے لیے کسی ایسے متعلَّق کا ہونا ضروری ہے جو اُن میں عمل کرے اور عمل میں فعل اصل ہے؛ لہٰذا وہاں فعل کو مقدر مانیں گے اور فعل مقدر ماننے کی صورت میں خبر جملہ ہوگی،نہ کہ مفرد۔

اور کوفیین کی دلیل یہ ہے کہ خبر میں اصل مفرد ہونا ہے اور خبر مفرد اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب کہ ظرف اور جار مجرور سے پہلے اُن کا متعلَّق کوئی شبہ فعل (مثلاً:اسم فاعل وغیرہ) مقدر مانا جائے؛ لہٰذا وہاں شبہ فعل مقدر مان کر خبر کو مفرد کہیں گے۔

---

(۱) درایۃ النحو (ص:۹۵)

www.besturdubooks.net

وَإِذَا كَانَ الْمُبْتَدَأُ مُشْتَمِلًا عَلٰى مَالَهُ صَدْرُ الْكَلَامِ؛ مِثْلُ: مَنْ أَبُوكَ؟ أَوْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ، أَوْ مُتَسَاوِيَيْنِ؛ نَحْوُ: أَفْضَلُ مِنْكَ أَفْضَلُ مِنِّي. أَوْ كَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا لَهُ؛ مِثْلُ: زَيْدٌ قَامَ، وَجَبَ تَقْدِيمُهُ.

ترجمہ: اور جب مبتدا ایسی چیز پر مشتمل ہو جس کے لیے صدارتِ کلام ہے؛ جیسے: مَنْ أَبُوكَ؟ (کون ہے تیرا باپ؟)، یا مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں، یا (اصل تخصیص میں) برابر ہوں؛ جیسے: أَفْضَلُ مِنْكَ أَفْضَلُ مِنِّيْ (تجھ سے افضل مجھ سے افضل ہے)، یا خبر مبتدا کا فعل ہو؛ جیسے: زَيْدٌ قَامَ (زید کھڑا ہوا)، تو مبتدا کو (خبر پر) مقدم کرنا واجب ہے۔

مثال: جیسے: زیدٌ خلفکَ اور عَمرٌ فی الدارِ، دیکھئے یہاں پہلی مثال میں خلفک ظرف خبر ہے اور دوسری مثال میں فی الدارِ جار مجرور خبر ہے؛ لہٰذا یہاں دونوں مثالوں میں بصریین کے نزدیک خبر جملہ ہوگی، خلفک اور فی الدار سے پہلے استقرّ (یا اس کے ہم معنی کوئی فعل) محذوف ہوگا، اصل عبارت ہوگی: زیدٌ استقرَّ خلفکَ، عَمرٌ استقرّ فی الدار. اور کوفیین کے نزدیک یہاں خبر مفرد ہوگی، ان کے نزدیک فی الدار سے پہلے ثابتٌ (یا اس کے ہم معنی کوئی شبہ فعل) محذوف ہوگا، اصل عبارت ہوگی: زیدٌ ثابتٌ خلفکَ، عَمرٌ ثابتٌ فی الدارِ.

چوں کہ مصنف کا رجحان بصریین کے مذہب کی طرف ہے، اس لئے مصنف نے یہاں صرف بصریین کا مذہب بیان کیا ہے، کوفیین کا مذہب بیان نہیں کیا۔

قولہ: وإذا کان المبتدأ الخ: یہاں سے مصنف مبتدا کو خبر پر مقدم کرنے کے مواقع بیان فرمارہے ہیں، مصنف کے بیان کے مطابق چار مواقع ایسے ہیں جہاں مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے:

۱- مبتدا ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدارتِ کلام کو چاہتے ہوں، مثلاً اُس میں استفہام کے معنی ہوں؛ جیسے مَنْ أَبُوكَ؟[1]، یہاں "مَنْ" مبتدا کو أبوک خبر پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ وہ استفہام کے معنی پر مشتمل ہے، جو صدرات کلام کو چاہتے ہیں، اگر اس کو مقدم نہیں کریں گے تو اس کی صدرات باطل ہوجائے گی۔

نوٹ: یہ امام سیبویہ کے نزدیک ہے، اس کے برخلاف بعض نحاۃ اس طرف گئے ہیں کہ یہاں أبوکَ مبتدا ہے؛ کیوں کہ وہ معرفہ ہے، اور "مَنْ" اس کی خبر ہے جس کو یہاں استفہام کے معنی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وجوباً مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے۔[2]

---

(۱) مَنْ مبتدا، أبوکَ مرکب اضافی خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (۲) شرح جامی (ص: ۱۰۳)

www.besturdubooks.net

۲ – مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں اور وہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جس سے اُن میں سے ایک کا مبتدا اور دوسرے کا خبر ہونا متعین ہو جائے؛ جیسے: اَللّٰهُ إِلٰهُنا (اللہ ہمارا معبود ہے)، یہاں اللّٰه مبتدا کو إلٰهنا خبر پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ یہاں مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہیں اور یہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے جو ان میں سے ایک کے مبتدا اور دوسرے کے خبر ہونے پر دلالت کرے، اگر یہاں مبتدا کو مقدم نہیں کریں گے تو خبر کا مبتدا کے ساتھ التباس لازم آئے گا، پتہ نہیں چل پائے گا کہ وہ مبتدا ہے یا خبر۔

نوٹ: اگر کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے اُن میں سے ایک کا مبتدا اور دوسرے کا خبر ہونا متعین ہو جائے تو اس صورت میں چوں کہ التباس کا خوف نہیں ہے، اس لئے مبتدا کو مؤخر کرنا جائز ہے؛ جیسے: بَنُونَا بَنُو أَبْنَائِنا، اس مثال میں بنو أبنائنا مبتدا مؤخر اور بنونا خبر مقدم ہے، چوں کہ یہاں قرینہ معنویہ متعینہ طور پر بنو أبنائنا کے مبتدا اور بنونا کے خبر ہونے پر دلالت کر رہا ہے، اس لئے مبتدا کو مؤخر کیا گیا ہے، اور قرینہ معنویہ یہ ہے کہ بیٹوں کے بیٹوں (یعنی پوتوں) کو بیٹوں کے درجہ میں اتار کر مجازاً بیٹا کہہ دیا جاتا ہے، اپنے بیٹوں کو، بیٹوں کے بیٹوں (یعنی پوتوں) کے درجہ میں اتار کر بیٹوں کا بیٹا نہیں کہا جاتا۔ (۱)

۳ – مبتدا اور خبر اصل تخصیص میں برابر ہوں، یعنی دونوں ایسی نکرہ ہوں جن میں تخصیص کی گئی ہو، خواہ دونوں میں ایک ہی درجہ کی تخصیص ہو یا ایک میں تخصیص زائد ہو اور دوسرے میں کم؛ جیسے: أفضلُ منک أفضلُ منّی (۲)، یہاں أفضلُ منک مبتدا کو أفضلُ منّی خبر پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ یہاں مبتدا اور خبر دونوں اسم تفضیل نکرہ ہیں جن میں ''مِنْ'' کے ساتھ استعمال کر کے تخصیص کی گئی ہے، اگر یہاں مبتدا کو خبر پر مقدم نہیں کریں گے تو خبر کا مبتدا کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

۴ – خبر مبتدا کا فعل ہو، یعنی خبر ایسا فعل ہو جس کی اسناد مبتدا کی ضمیر کی طرف کی گئی ہو؛ جیسے: زیدٌ قامَ (۳) یہاں زید مبتدا کو قامَ خبر پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ یہاں خبر ایسا فعل ہے جس کی اسناد زید مبتدا کی ضمیر کی طرف کی گئی ہے، اگر یہاں مبتدا کو مقدم نہیں کریں گے تو مبتدا کا فعل کے واحد ہونے کی صورت میں فاعل کے ساتھ اور فعل کے تثنیہ یا جمع ہونے کی صورت میں فاعل کے بدل کے ساتھ التباس لازم آئے گا، پتہ نہیں چل پائے گا کہ وہ مبتدا ہے یا فاعل، یا فاعل کا بدل۔ (۴)

---

(۱) درایۃ النحو (ص:۹۱-۹۲)

(۲) أفضل اسم تفضیل، منک جار مجرور متعلق، اسم تفضیل اپنے متعلق سے مل کر مبتدا، أفضل اسم تفضیل، منی جار مجرور متعلق اسم تفضیل اپنے متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) زید مبتدا، قام فعل، ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۴) جامع الغموض (۲۰۳/۱)، شرح جامی (ص:۱۰۳)

www.besturdubooks.net

وَإِذَا تَضَمَّنَ الْخَبرُ الْمُفْرَدُ مَالَهُ صَدْرُ الْكَلامِ؛ مِثْلُ: أَيْنَ زَيْدٌ؟ أَوْكَانَ مُصَحِّحًا لَهُ ؛ مِثْلُ: فِي الدَّارِ رَجُلٌ . أَوْ لِمُتَعَلِّقِهِ ضَمِيرٌ فِى الْمُبْتَدَأ؛ مِثْلُ: عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا . أَوْ كَانَ خَبَرًا عَنْ "أَنَّ"؛ مِثْلُ: عِنْدِى أَنَّکَ قَائِمٌ، وَجَبَ تَقْدِيمُهُ .

ترجمہ: اور جب خبر مفرد ایسے معنی کو متضمن ہو جس کے لیے صدارتِ کلام ہے؛ جیسے: أَيْنَ زَيْدٌ ؟ (زید کہاں ہے)۔ یا خبر مبتدا کو صحیح کرنے والی ہو؛ جیسے: فِي الدَّارِ رَجُلٌ (گھر میں مرد ہے)۔ یا خبر کے متعلق کی مبتدا میں ضمیر ہو؛ جیسے: عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا (کھجور پر اسی کے برابر مکھن ہے)۔ یا وہ "أَنَّ" کی خبر ہو؛ جیسے: عِنْدِى أَنَّکَ قَائِمٌ (میرے نزدیک تیرا کھڑا ہونا ثابت ہے)، تو خبر کو (مبتدا) پر مقدم کرنا واجب ہے۔

قولہ: وإذا تضمن الخبر الخ: یہاں سے مصنف خبر کو مبتدا پر مقدم کرنے کے مواقع بیان فرمارہے ہیں، مصنف کے بیان کے مطابق چار مواقع ایسے ہیں جہاں خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے:

۱- خبر مفرد (خواہ حقیقۃً مفرد ہو یا صورۃً) ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدارتِ کلام کو چاہتے ہوں، مثلاً اُس میں استفہام کے معنی ہوں؛ جیسے: أَيْنَ زَيْدٌ[1]، یہاں أَيْنَ اسم ظرف خبر کو زید مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ خبر یہاں استفہام کے معنی پر مشتمل ہے جو صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں، اگر یہاں خبر کو مقدم نہیں کریں گے تو اس کی صدارت باطل ہو جائے گی۔

اگر أَيْنَ اسم ظرف کا متعلَّق فعل مقدر مانا جائے جیسا کہ بصریین کا مذہب ہے، تو یہاں خبر حقیقۃً جملہ ہوگی اور صورۃً مفرد، اور اگر اِس کا متعلَّق کوئی شبہ فعل (مثلاً اسم فاعل وغیرہ) مقدر مانا جائے جیسا کہ کوفیین کا مذہب ہے تو خبر حقیقۃً بھی مفرد ہوگی اور صورۃً بھی۔

۲- خبر مبتدا کو صحیح کرنے والی ہو، یعنی مبتدا ایسا نکرہ ہو جس میں خبر کو مقدم کر کے تخصیص کی گئی ہو اور خبر کو مقدم کر کے تخصیص کرنے کی وجہ سے ہی اُس کا مبتدا بننا صحیح ہوا ہو؛ جیسے: فِي الدارِ رَجلٌ، یہاں فی الدار جار مجرور ثابتٌ محذوف کا متعلق ہو کر خبر ہے جس کو رجلٌ مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ یہاں خبر کو مقدم کرنے ہی کی وجہ سے رجلٌ نکرہ کا مبتدا بننا صحیح ہوا ہے؛ اگر یہاں خبر کو مقدم نہیں کریں گے تو رجلٌ نکرہ بغیر تخصیص کے رہ جائے گا اور اُس کا مبتدا بننا صحیح نہیں ہوگا؛ کیوں کہ نکرہ کا مبتدا بننا اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب کہ اُس میں طرقِ تخصیص میں سے کسی طریقے کے ذریعے تخصیص کی گئی ہو۔

۳- خبر کے متعلق کی مبتدا میں ضمیر ہو، یعنی مبتدا ایسی ضمیر کی طرف مضاف ہو جو خبر کے کسی متعلق کی

---

(۱) أینَ ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہو کر خبر مقدم، زیدٌ مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

طرف راجع ہو؛ جیسے: علی التمرةِ مثلُها زبدًا [1]، یہاں علی التمرةِ کا مجموعہ خبر ہے جس کو مثلُها زبدًا مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے؛ کیوں کہ یہاں مبتدا ہاء ضمیر کی طرف مضاف ہے جو تمرةٌ کی طرف راجع ہے اور تمرةٌ خبر کا متعلق ہے، اگر یہاں خبر کو مقدم نہیں کریں گے تو لفظاً اور رتبۃً اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، جو کہ جائز نہیں۔

نوٹ: یہاں متعلق سے مراد اُس ظرف کا مضاف الیہ یا حرفِ جر کا مجرور ہے جس کے متعلَّق کو حذف کرنے کے بعد ظرف اور جار مجرور کو اُس کے قائم مقام کرکے خبر بنادیا گیا ہو۔

اب مطلب یہ ہوگا کہ اگر مبتدا ایسی ضمیر کی طرف مضاف ہو جو ظرف کے مضاف الیہ یا حرف جر کے مجرور کی طرف راجع ہو، اور ظرف اور جار مجرور کے متعلَّق کو حذف کرنے کے بعد، ظرف اور جار مجرور کو اس کے قائم مقام کرکے خبر بنادیا گیا ہو، تو وہاں اضمار قبل الذکر سے بچنے کے لیے پوری خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے، صرف اُس اسم کو مقدم نہیں کرسکتے جس کی طرف مبتدا کی ضمیر راجع ہے؛ کیوں کہ ایسا کرنے کی صورت میں شئی کا خود اپنی ذات پر مقدم ہونا لازم آئے گا، جو کہ جائز نہیں۔

اور اگر ظرف اور جار مجرور کا متعلَّق لفظوں میں موجود ہو اور وہی خبر ہو، اور مبتدا ایسی ضمیر کی طرف مضاف ہو جو ظرف کے مضاف الیہ یا حرف جر کے مجرور کی طرف راجع ہو، تو وہاں اضمار قبل الذکر سے بچنے کے لیے خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ ظرف اور جار مجرور کو مقدم کردینا کافی ہے؛ جیسے: علی اللّٰہِ عبدُہ متوکلٌ (اللہ کا بندہ اللہ پر بھروسہ کرنے والا ہے)، دیکھئے: یہاں علی اللّٰہ جار مجرور کا متعلَّق متوکل خبر ہے اور لفظوں میں موجود ہے اور عبدُہ مبتدا ہاء ضمیر کی طرف مضاف ہے جو اللہ مجرور کی طرف راجع ہے، اسی لیے یہاں اضمار قبل الذکر سے بچنے کے لیے خبر کو مبتدا پر مقدم نہیں کیا گیا؛ بلکہ علی اللّٰہِ جار مجرور کو مقدم کیا گیا ہے۔[2]

۴- "أَنَّ" حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر کے ساتھ مفرد کی تاویل میں ہوکر مبتدا واقع ہو اور کوئی اسم اُس کی خبر ہو؛ جیسے: عندِی أَنّک قائمٌ، یہاں "أَنَّ" حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم کاف ضمیر اور قائمٌ خبر سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہوکر مبتدا واقع ہے اور عندی مرکب اضافی ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہوکر اُس کی خبر ہے، جس کو یہاں مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے، اگر یہاں خبر کو مبتدا پر مقدم نہیں کریں گے تو "أَنَّ" مفتوحہ کا "إِنَّ" مکسورہ کے ساتھ التباس لازم آئے گا، پتہ نہیں چل پائے گا کہ وہ "أَنَّ" مفتوحہ ہے یا "إِنَّ" مکسورہ، جب کہ خبر کو مقدم کرنے کی صورت میں کوئی التباس نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس صورت میں وہ درمیان میں آجائے گا اور درمیانِ کلام میں ہمیشہ "أَنَّ" مفتوحہ آتا ہے۔

---

(۱) علی التمرة جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہوکر خبر مقدم، مثلها مرکب اضافی ممیّز، زبدا تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) دیکھئے: جامع الغموض (۱/۲۰۶-۲۰۷)

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ؛ مِثْلُ: زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ .
وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ مَعْنَى الشَّرْطِ فَيَصِحُّ دُخُولُ الْفَاءِ فِي الْخَبَرِ . وَذٰلِکَ

ترجمہ: اور کبھی خبر متعدد ہوتی ہیں؛ جیسے: زیدٌ عالمٌ عاقلٌ (زید جاننے والا اور عقل مند ہے)۔ اور کبھی مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے، پس (اس صورت میں) خبر پر فاء کا داخل ہونا صحیح ہے۔ اور وہ

قولہ: وقد یتعدد الخبر الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی ایک مبتدا کی متعدد خبریں لے آتے ہیں؛ جیسے: زیدٌ عالمٌ عاقلٌ، یہاں زید مبتدا کی دو خبریں لائی گئی ہیں، ایک عالمٌ اور دوسری عاقلٌ.

فائدہ: اگر تعددِ خبر کے بغیر معنی مکمل ہو جائیں تو متعدد خبریں لانا جائز ہے؛ جیسے: زیدٌ عالمٌ عاقلٌ . اور اگر تعددِ خبر کے بغیر معنی مکمل نہ ہوں تو متعدد خبریں لانا واجب ہے؛ جیسے: الخلُّ حلوٌ حامضٌ (سرکہ کھٹا میٹھا ہے)۔ (۱)

اگر لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے متعدد خبریں ہوں تو اُن کو عطف کے ساتھ بھی لا سکتے ہیں؛ جیسے: زیدٌ عالمٌ و عاقلٌ . اور بغیر عطف کے بھی لا سکتے ہیں؛ جیسے: زیدٌ عالمٌ عاقلٌ. اور اگر صرف لفظوں کے اعتبار سے تعدد ہو، تو اولیٰ یہ ہے کہ اُن کو بغیر عطف کے لایا جائے؛ جیسے: هذا حلوٌ حامضٌ. اور اگر متعدد خبروں میں سے کسی کی ضمیر مبتدا کے مجموعے کی طرف راجع نہ ہو، تو وہاں خبروں کے درمیان واؤ حرف عطف لانا واجب ہے؛ جیسے: هما عالمٌ و جاهلٌ (وہ دونوں عالم اور جاہل ہیں)، یعنی اُن میں سے ایک عالم ہے اور دوسرا جاہل۔ (۲)

قولہ: وقد یتضمن المبتدأ الخ: یہاں سے مصنف مبتدا متضمن معنیٔ شرط یعنی اُس مبتدا کو بیان فرما رہے ہیں جس میں شرط کے معنی ہوتے ہیں۔

اگر مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو یعنی جس طرح شرط جزاء کے لیے سبب ہوتی ہے، اسی طرح مبتدا خبر کے لیے یا خبر کا حکم لگانے کے لیے سبب ہو اور لفظوں میں اُس سببیت پر دلالت کرنا مقصود ہو، تو اُس کی خبر پر فاء داخل کرنا واجب ہے۔ اور اگر لفظوں میں اُس پر دلالت کرنا مقصود نہ ہو، تو خبر پر فاء داخل کرنا جائز نہیں۔

مبتدا متضمن معنیٔ شرط کی چار صورتیں ہیں:

۱- مبتدا ایسا اسم موصول ہو جس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو؛ جیسے: الذی یأتینی فله درهمٌ (۳)، یہاں الذی

---

(۱) غایۃ التحقیق (ص:۱۲۵) (۲) شرح جامی (ص:۱۰۵)، حاشیہ کافیہ (ص:۲۱)

(۳) الذی اسم موصول، یأتینی جملہ فعلیہ صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر مبتدا متضمن معنیٔ شرط، فاء جزائیہ، له جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، درهم مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر متضمن معنیٔ جزاء۔

www.besturdubooks.net

اَلِاسْمُ الْمَوْصُوْلُ بِفِعْلٍ أَوْ ظَرْفٍ، أَوِ النَّكِرَةُ الْمَوْصُوْفَةُ بِهِمَا؛ مِثْلُ: اَلَّذِیْ یَأْتِیْنِیْ أَوْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ، وَكُلُّ رَجُلٍ یَأْتِیْنِیْ أَوْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ .

ترجمہ : (یعنی مبتدا متضمن معنیٔ شرط) وہ اسم موصول ہے جس کا صلہ فعل یا ظرف ہو، یا وہ نکرہ موصوفہ ہے جس کی صفت فعل یا ظرف لائی گئی ہو؛ جیسے: **الّذی یأتِینی أَوْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ** (جو شخص میرے پاس آئے گا یا جو شخص گھر میں ہے اُس کے لیے ایک درہم ہے)، **کُلُّ رَجُلٍ یأتِینی أَوْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ** (ہر وہ شخص جو میرے پاس آئے گا یا ہر وہ شخص جو گھر میں ہے اُس کے لیے ایک درہم ہے)۔

...... مبتدا متضمن معنیٔ شرط ہے؛ اس لیے کہ وہ ایسا اسم موصول ہے جس کا صلہ جملہ فعلیہ ہے، اسی لیے اس کی خبر پر فاء لایا گیا ہے۔

۲- مبتدا ایسا اسم موصول ہو جس کا صلہ ایسا ظرف یا جار مجرور ہو جس سے پہلے فعل مقدر مان کر اُس کو جملہ فعلیہ کی تاویل میں کیا گیا ہو؛ جیسے: **الذیْ فی الدارِ فله درهمٌ**[1]، یہاں **الذی** ...... مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے؛ اس لیے کہ وہ ایسا اسم موصول ہے جس کا صلہ جار مجرور ہے جس سے پہلے **حصل** فعل مقدر ہے، اسی لیے اس کی خبر پر فاء لایا گیا ہے۔

فائدہ: وہ اسم موصوف جس کی صفت مذکورہ اسم موصول ہو اُس کا بھی یہی حکم ہے، وہ بھی مبتدا متضمن معنیٔ شرط ہوگا اور اُس کی خبر پر فاء لایا جائے گا؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَإِنَّهٗ مُلَاقِیْكُمْ**﴾۔ (شرح جامی ص:۱۰۵)

۳- مبتدا ایسا نکرہ موصوفہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ ہو؛ جیسے: **کلُّ رجلٍ یأتینی فله درهمٌ**[2]، یہاں **کلُّ رجلٍ** ...... مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے؛ اس لیے کہ وہ ایسا نکرہ موصوفہ ہے جس کی صفت جملہ فعلیہ ہے، اسی لیے اس کی خبر پر فاء لایا گیا ہے۔

۴- مبتدا ایسا نکرہ موصوفہ ہو جس کی صفت ایسا ظرف یا جار مجرور ہو جس سے پہلے فعل مقدر مان کر اُس کو

---

(۱) الذی اسم موصول، فی الدار جار مجرور حصل فعل محذوف کا متعلق ہو کر جملہ فعلیہ مؤولہ صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر مبتدا متضمن معنیٔ شرط، فاء جزائیہ، لہ جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، درهم مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر متضمن معنیٔ جزاء۔

(۲) کل رجل مرکب اضافی موصوف، یأتینی جملہ فعلیہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتدا متضمن معنیٔ شرط، فاء جزائیہ، لہ جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، درهم مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر متضمن معنیٔ جزاء۔

www.besturdubooks.net

وَ "لَيْتَ" وَ "لَعَلَّ" مَانِعَانِ بِالْإِتِّفَاقِ . وَأَلْحَقَ بَعْضُهُمْ "إِنَّ" بِهِمَا .

ترجمہ : اور "لَيْتَ" اور "لَعَلَّ" بالاتفاق (خبر پر فاء کو داخل کرنے سے) مانع ہیں۔ اور بعض نحویوں نے "إِنَّ" کو (بھی) اِن دونوں کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

جملہ فعلیہ کی تاویل میں کیا گیا ہو؛ جیسے: **كلُّ رجلٍ فی الدارِ فله درهمٌ**[1]، یہاں **كلُّ رجلٍ** ...... مبتدا شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے؛ اس لیے کہ وہ ایسا نکرہ موصوفہ ہے جس کی صفت جار مجرور ہے جس سے پہلے حصل فعل مقدر ہے، اسی لیے اس کی خبر پر فاء لایا گیا ہے۔

فائدہ: وہ اسم جو مذکورہ نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف ہو اُس کا بھی یہی حکم ہے، وہ بھی مبتدا متضمن معنیٰ شرط ہوگا اور اُس کی خبر پر فاء لایا جائے گا؛ جیسے: **كلُّ غلامِ رجلٍ يأتينی أو فی الدارِ فله درهمٌ.**[2]

قولہ: و "ليت" و "لعل" الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تمام نحوی اِس پر متفق ہیں کہ "لَيْتَ" اور "لَعَلَّ" اگر ایسے مبتدا پر داخل ہوں جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو اور اُس کی خبر پر فاء کا داخل ہونا صحیح ہو، تو یہ خبر پر فاء کے داخل ہونے سے مانع ہوں گے، یعنی اِن کے آنے کے بعد خبر پر فاء داخل نہیں کر سکتے؛ اس لیے کہ خبر پر فاء کا داخل ہونا صرف اس وجہ سے صحیح تھا کہ مبتدا اور خبر شرط و جزاء کے مشابہ تھے، اور "لَيْتَ" اور "لَعَلَّ" نے آکر اُس مشابہت کو ختم کر دیا؛ کیوں کہ یہ جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ بنا دیتے ہیں، جب کہ شرط اور جزاء جملہ خبریہ کے قبیل سے ہیں؛ لہٰذا اِن کے آنے کے بعد خبر پر فاء داخل کرنا جائز نہیں۔

فائدہ: افعالِ ناقصہ اور افعال قلوب بھی بالاتفاق خبر پر فاء کے داخل ہونے سے مانع ہیں، پس افعالِ ناقصہ کی خبر اور افعالِ قلوب کے مفعول ثانی پر فاء داخل کرنا جائز نہیں۔ (شرح جامی ص:۱۰۶)

قولہ: وألحق بعضهم الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر "إِنَّ" ایسے مبتدا پر داخل ہو جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو اور اُس کی خبر پر فاء کا داخل ہونا صحیح ہو، تو وہ خبر پر فاء کے داخل ہونے سے مانع ہوگا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام سیبویہ فرماتے ہیں کہ "لَيْتَ" اور "لَعَلَّ" کی طرح "إِنَّ" بھی خبر پر فاء کے داخل ہونے سے مانع ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ "إِنَّ" کے داخل ہونے کے بعد مبتدا میں شرط کی مشابہت باقی نہیں

---

(۱) کل رجل مرکب اضافی موصوف، فی الدار جار مجرور حصل فعل محذوف کا متعلق ہو کر جملہ فعلیہ مؤولہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتدا متضمن معنیٰ شرط، فاء جزائیہ، له جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، درهم مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر متضمن معنیٰ جزاء۔

(۲) شرح جامی (ص:۱۰۶)

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِيَامِ قَرِينَةٍ جَوَازًا؛ كَقَوْلِ الْمُسْتَهِلِّ: الْهِلَالُ وَاللّٰهِ.

تـرجـمـہ: اور کبھی مبتدا کو حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت جوازاً؛ جیسے: نیا چاند دیکھنے والے کا قول: الْهِلَالُ وَاللّٰهِ (بخدا! یہ چاند ہے)۔

رہے گی؛ کیوں کہ شرط صدارتِ کلام کو چاہتی ہے، اور ''إِنَّ'' کے آنے کے بعد اُس کی صدارت ختم ہو جائے گی۔

اور امام اخفش فرماتے ہیں کہ ''إِنَّ'' خبر پر فاء کے داخل ہونے سے مانع نہیں ہے؛ اس لیے کہ ''إِنَّ'' جملہ خبر یہ کو جملہ انشائیہ کے معنی میں نہیں کرتا؛ بلکہ وہ ''إِنَّ'' کے آنے کے بعد بھی خبر یہ ہی باقی رہتا ہے؛ لہٰذا اُس کی خبر پر فاء داخل کرنا جائز ہے۔ صاحب شرح جامی نے اسی کو اصح کہا ہے۔ نیز اس کی تائید قرآن کریم کی اِن آیات سے بھی ہوتی ہے: ﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَإِنَّه مُلَاقِيكُمْ﴾، ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ، فَلَنْ يُّقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ﴾، دیکھئے: اِن دونوں آیات میں ''إِنَّ'' کی خبر پر فاء داخل کیا گیا ہے، اگر ''إِنَّ'' خبر پر فاء کے داخل ہونے سے مانع ہوتا تو قرآن کریم میں جو کہ افصح الکلام ہے ''إِنَّ'' کی خبر پر فاء داخل نہ کیا جاتا۔

قولہ: وقد يحذف المبتدأ الخ: یہاں سے مصنف مبتدا کو حذف کرنے کا موقع بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر مبتدا کے حذف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینۂ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو، تو مبتدا کو حذف کرنا جائز ہے؛ جیسے چاند دیکھنے والوں کے مجمع میں کوئی شخص چاند دیکھ کر کہے: الْهِلَالُ وَاللّٰهِ(۱)، یہاں الْهِلَالُ خبر ہے، اس سے پہلے هٰذا مبتدا محذوف ہے، اصل عبارت ہے: هٰذا الهلالُ وَاللّٰهِ، قرینہ چاند دیکھنے والوں کی حالت ہے جو اس کے حذف پر دلالت کر رہی ہے۔

یہاں چوں کہ مقصود ایک چیز کو اشارہ سے متعین کر کے اُس پر چاند ہونے کا حکم لگانا ہے تاکہ دیکھنے والے اُس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اُس کو دیکھ لیں، اس لیے اس کو حذفِ خبر کے قبیل سے قرار دے کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ الهلالُ مبتدا ہے اور اُس کی خبر هٰذا محذوف ہے۔

نیز یہاں مصنف آخر میں واللّٰہِ قسم اس لیے لائے تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ ہلال کا آخری حرف وقف کی وجہ سے ساکن ہے؛ کیوں کہ اس وقت اُس کا مرفوع ہونا متعین نہیں ہوگا؛ بلکہ یہ احتمال رہے گا کہ یہ ابصر فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔

---

(۱) الهلال خبر، هٰذا مبتدا محذوف کی، هٰذا مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر، دال بر جوابِ قسم، واللہ جار مجرور أقسمُ فعل محذوف کا متعلق ہو کر قسم۔

www.besturdubooks.net

وَالْخَبَرُ جَوَازًا، مِثْلُ: خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ . وَوُجُوبًا فِيمَا الْتُزِمَ فِي مَوْضِعِهِ غَيْرُهُ، مِثْلُ: لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا، وَمِثْلُ: ضَرْبِي زَيْدًا قَائِمًا، وَكُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهُ، وَلَعَمْرُكَ لَأَفْعَلَنَّ كَذَا .

ترجمہ : اورخبرکوجوازاً(حذف کردیا جاتا ہے)؛جیسے:خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ (میں نکلاتو اچانک درندہ موجودتھا)۔اوروجوباً(حذف کردیا جاتا ہے)اُن مواقع میں جہاں خبر کی جگہ خبر کے علاوہ کاالتزام کیا گیا ہو جیسے:لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا (اگرزیدنہ ہوتا تو ایسا ہوجاتا)،اورجیسے:ضَرْبِي زَيْدًا قَائِمًا (میرازیدکومارنا کھڑا ہونے کی حالت میں ہے)، كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهُ (ہرشخص اپنے پیشہ کے ساتھ ہے)، لَعَمْرُكَ لَأَفْعَلَنَّ كَذَا (تیری زندگی کی قسم!میں ضرورایسا کروں گا)۔

قوله:والخبرجوازا الخ: یہاں سے مصنف خبرکوحذف کرنے کے مواقع بیان فرمارہے ہیں۔

اگرخبر کے حذف پردلالت کرنے والا کوئی قرینۂ حالیہ یامقالیہ موجودہواورکسی چیزکوخبر کے قائم مقام نہ کیا گیا ہو،توخبرکوحذف کرنا جائز ہے؛جیسے:خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ[1]،یہاں السبعُ مبتدا کی خبرمَوْجُوْدٌ محذوف ہے،اصل عبارت ہے:خرجتُ فإذا السبعُ موجودٌ ،قرینہ''إذا'' ظرفِ زمان ہے جواِس کے حذف پردلالت کررہاہے؛کیوں کہ ظروفِ زمان افعالِ عامہ[2] پردلالت کرتے ہیں اورموجود افعال عامہ میں سے وجد سے مشتق ہے۔''إذا'' موجود خبرمحذوف کا مفعول فیہ ہے،یہاں چوں کہ کسی دوسری چیزکو خبر کے قائم مقام نہیں کیا گیا،اس لیے خبرکوجوازاًحذف کیا گیا ہے۔

قوله: ووجوبا فیما الخ : یہاں سے مصنف اُن مواقع کوبیان فرمارہے ہیں جہاں خبرکوحذف کرنا واجب ہے،جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرخبر کے حذف پردلالت کرنے والا کوئی قرینۂ حالیہ یامقالیہ موجودہواور کسی چیزکوخبر کے قائم مقام کردیا گیا ہو،تووہاں خبرکوحذف کرنا واجب ہے،مصنف کے بیان کے مطابق اس طرح کے چارمواقع ہیں:

۱-مبتدا''لَوْلَا'' کے بعدہواوراُس کی خبرافعالِ عامہ یااُن کے مشتقات میں سے ہواور''لَوْلَا'' کے

---

(۱) خرجت فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ،فاء حرف عطف،إذا مفعول فیہ مقدم،السبع مبتدا،موجود اسم مفعول محذوف،موجود محذوف اپنے نائب فاعل اورمفعول فیہ مقدم سے مل کرشبہ جملہ خبر،مبتدا خبر سے مل کرجملہ اسمیہ خبریہ معطوف۔

(۲) افعالِ عامہ چارہیں:كَانَ، حَصَلَ، ثَبَتَ، وُجِدَ . اگرکہیں ظرف یاجارمجرورکا متعلَّق لفظوں میں مذکورنہ ہو،نیزکسی خاص فعل پردلالت کرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو،تووہاں اِن چاروں افعال میں سے کسی فعل یااُس کے مشتق کومحذوف مان سکتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

جواب کو خبر کے قائم مقام کر دیا گیا ہو؛ جیسے: لَوْلَا زَیْدٌ لَکَانَ کَذَا [1]، یہاں زید مبتدا کی خبر موجود کو قرینہ اور قائم مقام کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت ہے: لَوْلَا زَیْدٌ مَوْجُوْدٌ لَکَانَ کَذَا، قرینہ "لَوْلَا" ہے جو اس کے حذف پر دلالت کر رہا ہے؛ اس لیے کہ "لَــوْلَا" وجود پر دلالت کرتا ہے؛ کیوں کہ وہ اول کے وجود کی وجہ سے ثانی کی نفی کرنے کے لیے آتا ہے، اور یہاں خبر موجود کو حذف کر کے "لَوْلَا" کے جواب کان کذا کو اُس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے، اگر یہاں خبر کو حذف نہیں کریں گے تو اصل اور قائم مقام کو ایک ساتھ جمع کرنا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں۔

۲- مبتدا مصدر ہو- خواہ حقیقۃً مصدر ہو یا تاویلاً - اور اُس کی نسبت فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی طرف کی گئی ہو اور اُس کے بعد کوئی حال ہو، یا مبتدا اسم تفضیل ہو جو اُس مصدر کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: ضَرْبِیْ زیدًا قائمًا [2]، دیکھئے: یہاں مبتدا ضَرْب مصدر ہے اور فاعل یاء ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہے اور اُس کے بعد قائمًا حال ہے، اسی لیے یہاں اِس کی خبر کو حذف کر کے قائمًا حال کو اُس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے، اس کی اصل ضربی زیدًا حاصلٌ إذا کانَ قائمًا ہے، حاصلٌ خبر کو اُس کے مفعول فیہ إذا کان کے ساتھ قرینہ اور قائم مقام کی وجہ سے حذف کر دیا، قرینہ اور قائم مقام قائمًا حال ہے جو خبر کے حذف پر دلالت کر رہا ہے؛ کیوں کہ حال ظروف کے مشابہ ہے، جس طرح ظروف افعالِ عامہ پر دلالت کرتے ہیں، اسی طرح حال بھی افعال عامہ پر دلالت کرتا ہے۔ [3]

۳- مبتدا کی خبر مقارنۃ (ساتھ ہونے) کے معنی پر مشتمل ہو اور مبتدا پر کسی چیز کا واؤ بمعنی مع کے ذریعہ

---

(۱) لَولا امتناعیہ کلمۂ شرط، زید مبتدا، موجود خبر محذوف، مبتدا خبر محذوف سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر شرط، لام برائے جواب، کان فعل ناقص، ھو ضمیر مستتر اس کا اسم، کذا خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء۔

(۲) ضرب مصدر مضاف، یاء ضمیر فاعل مضاف الیہ، زیدا مفعول بہ، مصدر اپنے فاعل مضاف الیہ اور مفعول بہ سے مل کر مبتدا، حاصل إذا کان محذوف ہے، حاصل اسم فاعل، ھو ضمیر مستتر فاعل، إذا مضاف، کان تامہ، ھو ضمیر مستتر ذوالحال، قائما شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، کان تامہ اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ، إذا مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ، حاصل اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) یہاں اس کے علاوہ اور بھی مختلف آراء ہیں جو تکلفات سے خالی نہیں، اُن کو فن کی بڑی کتابوں مثلاً: رضی اور شرح جامی وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ہم نے یہاں صاحبِ النحو الوافی کی پیروی کرتے ہوئے بصریین کی رائے کو اختیار کیا ہے۔ دیکھئے: النحو الوافی (۱/ ۴۶۸-۴۶۹)

نوٹ: ابن مالک اور رضی کی رائے یہ ہے کہ حال اور ذوالحال کے عامل کا ایک ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ اگر حال اور ذوالحال کا عامل الگ الگ ہو تو یہ بھی جائز ہے، چناں چہ اسی بناء پر یہ کہتے ہیں کہ ضربی زیدا قائما کی اصل: ضربی زیدا حاصل قائما ہے، یاء ضمیر متکلم یا زید ذوالحال کا عامل ضرب مصدر ہے اور قائمًا حال کا عامل حاصلٌ خبر محذوف ہے۔ (رضی ۱/ ۲۴۸)

www.besturdubooks.net

خَبَرُ إِنَّ وَأَخَوَاتِهَا: هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِ هٰذِهِ الْحُرُوفِ، مِثْلُ: إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ.

ترجمہ: ''إِنَّ'' اور اُس کے نظائر کی خبر: وہ اسم ہے جو اِن حروف (میں سے کسی ایک) کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو؛ جیسے: إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ (بلاشبہ زید کھڑا ہے)۔

عطف کیا گیا ہو؛ جیسے: کلُّ رجلٍ وضیعتُہ [1]، یہاں کل رجلٍ مبتدا کی خبر مقارنۃ کے معنی پر مشتمل ہے اور مبتدا پر ضیعتہ کا واؤ بمعنی مع کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے، اسی لیے یہاں خبر کو حذف کر کے معطوف کو اُس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے، اس کی اصل: کلُّ رجلٍ وضیعتُہ مُقترِنانِ ہے، مقترنان خبر کو قرینہ اور قائم مقام کی وجہ سے حذف کر دیا، قرینہ واؤ بمعنی مع ہے؛ کیوں کہ یہ مقارنۃ کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور قائم مقام ضیعتُہ معطوف ہے۔

۴- مبتدا کوئی ایسا اسم ہو جو قسم میں صریح ہو، یعنی اکثر قسم میں استعمال ہوتا ہو؛ جیسے: **لَعَمْرُک لأفعلنَّ کذا** [2]، یہاں لعمرک مبتدا ایسا اسم ہے جو اکثر قسم میں استعمال ہوتا ہے، اسی لیے یہاں خبر کو حذف کر کے جوابِ قسم کو اُس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے، اس کی اصل **لَعَمْرُک قَسَمِیْ لأفعلنّ کذا** ہے، قسمی خبر کو قرینہ اور قائم مقام کی وجہ سے حذف کر دیا، قرینہ لعمرک مبتدا ہے جو قسم محذوف پر دلالت کر رہا ہے؛ کیوں کہ یہ اکثر قسم کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور قائم مقام **لأفعلنَّ کذا** جوابِ قسم ہے۔

فائدہ: عَمْر (عین کے فتحہ کے ساتھ) اور عُمْرٌ (عین کے ضمہ کے ساتھ) دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں، البتہ لام کے ساتھ صرف عَمْرٌ (بفتح العین) استعمال ہوتا ہے۔ (شرح جامی ص:۱۰۹)

قوله: خبر إن وأخواتها الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی پانچویں قسم: ''إِنَّ'' اور اُس کے نظائر کی خبر کو بیان فرما رہے ہیں۔

إِنَّ کے نظائر یہ ہیں: أَنَّ، کأَنَّ، لٰکِنَّ، لَیْتَ، لَعَلَّ، یہ چھ حروف ہیں، جو حروف مشبہ بالفعل کہلاتے ہیں، یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا کو اِن کا اسم اور خبر کو اِن کی خبر کہتے ہیں۔

إِنَّ اور اس کے نظائر کی خبر: وہ اسم ہے جو اِن حروف میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد

---

(۱) کل رجل مرکب اضافی معطوف علیہ، واؤ بمعنی مع حرف عطف، ضیعتہ مرکب اضافی معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا، مقترنان خبر محذوف، مبتدا خبر محذوف سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) لام لام ابتداء، عمرک مرکب اضافی مبتدا، قسمی مرکب اضافی خبر محذوف، مبتدا خبر محذوف سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ قسم، لأفعلن فعل بافاعل، کذا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ جواب قسم۔

www.besturdubooks.net

وَأَمْرُهُ كَأَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ إِلَّا فِيْ تَقْدِيْمِهِ؛ إِلَّا إِذَا كَانَ ظَرْفًا .

ترجمہ : اور اُس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کے مانند ہے؛ مگر اُس کو مقدم کرنے کے سلسلے میں؛ بجز اُس صورت کے جب کہ خبر ظرف ہو۔

مسند ہو؛ جیسے: إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ (۱)، اس مثال میں قائم "إنّ " کی خبر ہے؛ اس لئے کہ وہ "إنَّ" کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

داخل ہونے سے مراد یہاں اِن حروف کا مبتدا اور خبر میں لفظاً یا معنیً اثر کرنا ہے، پس اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ إنَّ اور اس کے نظائر کی خبر: وہ اسم ہے جو اِن حروف میں سے کسی ایک کے اُس میں لفظاً یا معنیً اثر کرنے کی وجہ سے مسند ہو۔ چوں کہ إنَّ زيدًا يَقومُ أبوهُ جیسی مثالوں میں "إنّ" اور اس کے نظائر پورے جملے میں معنیً اثر کرتے ہیں، تنہا یقومُ میں اثر نہیں کرتے؛ اس لئے کہ عوامل کا اثر پورے جملے میں ہوتا ہے، جملے کے اجزاء میں نہیں ہوتا، اس لئے اس طرح کی مثالوں میں پورا جملہ "إنَّ" کی خبر ہوگا، تنہا یقوم "إنَّ" کی خبر نہیں ہوگا۔

فوائدِ قیود: جب مصنف نے "المسند" کہا تو مبتدا کی خبر، لائے نفی جنس کی خبر، افعال ناقصہ کی خبر، ماولا مشابہ بلیس کی خبر سب "إنّ " کی خبر کی تعریف میں داخل ہوگئے، جب "بعد دخول هذه الحروف" کہا تو یہ سب خارج ہوگئے؛ اس لئے کہ یہ اِن حروف میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کی وجہ سے مسند نہیں ہوتے؛ بلکہ مبتدا کی خبر عامل معنوی کی وجہ سے، لائے نفی جنس کی خبر لائے نفی جنس کے داخل ہونے کی وجہ سے، افعال ناقصہ کی خبر افعال ناقصہ میں سے کسی کے داخل ہونے کی وجہ سے اور ماولا مشابہ بلیس کی خبر ماولا میں سے کسی کے داخل ہونے کی وجہ سے مسند ہوتی ہے۔

وأمره كأمر خبر الخ: یہاں سے مصنف "إنّ" اور اس کے نظائر کی خبر کے احکام بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "إنّ" اور اس کے نظائر کی خبر کا حکم مفرد، جملہ، معرفہ، نکرہ اور واحد و متعدد اور مذکور و محذوف ہونے میں وہی ہے جو مبتدا کی خبر کا ہے۔ یعنی جس طرح مبتدا کی خبر مفرد، جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ، جملہ شرطیہ، جملہ ظرفیہ، معرفہ و نکرہ ہوتی ہے، نیز کبھی واحد ہوتی ہے کبھی متعدد اور کبھی مذکور ہوتی ہے کبھی محذوف، اسی طرح "إنّ" اور اس کے نظائر کی خبر بھی مفرد، جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ، جملہ شرطیہ، جملہ ظرفیہ اور معرفہ و نکرہ ہوتی ہے، نیز کبھی واحد ہوتی ہے کبھی متعدد اور کبھی مذکور ہوتی ہے کبھی محذوف؛ جیسے: إنّ زيدًا أبوه قائمٌ، إنّ زيدًا قام أبوه

---

(۱) إنّ حرف مشبہ بالفعل، زيدًا اس کا اسم، قائم شبہ جملہ خبر، إنّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

خَبَرُ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ :هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا؛ مِثْلُ: لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا. وَیُحْذَفُ کَثِیْرًا. وَبَنُوْ تَمِیْمٍ لَا یُثْبِتُوْنَهُ.

تــرجــمــہ: لائے نفی جنس کی خبر: وہ اسم ہے جو اُس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو؛ جیسے: **لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا** (مرد کا کوئی غلام ہوشیار اور گھر میں نہیں ہے)۔ اور اُس کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔ اور قبیلۂ بنو تمیم کے لوگ اُس کو ثابت نہیں مانتے۔

إنّ زیدًا إن جاء نی أکرمتُه، إنّ زیدًا فی الدار، إنّ زیدًا لمنطلقٌ، إنّ زیدًا عالم فاضل، إنّ فی الحجرة خالدًا. البتہ اِن دونوں میں دو طرح کا فرق ہے:

(۱) پہلا فرق یہ ہے کہ مبتدا کی خبر کو (خواہ وہ ظرف ہو یا غیر ظرف) مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے؛ لیکن ''إنّ'' اور اس کے نظائر کی خبر کو اُن کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں، البتہ اگر خبر ظرف ہو تو ''إنّ'' اور اس کے نظائر کی خبر کو بھی ان کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جب کہ اسم معرفہ ہو؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ إِلَیْنَا إِیَابَهُمْ﴾. اور اگر اسم نکرہ ہو تو مقدم کرنا واجب ہے؛ جیسے: **إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَةً** ؛ اس لئے کہ کثرتِ استعمال کی وجہ سے ظروف میں وسعت اور گنجائش ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ اُن اسماء کو جن میں استفہام کے معنی پائے جاتے ہیں مبتدا کی خبر بنانا تو درست ہے؛ لیکن ''إنّ'' اور اُس کے نظائر کی خبر بنانا درست نہیں، چناں چہ **إنَّ أینَ زیدًا** نہیں کہہ سکتے، ہاں **أین زیدٌ؟** کہہ سکتے ہیں۔

قوله: خبر لا التی لنفی الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی چھٹی قسم لائے نفی جنس کی خبر کو بیان فرما رہے ہیں۔

لائے نفی جنس کی خبر: وہ اسم ہے جو لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو؛ جیسے: **لا غلامَ رجلٍ ظریفٌ فِیهَا**(۱) ، اس مثال میں ''ظریفٌ'' لائے نفی جنس کی خبر اول ہے اور ''فیها'' ثابتٌ کا متعلق ہو کر خبر ثانی ہے؛ اس لیے کہ یہ دونوں لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہیں۔

قوله: ویحذف کثیرا: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر لائے نفی جنس کی خبر عام ہو؛ مثلاً: **حاصلٌ، موجودٌ، ثابتٌ** وغیرہ، تو اُس کو اکثر حذف کر دیتے ہیں؛ جیسے: **لا إلهَ إلّا الله**، اس کی اصل: **لا**

---

(۱) **لا** لائے نفی جنس، **غلام رجل** مرکب اضافی لائے نفی جنس کا اسم، **ظریفٌ** شبہ جملہ خبر اول، **فیها** جار مجرور **ثابت** کا متعلق ہو کر خبر ثانی، لائے نفی جنس اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ :هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُولِهِمَا؛ مِثْلُ: مَا زَيْدٌ قَائِمًا، وَلَا رَجُلٌ أَفْضَلَ مِنْكَ . وَهُوَ فِيْ "لَا" شَاذٌّ .

ترجمہ: ماولا مشابہ بلیس کا اسم: وہ اسم ہے جو اِن دونوں (میں سے کسی ایک) کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو؛ جیسے: مَا زَيْدٌ قَائِمًا (زید کھڑا نہیں ہے)، لَا رَجُلٌ أَفْضَلَ مِنْكَ (کوئی مرد تجھ سے افضل نہیں ہے)۔ اور وہ (یعنی عامل ہونا) "لا" میں شاذ ہے۔

إلٰہ موجودٌ إلا اللّٰہُ ہے، موجودٌ خبر کو یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔

قولہ: وبنو تمیم لایثبتونہ: اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

(۱) قبیلۂ بنوتمیم کے لوگ لائے نفی جنس کی خبر کو لفظوں میں ظاہر نہیں کرتے؛ بلکہ اُن کے نزدیک اُس کو ہر جگہ حذف کرنا واجب ہے۔

(۲) قبیلۂ بنوتمیم کے لوگ لائے نفی جنس کی خبر کو سرے سے ہی نہیں مانتے، نہ لفظاً اور نہ تقدیراً؛ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ لا أهلَ ولا مالَ: اِنتفٰی الأهلُ والمالُ کے معنیٰ میں ہے؛ لٰہذا اُن کے نزدیک یہاں خبر کو مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ اور لا رجلَ قائمٌ جیسی مثالوں میں جو کلمہ خبر نظر آتا ہے، قبیلۂ بنوتمیم کے لوگ اُسے صفت پر محمول کرتے ہیں؛ چناں وہ کہتے ہیں کہ مذکورہ مثال میں قائمٌ: رجلٌ کی صفت ہے اور یہ انتفی رجلٌ قائمٌ کے معنیٰ میں ہے۔ (شرح جامی ص:۱۱۲)

قولہ: اسم ما ولا المشبهتين الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی ساتویں قسم: ماولا مشابہ بلیس کے اسم کو بیان فرمارہے ہیں۔

ماولا مشابہ بلیس کا اسم: وہ اسم ہے جو اِن میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، جیسے: ما زیدٌ قائمًا [1] میں زید ما مشابہ بلیس کا اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ "ما" کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے، اور لا رجلٌ أفضلَ منک [2] میں رجل لا مشابہ بلیس کا اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ "لا" کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔

قولہ: وهو فی "لا" الخ: "ما" اور "لا" لَيْسَ فعل ناقص جیسا عمل کرتے ہیں؛ لیکن "لا" کا

---

(۱) ما مشابہ بلیس، زید اس کا اسم، قائما شبہ جملہ خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) لا مشابہ بلیس، رجل اس کا اسم، افضل اسم تفضیل، ھو ضمیر مستتر فاعل، من حرف جر، کاف ضمیر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، لا مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

''لیسَ'' جیسا عمل کرنا شاذ (یعنی قلیل الاستعمال) ہے؛ کیوں کہ ''لا'' میں ''لیسَ'' فعل ناقص کی پوری مشابہت نہیں پائی جاتی؛ اس لیے کہ ''لیسَ'' حال کی نفی کے لیے آتا ہے، جب کہ ''لا'' میں حال کی تخصیص نہیں؛ بلکہ وہ مطلق نفی کے لیے آتا ہے۔ پس ''لا'' کے عمل کا دارومدار اہل عرب سے سننے پر ہے، جہاں اہل عرب سے اُس کا عامل ہونا سنا گیا ہے وہاں اُس کو عامل مانیں گے اور جہاں اہل عرب سے نہیں سنا گیا ہے وہاں عامل نہیں مانیں گے۔ (شرح جامی ص:۱۱۳، غایۃ التحقیق ص:۱۳۶)

نوٹ: صاحب النحو الوافی نے لکھا ہے کہ اہل عرب کا ایک فریق (یعنی اہل حجاز) ''ما'' اور ''لا'' کو عامل مانتے ہیں، اور قبیلۂ بنو تمیم کے لوگ اِن کو عامل نہیں مانتے۔

''مَا'' کے عمل کرنے کی شرائط: اہل حجاز کے نزدیک ''ما'' مندرجہ ذیل پانچ شرائط کے ساتھ ''لیسَ'' فعل ناقص جیسا عمل کرتا ہے:

(۱) اس کے بعد ''إنْ'' زائدہ نہ ہو، اگر اس کے بعد ''إنْ'' زائدہ ہوگا تو ''ما'' کوئی عمل نہیں کرے گا؛ جیسے: **مَا إن الحقُّ مغلوبٌ** .

(۲) اُس کی خبر ''إلَّا'' کے بعد نہ ہو، اگر خبر ''إلّا'' کے بعد ہوگی تو ''ما'' کوئی عمل نہیں کرے گا؛ جیسے: **ما الجوُّ إلّا منحرِفٌ** .

(۳) خبر اسم پر مقدم نہ ہو بشرطے کہ خبر شبہ جملہ[1] کے علاوہ ہو؛ جیسے: **ما المعدنُ حجرًا**. اور اگر خبر شبہ جملہ ہو اور اسم پر مقدم ہو تو وہاں ''ما'' کو عمل دلانا بھی جائز ہے اور اس کے عمل کو باطل کرنا بھی جائز ہے؛ جیسے: **ما للسُّرورِ دوامٌ** . ''ما'' کو عامل ماننے کی صورت میں **للسرور** محلا منصوب ہوگا، اور عمل کو باطل کرنے کی صورت میں **للسرور** محلًا مبتدا کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا۔

(۴) خبر کا معمول اسم پر مقدم نہ ہو بشرطے کہ وہ معمول شبہ جملہ کے علاوہ ہو؛ جیسے: **ما العاقلُ مصاحبًا الأحمقَ** . اگر خبر کا معمول شبہ جملہ ہو اور اسم پر مقدم ہو تو وہاں ''ما'' کو عمل دلانا بھی جائز ہے اور اُس کے عمل کو باطل کرنا بھی جائز ہے؛ جیسے: **ما فی الشرّ أنت راغبًا**، اور **ما فی الشر أنت راغبٌ** بھی جائز ہے۔

(۵) ''ما'' مکرر نہ ہو، اگر ''ما'' مکرر ہوگا تو وہ کوئی عمل نہیں کرے گا؛ جیسے: **ما ما الحُرُّ مقیمٌ علی الضیم** . (النحو الوافی ۱/۵۳۲-۵۳۳)

فائدہ: ''ما'' معرفہ اور نکرہ دونوں کو عام ہے، یعنی اُس کا مدخول معرفہ بھی ہوسکتا ہے اور نکرہ بھی؛ جیسے: **مَا زیدٌ قائمًا، مَا رجلٌ أفضلَ منک** .

''لَا'' کے عمل کرنے کی شرائط: اگر کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جو زمانۂ حال کے علاوہ کسی اور زمانے

---

(۱) شبہ جملہ سے مراد یہاں وہ جار مجرور اور ظرف ہے جس کا متعلَّق لفظوں میں مذکور نہ ہو؛ جیسے: **ما للسرور دوامٌ** میں **للسرور**.

www.besturdubooks.net

پر دلالت کرے، تو "لا" بھی مندرجہ ذیل پانچ شرائط کے ساتھ "لیس" فعل ناقص جیسا عمل کرتا ہے:

(۱) اس کے اسم وخبر دونوں نکرہ ہوں، یا نکرہ کے حکم میں ہوں؛ جیسے: **لا مالٌ باقیًا**، اگر دونوں میں سے کوئی معرفہ ہوگا تو "لا" عمل نہیں کرے گا۔

(۲) اس کے اسم وخبر کے درمیان کسی چیز کا فصل نہ ہو، نیز خبر اور خبر کا ایسا معمول جو شبہ جملہ کے علاوہ ہو اسم پر مقدم نہ ہو؛ جیسے: **لا حِصنٌ واقیًا الظالمَ** . اور اگر خبر کا معمول شبہ جملہ ہو تو صرف اُس کو اسم پر مقدم کر سکتے ہیں؛ جیسے: **لا فی العملِ حازمٌ مهملًا** .

(۳) اُس کی خبر "إلّا" کے بعد نہ ہو، اگر خبر "إلّا" کے بعد ہوگی، تو "لا" کوئی عمل نہیں کرے گا؛ جیسے: **لا سعيٌ إلّا مثمرٌ** .

(۴) "لا" مکرر نہ ہو، اگر "لا" مکرر ہوگا تو کوئی عمل نہیں کرے گا؛ جیسے: **لا لا مسرعٌ سبّاقٌ** .

(۵) "لا" جنس کی نفی میں صریح نہ ہو، اگر "لا" جنس کی نفی میں صریح ہوگا تو وہ "لیس" فعل ناقص والا عمل نہیں کرے گا؛ بلکہ "إنَّ" حرف مشبہ بالفعل کی طرح اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دے گا۔[1]

☆......☆......☆

مرفوعات کی مذکورہ سات اقسام کے علاوہ مرفوعات کی دو قسم اور ہیں جن کو مصنف نے بیان نہیں کیا:

۱- افعالِ ناقصہ کا اسم: افعال ناقصہ کا اسم: ہر ایسا اسم ہے جو افعالِ ناقصہ میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو؛ جیسے: **کان زیدٌ قائمًا** میں **زید** "کان" فعل ناقص کا اسم ہے؛ اس لئے کہ وہ **کان** کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔ دخول سے مراد اُن افعال کا مبتدا اور خبر میں لفظًا یا معنًی اثر کرنا ہے؛ لہٰذا **کان زیدٌ یقومُ أبوه** جیسی مثالوں میں **أبوه** (باوجودیکہ بظاہر **کان** کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے) **کان** کا اسم نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ **کان** اس میں اثر نہیں کر رہا ہے؛ بلکہ پورے جملے: "**یقوم أبوه**" میں اثر کر رہا ہے۔

حکم: افعالِ ناقصہ کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے؛ جیسے: **کان قائمًا زیدٌ** . نیز ان افعال میں سے، جن کے شروع میں "ما" نہیں ہے خود اُن پر بھی اُن کی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے؛ جیسے: **قائمًا کان زیدٌ** . اور ان میں سے جن افعال کے شروع میں "ما" ہے (یعنی **مَازَالَ، مابَرِحَ، مافَتِیَ، ما انفَکَّ، مَادَام**) ان کی خبر کو خود اُن پر مقدم کرنا جائز نہیں، چناں چہ **قائمًا ما زال زیدٌ** نہیں کہہ سکتے: اس لئے کہ **مادام** کے شروع میں **ما** مصدریہ ہے اور باقی میں **ما** نافیہ، اور **ما** مصدریہ اور **ما** نافیہ دونوں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں، اگر ان افعال کی خبر کو خود ان افعال پر مقدم کر دیا گیا تو ان کی صدارت باطل ہو جائے گی، اور یہ جائز نہیں ہے، اس لئے ان کی خبر کو خود ان پر مقدم کرنا درست نہیں۔

(۱) النحو الوافی (۱/ ۵۳۷-۵۳۹)

www.besturdubooks.net

اَلْمَنْصُوْبَاتُ. هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ .
فَمِنْهُ: اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ، وَهُوَ اِسْمُ مَا فَعَلَهٗ فَاعِلُ فِعْلٍ مَذْكُوْرٍ بِمَعْنَاهُ .

ترجمہ: یہ منصوبات ہیں۔ وہ (یعنی منصوب) وہ اسم ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو۔
پس منصوبات میں سے مفعول مطلق ہے، اور وہ اُس چیز کا نام ہے جس کو اُس فعل کے فاعل نے کیا ہو جو (اُس سے پہلے) مذکور ہوا اور اُس کے معنی میں ہو۔

لیس میں اختلاف ہے، بعض نحویوں کے نزدیک لیس کی خبر کو خود اُس پر مقدم کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ اس کے شروع میں کوئی اس طرح کا حرف نہیں ہے جو صدارتِ کلام کو چاہتا ہو، لہٰذا یہ صارَ کے مانند ہے، پس جس طرح صارَ کی خبر کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے، اسی طرح ''لیس'' کی خبر کو بھی ''لیس'' پر مقدم کرنا جائز ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک ''لیس'' کی خبر کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں، چناں چہ قائمًا لیس زیدٌ نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ لیس نفی کے لئے آتا ہے اور نفی صدارتِ کلام کو چاہتی ہے، اگر ''لیس'' کی خبر کو اس پر مقدم کیا جائے گا تو اس کی صدارت باطل ہو جائے گی، اس لئے ''لیس'' کی خبر کو اس پر مقدم کرنا درست نہیں۔

۲- افعالِ مقاربہ کا اسم: افعالِ مقاربہ کا اسم: ہر ایسا اسم ہے جو افعالِ مقاربہ کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو؛ جیسے: عسٰی زیدٌ أن یّخرُجَ میں زید عسٰی فعل مقارب کا اسم ہے؛ اس لیے کہ یہ عسٰی کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔

منصوبات کا بیان

قولہ: المنصوبات: مرفوعات کے بیان سے فارغ ہوکر اب یہاں سے مصنف منصوبات کو شروع فرما رہے ہیں۔ منصوبات: منصوب کی جمع ہے۔

منصوب: وہ اسم ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو۔ مفعولیت کی علامت چار ہیں: فتحہ، کسرہ، الف اور یاء۔ اِس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔ (دیکھئے: ص: ۳۸)

منصوبات بارہ ہیں: مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول معہ، حال، تمیز، مستثنیٰ، افعالِ ناقصہ کی خبر، حروفِ مشبہ بالفعل کا اسم، لائے نفی جنس کا اسم، ماولا مشابہ بلیس کی خبر۔

قولہ: فمنہ المفعول المطلق الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی پہلی قسم: مفعول مطلق کو بیان فرما رہے ہیں۔

فائدہ: تمام منصوبات میں مفاعیل خمسہ اصل ہیں، پھر مفاعیل خمسہ میں بھی مفعول مطلق اصل ہے؛ اس

www.besturdubooks.net

لئے کہ اس پر بغیر کسی قید کے مفعول کا اطلاق ہوتا ہے، اور دیگر مفاعیل میں کوئی نہ کوئی قید ہوتی ہے، مثلاً مفعول بہ میں باء کی قید ہے، مفعول فیہ میں ''فی'' کی قید ہے، مفعول معہ میں ''مع'' کی قید ہے اور مفعول لہ میں ''لام'' کی قید ہے۔ (شرح جامی ص: ۱۱۳)

مفعول مطلق: وہ مصدر ہے جو ایسی چیز پر دلالت کرے جس کو اُس فعل کے فاعل نے کیا ہو جو اُس سے پہلے (حقیقۃً یا حکماً) مذکور ہو اور اُس کے معنی میں ہو؛ جیسے: ضربتُ ضربًا میں ضربًا مفعول مطلق ہے؛ اس لئے کہ یہ مارنے پر دلالت کررہا ہے جسے ضربتُ فعل کے فاعل متکلم نے کیا ہے، اور ضربتُ اس سے پہلے مذکور ہے اور اُس کے معنی میں ہے۔

فاعل کے اُس کو کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ مصدر فاعل کے ساتھ اس طرح قائم ہو کہ اُس کی فاعل کی طرف اسناد کرنا صحیح ہو، یہ مراد نہیں کہ فاعل اُس میں مؤثر ہو اور اُسے وجود میں لایا ہو؛ جیسے: ماتَ موتًا، جسُم جسامۃً، شرُف شرفًا، یہاں موتًا، جسامۃً، شرفًا مفعول مطلق ہیں، اور یہ فاعل کے ساتھ اس طرح قائم ہیں کہ اِن کی فاعل کی طرف اسناد کرنا صحیح ہے، ایسا نہیں کہ فاعل ان میں مؤثر ہو اور ان کو وجود میں لایا ہو؛ کیوں کہ موت، موٹاپا اور شرافت اختیاری چیز نہیں ہیں، کہ جن کو فاعل خود وجود میں لانے پر قادر ہو۔

فعل مذکور کے اُس مصدر کے معنی میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ فعل مذکور اُس مصدر کے معنی پر اس طرح مشتمل ہو جس طرح کل اپنے جزء پر مشتمل ہوتا ہے۔

تعریف کا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق کے لئے دو باتیں ضروری ہیں:

(۱) اُس سے پہلے حقیقۃً یا حکماً کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور ہو، حقیقۃً فعل کے مذکور ہونے کی مثال؛ جیسے: ضربتُ ضربًا. حکماً فعل کے مذکور ہونے کی مثال؛ جیسے: فَضَرْبَ الرِّقَاب میں ضربَ الرِّقَاب مفعول مطلق ہے، اور اس سے پہلے اِضْرِبُوا فعل مقدر ہے، اصل عبارت یہ ہے: فَاضْرِبُوا ضَرْبَ الرقِاب . شبہ فعل کی مثال: جیسے: زیدٌ ضاربٌ ضربًا، اس میں ضربًا مفعول مطلق ہے؛ اس لئے کہ اس سے پہلے ضاربٌ شبہ فعل مذکور ہے اور یہ اس کے معنی میں ہے۔ اگر مصدر سے پہلے حقیقۃً یا حکماً کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور نہ ہو تو وہ مفعول مطلق نہیں ہوگا؛ جیسے: الضربُ واقعٌ علی زیدٍ میں الضرب مصدر، مفعول مطلق نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس سے پہلے کوئی فعل یا شبہ فعل حقیقۃً یا حکماً مذکور نہیں ہے۔

(۲) فعل مذکور مفعول مطلق کے معنی پر مشتمل ہو؛ جیسے: مذکورہ مثال ضربتُ ضربًا میں ضربتُ فعل مذکور ضربًا مفعول مطلق کے معنی پر مشتمل ہے۔ اگر مصدر سے پہلے فعل یا شبہ فعل مذکور ہو؛ لیکن وہ فعل یا شبہ فعل اُس مصدر کے معنی پر مشتمل نہ ہو، تو وہ مفعول مطلق نہیں ہوگا؛ جیسے: ضربتُہ تادیبًا میں تادیبًا مصدر، مفعول

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يَكُونُ لِلتَّاكِيدِ، وَالنَّوعِ وَالعَدَدِ؛ نَحوُ: جَلَسْتُ جُلُوْسًا/ وَجِلْسَةً/ وَ جَلْسَةً، فَالأَوَّلُ لايُثَنّٰى وَلا يُجمَعُ، بِخِلافِ أَخَوَيْهِ .

ترجمہ: اور کبھی مفعول مطلق تاکید، نوع، یا عدد کے لیے ہوتا ہے؛ جیسے: جَلَسْتُ جُلُوْسًا/ جِلْسَةً/جَلْسَةً (میں بیٹھا اچھی طرح بیٹھنا/ ایک قسم کا بیٹھنا/ ایک مرتبہ بیٹھنا)۔ پس پہلی قسم کا نہ تثنیہ لایا جاتا ہے اور نہ جمع لائی جاتی ہے، برخلاف اُس کی دونوں نظیروں کے۔

مطلق نہیں ؛ ہے اس لئے کہ فعل مذکور ضربتُ اس کے معنی پر مشتمل نہیں ہے۔ اس پوری تفصیل کی روشنی میں مفعول مطلق کی جامع تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ: مفعول مطلق: ایسا مصدر ہے جس سے پہلے حقیقۃً یا حکماً کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور ہواور وہ فعل یا شبہ فعل اُس مصدر کے معنی پر مشتمل ہو، یعنی دونوں کے ایک معنی ہوں۔

قولہ: وقد يكون للتاكيد الخ: یہاں سے مصنف اُن معانی کو بیان فرمارہے ہیں جن کے لئے مفعول مطلق استعمال ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ مفعول مطلق تین معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

(۱) تاکید کے لئے ، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مفعول مطلق بعینہ فعل مذکور کے معنی میں ہو، یعنی اُس میں فعل مذکور کے معنی سے زائد کوئی دوسرے معنی نہ ہو؛ جیسے: جَلَسْتُ جُلُوْسًا[۱] میں جُلُوْسًا مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے؛ اس لئے کہ یہ بعینہ فعل مذکور ضربتُ کے معنی میں ہے۔

(۲) بیانِ نوع کے لئے ، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مفعول مطلق فعل مذکور کی نوع پر دلالت کرے، جیسے: جلستُ جِلسةَ القاری (میں قاری کی طرح بیٹھا)، اس مثال میں جلسة القاری مفعول مطلق بیان نوع کے لئے ہے؛ اس لئے کہ یہ فعل مذکور جلوس (بیٹھنے) کی نوع پر دلالت کررہا ہے۔

(۳) بیانِ عدد کے لئے ، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مفعول مطلق فعل مذکور کی تعداد پر دلالت کرے، جیسے: جلستُ جلسةً، اس مثال میں جلسةً مفعول مطلق بیان عدد کے لئے ہے؛ اس لئے کہ یہ فعل مذکور جلستُ کی تعداد پر دلالت کررہا ہے۔

قولہ: فالأول الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو مفعول مطلق تاکید کے لئے آتا ہے اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا، اور جو مفعول مطلق بیانِ نوع یا بیانِ عدد کے لئے آتا ہے اس کا تثنیہ اور جمع آتا ہے جیسے: جلستُ جَلْستَينِ أو جَلْساتٍ.

---

(۱) جلس فعل، تُ ضمیر فاعل، جلوسًا مفعول مطلق فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح جلستُ جِلْسَةً، جلستُ جَلْسةً کی ترکیب کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يَكُوْنُ بِغَيْرِ لَفْظِهٖ؛ نَحْوُ: قَعَدْتُّ جُلُوْسًا .

ترجمہ: اور کبھی مفعول مطلق فعلِ مذکور کے لفظ کے علاوہ سے ہوتا ہے؛ جیسے: قَعَدْتُّ جُلُوْسًا (میں اچھی طرح بیٹھا)۔

نوٹ: جو مفعول مطلق بیانِ نوع یا بیانِ عدد کے لیے آتا ہے اُس میں لازمی طور پر تاکید کے معنی بھی ہوتے ہیں، یہ ممکن نہیں ہے کہ مفعول مطلق اپنے عامل کی نوع یا عدد کو بیان کرے اور اُس کی تاکید کا فائدہ نہ دے۔ ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ مفعول مطلق صرف اپنے عامل کی تاکید کے لیے ہو اور اُس کی نوع یا عدد کو بیان نہ کرے۔ (النحو الوافی ۲/۱۸۱)

قولہ: وقد يكون بغير لفظه الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مفعول مطلق کا فعل مذکور کے معنی میں ہونا کافی ہے، لفظ اور معنی دونوں میں فعل مذکور کے موافق ہونا ضروری نہیں، چناں چہ کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کا غیر ہوتا ہے، اور یہ مغایرت کبھی تو مادے کے اعتبار سے ہوتی ہے؛ جیسے: قعدتُ جلوسًا[1] میں جلوسًا مفعول مطلق مادہ کے اعتبار سے فعل مذکور قعدتُ کے مغائر ہے۔ اور کبھی باب کے اعتبار سے ہوتی ہے؛ جیسے: أنبتَ نباتًا میں نباتًا مفعول مطلق باب کے اعتبار سے فعل مذکور أنبت کے مغائر ہے، أنبت "باب افعال" سے ہے اور نباتًا "باب نصر" سے ہے۔

فائدہ: کبھی مفعول مطلق کو حذف کر کے کسی دوسری چیز کو اُس کے قائم مقام کر دیتے ہیں، بشرطے کہ مفعول مطلق اور اُس کے عامل کا مادہ ایک ہو اور وہاں کوئی ایسی چیز موجود ہو جو مفعول مطلق کے قائم مقام بن سکے، اِس قائم مقام کو ترکیب میں قائم مقام مفعول مطلق یا مفعول مطلق کہا جاتا ہے۔

جن چیزوں کو مفعول مطلق کے قائم مقام کیا جاسکتا ہے وہ بہت ہیں، اُن میں سے چند یہ ہیں:

۱- اسم مصدر[2]، بشرطے کہ وہ کسی کا علم نہ ہو؛ جیسے: توضّأ المصلّی وضوءً. یہاں وضوءً اسم مصدر ہے جسے مفعول مطلق کو حذف کر کے اُس کے قائم مقام کیا گیا ہے۔

---

(۱) قعد فعل، تُ ضمیر فاعل، جلوسا مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) اسم مصدر: وہ اسم ہے جو مصدر کی طرح ایسے معنی پر دلالت کرے جو غیر (فاعل یا مفعول بہ) کے ساتھ قائم ہوں، مگر اس میں فعل ماضی کے بعض حروف موجود نہ ہوں نہ لفظاً اور نہ تقدیراً، اور نہ ان کے عوض کوئی دوسرا حرف ہو، جیسے: سَلَامٌ اور کَلَامٌ، یہ سلام اور گفتگو کے معنی پر دلالت کرتے ہیں؛ مگر فعل ماضی سَلَّمَ اور کَلَّمَ میں جو دوسرا لام ہے وہ اِن میں لفظاً اور تقدیراً کسی بھی اعتبار سے موجود نہیں، اور ان کے عوض کوئی دوسرا حرف بھی نہیں لایا گیا ہے۔ دیکھئے: النحو الوافی (۳/۱۶۵)

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا؛ كَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدِمَ: خَيْرَ مَقْدَمٍ .

ترجمہ: اور کبھی (مفعول مطلق کے) فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت جوازاً؛ جیسے آپ کا قول اُس شخص سے جو آیا ہو: خَيْرَ مَقْدَمٍ (آپ آئے اچھا آنا)۔

۲-وہ ضمیر جو مفعول مطلق کی طرف راجع ہو؛ جیسے: أخلصته لِمَنْ أوَدُّه، یہاں ''ہاء'' ضمیر اخلاص مفعول مطلق کی طرف راجع ہے؛ اسی لیے اِس کو اخلاص مفعول مطلق کے قائم مقام کیا گیا ہے۔

۳-وہ اسم اشارہ جس کا مشارالیہ مفعول مطلق ہو؛ جیسے: أقبلتُ هذا، یہاں هذا اسم اشارہ کا مشارالیہ اقبال مفعول مطلق ہے، اسی لیے اس کو اقبال مفعول مطلق کے قائم مقام کیا گیا ہے۔

۴-لفظ ''کلّ'' اور لفظ ''بعض''، بشرطے کہ یہ مفعول مطلق کے ہم مثل مصدر کی طرف مضاف ہوں؛ جیسے: لا تنفقْ كلَّ الإنفاقِ، لا تتردد بعضَ تردُّدٍ . اور یہی حکم اُن الفاظ کا ہے جو ''کلّ'' اور ''بعض'' کے ہم معنی ہوں؛ جیسے: جميعٌ، عامّةٌ، نصفٌ، شطرٌ وغیرہ۔

۵-مفعول مطلق محذوف کی صفت؛ جیسے: تكلّمتُ أحسنَ التكلم، اس کی اصل تكلّمتُ تكلّمًا أحسنَ التكلّم ہے، تكلمًا موصوف کو حذف کر کے أحسن التكلم صفت کو اُس کے قائم مقام کر دیا۔

۶-وہ اسم عدد جو مفعول مطلق محذوف پر دلالت کرے، یعنی اُس کی تمیز مفعول مطلق کے ہم معنی کوئی اسم ہو؛ جیسے: يدورُ عقربُ الساعاتِ في اليوم و الليلة أربعًا و عشرين دورةً، یہاں أربعًا و عشرين دورةً قائم مقام مفعول مطلق ہے؛ اس لیے کہ اس کی تمیز مفعول مطلق کے ہم معنی ہے۔

۷-وہ آلہ جو مفعول مطلق کے معنی کو وجود میں لانے کا ذریعہ ہو؛ جیسے: ضرب اللاعبُ الكرةَ رأسًا، یہاں رأسًا قائم مقام مفعول مطلق ہے؛ اس لیے کہ یہ یہاں گیند کو مارنے کا ذریعہ ہے۔

۸-وہ اسم جو مفعول مطلق کے عامل کی کسی نوع پر دلالت کرے؛ جیسے: مشى العدوُّ القهقرىٰ، یہاں القهقرىٰ قائم مقام مفعول مطلق ہے؛ اس لیے کہ یہ چلنے کی ایک نوع پر دلالت کرتا ہے۔

۹-''ما'' استفہامیہ؛ جیسے: ما تنزع حقلَك، یہ أيَّ زرعٍ تنزع حقلك کے معنی میں ہے۔

الغرض! ہر وہ چیز جو مفعول مطلق کو حذف کرنے کے وقت اُس پر دلالت کرے اور اُس سے اس طرح بے نیاز کر دے کہ وہاں کوئی التباس نہ رہے، اُس کو مفعول مطلق کے قائم مقام کر سکتے ہیں۔[۱]

قوله: وقد يحذف الفعل الخ: یہاں سے مصنف مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنے کے مواقع

---

(۱) النحو الوافی (۲/۱۸۶-۱۹۰)

www.besturdubooks.net

وَوُجُوْبًا سَمَاعًا؛ مِثْلُ: سَقْيًا، وَرَعْيًا، وَخَيْبَةً، وَجَدْعًا، وَحَمْدًا، وَشُكْرًا وَعَجَبًا.

ترجمہ: اور وجوبی طور پر سماعاً؛ جیسے: سَقْيًا (اللہ آپ کو خوب سیراب کرے)، رَعْيًا (اللہ آپ کی خوب حفاظت کرے)، خَيْبَةً (وہ بہت نامراد ہوا)، جَدْعًا (اس کا ناک کاٹا گیا)، حَمْدًا (میں نے خوب تعریف کی)، شُكْرًا (میں نے خوب شکر ادا کیا)، عَجَبًا (میں نے خوب تعجب کیا)۔

بیان فرما رہے ہیں: فرماتے ہیں کہ:

کبھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل کے حذف پر کوئی قرینۂ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو؛ جیسے آپ کسی آنے والے سے کہیں: خَيْرَ مَقْدَمٍ [1]، تو یہ قدمتَ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، جس کو قرینۂ حالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، قرینۂ حالیہ قدوم یعنی آنے والے کا آنا ہے جو اس کے حذف پر دلالت کرر ہا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: قدمتَ قدومًا خيرَ مقدمٍ.

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''خیر'' اسم تفضیل ہے، نہ کہ مصدر، حالاں کہ مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے، غیر مصدر مفعول مطلق نہیں ہوسکتا؛ لہٰذا یہاں اس کو مفعول مطلق کی مثال میں پیش کرنا صحیح نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ''خیر'' اگرچہ حقیقت میں اسم تفضیل ہے؛ لیکن یہ یہاں مصدر کے حکم میں ہے، یا تو اس اعتبار سے کہ یہ ''قدوما'' مصدر موصوف محذوف کی صفت ہے، موصوف کو حذف کر کے اس کو موصوف کی جگہ رکھ دیا گیا ہے۔ یا اس اعتبار سے کہ یہ ''مَقْدَم'' مصدر میمی کی طرف مضاف ہے، اور اسم تفضیل اگر مضاف ہو تو وہ مضاف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے، اس لئے یہ یہاں ''مَقْدَم'' مصدر میمی کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس کو مفعول مطلق کی مثال میں پیش کرنا درست ہے؛ اس لئے کہ مفعول مطلق بننے کے لئے مصدرِ حقیقی ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ مصدرِ حکمی بھی مفعول مطلق بن سکتا ہے۔

قولہ: ووجوبا سماعاً الخ: اور کبھی مفعول مطلق کے فعل کو سماعاً (یعنی اہل عرب سے سننے کی وجہ سے) حذف کرنا واجب ہوتا ہے، اور یہ اُن جگہوں میں ہوتا ہے جہاں مفعول مطلق کو اہل عرب سے فعل کے حذف کے ساتھ ہی سنا گیا ہو؛ جیسے: سقيًا [2]، رعيًا، خيبةً، جدعًا، حمدًا، شكرًا اور عجبًا، یہ ساتوں

---

(۱) خیر مقدم مرکب اضافی صفت قدوما موصوف محذوف کی، قدوما موصوف محذوف اپنی صفت سے مل کر مفعول مطلق قدمت فعل محذوف کا، قدمت فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) سقيًا مفعول مطلق ہے سقی فعل محذوف کا، سقی فعل، کاف ضمیر مفعول بہ، اللّٰہ فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ باقی مثالوں کی بھی اسی طرح ترکیب کر لی جائے۔

نوٹ: أيضًا کو بھی اہل عرب ہمیشہ فعل کے حذف کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، یہ آضَ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔

www.besturdubooks.net

وَقِيَاسًا فِي مَوَاضِعَ، مِنْهَا: مَا وَقَعَ مُثْبَتًا بَعْدَ نَفْيٍ أَوْ مَعْنَى نَفْيٍ دَاخِلٍ عَلَى اِسْمٍ لَا يَكُونُ خَبَرًا عَنْهُ، أَوْ وَقَعَ مُكَرَّرًا؛ نَحْوُ: مَا أَنْتَ إِلَّا سَيْرًا، وَمَا أَنْتَ إِلَّا سَيْرَ الْبَرِيْدِ، وَ إِنَّمَا أَنْتَ سَيْرًا، وَزَيْدٌ سَيْرًا سَيْرًا .

ترجمہ: اور قیاساً چند مواقع میں، اُن میں سے: ایک وہ مفعول مطلق ہے جو مثبت واقع ہو ایسی نفی یا معنیٔ نفی کے بعد جو اُس اسم پر داخل ہو جس کی وہ مفعول مطلق خبر نہ بن سکے، یا مفعول مطلق مکرر واقع ہو؛ جیسے: مَا أَنْتَ إِلَّا سَيْرًا (آپ صرف چلتے ہی ہیں)، مَا أنتَ إِلَّا سَيْرَ الْبَرِيْدِ (آپ تو صرف ڈاک کی سواری کی طرح چلتے ہیں)، إِنَّمَا أَنْتَ سَيْرًا (آپ تو صرف چلتے ہی ہیں)، زَيْدٌ سَيْرًا سَيْرًا (زید چلتا ہے)۔

مفعول مطلق ہیں، اِن کے افعال کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ اہلِ عرب سے ان کے افعال کے حذف کے ساتھ ہی سنے گئے ہیں، ان کی اصل عبارت یہ ہے: **سقاک اللّٰہُ سقیًا، رعاک اللّٰہُ رعیًا، خاب خیبةً، جُدِعَ جدعًا، حمدتُ حمدا، شکرتُ شکرا، عجبتُ عجبًا.**

نوٹ: اہلِ عرب اگرچہ فعل کو ذکر کرنے کے ساتھ **حمدتُ اللّٰہَ حمدًا، شکرتُه شکرًا، عجبتُ عجبًا** بھی استعمال کرتے ہیں؛ لیکن یہ فصحاء کے کلام میں شمار نہیں ہوتا۔ اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ فعل کو حذف کرنا اُس وقت واجب ہے جب کہ مفعول مطلق "لام" حرف جر کے ساتھ استعمال کیا جائے جیسے: **حمدًا له، شکرًا له، عجبًا له .** (شرح جامی ص:۱۱۵-۱۱۶)

فائدہ: **وجوبًا** کا **جوازًا** پر عطف ہے، اور **جوازًا** اپنے معطوف سے مل کر **یحذف** فعل کا قائم مقام مفعول مطلق ہے۔ اور **سماعًا** یا تو **وجوبًا** کی صفت ہے یا **یحذف** فعل کا مفعول مطلق ثانی ہے۔

قولہ: وقیاسًا فی مواضع الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاساً (یعنی کسی متعینہ قاعدہ کے تحت) حذف کرنا واجب ہے، مصنف نے یہاں اس طرح کے چھ مواقع بیان کئے ہیں:

(۱) **منها: ما وقع مثبتا الخ**: پہلے موقع کے تحت مصنف نے دو صورتیں بیان کی ہیں:

(الف) مفعول مطلق مثبت ہو یعنی اُس سے پہلے "إِلَّا" یا معنیٔ "إِلَّا" لا کر اُس کے اثبات کا ارادہ کیا گیا ہو، اور مفعول مطلق سے پہلے نفی یا معنیٔ نفی ہو، اور وہ نفی یا معنیٔ نفی ایسے اسم پر داخل ہو جس کی وہ مفعول مطلق خبر نہ بن سکے، تو وہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے: **ما أنت إلّا سیرًا**[1]، **ما**

---

(۱) ما حرف نفی ملغی، أنت مبتدا، إلّا کلمۂ حصر، سیرًا مفعول مطلق تسیرُ فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول =

www.besturdubooks.net

أنت إلّا سيرَ البريدِ، إنما أنت سيرًا ، یہاں "سیرًا" اور "سیرَ البرید" مفعول مطلق ہیں، ان کے فعل کو حذف کردیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: ما أنت إلّا تَسِيْرُ سيرًا، ما أنت إلّا تسيرُ سيرَ البريدِ، إنما أنت تسيرُ سيرًا ؛ اس لیے کہ یہاں مفعول مطلق سے پہلے دو مثالوں میں "إلّا" اور تیسری مثال میں "إنما" لاکر اُس کے اثبات کا ارادہ کیا گیا ہے، اور پہلی دو مثالوں میں مفعول مطلق سے پہلے "ما" حرف نفی اور تیسری مثال میں "إنما" معنیٔ نفی ہے، اور وہ "أنت" ضمیر پر داخل ہے جس کی "سیرا" اور "سیر البرید" خبر نہیں بن سکتے: کیوں کہ "أنت" ضمیر اسم عین (یعنی ذات پر دلالت کرنے والا اسم) ہے، اور "سیر" مصدر اسمِ معنی (یعنی صرف معنیٔ مصدری پر دلالت کرنے والا اسم) ہے اور اسم معنی اسم عین کی خبر نہیں بن سکتا۔

مصنف نے ما أنت إلا سيرًا، ما أنت إلا سيرَ البريد دو مثالیں لاکر اِس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مفعول مطلق خواہ نکرہ یا معرفہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ ضابطہ کے تحت مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنے کے لیے چار باتیں ضروری ہیں: (۱) مفعول مطلق کے اثبات کا ارادہ کیا گیا ہو۔ (۲) مفعول مطلق سے پہلے نفی یا معنیٔ نفی ہو۔ (۳) وہ نفی اور معنیٔ نفی اسم پر داخل ہو۔ (۴) مفعول مطلق اُس اسم کی خبر نہ بن سکے۔

پس اگر مفعول مطلق کی نفی کا ارادہ کیا گیا ہو، یا حرف نفی اسم پر داخل نہ ہو؛ بلکہ فعل پر داخل ہو تو مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب نہیں؛ جیسے: ما زيدٌ يسيرُ سيرًا، ما سرتُ إلا سيرًا، إنما سرتُ سيرًا. اور اگر اُس سے پہلے کوئی ایسا اسم (یعنی اسم معنی) ہو جس کی وہ خبر بن سکتا ہو، تو وہ مفعول مطلق نہیں ہوگا؛ بلکہ خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا؛ جیسے: ما سيري إلا سيرٌ شديدٌ.

(ب) مفعول مطلق مکرر ہو اور اُس سے پہلے کوئی ایسا اسم ہو جس کی وہ خبر نہ بن سکے، تو وہاں بھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے: زيدٌ سيرًا سيرًا[1]، یہاں "سیرًا سیرًا" مفعول مطلق ہیں، اِن کے فعل کو حذف کردیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: زيدٌ يسيرُ سيرًا سيرًا ؛ اس لیے کہ یہاں مفعول مطلق مکرر ہے اور اس سے پہلے زید ایسا اسم ہے جس کی "سیرًا سیرًا" خبر نہیں بن سکتے: کیوں کہ زید اسم عین ہے اور سیرًا اسم معنی ہے، اور اسم معنی اسم عین کی خبر نہیں بن سکتا۔

اگر مفعول مطلق مکرر تو ہو؛ لیکن اُس سے پہلے کوئی اسم نہ ہو، تو اُس کے فعل کو حذف کرنا واجب نہیں؛

= مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح ما أنت إلا سيرَ البريد، إنما أنت سيرًا کی ترکیب کرلی جائے۔

(۱) زيدٌ مبتدا، سيرًا مؤکد، دوسرا سيرًا تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر مفعول مطلق يسير فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَمِنْهَا: مَا وَقَعَ تَفْصِيلًا لِأَثَرِ مَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ؛ مِثْلُ: ﴿فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾.

وَمِنْهَا: مَا وَقَعَ لِلتَّشْبِيْهِ عِلَاجًا بَعْدَ جُمْلَةٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلٰى اِسْمٍ بِمَعْنَاهُ وَصَاحِبِهٖ

ترجمہ: اور اُن میں سے (دوسرا موقع) وہ مفعول مطلق ہے جو سابقہ جملے کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو؛ جیسے: ﴿فَشُدُّوا الْوَثَاقَ: فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾ (تو بیڑی مضبوط باندھ دو: پھر یا تو احسان کرو یا فدیہ لے لو)۔

اور اُن میں سے (تیسرا موقع) وہ مفعول مطلق ہے جو تشبیہ کے لیے واقع ہو درآں حالیکہ وہ علاج ہو، ایسے جملے کے بعد جو اُس (مفعول مطلق) کے ہم معنی کسی اسم اور اُس کے صاحب پر مشتمل ہو۔

جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا﴾۔

(۲) منها: ما وقع تفصيلا الخ: دوسرا موقع یہ ہے کہ: مفعول مطلق سابقہ جملہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو، یعنی سابقہ جملہ کے مضمون سے جو غرض مطلوب اور مقصود ہے، مفعول مطلق کے ذریعے اُس کی ممکنہ انواع کو بیان کیا گیا ہو، تو وہاں بھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَشُدُّوا الْوَثَاقَ: فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾[1]، دیکھئے! یہاں فشدّوا الوثاق ایک جملہ ہے، اس کا مضمونِ جملہ شَدُّ الْوَثَاقِ (بیڑی مضبوط باندھنا) ہے، اور اِس سے مقصود یہاں قیدیوں کو قتل کرنا، یا غلام بنانا، یا (بلا کچھ لیے اُنھیں چھوڑ کر) اُن پر احسان کرنا، یا فدیہ لینا ہے، آگے اللہ تعالی نے "فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً" سے اس کی کچھ تفصیل بیان کی ہے، یہاں مَنًّا اور فِدَاءً مفعول مطلق ہیں، اِن کے فعل کو حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: فإمّا تَمُنُّوْنَ مَنًّا وإمّا تَفْدُوْنَ فِدَاءً.

فائدہ: مضمونِ جملہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جملہ میں جو فعل یا شبہ فعل ہو اُس کا مصدر نکال کر اُس کی فاعل یا مفعول بہ کی طرف اضافت کر دیں؛ جیسے ماقبل میں شُدُّوْا فعل کا مصدر شَدٌّ نکال کر اُس کی الوثاق مفعول بہ کی طرف اضافت کی گئی ہے۔

(۳) منها: ما وقع للتشبيه الخ: تیسرا موقع یہ ہے کہ مفعول مطلق تشبیہ کے لیے واقع ہو یعنی اُس

---

(۱) شدوا فعل امر بافاعل، الوثاق مفعول بہ، فعل امر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فا تفریعیہ، إما برائے تفصیل، منا مفعول مطلق تمنون فعل محذوف کا، بعد مفعول فیہ، فعل محذوف اپنے فاعل، مفعول مطلق اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، إما زائدہ، فداء مفعول مطلق تفدون فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف۔

www.besturdubooks.net

نَحْوُ: مَرَرْتُ بِهٖ فَإِذَا لَهٗ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ /وَصُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلٰى .

ترجمہ: جیسے: مَرَرْتُ بِهٖ فَإِذَا لَهٗ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ/ وصُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلٰى (میں اُس کے پاس سے گزرا، تو اچانک اُس کی آواز تھی گدھے جیسی آواز/ اور چیخ کر رونا تھا اُس عورت کے چیخ کر رونے کے مانند جس کا لڑکا مرگیا ہو)۔

کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی گئی ہو، اور علاج ہو یعنی اعضاء ظاہرہ کے افعال میں سے کسی فعل پر دلالت کرے، اور مفعول مطلق سے پہلے ایسا جملہ ہو جو مفعول مطلق کے ہم معنی کسی اسم اور اُس کے صاحب (یعنی جس کے ساتھ اُس اسم کے معنی قائم ہوں اُس) پر مشتمل ہو، تو وہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے: مررتُ بِه فإذا له صوتٌ صوتَ حمارٍ،[1] مررت به فإذا له صُراخٌ صُراخَ الثكلٰى، یہاں صوتَ حمارٍ اور صراخ الثكلى مفعول مطلق ہیں، اِن کے فعل کو حذف کردیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: مررت به فإذا له صوتٌ يصوت صوتَ حمارٍ، مررتُ به فإذا له صراخٌ يَصْرُخُ صراخ الثكلى، يصوتُ اور يصرخُ فعل کو حذف کردیا گیا ہے؛ اس لیے کہ یہاں مفعول مطلق کے ساتھ اُس شخص کی آواز اور چیخنے کو تشبیہ دی گئی ہے جس کے پاس سے متکلم گزرا ہے، اور مفعول مطلق یہاں پہلی مثال میں آواز پر اور دوسری مثال میں چیخنے پر دلالت کرتا ہے جو اعضائے ظاہرہ میں سے زبان کا فعل ہیں، اور اِن سے پہلے له صوتٌ/له صراخٌ ایسا جملہ ہے جو مفعول مطلق کے ہم معنی اسم: صوت اور صراخ اور اِن کے صاحب (یعنی ہاء ضمیر مجرور) پر مشتمل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ ضابطے کے تحت مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنے کے لیے چار باتیں ضروری ہیں: (۱) مفعول مطلق کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی گئی ہو۔ (۲) مفعول مطلق اعضائے ظاہرہ مثلاً: ہاتھ، پیر اور زبان وغیرہ کے افعال میں سے کسی فعل پر دلالت کرے۔ (۳) مفعول مطلق سے پہلے کوئی جملہ ہو۔ (۴) اُس جملے میں کوئی ایسا اسم ہو جو مفعول مطلق کے معنی میں ہو اور وہ چیز ہو جس کے ساتھ اُس اسم کے معنی قائم ہوں۔

---

(۱) مررت فعل با فاعل، بہ جار مجرور متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، فاء حرف عطف، إذا مفاجاتیہ مفعول فیہ مقدم، لہ جار مجرور ثابت محذوف کا متعلق، ثابتٌ اسم فاعل محذوف اپنے فاعل، مفعول فیہ مقدم اور متعلق سے مل کر خبر مقدم، صوت مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف۔ صوت حمار مرکب اضافی مفعول مطلق يصوت فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح مررتُ به فإذا له صراخٌ صراخَ الثكلٰى کی ترکیب کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَمِنْهَا: مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لا مُحْتَمَلَ لَهَا غَيْرُهٗ؛ نَحْوُ: لَهٗ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا. وَيُسَمّٰى تَاكِيْدًا لِنَفْسِهٖ.

وَمِنْهَا: مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَهَا مُحْتَمَلٌ غَيْرُهٗ؛ نَحْوُ: زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا.

ترجمہ: اور اُن میں سے (چوتھا موقع): وہ مفعول مطلق ہے جو ایسے جملے کا مضمون واقع ہو جس میں مفعول مطلق کے علاوہ کا احتمال نہ ہو؛ جیسے: لَہٗ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا (اُس کے میرے ذمہ ایک ہزار درہم ہیں، میں اِس کا اعتراف کرتا ہوں)۔ اور اُس کو تاکید لنفسہ کہا جاتا ہے۔

اور اُن میں سے (پانچواں موقع) وہ مفعول مطلق ہے جو ایسے جملے کا مضمون واقع ہو جس میں مفعول مطلق کے علاوہ کا احتمال ہو؛ جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا (زید کھڑا ہے حقیقۃً)۔

---

(۴) **ومنها: ما وقع مضمون الخ**: چوتھا موقع: یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسے جملے کا مضمون واقع ہو جس میں مفعول مطلق کے علاوہ کا احتمال نہ ہو، یعنی مفعول مطلق سے پہلے کوئی جملہ ہو، اور اُس جملے کا جو مضمون (مفہوم) ہو، مفعول مطلق کا بھی وہی مضمون (مفہوم) ہو، اور اُس جملے میں مفعول مطلق کے مفہوم کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ ہو، تو وہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے: **له عليّ ألفُ درهمٍ اعترافًا**[1]، یہاں اعترافًا مفعول مطلق ہے، اس کے فعل کو حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: **له عليّ ألفُ درهمٍ، اعترفتُ اعترافًا**؛ اس لیے کہ یہاں **اعترافًا** مفعول مطلق سے پہلے **له عليّ ألفُ درهمٍ** ایک جملہ ہے، اور جو مفہوم اِس جملے کا ہے یعنی اعتراف، وہی مفہوم اعترافًا مفعول مطلق کا ہے؛ اور **له عليّ ألفُ درهمٍ** میں اعتراف کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہیں ہے۔

ویسمی تاکیدا لنفسه: اس طرح کے مفعول مطلق کو "تاکید لنفسہ" کہا جاتا ہے؛ اس لیے کہ یہ خود اپنی ہی تاکید بیان کرتا ہے؛ کیوں کہ یہ سابقہ جملہ کی تاکید کے لیے آیا ہے، اور مفعول مطلق اور سابقہ جملہ کا مدلول ومفہوم ایک ہے۔ جیسا کہ ضربتُ ضربًا میں ضربًا مفعول مطلق خود اپنی ہی تاکید بیان کرتا ہے۔

(۵) **ومنها: ما وقع مضمون جملة لها الخ**: پانچواں موقع یہ ہے کہ: مفعول مطلق ایسے جملہ کا

---

(۱) لہ جار مجرور متعلق اول، علیّ جار مجرور متعلق ثانی، ثابت اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر خبر مقدم ألف ممیّز مضاف، درهم تمیز مضاف الیہ، ممیّز مضاف تمیز مضاف الیہ سے مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مؤکَّد، اعترافا مفعول مطلق اعترفت فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مؤکِّد۔

www.besturdubooks.net

وَ یُسَمّٰی تَاکِیْدًا لِغَیْرِہٖ .

وَمِنهَا: مَا وَقَعَ مُثَنًّی؛ مِثْلُ: لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ .

ترجمہ: اور اُس کو تاکید لغیرہ کہا جاتا ہے۔

اور اُن میں سے (چھٹا موقع): وہ مفعول مطلق ہے جو تثنیہ واقع ہو؛ جیسے: لَبَّیْکَ (میں آپ کا حکم ماننے کے لیے مسلسل حاضر ہوں)، سَعْدَیْکَ (میں پے در پے آپ کی مدد کروں گا)۔

مضمون واقع ہو جس میں مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو، یعنی مفعول مطلق سے پہلے کوئی جملہ ہو، اور اُس جملے کا جو مفہوم ہو، وہی مفعول مطلق کا مفہوم ہو، البتہ اُس جملے میں مفعول مطلق کے مفہوم کے علاوہ کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو؛ جیسے: **زیدٌ قائمٌ حقًّا** [1]، یہاں **حقًّا** مفعول مطلق ہے، اِس کے فعل کو حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: **زیدٌ قائمٌ، أُحِقُّ حقًّا**؛ یہاں **أحقُّ** فعل کو حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لیے کہ یہاں **حقًّا** مفعول مطلق سے پہلے **زیدٌ قائمٌ** جملہ ہے، اور جو مفہوم **زیدٌ قائمٌ** جملے کا ہے یعنی احتمالِ حق وصدق، وہی مفہوم **حقًّا** مفعول مطلق کا ہے، البتہ **زیدٌ قائمٌ** میں حق وصدق کے علاوہ کذب و بطلان کا بھی احتمال ہے؛ کیوں کہ **زیدٌ قائمٌ** جملہ خبریہ ہے، اور ہر جملہ خبریہ میں حق وصدق کی طرح کذب و بطلان کا بھی احتمال ہوتا ہے۔

ویسمی تاکیدا لغیرہ: اس طرح کے مفعول مطلق کو ''تاکید لغیرہ'' کہا جاتا ہے؛ اس لیے کہ یہ سابقہ جملے (**زیدٌ قائمٌ**) کی تاکید کے لیے آیا ہے، اور اِس میں اور سابقہ جملے میں اِس اعتبار سے مغایرت ہے کہ یہ (یعنی **حقًّا** مفعول مطلق) حق وصدق پر صراحتًا دلالت کرتا ہے، جب کہ سابقہ جملہ (**زیدٌ قائمٌ**) حق وصدق پر صراحتًا دلالت نہیں کرتا؛ کیوں کہ اُس میں حق وصدق کے علاوہ کذب و بطلان کا بھی احتمال ہے۔ چوں کہ اس لحاظ سے سابقہ جملہ (جو کہ یہاں مؤکَّد ہے) مفعول مطلق (جو کہ یہاں مؤکِّد ہے) کا غیر ہے، اس لیے اس طرح کے مفعول مطلق کو ''تاکید لغیرہ'' کہا جاتا ہے۔

(۶) **ومنها: ما وقع مثنی الخ**: چھٹا موقع یہ ہے کہ: مفعول مطلق تثنیہ ہو (لیکن وہ تثنیہ کے معنی میں نہ ہو؛ بلکہ معنیٔ مصدری کے تکرار اور کثرت پر دلالت کرنے کے لیے لایا گیا ہو) اور اُس کی فاعل یا مفعول بہ کی طرف اضافت کی گئی ہو، تو وہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے: **لبّیکَ، سعدَیکَ**، یہ

---

(۱) زیدٌ مبتدا، قائمٌ شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مؤکَّد، حقًّا مفعول مطلق أحقّ فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مؤکِّد۔

www.besturdubooks.net

اَلمَفعُولُ بِہٖ: هُوَ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعلُ الْفَاعِلِ؛ نَحوُ: ضَرَبْتُ زَيْدًا.

ترجمہ: مفعول بہ: وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو؛ جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا (میں نے زید کو مارا)۔

دونوں مفعول مطلق تثنیہ ہیں اور اُن کی اضافت "ک" ضمیر مفعول بہ کی طرف کی گئی ہے، اسی لیے اِن کے فعل کو حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت ہے: أُلِبُّ لَکَ إِلْبَابَيْنِ (۱)، أُسْعِدُکَ إِسْعَادَيْنِ ، أَلِبُّ اور أَسْعِدُ فعل کو حذف کر کے "إلبابينِ" اور "إسعادينِ" مفعول مطلق کو اُن کے قائم مقام کر دیا، اور "إلبابينِ" اور "إسعادينِ" مفعول مطلق سے زائد حروف (یعنی ہمزہ قطعی اور الف) حذف کر کے اُن کو ثلاثی مجرد کی طرف لوٹا دیا، پھر اُن کی (پہلی مثال میں حرفِ جر کو حذف کر کے اور دوسری مثال میں کچھ کئے بغیر) مفعول بہ "ک" ضمیر کی طرف اضافت کر دی، لَبَّيْکَ، سَعْدَيْکَ ہو گیا۔

قوله: المفعول به الخ: مفعول مطلق کے بیان سے فارغ ہو کر، یہاں سے مصنف منصوبات کی دوسری قسم: مفعول بہ کی تعریف اور اُس کے احکام بیان فرما رہے ہیں۔

مفعول بہ: وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو؛ جیسے: ضربتُ زيدًا میں زیدًا مفعول بہ ہے؛ اس لئے کہ اس پر فاعل متکلم کا فعل ضَرْبٌ (مارنا) واقع ہو رہا ہے۔

ما وقع عليه فعل الفاعل: "فاعل کا فعل واقع ہونے" سے مراد یہاں بغیر حرف جر کے واسطے کے، فاعل کے فعل کا اُس اسم کے ساتھ تعلق ہے، یعنی فاعل کے فعل کو پورا کرنے کے بعد، وہ فعل اُس اسم سے تعلق کے بغیر سمجھ میں نہ آئے، خواہ وہ اُس پر واقع ہو؛ جیسے: ضربتُ زيدًا میں، یا اُس پر واقع نہ ہو؛ جیسے: نَعْبُدُ اللّٰهَ میں فاعل کا فعل عبادت اللہ پر واقع نہیں ہے؛ بلکہ اس کا اللہ سے تعلق ہے۔

نیز یہاں "فاعل کے فعل" سے وہ فعل مراد ہے جس کی کسی فاعل حقیقی یا فاعل حکمی کی طرف اسناد کا اعتبار کیا گیا ہو، پس ضُرِبَ زيدٌ میں زیدٌ سے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ اِس پر فاعل کا فعل (مارنا) واقع ہو رہا ہے حالاں کہ یہ مفعول بہ نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہاں فعل کی فاعل کی طرف اسناد کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے؛ کیوں کہ یہاں فاعل حذف کیا جا چکا ہے۔

فوائد قیود: مفعول بہ کی تعریف میں "ما" بمنزلۂ جنس ہے، یہ تمام منصوبات کو شامل ہے، اور "ما وقع

---

(۱) أَلَبَّ فعل با فاعل، لَکَ جار مجرور متعلق، إلبابينِ مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل، متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح أسعدُکَ إسعادَينِ کی ترکیب کر لی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَقَـدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفِعلِ؛ نَحوُ: زَيْدًا ضَرَبْتُ. وَقَدْ يُحذَفُ الْفِعلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا؛ كَقَوْلِكَ: زَيْدًا لِمَنْ قَالَ: مَنْ أَضْرِبُ؟

ترجمہ: اور کبھی مفعول بہ فعل پر مقدم ہوتا ہے؛ جیسے: زَيْدًا ضَرَبْتُ (زید کو میں نے مارا)۔ اور کبھی فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینے کے پائے جانے کے وقت جوازاً؛ جیسے: زَيْدًا (زید کو) اُس شخص کے جواب میں جو کہے: مَنْ أَضْرِبُ (میں کس کو ماروں)؟

عليه فعلُ الفاعل" بمنزلۂ فصل ہے، اس سے مفعول بہ کے علاوہ باقی تمام منصوبات خارج ہو گئے؛ اس لئے کہ اُن پر فاعل کا فعل واقع نہیں ہوتا۔

وقد يتقدم على الفعل الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مانع موجود نہ ہو، تو مفعول بہ کو فعل پر مقدم کر دیتے ہیں؛ جیسے: زيدًا ضربتُ[1] میں زيدًا مفعول بہ کو ضربتُ فعل پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں کوئی مانع موجود نہیں ہے۔ اور اگر کوئی مانع موجود ہو، مثلاً فعل پر "أَنْ" مصدریہ داخل ہو، تو وہاں مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا جائز نہیں؛ جیسے: مِنَ البِرّ أنْ تكُفَّ لسانَك.

وقد يحذف الفعل الخ: یہاں سے مصنف مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کے مواقع بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: اگر فعل کے حذف پر کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو تو مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے کسی نے آپ سے کہا: مَنْ أضرِبُ؟ (کس کو ماروں؟) آپ نے جواب میں کہا: زيدًا[2] (زید کو)، یہاں "زیدا" مفعول بہ ہے، اس سے پہلے اِضْرِبْ فعل امر محذوف ہے جس کو قرینہ مقالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، قرینۂ مقالیہ یہاں سوال میں مذکور أضربُ فعل ہے جو اس کے حذف پر دلالت کر رہا ہے۔

اور چار مواقع ایسے ہیں جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، اُن میں سے ایک موقع سماعی ہے، یعنی اُس کا دار و مدار کسی قیاس اور قاعدہ پر نہیں؛ بلکہ اہلِ عرب سے سننے پر ہے: جیسے: اِمْرَءً ا و نفسَه[3]

---

(۱) زیدًا مفعول بہ مقدم، ضربت فعل بافاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) زیدًا مفعول بہ اضرب فعل امر محذوف کا، فعل امر محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۳) إمرءً ا معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، نفس مضاف، ھا ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول بہ اترک فعل امر محذوف کا، فعل امر محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ یہ اُس صورت میں ہے جب کہ واؤ کو عاطفہ مانا جائے، اور اگر واؤ کو بمعنی "مع" مانا جائے تو اس صورت میں "نفسه" مفعول معہ ہوگا۔

www.besturdubooks.net

وَوُجُوبًا فِي أَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ .
الأَوَّلُ: سَمَاعِيٌّ؛ نَحْوُ: اِمْرَءًا وَنَفْسَهُ، ﴿وَانْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ﴾، أَهْلًا وَسَهْلًا.

ترجمہ: اور وجوبی طور پر چار مواقع میں۔
پہلا موقع سماعی ہے؛ جیسے: اِمْرَءًا وَنَفْسَهُ (چھوڑ انسان کو اور اس کے نفس کو)، اور ﴿اِنْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ﴾ (باز آ جاؤ تم اے نصاریٰ کی جماعت تین خداؤں کے ماننے سے اور ارادہ کرو اپنے لئے بھلائی کا) اور أَهْلًا وَسَهْلًا (آپ اپنے ہی لوگوں میں آئے، آپ نے نرم زمین کو روندھا)۔

(چھوڑ تو انسان کو اور اس کے نفس کو)، یہ اُتْرُكْ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: اُتْرُكْ امرءًا ونفسه، یہاں اترک فعل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ اہل عرب سے فعل کے حذف کے ساتھ ہی سنایا گیا ہے۔
﴿اِنتهوا خيرًا لَّكُمْ﴾ [1] (باز آ جاؤ تم اے نصاریٰ کی جماعت تین خداؤں کو ماننے سے اور ارادہ کرو اپنے لئے بھلائی کا)، اس مثال میں "خيرًا"، اِقْصِدُوا فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: اِنْتَهُوا يَا مَعْشَرَ النَّصَارىٰ عَنِ التَّثْلِيثِ وَاقْصِدُوا خيرًا لكمْ . یہاں اِقصِدُوا فعل کو حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ اہل عرب سے فعل کے حذف کے ساتھ ہی سنا گیا ہے۔
أهلاً وسهلاً [2] (آپ اپنے ہی لوگوں میں آئے، آپ نے نرم زمین کو روندھا)، أهلاً، أتيتَ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے، اور سهلا، وَطِئتَ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے، اصل عبارت یہ ہے: أتيتَ أهلاً، وطيتَ سهلاً ، یہاں أتيتَ اور وطيتَ فعل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ اہل عرب سے فعل کے حذف کے ساتھ ہی سنے گئے ہیں۔
اور باقی تین مواقع جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، قیاسی ہیں، یعنی اُن کا قاعدہ متعین ہے، جہاں وہ قاعدہ پایا جائے گا وہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہوگا۔ آگے مصنف نے انہی کو بیان کیا ہے۔

---

(۱) انتہ فعل امر، واؤ ضمیر فاعل، فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، خیراً مفعول بہ اِقصِد فعل امر محذوف کا، واؤ ضمیر فاعل، لکم جار مجرور متعلق اقصد فعل امر کا، فعل امر محذوف اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ انشائیہ ہوا۔
(۲) أهلاً مفعول بہ أتی فعل محذوف کا، أتی فعل محذوف، تَ ضمیر فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح سهلاً کی ترکیب کر لی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَالثَّانِيُ: الْمُنَادٰی، وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ إِقْبَالُهُ بِحَرْفٍ نَائِبٍ مَنَابَ "أَدْعُوْ"، لَفْظًا أَوْ تَقْدِيْرًا. وَيُبْنٰی عَلٰی مَا يُرْفَعُ بِهٖ إِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً؛نَحْوُ: يَا زَيْدُ، يَا رَجُلُ،

ترجمہ: اوردوسرا موقع منادی ہے،اوروہ (یعنی منادی): وہ اسم ہے جس کے متوجہ ہونے کوطلب کیا جائے ایسے حرف کے ذریعے جو "أَدْعُوْ" فعل کے قائم مقام ہو،خواہ وہ حرف لفظوں میں موجود ہو یا تقدیراً (یعنی پوشیدہ) ہو۔اورمنادی مبنی ہوتا ہے اُس علامت پرجس کے ذریعے رفع دیا جاتا ہے اگرمنادی مفرد معرفہ ہو؛ جیسے:یَا زَیْدُ (اے زید)، یَا رَجُلُ (اے مرد)،

قولہ: والثانی المنادیٰ الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع میں سے جن میں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے،دوسرے موقع منادی کو بیان فرمارہے ہیں:

منادیٰ کی تعریف: منادیٰ وہ اسم ہے جس کو ایسے حرف کے ذریعہ جو" أدعوُ"فعل کے قائم مقام ہو (یعنی حرفِ نداء کے ذریعے) پکارکراپنی طرف متوجہ کیا جائے،خواہ حرف نداء لفظاً ہو، جیسے:یا عبدَاللّٰہ [1]، یا حرف نداء تقدیراً ہو(یعنی حرف نداء کولفظوں سے حذف کردیا گیا ہو)، جیسے:﴿يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾، اس کی اصل: یا یوسفُ أعرضْ عن هٰذا ہے؛اس لئے کہ اگر یہاں حرف نداء کومحذوف نہیں مانیں گے تو یوسف کا مبتدااور" أعرضْ عن هذا" جملہ انشائیہ کا خبر ہونا لازم آئے گااور یہ جائز نہیں۔

حروف نداء پانچ ہیں: یَا ، أَیَا، هَیَا، أَیْ اور ہمزۂ مفتوحہ،یہ حروف أدعو فعل کے قائم مقام ہوتے ہیں اوران کے بعد آنے والا اسم أدعــوُ فعل محذوف کا مفعول بہ ہوتا ہے،کہیں تولفظاً اور محلاً دونوں اعتبار سے، جیسے:یا عبدَ اللّٰہ، اس کی اصل أدعـوُا عبدَاللّٰہ ہے؛اورکہیں صرف محلاً ، جیسے:یا زیدُ ،اس کی اصل أدعوُ زیـدُ ہے۔منادیٰ کے فعل کوحذف کرنااس لئے واجب ہے کہ اگرفعل کوحذف نہیں کریں گےتو نائب (فرع) اورمنوب عنہ (اصل) کا جمع ہونالازم آئے گااور یہ جائزنہیں۔

قولہ: ویبنی علی ما یرفع الخ: یہاں سے مصنف منادیٰ کےاحکام بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ منادیٰ کی چارصورتیں ہیں:

(۱)**مبنی برعلامت رفع**: یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ منادیٰ مفرد معرفہ ہو،مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو،خواہ حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے معرفہ ہو؛ جیسے: یا زیدُ،یا حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد

---

(۱) یا حرف نداء قائم مقام أدعو فعل،أدعو فعل،أنا ضمیر مستتر فاعل،عبد مضاف،اللّٰہ مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کرمرکب اضافی ہوکرمفعول بہ،أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَيَا زَيْدَانِ، وَيَا زَيْدُوْنَ . وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ؛ نَحْوُ: يَا لَزَيْدٍ .

ترجمہ : يَا زَيْدَانِ (اے دوزیدو)، يَازَيْدُوْنَ (اے سب زیدو)۔اور منادی مجرور ہوتا ہے "لام استغاثہ" کی وجہ سے؛ جیسے: يَا لَزَيْدٍ (اے زید! مدد کر)۔

معرفہ ہو؛ جیسے: یا رجلُ، یا زیدان، یا زیدونَ. رجل کا حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہونا تو ظاہر ہے؛ کیوں کہ یہ حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے نکرہ تھا،اور زیدَانِ اور زیدُونَ اگر چہ بظاہر علم ہونے کی وجہ سے حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے معرفہ نظر آتے ہیں؛ لیکن ماقبل میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر علم کا تثنیہ یا جمع لے آئیں تو اُس کی علمیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ نکرہ ہو جاتا ہے،تو اس ضابطے کے اعتبار سے جب زید کا تثنیہ اور جمع لا کر زیدانِ اور زیدُونَ کہا تو یہ نکرہ ہو گئے، پھر جب اِن پر حرفِ نداء داخل کیا گیا تو یہ دوبارہ معرفہ بن گئے۔

فائدہ: یہاں مفرد: مضاف اور مشابہ مضاف کے مقابلہ میں ہے،لہٰذا اگر تثنیہ اور جمع منادیٰ معرفہ ہوں اور مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہوں، تو وہ بھی علامت رفع پر مبنی ہوں گے؛ جیسے: یا زیدان، یازیدونَ .

علامتِ رفع تین ہیں: (۱) ضمہ: مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف قائم مقام صحیح، جمع مکسر منصرف، جمع مؤنث سالم اور غیر منصرف میں (۲) الف: تثنیہ میں (۳) واؤ: جمع مذکر سالم اور اسمائے ستہ مکبرہ میں۔

(۲) معرب مجرور: یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ منادیٰ حرفِ نداء کے داخل ہونے سے پہلے اپنی اصل کے اعتبار سے معرب ہو،اور اُس پر "یاء حرفِ نداء" اور "لام استغاثہ" داخل ہو؛ جیسے: يَا لَزَيْدٍ [1] (اے زید مدد کر)۔ اگر یاء حرف نداء کو حذف کر دیا جائے، یا اُس پر یاء کے علاوہ کوئی دوسرا حرفِ نداء داخل ہو، تو اس صورت میں وہ استغاثہ کے قبیل سے نہیں ہوگا۔ (النحو الوافی ۴/۷۳)

لام استغاثہ: وہ لام (حرف جر) ہے جس کو فریاد طلب کرنے کے لئے استعمال کیا جائے، اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: (۱) مستغاث بہ یعنی جس سے فریاد طلب کی جائے (۲) مستغاث لہ یعنی جس کے لئے فریاد طلب کی جائے، مستغاث بہ پر لام مفتوحہ اور مستغاث لہ پر لام مکسورہ داخل ہوتی ہے، جیسے: **يَا لَزَيْدٍ لِلْقَوْمِ** (اے زید قوم کی مدد کر)، اس مثال میں زید مستغاث بہ اور قوم مستغاث لہ ہے۔

---

(۱) یا حرف نداء قائم مقام أدعو فعل، لام استغاثہ حرفِ جر، زید لفظا مجرور محلاً منصوب، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا یا حرف نداء قائم مقام أدعو فعل کا، یا حرف نداء قائم مقام أدعو فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ صاحب النحو الوافی نے اسی ترکیب کو اختیار کیا ہے۔ دیکھئے: النحو الوافی (۴/۷۰)

www.besturdubooks.net

وَيُفْتَحُ لِإِلْحَاقِ أَلِفِهَا، وَلَا لَامَ فِيهِ؛ نَحْوُ: يَازَيْدَاهُ . وَ يُنْصَبُ مَا سِوَاهُمَا؛ نَحْوُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، وَيَا طَالِعًا جَبَلاً وَ يَا رُجَلاً لِغَيْرِ مُعَيَّنٍ .

ترجمه: اور منادی مفتوح ہوتا ہے(اُس کے آخر میں)''الفِ استغاثہ'' لاحق کر دینے کی وجہ سے، درآں حالیکہ اُس پر''لام'' داخل نہ ہو؛ جیسے: یَا زَیْدَاہُ (اے زید! مدد کر)۔ اور جو منادی اِن دونوں (یعنی منادی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث) کے علاوہ ہو، وہ منصوب ہوتا ہے؛ جیسے: یَا عَبْدَ اللّٰهِ (اے اللہ کے بندے)، یَا طَالِعًا جَبَلًا (اے پہاڑ پر چڑھنے والے) اور یَا رَجُلًا (اے کوئی مرد) کسی غیر متعین شخص کے لیے۔

''لام استغاثہ'' کے مفتوح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ: مستغاث بہ منادی ہونے کی وجہ سے کاف ضمیر کی جگہ واقع ہوتا ہے، اور لام حرف جر جب ضمیر پر داخل ہو تو وہ مفتوح ہوتا ہے؛ جیسے: لَہ . چوں کہ مستغاث بہ ضمیر کے قائم مقام ہوتا ہے، اس لئے اس پر داخل ہونے والا حرفِ جر بھی مفتوح ہوگا۔ (شرح ابن عقیل)

(۳) **مبنی برفتحہ**، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ منادیٰ پر''لام استغاثہ'' داخل نہ ہو؛ بلکہ اُس کے عوض اُس کے آخر میں''الف استغاثہ'' لاحق کر دیا جائے؛ جیسے: یَازَیْدَاہ میں زیدَ (اے زید مدد کر)۔

''لام استغاثہ'' اور''الف استغاثہ'' کو ایک ساتھ جمع کرنا صحیح نہیں، چناں چہ یَا لَزَیْدَاہ نہیں کہہ سکتے۔

فائدہ: الفِ استغاثہ: وہ الف ہے جو فریاد طلب کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ الف استغاثہ کے بعد ہاء ساکنہ لے آئیں، تا کہ الف استغاثہ اور اُس الف کے درمیان جو یائے متکلم سے بدلا ہوا ہو التباس نہ ہو؛ جیسے: یا غلاما (اے میرے غلام)۔ یہ اصل میں یاغلامیْ تھا، یائے متکلم کو الف سے بدل دیا یا غلاما ہوگیا۔ لیکن وصل (یعنی منادی مستغاث کو اگلے کلمے کے ساتھ ملا کر پڑھنے کے وقت) یہ ہاء ساکنہ حذف ہوجاتی ہے۔ [دیکھئے: النحو الوافی ۴/۷۲]

نوٹ: صاحب النحو الوافی کی رائے یہ ہے کہ اگر منادی پر''لام استغاثہ'' داخل ہو، تو وہ لفظاً مجرور اور محلاً معرب منصوب ہوتا ہے۔ اور اگر''الف استغاثہ'' داخل ہو، تو وہ ضمۂ مقدرہ پر مبنی ہوتا ہے (چوں کہ الف اپنے ماقبل فتحہ چاہتا ہے اس لیے اُس پر لفظوں میں ضمہ ظاہر نہیں ہوسکتا) اور محلاً مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے۔ (النحو الوافی ۴/۷۰-۷۱)

(۴) **معرب منصوب**: یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ منادی نہ تو مفرد معرفہ ہو اور نہ اُس پر''لام استغاثہ'' اور''الف استغاثہ'' داخل ہو، نیز وہ حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے معرب ہو، ایسا تین صورتوں میں ہوتا

www.besturdubooks.net

وَتَوَابِعُ الْمُنَادٰی الْمَبْنِیِّ الْمُفْرَدَۃُ، مِنَ التَّاکِیْدِ، وَالصِّفَۃِ، وَعَطْفِ الْبَیَانِ، وَالْمَعْطُوْفِ بِحَرْفٍ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ "یَا" عَلَیْہِ، تُرْفَعُ عَلٰی لَفْظِہٖ وَتُنْصَبُ عَلٰی مَحَلِّہٖ؛ مِثْلُ: یَازَیْدُ الْعَاقِلُ/ وَالْعَاقِلَ .

ترجمہ: اور منادیٰ مبنی کے مفرد توابع ،یعنی تاکید، صفت، عطفِ بیان اور وہ معطوف بحرف جس پر "یا" کا داخل ہونا ممتنع ہو، مرفوع ہوتے ہیں منادیٰ کے لفظ پر حمل کرتے ہوئے، اور منصوب ہوتے ہیں منادیٰ کے محل پر حمل کرتے ہوئے؛ جیسے: **یَا زَیْدُ الْعَاقِلُ/ الْعَاقِلَ** (اے عقل مند زید)۔

ہے: (۱) منادیٰ مضاف ہو؛ جیسے: **یَا عَبْدَ اللّٰہِ** . (۲) منادیٰ مشابہ مضاف ہو؛ جیسے: **یَا طالعًا جبلاً** . [1]

مشابہ مضاف: وہ اسم ہے جو مضاف تو نہ ہو؛ لیکن مضاف کی طرح دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر اس کے معنی مکمل نہ ہوں، جیسے: **طالعٌ جبلًا** (پہاڑ پر چڑھنے والا)، اس مثال میں **طالعٌ** کے معنی **جبلًا** کے بغیر مکمل نہیں ہو رہے ہیں؛ لہٰذا اِس کو مشابہ مضاف کہیں گے۔ اسمائے عدد بھی مشابہ مضاف ہوتے ہیں۔

(۳) منادیٰ نکرہ غیر معین ہو، جیسا کہ اندھا کہے: **یا رَجُلاً** . [2]

فائدہ: حروف نداء کے داخل ہونے کے بعد صرف نکرۂ مقصودہ معرفہ ہوتی ہے، نکرۂ غیر معین حروفِ نداء کے داخل ہونے کے بعد معرفہ نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ جس طرح حروف نداء کے داخل ہونے سے پہلے نکرہ تھی، ان کے داخل ہونے کے بعد بھی نکرہ ہی رہتی ہے۔ اور یہی حکم مشابہ مضاف کا ہے، اگر وہ مقصود اور معین ہو تو حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہوگا، اور اگر مقصود اور معین نہ ہو تو حرفِ ندا کے داخل ہونے کے بعد بھی نکرہ ہی رہے گا۔

قولہ: وتوابع المنادی الخ: یہاں سے مصنف توابعِ منادیٰ کے احکام بیان فرما رہے ہیں۔

جو منادیٰ علامتِ رفع پر مبنی ہو (خواہ علامتِ رفع لفظی ہو یا تقدیری)، اگر اُس کا تابع: تاکید، صفت، عطف بیان، یا ایسا عطف بحرف ہو جس پر "یــا" حرفِ نداء کا داخل ہونا درست نہیں ہے (یعنی عطف بحرف معرف باللام ہو)، اور وہ تابع مفرد ہو، یعنی مضاف بہ اضافتِ معنویہ نہ ہو، تو اُس میں دو صورتیں جائز ہیں:

---

(۱) یــا حرف نداء قائم مقام أدعو فعل، طـالعـا اسم فاعل، جبلاً مفعول بہ، اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شبہ مضاف مفعول بہ أدعو فعل کا، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۲) یا حرف ندا قائم مقام أدعو فعل، رجلا مفعول بہ، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَالْخَلِيْلُ فِيْ الْمَعْطُوْفِ يَخْتَارُ الرَّفْعَ، وَأَبُوْعَمْرٍو النَّصْبَ، وَأَبُوْالْعَبَّاسِ: إِنْ كَانَ كَـ"الْحَسَنِ" فَكَـالْخَلِيْلِ، وَإِلَّا فَكَـأَبِيْ عَمْرٍو.

ترجمہ: اورامام خلیل معطوف میں رفع پسند کرتے ہیں، اورامام ابوعمرونصب پسند کرتے ہیں، اورامام ابوالعباس (مبرد کہتے ہیں کہ) اگروہ معطوف "الحسنُ" کی طرح ہے تو (اُن کا مذہب) امام خلیل کی طرح ہے، ورنہ تو (اُن کا مذہب) امام ابوعمرو کی طرح ہے۔

---

(۱) منادی کے لفظ پر حمل کرتے ہوئے اُس کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں؛ کیوں کہ یہاں منادی لفظاً علامتِ رفع پر مبنی ہے؛ تاکید کی مثال: جیسے: **یا تیمُ أجمعونَ**، صفت کی مثال: جیسے: **یا زیدُ العاقلُ**[1]، عطفِ بیان کی مثال: جیسے: **یا غلامُ بشرٌ**، عطف بحرف معرف باللام کی مثال: جیسے: **یا زیدُ والحارثُ**.

(۲) منادی کے محل پر حمل کرتے ہوئے اُس کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں؛ کیوں کہ منادی مفعول بہ ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہوتا ہے؛ تاکید کی مثال: جیسے: **یا تیمُ أجمعینَ**، صفت کی مثال: جیسے: **یا زیدُ العاقلَ** عطفِ بیان کی مثال: جیسے: **یا غلامُ بِشرًا**، عطف بحرف معرف باللام کی مثال: جیسے: **یا زیدُ وَالحارثَ**.

فائدہ: "**المفردة**" سے مراد یہاں یہ ہے کہ اُن توابع کی کسی دوسرے اسم کی طرف اضافت معنویہ نہ کی گئی ہو؛ اسی لیے مضاف بہ اضافت لفظیہ اور مشابہ مضاف محققین کے نزدیک یہاں مفرد کے حکم میں ہیں، پس اگر منادی مبنی بر علامت رفع کے مذکورہ توابع (تاکید، صفت، عطف بیان، عطف بحرف معرف باللام) مضاف بہ اضافت لفظیہ یا مشابہ مضاف ہوں، تو اُن میں بھی رفع اور نصب دونوں صورتیں جائز ہیں؛ مضاف بہ اضافت لفظیہ کی مثال؛ جیسے: **یا زیدُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ/الحسنَ الوجهِ**، مشابہ مضاف کی مثال؛ جیسے: **یا زیدُ خَیْرٌ مِنْ عَمْرٍو/خَیْرًا مِنْ عَمْرٍو**. (شرح جامی ص:۱۲۴، غایۃ التحقیق ص:۱۵۳)

والخلیل فی المعطوف الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر منادی مبنی بر علامتِ رفع کا تابع: عطف بحرف معرف باللام مفرد ہو، مضاف بہ اضافت معنویہ نہ ہو، تو اگرچہ (تاکید، صفت اور عطف بیان مفرد کی طرح) اُس عطف بحرف معرف باللام پر رفع اور نصب دونوں پڑھنا جائز ہیں؛ مگر وہاں رفع اور نصب میں سے کونسی صورت پسندیدہ ہے؟ اِس میں اختلاف ہے، امام خلیل بن احمد کہتے ہیں کہ: رفع پسندیدہ ہے۔ اور امام ابوعمرو بن علاء کہتے ہیں کہ: نصب پسندیدہ ہے۔ اور امام ابوالعباس مبرد کہتے ہیں کہ اگر وہ عطف

---

(۱) **یا** حرف ندا، قائم مقام **أدعو** فعل، **زیدُ** منادی مبنی بر علامت رفع موصوف، **العاقلُ** صفت، موصوف صفت سے مل کر مفعول بہ، **أدعو** فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَالْمُضَافَةُ تُنْصَبُ .

وَالْبَدَلُ وَالْمَعْطُوفُ غَيْرَ مَاذُكِرَ حُكْمُهُ حُكْمُ الْمُسْتَقِلِّ مُطْلَقًا .

ترجمه: اور (منادیٰ مبنی بر علامت رفع کے) مضاف توابع منصوب ہوں گے۔

اور بدل اور اُس معطوف کا حکم جو مذکورہ معطوف کے علاوہ ہو، مطلقاً منادیٰ مستقل کا حکم ہے۔

بحرف معرف باللام "الحسن" کے مانند ہے (یعنی جس طرح "الحسن" پر "الف لام" زائد ہے اور اُس سے "الف لام" کو الگ کرنا جائز ہے، اسی طرح اُس پر بھی "الف لام" زائد ہو اور اُس سے "الف لام" کو الگ کرنا جائز ہو)، تو رفع پسندیدہ ہے، اور اگر اُس سے "الف لام" کو الگ کرنا جائز نہ ہو، تو نصب پسندیدہ ہے۔

قوله: والمضافةُ تنصبُ : یہاں سے مصنف منادیٰ مبنی بر علامت رفع کے اُن توابع کا حکم بیان فرما رہے ہیں جو مضاف بہ اضافت معنویہ ہوں، فرماتے ہیں کہ اگر منادیٰ مبنی بر علامت رفع کا تابع: تاکید، صفت، یا عطف بیان ہو، اور اُس کی مابعد کی طرف اضافتِ معنویہ کی گئی ہو، تو وہ صرف منصوب ہوگا، اُس کو مرفوع نہیں پڑھ سکتے؛ تاکید کی مثال: جیسے: یا تیم کُلَّهُمْ ، صفت کی مثال: جیسے: یا زیدُ ذَا الْمَالِ، عطفِ بیان کی مثال: جیسے: یا رجلُ أَبَا عَبْدِ الله .

چوں کہ عطف بحرف معرف باللام کی اضافت معنویہ نہیں کی جاسکتی؛ کیوں کہ اُس پر "الف لام" داخل ہے، اور مضاف بہ اضافت معنویہ پر "الف لام" کا داخل ہونا ممتنع ہے، اسی لئے اس کو یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

قوله: والبدل والمعطوف الخ: اور اگر منادیٰ (خواہ وہ مبنی بر علامت رفع ہو یا معرب منصوب) کا تابع: بدل یا عطف بحرف غیر معرف باللام ہو، تو وہ مطلقاً (یعنی خواہ مفرد ہو، یا مضاف یا مشابہ مضاف، یا نکرہ غیر معین) منادیٰ مستقل کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی جس طرح منادیٰ مستقل: مضاف، مشابہ مضاف، یا نکرۂ غیر معین ہونے کی صورت میں معرب منصوب، اور مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں مبنی بر علامت رفع ہوتا ہے، اسی طرح منادیٰ کا تابع: اگر بدل یا عطف بحرف غیر معرف باللام ہے تو وہ بھی مضاف، مشابہ مضاف اور نکرہ غیر معین ہونے کی صورت میں معرب منصوب، اور مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں مبنی بر علامت رفع ہوگا، اعراب میں منادیٰ کے تابع نہیں ہوگا۔ عطف بحرف غیر معرف باللام کی مثال: جیسے: یازیدُ ورجلاً (جب کہ رجل سے کوئی غیر متعین آدمی مراد ہو)، یازیدُ ورجلُ (جب کہ رجل سے کوئی متعین آدمی مراد ہو)، یاعبدَالله ورجلًا ، یاعبدَالله ورجلُ. بدل کی مثال: جیسے: یازیدُ أخانا، یاعبدَالله أخُ .

فائدہ (۱): چوں کہ عطف بیان لفظوں کے اعتبار سے بدل ہی ہوتا ہے، اس لئے "رضی" کی رائے یہ

www.besturdubooks.net

ہے کہ جو حکم بدل کا ہے وہی حکم عطف بیان کا ہے، یعنی وہ بھی منادیٰ مستقل کے حکم میں ہوگا۔[1]

فائدہ (۲): تاکید لفظی میں تابع کا اعراب عموماً وہی ہوتا ہے جو متبوع کا ہوتا ہے؛ جیسے: **یازیدُ زیدُ.**[2]

نوٹ: نحویوں کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اگر منادی کا تابع بدل یا عطف بحرف غیر معرف باللام ہو، تو وہ منادی مستقل کے حکم میں نہیں ہوگا؛ بلکہ اس کو ہر جگہ منصوب پڑھا جائے گا، خواہ وہ مفرد معرفہ ہو، یا مضاف یا مشابہ مضاف، یا نکرۂ غیر معین۔ صاحب النحو الوافی نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔[3]

فائدہ: ماقبل میں منادی مبنی بر علامت رفع کے توابع کا حکم بیان کیا گیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منادی معرب منصوب، منادی مستغاث بہ لام استغاثہ اور منادی مستغاث بہ الف استغاثہ کے توابع کے احکام بھی بیان کر دیے جائیں۔

منادی معرب منصوب کے توابع: اگر منادیٰ معرب منصوب کا تابع: صفت، عطف بیان، یا تاکید ہو، تو اُس پر نصب پڑھنا واجب ہے، خواہ وہ معرف باللام ہو، یا غیر معرف باللام، نیز خواہ مضاف ہو یا غیر مضاف؛ جیسے: **یا عبدَالله العالمَ، یا عربًا أهلَ اللغةِ الواحدةِ، یا عربًا کلَّکُم .**

اور اگر منادی معرب منصوب کا تابع: بدل یا عطف بحرف ہو (خواہ معرف باللام ہو یا غیر معرف باللام)، تو اگرچہ اکثر نحویوں کی رائے تو یہ ہے کہ وہ منادی مستقل کے حکم میں ہوگا؛ لیکن صاحب النحو الوافی کی تحقیق کے مطابق احسن اور بہتر یہی ہے کہ اُس کو بھی منصوب ہی پڑھا جائے گا؛ جیسے: **یا أبا عبیدةَ عامرًا، یا أبا عبیدةَ وخالدًا.** (النحو الوافی ۴/ ۳۷-۳۸)

منادی مستغاث بہ لام استغاثہ کے توابع: اکثر نحاۃ کی رائے یہ ہے کہ منادی مستغاث بہ لام استغاثہ کے توابع کو مجرور پڑھنا واجب ہے؛ جب کہ نحویوں کی ایک جماعت یہ کہتی ہے (اور اسی کو صاحب النحو الوافی نے اختیار کیا ہے) کہ اُن میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) منادی کے لفظ کی رعایت کرتے ہوئے اُن کو جر بھی دے سکتے ہیں۔ (۲) اور منادی کے محل کا اعتبار کرتے ہوئے منصوب پڑھ سکتے ہیں؛ جیسے: **یَا لَلوَالِدِ والوَالدةِ/ والوالدةَ .** (النحو الوافی ۴/ ۳۹)

منادی مستغاث بہ الفِ استغاثہ کے توابع: عام نحویین تو یہ کہتے ہیں کہ منادی مستغاث بہ الف استغاثہ کے توابع پر رفع پڑھنا جائز نہیں؛ بلکہ اُن کو ہر جگہ منصوب ہی پڑھیں گے، جب کہ صاحب النحو الوافی کی تحقیق یہ ہے کہ منادی مبنی بر علامت رفع کے توابع کی طرح اُن پر رفع پڑھنا بھی جائز ہے اور نصب بھی؛ جیسے: **یا زیدًا وعمرٌو/ وعمرًا.** (النحو الوافی ۴/ ۴۱)

توابعِ منادی کے توابع: توابع منادی کے توابع نحویوں کے نزدیک اپنے متبوع یعنی توابع منادی

---

(۱) رضی شرح کافیہ (۱/ ۳۲۷) (۲) رضی شرح کافیہ (۱/ ۳۲۹) (۳) النحو الوافی (۴/ ۳۸، ۴۸، ۵۱)

www.besturdubooks.net

وَالْعَلَمُ الْمَوْصُوفُ بِـ ''اِبْنٍ'' أَوْ ''اِبْنَةٍ'' مُضَافًا إِلٰى عَلَمٍ آخَرَ، يُخْتَارُ فَتْحُهُ .
وَإِذَا نُودِيَ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ، قِيلَ: يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ، وَيَا هٰذَا الرَّجُلُ وَيَا أَيُّهٰذَا الرَّجُلُ.

ترجمہ: اوروہ (منادی مبنی برضمہ) علم: جس کی صفت ''اِبْنٌ'' یا ''اِبْنَةٌ'' کے ساتھ لائی گئی ہو، دراں حالیکہ وہ ''اِبْنٌ'' اور ''اِبْنَةٌ'' دوسرے علم کی مضاف ہوں، اُس پرفتحہ پسند کیا جاتا ہے۔
اورجب معرف باللام کو پکارا جائے، تو کہا جائے گا: **يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ** (اے مرد)، **يَا هٰذَا الرَّجُلُ** اور **يَا أَيُّهٰذَا الرَّجُلُ.**

کے مانند ہیں، یعنی لفظوں کے اعتبار سے جو اعراب منادیٰ کے توابع کا ہوگا وہی اعراب توابع منادی کے توابع کا بھی ہوگا، خواہ منادیٰ أيّ اور هذا ہو، یا ان کے علاوہ کوئی اور ہو؛ جیسے: **يازيدُ الطويلُ ذوالحجة**، اس مثال میں **ذوالحجة** کو اگر **الطويل** کی صفت قرار دیا جائے تو رفع کے ساتھ **ذوالحجة** ہوگا؛ اس لئے کہ جو اعراب لفظوں کے اعتبار سے منادیٰ کے توابع کا ہوتا ہے وہی اعراب توابع منادی کے توابع کا بھی ہوتا ہے۔ (رضی شرح کافیہ ۱/۳۴۲)

قوله: والعلم الموصوف الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر منادی علم مفرد ہو، اور اُس کی صفت ''اِبْنٌ'' یا ''اِبْنَةٌ'' لائی گئی ہو اس طور پر کہ ''اِبْنٌ'' یا ''اِبْنَةٌ'' اور اس علم کے درمیان کسی چیز کا واسطہ نہ ہو، اور وہ ''اِبْنٌ'' یا ''اِبْنَةٌ'' کسی دوسرے علم کی طرف مضاف ہو، تو اگر چہ اِس قاعدے کے مطابق ''کہ منادی مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے'' اُس علم موصوف پر ضمہ پڑھنا بھی جائز ہے؛ لیکن پسندیدہ یہ ہے کہ اُس پر فتحہ پڑھا جائے؛ کیوں کہ ایسے منادی کثرت سے پائے جاتے ہیں جن میں مذکورہ تمام شرائط موجود ہوتی ہیں، اور کثرت خفت کو چاہتی ہے، اور سب سے خفیف حرکت فتحہ ہے، اس لیے اُس پر تخفیف کی غرض سے فتحہ پڑھنا پسندیدہ ہے؛ جیسے: **يازيدَ بْنَ عَمْرٍو، يا هندةَ بْنَةَ بِشْرٍ.**

واضح رہے کہ مذکورہ بالا صورت میں ''اِبْنٌ'' اور ''اِبْنَةٌ'' کا الف رسم الخط سے حذف ہوجائے گا۔

قاعدہ: اگر اِبْنٌ اور اِبْنَةٌ ایسے دو علموں کے درمیان واقع ہوں جن میں تناسل اور نسبیت کا تعلق ہو تو وہاں اِبْنٌ اور اِبْنَةٌ ماقبل کے لئے صفت اور مابعد کے لئے مضاف ہوتے ہیں۔

قوله: وإذا نودي المعرف باللام الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر منادیٰ معرف باللام ہو، تو حرف نداء اور منادیٰ کے درمیان مذکر میں ''أَيُّهَا''، یا ''هٰذا''، یا ''أَيُّهٰذا'' اور مؤنث میں ''أَيَّتُهَا''، یا ''هٰذِهٖ''، یا ''أَيَّتُهٰذِهٖ'' کے ذریعہ فصل کرنا ضروری ہے؛ جیسے: **يا أَيُّها الرجل، يا هٰذا الرجلُ، يا أَيُّهٰذا الرجلُ**

www.besturdubooks.net

وَالْتَزَمُوْا رَفْعَ الرَّجُلِ؛ لِأَنَّهُ الْمَقْصُوْدُ بِا لنِّدَاءِ، وَتَوَابِعِهِ؛ لِأَنَّهُ تَوَابِعُ مُعْرَبٍ .

ترجمہ : اورنحویوں نے ''رجل'' کے رفع کا التزام کیا ہے؛اس لیے کہ وہی نداء سے مقصود ہے،اور اُس کے توابع کے رفع کا (التزام کیا ہے)؛اس لیے کہ وہ معرب کے توابع ہیں۔

اوریا أیتہا المرأۃ، یا ھٰذہِ المرأۃُ، یا أیتہٰذہ المرأۃُ؛اس لئے کہ اگرفصل نہیں کریں گےتو دوآلۂ تعریف (یعنی حرف نداءاورالف لام حرف تعریف) کا ایک ساتھ جمع ہونالازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے،اس لئے فصل کرناضروری ہے۔

یہاں''أيٌّ''اور''أَيّةٌ''منادی موصوف ہوں گےاوران کے بعدآنے والا معرف باللام اِن کی صفت ہوگا۔اور''ھٰذا''اور''ھٰذہٖ''میں اگرچہ یہ بھی جائز ہے کہ اِن کومبیّن اور اِن کے بعدآنے والے معرف باللام کوعطف بیان قراردیا جائے،خواہ معرف باللام اسم جامد ہو یااسم مشتق؛لیکن اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ اگراِن کے بعدآنے والا معرف باللام مشتق ہے،تواِن کوموصوف اوراُس معرف باللام کواِن کی صفت قرار دیا جائے، اوراگرمعرف باللام اسم جامد ہے،تواِن کومبیّن اوراُس معرف باللام کواِن کا عطف بیان قراردیا جائے۔اور یہ حکم صرف اُن اسمائے اشارہ کے ساتھ خاص نہیں جن پرحرف نداءداخل ہو؛ بلکہ وہ اسمائے اشارہ جن پرحرف نداءداخل نہ ہواُن کا بھی یہی حکم ہے۔ (النحو الوافی ۴/۴۲،۴۶)

اوریا أیہٰذا الرجلُ، یا أیتہٰذہ المرأۃُ جیسی اُن صورتوں میں جہاں''أيٌّ''اور''أيّةٌ''کواسم اشارہ کے ساتھ جمع کیا گیا ہو''أيٌّ''اور''أيةٌ''موصوف ہوں گےاوراسم اشارہ معرف باللام کے مشتق ہونے کی صورت میں اپنی صفت سے،اوراسم جامد ہونے کی صورت میں اپنے عطف بیان سے مل کر''أيٌّ''اور''أيةٌ'' کی صفت ہوگا۔

فائدہ: ''أيُّها'' اور ''أيَّتُها'' کے آخر میں جو ہاء ہے وہ ہائے تنبیہ ہے۔

قولہ: والتزموا رفع الخ: یہاں سے مصنف اُس معرف باللام کااعراب بیان فرمارہے ہیں جس کےاورحرف نداء کےدرمیان''أيُّھا''وغیرہ کےذریعہ فصل کیا گیاہو۔فرماتے ہیں کہ اگرچہ اُس معرف باللام پرضابطہ کے اعتبار سے رفع اور نصب دونوں صورتیں جائز ہونی چاہئیں؛ کیوں کہ یہاں ''أيٌّ''، ''أَيّةٌ''، ''ھٰذا''اور''ھٰذہٖ''مفردمعرفہ ہونے کی وجہ سے منادی مبنی برعلامت رفع ہیں اورمعرف باللام اُن کا تابع: صفت یاعطف بیان ہے،اورقاعدہ یہ ہے کہ جب منادی مبنی برعلامت رفع کا تابع:صفت یا عطف بیان ہو،تو اُس پررفع اورنصب دونوں جائز ہوتے ہیں۔لیکن نحویوں نے اُس معرف باللام کواِس قاعدے سے مستثنیٰ کر

www.besturdubooks.net

وَقَالُوا: "یَا اَللّٰهُ" خَاصَّةً. وَلَکَ فِیْ مِثْلِ: "یَا تَیْمَ تَیْمَ عَدِیٍّ" الضَّمُّ وَالنَّصْبُ.

ترجمه: اوراہلِ عرب "یَا أَللّٰهُ" کہتے ہیں خاص طور پر۔ اور آپ کے لیے "یَا تَیْمَ تَیْمَ عَدِیٍّ" جیسی مثالوں میں ضمہ اور نصب دونوں جائز ہیں۔

تے ہوئے اُس پر رفع کو لازم قرار دیا ہے، تاکہ اُس کی حرکت اعرابیہ اُس حرکت بنائیہ کے موافق ہو جائے جو منادی کی علامت ہے، اور اس بات پر دلالت کرے کہ یہاں نداء سے مقصود "أيّ"، "أيّة"، "هٰذا" اور "هٰذهِ" نہیں؛ بلکہ معرف باللام ہے۔

اور چوں کہ وہ معرف باللام معرب ہے، اس لیے اُس کے توابع پر بھی (خواہ مفرد ہوں یا مضاف یا مشابہ مضاف) نحویوں نے رفع کو لازم قرار دیا ہے؛ اس لیے کہ معرب کے توابع اعراب میں معرب کے موافق ہوتے ہیں، اُن میں دو صورتیں جائز نہیں ہوتیں، دو صورتیں تو صرف منادی مبنی کے توابع میں جائز ہوتی ہیں؛ لہٰذا جب متبوع (معرف باللام) پر رفع لازم ہے تو اُس کے توابع پر بھی رفع لازم ہوگا؛ جیسے: یا أیها الرجلُ الظریفُ، یا أیها الرجلُ ذُو المالِ.

قوله: وقالوا: یااللّٰه خاصة: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر دو باتیں پائی جائیں تو حرفِ نداء کو "لام" کے ساتھ جمع کرنا جائز ہے، "أیها" وغیرہ کے ذریعے فصل کرنا ضروری نہیں: (۱) "لام" حرفِ تعریف نہ ہو؛ بلکہ کسی محذوف حرف کے عوض میں لایا گیا ہو، (۲) "لام" کلمے کے لیے لازم ہو، اُس سے الگ نہ ہو سکتا ہو؛ جیسے: یَا أَللّٰهُ، دیکھئے: یہاں حرفِ نداء "یا" لام کے ساتھ جمع ہو گیا ہے، درمیان میں "أیها" کے ذریعے فصل نہیں کیا گیا؛ کیوں کہ یہاں اللہ کا لام حرفِ تعریف نہیں؛ بلکہ ہمزۂ محذوف کے عوض میں لایا گیا ہے اس کی اصل: إِلَاهٌ ہے، اور یہ لام لفظ اللہ کے لیے لازم ہے، اس سے الگ نہیں ہو سکتا۔

"خاصةً" کہہ کر مصنف نے اس بات کی اشارہ کیا ہے کہ کلامِ عرب میں لفظ "اللّٰه" کے علاوہ اس طرح کی کوئی مثال نہیں ملتی جس میں مذکورہ دونوں باتیں پائی جاتی ہوں۔

اور "النجم" اور "الصعق" میں اگرچہ "لام" کلمہ کے لیے لازم ہے؛ لیکن وہ کسی محذوف حرف کے عوض میں نہیں آیا ہے، اور "الناس" میں اگرچہ "لام" ہمزہ کے عوض میں آیا ہے؛ لیکن یہ کلمہ کے لیے لازم نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ بغیر "لام" کے ناسُ بھی استعمال ہوتا ہے؛ لہٰذا یا النجمُ، یا الصعقُ، یا الناسُ نہیں کہہ سکتے۔

قوله: ولک فی مثل الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر منادی مفرد معرفہ صورۃً مکرر ہو اور اُس کے بعد کوئی اسم اضافت کی وجہ سے مجرور ہو، تو وہاں پہلے اسم پر ضمہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور نصب بھی،

www.besturdubooks.net

وَالْمُضَافُ إِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ: يَجُوزُ فِيهِ يَا غُلَامِيْ، وَيَا غُلَامِيَ، وَيَا غُلَامِ، وَيَا غُلَامَا، وَبِالْهَاءِ وَقْفًا.

ترجمہ: اور جو منادی یائے متکلم کی طرف مضاف ہو، اُس میں جائز ہے: يَا غُلَامِيْ، يَا غُلَامِيَ، يَا غُلَامِ، يَا غُلَامَا (اے میرے غلام)، اور حالت وقف میں ''ہاء'' کے ساتھ (بھی پڑھ سکتے ہیں)۔

اور دوسرے اسم پر متعین طور پر نصب پڑھا جائے گا؛ جیسے: يَا تيم تيمَ عدِيٍّ[1]، دیکھئے: یہاں تیم منادی مفرد معرفہ صورۃً مکرر ہے، اور اس کے بعد عدیّ اضافت کی وجہ سے مجرور ہے؛ لہٰذا یہاں پہلے تیم پر ضمہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور نصب بھی، ضمہ تو اس وجہ سے کہ وہ منادی مفرد معرفہ ہے اور منادی مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔ اور نصب اس بناء پر کہ اس کو منادی مضاف مانا جائے، پھر مضاف الیہ میں دو احتمال ہیں: امام سیبویہ کے نزدیک جو عدیّ لفظوں میں مذکور ہے وہ اس کا مضاف الیہ ہے اور ان کے درمیان دوسرا تیم تاکید لفظی ہے۔ اور امام ابوالعباس مبرد کے نزدیک اِس کا مضاف الیہ محذوف ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: يا تيمَ عديٍّ تيمَ عديٍّ.

اور دوسرے تیم پر متعین طور پر نصب پڑھا جائے گا؛ کیوں کہ پہلے تیم پر ضمہ پڑھنے کی صورت میں وہ منادی کا مضاف تابع ہوگا، اور پہلے تیم پر نصب پڑھنے کی صورت میں منادی مضاف کا تابع ہوگا، اور منادی کے مضاف توابع اور منادی مضاف کے توابع دونوں منصوب ہوتے ہیں۔

قولہ: والمضاف إلى ياء الخ: یہاں سے مصنف اُس منادی کے احکام بیان فرمارہے ہیں جو ''یائے متکلم'' کی طرف مضاف ہو۔ اگر منادی ''یائے متکلم'' کی طرف مضاف ہو، تو اُس میں چار صورتیں جائز ہیں: (۱) یائے متکلم کو ساکن پڑھا جائے؛ جیسے: يَا غُلَامِيْ۔ (۲) یائے متکلم پر فتحہ پڑھا جائے؛ جیسے: يَا غُلَامِيَ۔ (۳) یائے متکلم کو حذف کرکے ماقبل کے کسرے کو باقی رکھا جائے؛ جیسے: يَا غُلَامِ۔ (۴) یائے متکلم کو ''الف'' سے بدل کر ماقبل کو فتحہ دیدیا جائے؛ جیسے: يَا غُلَامَا.

اور اگر وقف کرنا ہو تو مذکورہ چاروں صورتوں میں، آخر میں ''ہاء ساکنہ'' لے آئیں گے؛ جیسے: يَا غُلَامِيَهْ،

---

(۱) یا حرف نداء قائم مقام أدعو فعل، تیم مؤکد، تیم عدی مرکب اضافی تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر مفعول بہ، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اور پہلے تیم کو منصوب پڑھنے کی صورت میں ترکیب اس طرح ہوگی:
یا حرف نداء قائم مقام أدعو فعل، پہلا تیم مؤکد، دوسرا تیم تاکید لفظی، مؤکد تاکید سے مل کر مضاف، عدی مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَقَالُوْا: یَا أَبِیْ، وَ یَا أُمِّیْ، وَیَا أَبَتِ، وَیَا أُمَّتِ فَتْحًا وَ كَسْرًا، وَبِالْأَلِفِ، دُوْنَ الْيَاءِ. وَ یَا ابْنَ أُمِّ وَیَا ابْنَ عَمِّ خَاصَّةً مِثْلُ بَابِ "یَا غُلَامِیْ". وَقَالُوْا: یَا ابْنَ أُمَّ وَ یَا ابْنَ عَمَّ.

ترجمہ: اوراہل عرب کہتے ہیں: یَا أَبِیْ، یَا أُمِّیْ، یَا أَبَتِ، یَا أُمَّتِ فتحہ اورکسرے کے ساتھ، اور ''الف'' کے ساتھ، نہ کہ ''یاء'' کے ساتھ۔اوریَا ابْنَ أُمِّ اور یَا ابْنَ عَمِّ خاص طور پر ''بابِ یَاغُلَامِیْ'' کی طرح ہیں۔اوراہل عرب کہتے ہیں: یَا ابْنَ أُمَّ اور یَا ابْنَ عَمَّ.

یَا غُلَامِیَهْ، یَا غُلَامِهْ، یَا غُلَامَاهْ.

فائدہ: مذکورہ چاروں صورتیں منادی کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ یہ ہراُس اسم میں جائز ہیں جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو،خواہ وہ منادی ہو یا غیر منادی۔البتہ تیسری اور چوتھی صورت اکثر منادی میں اختیار کی جاتی ہے،غیرمنادی میں عموماًاِن کواختیارنہیں کیا جاتا۔

نوٹ: تیسری اور چوتھی صورت ہرمنادی میں اختیارنہیں کی جاسکتی؛ بلکہ صرف اُس منادی میں اختیارکی جائے گی جواکثریائے متکلم کی طرف مضاف ہوکراستعمال ہوتا ہواوراس میں مشہورہو۔ (شرح جامی ص:۱۲۹)

قولہ: و قالوا: یا أبی الخ: اگرمنادی ایسا''أبٌ''یا''أُمٌّ''ہوجویائے متکلم کی طرف مضاف ہو،تو اُس میں چھ صورتیں جائز ہیں:(۱)یاءِ متکلم کوساکن پڑھاجائے؛ جیسے:یَا أَبِیْ، یَا أُمِّیْ. (۲)یائے متکلم پرفتحہ پڑھاجائے؛ جیسے:یَا أَبِیَ، یَا أُمِّیَ. (۳)یائے متکلم کوحذف کرکے ماقبل کے کسرے کوباقی رکھاجائے؛ جیسے: یَا أَبِ، یَا أُمِّ. (۴)یائے متکلم کو''الف'' سے بدل کر ماقبل کوفتحہ دیدیاجائے؛ جیسے:یَا أَبَا، یَا أُمَّا. (۵)یائے متکلم کو''تاء'' سے بدل کر''تاء''پرفتحہ یاکسرہ پڑھاجائے؛ جیسے:یَا أَبَتِ، یَا أَبَتَ، یَا أُمَّتِ، یَا أُمَّتَ.[1] (۶) یائے متکلم کو''تاء'' سے بدل کراُس کے بعد''الف''لگادیاجائے؛ جیسے:یَا أَبَتَا، یَا أُمَّتَا.

''تاء''کےبعد''یائے متکلم'' لاکریَا أَبَتِیْ، یَا أُمَّتِیْ نہیں کہہ سکتے: کیوں کہ ایسا کرنے کی صورت میں اصل(یائے متکلم)اوراُس کےعوض(تاء)کوجمع کرنالازم آئےگاجوکہ جائزنہیں ہے۔

قولہ: و یا ابن أمّ ویا ابن عمّ الخ:اگرمنادی ایسا''ابنٌ''یا''بنتٌ''ہوجس کی''أُمٌّ''یا''عَمٌّ'' کی طرف اضافت کی گئی ہو،اوروہ''أُمٌّ''اور''عَمٌّ'' یائے متکلم کی طرف مضاف ہو،تووہاں''بابِ یَاغُلَامِیْ'' کی طرح چارصورتیں جائزہیں:(۱)یائے متکلم کوساکن پڑھاجائے؛ جیسے: یَا ابنَ أُمِّیْ، یَا ابْنَ عَمِّیْ، یَا بِنْتَ

---

(۱) اہل عرب کبھی''تاء''پرضمہ بھی پڑھتے ہیں؛ جیسے: یَا أَبَتُ، یَا أُمَّتُ. لیکن چوں کہ یہ اہل عرب کاقلیل استعمال ہےاس لیے مصنف نےاِس کوذکرنہیں کیا۔ (شرح جامی ص:۱۳۰)

www.besturdubooks.net

وَتَرْخِيمُ الْمُنَادٰى جَائِزٌ وَفِيْ غَيْرِهٖ ضَرُوْرَةً. وَهُوَ حَذْفٌ فِيْ آخِرِهٖ تَخْفِيْفًا. وَشَرْطُهٗ: أَنْ لَّا يَكُوْنَ مُضَافًا، وَلَا مُسْتَغَاثًا، وَلَا جُمْلَةً، وَيَكُوْنَ إِمَّا عَلَمًا

ترجمہ : اور منادی میں ترخیم کرنا جائز ہے، اور غیرِ منادی میں (صرف) ضرورتِ شعری کی وجہ سے جائز ہے۔ اور وہ (یعنی ترخیم) اسم کے آخر سے تخفیف کے لیے حذف کرنا ہے۔
اور ترخیم کی شرط یہ ہے کہ: منادی: مضاف، مستغاث اور جملہ نہ ہو، بلکہ یا تو ایسا علم ہو

أُمِّيْ، يَا بِنْتَ عَمِّيْ. (۲) یائے متکلم پر فتحہ پڑھا جائے؛ جیسے: يَا ابْنَ أُمِّيَ، يَا ابْنَ عَمِّيَ، يَا بُنْتَ أُمِّيَ يَا بِنْتَ عَمِّيَ. (۳) یائے متکلم کو حذف کر کے ماقبل کے کسرے کو باقی رکھا جائے؛ جیسے: يَا ابْنَ أُمِّ، يَا ابْنَ عَمِّ، يَا بُنْتَ أُمِّ، يَا بِنْتَ عَمِّ. (۴) یائے متکلم کو ''الف'' سے بدل کر ماقبل کو فتحہ دیدیا جائے؛ جیسے: يَا ابْنَ أُمَّا، يَا ابْنَ عَمَّا، يَا بِنْتَ أُمَّا، يَا بُنْتَ عَمَّا.

اور اِن کے علاوہ یہاں ایک صورت اور جائز ہے، وہ یہ کہ: یائے متکلم کے عوض جو الف لایا گیا تھا اُس کو حذف کر کے ماقبل پر فتحہ باقی رکھا جائے؛ جیسے: يَا ابْنَ أُمَّ، يَا ابْنَ عَمَّ، يَا بِنْتَ أُمَّ، يَا بُنْتَ عَمَّ.

''خاصةً'' کا تعلق لفظ ''ابنٌ'' سے نہیں؛ بلکہ ''أُمٌّ'' اور ''عَمٌّ'' سے ہے، اور مطلب یہ ہے کہ مذکورہ حکم صرف ''أُمٌّ'' اور ''عَمٌّ'' کے ساتھ خاص ہے، پس يَا ابْنَ أَخِ اور يَا ابْنَ خَالِ نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ يَا ابْنَ أَخِيْ اور يَا ابْنَ خَالِيْ کہیں گے۔

قوله: و ترخيم المنادى جائز الخ: یہاں سے مصنف منادی کے ایک مخصوص حکم: ترخیم کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ منادی میں مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے، اشعار اور غیر اشعار میں ہر جگہ ترخیم کرنا جائز ہے۔ اور غیر منادی میں صرف وہاں ترخیم کی جا سکتی ہے جہاں ضرورتِ شعری ترخیم کی متقاضی ہو، اس کے علاوہ کسی اور جگہ غیر منادی میں ترخیم کرنا جائز نہیں۔

قوله: و هو حذف الخ: یہاں سے مصنف ترخیم کی تعریف بیان فرما رہے ہیں۔

ترخیم کی تعریف: ترخیم منادیٰ کے آخر سے کسی حرف کو بغیر کسی قاعدۂ صرفیہ کے محض تخفیف کے لئے حذف کرنے کو کہتے ہیں؛ جیسے: یَاحارثُ میں يا حارُ، یامنصورُ میں يا منصُ اور یاعثمانُ میں يا عثمُ
اگر منادیٰ کے آخری حرف کو کسی قاعدۂ صرفیہ کی وجہ سے حذف کر دیا جائے اور یہ حذف تخفیف کو مستلزم ہو تو اس کو ترخیم نہیں کہا جائے گا، جیسے: یاقاضٍ میں قاعدۂ صرفیہ کی وجہ سے آخر سے یاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔

قوله: و شرطه: الخ: یہاں سے مصنف ترخیم کی شرائط بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ترخیم

www.besturdubooks.net

زَائِدًا عَلٰی ثَلاثَۃِ أَحْرُفٍ، وَإِمَّا بِتَاءِ التَّانِیثِ .

فَإِنْ کَانَ فِیْ آخِرِہٖ زِیَادَتَانِ فِیْ حُکْمِ الْوَاحِدَۃِ؛ کَـ: أَسْمَاءَ وَمَرْوَانَ،

ترجمہ: جو تین حرف سے زائد ہو، یا تائے تانیث کے ساتھ ہو۔

پس اگر منادی کے آخر میں ایسی دو زیادتیاں ہوں جو ایک زیادتی کے حکم میں ہو؛ جیسے: أَسْمَاءُ اور مَرْوَانُ

کے لئے چار شرطیں ہیں:

(۱) منادیٰ مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو، پس اگر منادی مضاف یا مشابہ مضاف ہوگا، تو اُس میں ترخیم کرنا جائز نہیں؛ جیسے: یَا عبدَ اللّٰہِ، یَا طَالِعًا جَبَلًا .

(۲) مستغاث نہ ہو، نہ مستغاث بہ لام استغاثہ اور نہ مستغاث بہ الف استغاثہ، پس اگر منادی مستغاث ہوگا، تو اُس میں ترخیم کرنا جائز نہیں؛ جیسے: یَا لَزیدٍ، یَا زَیْدَاہْ .

(۳) جملہ نہ ہو، پس اگر منادی جملہ ہوگا، تو اُس میں ترخیم کرنا جائز نہیں؛ جیسے: یَا تَأَبَّطَ شَرًّا .

(۴) دو باتوں میں سے ایک بات ہو: یا تو منادیٰ ایسا علم ہو جس میں تین حروف سے زائد ہوں؛ جیسے: یَا مَالِکُ میں یَا مَالِ، مالک ایسا علم ہے جس میں تین حرف سے زائد ہیں۔ یا منادیٰ کے آخر میں تائے تانیث ہو (بشرطیکہ وہ صیغہ صفت نہ ہو)، خواہ علم ہو یا غیر علم اور خواہ اُس میں تین حرف سے زائد ہوں یا تین حرف ہوں یا تین حرف سے کم ہوں؛ جیسے: یَا فَاطِمَۃُ میں یَا فَاطِمُ ، یَا ثُبَۃُ میں یَا ثُبُ. فاطمۃ میں تین حرف سے زائد ہیں اور ثُبَۃُ (خواہ علم ہو یا غیر علم) میں تین حرف ہیں۔

پس اگر منادی علم ہو؛ مگر اُس میں تین حرف سے زائد نہ ہوں؛ بلکہ تین یا تین سے کم حرف ہوں؛ جیسے: یَا زَیْدُ، یا منادی نہ علم ہو اور نہ اُس کے آخر میں تائے تانیث ہو؛ جیسے: یَا رَجُلُ، تو اُس میں ترخیم کرنا جائز نہیں۔

فائدہ: ترخیم کی اِن کے علاوہ ایک شرط اور ہے، وہ یہ کہ: منادی مندوب نہ ہو؛ لیکن مصنف کے نزدیک چوں کہ مندوب منادی میں داخل نہیں ہے، اس لیے مصنف نے اِس کو بیان نہیں کیا۔

نوٹ: اگر کہیں مذکورہ بالا شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود ترخیم کی گئی ہو، تو اُس کو شاذ کہیں گے؛ جیسے: یَا صَاحِبُ میں ترخیم کر کے اہل عرب یَا صَاحِ کہتے ہیں؛ حالاں کہ صاحب میں مذکورہ بالا شرائط میں سے چوتھی شرط نہیں پائی جاتی؛ کیوں کہ نہ یہ علم ہے اور نہ اِس کے آخر میں تائے تانیث ہے۔

قولہ: فإن کان فی الخ: یہاں سے مصنف ترخیم کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

(۱) اگر منادی کے آخر میں ایسے دو زائد حرف ہوں جو ایک حرفِ زائد کے حکم میں ہوں (یعنی دونوں کو

www.besturdubooks.net

أَوْ حَرْفُ صَحِيحٍ قَبْلَهُ مَدَّةٌ، وَهُوَ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعَةِ أَحْرُفٍ، حُذِفَتَا. وَإِنْ كَانَ مُرَكَّبًا حُذِفَ الْإِسْمُ الْأَخِيرُ. وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَحَرْفٌ وَاحِدٌ.

ترجمہ: یا ایسا حرف صحیح ہو جس سے پہلے مدہ (زائدہ) ہو، درآں حالیکہ وہ اسم چار حرف سے زائد ہو، تو اُن دونوں حرفوں کو حذف کیا جائے گا۔ اور اگر منادی مرکب ہو تو آخری اسم کو حذف کیا جائے گا۔ اور اگر منادی اِن کے علاوہ ہو تو (صرف) ایک حرف کو حذف کیا جائے گا۔

ایک ساتھ زیادہ کیا گیا ہو)، تو وہاں ترخیم کرتے وقت آخر سے دونوں زائد حرفوں کو حذف کیا جائے گا؛ جیسے: یَا أَسْمَاءُ، یَا مَرْوَانُ، أسماءُ میں (جب کہ اُس کو "فَعْلَاءُ" کے وزن پر مانا جائے) الف اور ہمزہ اور مروانُ میں الف و نون دو ایسے زائد حرف ہیں جو ایک ساتھ زیادہ کیے گئے ہیں؛ لٰہذا ترخیم کرتے وقت اِن دونوں حرفوں کو آخر سے حذف کر کے یَا أَسْمَ اور یَا مَرْوَ کہیں گے۔

(۲) اور اگر منادی میں چار حرفوں سے زائد ہوں، اور اُس کے آخر میں ایسا حرف صحیح ہو جس سے پہلے کوئی مدہ زائدہ ہو، تو وہاں ترخیم کرتے وقت مدہ زائدہ اور اُس کے بعد جو حرفِ صحیح ہے، دونوں کو حذف کیا جائے گا؛ جیسے: یَا مَنْصُوْرُ، یَا عَمَّارُ، یَا إِدْرِیْسُ، اِن تینوں میں چار حرفوں سے زائد ہیں، اور منصور کے آخر میں "راء" حرفِ صحیح سے پہلے "واؤ" مدہ زائدہ ہے، عمّار کے آخر میں "راء" حرفِ صحیح سے پہلے "الف" مدہ زائدہ ہے اور إدریس کے آخر میں "سین" حرف صحیح سے پہلے "یاء" مدہ زائدہ ہے؛ لٰہذا ترخیم کرتے وقت منصور کے آخر سے واؤ اور راء، عمّار کے آخر سے الف اور راء، اور إدریس کے آخر سے یاء اور سین کو حذف کر کے یا منصُ، یَا عمَّ، یا إدرِ کہیں گے۔

مدّہ زائدہ: اُس واؤ ساکن، یاء ساکن اور الف ساکن کو کہا جاتا ہے جن کے ماقبل کی حرکت اُن کے موافق ہو (یعنی واؤ کا ماقبل مضموم، یاء کا ماقبل مکسور اور الف کا ماقبل مفتوح ہو) اور وہ کلمے کا اصلی حرف نہ ہوں؛ جیسے: منصور، عمّار اور إدریس میں بالترتیب واؤ، الف اور یاء مدہ زائدہ ہیں۔

(۳) اور اگر منادی ایسا مرکب ہو جو مرکب اضافی اور جملہ کے علاوہ ہو، مثلاً: مرکب بنائی یا مرکب منع صرف وغیرہ ہو، تو اُس میں ترخیم کرتے وقت اُس کے آخری جز کو حذف کیا جائے گا؛ جیسے: یَا بَعْلَبَکُّ، یَا خَمْسَةَ عَشَرَ (جب کہ یہ دونوں کسی کے علَم ہوں)، اِن میں سے پہلا مرکب منع صرف ہے اور دوسرا مرکب بنائی ہے؛ لٰہذا ترخیم کرتے وقت اِن کے آخری جز کو حذف کر کے یا بعلَ، یا خمسةَ کہیں گے۔

(۴) اور اگر منادی مذکورہ تینوں قسموں کے علاوہ ہو، یعنی نہ تو اُس کے آخر میں ایسے دو زائد حرف ہوں

www.besturdubooks.net

وَهُوَ فِيْ حُكْمِ الثَّابِتِ عَلَى الْأَكْثَرِ، فَيُقَالُ: يَا حَارِ، وَ يَا ثَمُوْ، وَ يَا كَرَوَ. وَقَدْ يُجْعَلُ اِسْمًا بِرَأْسِهٖ، فَيُقَالُ: يَا حَارُ، وَيَا ثَمِيْ، وَيَا كَرَا.

ترجمہ: اور وہ (یعنی محذوف حرف) اکثر استعمال میں موجود کے حکم میں ہوتا ہے؛ پس (اس صورت میں) کہا جائے گا: یَا حَارِ، یَا ثَمُوْ، یَا کَرَوَ. اور کبھی منادی مرخم کو مستقل اسم قرار دیا جاتا ہے، پس (اس صورت میں) کہا جائے گا: یَا حَارُ، یَا ثَمِیْ، یَا کَرَا.

جو ایک ساتھ زیادہ کیے گئے ہوں، اور نہ اُس کے آخر میں حرفِ صحیح سے پہلے مدہ زائدہ ہو، اور نہ وہ مرکب ہو، تو اُس میں ترخیم کرتے وقت آخر سے صرف ایک حرف کو حذف کیا جائے گا؛ جیسے: یَا مَالِکُ، چوں کہ اِس میں مذکورہ تینوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی؛ لہٰذا ترخیم کرتے وقت اِس کے آخر سے صرف کاف کو حذف کر کے یا مالِ کہیں گے۔

قولہ: وھو فی حکم الخ: یہاں سے مصنف منادیٰ مرخم کا اعراب بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ منادیٰ مرخم میں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱) ترخیم کی وجہ سے جو حرف حذف کیا گیا ہے، اُسے موجود کے حکم میں مان کر، منادی مرخم کے آخر میں وہی حرکت یا سکون پڑھا جائے جو اُس پر ترخیم سے پہلے تھا؛ جیسے: یَا حَارِثُ میں یَا حَارِ، یَا ثَمُوْدُ میں یَا ثَمُوْ اور یَا کَرَوَانُ میں یَا کَرَوَ. اہل عرب کا اکثر استعمال یہی ہے۔

(۲) محذوف حرف کو موجود کے حکم میں نہ مانا جائے؛ بلکہ منادی مرخم کو مستقل اسم قرار دے کر، اُس کے آخر میں منادی مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے ضمہ پڑھا جائے، اس صورت میں: یا حارث کو ترخیم کے بعد یا حارُ اور یا ثمودُ کو یَا ثَمِیُ اور یا کروانُ کو یا کرَا پڑھیں گے۔ (لیکن اس کا خیال رہے کہ یہ اہل عرب کا قلیل استعمال ہے)

یہاں ترخیم کے بعد یَا ثمودُ کو یَا ثَمِیُ اس لیے پڑھیں گے کہ آخر سے دال کو حذف کرنے کے بعد یَا ثَمُوْ میں "دال محذوف" چوں کہ حقیقۃً اور حکماً کسی بھی اعتبار سے موجود نہیں رہا، اس لیے واؤ طرف میں ضمہ کے بعد واقع ہوا؛ لہٰذا "أَدْلٍ" کے قاعدے کے مطابق ماقبل کے ضمہ کو کسرے سے بدلنے کے بعد، واؤ کو یاء سے بدل دیا، یَا ثَمِیُ ہو گیا۔

اور یَا کروانُ کو ترخیم کے بعد یہاں یَا کَرَا اس لیے پڑھیں گے کہ آخر سے جس الف ونون کو حذف کیا گیا ہے وہ یہاں چوں کہ موجود کے حکم میں نہیں ہے؛ اس لیے یہاں "قَالَ" کے قاعدے کے مطابق واؤ کو

www.besturdubooks.net

وَقَدِ اسْتَعْمَلُوْا صِيْغَةَ النِّدَاءِ فِي الْمَنْدُوْبِ . وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِـ "يَا" أَوْ "وَا". وَاخْتُصَّ بِـ "وَا". وَحُكْمُهُ: فِي الْإِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ حُكْمُ الْمُنَادٰى.

ترجمہ : اور کبھی اہل عرب نداء کے صیغہ (یعنی حرفِ نداء: یَا) کو مندوب میں استعمال کرتے ہیں۔ اور وہ (یعنی مندوب) وہ اسم ہے جس پر "یـا" یا "وا" کے اظہارِ رنج وغم کیا جائے۔ اور مندوب "وا" کے ساتھ خاص ہے۔ اور مندوب کا حکم: معرب ومبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے۔

الف سے بدلنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے؛ لہٰذا یہاں واؤ متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے واؤ کو الف سے بدل کر یَا کَرَا پڑھیں گے۔

اس کے برخلاف "الف ونون" محذوف کو موجود کے حکم میں ماننے کی صورت میں واؤ کو الف سے نہیں بدل سکتے؛ اس لیے کہ اس صورت میں واؤ: مدہ زائدہ سے پہلے ہوگا، اور واؤ کا مدہ زائدہ سے پہلے ہونا واؤ کو الف سے بدلنے سے مانع ہے، لہٰذا وہاں واؤ کو الف سے نہیں بدلا جائے گا؛ بلکہ واؤ کو اپنی حالت پر باقی رکھتے ہوئے یَا کَرَوَ پڑھا جائے گا۔

قولہ: وقد استعملوا الخ: منادی مرخم کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد، یہاں سے مصنف مندوب کی تعریف اور اُس کے احکام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اہل عرب حروفِ نداء میں سے "یـا" کو نداء اور مندوب دونوں میں استعمال کرتے ہیں۔

مندوب کی تعریف: مندوب وہ اسم ہے جس پر "یا" یا "وا" کے ذریعہ اظہارِ رنج وغم کیا جائے، خواہ وہ ایسی چیز ہو جس کے معدوم ہونے (یعنی جاتے رہنے) پر رنج وغم کا اظہار کیا جا رہا ہو؛ جیسے: **يَا زَيْدَاهُ، وَازَيْدَاهُ** (ہائے زید) جب کہ زید کا انتقال ہو گیا ہو۔ یا ایسی چیز ہو جس کے موجود ہونے پر رنج وغم کا اظہار کیا جا رہا ہو؛ جیسے: **يَا مُصِيْبَتَاهُ، وَا مُصِيْبَتَاهُ** (ہائے مصیبت)۔

واختص بـ "وا": اس عبارت سے مصنف "یا" اور "وا" کے درمیان فرق بیان فرما رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ "یـا" تو نداء اور مندوب دونوں میں استعمال ہوتا ہے؛ لیکن "وا" مندوب کے ساتھ خاص ہے، وہ صرف مندوب میں استعمال ہوتا ہے، نداء میں استعمال نہیں ہوتا۔

وحکمہ: فی الإعراب الخ: یہاں سے مندوب کا حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں وہی ہے جو منادیٰ کا ہے، یعنی جس طرح منادیٰ مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں مبنی بر علامت رفع اور مضاف یا مشابہ مضاف ہونے کی صورت میں معرب منصوب ہوتا ہے، اسی طرح مندوب

www.besturdubooks.net

وَلَکَ زِیَادَةُ الْأَلِفِ فِیْ آخِرِہٖ، فَإِنْ خِفْتَ اللُّبْسَ قُلْتَ: وَا غُلَامَکِیْہُ، وَا غُلَامَکُمُوْہُ.

ترجمہ: اور آپ کے لیے مندوب کے آخر میں "الف" کو زیادہ کرنا جائز ہے، اور اگر آپ التباس کا خوف کریں تو آپ کہیں گے: وَا غُلَامَکِیْہُ، وَا غُلَامَکُمُوْہُ.

بھی مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں مبنی بر علامت رفع اور مضاف یا مشابہ مضاف ہونے کی صورت میں معرب منصوب ہوتا ہے؛ جیسے: وا زیدُ، وا عبدَا للّٰہ، وا طالعًا جبلًا.

فائدہ (۱): مندوب کے توابع کا بھی وہی حکم ہے جو منادی کے توابع کا ہے۔ (رضی ۱/۳۷۹)

فائدہ (۲): مندوب کے لئے معرفہ ہونا شرط ہے؛ خواہ حرف ندبہ کے داخل ہونے سے پہلے معرفہ ہو یا حرف ندبہ کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہو، نکرہ مندوب نہیں ہوتا۔ (شرح جامی ص: ۱۳۴، رضی ۱/۳۸۵)

ولک زیادة الألف فی الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مندوب کے آخر میں "الف" زیادہ کرنا جائز ہے؛ جیسے: وَا زَیْدَا. اور یہ بھی جائز ہے کہ "الف" زیادہ نہ کیا جائے؛ جیسے: وَا زَیْدُ، البتہ اگر مندوب پر "یا" داخل ہو اور کوئی ایسا قرینۂ حالیہ نہ ہو جو ندبہ پر دلالت کرے، تو مندوب کے آخر میں "الف" زیادہ کرنا واجب ہے، تاکہ مندوب کا نداء محض کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ (رضی ۱/۳۷۹)

اور اگر "الف" زیادہ کرنے سے کسی دوسری چیز کے ساتھ التباس کا خوف ہو، تو وہاں "الف" کے بجائے، مندوب کے آخری حرف کی حرکت کے مناسب دوسرے حرفِ مدہ (واؤ یا یاء) کو زیادہ کیا جائے گا؛ اگر مندوب کے آخری حرف پر کسرہ ہو تو "یاء"، اور اگر ضمہ ہو تو "واؤ" زیادہ کریں گے؛ مثلاً اگر کسی مخاطب عورت کے غلام کو مندوب بنانا ہو تو اُس کے آخر میں "یاء ساکنہ" زیادہ کر کے: وَا غُلَامَکِیْہُ کہیں گے؛ کیوں کہ یہاں مندوب کے آخری حرف "کاف ضمیر" پر کسرہ ہے اور کسرے کے مناسب حرفِ مدہ "یاء" ہے، یہاں "الف" زیادہ کر کے وَا غُلَامَکَاہُ نہیں کہہ سکتے؛ اس لیے کہ ایسا کرنے کی صورت میں مخاطب مرد کے غلام کے ساتھ التباس لازم آئے گا، پتہ نہیں چل پائے گا کہ مندوب مخاطب عورت کا غلام ہے یا مخاطب مرد کا۔

اور اگر بہت سے مخاطب مردوں کے غلام کو مندوب بنانا ہو تو "واؤ ساکنہ" زیادہ کر کے وَا غُلَامَکُمُوْہُ کہیں گے؛ کیوں کہ یہاں مندوب کے آخری حرف "میم" پر اُس کی اصل کے اعتبار سے ضمہ ہے[1] اور ضمہ

---

(۱) "کُمْ" ضمیر اصل میں کُمُوْ تھا، واؤ کو حذف کر دیا؛ کیوں کہ کلام عرب میں کوئی ایسا اسم نہیں پایا جاتا جس کے آخر میں واؤ ہو اور اُس کا ماقبل مضموم ہو، کُمْ ہو گیا۔ (جامع الغموض ۲/۵۱)

www.besturdubooks.net

وَلَکَ الْھَاءُ فِی الْوَقْفِ .وَلا یُنْدَبُ إِلَّا الْمَعْرُوْفُ، فَلا یُقَالُ: ''وَا رَجُلَاہْ''، وَامْتَنَعَ ''وَا زَیْدُ الطَّوِیْلَاہْ''، خِلَافًا لِیُوْنُسَ .

ترجمہ: اور آپ کے لیے حالتِ وقف میں ''ہاء'' لانا بھی جائز ہے۔اور مندوب نہیں ہوتا؛ مگر مشہور؛ پس ''وَارَجُلاہْ'' نہیں کہا جائے گا، اور ممتنع ہے ''وَا زَیْدُ الطَّوِیْلَاہْ''، برخلاف امام یونس کے۔

کے مناسب حرفِ مدہ ''واؤ'' ہے، یہاں ''الف'' زیادہ کر کے وَا غُلامَکُمَاہْ نہیں کہہ سکتے؛ اس لیے کہ اس صورت میں تثنیہ کے غلام کے ساتھ التباس لازم آئے گا، پتہ نہیں چل پائے گا کہ مندوب جمع مذکر مخاطب کا غلام ہے یا تثنیہ مخاطب کا غلام۔

ولک الھاء الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مندوب کے آخر میں ''الف''، یا ''واؤ'' یا ''یاء'' میں سے کوئی زیادہ کیا گیا ہو، اور وہاں مندوب پر وقف کرنا ہو، تو اُس کے آخر میں ''ہاء ساکنہ'' لگانا جائز ہے (خواہ حرفِ ندبہ ''یَا'' ہو یا ''وَا'')؛ جیسے: وا زیداہْ، یا زیداہْ، واغلامِکِیْہْ، واغلامکمُوْہْ وغیرہ۔

نوٹ: یہ ''ہاء'' ملاتے وقت حذف ہوجاتی ہے، اور کبھی اشعار میں ملاتے وقت بھی اِس کو باقی رکھتے ہیں، یا تو کسرہ دے کر باقی رکھتے ہیں، اور اگر ''الف'' یا ''واؤ'' کے بعد ہو تو ضمہ دے کر باقی رکھتے ہیں۔ (رضی ۱/۳۸۳)

ولا یندب إلا المعروف الخ: یہاں سے مصنف مندوب کی شرط بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ہر اسم مندوب نہیں بن سکتا؛ بلکہ مندوب وہی اسم بن سکتا ہے جس کے ساتھ وہ شئی مشہور ہو جس پر اظہارِ رنج وغم کیا جا رہا ہے، خواہ وہ علم ہو یا غیر علم، پس وَا رَجُلاہْ نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ ''رجل'' کا اطلاق سب پر ہوتا ہے، کوئی خاص شخص اس کے ساتھ مشہور نہیں ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ شرط صرف اُس مندوب کی ہے جس کے عدم (یعنی ختم ہونے) پر رنج وغم ظاہر کرنا مقصود ہو، اور جس مندوب کے وجود (یعنی پائے جانے) پر رنج وغم ظاہر کرنا مقصود ہو اُس کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ مشہور ہو؛ بلکہ وہ غیر مشہور بھی ہو سکتا ہے؛ جیسے: یَا حَسْرَتَاہْ، یَا مُصِیْبَتَاہْ وغیرہ۔ (رضی ۱/۳۸۴)

وامتنع ''وازید الطویلاہ'' الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مندوب کی کوئی صفت لائی گئی ہو، تو مندوب کی صفت کے آخر میں ''الف'' لگانا جائز نہیں؛ بلکہ ''الف'' موصوف کے آخر میں لگایا جائے گا؛ پس وا زیدُ الطّویلاہْ نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ وا زیداہُ الطّویلُ کہیں گے۔ البتہ اس میں امام یونس کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ مندوب کی صفت کے آخر میں بھی ''الف'' لگا سکتے ہیں؛ چناں چہ اُن کے نزدیک وا زیدُ الطّویلاہْ کہنا جائز ہے۔

www.besturdubooks.net

وَيَجُوزُ حَذْفُ حَرْفِ النِّدَاءِ؛ إِلَّا مَعَ اِسْمِ الْجِنْسِ، وَالإِشَارَةِ، وَالْمُسْتَغَاثِ وَ الْمَنْدُوبِ؛ نَحْوُ: ﴿يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾، وَأَيُّهَا الرَّجُلُ .

ترجمہ: اور حرفِ نداء کو حذف کرنا جائز ہے؛ مگر اسم جنس، اسم اشارہ، مستغاث اور مندوب کے ساتھ؛ جیسے: ﴿يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾ (اے یوسف! اس سے اعراض کرو)، اور أَيُّهَا الرَّجُلُ (اے مرد)۔

فائدہ: اگر مندوب مضاف ہو، تو ''الف'' مضاف الیہ کے آخر میں لگایا جائے گا؛ جیسے: وَا أميرَ المُؤمنِينَاهْ. اور اگر مندوب مشابہ مضاف یا اسم موصول ہو، تو ''الف'' مشابہ مضاف کے دوسرے جز اور صلہ کے آخر میں لگائیں گے؛ جیسے: وا طالعًا جبلاهْ، وا مَنْ حفر بئرَ زمزماهْ. (رضی ۱/ ۳۸۵)

ويجوز حذف الخ: یہاں سے مصنف حرف نداء کو حذف کرنے کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔

اگر حرفِ نداء کے حذف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہو، تو حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے؛ خواہ حرف نداء کو حذف کر کے اُس کے عوض کوئی دوسرا حرف لایا جائے؛ جیسے: اَللّٰهُمَّ، اس کی اصل: يَا اللّٰهُ ہے، حرف نداء کو حذف کر کے اُس کے عوض آخر میں میم لے آئے۔ یا حرف نداء کو بغیر عوض کے حذف کیا جائے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾ [1]، اور أَيُّهَا الرَّجُلُ، أَيُّهٰذَا الرَّجُلُ، اِن تینوں مثالوں میں حرف نداء کو بغیر عوض کے حذف کیا گیا ہے، ان کی اصل: يا يوسفُ أعرض عن هٰذا، يا أيّها الرّجلُ اور يا أيّهٰذا الرّجلُ ہے، پہلی مثال میں قرینہ یہ ہے کہ اگر یہاں حرف نداء کو محذوف نہیں مانیں گے تو يوسف کا مبتدا اور ''أعرض عن هذا'' جملہ انشائیہ کا خبر ہونا لازم آئے گا اور جملہ انشائیہ کو بلا تاویل خبر بنانا جائز نہیں۔ اور دوسری اور تیسری مثال میں قرینہ '' أَيُّهَا'' اور '' أَيُّهٰذا'' کا معرف باللام کے ساتھ استعمال ہونا ہے؛ کیوں کہ یہ دونوں معرف باللام کے ساتھ نداء ہی میں استعمال ہوتے ہیں۔

البتہ چار مواقع ایسے ہیں کہ جہاں حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں:

۱- منادی اسم جنس یعنی ایسا اسم ہو جو حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے نکرہ ہو؛ خواہ حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہو گیا ہو؛ جیسے: يا رجلُ (جب کہ کوئی متعین مراد ہو)، یا حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد معرفہ نہ ہوا ہو؛ جیسے: يا رجُلًا (جب کہ کوئی غیر متعین مراد ہو)، یہاں حرف نداء کو حذف کر کے صرف رجلُ

---

(۱) يوسف منادیٰ لفظاً مبنی بر علامت رفع محلاً منصوب مفعول بہ أدعو فعل محذوف کا، أدعو فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر نداء، أعرض فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، عن حرف جر، هذا اسم اشارہ مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، أعرض فعل امر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء۔

www.besturdubooks.net

وَشَذَّ "أَصْبِحْ لَيْلُ"، وَ"افْتَدِ مَخْنُوقُ"، وَ"أَطْرِقْ كَرَا".

ترجمہ : اورشاذ ہے "أَصْبِحْ لَيْلُ" (اے رات! صبح ہوجا)، "اِفْتَدِ مَخْنُوقُ" (اے گلا گھونٹے ہوئے شخص! اپنا فدیہ ادا کر) اور "أَطْرِقْ كَرَا" (اے کراوان پرندے! گردن جھکا)۔

اور رجلا نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ یہاں منادی ایسا اسم ہے جو حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے نکرہ تھا۔

۲- منادی اسم اشارہ ہو؛ جیسے: یا هٰذا ، یہاں حرف نداء کو حذف کر کے صرف هٰذا نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ یہاں منادی اسم اشارہ ہے۔

۳- منادی مستغاث ہو، خواہ مستغاث بہ لام استغاثہ ہو یا مستغاث بہ الف استغاثہ؛ جیسے: يَا لَزَيْدٍ، يَا زَيْدَاهُ، یہاں حرف نداء کو حذف کر کے لَزيدٍ اور زيداهُ نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ یہاں منادی مستغاث ہے۔

۴- حرف نداء کے بعد مندوب ہو؛ جیسے: يَا حَسْرَتَاهُ ، یہاں حرف نداء کو حذف کر کے حَسْرَتَاهُ نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ یہاں حرف نداء کے بعد مندوب ہے۔

فائدہ: مندرجہ ذیل مواقع میں حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے:

(۱) منادی لفظ "اللہ" ہو، البتہ یہاں حرف نداء کو اسی وقت حذف کیا جائے گا جب کہ اُس کے عوض "اللہ" منادی کے آخر میں "میم" لایا جائے؛ جیسے: اَللّٰهُمَّ .

(۲) منادی لفظ "أَيٌّ" ہو، اور اُس کی صفت معرف باللام ہو؛ جیسے: أَيُّهَا الرَّجُلُ.

(۳) منادی لفظ "أَيٌّ" ہو، اور اُس کی صفت اسم اشارہ ہو اور اُس اسم اشارہ کی صفت معرف باللام ہو؛ جیسے: أَيُّهٰذا الرَّجُلُ.

(۴) منادی کسی بھی معرفہ کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: غلامَ زيدٍ! اِفعلْ كذا ، اس کی اصل: يا غلامَ زيدٍ! افعلْ كذا ہے۔

(۵) منادی اسم موصول ہو؛ جیسے: مَنْ لايزالُ مُحسِنًا! أحسِنْ إلَيَّ ، اس کی اصل: يا مَنْ لا يزالُ مُحسِنًا! أحسِنْ إلَيَّ ہے۔ (شرح جامی ص:۱۳۶)

وشذ "أصبح ليلُ" الخ: اس عبارت سے مصنف ایک سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: یہ ہے کہ ابھی آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر منادی اسم جنس ہو، تو حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں، حالاں کہ اہل عرب کے قول: "أَصْبِحْ لَيْلُ"(۱)، "اِفْتَدِ مَخْنُوقُ" اور "أَطْرِقْ كَرَا" میں ليل،

---

(۱) أصبح فعل امر اپنے فاعل أنت ضمیر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ جواب نداء مقدم، ليل مفعول بہ یا حرف نداء قائم مقام =

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُنَادٰى لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا؛ مِثْلُ: أَلَا يَا اسْجُدُوْا .

ترجمہ : اور کبھی منادی کو کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت جوازاً حذف کردیا جاتا ہے؛ جیسے: أَلَا يَا اسْجُدُوْا (سنو! اے میری قوم سجدہ کرلو)۔

مخنوق اور کرا منادی اسم جنس ہیں؛ لیکن اس کے باوجود یہاں حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ منادی کے اسم جنس ہونے کی صورت میں بھی حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ تینوں مثالیں شاذ (خلاف قیاس) ہیں، اِن کا اعتبار نہیں ہوگا۔

بلکہ أطرق کرا میں تو دو شذوذ جمع ہوگئے ہیں: ایک تو یہی کہ اس میں منادی کے اسم جنس ہونے کے باوجود حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے، اور دوسرے یہ کہ ''کرا'' منادی کی اصل: کروان ہے، ترخیم کر کے اسے ''کرا'' بنایا گیا ہے، حالاں کہ اس میں ترخیم کی شرط نہیں پائی جاتی؛ کیوں کہ ترخیم کے لیے شرط یہ ہے کہ منادی یا تو ایسا علم ہو جس میں تین حروف سے زائد ہوں، یا اُس کے آخر میں تائے تانیث ہو، جب کہ ''کروان'' میں مذکورہ شرط نہیں پائی جاتی؛ اس لیے کہ یہ ایک پرندہ کا اسم جنس ہے، علم نہیں ہے، اور اس کے آخر میں تائے تانیث بھی نہیں ہے۔

فائدہ: ''أَصْبِحْ لَيْلُ'' امرء القیس کی بیوی کا مقولہ ہے، جو اُس نے اس وقت کہا تھا جب اُس نے ایک رات امرء القیس کو ناپسند کیا، پھر یہ ایک کہاوت بن گئی جو کسی چیز کی شدتِ طلب کے موقع پر بولی جاتی ہے۔

''اِفْتَدِ مَخْنُوْقُ'' ایک کہاوت ہے جو نفس کو سختیوں سے نجات دلانے کی ترغیب کے لیے بولی جاتی ہے۔

''أَطْرِقْ كَرَا'' ایک منتر ہے جس سے اہل عرب ''کروان'' نامی پرندے کا شکار کرتے ہیں، پورا منتر یہ ہے: أطرقْ کرا أطرق کرا، إن النعامة في القُرىٰ، جس کا مطلب یہ ہے کہ اے ''کروان'' گردن جھکا اے ''کروان'' گردن جھکا، کیوں کہ ''نعامہ'' پرندہ تجھ سے بڑا ہے؛ لیکن وہ شکار ہو کر آبادی میں پہنچ چکا ہے، اب تیرے لیے سلامت رہنا ممکن نہیں، جب ''کروان'' یہ منتر سنتا ہے تو خاموش ہو کر نیچے آجاتا ہے۔ دیکھئے: جامع الغموض (۲/۵۴)

وقد یحذف المنادی الخ: یہاں سے مصنف منادی کو حذف کرنے کا موقع بیان فرمارہے ہیں۔

اگر منادی کے حذف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہو، تو منادی کو حذف کرنا جائز ہے؛ جیسے:

= أدعو فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر نداء۔ اسی طرح افتدِ مخنوق اور أطرقْ کرا کی ترکیب کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَالثَّالِثُ: مَا أُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلٰى شَرِيطَةِ التَّفْسِيرِ، وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهُ فِعْلٌ أَوْ شِبْهُهُ، مُشْتَغِلٌ عَنْهُ بِضَمِيرِهٖ أَوْ مُتَعَلِّقِهٖ، لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ أَوْ مُنَاسِبُهُ لَنَصَبَهُ؛

ترجمه: اورتیسراموقع: **ما أضمر عامله على شريطة التفسير** ہے(یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل کوتفسیر کی شرط پر پوشیدہ رکھا گیا ہو)، اوروہ (یعنی ماأضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر) ہرایسا اسم ہے جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو، جواُس اسم کی ضمیر یا اُس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اُس میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہو، اِس طور پر کہ اگر اُس اسم پر وہ فعل یا اس کا مناسب مسلط کردیا جائے تو وہ اُس کونصب دیدے۔

أَلا يَا اسْجُدُوا[1]، یہاں "یا" حرف نداء کے بعد قَوْمِ منادی محذوف ہے، اصل عبارت ہے: **ألا يا قومِ اسْجُدُوا**، قرینہ حرف نداء کا فعل پر داخل ہونا ہے جو قومِ منادی کے حذف پر دلالت کررہا ہے؛ اس لیے کہ حرف نداء فعل پر داخل نہیں ہوتا؛ بلکہ ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے۔

قوله: والثالث: ما أضمر عامله الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع میں سے جن میں مفعول بہ کے فعل کوحذف کرنا واجب ہے، تیسرے موقع کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ تیسراموقع: **ما أضمر عامله على شريطة التفسير** ہے۔

ماأضمر عاملہ کی تعریف: **ما أضمر عامله على شريطة التفسير**: وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل محض اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہو، اس طور پر کہ اگر اس فعل کو یا اس کے مناسب بالترادف یا مناسب باللزوم کو اس پر مسلط کردیا جائے (یعنی اس اسم سے پہلے رکھ دیا جائے) تو وہ اس کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیدے؛ جیسے: **زيدًا ضربته**[2]، اس مثال میں "زیدا" ماأضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے؛ اس لئے کہ اس کے بعد "ضرب" فعل ہے اور وہ فعل اس کی ضمیر ھاء میں عمل کرنے کی وجہ سے اس میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہے، اس طور پر کہ اگر اس کو اِس سے پہلے رکھ دیا جائے تو وہ اس کو نصب دیدے گا۔ یہاں زیدًا، ضربتُ فعل

---

(۱) ألا حرف تنبیہ، یا حرف نداء قائم مقام أدعو فعل، قومِ منادی محذوف مفعول بہ، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر نداء، اسجد فعل امر، واؤ ضمیر فاعل، فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر جواب نداء۔

(۲) زیدًا مفعول بہ ضرب فعل محذوف کا، ضرب فعل، تُ ضمیر فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مفسَّر، ضرب فعل، تُ ضمیر فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مفسِر۔ اسی طرح آگے زیدًا مررتُ به، زیدًا ضربتُ غلامَه اور زیدًا حبستُ علیه کی ترکیب کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

مِثْلُ: زَیْدًا ضَرَبْتُهُ، وَزَیْدًا مَرَرْتُ بِهٖ، وَزَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهُ، وَزَیْدًا حُبِسْتُ عَلَیْهِ، یُنْصَبُ بِفِعْلٍ مُضْمَرٍ یُفَسِّرُهُ مَابَعْدَهُ، أَیْ ضَرَبْتُ، وَجَاوَزْتُ، وَأَهَنْتُ وَلَابَسْتُ.

ترجمہ: جیسے: زَیْدًا ضَرَبْتُهُ (میں نے زید کو مارا)، زَیْدًا مَرَرْتُ بِهٖ (میں زید کے پاس سے گذرا)، زَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهُ (میں نے زید کی توہین کی، میں نے اُس کے غلام کو مارا)، زَیْدًا حُبِسْتُ عَلَیْهِ (میں زید کے ساتھ رہا، مجھے اُس کی وجہ سے قید کرلیا گیا)، یہاں زیداُس فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر اُس کا مابعد فعل کر رہا ہے، یعنی ضَرَبْتُ، جَاوَزْتُ، أَهَنْتُ اور لَابَسْتُ (کی وجہ سے)۔

محذوف مضمر کا مفعول بہ ہے، یہاں سے ضربتُ کو وجوبی طور پر حذف کردیا گیا ہے۔

مناسب بالترادف: سے مراد وہ فعل ہے جو فعل مذکور کے معنی میں ہو؛ جیسے: زیدًا مررتُ بہٖ میں زیدا، جاوزت فعل محذوف کا مفعول بہ ہے جس کو یہاں سے وجوبی طور پر حذف کردیا گیا ہے، اور جاوزت مررت کا مناسب بالترادف ہے؛ کیوں کہ دونوں کے معنی: گذرنے کے ہیں۔

مناسب باللزوم: سے مراد وہ فعل ہے جو فعل مذکور کے معنی میں تو نہ ہو، لیکن فعل مذکور کے معنی کے لئے لازم ہو؛ جیسے: زیدًا ضربتُ غلامَہ میں زیدا، أھنتُ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے جس کو یہاں سے وجوبی طور پر حذف کردیا گیا ہے، اور أھنتُ یہاں ضربتُ کا مناسب باللزوم ہے؛ کیوں کہ زید کے غلام کو مارنے سے زید کی اہانت لازم آتی ہے۔ اور جیسے: زیدًا حُبِسْتُ علیہِ میں زیدًا، لابستُ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے جس کو یہاں سے وجوبی طور پر حذف کردیا گیا ہے، اور لابستُ یہاں حُبِسْتُ کا مناسب باللزوم ہے؛ کیوں کہ زید کی وجہ سے متکلم کے قید ہونے سے، متکلم کا زید کے ساتھ رہنا لازم آتا ہے۔

مذکورہ چاروں مثالوں میں ضربتُ، جاوزتُ، أَھنتُ اور لابستُ فعل کو وجوبی طور پر اس لئے حذف کیا گیا ہے کہ اِن کے بعد آنے والا فعل (پہلی مثال میں ضربته، دوسری مثال میں مررتُ به، تیسری مثال میں ضربتُ غلامَه اور چوتھی مثال میں حبستُ علیه) اِن کی تفسیر کر رہا ہے، اگر اِن کو حذف نہیں کیا جائے گا تو مفسَّر اور ایسے مفسِّر کا جمع ہونا لازم آئے گا جو اُس ابہام کو دور کر رہا ہے جو فعل کو حذف کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔

ہاں مفسَّر اور ایسے مفسِّر کا اجتماع جائز ہے جو اُس ابہام کو دور کر رہا ہو جو فعل کو حذف کرنے کی وجہ سے پیدا نہ ہوا ہو؛ بلکہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو؛ جیسے: جاءنی رجلٌ أی زیدٌ میں رجلٌ مفسَّر اور زید مفسِّر کا اجتماع ہوگیا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَيُخْتَارُ الرَّفْعُ بِالْإِبْتِدَاءِ عِنْدَ عَدَمِ قَرِيْنَةِ خِلَافِهِ أَوْ عِنْدَ وُجُوْدِ أَقْوٰی مِنْهَا؛ كَـ "أَمَّا" مَعَ غَيْرِ الطَّلَبِ، وَ "إِذَا" لِلْمُفَاجَاةِ .

ترجمه: اور (مذکورہ اسم پر) ابتداء کی وجہ سے رفع پسند کیا جاتا ہے خلافِ رفع کے قرینہ کے نہ پائے جانے، یا خلافِ رفع کے قرینہ سے قوی تر قرینہ کے پائے جانے کے وقت؛ جیسے: "أَمَّا" غیر طلب کے ساتھ اور "إِذا" مفاجاتیہ۔

ويختار الرفع الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں مذکورہ بالا اسم [1] پر اگر چہ فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر نصب پڑھنا بھی جائز ہے؛ لیکن مبتدا مان کر اُس پر رفع پڑھنا مختار اور پسندیدہ ہے، اس طرح کے دو مواقع ہیں:

۱- کلام میں کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جو خلافِ رفع (یعنی نصب) کو ترجیح دینے والا ہو؛ جیسے: زَیْدٌ ضَرَبْتُہ، یہاں زید پر اگر چہ ضربتُ فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر نصب پڑھنا بھی جائز ہے؛ لیکن اولی اور پسندیدہ یہ ہے کہ اِس پر مبتدا مان کر رفع پڑھا جائے؛ کیوں کہ یہاں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جو نصب کو ترجیح دینے والا ہو؛ لہٰذا رفع کو ترجیح دی جائے گی؛ کیوں کہ رفع پڑھنے کی صورت میں کلام میں کوئی محذوف نہیں ماننا پڑے گا، اور اصل یہی ہے کہ کلام میں کوئی محذوف نہ ماننا پڑے۔

۲- کلام میں رفع کا بھی قرینہ ہو اور نصب کا بھی؛ لیکن رفع کا قرینہ نصب کے قرینہ سے قوی تر ہو؛ مثلاً: مذکورہ اسم "أَمَّا" کے بعد واقع ہو اور اُس کے بعد طلب پر دلالت کرنے والا کوئی فعل (مثلاً: امر، نہی اور دعاء) نہ ہو؛ جیسے: لَقِيْتُ الْقَوْمَ وَ أَمَّا زيدٌ فَأَكْرَمْتُه، یہاں نصب کا قرینہ ماقبل میں لقيتُ القومَ جملہ فعلیہ ہے جو اِس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ زید پر فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر نصب پڑھا جائے، تاکہ جملہ فعلیہ پر جملہ فعلیہ کا عطف ہو سکے، اور رفع کا قرینہ "أَمَّا" شرطیہ ہے اور یہ نصب کے مذکورہ قرینے سے قوی تر ہے؛ ایک تو اس لیے کہ "أَمَّا" کے بعد اکثر وبیش تر مبتدا آتا ہے، اور جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کلام عرب میں کثرت سے پایا جاتا ہے، اور دوسرے اس لیے کہ رفع پڑھنے کی صورت میں کلام میں کوئی محذوف نہیں ماننا پڑے گا، اور اصل یہی ہے کہ کلام میں کوئی محذوف نہ ماننا پڑے؛ لہٰذا یہاں اولی اور پسندیدہ یہ ہے کہ زید پر مبتدا مان کر رفع پڑھا جائے۔

---

(۱) یعنی وہ اسم جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل محض اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو، اس طور پر کہ اگر اس فعل کو یا اس کے مناسب بالترادف یا مناسب باللزوم کو اس اسم سے پہلے رکھ دیا جائے تو وہ اس کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیدے۔

www.besturdubooks.net

وَيُخْتَارُ النَّصْبُ بِالْعَطْفِ عَلٰى جُمْلَةٍ فِعْلِيَّةٍ لِلتَّنَاسُبِ، وَبَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ وَ الْاِسْتِفْهَامِ، وَ"إِذَا" الشَّرْطِيَّةِ وَ"حَيْثُ"، وَفِي الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ؛ إِذْ هِيَ مَوَاقِعُ الْفِعْلِ. وَعِنْدَ خَوْفِ لَبْسِ الْمُفَسِّرِ بِالصِّفَةِ؛ مِثْلُ: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾.

ترجمہ : اور (مذکورہ اسم پر) نصب پسند کیا جاتا ہے تناسب کی رعایت کرنے کے لیے جملہ فعلیہ پر عطف کرنے کی وجہ سے، اور حرف نفی، حرف استفہام، ''إِذَا'' شرطیہ اور ''حَيْثُ'' کے بعد، اور امر اور نہی میں؛ اس لیے کہ یہ سب فعل کے مواقع ہیں۔ اور مفسّر کے صفت کے ساتھ التباس کے خوف کے وقت: جیسے: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (بلاشبہ ہم نے ہر چیز کو ایک انداز سے پیدا کیا ہے)۔

یا مذکورہ اسم ''إِذَا'' مفاجاتیہ کے بعد واقع ہو؛ جیسے: خرجتُ فإذا زيدٌ يضربُه عمرٌو، یہاں نصب کا قرینہ ماقبل میں خرجتُ جملہ فعلیہ ہے جو اِس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ زید پر فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر نصب پڑھا جائے، تاکہ جملہ فعلیہ پر جملہ فعلیہ کا عطف ہو سکے، اور رفع کا قرینہ ''إِذَا'' مفاجاتیہ ہے اور یہ نصب کے مذکورہ قرینے سے قوی تر ہے؛ ایک تو اس لیے کہ ''إِذَا'' مفاجاتیہ عموماً جملہ اسمیہ ہی پر داخل ہوتا ہے، اور جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کلام عرب میں کثرت سے پایا جاتا ہے، اور دوسرے اس لیے کہ رفع پڑھنے کی صورت میں کلام میں کوئی محذوف نہیں ماننا پڑے گا، اور اصل یہی ہے کہ کلام میں کوئی محذوف نہ ماننا پڑے؛ لہٰذا یہاں اولیٰ اور پسندیدہ یہ ہے کہ زید پر مبتدا مان کر رفع پڑھا جائے۔

ويختار النصب الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں مذکورہ بالا اسم پر اگرچہ مبتدا مان کر رفع پڑھنا بھی جائز ہے؛ لیکن فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر اُس پر نصب پڑھنا مختار اور پسندیدہ ہے، اس طرح کے آٹھ مواقع ہیں:

(۱) وہ اسم کسی ایسے جملہ میں واقع ہو جس سے پہلے کوئی جملہ فعلیہ ہو اور وہاں رفع کو ترجیح دینے والا کوئی قرینہ نہ ہو؛ جیسے: ذهبتُ فزيدًا لقيتُه، یہاں زید پر لقيتُ فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر نصب پڑھنا پسندیدہ ہے، تاکہ جملہ فعلیہ پر جملہ فعلیہ کا عطف ہو؛ کیوں کہ یہاں زید ایسے جملہ میں واقع ہے جس سے پہلے ذهبتُ جملہ فعلیہ ہے، اور یہاں رفع کو ترجیح دینے والا کوئی قرینہ نہیں ہے۔

(۲) حروف نفی میں سے "مَا"، "لَا" یا "إِنْ" کے بعد واقع ہو؛ جیسے: ما زيدًا ضربتُه، لاخالدًا رأيتُه، إنْ حامدًا ضربتُه إلا تاديبًا.

(۳) حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو؛ جیسے: أزيدًا ضربتَه ؟ هل راشدًا أكرمتَه ؟

www.besturdubooks.net

فائدہ: اگر مذکورہ اسم اسمِ استفہام مثلاً "مَنْ"، "مَا" وغیرہ کے بعد واقع ہو، تو وہاں ابتداء کی بناء پر رفع پڑھنا پسندیدہ ہے؛ جیسے: مَنْ زيدٌ أكرمتَه ؟ (شرح جامی ص:۱۴۰)

(۴) "إذَا" شرطیہ کے بعد واقع ہو؛ جیسے: إذا عبدَ الله تلقاه فأكرِمْه .

(۵) "حيثُ" شرطیہ کے بعد واقع ہو؛ جیسے: حيثُ زيدًا تجدْه فأكرِمْه .

(۶) امر سے پہلے واقع ہو؛ جیسے: زيدًا اِضرِبْه .

(۷) نہی سے پہلے واقع ہو؛ جیسے: زيدًا لا تَضرِبْه .

اس لیے کہ یہ تمام فعل کے مواقع ہیں؛ کیوں کہ حرفِ نفی: "مَا"، "لا"، "إنْ"، حروفِ استفہام، "إذَا" اور "حيثُ" کے بعد اکثر فعل آتا ہے، اور امر اور نہی کا ماقبل فعل کا موقع اس لیے ہے کہ اگر امر اور نہی سے پہلے واقع ہونے والے اسم کو مبتدا مان کر مرفوع پڑھیں گے تو جملہ انشائیہ کا خبر بننا لازم آئے گا اور جملہ انشائیہ کو بلا تاویل خبر بنانا جائز نہیں؛ لہٰذا پسندیدہ یہ ہے کہ حرفِ نفی: "مَا"، "لا"، "إنْ"، حروفِ استفہام، "إذَا" اور "حيثُ" کے بعد، اور امر و نہی سے پہلے آنے والے اسم کو فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر منصوب پڑھا جائے۔

(۸) مرفوع پڑھنے کی صورت میں مفسِّر کے صفت کے ساتھ التباس کا اندیشہ ہو، یعنی مرفوع پڑھنے کی صورت میں یہ معلوم نہ ہوسکے کہ جس فعل سے پہلے وہ اسم واقع ہے، وہ فعل ماقبل کی خبر ہے یا صفت، تو ایسے موقع پر بھی اُس اسم پر نصب پڑھنا پسندیدہ ہے؛ جیسے: ﴿إنَّا كُلَّ شيءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾[1]، یہاں کلّ شئ پر فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر نصب پڑھنا پسندیدہ ہے؛ اس لیے کہ اگر اس کو مرفوع پڑھیں گے تو پتہ نہیں چل پائے گا کہ خلقناه ماقبل کل شئ کی خبر ہے یا صفت؛ کیوں اس صورت میں دو احتمال ہوں گے: اول یہ کہ کل شئ مبتدا اور خلقناه اس کی خبر ہو، اور بقدر "ہاء" ضمیر سے حال ہو، پھر پورا جملہ "إنّ" حرف مشبہ بالفعل کی خبر ہو، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے: بلا شبہ ہر چیز ہماری مخلوق ہے درآں حالیکہ وہ ایک انداز سے ہے۔ دوم یہ کہ: کل شئ موصوف ہو اور خلقناه اُس کی صفت ہو، پھر یہ مرکب توصیفی ہو کر مبتدا اور بقدر: ثابتٌ کا متعلق ہو کر اُس کی خبر ہو، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے: بلا شبہ ہر وہ چیز جو ہماری مخلوق ہے ایک انداز سے ہے۔ پہلی صورت میں معنی درست ہوں گے جب کہ دوسری صورت میں معنی خراب ہوں گے؛ کیوں کہ اس سے یہ شبہ پیدا ہوگا کہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو اللہ کی مخلوق نہیں ہیں (العیاذ باللہ)؛ لہٰذا اِس التباس سے بچنے کے لیے اولی اور پسندیدہ یہ ہے کہ کل شئ کو خلقنا فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر منصوب پڑھا جائے۔

---

(۱) إنّ حرف مشبہ بالفعل، نا ضمیر اُس کا اسم، کل شئ مرکب اضافی ہو کر خلقنا فعل محذوف کا مفعول بہ، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مفسَّر، خلقنا فعل با فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ، بقدر جار مجرور متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مفسِّر، مفسَّر مفسِّر سے مل کر خبر، إنّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَيَسْتَوِي الْأَمْرَانِ فِي مِثْلِ "زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرًا أَكْرَمْتُهُ". وَيَجِبُ النَّصْبُ بَعْدَ حَرْفِ الشَّرْطِ وَحَرْفِ التَّحْضِيضِ؛ مِثْلُ: إِنَّ زَيْدًا ضَرَبْتَهُ ضَرَبَكَ، وَأَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ.

ترجمہ: اور برابر ہیں دونوں صورتیں (رفع اور نصب) ''زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرًا أَكْرَمْتُهُ'' (زید کھڑا ہوا اور عمرو کا میں نے اکرام کیا) جیسی مثالوں میں۔ اور نصب واجب ہے حرفِ شرط اور حرفِ تحضیض کے بعد؛ جیسے: إِنْ زَيْدًا ضَرَبْتَه ضَرَبَكَ (اگر تو زید کو مارے گا تو وہ تجھے مارے گا)، أَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَه (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا)۔

ويستوى الأمران الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مذکورہ اسم کسی ایسے جملے میں واقع ہو جس کا ایسے جملہ اسمیہ پر عطف کیا گیا ہو جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو، تو اُس اسم پر رفع اور نصب دونوں برابر ہیں، یعنی مبتدا مان کر اُس پر رفع بھی پڑھ سکتے ہیں، اس صورت میں ماقبل میں آئے ہوئے پورے جملہ اسمیہ پر عطف ہوگا، اور فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر اُس پر نصب بھی پڑھ سکتے ہیں، اس صورت میں اُس جملہ فعلیہ پر عطف ہوگا جو ماقبل والے جملے میں خبر واقع ہے؛ جیسے: زيدٌ قام وعمرًا أكرمتُه [1]، یہاں عمرو ایسے جملے میں واقع ہے جس کا ''زيدٌ قام'' ایسے جملہ اسمیہ پر عطف کیا گیا ہے جس کی خبر ''قام'' جملہ فعلیہ ہے؛ لہٰذا یہاں عمرو کو مبتدا مان کر اُس پر رفع بھی پڑھ سکتے ہیں، اس صورت میں عمرو أكرمته کا عطف زيدٌ قام پورے جملہ پر ہوگا، اور أكرمتُ فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر عمرو پر نصب بھی پڑھ سکتے ہیں، اس صورت میں اس کا عطف قام جملہ فعلیہ پر ہوگا جو زید مبتدا کی خبر ہے۔

ويجب النصب الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں مذکورہ اسم پر فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر نصب پڑھنا واجب ہے، مصنف نے اس طرح کے دو مواقع بیان کئے ہیں:

(۱) مذکورہ اسم حروفِ شرط: ''إنْ'' یا ''لَوْ'' کے بعد واقع ہو تو اُس اسم پر نصب پڑھنا واجب ہے؛ جیسے:

---

(۱) عمرو کو مرفوع پڑھنے کی صورت میں ترکیب اس طرح ہوگی: زید مبتدا، قام فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واوَ حرف عطف، عمرو مبتدا، أكرمته فعل با فاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

اور عمرو کو منصوب پڑھنے کی صورت میں ترکیب اس طرح ہوگی: زید مبتدا، قام فعل با فعل جملہ فعلیہ معطوف علیہ، واوَ حرف عطف، عمرًا مفعول بہ أكرمتُ فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفسَّر، أكرمته جملہ فعلیہ خبریہ مفسِّر، مفسَّر مفسِّر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَلَيْسَ "أَزَيْدٌ ذُهِبَ بِهِ" مِنهُ، فَالرَّفْعُ .وَكَذٰلِكَ ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ﴾.

ترجمه : اور أَزَيْدٌ ذُهِبَ بِهِ "ماا ضمر عاملہ" کے قبیل سے نہیں ہے، پس (یہاں زید پر) رفع لازم ہے۔اوراسی طرح ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ﴾ ہے (اور ہر وہ چیز جو انہوں نے کی صحیفوں میں ہے)۔

إِنْ زَيدًا ضَرَبْتَه ضَرَبَكَ [1]، یہاں زید پر ضربتُ فعل محذوف کا مفعول بہ مان کرنصب پڑھنا واجب ہے؛ کیوں کہ زید "إِنْ" حرفِ شرط کے بعد واقع ہے اور حرفِ شرط: "إِنْ" اور "لَوْ" وجوبی طور پر فعل لفظی یا فعل تقدیری پر داخل ہوتے ہیں، اسم پر داخل نہیں ہوتے۔

(۲) مذکورہ اسم حروفِ تحضیض: "أَلَّا"، "هَلَّا"، "لَوْلَا" اور "لَوْمَا" کے بعد واقع ہو، تو اُس اسم پر نصب پڑھنا واجب ہے؛ جیسے: أَلَّا زَيدًا ضَرَبْتُه [2]، یہاں زید پر ضربتُ فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر نصب پڑھنا واجب ہے؛ کیوں کہ یہاں زید "أَلَّا" حرفِ تحضیض کے بعد واقع ہے اور حروفِ تحضیض وجوبی طور پر فعلِ لفظی یا فعل تقدیری پر داخل ہوتے ہیں، اسم پر داخل نہیں ہوتے۔

ولیس "أزيد ذهب به" الخ: یہاں سے مصنف کچھ ایسی مثالیں بیان فرما رہے ہیں جو بظاہر "ما اضمر عاملہ" کے قبیل سے نظر آتی ہیں؛ لیکن حقیقت میں وہ "ما اضمر عاملہ" کے قبیل سے نہیں ہیں۔ مصنف نے یہاں اس طرح کی دو مثالیں ذکر کی ہیں:

۱- أَزَيدٌ ذُهِبَ بِه [3]، اس مثال میں زید بظاہر "ما اضمر عاملہ" کے قبیل سے نظر آتا ہے؛ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ "ما اضمر عاملہ" کے قبیل سے نہیں ہے؛ اس لیے کہ "ما اضمر عاملہ" کے لیے تین شرائط ہیں: (۱) اُس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو۔ (۲) وہ فعل یا شبہ فعل اُس کی ضمیر یا اُس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اُس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو۔ (۳) اگر اُس فعل یا اُس کے مناسب بالترادف یا مناسب باللزوم کو اُس سے پہلے لا کر رکھ دیا جائے تو وہ اُس کو نصب دیدے۔

---

(۱) إنْ حرف شرط، زیدًا مفعول بہ ضربتَ فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفسَّر، ضربته فعل با فاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ مفسِّر، مفسَّر مفسِّر سے مل کر شرط، ضرب فعل با فاعل، ک ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

(۲) أَلّا حرف تحضیض، زیدًا مفعول بہ ضربتَ فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفسَّر، ضربتَه فعل بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ مفسِّر۔

(۳) أ حرف استفہام، زید مبتدا، ذهب فعل مجہول، بـہ جار مجرور نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

یہاں زید میں اگر چہ پہلی دو شرطیں پائی جارہی ہیں؛ اس لیے کہ اس کے بعد ذُھِبَ فعل ہے اور وہ اِس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اِس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے؛ لیکن تیسری شرط نہیں پائی جارہی ہے؛ اس لیے کہ اگر ذُھِبَ یا اُس کے مناسب کو زید سے پہلے لاکر رکھ دیا جائے تو وہ اِس کو نصب نہیں دے گا؛ کیوں کہ ذُھِبَ اور اُس کا مناسب بالترادف: أُذْھِبَ مجہول ہیں، اور فعل مجہول اپنے مابعد کو مفعولیت کی بناء پر نصب نہیں دیتا؛ بلکہ نائب فاعل ہونے کی بناء پر رفع دیتا ہے۔

نوٹ: مناسب بالترادف اور مناسب باللزوم سے وہ فعل مراد ہے جس کی اُسی اسم کی طرف اسناد کی جائے جس کی طرف فعلِ مذکور کی اسناد کی گئی ہے، یعنی دونوں کا مسندالیہ ایک ہو، پس مذکورہ مثال میں زید سے پہلے "یُلابِسُ" یا "أَذْھَبَ" فعل معروف نکال کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ اِن کی اصل: زیدًا یُلابِسُہ أحدٌ بالذَّھابِ بہٖ یا زیدًا أذھبہ أحدٌ ہے؛ اس لیے کہ اس صورت میں اِن کا اور فعل مذکور "ذُھِبَ" کا مسندالیہ ایک نہیں رہے گا۔ (شرح جامی ص:۱۴۳)

۲-﴿وَ کُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْہُ فِيْ الزُّبُرِ﴾، اس آیت میں "کلّ شيءٍ" بظاہر "ماأضمر عاملہ" کے قبیل سے نظر آتا ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ "ماأضمر عاملہ" کے قبیل سے نہیں ہے؛ اس لیے کہ اگر اِس کو "ماأضمر عاملہ" کے قبیل سے قرار دیں گے، تو معنی کا خراب ہونا یا خلافِ مقصود ہونا لازم آئے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں "في الزبر" میں دو احتمال ہوں گے:

(۱) یا تو یہ "فعلوا" کے متعلق ہوگا، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے: "انہوں نے ہر چیز کو اپنے نامۂ اعمال میں کیا"، یعنی اُن کے نامۂ اعمال اُن کے فعل کا محل ہیں؛ حالاں کہ یہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ اعمال کو نامۂ اعمال میں خود انہوں نے نہیں لکھا؛ بلکہ اُن کے اعمال کو نامۂ اعمال میں "کراماً کاتبین" فرشتوں نے لکھا ہے۔

(۲) یا یہ ثابتٍ محذوف کا متعلق ہوکر "شيءٍ" کی صفت ہوگا، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے: "انہوں نے ہر وہ چیز کی جو اُن کے نامۂ اعمال میں ہے"، اور یہ خلافِ مقصود ہے: اس لیے کہ مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ اُن کی کی ہوئی ہر چیز اُن کے نامۂ اعمال میں لکھ دی گئی ہے، یہ بیان کرنا مقصود نہیں کہ اُن کے نامۂ اعمال میں موجود ہر چیز اُن کی کی ہوئی ہے۔

پس صحیح بات یہ ہے کہ کلّ شيءٍ "ماأضمر عاملہ" کے قبیل سے نہیں ہے؛ بلکہ اِس کو مبتدا مان کر اِس پر رفع پڑھنا لازم ہے۔ (۱)

---

(۱) پوری ترکیب اس طرح ہوگی: کلّ مضاف، شيءٍ موصوف، فعلوا فعل بافاعل، ھاء ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، في الزبر جار مجرور ثابتٌ محذوف کا متعلق ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَنَحْوُ ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ الفاءُ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَ الْمُبَرِّدِ، وَجُمْلَتَانِ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ . وَإِلَّا فَالْمُخْتَارُ النَّصْبُ .

ترجمہ: اور ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (زنا کرنے والا مرد اور زنا کرنے والی عورت، پس مارو تم اُن میں سے ہر ایک کو سو کوڑے) جیسی مثالوں میں ''فاء'' شرط کے معنی میں ہے امام مبرد کے نزدیک، اور یہ دو جملے ہیں امام سیبویہ کے نزدیک۔ ورنہ تو نصب پسندیدہ ہے۔

قولہ: ونحو الزانية والزاني الخ: یہاں سے مصنف ایک ایسی صورت بیان فرمارہے ہیں جس میں باوجودیکہ اسم ''ما اضمر عاملہ'' کے قبیل سے ہے؛ لیکن اُس پر رفع پڑھا گیا ہے، وہ صورت قرآن کریم کی یہ آیت ہے: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ [1]، یہاں الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي ''ما اضمر عاملہ'' کے قبیل سے ہے؛ کیوں کہ اِس کے بعد اِجْلِدُوْا فعل ہے، جو اِس کے متعلق كُلَّ وَاحِدٍ میں عمل کرنے کی وجہ سے اِس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے، اس طور پر کہ اگر اجلدوا فعل کو اس سے پہلے لاکر رکھ دیا جائے تو وہ اس کو نصب دیدے گا؛ لیکن اِس کے باوجود تمام قراء الزانية والزاني کو رفع کے ساتھ پڑھنے پر متفق ہیں، چوں کہ یہ نحویوں کے قاعدے کے خلاف ہے، اس لیے نحویوں نے اِس کو قاعدے سے خارج کرنے کے لیے مختلف تاویلیں کی ہیں۔

امام ابوالعباس مبرد کہتے ہیں کہ: یہ ''ما اضمر عاملہ'' کے قبیل سے نہیں ہے؛ بلکہ اس میں الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي مبتدا متضمن معنیٔ شرط ہے، ''فاء'' جزائیہ ہے اور اجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ خبر متضمن معنیٔ جزا ہے، اور چوں کہ ''فاء'' جزائیہ کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا؛ اس لیے یہاں اجلدوا فعل کو کل شيء پر مسلط نہیں کرسکتے؛ لہٰذا یہ ''ما اضمر عاملہ'' کے قبیل سے نہیں ہے؛ بلکہ اِس پر رفع پڑھنا لازم ہے۔

اور امام سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ دو مستقل جملے ہیں، الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي سے پہلے حکم مضاف محذوف ہے، پھر یہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا ہے، اور خبر محذوف ہے، اصل عبارت ہے: حكمُ الزانيةِ والزاني فيما يتلى عَلَيْكم بعدُ، اور اِجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا...... الگ جملہ ہے جس میں وہ حکم بیان کیا گیا ہے

(۱) الزانية معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، الزاني معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا متضمن معنیٔ شرط، فاء جزائیہ، اجلدوا فعل امر بافاعل، كل مضاف، واحد موصوف، منهما جار مجرور ثابت کا متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ، مائة ممیّز، جلدة تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر قائم مقام مفعول مطلق، فعل امر اپنے فاعل، مفعول بہ اور قائم مقام مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر متضمن معنیٔ جزاء۔

www.besturdubooks.net

الرَّابِعُ: التَّحْذِيْرُ، وَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِيْرِ "اِتَّقِ" تَحْذِيْرًا مِمَّا بَعْدَهُ، أَوْ ذُكِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُكَرَّرًا؛ مِثْلُ: إِيَّاكَ وَالْأَسَدَ، وَإِيَّاكَ وَأَنْ تَحْذِفَ، وَالطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ.

ترجمہ: چوتھا موقع: تحذیر ہے، اور وہ "إِتَّقِ" فعل مقدر کا ایسا معمول (یعنی مفعول بہ) ہے جس کو اس کے مابعد سے ڈرانے کے لیے ذکر کیا جائے، یا محذّر منہ کو مکرر ذکر کیا جائے؛ جیسے: إِيَّاكَ وَالْأُسَدَ (بچا اپنے آپ کو شیر سے)، إِيَّاكَ وَأَنْ تَحْذِفَ (بچا اپنے آپ کو لاٹھی پھینکنے سے)، الطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ (راستے سے بچ، راستے سے بچ)۔

جس کا ماقبل والے جملے میں وعدہ کیا گیا ہے، اور "فاء" میں تین احتمال ہیں: (۱) فاء سببیہ ہے۔ (۲) زائدہ ہے۔ (۳) تفسیریہ ہے۔ اور چوں کہ ایک جملے کا جز دوسرے جملے میں عمل نہیں کرسکتا، اس لیے یہاں اِجلدُوا فعل کو کل شيء پر مسلط نہیں کرسکتے؛ لہٰذا یہ "ما اضمر عاملہ" کے قبیل سے نہیں ہے؛ بلکہ اِس پر رفع پڑھنا لازم ہے۔

و إلا فالمختار الخ: اور اگر آیت کریمہ میں "فاء" شرط کے معنی میں نہ ہو، اور آیت دو مستقل جملے بھی نہ ہوں، تو الزانية و الزاني "ما اضمر عاملہ" کے قبیل سے ہوگا اور اس پر نصب پڑھنا پسندیدہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ امر سے پہلے ہے؛ لیکن چوں کہ تمام قراء رفع پڑھنے پر متفق ہیں، اس لیے نصب پڑھنا باطل ہے، پس ضروری ہے کہ یا تو "فاء" کو شرط کے معنی میں (یعنی جزائیہ) مانا جائے، یا آیت کو دو مستقل جملے قرار دیا جائے، تاکہ رفع پڑھنا متعین ہوجائے۔

قوله: الرابع: التحذير الخ: یہاں سے مصنف مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کے چوتھے موقع: تحذیر کو بیان فرمارہے ہیں۔

تحذیر کے لغوی معنی: تحذیر کے معنی لغت میں ڈرانے کے ہیں، جس کو ڈرایا جائے اس کو محذّر اور جس سے ڈرایا جائے اس کو محذر منہ کہتے ہیں۔

تحذیر کی اصطلاحی تعریف: تحذیر: اتّقِ، بَعِّدْ، بَاعِدْ اور اِن کے ہم معنی فعل مقدر کا ایسا معمول (یعنی مفعول بہ) ہے جس کو یا تو مابعد سے ڈرانے کے لئے ذکر کیا گیا ہو، یا خود اُس سے دوسرے کو ڈرانے کے لئے اُس کو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔ اول کی مثال (یعنی جس کو مابعد سے ڈرانے کے لئے ذکر کیا گیا ہو): جیسے: إيّاك و الأسدَ[1]، إيّاك وأنْ تحذف، دونوں مثالوں میں "إياك" معطوف علیہ معطوف سے مل کر

(۱) ایاک ضمیر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف الأسد معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول بہ ہوا بَعِّدْ فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اسی طرح إياك و أن تحذف کی ترکیب کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَتقُوْلُ: إِيَّاكَ مِنَ الْأَسَدِ، وَمِنْ أَنْ تَحْذِفَ، وَإِيَّاكَ أَنْ تَحْذِفَ بِتقْدِيْرِ "مِنْ".

ترجمہ: اورآپ کہہ سکتے ہیں: إِيَّاكَ مِنَ الْأَسَدِ (بچا اپنے آپ کو شیر سے)، إِيَّاكَ مِنْ أَنْ تَحْذِفَ (بچا اپنے آپ کو لاٹھی پھینکنے سے) اور إِيَّاكَ أَنْ تَحْذِفَ "مِنْ" حرف جر کو مقدر ماننے کے ساتھ۔

بَعِّدْ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے، اصل عبارت یہ ہے: بَعِّدْ نفسَک و الأسدَ، بَعِّدْ نفسَک وأنْ تحذفَ . بعِّدْ فعل کو قیاساً بطورِ وجوب حذف کر دیا، قرینہ تنگی کا مقام ہے، اندیشہ ہے کہ اگر فعل کو ذکر کیا جائے گا تو محذّر کو محذر منہ سے تکلیف پہنچ جائے گی، پھر نفس کی ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے اس کو بھی حذف کر دیا، اس کے بعد ضمیر متصل کو ضمیر منفصل سے بدل دیا، إیّاک و الأسدَ، إیّاک و أن تحذفَ ہوگیا۔

قاعدہ: اگر غیر افعالِ قلوب میں فاعل اور مفعول بہ دونوں ضمیر ہوں اور دونوں سے ایک ذات مراد ہو تو ایسے موقع پر فاعل اور مفعول بہ کے درمیان نفس یا عین کے ذریعہ فصل کرنا واجب ہوتا ہے، چناں چہ ضربتُني نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ ضربتُ نفسي کہیں گے، اسی قاعدے کی وجہ سے بعّدْ نفسَک میں فاعل اور مفعول بہ کے درمیان نفس کے ذریعہ فصل کیا گیا ہے، "بَعِّدْ" فعل کو حذف کرنے کے بعد چوں کہ صرف ایک ضمیر باقی رہ گئی ہے، اس لئے نفس کی ضرورت نہ رہی، لہٰذا اس کو بھی حذف کر دیا گیا۔

ثانی کی مثال: (یعنی جس کو خود اُس سے دوسرے کو ڈرانے کے لئے مکرر ذکر کیا گیا ہو) جیسے: الطریقَ الطریقَ [1]، یہ مؤکد تاکید سے مل کر اتّق فعل محذوف کا مفعول بہ ہے جو مخاطب کو ڈرانے کے لئے مکرر ذکر کیا گیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: اتّقِ الطریقَ الطریقَ . یہاں "اتّق" فعل کو قیاسا بطورِ وجوب حذف کر دیا گیا ہے، قرینہ یہاں بھی تنگی کا مقام ہے۔

فائدہ: تحذیر کی پہلی قسم میں محذر اور محذر منہ دونوں مذکور ہوتے ہیں، اور دوسری قسم میں صرف محذر منہ مکرر مذکور ہوتا ہے، محذّر مذکور نہیں ہوتا۔

نوٹ: تحذیر کی پہلی قسم میں ہر جگہ اور دوسری قسم کی بعض مثالوں میں "بَعِّدْ، نَحِّ" اور اِن کے ہم معنی کوئی فعل محذوف مانا جائے گا، جب کہ دوسری قسم کی بعض مثالوں میں "اِتَّقِ" اور اُس کے ہم معنی کوئی فعل محذوف مانیں گے۔ (شرح جامی ص:۱۴۵)

وتقول الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تحذیر کی پہلی قسم میں اگر محذّر منہ اسم صریح ہو، تو

---

(۱) الطریقَ مؤکَّد، الطریقَ تاکید، مؤکَّد تاکید سے مل کر مفعول بہ ہوا اتق فعل محذوف کا، اتق فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَلَا تَقُوْلُ: إِيَّاكَ الْأَسَدَ؛ لِامْتِنَاعِ تَقْدِيرِ "مِنْ".

الْمَفْعُوْلُ فِيْهِ: هُوَ مَا فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ مِنْ زَمَانٍ أَوْ مَكَانٍ.

ترجمہ: اورآپ **إِيَّاكَ الْأَسَدَ** نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ (یہاں) "مِنْ" کومقدر ماننا ممتنع ہے۔
مفعول فیہ: وہ زمان یا مکان ہے جس میں فعلِ مذکور کیا گیا ہو۔

اُس میں دوصورتیں جائز ہیں: (۱) اُس کوواؤ کے ساتھ لایا جائے؛ جیسے: **إيّاک والأسدَ** . (۲) واؤ کے بجائے "مِنْ" حرف جر کے ساتھ لایا جائے؛ جیسے: **إيّاک مِنَ الأسدِ** .

اوراگرمحذّ رمنہ اسم تاویلی ہو، تو اُس میں تین صورتیں جائز ہیں: (۱) واؤ کے ساتھ لایا جائے؛ جیسے: **إيّاک وأنْ تحذِفَ** . (۲) واؤ کے بجائے "مِنْ" حرفِ جر کے ساتھ لایا جائے؛ جیسے: **إيّاک مِنْ أَنْ تحذِفَ** . (۳) "مِنْ" کوحذف کردیا جائے؛ جیسے: **إيّاک أَنْ تحذِفَ**؛ اس لیے کہ قاعدہ یہ ہے کہ "أَنْ" اور "أَنَّ" سے پہلے "مِنْ" حرف جر کوحذف کرنا جائز ہے۔

البتہ اگر محذر منہ اسم صریح ہو تو وہاں "مِنْ" حرف جر کوحذف نہیں کرسکتے؛ چناں چہ "مِنْ" حرف جر کو حذف کرکے **إيّاک الأسدَ** نہیں کہہ سکتے؛ اس لیے کہ "أَنْ" اور "أَنَّ" کے علاوہ کسی اور جگہ "مِنْ" کوحذف کرنا خلافِ قیاس اورنا جائز ہے۔

اسم صریح: وہ اسم ہے جو اپنی وضع کے اعتبار سے اسم ہو، تاویل کرکے اُس کواسم نہ بنایا گیا ہو؛ جیسے **أياک والأسد** میں **أسد** اسم صریح ہے۔

اسم تاویلی: وہ اسم ہے جو وضع کے اعتبار سے فعل ہو، بعد میں اُس پر حرفِ مصدر (مثلاً: أَنْ، أَنَّ) داخل کرکے اُس کواسم کی تاویل میں کرلیا گیا ہو؛ جیسے: **إيّاک وأنْ تحذِفَ** میں **أنْ تحذِفَ** اسم تاویلی ہے۔

فائدہ: حرفِ عطف کوحذف کرنا کہیں بھی جائز نہیں؛ مگرشاذ ونادر؛ لہٰذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ **إيّاک الأسدَ** میں واؤ حرف عطف محذوف ہے۔

قولہ: المفعول فیہ الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی تیسری قسم مفعول فیہ کوبیان فرمارہے ہیں:

مفعول فیہ کی تعریف: مفعول فیہ: وہ اسم زمان یا مکان ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو؛ جیسے: **صمتُ دهرًا** اور **جلستُ خلفَک** میں **دهرًا** اور **خلفک** مفعول فیہ ہیں؛ اس لئے کہ **دهر** اسم زمان ہے جس میں فاعل کا فعل **صوم** یعنی روزہ رکھنا واقع ہوا ہے، اور **خلف** اسم مکان ہے جس میں فاعل کا فعل **جلوس** (بیٹھنا) واقع ہوا ہے۔ مفعول فیہ کا دوسرا نام ظرف ہے۔

www.besturdubooks.net

وَشَرْطُ نَصْبِهٖ: تَقْدِيرُ ''فِيْ''. وَظُرُوفُ الزَّمَانِ كُلُّهَا تَقْبَلُ ذٰلِكَ. وَظَرْفُ الْمَكَانِ إِنْ كَانَ مُبْهَمًا قَبِلَ ذٰلِكَ، وَإِلَّا فَلَا.

ترجمہ: اور مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط ''فِيْ'' حرف جر کا مقدر ہونا ہے۔ اور ظروفِ زمان سب اِس کو قبول کرتے ہیں۔ اور ظرفِ مکان اگر مبہم ہو، تو وہ اِس کو قبول کرتا ہے، ورنہ قبول نہیں کرتا۔

وشرط نصبه الخ: یہاں سے مصنف مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط بیان فرمارہے ہیں۔

مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ: اُس سے پہلے ''فِيْ'' حرفِ جر مقدر ہو، یعنی اگر ''في'' مقدر ہوگا تو مفعول فیہ منصوب ہوگا؛ جیسے: صمتُ دهرًا اور جلستُ خلفَكَ میں دهرًا اور خلف مفعول فیہ منصوب ہیں؛ اس لیے کہ اِن سے پہلے ''فِيْ'' حرفِ جر مقدر ہے، ان کی اصل ہے: صمتُ في دهرٍ، جلستُ في خلفِك. اور اگر ''في'' لفظوں میں موجود ہو، تو مفعول فیہ منصوب نہیں ہوگا؛ بلکہ مجرور ہوگا؛ جیسے: صمتُ في دهرٍ، سافرتُ في شهرٍ.

فائدہ: مصنف کے بیان کے مطابق وہ اسم ظرف جو ''في'' حرفِ جر کی وجہ سے مجرور ہو مفعول فیہ میں داخل ہے؛ لیکن یہ جمہور کی اصطلاح کے خلاف ہے، جمہور کے نزدیک وہ اسم حرف جر کے واسطہ سے مفعول بہ ہوتا ہے، مفعول فیہ نہیں ہوتا۔ (شرح جامی ص: ۱۴۷)

وظروف الزمان الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کونسے مفعول فیہ سے پہلے ''فِيْ'' کو مقدر مانا جاسکتا ہے، اور کونسے مفعول فیہ سے پہلے ''فِيْ'' کو مقدر نہیں مان سکتے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ:

ظرف کی دو قسمیں ہیں: ظرف زمان اور ظرف مکان۔

ظرف زمان: وہ اسم ہے جو کسی کام کے وقت پر دلالت کرے، جیسے: صمتُ دهرًا میں دهرًا.

ظرف مکان: وہ اسم ہے جو کسی کام کی جگہ پر دلالت کرے، جیسے: جلستُ خلفَك میں خلفك.

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: ظرف زمان مبہم، ظرف زمان محدود، ظرف مکان مبہم، ظرف مکان محدود۔

ظرف زمان مبہم: وہ ظرفِ زمان ہے جس کی کوئی حد متعین نہ ہو، جیسے: دهر اور حين .

ظرف زمان محدود: وہ ظرف زمان ہے جس کی کوئی حد متعین ہو، جیسے: يوم، ليلة، شهر، سنة.

ظرف مکان مبہم: وہ ظرف مکان ہے جس کی کوئی حد متعین نہ ہو، جیسے: خلف، أمام .

ظرف مکان محدود: وہ ظرف مکان ہے جس کی کوئی متعین حد ہو، جیسے: دار، سوق، مسجد.

www.besturdubooks.net

وَفُسِّرَ الْمُبْهَمُ بِالْجِهَاتِ السِّتِّ. وَحُمِلَ عَلَيْهِ "عِنْدَ" وَ"لَدٰی" وَشِبْهُهُمَا؛ لِإِبْهَامِهِمَا، وَ لَفْظُ "مَكَانٍ"؛ لِكَثْرَتِهٖ، وَمَابَعْدَ "دَخَلْتُ" عَلَى الْأَصَحِّ.

ترجمہ: اور ظرفِ مکان مبہم کی تفسیر جہاتِ ستہ سے کی گئی ہے۔اور ظرفِ مکان مبہم پر محمول کیا گیا ہے "عِندَ"، "لَدٰی" اور اِن کے نظائر کو؛ اِن کے مبہم ہونے کی وجہ سے،اور لفظِ "مکان" کو اُس کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے،اور "دَخَلْتُ" کے مابعد کو اصح قول کے مطابق۔

ظرف کی ان چاروں قسموں میں سے پہلی تین قسمیں: یعنی ظرف زمان مبہم،ظرف زمان محدود اور ظرف مکان مبہم "فی" کے مقدر ہونے کو قبول کرتے ہیں؛ لہٰذا اُن سے پہلے "فی" کو مقدر کر کے اُن کو منصوب پڑھ سکتے ہیں؛ جیسے: **صمت دهرًا، سافرت شهرًا اور جلست خلفَک و أمامَک**،ان کی اصل: **صمت في دهرٍ، سافرت في شهرٍ، جلستُ في خلفِک وفي أمامِک** ہے۔اور آخری قسم یعنی ظرف مکان محدود "فی" کے مقدر ہونے کو قبول نہیں کرتا؛ لہٰذا اُس سے پہلے "فی" کو مقدر کر کے اُس کو منصوب نہیں پڑھ سکتے؛ بلکہ اس سے پہلے "فی" کو ذکر کر کے اُس کو مجرور پڑھنا ضروری ہے؛ جیسے: **جلستُ في الدارِ**.

فائدہ: محذوف: وہ کلمہ ہے جو لفظاً مذکور نہ ہو، معنیً مذکور ہو (یعنی اُس کا اثر لفظوں میں تو موجود نہ ہو؛ لیکن معنی میں موجود ہو)؛ جیسے: ﴿واسئلِ القريةَ﴾ (گاؤں والوں سے دریافت کرو)، یہاں **القرية** سے پہلے **أهل** مضاف محذوف ہے،اس کی اصل: **واسئل أهلَ القريةِ** ہے، یہاں **أهل** کا اثر لفظوں میں موجود نہیں ہے، ورنہ **القرية** مجرور ہوتا، البتہ معنی میں اس کا اثر موجود ہے، جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

مقدر: وہ کلمہ ہے جو معنیً مذکور نہ ہو لفظاً مذکور ہو (یعنی اس کا اثر معنی میں تو موجود نہ ہو، البتہ لفظوں میں موجود ہو) جیسے: **غلامُ زيدٍ**، یہاں لام مقدر ہے،اس کی اصل: **غلامٌ لزيدٍ** ہے،لام کا اثر (یعنی جر) لفظوں میں موجود ہے، معنی میں موجود نہیں ہے۔کبھی محذوف کو مقدر کی جگہ اور مقدر کو محذوف کی جگہ استعمال کر لیا جاتا ہے، یہاں مفعول فیہ کی بحث میں مقدر کو محذوف کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔

وفسّر المبهم الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ظرفِ مکان مبہم سے مراد "جہاتِ ستہ" ہیں، یعنی **أَمَام** (سامنے)، **خَلْف** (پیچھے)، **يَمِيْنٌ** (دائیں)، **شِمَال** (بائیں)، **فَوْق** (اوپر)، **تَحت** (نیچے)۔البتہ کچھ اسماء ایسے ہیں جو "جہاتِ ستہ" کے علاوہ ہیں؛ لیکن اُن کو "جہاتِ ستہ" پر محمول کر لیا گیا ہے، چناں چہ جس طرح "جہاتِ ستہ" "فِیْ" حرفِ جر کے مقدر ہونے کی صورت میں منصوب اور "فِیْ" کے مذکور ہونے کی صورت میں مجرور ہوتے ہیں، اسی طرح وہ اسماء بھی "فِیْ" کے مقدر ہونے کی صورت میں منصوب

www.besturdubooks.net

وَيُنْصَبُ بِعَامِلٍ مُضْمَرٍ، وَعَلٰى شَرِيطَةِ التَّفْسِيرِ.

ترجمہ : اور مفعول فیہ منصوب ہوتا ہے اُس عامل کی وجہ سے جو محذوف ہو (بغیر تفسیر کی شرط کے) اور (اُس عامل کی وجہ سے جو محذوف ہو) تفسیر کی شرط پر۔

اور ''فِیْ'' کے مذکور ہونے کی صورت میں مجرور ہوتے ہیں، وہ اسماء یہ ہیں:

۱-''عِنْدَ''، ''لَدٰی'' اور اِن کے نظائر: مثلاً ''دُوْنَ''، ''سِوٰی'' وغیرہ، چوں کہ ''جہاتِ ستہ'' کی طرح اِن میں بھی ابہام پایا جاتا ہے، اِس لیے اِن کو ''جہاتِ ستہ'' پر محمول کرلیا گیا ہے۔

۲-لفظِ ''مَکَان''، اس میں اگر چہ ابہام تو نہیں پایا جاتا؛ لیکن چوں کہ ''جہاتِ ستہ'' کی طرح یہ بھی کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے، اس لیے اِس کو بھی ''جہاتِ ستہ'' پر محمول کرلیا گیا ہے۔

۳-''دَخَلْتُ'' اور اُس کے معروف مشتقات کا مابعد؛ جیسے: دخلتُ الدارَ، اس میں نحویوں کا اختلاف ہے، بعض نحوی کہتے ہیں کہ یہاں الدار مفعول بہ ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مفعول فیہ ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ اصح قول یہ ہے کہ یہ مفعول فیہ ہے، اور اصل استعمال تو اس کا حرف جر کے ساتھ ہے؛ لیکن چوں کہ یہ ''جہاتِ ستہ'' کی طرح کثیر الاستعمال ہے، اس لیے اس کو ''جہاتِ ستہ'' پر محمول کر کے منصوب پڑھا جاتا ہے۔

جب کہ صاحب شرح جامی کی رائے یہ ہے کہ یہ مفعول فیہ نہیں ؛ بلکہ مفعول بہ ہے؛ اس لیے کہ فعل: تام ہونے کے بعد ہی مفعول فیہ کا تقاضا کرتا ہے، تام ہونے سے پہلے مفعول فیہ کا تقاضا نہیں کرتا، حالاں کہ اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ دخول کے معنی کسی منصوب مثلاً ''دار'' کے بغیر تام نہیں ہوتے، کسی منصوب کے ذریعہ معنی کے تام ہونے کے بعد ہی دخول مفعول فیہ کا تقاضا کرتا ہے، پس جب آپ دخلتُ الدارَ فی البلد الفلانیِّ کہیں، تو ظاہر یہی ہے کہ اس میں ''دار'' مفعول بہ ہے، نہ کہ مفعول فیہ۔ (شرح جامی ص: ۱۴۸)

وینصب بعامل الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کے لیے اُس کے عامل کا لفظوں میں مذکور ہونا ضروری نہیں ؛ بلکہ اگر اُس کا عامل محذوف ہو تو اس صورت میں بھی مفعول فیہ منصوب ہوتا ہے، خواہ اُس کا عامل بغیر تفسیر کی شرط کے محذوف ہو (یعنی یا تو اُس کے بعد کوئی ایسا فعل ہی نہ ہو جو اُس کی تفسیر کر سکے اور اگر کوئی ایسا فعل ہو تو اُس میں ''ما اضمر عاملہ'' کی تمام شرائط موجود نہ ہوں)؛ جیسے آپ سے کوئی پوچھے: متٰی سرتَ؟ (تم کب چلے؟)، اُس کے جواب میں آپ کہیں: یومَ الجمعةِ (جمعہ کے دن) تو یہاں یومَ الجمعة مفعول فیہ منصوب ہے اُس فعل کی وجہ سے جس کو بغیر تفسیر کی شرط کے حذف کردیا گیا ہے، اصل عبارت ہے: سرتُ یومَ الجمعةِ . یا تفسیر کی شرط پر (یعنی ''ما اضمر عاملہ'' کی تمام شرائط پائے جانے کی

www.besturdubooks.net

المَفعُولُ لَهٗ: هُوَ مَا فُعِلَ لِأَجلِهٖ فِعلٌ مَذكُورٌ؛ مِثلُ: ضَرَبتُهٗ تَادِيبًا، وَقَعَدتُّ عَنِ الحَربِ جُبنًا. خِلَافًا لِلزَّجَاجِ؛ فَإِنَّهٗ عِندَهٗ مَصدَرٌ.

ترجمہ: مفعول لہ: وہ اسم ہے جس کی وجہ سے فعل مذکور کیا جائے؛ جیسے: **ضَرَبتُه تَادِيبًا** (میں نے اُس کو مارا ادب سکھانے کے لیے)، **قَعَدتُ عَنِ الحَربِ جُبنًا** (میں لڑائی سے بیٹھ گیا بزدلی کی وجہ سے)۔ برخلاف امام زجاج کے؛ اس لیے کہ وہ (یعنی مفعول لہ) اُن کے نزدیک مصدر (یعنی مفعول مطلق) ہے۔

وجہ سے) اُس کے عامل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہو؛ جیسے: **یومَ الجمعةِ صمتُ فیه**، یہاں **یوم الجمعة** مفعول فیہ میں ''ما اضمر عاملہ'' کی تمام شرائط موجود ہیں؛ (اس لیے کہ اِس کے بعد **صمتُ** فعل ہے جو اس کی ضمیر ''ہاء'' میں عمل کرنے کی وجہ سے اس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے، اس طور پر کہ اگر **صمتُ** فعل کو اس پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اس کو نصب دیدے گا) اس لیے اس کے عامل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے، اور یہ اسی عامل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے، اصل عبارت ہے: **صمتُ یومَ الجمعةِ صمتُ فیه**.

فائدہ: ''ما اضمر عاملہ'' کی جو تفصیل ماقبل میں مفعول بہ کے بیان میں ذکر کی گئی ہے وہی پوری تفصیل یہاں مفعول فیہ میں بھی ہے۔

قولہ: المفعول له الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی چوتھی قسم: مفعول لہ کو بیان فرما رہے ہیں:

مفعول لہ کی تعریف: مفعول لہ: وہ اسم ہے جس کی وجہ سے فعل مذکور واقع ہوا ہو، خواہ اُس کو حاصل کرنے کے لئے فعل مذکور واقع ہوا ہو، جیسے: **ضربتُه تادیبًا**[1] (میں نے اس کو ادب سکھانے کے لئے مارا) اس مثال میں **تادیبًا** مفعول لہ ہے؛ اس لئے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے فعل مذکور ضرب (مارنا) واقع ہوا ہے۔ یا اس کی وجہ سے فعل مذکور واقع ہوا ہو، جیسے: **قعدتُ عن الحرب جبنًا**[2] (میں بزدلی کی وجہ سے لڑائی سے بیٹھ گیا)، اس مثال میں **جبنًا** مفعول لہ ہے؛ اس لئے کہ اس کے پائے جانے کی وجہ سے فعل مذکور **قعود عن الحرب** (لڑائی سے بیٹھنا) واقع ہوا ہے۔

خلافًا للزجاج الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مفعول لہ کے بارے میں امام زجاج کا اختلاف ہے، وہ مفعول لہ کے قائل نہیں ہیں؛ بلکہ وہ اس کو مفعول مطلق کہتے ہیں، اور اس سے پہلے، اُس کے

---

(۱) ضرب فعل، تُ ضمیر فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، تادیبًا مفعول لہ، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) قعد فعل، تُ ضمیر فاعل، عن الحرب جار مجرور متعلق، جبنا مفعول لہ، فعل اپنے فاعل، متعلق اور مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَشَرْطُ نَصْبِهٖ: تَقْدِيْرُ اللَّامِ . وَإِنَّمَا يَجُوْزُ حَذْفُهَا إِذَا كَانَ فِعْلًا لِفَاعِلِ الْفِعْلِ الْمُعَلَّلِ بِهٖ وَمُقَارِنًا لَهٗ فِي الْوُجُوْدِ .

ترجمہ : اور مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط: ''لام'' حرف جر کا مقدر ہونا ہے۔اور ''لام'' کو حذف کرنا صرف اُس وقت جائز ہے جب کہ مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو اور وجود میں اُس سے متصل ہو۔

ہم معنی ایک فعل محذوف مانتے ہیں، چناں چہ ان کے نزدیک ضربتہ تادیبًا کی اصل: أدَّبتُهٗ بالضرب تادیبًا اور قعدتُ عن الحرب جبنا کی اصل: جبنتُ في القعود عن الحرب جبنًا ہے۔

وشرط نصبه الخ: یہاں سے مصنف مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ مفعول لہ کے منصوب ہونے کے لئے لام حرفِ جر کا مقدر (محذوف) ہونا شرط ہے (یعنی مفعول لہ اُسی وقت منصوب ہوگا جب کہ لام حرفِ جر محذوف ہو)، چناں چہ ضربتُه تادیبًا کی اصل: ضربتُه للتادیب اور قعدتُ عن الحربِ جبنًا کی اصل: قعدتُ عن الحربِ للجبنِ ہے۔اور اگر لام محذوف نہ ہو؛ بلکہ مذکور ہو تو مصنف کی رائے کے مطابق اُس وقت بھی وہ مفعول لہ ہوگا؛ مگر منصوب نہیں ہوگا؛ جیسے: ضربتُه للتادیبِ.

وإنما یجوز حذفها الخ: یہاں سے مصنف مفعول لہ سے پہلے لام حرف جر کو حذف کرنے کی شرائط بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: مفعول لہ سے پہلے لام حرف جر کو حذف کرنے کے لیے دو شرطیں ہیں:

(۱) مفعول لہ: فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو، یعنی مفعول لہ اور اُس کے عامل کا فاعل ایک ہو؛ جیسے: ضربتُه تادیبًا میں تادیبًا مفعول لہ اور اُس کے عامل ضربتُ کا فاعل ایک ہے، یعنی متکلم؛ کیوں کہ متکلم ہی مارنے والا ہے اور متکلم ہی مار کر ادب سکھانے والا ہے۔

(۲) مفعول لہ وجود میں اپنے عامل سے متصل ہو، یعنی مفعول لہ اور اُس کے عامل کے وجود کا پورا یا کچھ زمانہ ایک ہو؛ جیسے: ضربتُه تادیبًا، قعدتُ عن الحرب جبنًا، پہلی مثال میں مفعول لہ تادیبًا اور اُس کے عامل ضربتُ کے وجود کا پورا زمانہ ایک ہے؛ اس لیے کہ متکلم سے مارنا اور ادب سکھانا ایک زمانہ ہی میں وجود میں آیا ہے۔اور دوسری مثال میں مفعول لہ جبنًا اور اُس کے عامل قعدتُ کے وجود کا پورا زمانہ تو ایک نہیں؛ البتہ کچھ زمانہ ایک ہے؛ کیوں کہ بزدلی لڑائی سے پیچھے ہٹنے کے وقت ہی وجود میں نہیں آئی؛ بلکہ وہ پہلے سے موجود تھی۔ چوں کہ تادیبًا اور جبنًا مفعول لہ میں مذکورہ دونوں شرطیں موجود ہیں، اس لیے ان سے پہلے لام حرف جر کو حذف کر کے اِن کو منصوب پڑھا گیا ہے۔

اگر مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی، تو مفعول لہ سے پہلے لام حرف جر کو حذف نہیں

www.besturdubooks.net

المَفْعُوْلُ مَعَهُ: هُوَ مَذْكُوْرٌ بَعْدَ الْوَاوِ، لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ فِعْلٍ، لَفْظًا أَوْ مَعْنًى.

ترجمہ: مفعول معہ: وہ اسم ہے جو فعل کے معمول کی مصاحبت کے لیے، واوٗ (بمعنی مع) کے بعد مذکور ہو، خواہ فعل لفظاً ہو یا معنًی۔

کر سکتے؛ بلکہ اُس کو لفظوں میں ذکر کرنا ضروری ہے؛ جیسے: **جئتُک لمجیئِک إیَّایَ، أکرمتُک الیومَ لِوَعدیْ بذٰلک أمسِ**، یہاں لام حرف جر کو حذف کر کے **مجیئک** اور **وعدی** نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ پہلی مثال میں مفعول لہ اور اُس کے عامل کا فاعل ایک نہیں ہے، مفعول لہ کا فاعل مخاطب ہے اور اُس کے عامل کا فاعل متکلم ہے۔ اور دوسری مثال میں اگرچہ مفعول لہ اور اُس کے عامل کا فاعل تو ایک ہی ہے؛ مگر دونوں کے وجود کا زمانہ ایک نہیں ہے، مفعول لہ کے وجود کا تعلق گذشتہ کل سے ہے، جب کہ اُس کے عامل کے وجود کا تعلق آج سے ہے۔

قولہ: المفعول معہ الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی پانچویں قسم مفعول معہ کو بیان فرما رہے ہیں:

مفعول معہ کی تعریف: مفعول معہ: وہ اسم ہے جو فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے واوٗ بمعنی مع کے بعد مذکور ہو، جیسے: **جاء البردُ والجباتِ** میں **الجبات** مفعول معہ ہے؛ اس لئے کہ یہ فعل کے معمول "البرد" کی مصاحبت کے لئے واوٗ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے۔

لمصاحبة معمول فعل: فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر فعل کا معمول فاعل ہے تو مفعول معہ کو واوٗ بمعنی مع کے بعد یہ بتانے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ جس وقت فعل کے معمول فاعل سے فعل صادر ہوا ہے اسی وقت ساتھ ساتھ مفعول معہ سے بھی فعل صادر ہوا ہے، جیسے: مذکورہ مثال میں جس وقت "البرد" فاعل سے فعلِ مجی (یعنی آنا) صادر ہوا ہے اسی وقت مفعول معہ "الجبات" سے بھی فعل مجی صادر ہوا ہے۔

اور اگر فعل کا معمول مفعول بہ ہے تو مفعول معہ کو واوٗ بمعنی مع کے بعد یہ بتانے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ جس وقت فعل کے معمول مفعول بہ پر فعل واقع ہوا ہے اُسی وقت ساتھ ساتھ مفعول معہ پر بھی فعل واقع ہوا ہے، جیسے: **کَفاکَ وزیدًا دِرْهَمٌ** (کافی ہے تجھ کو اور زید کو ایک درہم)، اس مثال میں جس وقت فعل کفایت (کافی ہونا) "کاف" ضمیر مفعول بہ پر واقع ہوا ہے اسی وقت مفعول معہ زید پر بھی واقع ہوا ہے۔

لفظا أو معنیً: مفعول معہ کا عامل یا تو فعل لفظی ہوتا ہے یا فعل معنوی۔

فعل لفظی: وہ فعل ہے جو لفظاً یا تقدیراً کلام میں موجود ہو؛ جیسے: مذکورہ مثال میں **جاء** فعل۔

www.besturdubooks.net

فَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ، فَالْوَجْهَانِ؛ مِثْلُ: جِئْتُ أَنَا وَزَيْدٌ/وَ زَيْدًا . وَإِلَّا تَعَيَّنَ النَّصْبُ؛ مِثْلُ: جِئْتُ وَزَيْدًا.

ترجمہ : پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو، تو وہاں دو صورتیں (رفع اور نصب) جائز ہیں؛ جیسے: جِئْتُ أَنَا وَزَيْدٌ/ وَزَيْدًا (میں آیا اور زید/ میں آیا زید کے ساتھ)۔ اور اگر عطف جائز نہ ہو، تو نصب متعین ہے؛ جیسے: جِئْتُ وَ زَيْدًا (میں آیا زید کے ساتھ)۔

فعل معنوی: وہ فعل ہے جو لفظاً یا تقدیراً کلام میں موجود نہ ہو؛ بلکہ کلام سے سمجھا جا رہا ہو؛ اہل عرب ''ما'' استفہامیہ کے بعد یحصل، یصنع اور ''کیف'' کے بعد تکون وغیرہ فعل سمجھتے ہیں۔

فإن کان الفعل الخ: یہاں سے مصنف مفعول معہ کے احکام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر مفعول معہ کا فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا واؤ کے ماقبل پر عطف جائز ہو تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱) واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واؤ پر مفعول معہ ہونے کی بناء پر نصب پڑھا جائے۔ (۲) واؤ کو عاطفہ مان کر مابعد واؤ کو اعراب میں ماقبل واؤ کے تابع کر دیا جائے؛ جیسے: جئتُ أنا وزیدًا/ وزیدٌ [۱]، یہاں جئتُ فعل لفظوں میں موجود ہے، اور مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف جائز ہے؛ اس لئے کہ یہاں عطف سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لائی جا چکی ہے۔ لہٰذا واؤ کو بمعنی مع مان کر زید پر مفعول معہ ہونے کی وجہ سے نصب پڑھنا بھی جائز ہے، اور واؤ کو عاطفہ مان کر اس کا ضمیر فاعل پر عطف کر کے رفع پڑھنا بھی جائز ہے۔

قاعدہ: ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے اولاً اس کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لانا ضروری ہے، جیسے: جئت أنا وزیدٌ . اگر تاکید نہیں لائی گئی، تو عطف جائز نہ ہوگا، جیسے: جئتُ وزیدًا.

وإلا تعین النصب الخ: اور اگر مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف جائز نہ ہو، تو وہاں ایک صورت متعین ہے، وہ یہ کہ واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واؤ کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھیں گے؛ جیسے: جئتُ و زیدًا، یہاں مابعد واؤ زید کا، ماقبل واؤ ''تُ'' ضمیر پر عطف جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ عطف سے مانع موجود

---

(۱) جاء فعل، تُ ضمیر متصل مؤکد، أنا ضمیر منفصل تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر فاعل، واؤ بمعنی مع، زیدا مفعول معہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول معہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اور اگر واؤ کو عاطفہ مانیں تو ترکیب یہ ہوگی: جاء فعل، تُ ضمیر متصل مؤکد، أنا ضمیر منفصل تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، زید معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَإِنْ كَانَ مَعْنًى وَجَازَ الْعَطْفُ، تَعَيَّنَ الْعَطْفُ؛ نَحْوُ: مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو. وَإِلَّا تَعَيَّنَ النَّصْبُ؛ مِثْلُ: مَالَكَ وَزَيْدًا، وَمَا شَانُكَ وَعَمْرًا؛ لِأَنَّ الْمَعْنٰى مَا تَصْنَعُ.

ترجمہ : اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو، تو عطف متعین ہے؛ جیسے: مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو (کیا ہے زید اور عمرو کے لیے؟)۔ اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے؛ جیسے: مَا لَكَ وَزَيْدًا (کیا کرے گا تو زید کے ساتھ)، مَا شَانُكَ وَعَمْرًا (کیا کرے گا تو عمرو کے ساتھ)؛ اس لیے کہ معنی مَا تَصْنَعُ ہے۔

ہے؛ کیوں کہ ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید نہیں لائی گئی ہے؛ لہٰذا یہاں واؤ کو بمعنی مع مان کر زید پر، مفعول معہ ہونے کی وجہ سے نصب پڑھنا متعین ہے۔

وإن كان معنى الخ: اور اگر فعل معنوی ہو اور مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف جائز ہو، تو وہاں عطف متعین ہوگا، یعنی واؤ کو عاطفہ مان کر مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف کیا جائے گا، واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واؤ کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب نہیں پڑھیں گے، جیسے: مالزيدٍ وعمرٍو (۱)، یہاں ما استفہامیہ کے بعد حصل فعل معنوی ہے اور مابعد واؤ عمرو کا ماقبل واؤ زید پر عطف جائز ہے؛ اس لئے کہ عطف سے کوئی چیز مانع نہیں ہے: لہٰذا یہاں واؤ کو عاطفہ مان کر عمرو کا زید پر عطف کرنا متعین ہے؛ اس لئے کہ فعل معنوی کو ضرورت کی وجہ سے مفعول معہ کا عامل مانا گیا ہے، اور جہاں عطف جائز ہو، چوں کہ وہاں ضرورت نہیں، اس لئے وہاں فعل معنوی کو عامل نہیں مانا جائے گا۔

اور اگر مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف جائز نہ ہو تو وہاں نصب متعین ہے یعنی واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واؤ کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا جائے گا، عطف نہیں کیا جائے گا؛ جیسے: مالَكَ وزيدًا (۲)، وما شَانُكَ وعمرًا، یہاں مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا اس وقت جائز ہوتا ہے جب کہ معطوف پر عامل جار کا اعادہ کیا جائے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا عطف جائز نہیں ہوگا؛ بلکہ واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واؤ کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھنا متعین ہے۔

(۱) ما بمعنی أی شئ مبتداء، لام حرف جر، زید معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، عمرو معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا ثابت اسم فاعل محذوف کا، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

(۲) ما بمعنی أی شئ مبتدا، لک جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، واؤ بمعنی مع، زیدا مفعول معہ معنی فعل تصنع کا، مبتدا خبر اور معنی فعل کے مفعول معہ سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔ اسی طرح ما شانک وعمروا کی ترکیب کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

الحَالُ: مَا يُبَيِّنُ هَيْئَةَ الْفَاعِلِ أَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ لَفْظًا أَوْ مَعْنًى؛ نَحْوُ: ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا، وَ زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا، وَ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا.

ترجمہ: حال: ایسا لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی حالت بیان کرے، خواہ فاعل اور مفعول بہ لفظی ہوں یا معنوی؛ جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا (میں نے زید کو مارا کھڑے ہونے کی حالت میں)، زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا (زید گھر میں ہے درآں حالیکہ کھڑا ہے)، هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا (یہ زید ہے درآں حالیکہ کھڑا ہے)۔

قوله: الحال ما يبين الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی چھٹی قسم: حال کو بیان فرمارہے ہیں:

حال کی تعریف: حال ایسا لفظ ہے جو بوقتِ صدورِ فعل فاعل کی حالت بیان کرے؛ جیسے: ضربتُ زيدًا قائمًا (۱) میں قائمًا حال ہے (جب کہ اِسے "تُ" ضمیر فاعل سے حال مانیں)، یا بوقتِ وقوعِ فعل مفعول بہ کی حالت بیان کرے؛ جیسے: ضربتُ زيدًا قَائمًا میں قائمًا (جب کہ اِسے زید مفعول بہ سے حال مانیں)، یا فاعل اور مفعول بہ دونوں کی حالت بیان کرے؛ جیسے: لقيتُ عمرًا راكبَيْنِ میں راكبين.

ذوالحال: وہ فاعل یا مفعول بہ ہے جس کی حالت بیان کی جائے، خواہ فاعل حقیقۃً ہو؛ جیسے: جاءني زيدٌ راكبًا میں زید۔ یا حکماً، جیسے: جئت أنا وزيدٌ راكبَينِ میں زید حکماً فاعل ہے۔ اسی طرح خواہ مفعول بہ حقیقۃً ہو، جیسے: ضربتُ زيدا قائمًا میں زید۔ یا حکماً؛ جیسے: ضربتُ الضرب شديدًا میں الضرب حکماً مفعول بہ ہے؛ اس لئے کہ یہ أحدثتُ الضرب شديدًا کے معنی میں ہے۔

فائدہ: کبھی ذوالحال مضاف الیہ بھی ہوتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مضاف ایسا فاعل یا مفعول بہ ہو کہ اگر اس کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ رکھ دیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو، جیسے: ﴿بَلِ اتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيْفًا﴾، یہاں إبراهيم مضاف الیہ ذوالحال اور حنيفا حال ہے؛ اس لئے کہ یہاں مضاف ایسا مفعول بہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر کے إبراهيم کو اس کی جگہ رکھ دیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی، لہٰذا یہ حکما مفعول بہ ہے۔ یا مضاف مضاف الیہ کا جز ہو اور مضاف کی طرف لوٹنے والی ضمیر فاعل یا نائب فاعل، یا مفعول بہ واقع ہو؛ جیسے: ﴿إِنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ﴾، اس مثال میں مصبحين هؤلاء مضاف الیہ سے حال ہے؛ اس لئے کہ یہاں مضاف مضاف الیہ کا جز ہے اور مضاف کی طرف لوٹنے

(۱) ضرب فعل، تَ ضمیر ذوالحال، قائما شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، زیدا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اور گر قائما کو زید مفعول بہ سے حال مانا جائے، تو "تُ"، ضمیر فاعل ہوگی اور زید ذوالحال قائما حال سے مل کر مفعول بہ ہوگا۔

www.besturdubooks.net

وَعَامِلُهَا: الْفِعْلُ، أَوْ شِبْهُهُ، أَوْ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: اور حال کا عامل یا تو فعل ہوتا ہے، یا شبہ فعل، یا معنئ فعل۔

والی ضمیر مقطوعٌ اسم مفعول کا نائب فاعل واقع ہے، لہٰذا اس اعتبار سے ھؤلاء حکماً نائب فاعل ہے۔

لفظا أو معنىً الخ: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ذوالحال کا فاعل یا مفعول بہ ہونا ضروری ہے، خواہ فاعل یا مفعول بہ لفظی ہوں (یعنی فاعل کی فاعلیت اور مفعول بہ کی مفعولیت پر دلالت کرنے والا عامل لفظاً یا تقدیراً کلام میں موجود ہو) جیسے: **ضربتُ زیدًا قائمًا** میں "تُ"، ضمیر ذوالحال فاعل لفظی ہے اور **ضربتُ زیدا مشدودًا** میں زید ذوالحال مفعول بہ لفظی ہے۔

یا فاعل اور مفعول بہ معنوی ہوں (یعنی فاعل کی فاعلیت اور مفعول بہ کی مفعولیت پر دلالت کرنے والا عامل لفظاً یا تقدیراً کلام میں موجود نہ ہو؛ بلکہ کلام سے سمجھا جارہا ہو) فاعل معنوی کی مثال، جیسے: **زید فی الدار قائمًا** [1]. اس مثال میں زید ذوالحال اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے مبتدا ہے؛ لیکن معنی کے اعتبار سے فاعل ہے؛ اس لئے کہ یہ **زیدٌ استقرّ فی الدار قائمًا** کے معنی میں ہے، درحقیقت **استقرّ** میں **ھو** ضمیر ذوالحال ہے جو زید کی طرف راجع ہے؛ لہٰذا اس اعتبار سے زید معنیً فاعل ہے۔

مفعول بہ معنوی کی مثال؛ جیسے: **ھذا زیدٌ قائمًا** [2]. اس مثال میں زید ذوالحال اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے خبر ہے؛ لیکن معنی کے اعتبار سے مفعول بہ ہے؛ اس لئے کہ یہ **أُشیرُ وأنبّهُ زیدًا قائمًا** کے معنی میں ہے؛ لہٰذا اس اعتبار سے زید، **أُشِیْرُ وَأُنَبِّهُ** معنیٔ فعل کا مفعول بہ ہے۔

وعاملها الفعل الخ: یہاں سے مصنف حال کے عامل کو بیان فرمارہے ہیں: حال میں عامل یا تو فعل ہوتا ہے، یا شبہ فعل، یا معنیٔ فعل۔

فعل: وہ کلمہ ہے جس کے معنی دوسرے کلمے کے ملائے بغیر معلوم ہوں اور تینوں زمانوں (ماضی، حال اور مستقبل) میں سے کوئی زمانہ اُس میں پایا جارہا ہو؛ جیسے: **جَاءَ، ضَرَبَ** وغیرہ۔

شبہ فعل: وہ اسم ہے جو عمل میں فعل کے مشابہ ہو اور اُس کا اور فعل کا مادّہ ایک ہو، جیسے: **ضَارِبٌ** شبہ فعل ہے، اس لئے کہ یہ عمل میں **یضربُ** فعل کے مشابہ ہے (جو عمل یضربُ کرتا ہے وہی عمل یہ بھی کرتا ہے) اور

---

(۱) زید مبتدا، فی الدار جارمجرور متعلق استقر فعل محذوف کا، استقر فعل، ھو ضمیر مستتر ذوالحال، قائما شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) ھذا اسم اشارہ مبتدا، زید ذوالحال، قائما شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

اس کا اور یضربُ فعل کا مادہ ایک ہے۔ شبہ فعل پانچ ہیں: (۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) صفت مشبہ (۴) اسم تفضیل (۵) مصدر۔

معنیٔ فعل: وہ کلمہ ہے جس سے فعل کے معنی سمجھے جائیں اور اُس کا اور فعل کا مادہ ایک نہ ہو، جیسے: **ھَا** حرف تنبیہ اور ذَا اسم اشارہ معنیٔ فعل ہیں؛ اس لئے کہ ھا سے أنبّہ اور ذَا سے أُشِیرُ فعل کے معنی سمجھے جاتے ہیں اور ان کا اور أنبّہ اور أشیرُ کا مادہ ایک نہیں ہے۔

اسمائے اشارہ، اسمائے افعال، حروفِ نداء، تشبیہ، تمنی، ترجی وغیرہ سب معنیٔ فعل میں داخل ہیں؛ اس لئے کہ ان سے فعل کے معنی سمجھے جاتے ہیں اور جن افعال کے معنی اِن سے سمجھے جاتے ہیں اُن کا اور اِن کا مادہ ایک نہیں ہے۔

فائدہ: رضی شرح کافیہ (۲/۵۴)، غایۃ التحقیق (ص۱۸۹)، درایۃ النحو (ص۱۲۱) میں معنیٔ فعل کی یہی تعریف کی گئی ہے۔ شرح ابن عقیل (ص۹۳) اور النحو الوافی (۲/۳۲۹، ط: کراچی) میں بھی الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ یہی تعریف لکھی ہے؛ لیکن صاحب شرح جامی نے شرح جامی (ص۱۵۵) میں معنیٔ فعل کی اس کے برخلاف ایک دوسری تعریف کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ معنیٔ فعل: فعل کے وہ معنی ہیں جو کلام کے فحوی (مضمون) سے سمجھے جارہے ہوں، صراحۃً یا تقدیراً کلام میں مذکور نہ ہوں؛ جیسے: **ھذا زیدٌ قائمًا** میں اشارہ اور تنبیہ، یازیدُ میں نداء، **لیتک عندنا مقیمًا** میں تمنی، **لعلّه فی الدار قائمًا** میں ترجی اور **کأنّه أسدٌ صائلًا** میں تشبیہ معنیٔ فعل ہے؛ اس لئے کہ یہ کلام کے مضمون سے سمجھے جارہے ہیں، صراحۃً یا تقدیراً کلام میں مذکور نہیں ہیں۔

پہلی تعریف کے اعتبار سے **ھا** حرف تنبیہ، **ذا** اسم اشارہ، حروفِ ندا، حروفِ تمنی وترجی، اسمائے افعال اور حروفِ تشبیہ خود معنیٔ فعل ہیں، اور شرح جامی کی اِس تعریف کے اعتبار سے **ھا** حرفِ تنبیہ اور **ذا** اسم اشارہ وغیرہ معنیٔ فعل نہیں ہیں؛ بلکہ اِن سے جو أنبّہ و أشیر وغیرہ افعال کے معنی سمجھے جاتے ہیں وہ معنیٔ فعل ہیں۔

فائدہ: ظرفِ مستقر (یعنی وہ ظرف اور جار مجرور جن کا متعلَّق محذوف ہو) صاحب کافیہ، صاحب ہدایۃ النحو اور عام نحویین کے نزدیک معنیٔ فعل ہیں، ظرفِ مستقر کے متعلَّق میں جو ضمیر ہوتی ہے ان کے نزدیک وہ فاعل معنوی ہے، فاعل لفظی نہیں۔ اور صاحب شرح جامی کے نزدیک ظرف مستقر معنیٔ فعل نہیں ہے؛ بلکہ فعل لفظی کا معمول ہے؛ کیوں کہ اس کا متعلَّق تقدیراً کلام میں مذکور ہوتا ہے اور حسبِ قاعدہ: "**المحذوفُ کالملفوظ**" مقدر ملفوظ کے حکم میں ہوتا ہے؛ لہٰذا صاحب شرح جامی کے نزدیک ظرف مستقر کے متعلَّق میں جو ضمیر ہوتی ہے وہ فاعل لفظی حکمی ہے، فاعل معنوی نہیں؛ چناں چہ **زیدٌ فی الدارِ قائمًا** میں صاحب کافیہ اور صاحب ہدایۃ النحو وغیرہ کے نزدیک ذوالحال فاعل معنوی ہے اور قائما حال کا عامل معنیٔ فعل ہے۔ اور صاحب

www.besturdubooks.net

وَشَرْطُهَا: أَنْ تَكُوْنَ نَكِرَةً، وَصَاحِبُهَا مَعْرِفَةً غَالِبًا.

ترجمہ: اور حال کی شرط یہ ہے کہ: وہ نکرہ ہو، اور ذوالحال اکثر معرفہ ہو۔

شرح جامی کے نزدیک اس میں ذوالحال فاعل لفظی حکمی ہے اور حال کا عامل فعل لفظی ہے، نہ کہ معنیٔ فعل۔

فعل کے عامل ہونے کی مثال: جیسے: ضربتُ زیدًا قائمًا میں قائمًا حال کا عامل ضرب فعل ہے۔

شبہ فعل کے عامل ہونے کی مثال: جیسے: زیدٌ ضاربٌ أبوهُ عمرًا قائمًا میں قائمًا حال کا عامل ضاربٌ شبہ فعل ہے۔

معنیٔ فعل کے عامل ہونے کی مثال: جیسے: هذا فی الدار قائمًا میں قائمًا حال کا عامل معنیٔ فعل ہے جو هذا سے سمجھا جارہا ہے؛ اس لئے کہ یہ أنبّه اور أشیرُ کے معنی میں ہے۔

فائدہ: ہر معنیٔ فعل عامل نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا دار و مدار سماع پر ہے، جس معنیٔ فعل کا حال کا عامل ہونا اہل عرب سے سنا گیا ہے، وہی معنیٔ فعل حال کا عامل ہوگا، ہر معنیٔ فعل کو حال کا عامل قرار نہیں دیا جائے گا۔

فائدہ: صاحب شرح جامی کی رائے کے مطابق (اور یہی صحیح بھی ہے) معنیٔ فعل لفظًا یا تقدیراً کلام میں موجود نہیں ہوتا؛ بلکہ صحت کلام کے لئے اس کو عامل مانا جاتا ہے؛ اس لئے کہ اگر اس کو عامل نہ مانا جائے تو حال کا بغیر عامل کے ہونا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے، چوں کہ ظرف مستقر میں فعل یا شبہ فعل (علی حسب اختلاف) تقدیراً کلام میں موجود ہوتا ہے، اس لئے وہاں معنیٔ فعل کو حال کا عامل ماننا صحیح نہیں۔ چناں چہ صاحب کافیہ نے جو فاعل معنوی کے ذوالحال ہونے کی مثال زیدٌ فی الدرا قائمًا دی ہے یہ صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ فاعل لفظی حکمی کے ذوالحال ہونے کی مثال ہے، فی الدار سے پہلے استقرّ فعل یا ثابتٌ شبہ فعل محذوف ہے، اس میں جو ھو ضمیر مستتر فاعل ہے وہ ذوالحال ہے، زید مبتدا ذوالحال نہیں ہے۔

وشرطها: أن تكون الخ: یہاں سے مصنف حال کی شرط بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: حال کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو اور ذوالحال اکثر معرفہ ہو، یعنی حال کا نکرہ ہونا ضروری ہے، اور ذوالحال کا اکثر استعمال (یعنی مندرجہ ذیل پانچ صورتوں کے علاوہ باقی تمام صورتوں) میں معرفہ ہونا ضروری ہے؛ جیسے: ضربتُ زیدًا قائمًا میں قائمًا حال نکرہ ہے اور ''تُ'' ضمیر ذوالحال معرفہ ہے۔

فائدہ: پانچ صورتیں ایسی ہیں جن میں ذوالحال نکرہ ہوتا ہے:

(۱) ذوالحال نکرۂ موصوفہ ہو؛ جیسے: جاء نی رجلٌ من بنی تمیمٍ فارسًا۔

(۲) ذوالحال ایسا نکرہ ہو جو استغراق پر دلالت کرے؛ جیسے: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ أَمْرًا

www.besturdubooks.net

وَ"أَرْسَلَهَا الْعِرَاکَ" وَ"مَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ" وَنَحْوُهٗ مُتَأَوَّلٌ. فَإِنْ کَانَ صَاحِبُهَا نَکِرَةً وَجَبَ تَقْدِیْمُهَا .

ترجمہ : اور"أَرْسَلَهَا الْعِرَاکَ"(اس نے جنگلی گدھیوں کو اکٹھا کر کے بھیجا)،"مَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ"(میں گذرا تنہا اُس کے پاس سے)اوران کے نظائر میں تاویل کی گئی ہے۔ پس اگر ذوالحال نکرہ ہو،تو حال کو(ذوالحال پر)مقدم کرنا واجب ہے۔

مِنْ عِنْدِنَا﴾، جب کہ"أمرًا"کو"کل أمر"سے حال قرار دیا جائے۔

(۳)ذوالحال ایسا نکرہ ہو جو استفہام کے تحت واقع ہو؛ جیسے: هَلْ أتاکَ رجلٌ راکِبًا ؟

(۴)حال"إلّا"کے بعد واقع ہو؛ جیسے: ما جاء نی رجلٌ إلّا راکبًا .

(۵)حال ذوالحال پر مقدم ہو؛ جیسے: ما جاء نی راکبًا رجلٌ .

اِن کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں ذوالحال کا معرفہ ہونا ضروری ہے۔ (شرح جامی ص:۱۵۵-۱۵۶)

وأرسلها العراک الخ: اس عبارت سے مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں،اعتراض یہ ہے کہ:ابھی آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ حال کے لیے نکرہ ہونا شرط ہے،حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ أرسلها العراکَ اورمررتُ به وحدَه میں العراکَ اوروحدَه حال ہیں،جب کہ یہ نکرہ نہیں؛ بلکہ معرفہ ہیں؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ: العراکَ اوروحدَه نکرہ کی تاویل میں ہیں،اورحال کے لیے حقیقۃً نکرہ ہونا شرط نہیں؛ بلکہ فی الجملہ نکرہ ہونا کافی ہے،خواہ حقیقۃً نکرہ ہو؛ جیسے:ضربتُ زیدًا قائمًا میں قائمًا حال حقیقۃً نکرہ ہے۔یا صورۃً نکرہ ہو،جیسے:أخذتُ المالَ کُلًّا میں کُلًّا حال صورۃً نکرہ ہے،حقیقۃً نکرہ نہیں ہے؛اس لئے کہ یہ کلَّ المالِ کے معنی میں ہے جو حقیقت میں معرفہ ہے۔یا معنیً نکرہ ہو؛ جیسے: أرسلها العراکَ [1] اور مررتُ به وحدَه [2] میں العراکَ اور وحدَه معنیً نکرہ ہیں؛اس لئے کہ العراکَ: مُعترِکةً نکرہ کے،اور وحدَه:منفردًا نکرہ کے معنی میں ہے۔

فإن کان صاحبها الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر ذوالحال نکرۂ محضہ ہو،اورحال نکرہ

---

(۱) أرسل فعل بافاعل،ها ضمیر ذوالحال،العراکَ معترکةً نکرہ کے معنی میں ہو کر حال،ذوالحال حال سے مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) مررت فعل بافاعل،باء حرف جر،هاء ضمیر ذوالحال،وحده مرکب اضافی منفردًا نکرہ کے معنی میں ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر مجرور،جار مجرور سے مل کر متعلق،فعل اپنے فاعل اورمتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَلا يَتقدَّمُ عَلَى العَامِلِ المَعْنوِيِّ، بِخِلافِ الظَّرفِ، وَلا عَلَى المَجرُورِ عَلَى الأَصَحِّ .

ترجمہ: اور حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا، برخلاف ظرف کے، اور نہ مجرور پر اصح قول کے مطابق۔

اور معرفہ کے درمیان مشترک نہ ہو، تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے؛ جیسے: جاء نی راکبًا رجلٌ، اس مثال میں چوں کہ رجل نکرۂ محضہ ہے، اس لئے راکبا حال کو اس پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ اگر ذوالحال نکرۂ محضہ ہو اور حالت نصبی میں ہو تو وہاں اگر حال کو ذوالحال پر مقدم نہیں کیا جائے گا تو حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا، یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ ماقبل سے حال ہے یا اس کی صفت ہے، جیسے: رأیتُ رجلًا راکبًا، یہاں اگر راکبا حال کو مقدم نہ کیا جائے تو التباس ہوگا، معلوم نہیں ہو سکے گا کہ راکبا حال ہے یا رجلا کی صفت ہے، اس کے برخلاف اگر راکبا کو مقدم کر دیا جائے اور اس طرح کہا جائے: رأیتُ راکبًا رجلًا تو اب التباس نہیں ہوگا؛ بلکہ راکبا کا حال ہونا متعین ہو جائے گا؛ اس لئے کہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہوتی۔

ذوالحال کے حالت رفعی یا حالت جری میں ہونے کی صورت میں اگر چہ حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا (خواہ حال کو مقدم کیا جائے یا نہ کیا جائے)؛ لیکن باب کی موافقت کے لئے حالت رفعی اور حالت جری کو بھی حالت نصبی کے ساتھ لاحق کر دیا گیا، تاکہ تینوں حالتوں کا حکم یکساں ہو جائے، اب تینوں حالتوں میں ذوالحال کے نکرۂ محضہ ہونے کی صورت میں، حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے۔

فائدہ: ذوالحال کے نکرۂ محضہ ہونے کی صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ حال مفرد ہو؛ اس لئے کہ اگر حال جملہ ہو اور ذوالحال مفرد ہو، تو وہاں جملے کے شروع میں واؤ کا لانا واجب ہوتا ہے، حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب نہیں ہوتا۔ (درایۃ النحو ص:۱۲۲)

ولا یتقدم علی الخ: یہاں سے مصنف اُن چیزوں کو بیان فرما رہے ہیں جن پر حال کو مقدم کرنا جائز نہیں، فرماتے ہیں کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر حال کو مقدم کرنا جائز نہیں:

۱– عامل معنوی پر حال کو مقدم کرنا جائز نہیں، یعنی اگر حال کا عامل صراحۃً یا تقدیراً کلام میں مذکور نہ ہو؛ بلکہ کلام کے مضمون سے سمجھا جا رہا ہو، تو کلام کے جس لفظ سے وہ عامل سمجھ میں آ رہا ہے اُس پر حال کو مقدم کرنا جائز نہیں؛ چناں چہ قائمًا ھٰذَا زیدٌ نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ یہاں حال کا عامل أنبّہ اور اُشیرُ فعل کے معنی ہیں جو صراحۃً یا تقدیراً یہاں مذکور نہیں ہیں؛ بلکہ ھٰذا اسم اشارہ سے سمجھ میں آ رہے ہیں۔

البتہ اگر وہ لفظ جس سے عامل معنوی سمجھ میں آ رہا ہو، ایسی دو چیزوں پر دلالت کرے جن کے ساتھ الگ

www.besturdubooks.net

الگ دو معنیٔ مصدری قائم ہوں، جیسا کہ حرف تشبیہ مشبّہ اور مشبّہ بہ پر دلالت کرتا ہے، تو وہاں حال کو اُس لفظ پر مقدم کرنا واجب ہے جس سے عامل معنوی سمجھ میں آرہا ہے؛ جیسے: **زیدٌ قائمًا کعمرٍو قاعدًا**. یہاں **قائمًا** حال کو "کاف حرف تشبیہ" پر مقدم کیا گیا ہے؛ کیوں کہ "کاف حرف تشبیہ" زید مشبّہ اور عمرو مشبّہ بہ پر دلالت کررہا ہے، اور زید کے ساتھ کھڑا ہونے کے معنی اور عمرو کے ساتھ بیٹھنے کے معنی قائم ہیں، اگر یہاں **قائمًا** حال کو مقدم نہیں کریں گے تو التباس لازم آئے گا، پتہ نہیں چل پائے گا کہ زید اور عمرو میں سے کون کھڑا اور کون بیٹھا ہے۔

بخلاف الظرف: اس عبارت سے مصنف ایک وہم کو دور کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ حال معنی کے اعتبار سے ظرف کے مشابہ ہے؛ کیوں کہ **جاء نی زیدٌ راکبًا** میں **راکبًا** حال **وقتَ الرکوبِ** کے معنی میں ہے، پس جس طرح حال کو عامل معنوی پر مقدم کرنا جائز نہیں، اسی طرح ظرف کو بھی عامل معنوی پر مقدم کرنا جائز نہیں ہو چاہئے؟

مصنف فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ اُس ظرف کو جو حال نہ ہو، اُس کے عامل معنوی: ظرف یا جار مجرور پر مقدم کرنا جائز ہے، خواہ وہ مبتدا کے بعد ہو؛ جیسے: **زیدٌ الیومَ فی الدارِ**. یا مبتدا سے پہلے ہو؛ جیسے ﴿**کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ**﴾، یہاں **الیومَ** اور **کلَّ یومٍ** ظرف کو اِن کے عامل معنوی: **فی الدار** اور **فی شأن** جار مجرور پر مقدم کیا گیا ہے؛ کیوں کہ ظروف میں کثرتِ استعمال کی وجہ سے اُن چیزوں کی گنجائش ہوتی ہے جن کی غیر ظروف میں گنجائش نہیں ہوتی۔

اور اگر ظرف کا عامل معنوی: ظرف اور جار مجرور کے علاوہ (مثلاً: تشبیہ، تمنی، تنبیہ وغیرہ) ہو، تو وہاں ظرف کو عامل معنوی پر مقدم کرنا جائز نہیں۔ (رضی ۲/ ۶۵)

فائدہ: اگر حال کا عامل ظرف یا جار مجرور ہو، تو حال کو اُس ظرف اور جار مجرور پر مقدم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام سیبویہ فرماتے ہیں کہ: مقدم نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ ظرف عامل ضعیف ہے، وہ صرف اپنے مابعد ہی میں عمل کرسکتا ہے، ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا۔ اور امام اخفش کہتے ہیں کہ: اگر حال مبتدا کے بعد ہو، تو اُس کو اُس کے عامل (ظرف یا جار مجرور) پر مقدم کر سکتے ہیں؛ جیسے: **زیدٌ قائمًا فِی الدّارِ**. اور اگر مبتدا سے پہلے ہو، تو اُس کو اُس کے عامل (ظرف یا جار مجرور) پر مقدم نہیں کر سکتے؛ چناں چہ **قائمًا زیدٌ فی الدار** اور **قائمًا فی الدارِ زیدٌ** نہیں کہہ سکتے۔ (رضی ۲/ ۶۵، غایۃ التحقیق ص: ۱۹۳)

۲- ذوالحال مجرور پر حال کو مقدم کرنا جائز نہیں، اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر ذوالحال نکرۂ محضہ ہو اور اضافتِ معنویہ کی وجہ سے مجرور ہو، تو بالاتفاق حال کو اُس پر مقدم کرنا جائز نہیں؛ جیسے: **جاء نی غلامُ رجلٍ راکبًا**، یہاں "راکبا" حال کو مقدم کر کے **جاء نی راکبًا غلامُ رجلٍ** نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ ذوالحال: "رجل" نکرۂ محضہ ہے اور اضافتِ معنویہ کی وجہ سے مجرور ہے۔

www.besturdubooks.net

اور اگر اضافتِ لفظیہ، یا لفظ "غیــر" کی اضافت کی وجہ سے مجرور ہو، تو عام نحویوں کی رائے تو یہ ہے کہ وہاں بھی حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز نہیں، جب کہ صاحبِ "الہامیہ" کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز ہے، چناں چہ اُن کے نزدیک **جاء نی راکبًا ضاربُ زیدٍ، جاء نی قائمًا غیرُ زیدٍ** کہہ سکتے ہیں۔ [دیکھئے: الہامیہ، ص:۱۴۸]

(۲) اور اگر ذوالحال حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو، تو اس میں اختلاف ہے، امام سیبویہ اور اکثر بصریین کے نزدیک وہاں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز نہیں، اور ابن کیسان، ابوعلی اور ابن برہان کے نزدیک مقدم کرنا جائز ہے، مصنف نے "**علی الاصح**" کہہ کر امام سیبویہ اور اکثر بصریین کی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔

فائدہ: صاحبِ "النحو الوافی" نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تفصیل بیان کی ہے:

اگر ذوالحال حرف جر اصلی کی وجہ سے مجرور ہو، تو بہتر یہ ہے کہ اُن حضرات کی رائے کو اختیار کیا جائے جو اِس صورت میں حال کے ذوالحال پر مقدم کرنے کو جائز کہتے ہیں؛ اس لئے کہ قرآن کریم وغیرہ میں ایسی بہت سی مثالیں وارد ہوئی ہیں جن میں ذوالحال کے حرف جر اصلی کی وجہ سے مجرور ہونے کی صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کیا گیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ**﴾، اس آیت میں **کافةً** حال اور **الناس** ذوالحال ہے جو لام حرف جر اصلی کی وجہ سے مجرور ہے، اور **کافةً** حال کو اس پر مقدم کیا گیا ہے۔

اور اگر ذوالحال ایسے حرف جر زائد کی وجہ سے مجرور ہو جس کو حذف کرنا یا تو جائز نہ ہو یا قلیل ہو، تو وہاں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز نہیں؛ جیسے: **أَجْمِلْ بالنّجومِ طالعةً**، یہاں "**طالعة**" حال کو مقدم کرکے **أجمِلْ طالعةً بالنُّجُومِ** نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ ذوالحال "**النجوم**" باء حرف جر زائد کی وجہ سے مجرور ہے، جس کو حذف کرنا یہاں (یعنی صیغۂ تعجب میں) جائز نہیں۔ **کفی بالمرءِ مُرشدًا**، یہاں "**مرشدًا**" حال کو مقدم کرکے **کفی مرشدًا بالمرءِ** نہیں کہہ سکتے: اس لئے کہ ذوالحال "**المرء**" باء حرف جر زائد کی وجہ سے مجرور ہے، جس کو حذف کرنا یہاں (یعنی کفی کے فاعل میں) قلیل ہے۔

اور اگر ذوالحال ایسے حرف جر زائد کی وجہ سے مجرور ہو جس کو اکثر حذف کردیا جاتا ہو، تو وہاں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز ہے؛ جیسے: **ما جاء نی متأخِّرًا من أحدٍ**. (النحو الوافی ۲/۳۲۶، ۳۲۷) (۱)

(۱) کچھ مواقع اور ہیں جہاں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز نہیں:

۱- ذوالحال "حروف مشبہ بالفعل" کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔

۲- ذوالحال "فعل تعجب" کی وجہ سے منصوب ہو۔

۳- ذوالحال ایسے فعل کی وجہ سے منصوب ہو جس پر "أنْ" ناصبہ داخل ہو۔

۴- ذوالحال ایسی ضمیر متصل ہو جو "الف لام" بمعنی "الذی" اسم موصول کے صلہ سے ملی ہوئی ہو۔ (النحو الوافی ۲/۳۲۷)

www.besturdubooks.net

وَكُلُّ مَا دَلَّ عَلٰى هَيْئَةٍ صَحَّ أَنْ يَّقَعَ حَالًا ؛ مِثْلُ: هٰذَا بُسْرًا أَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا. وَقَدْ تَكُوْنُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةً . فَالْإِسْمِيَّةُ بِالْوَاوِ وَالضَّمِيْرِ، أَوْ بِالْوَاوِ،

ترجمہ : اور ہر وہ لفظ جو کسی حالت پر دلالت کرے، اُس کا حال واقع ہونا صحیح ہے؛ جیسے: هٰذَا بُسْرًا أَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا (یہ کھجور نیم پختہ ہونے کی حالت میں اُس سے اچھی ہے درآں حالیکہ وہ پکی ہے)۔ اور کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے، پس جملہ اسمیہ واؤ اور ضمیر کے ساتھ (لایا جائے گا)، یا واؤ کے ساتھ،

و کل ما دل الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حال کا مشتق ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ ہر وہ اسم حال بن سکتا ہے جو کسی حالت پر دلالت کرے، خواہ مشتق ہو؛ جیسے: جاء نی أحمدُ راكبًا میں راكبًا . یا اسم جامد ہو؛ جیسے: هٰذا بسرًا أطيبُ منه رطبًا (۱) میں بُسْرًا اور رُطَبًا اسم جامد حال ہیں؛ کیوں کہ یہ دونوں پھلوں کی دو مخصوص حالتوں پر دلالت کرتے ہیں۔

فائدہ: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حال کا مشتق ہونا ضروری ہے اور جن مثالوں میں اسم جامد حال واقع ہے، اُن کو وہ مشتق کی تاویل میں کرتے ہیں۔ مصنف نے **و کل ما دل الخ** کہہ کر جمہور کا رد کیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ مثال میں رُطَبًا حال کا عامل بالاتفاق أطيبُ اسم تفضیل ہے اور محققین کے نزدیک بسرًا حال کا عامل بھی أطيبُ اسم تفضیل ہی ہے، اور گو اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف پر اُس کے معمول کو مقدم کرنا جائز نہیں؛ لیکن یہاں بُسرًا حال کو اُس کے عامل أطيبُ اسم تفضیل پر اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ اگر اُس کو مقدم نہیں کریں گے تو التباس لازم آئے گا، پتہ نہیں چل پائے گا کہ بُسْرًا اور رُطَبًا میں سے کس کا تعلق مفضَّل سے ہے اور کس کا مفضل علیہ سے۔

و قد تکون جملة الخ : یہاں سے مصنف حال کی دوسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے، خواہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: جاء نی زيدٌ و غلامُه راكبٌ میں غلامه راكب جملہ اسمیہ حال ہے، یا جملہ فعلیہ ہو؛ جیسے: جاء نی زيدٌ يركبُ غلامُه میں يركب غلامُه جملہ فعلیہ حال ہے۔ جملہ انشائیہ حال نہیں بن سکتا۔

اگر حال جملہ خبریہ ہو تو اس میں ماقبل سے ربط پیدا کرنے کے لئے کبھی ذو الحال کی طرف لوٹنے والی ضمیر

---

(۱) هٰذا اسم اشارہ ذو الحال، بسرًا حال، ذو الحال حال سے مل کر مبتدا، أطيبُ اسم تفضیل، هو ضمیر مستتر فاعل، مِن حرف جر، هاء ضمیر ذو الحال، رطبًا حال، ذو الحال حال سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

أَوْ بِالضَّمِيْرِ عَلٰى ضُعْفٍ . وَالْمُضَارِعُ الْمُثْبَتُ بِالضَّمِيْرِ وَحْدَهُ . وَمَاسِوَاهُمَا بِالْوَاوِ وَالضَّمِيْرِ أَوْ بِأَحَدِهِمَا . وَ لَابُدَّ فِيْ الْمَاضِي الْمُثْبَتِ مِنْ "قَدْ" ظَاهِرَةٍ أَوْ مُقَدَّرَةٍ .

ترجمہ : یا ضمیر کے ساتھ ضعیف قول کے مطابق۔اور مضارع مثبت صرف ضمیر کے ساتھ (لایا جائے گا)۔اور جو جملہ اِن دونوں کے علاوہ ہو اُس کو واؤ اور ضمیر کے ساتھ، یا اِن دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ (لایا جائے گا)۔اور ماضی مثبت میں "قَدْ" لفظی یا تقدیری کا ہونا ضروری ہے۔

کبھی واؤ، اور کبھی واؤ اور ضمیر دونوں کو لانا ضروری ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

اگر حال جملہ اسمیہ ہو تو اُس میں تین صورتیں جائز ہیں: (۱) واؤ اور ضمیر دونوں کو لایا جائے؛ جیسے: جاء نی زیدٌ و أبوهُ قائمٌ . (۲) صرف واؤ کو لایا جائے؛ جیسے: أتيتُه والشمسُ طالعةٌ . (۳) صرف ضمیر کو لایا جائے؛ مگر جملہ اسمیہ میں صرف ضمیر کو لانا ضعیف ہے؛ جیسے: جاء نی زیدٌ أبوه قائمٌ .

اور اگر حال ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کے شروع میں مضارع مثبت ہو، تو اُس میں صرف ضمیر کو لانا ضروری ہے، واؤ کو لانا جائز نہیں؛ جیسے: جاء نی زیدٌ یسرَعُ .

اور اگر حال مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ ہو، یعنی نہ تو جملہ اسمیہ ہو اور نہ مضارع مثبت؛ بلکہ ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کے شروع میں مضارع منفی، یا ماضی مثبت، یا ماضی منفی ہو تو اُس میں تین صورتیں جائز ہیں: (۱) واؤ اور ضمیر دونوں کو لایا جائے (۲) صرف واؤ کو لایا جائے (۳) صرف ضمیر کو لایا جائے۔

مضارع منفی کی مثال؛ جیسے: جاء نی زیدٌ ولا یتکلّمُ غلامُه، جاء نی زیدٌ ولا یتکلّمُ عمرٌو، جاء نی زیدٌ لا یتکلّمُ غلامُه . ماضی مثبت کی مثال؛ جیسے: جاء نی زیدٌ وقد خرج غلامُه، جاء نی زیدٌ وقد خرج عمرٌو، جاء نی زیدٌ قد خرج غلامُه . ماضی منفی کی مثال؛ جیسے: جاء نی زیدٌ وما خرج غلامُه، جاء نی زیدٌ وما خرج عمرٌو، جاء نی زیدٌ ما خرج غلامُه . تینوں جگہ پہلی مثال میں واؤ اور ضمیر، دوسری مثال میں صرف واؤ اور تیسری مثال میں صرف ضمیر لائی گئی ہے۔

ولا بد فی الماضی الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر حال ماضی مثبت ہو تو اس میں واؤ اور ضمیر دونوں، یا اُن میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں؛ بلکہ اس کے ساتھ اُس کے شروع میں "قد" کو لانا بھی ضروری ہے؛ خواہ "قد" لفظوں میں ہو؛ جیسے: قدم حامدٌ وقد حفظَ القرآنَ . یا مقدر ہو؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿جَاؤُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ﴾، یہاں "قد" مقدر ہے، اس کی اصل قَدْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ ہے۔

www.besturdubooks.net

وَ يَجُوزُ حَذْفُ الْعَامِلِ؛ كَقَوْلِكَ لِلْمُسَافِرِ: رَاشِدًا مَهْدِيًّا. وَيَجِبُ فِي الْمُؤَكِّدَةِ؛ مِثْلُ: زَيْدٌ أَبُوكَ عَطُوفًا، أَيْ أُحِقُّهُ.

ترجمہ : اور (حال کے) عامل کو حذف کرنا جائز ہے؛ جیسے آپ کا قول مسافر سے: رَاشِدًا مَهْدِيًّا (آپ اس حال میں چلیں کہ آپ راہ یاب اور ہدایت یافتہ ہوں)۔ اور عامل کو حذف کرنا واجب ہے حال مؤکدہ میں؛ جیسے: زَيْدٌ أَبُوكَ عَطُوفًا (زید تیرا باپ ہے درآں حالیکہ وہ مہربان ہے)، اس کی اصل أُحِقُّهُ ہے۔

ویجوز حذف العامل الخ : یہاں سے مصنف حال کے عامل کا حکم بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر حال کے عامل کے حذف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینۂ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو، تو حال کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے، خواہ عامل فعل ہو، یا شبہ فعل یا معنیٰ فعل؛ جیسے: آپ کسی مسافر سے کہیں جب کہ وہ سفر پر جارہا ہو: راشِدًا مَهدِيًّا[1]، اس مثال میں راشدًا مهدِيًّا دونوں سِرْ فعل امر محذوف کی ضمیر فاعل سے حال ہیں، یہاں ان کے عامل سِرْ فعل امر کو قرینۂ حالیہ کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے، قرینۂ حالیہ مسافر کا رخصت ہونا ہے۔

فائدہ: مذکورہ مثال میں مهدِيًّا حال مترادفہ بھی ہوسکتا ہے اور حال متداخلہ بھی، اگر اس کو سِرْ فعل امر محذوف کی ضمیر فاعل سے حال مانیں تو یہ حال مترادفہ ہوگا، اور اگر راشدًا حال کی ضمیر فاعل هو سے حال مانیں تو یہ حال متداخلہ ہوگا۔

حالِ مترادفہ: وہ حال ہے جس سے پہلے کوئی حال ہو اور اُس کا اور حالِ اول کا ذوالحال ایک ہو۔

حالِ متداخلہ: وہ حال ہے جس سے پہلے کوئی حال ہو اور اُس کا ذوالحال حالِ اول کا فاعل یا مفعول بہ ہو۔

ویجب فی المؤکدۃ الخ : یہاں سے مصنف حال مؤکدہ کے عامل کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔

اگر حال مؤکدہ سے پہلے کوئی ایسا جملہ اسمیہ ہو جس کے مضمون کی وہ حال تاکید بیان کررہا ہو، اور وہ جملہ اسمیہ ایسے دو اسموں سے مرکب ہو جن میں سے کوئی بھی اُس حال کا عامل نہ بن سکے، تو وہاں حال مؤکدہ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے: زیدٌ أبوکَ عطوفًا[2]، اس مثال میں عطوفًا حال مؤکدہ کے عامل

---

(۱) راشدًا شبہ جملہ حال اول، مهديًا شبہ جملہ حال ثانی، سِرْ فعل امر محذوف، أنت ضمیر مستتر ذوالحال، ذوالحال اپنے دونوں حالوں سے مل کر فاعل، فعل امر محذوف اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۲) زید مبتدا، أبوک مرکب اضافی خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مؤکَّدہ، أحق فعل محذوف بافاعل، ہ ضمیر ذوالحال، عطوفًا شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر مفعول بہ، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مؤکِّدہ۔

www.besturdubooks.net

وَشَرْطُهَا أَنْ تَكُونَ مُقَرِّرَةً لِمَضْمُونِ جُمْلَةٍ اِسْمِيَّةٍ .
اَلتَّمِيْزُ : مَا يَرْفَعُ الْإِبْهَامَ الْمُسْتَقِرَّ عَنْ ذَاتٍ مَذْكُورَةٍ أَوْ مُقَدَّرَةٍ .

ترجمہ : اوراس (یعنی حال مؤکدہ کے عامل کووجوبی طور پر حذف کرنے) کی شرط یہ ہے کہ وہ (حال مؤکدہ) جملہ اسمیہ کے مضمون کی تاکید بیان کرنے والا ہو۔
تمیز: وہ اسم ہے جوذاتِ مذکورہ یاذاتِ مقدرہ سے ثابت شدہ ابہام کودور کرے۔

أُحِقُّ فعل کووجوبی طور پر حذف کردیا گیا ہے،اصل عبارت ہے: **زيدٌ أبوكَ أُحقّه عطوفًا**؛اس لیے کہ اس سے پہلے **زيدٌ أبوك** جملہ اسمیہ ہے جس کے مضمون کی **عطوفًا** تاکید بیان کررہا ہے،اوراس جملہ کے دونوں جزؤں (**زيدٌ** اور **أبوك**) میں سے کوئی بھی اُس کا عامل نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ حال کا عامل یا تو فعل ہوتا ہے یا شبہ فعل یا معنیٰ فعل،اور یہ دونوں نہ فعل ہیں، نہ شبہ فعل اور نہ معنیٰ فعل۔
حالِ مؤکدہ: وہ حال ہے جو اکثر احوال میں جب تک ذوالحال موجود رہے ذوالحال سے جدا نہ ہو؛ جیسے: **زيدٌ أبوكَ عطوفًا** میں **عطوفًا** حال مؤکدہ ہے؛ کیوں کہ مہربانی اکثر احوال میں باپ سے جدانہیں ہوتی۔ (شرح جامی ص:۱۶۲)

قوله: التميز: ما يرفع الخ : یہاں سے مصنف منصوبات کی ساتویں قسم: تمیزکو بیان فرمارہے ہیں۔
تمیز کی تعریف: تمیز وہ اسم نکرہ ہے جوذاتِ مذکورہ یاذاتِ مقدرہ سے اُس ابہام کودور کرے جو اُس میں وضع کے اعتبار سے ثابت اورراسخ ہو؛ ذاتِ مذکورہ کی مثال: جیسے: **عندي عشرون درهمًا**،اس مثال میں **درهما** تمیز **عشرون** سے اُس ابہام کودور کررہی ہے جو اُس میں وضع کے اعتبار سے ثابت اورراسخ ہے اور**عشرون** یہاں لفظوں میں مذکور ہے۔ ذاتِ مقدرہ کی مثال: جیسے: **طاب زيدٌ نفسًا**،اس مثال میں **نفسًا** تمیز **شيء منسوبٌ إلى زيدٍ** سے اُس ابہام کودور کررہی ہے جواس میں وضع کے اعتبار سے ثابت اور راسخ ہے،اور **شيء منسوب إلى زيد** یہاں مقدر (یعنی پوشیدہ) ہے؛ کیوں کہ **طاب زيدٌ نفسًا** : **طاب شيء منسوبٌ إلى زيدٍ نفسًا** کے معنی میں ہے۔
فائدہ: اگرکسی شیٔ کی ذات میں ابہام ہواس طور پر کہ اُس کی جنس معلوم نہ ہوتو اُس ابہام کودور کرنے کے لیے تمیزلائی جاتی ہے؛ جیسے: **رطلٌ زيتًا**. اوراگر وصف میں ابہام ہواس طور پر کہ اُس کی صفت اورحالت معلوم نہ ہو،تو اُس ابہام کودور کرنے کے لیے صفت یا حال لایا جاتا ہے؛ جیسے: **رطلٌ بغداديٌّ**.
فائدہ: تمیز کی دوقسمیں ہیں: (۱) وہ تمیز جوذاتِ مذکورہ (یعنی مفرد) سے ابہام کودور کرے۔ (۲) وہ تمیز

www.besturdubooks.net

فَـالْأَوَّلُ: عَـنْ مُـفْـرَدٍ مِـقْـدَارٍ غَـالِبًـا، إِمَّـا فِيْ عَدَدٍ؛ نَحْوُ: عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا، وَسَيَأْتِي . وَإِمَّـا فِـيْ غَيْرِهٖ؛ نَحْوُ: رِطْلٌ زَيْتًا، وَمَنَوَانِ سَمْنًا، وَقَفِيْزَانِ بُرًّا، وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا .

تـرجـمـه: پس پہلی قسم اکثر مفرد مقدار سے (ابہام کو دور کرنے کے لیے) آتی ہے، یا تو عدد کے ضمن میں؛ جیسے: عِشْـرُوْنَ دِرْهَـمًا (بیس درہم)-اور (اسم عدد کی تمیز کا بیان) عنقریب آئے گا-، یا غیر عدد کے ضمن میں؛ جیسے: رِطْلٌ زَيْتًا (ایک رطل زیتون کا تیل)، مَنَوَانِ سَمْنًا (دومن گھی)، قَفِيْزَانِ بُرًّا (دو قفیز گیہوں)، عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا (کھجور پر اسی کے برابر مکھن ہے)۔

جو ذاتِ مقدرہ (یعنی جملہ، یا شبہ جملہ یا مرکب اضافی کی نسبت) سے ابہام کو دور کرے۔

فالأول عن مفرد الخ: یہاں سے مصنف تمیز کی پہلی قسم کا حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ تمیز کی پہلی قسم: اکثر مفرد مقدار یعنی عدد، کیل، وزن، مساحت اور مقیاس سے ابہام کو دور کرنے کے لیے آتی ہے، عدد سے ابہام کو دور کرنے کی مثال، جیسے: **عـنـدی عشرون درهـمًا**، اس مثال میں **درهـمًا** تمیز ہے؛ اس لئے کہ یہ اس مقدار سے ابہام کو دور کر رہی ہے جو عدد کے ضمن میں پائی جا رہی ہے۔ کیل (یعنی پیمانے) سے ابہام کو دور کرنے کی مثال، جیسے: **عـنـدي قفيزان بُرًّا** (میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں)۔ وزن سے ابہام کو دور کرنے کی مثال، جیسے: **عـنـدي مَنوان سَمْنًا** (میرے پاس دو من گھی ہے)۔ مساحت سے ابہام کو دور کرنے کی مثال؛ جیسے: **عندی جَريبَانِ قُطنًا** (میرے پاس دو جریب روئی ہے)، جس طرح ہمارے زمانے میں میٹر پیمائش کی ایک مقدار ہے اسی طرح جریب بھی پیمائش کی ایک مقدار کا نام ہے۔ مقیاس سے ابہام کو دور کرنے کی مثال، جیسے: **على التَّمرةِ مثلُها زُبدًا** (کھجور پر اس کے برابر مکھن ہے)۔

نوٹ: یہاں مفرد سے ہر وہ لفظ مراد ہے جو جملہ، شبہ جملہ اور اُس مضاف کے علاوہ ہو جس کی مضاف الیہ کی طرف نسبت میں ابہام ہو۔ اور اگر خود مضاف کی ذات میں ابہام ہو (جیسا کہ **على التمرة مثلها زبدا** میں خود مثل مضاف میں ابہام ہے) تو وہ مفرد میں شمار ہوگا۔

فائدہ: مقدار اُس چیز کو کہتے ہیں جس سے اشیاء کا اندازہ کیا جائے، مقدار کی پانچ قسمیں ہیں: عدد، کیل، وزن، مساحت اور مقیاس، یہاں مقدار سے مقدّرات یعنی وہ چیزیں مراد ہیں جن کا اندازہ کیا جائے، چناں چہ عدد سے معدود، کیل سے مکیل، وزن سے موزون، مساحت سے ممسوح اور مقیاس سے مقیس مراد ہے؛ اس لئے کہ مقدار میں ابہام نہیں ہوتا؛ بلکہ مقدرات میں ابہام ہوتا ہے، چناں چہ **عشرون** میں کوئی ابہام

www.besturdubooks.net

فَيُفْرَدُ إِنْ كَانَ جِنسًا؛ إِلَّا أَنْ يُّقْصَدَ الْأَنْوَاعُ، وَيُجْمَعُ فِيْ غَيْرِهٖ . ثُمَّ إِنْ كَانَ بِتَنْوِيْنٍ أَوْ بِنُوْنِ التَّثْنِيَةِ، جَازَتِ الْإِضَافَةُ، وَإِلَّا فَلا .

ترجمہ : پس تمیز کو مفرد لایا جائے گا اگر وہ جنس ہو؛ الّا یہ کہ انواع کا ارادہ کیا جائے، اور اس کے علاوہ میں تمیز کو جمع لایا جائے گا۔ پھر اگر وہ تمیز تنوین یا نونِ تثنیہ کے ساتھ ہو، تو اُس کی اضافت کرنا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

نہیں ہے، انیس ۱۹، اور اکیس ۲۱ کے درمیان والے عدد (یعنی بیس ۲۰) کو **عشرون** کہتے ہیں؛ بلکہ ابہام معدود میں ہے کہ وہ **درھم** ہے یا کوئی اور چیز۔

فیفرد إن کان الخ: یہاں سے مصنف تمیز کی قسم اول کو واحد، تثنیہ اور جمع لانے کے متعلق ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر تمیز اسم جنس ہو، یعنی ایسا اسم ہو جو تائے وحدت سے خالی ہو اور قلیل و کثیر سب پر بولا جاتا ہو؛ جیسے: **ماءٌ، زیتٌ، تمرٌ**، تو تمیز کو واحد لانا ضروری ہے، تثنیہ یا جمع نہیں لا سکتے، خواہ ممیّز واحد ہو، یا تثنیہ، یا جمع؛ جیسے: **عندی رطلٌ زیتًا، عندی رطلانِ زیتًا، عندی أرطالٌ زیتًا.**

البتہ اگر تمیز اسم جنس سے جنس کے معنی مقصود نہ ہوں؛ بلکہ اُس کی ایک سے زیادہ انواع کو بیان کرنا پیش نظر ہو، تو وہاں تمیز کو تثنیہ یا جمع لا سکتے ہیں؛ جیسے: **عندی رطلٌ زیتانِ، عندی رطلٌ زُیُوْتًا.**

ویجمع فی غیرہ: اور اگر تمیز مذکورہ اسم جنس کے علاوہ ہو، تو اُس کو واحد، تثنیہ اور جمع تینوں طرح لانا جائز ہے، اگر ایک چیز کو بیان کرنا مقصود ہو تو واحد، دو کو بیان کرنا مقصود ہو تو تثنیہ اور دو سے زیادہ کو بیان کرنا پیش نظر ہو تو جمع لائیں گے؛ جیسے: **عندی عِدلٌ ثوبًا، عندی عدلٌ ثوبَیْنِ، عندی عدلٌ أثوابًا.**

ثم إن کان بالتنوین: یہاں سے مصنف مفرد مقدار (یعنی ممیّز) کا حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر ممیّز کے آخر میں تنوین، یا نونِ تثنیہ ہو، تو اُس کے آخر سے تنوین اور نونِ تثنیہ کو ساقط کر کے اُس کی تمیز کی طرف اضافت کرنا جائز ہے؛ جیسے: **عندی رطلُ زیتٍ، عندی مَنَوَا سَمْنٍ.**

اور اگر ممیّز کے آخر میں تنوین اور نونِ تثنیہ نہ ہو؛ بلکہ یا تو اُس کے آخر میں مشابہ نون جمع ہو، یا وہ مضاف ہو، تو اُس کی تمیز کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں، چناں چہ **أربعُونَ درهمًا** اور **علی التمرة مثلها زبدًا** میں ممیّز کی تمیز کی طرف اضافت کر کے **أربعُوْ دِرْهَمٍ** اور **علی التّمرةِ مِثْلُها زبدٍ** نہیں کہہ سکتے۔

تنبیہ: جو اہل عرب ممیّز کے آخر میں مشابہ نون جمع کے ہوتے ہوئے اُس کی اضافت کر کے **عشرُوْ درهمٍ** بولتے ہیں، وہ قلیل اور نادر ہے، اُس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (غایۃ التحقیق ص:۲۰۱، جامع الغموض ۲/۱۲۳)

www.besturdubooks.net

وَعَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ؛ مِثْلُ: خَاتَمٌ حَدِيْدًا، وَالْخَفْضُ أَكْثَرُ .
وَالثَّانِيْ عَنْ نِسْبَةٍ فِيْ جُمْلَةٍ أَوْ مَا ضَاهَاهَا؛ مِثْلُ: طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا،

ترجمہ: اور (پہلی قسم) مفرد غیر مقدار سے (ابہام کو دور کرنے کے لیے بھی) آتی ہے؛ جیسے: خَاتَمٌ حَدِيْدًا (لوہے کی انگوٹھی)، اور (اس میں) جر زیادہ آتا ہے۔
اور دوسری قسم: اُس نسبت سے (ابہام کو دور کرنے کے لیے) آتی ہے جو یا تو جملے یا شبہ جملے میں ہوتی ہے جیسے: طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا (زید اچھا ہو گیا نفس کے اعتبار سے)،

و عن غير مقدار الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ تمیز کی پہلی قسم اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرنے کے لئے آتی ہے؛ لیکن کبھی وہ مفرد غیر مقدار سے ابہام کو دور کرنے کے لئے بھی آتی ہے؛ جیسے: هذا خاتمٌ حديدًا (یہ لوہے کی انگوٹھی ہے)، اس مثال میں حديدًا تمیز ہے جو خاتم غیر مقدار سے ابہام کو دور کر رہی ہے۔ اور جیسے: هذا سِوار ذهبًا (یہ سونے کا کنگن ہے)، اس مثال میں ذهبا تمیز ہے جو سوارٌ غیر مقدار سے ابہام کو دور کر رہی ہے۔ جو تمیز غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے وہ اکثر اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے؛ جیسے: هذا خاتمُ حديدٍ، هذا سِوارُ ذهبٍ .

فائدہ: جو تمیز مفرد (مقدار یا غیر مقدار) سے ابہام کو دور کرتی ہے، اُس کا عامل اسم تام ہوتا ہے۔

اسم تام کی تعریف: اسم تام وہ اسم ہے جس کے آخر میں ایسی چیز ہو جس کے ہوتے ہوئے اس کی اضافت دوسرے کی طرف جائز نہ ہو۔ اسم چار چیزوں سے تام ہوتا ہے: (۱) تنوین سے خواہ تنوین لفظی ہو؛ جیسے: عندی رطلٌ زيتاً میں رطلٌ. یا تنوین تقدیری ہو؛ جیسے: عندی أحد عشر درهمًا میں أحد عشر کا دوسرا جز۔ (۲) نون تثنیہ سے؛ جیسے: عندی قفيزان برًّا میں قفيزان. (۳) مشابہ نون جمع سے؛ جیسے: عندی عشرون درهمًا میں عشرون . (۴) اضافت سے؛ جیسے: علی التمرة مثلها زبدًا میں مثل .

والثانی: عن نسبة فی جملة الخ: یہاں سے مصنف تمیز کی دوسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ تمیز کی دوسری قسم: جملہ فعلیہ، شبہ جملہ اور مرکبِ اضافی کی نسبت سے ابہام کو دور کرنے کے لیے آتی ہے (بشرطے کہ اُس نسبت میں ابہام ہو جو فعل اور شبہ فعل کی ان کے فاعل کی طرف اور مضاف کی مضاف الیہ کی طرف گئی ہے)، جملہ کی مثال؛ جیسے: طاب زيدٌ نفسًا [1]، اس مثال میں نفسًا تمیز ہے جو اس نسبت سے ابہام کو دور کر رہی ہے جو جملہ میں طاب فعل کی زید فاعل کی طرف کی گئی ہے۔ شبہ جملہ کی مثال؛ جیسے:

---

(۱) طاب فعل، زید فاعل، نسبت ممیّز، نفسا تمیز، طاب فعل اپنے فاعل اور نسبت کی تمیز سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَزَيْدٌ طَيِّبٌ أَبًا/وَأُبُوَّةً/ وَدَارًا/ وَعِلْمًا . أَوْ فِي إِضَافَةٍ؛ مِثْلُ: يُعْجِبُنِي طِيبُهُ أَبًا/ وَ أُبُوَّةً/ وَ دَارًا/ وَ عِلْمًا، وَ لِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا .

ترجمہ: اور زَيْدٌ طَيِّبٌ أَبًا/ وأُبُوَّةً/ ودَارًا/ و عِلْمًا (زید اچھا ہے باپ/ باپ ہونے/گھر/اور علم کے اعتبار سے)۔یا اضافت میں ہوتی ہے؛ جیسے: يُعْجِبُنِي طِيبُه أَبًا/ و أُبُوَّةً/ ودَارًا/ وعِلْمًا (مجھے تعجب میں ڈال دیتا ہے اُس کا اچھا ہونا باپ/ باپ ہونے/گھر/اور علم کے اعتبار سے)، لِلّٰهِ دَرُّه فَارِسًا (اللہ ہی کے لیے اُس کی بھلائی شہ سوار ہونے کے اعتبار سے)۔

زيدٌ طيّبٌ أبًا/ وأُبُوَّةً/ ودارًا/ وعلمًا[1]،اس مثال میں أبًا/ أُبُوَّةً/دارًا/علمًا تمیز ہیں،جو اس نسبت سے ابہام کو دور کررہی ہیں جو طيّبٌ شبہ فعل کی اس کے فاعل کی طرف کی گئی ہے۔مرکبِ اضافی کی مثال: جیسے: يُعْجِبُنِي طِيبُه أَبًا/ وأُبُوَّةً/ ودَارًا/ وعِلْمًا [2]،اس مثال میں أبًا/ أُبُوَّةً/دارًا/علمًا تمیز ہیں،جو اس نسبت سے ابہام کو دور کررہی ہیں جو طِيبٌ مضاف کی اس کے مضاف الیہ "ہاء" ضمیر کی طرف کی گئی ہے۔ لِلّٰهِ دَرُّه فَارِسًا[3]،اس مثال میں فارسًا تمیز ہے،جو اُس نسبت سے ابہام کو دور کررہی ہے جو درٌّ مضاف کی اس کے مضاف الیہ "ہاء" ضمیر کی طرف کی گئی ہے۔

معنی کے اعتبار سے أَبًا، وأُبُوَّةً، ودَارًا، وعِلْمًا کا تعلق (طاب زيد، زيدٌ طيّبٌ) دونوں مثالوں سے ہے، یہ پانچ مثالیں دے کر مصنف نے دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے:

(۱) یہ تمیز کبھی منتصب عنہ کا عین ہوتی ہے؛ جیسے:طاب زيد نفسًا میں نفسًا زید منتصب عنہ کا عین ہے۔اور کبھی منتصب عنہ کا متعلق ہوتی ہے، جیسے:طاب زيدٌ أبوّةً ودارًا و علمًا میں أبوّةً، دارًا، علمًا زید منتصب عنہ کا متعلق ہیں۔اور کبھی اس میں دونوں احتمال ہوتے ہیں،منتصب عنہ کا عین بھی ہوسکتی ہے اور

---

(۱) زيد مبتدا،طيّب صفت مشبہ،هو ضمیر مستتر فاعل،نسبت ممیز،أبا معطوف علیہ،واؤ حرف عطف،أبوة معطوف علیہ معطوف،واؤ حرف عطف،دارا معطوف علیہ معطوف،واؤ حرف عطف،علما معطوف،پہلا معطوف علیہ اپنے تمام معطوفات سے مل کر تمیز،صفت مشبہ اپنے فاعل اور نسبت کی تمیز سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) يعجب فعل،نون وقایہ،یا ضمیر مفعول بہ،طيب مصدر مضاف،هاء ضمیر مضاف الیہ،نسبت ممیز،أبا/و أبوة/ و دارا وعلما میں أبا اپنے تمام معطوفات سے مل کر تمیز،مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ اور نسبت کی تمیز سے مل کر فاعل،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۳) لله جارمجرور ثابت کا متعلق ہوکر خبر مقدم،درّ مضاف،هاء ضمیر مضاف الیہ،نسبت ممیز،فارسا تمیز،مضاف مضاف الیہ اور نسبت کی تمیز سے مل کر مبتدا مؤخر،مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

ثُمَّ إِنْ كَانَ اِسْمًا يَصِحُّ جَعْلُهُ لِمَا انْتُصِبَ عَنْهُ، جَازَ أَنْ يَّكُوْنَ لَهُ وَلِمُتَعَلِّقِهِ، وَ إِلَّا فَهُوَ لِمُتَعَلِّقِهِ .

ترجمہ: پھر اگر تمیز ایسا اسم ذات ہو جس کو منتصب عنہ کے لیے قرار دینا صحیح ہو، تو جائز ہے کہ وہ منتصب عنہ کے لیے اور اُس کے متعلق کے لیے ہو، ورنہ تو وہ منتصب عنہ کے متعلق کے لیے ہوگی۔

متعلق بھی؛ جیسے: طاب زيدٌ أبًا میں دونوں احتمال ہیں، اگر زید خود باپ ہو تو أبًا منتصب عنہ کا عین ہوگا، اور اگر زید خود باپ نہ ہو، تو أبًا منتصب عنہ کا متعلق ہوگا۔

منتصب عنہ: سے مراد وہ اسم ہے جس کی طرف تمیز کے عامل کی نسبت کی جائے؛ جیسے: طاب زيدٌ نفسًا میں زید منتصب عنہ ہے؛ اس لئے کہ اس کی طرف نفسًا تمیز کے عامل طاب فعل کی نسبت کی گئی ہے۔

(۲) یہ تمیز کبھی عین غیر اضافی ہوتی ہے، یعنی بذاتِ خود قائم ہوتی ہے اور اُس کا سمجھنا کسی اور چیز پر موقوف نہیں ہوتا؛ جیسے مذکورہ مثالوں میں نفسًا اور دارًا عین غیر اضافی ہیں۔ اور کبھی عین اضافی ہوتی ہے، یعنی بذاتِ خود قائم ہوتی ہے؛ مگر اُس کا سمجھنا کسی دوسری چیز پر موقوف ہوتا ہے؛ جیسے: أبًا عین اضافی ہے۔

اور کبھی عرضِ غیر اضافی ہوتی ہے، یعنی بذاتِ خود قائم نہیں ہوتی؛ بلکہ اپنے وجود میں دوسرے کی محتاج ہوتی ہے، البتہ اُس کا سمجھنا کسی دوسری چیز پر موقوف نہیں ہوتا؛ جیسے: علمًا عرضِ غیر اضافی ہے۔ اور کبھی عرضِ اضافی ہوتی ہے، یعنی وہ بذاتِ خود قائم نہیں ہوتی اور اُس کا سمجھنا کسی دوسری چیز پر موقوف ہوتا ہے؛ جیسے: أبوّةً عرضِ اضافی ہے۔

''لِلّٰهِ دَرُّه فَارِسًا'' لا کر مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اسم جامد کی طرح اسم مشتق بھی تمیز بن سکتا ہے، چناں چہ مذکورہ مثال میں ''فَارِسًا'' اسم مشتق تمیز ہے۔

فائدہ: جو تمیز نسبت سے ابہام کو دور کرے وہ حقیقت میں فاعل یا مفعول بہ ہوتی ہے، فاعل یا مفعول بہ سے بدل کر اُسے تمیز بنایا جاتا ہے، اور اُس کا عامل فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے۔

ثم إن كان اسما يصح الخ: یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تمیز بالنسبت کہاں منتصب عنہ کا عین ہوگی اور کہاں متعلق، اور کہاں اُس میں دونوں احتمال ہوں گے؟؟

فرماتے ہیں کہ اگر تمیز ایسا اسم ذات ہو جو منتصب عنہ کا عین بن سکتا ہو، تو اُس میں دو احتمال ہوں گے: وہ منتصب عنہ کا عین بھی ہو سکتی ہے اور اُس کا متعلق بھی؛ جیسے: طاب زيدٌ أبًا، یہاں أبًا تمیز ایسا اسم ذات ہے جس کو زید منتصب عنہ کا عین قرار دیا جا سکتا ہے؛ لہٰذا یہ زید منتصب عنہ کا عین بھی ہو سکتی ہے اور متعلق بھی، عین

www.besturdubooks.net

فَيُطَابِقُ فِيهِمَا مَا قُصِدَ؛ إِلَّا إِذَا كَانَ جِنْسًا؛ إِلَّا أَنْ يُّقْصَدَ الْأَنْوَاعُ .
وَإِنْ كَانَتْ صِفَةً كَانَتْ لَهُ وَطِبْقَهُ، وَاحْتَمَلَتِ الْحَالَ .

ترجمہ : پس دونوں صورتوں میں تمیز اُس کے مطابق لائی جائے گی جس کا ارادہ کیا گیا ہو؛ مگر اُس وقت جب کہ تمیز اسم جنس ہو؛ الاّ یہ کہ انواع کا ارادہ کیا جائے۔ اور اگر تمیز اسم صفت ہو تو وہ منتصب عنہ کے لیے ہوگی اور اُس کے مطابق ہوگی، اور حال کا بھی احتمال رکھے گی۔

ماننے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ: زید کی طرف اچھائی کی نسبت اِس اعتبار سے کی گئی ہے کہ وہ خود کسی کا اچھا باپ ہے، اور متعلق ماننے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ: زید کی طرف اچھائی کی نسبت اِس اعتبار سے کی گئی ہے کہ ایک اچھا آدمی اُس کا باپ ہے۔

اور اگر تمیز ایسا اسم ذات ہو جو منتصب عنہ کا عین نہ بن سکتا ہو، تو وہاں تمیز منتصب عنہ کا متعلق ہوگی، عین نہیں ہوگی؛ جیسے: طاب زيدٌ أُبوّةً/ وداراً/ وعلماً ، یہاں أبوّةً، داراً، علماً تمیز ایسے اسم ذات ہیں جو زید منتصب عنہ کا عین نہیں بن سکتے؛ کیوں کہ زید کو اِن سے تعبیر کر کے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ زید باپ ہونا، گھر اور علم ہے؛ لہٰذا یہ تینوں تمیز زید منتصب عنہ کا متعلق ہوں گی، اُس کا عین نہیں ہوں گی۔

فيطابق فيهما ماقصد الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں (یعنی جب کہ تمیز ایسا اسم ذات ہو جو منتصب عنہ کا عین بن سکتا ہو، یا ایسا اسم ذات ہو جو منتصب عنہ کا عین نہ بن سکے) تمیز کو افراد، تثنیہ، جمع میں مقصود کے مطابق لایا جائے گا، یعنی اگر ایک چیز مقصود ہو تو تمیز کو واحد لائیں گے؛ جیسے: طاب زيدٌ أباً/ وداراً، اور دو چیزیں مقصود ہوں تو تمیز کو تثنیہ لائیں گے؛ جیسے: طاب زيدٌ أبينِ/ وداريِن، اور اگر دو سے زیادہ چیزیں مقصود ہوں تو تمیز کو جمع لائیں گے؛ جیسے: طاب زيدٌ آباءً/ وَدُوراً.

البتہ اگر تمیز اسم جنس ہو تو اُس کو واحد لایا جائے گا، خواہ مقصود ایک چیز ہو یا ایک سے زائد؛ جیسے: طاب زيدٌ علماً، طاب الزيدانِ علماً، طاب الزيدونَ علماً. ہاں اگر تمیز اسم جنس سے جنس کے معنی مقصود نہ ہوں؛ بلکہ اُس کی انواع کو بیان کرنا مقصود ہو، تو اِس صورت میں اُس کو تثنیہ یا جمع لا سکتے ہیں: جیسے: طاب الزيدانِ عِلمَيْنَ، طاب الزيدونَ عُلُوماً (جب کہ دو یا چند زیدوں کا علم کی مختلف اقسام کے اعتبار سے اچھا ہونا مراد ہو)۔

وإن كانت صفة الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر تمیز اسم صفت (یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل) ہو، تو وہ منتصب عنہ کا عین ہوگی، اور افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں

www.besturdubooks.net

وَلا يَتَقَدَّمُ التَّمِيزُ عَلَى عَامِلِهِ . وَالْأَصَحُّ أَنْ لَّا يَتَقَدَّمَ عَلَى الْفِعْلِ، خِلَافًا لِلْمَازِنِيِّ وَالْمُبَرَّدِ .

ترجمہ: اور تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوتی۔ اور اصح مذہب یہ ہے کہ تمیز فعل پر بھی مقدم نہیں ہوتی برخلاف امام مازنی اور امام مبرّد کے۔

منتصب عنہ کے مطابق ہوگی، یعنی اگر منتصب عنہ واحد ہو، تو تمیز کو واحد لائیں گے؛ جیسے: **طاب زيدٌ فارسًا**، اور اگر تثنیہ ہو تو تمیز کو تثنیہ لائیں گے؛ جیسے: **طاب الزيدانِ فَارسَيْنِ**، اور اگر جمع ہو تو تمیز کو جمع لائیں گے؛ جیسے: **طاب الزيدون فَارِسِيْنَ** . نیز اگر منتصب عنہ مذکر ہو تو تمیز کو مذکر لائیں گے؛ جیسا کہ مذکورہ تینوں مثالوں میں منتصب عنہ کے مذکر ہونے کی وجہ سے تمیز کو مذکر لایا گیا ہے۔ اور اگر منتصب عنہ مؤنث ہو تو تمیز کو مؤنث لائیں گے؛ جیسے: **طابتْ خالدةُ قارئةً** .

اور یہاں یہ بھی جائز ہے کہ اُس اسم صفت کو تمیز کے بجائے، ماقبل سے حال مانا جائے؛ چناں چہ مذکورہ مثالوں میں جس طرح **فارسًا/ فارسَيْنِ/ فارِسِيْنَ/ قارئةً** کو ترکیب میں تمیز بنانا جائز ہے، اسی طرح اِن کو ماقبل سے حال بھی مان سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسم صفت میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) اُس کو نسبت سے تمیز بھی مان سکتے ہیں۔ (۲) اُس کو ماقبل سے حال بھی قرار دے سکتے ہیں۔

نوٹ: اسم ذات اور اسم صفت کی تعریف ماقبل میں گذر چکی ہے۔ [دیکھئے: ص: ۶۸، ۶۹]

ولا يتقدم على عامله الخ: یہاں سے مصنف تمیز کے عامل کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔

اگر تمیز کا عامل اسم تام، یا صفت مشبہ، یا اسم تفضیل، یا مصدر یا کوئی ایسا اسم ہو جس میں فعل کے معنی ہوں، تو وہاں بالاتفاق تمیز کو اُس کے عامل پر مقدم کرنا جائز نہیں؛ چناں چہ **عندی درهمًا عشرون** اور **زيدٌ أبًا طيّبٌ** نہیں کہہ سکتے۔

اور اگر تمیز کا عامل فعل صریح، یا اسم فاعل یا اسم مفعول ہو، تو وہاں تمیز کو اُس کے عامل پر مقدم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ یہاں بھی تمیز کو اُس کے عامل پر مقدم کرنا جائز نہیں؛ لہٰذا **أبًا طاب زيدٌ** اور **الحوضُ ماءً ممتلئٌ** نہیں کہہ سکتے۔

اور امام ابوعثمان مازنی اور امام ابوالعباس مبرد فرماتے ہیں کہ یہاں تمیز کو اُس کے عامل (فعل صریح، اسم فاعل اور اسم مفعول) پر مقدم کرنا جائز ہے؛ چناں چہ ان کے نزدیک **أبًا طاب زيدٌ** اور **الحوضُ ماءً**

www.besturdubooks.net

اَلْمُسْتَثْنٰی: مُتَّصِلٌ وَمُنْقَطِعٌ . فَالْمُتَّصِلُ: هُوَ الْمُخْرَجُ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيْرًا بِـ "إِلَّا" وَأَخَوَاتِهَا . وَالْمُنْقَطِعُ: الْمَذْكُوْرُ بَعْدَهَا غَيْرَ مُخْرَجٍ .

ترجمہ: مستثنیٰ: متصل ہوتا ہے اور منقطع ہوتا ہے۔ پس مستثنیٰ متصل: وہ مستثنیٰ ہے جس کو متعدد لفظی یا تقدیری سے ''إلّا'' اور اُس کے نظائر کے ذریعے نکالا گیا ہو۔ اور مستثنیٰ منقطع: وہ مستثنیٰ ہے جو ''إلّا'' اور اُس کے نظائر کے بعد مذکور ہو، درآں حالیکہ اُس کو (متعدد سے) نہ نکالا گیا ہو۔

ممتلیءٌ کہہ سکتے ہیں۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں جمہور نحویوں کا مذہب اصح ہے؛ لہٰذا تمیز کو اُس کے کسی بھی عامل پر مقدم کرنا درست نہیں، خواہ عامل اسم تام ہو، یا فعل، یا اسم فاعل وغیرہ۔

قوله: المستثنٰی: متصل الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی آٹھویں قسم مستثنیٰ کی تعریف اور اس کے احکام بیان فرمارہے ہیں:

مستثنیٰ کی تعریف: مستثنیٰ ایسا لفظ ہے جو ''إلّا'' اور اس کے نظائر: **غیرَ، سِویٰ، سواء، حاشا، خلا، عدا، ماخلا، ماعدا، لیسَ** اور **لایکونُ** کے بعد مذکور ہو، تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس چیز کی نسبت مستثنیٰ کے ماقبل (یعنی مستثنیٰ منہ) کی طرف کی گئی ہے اُس کی نسبت مستثنیٰ کی طرف نہیں کی گئی ہے۔ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مستثنیٰ متصل (۲) مستثنیٰ منقطع۔

مستثنیٰ متصل: وہ مستثنیٰ ہے جو مستثنیٰ منہ میں داخل ہو اور اس کو ''إلّا'' یا اس کے نظائر کے ذریعہ متعدد (مستثنیٰ منہ) سے نکالا گیا ہو، خواہ وہ متعدد ذو جزئیات ہو؛ جیسے: **جاء نی القومُ إلّا زیدًا،** اس مثال میں زید مستثنیٰ متصل ہے؛ اس لئے کہ اُس کو ''إلّا'' کے ذریعہ متعدد ذو جزئیات قوم سے نکالا گیا ہے۔ یا وہ متعدد ذو اجزاء ہو؛ جیسے: **اشتریتُ العبدَ إلا نصفَه،** اس مثال میں نصفہ مستثنیٰ متصل ہے؛ اس لئے کہ اس کو ''إلّا'' کے ذریعہ متعدد ذو اجزاء **عبد** سے نکالا گیا ہے۔ نیز خواہ وہ متعدد لفظوں میں موجود ہو؛ جیسے مذکورہ مثالوں میں متعدد (**القوم، العبد**) لفظوں میں موجود ہے، یا مقدر یعنی پوشیدہ ہو؛ جیسے: **ما جاء نی إلّا زیدٌ،** اس مثال میں متعدد (**أحد**) مقدر ہے، اصل عبارت **ما جاء نی أحدٌ إلّا زیدٌ** ہے۔

مستثنیٰ منقطع: وہ مستثنیٰ ہے جو ''إلّا'' اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہو اور اُس کو مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے، متعدد سے نہ نکالا گیا ہو، خواہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی جنس الگ الگ ہو؛ جیسے: **جاء نی القوم الا حمارًا** میں **حمارًا** مستثنیٰ منقطع ہے اور مستثنیٰ منہ قوم اور اس کی جنس الگ الگ ہے۔ یا مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی جنس ایک ہو؛ جیسے: **جاء نی القومُ إلا زیدًا** میں اگر قوم سے زید کی برادری کے علاوہ کوئی دوسری مخصوص برادری

www.besturdubooks.net

وَهُوَ مَنْصُوبٌ إِذَا كَانَ بَعْدَ "إِلَّا" غَيْرِ الصِّفَةِ فِي كَلَامٍ مُوجَبٍ، أَوْ مُقَدَّمًا عَلَى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ، أَوْ مُنْقَطِعًا فِي الْأَكْثَرِ، أَوْ كَانَ بَعْدَ "خَلَا"، وَ"عَدَا" فِي الْأَكْثَرِ، أَوْ "مَا خَلَا"، وَ"مَا عَدَا"، وَ"لَيْسَ" وَ "لَا يَكُونُ".

ترجمہ: اور وہ (یعنی مستثنیٰ) منصوب ہوتا ہے اُس وقت جب کہ وہ کلامِ موجب میں اُس "إِلَّا" کے بعد واقع ہو جو صفت کے لیے نہ ہو، یا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو، یا مستثنیٰ منقطع ہو اکثر استعمال میں، یا مستثنیٰ "خَلَا" اور "عَدَا" کے بعد واقع ہو اکثر استعمال میں، یا "مَا خَلَا"، "مَا عَدَا"، "لَيْسَ" اور "لَا يَكُونُ" کے بعد واقع ہو۔

مراد لی جائے تو زید مستثنیٰ منقطع ہوگا، حالاں کہ مستثنیٰ منہ قوم اور زید دونوں کی جنس ایک ہے۔

فائدہ: "مستثنیٰ بہ إلّا" کے عامل کے بارے میں اختلاف ہے، جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس کا عامل فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے، اور جرجانی صاحب "مائۃ عامل" کی رائے یہ ہے کہ اس کا عامل خود "إلّا" ہوتا ہے۔ صاحب "النحو الوافی" نے لکھا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ متصل ہو تو اس کا عامل فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے، اور اگر مستثنیٰ منقطع ہو تو اس کا عامل خود "إلّا" ہوتا ہے۔

وهو منصوب إذا كان الخ: یہاں سے مصنف مستثنیٰ کا اعراب بیان فرما رہے ہیں: مستثنیٰ کے اعراب کی چار صورتیں ہیں: (۱) وجوبِ نصب (۲) دو صورتوں کا جواز، نصب استثناء کی بناء پر اور ماقبل سے بدل (۳) عوامل کے اعتبار سے اعراب، عامل اگر رافع ہو تو رفع، عامل ناصب ہو تو نصب اور عامل جار ہو تو جر (۴) جر۔

۱– چار صورتوں میں مستثنیٰ پر نصب پڑھنا واجب ہے: (۱) مستثنیٰ متصل کلام موجب میں، اُس "إلّا" کے بعد واقع ہو جو صفت کے لیے نہ ہو؛ بلکہ استثناء کے لیے ہو؛ جیسے: **جاء نی القومُ إلّا زيدًا**. (۲) مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو، خواہ کلام موجب میں ہو یا کلام غیر موجب میں؛ جیسے: **ماجاء نی إلّا زيدًا أحدٌ** . (۳) مستثنیٰ منقطع ہو، تو وہ بھی اکثر استعمال میں منصوب ہوتا ہے خواہ کلامِ موجب میں ہو یا کلامِ غیر موجب میں؛ جیسے: **جاء نی القومُ إلّا حمارًا** . (۴) مستثنیٰ **ماخلا، ماعدا، ليسَ، يالايكون** کے بعد واقع ہو؛ جیسے: **جاء نی القوم ما خلا زيدًا، وماعدا زيدًا ولا يكون زيدًا** . **خلا** اور **عدا** کے بعد بھی اکثر علماء کے مذہب کے مطابق مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء نی القومُ خلا زيدًا وعدا زيدًا** . واضح رہے کہ پہلی تین صورتوں میں مستثنیٰ استثناء کی بناء پر منصوب ہوتا ہے، اور چوتھی صورت میں "**ليسَ**" اور "**لايكونُ**" کے بعد اِن کی خبر ہونے کی بناء پر، اور "**ما خلا**"، "**ما عدا**"، "**خلا**" اور "**عدا**" کے بعد اِن کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَيَـجُـوزُ فِيـهِ النَّصبُ وَيُخْتَارُ الْبَدَلُ فِيْ مَا بَعْدَ "إِلَّا" فِيْ كَلامٍ غَيرِ مُوْجَبٍ، وَذُكِرَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ؛ مِثْلُ: ﴿مَا فَعَلُوْهُ إِلَّا قَلِيْلٌ/وَ إِلَّا قَلِيْلًا﴾.

وَيُعْرَبُ عَلٰى حَسَبِ الْعَوَامِلِ إِذَا كَانَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيرَ مَذْكُوْرٍ، وَهُوَ فِيْ غَيرِ الْمُوْجَبِ لِيُفِيْدَ؛ مِثْلُ: مَا ضَرَبَنِيْ إِلَّا زَيْدٌ.

ترجمہ: اور مستثنیٰ میں نصب جائز ہے اور بدل کو پسند کیا گیا ہے اُس صورت میں جب کہ مستثنیٰ "إِلَّا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو، اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو؛ جیسے: ﴿مَا فَعَلُوْهُ إِلَّا قَلِيْلٌ/ وإِلَّا قَلِيْلًا﴾ (انہوں نے اس کو نہیں کیا سوائے تھوڑے سے لوگوں کے)۔

اور مستثنیٰ کو عوامل کے اعتبار سے اعراب دیا جائے گا جب کہ مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو، اور وہ (یعنی مستثنیٰ) کلام غیر موجب میں واقع ہو، تاکہ وہ فائدہ دے؛ جیسے: مَا ضَرَبَنِيْ إِلَّا زَيْدٌ (مجھے نہیں مارا مگر زید نے)۔

کلام مُوجب: وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی اور ایسا استفہام انکاری نہ ہو جو نفی کے معنیٰ کو شامل ہو؛ جیسے: جاء نی زيدٌ.

کلام غیر موجب: وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی اور استفہام انکاری ہو؛ جیسے: ما جاء نی إلا زيدٌ، لَا تَضرِبْ إلا زيدًا، هل جزاءُ الإحسان إلاّ الإحسان.

۲–ویجوز فیہ الخ: اگر مستثنیٰ "إلّا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو، تو وہاں مستثنیٰ میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) اُس پر استثناء کی بناء پر نصب بھی پڑھ سکتے ہیں (۲) اور ماقبل سے بدل بھی مان سکتے ہیں، اور بدل ماننا ہی مختار اور پسندیدہ ہے؛ جیسے: ﴿مَا فَعَلُوْهُ إِلَّا قَلِيْلٌ/ وإِلَّا قَلِيْلًا﴾.[1]

۳–ویعرب علی حسب العوامل الخ: اگر مستثنیٰ "إلّا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو، تو مستثنیٰ پر عوامل کے اعتبار سے اعراب آئے گا (یعنی اگر عامل رافع ہو تو رفع، عامل ناصب ہو تو نصب اور عامل جار ہو تو جر)؛ جیسے: ما ضربنی إلا زيدٌ، ما ضربتُ إلا زيدًا، مامررتُ إلا بزيدٍ.

قولہ: لیفید: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہاں کلام غیر موجب کی قید اس لیے لگائی

---

(۱) ما فعل فعل، واؤ ضمیر مبدل منہ، إلّا حرف استثناء، قلیل بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر فاعل، ھاء ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ قلیلًا کو منصوب پڑھنے کی صورت میں ترکیب یہ ہوگی:
ما فعل فعل، واؤ ضمیر مستثنیٰ منہ، إلّا حرف استثناء، قلیل مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مل کر فاعل، ھاء ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

إِلَّا أَنْ يَّسْتَقِيمَ الْمَعْنٰى؛ مِثْلُ: قَرَأْتُ إِلَّا يَوْمَ كَذَا . وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ "مَا زَالَ زَيْدٌ إِلَّا عَالِمًا".

ترجمہ: مگر یہ کہ (کلام موجب میں) معنی درست ہوں؛ جیسے: قَرَأْتُ إِلَّا يَوْمَ كَذَا (میں نے پڑھا سوائے اتنے دنوں کے)۔ اور اسی وجہ سے "مَا زَالَ زَيْدٌ إِلَّا عَالِمًا" کہنا جائز نہیں۔

گئی ہے کہ مستثنیٰ منہ کو حذف کرنے کی صورت میں پورا فائدہ اکثر اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ کلام غیر موجب ہو؛ کیوں کہ اس طرح کے مواقع میں مستثنیٰ کی جنس سے کوئی عام مستثنیٰ منہ مقدر مانا جاتا ہے، اور یہ صرف کلام غیر موجب ہی میں درست ہوسکتا ہے، کلام موجب میں مستثنیٰ کی جنس سے کوئی عام مستثنیٰ منہ مقدر ماننے کی صورت میں عموماً معنی درست نہیں ہوتے؛ مثلاً: ما ضربني إلا زيدٌ کلام غیر موجب ہے، اگر یہاں مستثنیٰ کی جنس سے عام مستثنیٰ منہ مثلاً أحدٌ مقدر مانیں تو مطلب یہ ہوگا کہ: مجھے زید کے علاوہ کسی انسان نے نہیں مارا، اور یہ عین ممکن ہے کہ متکلم کو زید کے علاوہ دنیا کے کسی بھی انسان نے نہ مارا ہو۔ اور ضربني إلا زيدٌ کلام موجب ہے، اگر یہاں عام مستثنیٰ منہ مثلاً جميع الناس مقدر مانیں تو مطلب یہ ہوگا کہ زید کے علاوہ دنیا کے تمام انسانوں نے متکلم کو مارا، اور ظاہر ہے کہ یہ درست نہیں؛ کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ متکلم کو زید کے علاوہ دنیا کے تمام انسانوں نے مارا ہو۔

إلّا أن يستقيم المعنى الخ: البتہ اگر کہیں کلامِ موجب میں مستثنیٰ منہ کو حذف کرنے کی صورت میں معنی درست ہوں، یا تو اِس وجہ سے کہ جو حکم اُس میں ذکر کیا گیا ہے اُس کو عموم کے ساتھ ثابت کرنا صحیح ہو، یا وہاں کوئی ایسا قرینہ ہو جو اِس بات پر دلالت کرے کہ مستثنیٰ منہ کوئی ایسی متعین چیز ہے جس میں مستثنیٰ یقینی طور پر داخل ہے، تو وہاں کلام موجب میں بھی مستثنیٰ منہ کو حذف کر کے مستثنیٰ کو عوامل کے اعتبار سے اعراب دینا جائز ہے، اول کی مثال؛ جیسے: يحرّكُ فكَّه الأسفلَ عندَ المضغِ إلا التمساحُ (چباتے وقت اپنے نچلے جبڑے کو ہلاتا ہے مگر گھڑیال)، یہاں کلام موجب میں مستثنیٰ منہ (كلُّ حيوان) کو حذف کر کے مستثنیٰ 'التمساح' کو عامل کے اعتبار سے اعراب دیا گیا ہے؛ اس لیے کہ چباتے وقت نچلے جبڑے کو ہلانا ایسا حکم ہے جو عموم کے ساتھ ہر حیوان کے لیے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ ثانی کی مثال؛ جیسے: قرأتُ إلّا يومَ كذا[1] کلام موجب ہے اور اُس میں مستثنیٰ منہ کو حذف کر کے مستثنیٰ (يومَ كذا) کو عامل کے اعتبار سے اعراب دیا گیا ہے، اس کی اصل قرأتُ كلَّ يومٍ

(۱) قرأتُ فعل بافاعل، إلّا حرف استثناء، يومَ كذا مرکب اضافی مستثنیٰ مفرغ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

إلَّا یومَ کذَا ہے؛ اس لیے کہ اس طرح کے کلام سے متکلم کا مقصد یہ بیان کرنا نہیں ہوتا کہ میں نے فلاں دن (مثلاً جمعہ) کے علاوہ دنیا کے تمام ایام میں پڑھا؛ بلکہ یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ میں نے فلاں دن کے علاوہ پورے ہفتہ/ یا مہینے/ یا سال بھر پڑھا، اور یہ عین ممکن ہے کہ متکلم نے ایک دن کے علاوہ باقی پورے ہفتے/ یا پورے مہینے/ یا پورے سال پڑھا ہو۔

تنبیہ: **قرأتُ إلَّا یومَ کذَا** کے متعلق جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اُس کی حیثیت محض ایک تاویل کی ہے، اس طرح کی تاویل ہر کلام موجب میں کی جا سکتی ہے، اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ کو حذف کر کے مستثنیٰ کو عوامل کے اعتبار سے اعراب دینا کلام غیر موجب میں بھی جائز ہے اور کلام موجب میں بھی، بس اتنا فرق ہے کہ اہل عرب کے یہاں کلام غیر موجب میں ایسا کرنا کثرت سے پایا جاتا ہے اور کلام موجب میں قلت کے ساتھ۔

فائدہ: مستثنیٰ منہ کو حذف کرنے کے بعد جس مستثنیٰ کو عامل کے اعتبار سے اعراب دیا گیا ہو، اُس کو مستثنیٰ مفرّغ کہتے ہیں، پھر مستثنیٰ مفرغ کے لیے کلام غیر موجب میں واقع ہونا ضروری ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، عام نحویین کی رائے یہ ہے اُس کا کلام غیر موجب میں واقع ہونا ضروری ہے، جب کہ صاحبِ ''النحو الوافی'' اور کچھ دیگر نحویوں کی رائے یہ ہے کہ مستثنیٰ مفرغ ہونے کے لیے اُس کا کلام غیر موجب میں واقع ہونا ضروری نہیں، اگر مستثنیٰ کلام موجب میں واقع ہو اور اُس کے مستثنیٰ منہ کو حذف کر کے اُس کو عامل کے اعتبار سے اعراب دیا گیا ہو، اُس کو بھی مستثنیٰ مفرغ ہی کہیں گے۔ [دیکھئے: النحو الوافی (۲/ ۲۷۸، ۲۸۰)]

فائدہ: مفعول معہ، مفعول مطلق برائے تاکید اور حال مؤکدہ کے علاوہ باقی تمام معمولات کو مستثنیٰ مفرغ بنانا جائز ہے، مفعول معہ، مفعول مطلق برائے تاکید اور حال مؤکدہ کو مستثنیٰ مفرغ بنانا جائز نہیں؛ چناں چہ **ما سرتُ إلَّا والأشجارَ، ما زرعتُ إلَّا زرعًا، لا تعمل إلَّا عاملًا** نہیں کہہ سکتے۔ (النحو الوافی ۲/ ۲۷۸)

ومن ثم لم یجز الخ: چوں کہ مستثنیٰ منہ کو حذف کر کے مستثنیٰ کو عامل کے اعتبار سے اعراب دینا عام حالات میں کلام غیر موجب کے ساتھ خاص ہے، کلام موجب میں (جب کہ معنی درست نہ ہوں) ایسا کرنا جائز نہیں، اس لیے مستثنیٰ منہ کو حذف کر کے **ما زال زیدٌ إلَّا عالمًا** نہیں کہہ سکتے: کیوں کہ معنی کے اعتبار سے یہ کلامِ موجب (مثبت) ہے؛ اس لیے کہ اس میں ''**ما**'' حرفِ نفی ہے، اور ''**زال**'' بھی نفی کے معنی پر دلالت کرتا ہے، اور قاعدہ ہے کہ 'جب کلام میں دو نفی جمع ہو جاتی ہیں تو وہ مثبت ہو جاتا ہے'۔ الغرض چوں کہ یہ کلام موجب ہے اور کلام موجب میں جب معنی درست نہ ہوں مستثنیٰ منہ کو حذف کرنا جائز نہیں، (اور یہاں معنی درست نہیں ہیں؛ کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زید علم کے علاوہ تمام صفات سے متصف ہے، حالاں کہ یہ ناممکن ہے) اس لیے **ما زال زیدٌ إلَّا عالمًا** کہنا جائز نہیں۔

www.besturdubooks.net

وَإِذَا تَعَذَّرَ الْبَدَلُ عَلَى اللَّفْظِ فَعَلَى الْمَوْضِعِ؛ مِثْلُ: مَا جَاءَ نِي مِنْ أَحَدٍ إِلَّا زَيْدٌ، وَلَا أَحَدَ فِيهَا إِلَّا عَمْرٌو، وَمَا زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْءٌ لَا يُعْبَأُ بِهِ؛ لِأَنَّ "مِنْ" لَا تُزَادُ بَعْدَ الإِثْبَاتِ، وَ"مَا" وَ"لَا" لَا تُقَدَّرَانِ عَامِلَتَيْنِ بَعْدَهُ؛ لِأَنَّهُمَا عَمِلَتَا لِلنَّفْيِ، وَقَدِ انْتَقَضَ بِـ"إِلَّا".

ترجمہ: اور جب (مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے) لفظ سے بدل ماننا متعذر ہو جائے، تو (مستثنیٰ منہ کے) محل سے بدل مانا جائے گا؛ جیسے: **مَا جَاءَ نِي مِنْ أَحَدٍ إِلَّا زَيْدٌ** (میرے پاس کوئی نہیں آیا سوائے زید کے) **لَا أَحَدَ فِيهَا إِلَّا عَمْرٌو** (گھر میں کوئی نہیں ہے سوائے عمرو کے)، **مَا زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْءٌ لَا يُعْبَأُ بِهِ** (زید کوئی چیز نہیں ہے مگر ایسی چیز جس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی)؛ اس لیے کہ "مِــنْ" اثبات کے بعد زیادہ نہیں کیا جاتا، اور "مَا" اور "لَا" عامل ہونے کی حالت میں اثبات کے بعد مقدر نہیں ہوتے؛ اس لیے کہ یہ دونوں نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں، اور نفی (یہاں) "إِلَّا" کی وجہ سے ختم ہوگئی ہے۔

وإذا تعذر البدل على اللفظ الخ: ماقبل میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اگر مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو، تو وہاں اگرچہ مستثنیٰ پر استثناء کی بناء پر نصب پڑھنا بھی جائز ہے؛ مگر مختار اور پسندیدہ یہ ہے کہ اُس کو ماقبل (یعنی مستثنیٰ منہ) سے بدل مانا جائے، اب یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل ماننا متعذر ہو، تو اُس کو مستثنیٰ منہ کے محل سے بدل مانیں گے؛ جیسے: **ما جاء نی من أحد إلا زيدٌ**[1]، یہاں زید مستثنیٰ کو **أحد** مستثنیٰ منہ کے محل سے بدل مان کر مرفوع پڑھا گیا ہے (**أحد** محلاً فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے)، **أحد** کے لفظ سے بدل مان کر زید کو مجرور نہیں پڑھ سکتے؛ اس لیے کہ یہاں مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل ماننا متعذر رہے؛ اور وہ اس وجہ سے کہ اگر زید کو **أحد** کے لفظ سے بدل مانیں گے، تو چوں کہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے[2]، اس لیے زید سے پہلے "مِنْ" زائدہ مقدر ماننا پڑے گا، اور یہ **ما جاء نی من أحد إلا من زيدٍ** کے درجہ میں ہوگا، اور "مِنْ" کو نفی کے بعد زیادہ کیا جاتا ہے، اثبات کے بعد زیادہ نہیں کیا جاتا، اور یہاں "إِلَّا" کے آنے کے بعد کلام منفی نہیں رہا؛ بلکہ مثبت ہوگیا؛ لہٰذا یہاں زید مستثنیٰ کو **أحد** مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل نہیں مان سکتے؛ بلکہ اُس کے محل سے بدل مانیں گے۔

---

(۱) یعنی جو عامل مبدل منہ کا ہوتا ہے، وہی حقیقۃً یا حکمًا بدل سے پہلے مقدر ہوتا ہے۔

(۲) **ما جاء** فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، **من** حرف جر زائد، **أحد** لفظاً مجرور محلاً مرفوع مبدل منہ، **إلا** حرف استثناء، **زيد** بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

بِخِلَافِ ''لَيْسَ زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا''؛ لِأَنَّهَا عَمِلَتْ لِلْفِعْلِيَّةِ، فَلا أَثَرَ فِيهَا لِنَقْضِ مَعْنَى النَّفْيِ؛ لِبَقَاءِ الْأَمْرِ الْعَامِلَةِ هِيَ لِأَجْلِهِ.

ترجمہ : برخلاف ''لَيْسَ زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا'' کے؛ اس لیے کہ وہ (یعنی لَيْسَ) فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے؛ لہٰذا معنئ نفی کے ختم ہوجانے سے اس (کے عمل) پر کوئی اثر نہیں پڑے گا؛ کیوں کہ وہ چیز باقی ہے جس کی وجہ سے لَيْسَ عمل کرتا ہے۔

اور جیسے: لا أحدَ فيها إلّا عمرٌو [۱]، ما زيدٌ شيئا إلّا شيءٌ لا يُعبأ به [۲]، یہاں پہلی مثال میں عمرو کو أحد مستثنیٰ منہ کے محل سے، اور دوسری مثال میں شيء کو شيئًا مستثنیٰ منہ کے محل سے بدل مان کر مرفوع پڑھا گیا ہے، (أحد یہاں اپنی اصل کے اعتبار سے مبتدا ہونے کی بناء پر اور شيئًا خبر ہونے کی بناء پر محلاً مرفوع ہے)، مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل مان کر عمرو اور شيء کو منصوب نہیں پڑھ سکتے: اس لیے کہ یہاں مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل ماننا متعذر رہے، اور وہ اس وجہ سے کہ اگر یہاں عمرو اور شيء کو مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل مانیں گے، تو چوں کہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے، اس لیے عمرو سے پہلے ''لا'' اور شيء سے پہلے ''ما'' مقدر ماننا پڑے گا، اور یہ لا أحدَ فيها إلّا لا عمرَو، ما زيدٌ شيئا إلّا ما شيئًا لا يُعبأ به کے درجہ میں ہوں گے، حالاں کہ ''إلّا'' کی وجہ سے کلام کے مثبت ہوجانے کے بعد، ''ما'' اور ''لا'' عامل ہوکر مقدر نہیں ہوسکتے؛ کیوں کہ یہ دونوں نفی پر دلالت کرنے کی وجہ سے عمل کرتے ہیں، اور ''إلّا'' کے آنے کے بعد اِن کی نفی ختم ہوگئی ہے، اور کلام منفی نہیں رہا؛ بلکہ مثبت ہوگیا ہے؛ لہٰذا عمرو اور شيء کو مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل نہیں مان سکتے؛ بلکہ اُس کے محل سے بدل مانیں گے۔

بخلاف ''ليس زيد شيئا إلا شيئا'' الخ: یہاں سے مصنف ''ما'' و ''لا'' اور ''لَيْسَ'' فعل ناقص کے درمیان فرق بیان فرمارہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ ''ما مشابہ بلیس'' اور ''لائے نفی جنس'' نفی کے معنی پر دلالت کرنے کی وجہ سے عمل کرتے ہیں، جب تک نفی کے معنی باقی رہتے ہیں یہ عمل کرتے ہیں، اور جب نفی کے

---

(۱) لا لائے نفی جنس، أحد مبدل منہ، إلّا حرف استثناء، عمرو بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر لائے نفی جنس کا اسم، فيها جار مجرور موجود شبہ فعل محذوف کا متعلق ہوکر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) ما مشابہ بلیس، زيد اس کا اسم، شيئا مبدل منہ، إلّا حرف استثناء، شيء موصوف، لا يعبأ فعل مجہول، به جار مجرور نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَمِنْ ثَمَّ جَازَ "لَیْسَ زَیْدٌ إِلَّا قَائِمًا"، وَامْتَنَعَ "مَا زَیْدٌ إِلَّا قَائِمًا".

ترجمہ: اور اسی وجہ سے جائز ہے "لَیْسَ زَیْدٌ إِلَّا قَائِمًا" (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہوا)، اور ممتنع ہے "مَا زَیْدٌ إِلَّا قَائِمًا"۔

معنی باقی نہیں رہتے تو یہ کوئی عمل نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ یہ "إِلَّا" کے مابعد میں عمل نہیں کرتے؛ کیوں کہ وہاں "إِلَّا" کی وجہ سے اِن کی نفی (جو ان کے عامل ہونے کی علت تھی) ختم ہو جاتی ہے۔ اِن کے برخلاف "لَیْسَ" نفی کے معنی پر دلالت کرنے کی وجہ سے عمل نہیں کرتا؛ بلکہ فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے، چوں کہ اس کے بعد "إِلَّا" کے آنے سے صرف نفی ختم ہوتی ہے، اس کا فعل ہونا ختم نہیں ہوتا، اس لیے یہ "إِلَّا" کے مابعد میں بھی اُسی طرح عمل کرتا ہے، جس طرح "إِلَّا" کے ماقبل میں عمل کرتا ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل مان کر لیس زیدٌ شیئًا إلّا شیئًا لا یعبأ به [1] کہنا جائز ہے؛ کیوں کہ یہاں "إِلَّا" کے آنے سے صرف نفی کے معنی ختم ہوئے ہیں، لیس کا فعل ہونا ختم نہیں ہوا، اور یہ فعل ہونے ہی کی وجہ سے عمل کرتا ہے، معنیٔ نفی پر دلالت کرنے کی وجہ سے نہیں؛ لہٰذا یہ کلام کے مثبت ہو جانے کے بھی عامل ہو کر مقدر ہو سکتا ہے۔ اسی لیے یہاں مستثنیٰ (دوسرے شیئًا) کو مستثنیٰ منہ (پہلے شیئًا) کے لفظ سے بدل مان کر منصوب پڑھا گیا ہے۔

ومن ثم جاز لیس زید الخ: چوں کہ "لیسَ" فعل ناقص نفی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا؛ بلکہ فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے، اور ما مشابہ بلیس نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے، اسی لیے لیسَ زیدٌ إلّا قائمًا [2] کہنا جائز ہے؛ کیوں کہ یہاں "إِلَّا" کے آنے سے صرف نفی کے معنی ختم ہوئے ہیں، لیسَ کا فعل ہونا ختم نہیں ہوا، وہ جس طرح پہلے فعل تھا اسی طرح اب بھی فعل ہے؛ لہٰذا وہ "إِلَّا" کے مابعد (قائمًا) میں عمل کرے گا اور قائمًا کو لیس کی خبر ہونے کی بناء پر منصوب پڑھیں گے۔ لیکن ما زیدٌ إلّا قائمًا کہنا جائز نہیں؛ کیوں کہ "إِلَّا" کے آنے سے نفی ختم ہو گئی ہے، اور "ما" مشابہ بلیس نفی ہی کی وجہ سے عمل کرتا ہے؛ پس جب نفی باقی نہیں رہی، تو وہ یہاں قائمًا میں کوئی عمل نہیں کرے گا؛ لہٰذا ما زیدٌ إلّا قائمًا نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ ما زیدٌ إلّا قائمٌ کہیں گے۔

---

(۱) لیس فعل ناقص، زید اس کا اسم، شیئًا مبدل منہ، إلّا حرف استثناء، شیئًا موصوف، لا یعبأ فعل مجہول، بہ جار مجرور نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر خبر، لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) لیس فعل ناقص، زید اس کا اسم، إلّا حرف استثناء، قائمًا مستثنیٰ مفرغ خبر، لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَمَخْفُوضٌ بَعْدَ "غَيْرَ"، وَ"سِوىٰ"، وَ"سِوَاءَ"، وَبَعْدَ "حَاشَا" فِي الْأَكْثَرِ . وَإِعْرَابُ "غَيْـرَ" فِيهِ كَإِعْرَابِ الْمُسْتَثْنىٰ بِـ "إِلَّا" عَلَى التَّفْصِيلِ . وَ"غَيْرَ" صِفَةٌ حُمِلَتْ عَلىٰ "إِلَّا" فِي الِاسْتِثْنَاءِ،

ترجمه: اور (مستثنیٰ) مجرور ہوتا ہے" غَیْرَ "،" سِوٰی "اور" سِوَاء " کے بعد، اور" حَاشَا " کے بعد اکثر استعمال میں۔

اور اُس" غَیْـــرَ " کا اعراب جو استثناء میں استعمال ہو، مستثنیٰ بہ إِلَّا کے اعراب کی طرح ہے (مذکورہ) تفصیل کے مطابق۔ اور" غَیْرَ " صفت (کے لیے وضع کیا گیا) ہے جس کو استثناء میں" إِلَّا " پر محمول کرلیا گیا ہے،

۴- **ومخفوض بعد غير الخ**: یہاں سے مصنف مستثنیٰ کے اعراب کی چوتھی صورت کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر مستثنیٰ "غیـر"، "سِـوٰی"، "سَواء" کے بعد واقع ہو، تو مستثنیٰ (اِن کا مضاف الیہ ہونے کی بناء پر) مجرور ہوگا؛ جیسے: **جـاء نـي الـقـومُ غيـرَ زيـدٍ/ وسِوٰى زيدٍ/ وسَواء زيدٍ** . اور "حاشا" کے بعد بھی اکثر علماء کے مذہب کے مطابق مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء ني القومُ حاشا زيدٍ** . اور امام مبرد نے" حاشا " کے بعد نصب کو جائز قرار دیا ہے۔[1]

وإعراب غير فيه الخ: یہاں سے مصنف لفظ "غیر" کا اعراب بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "غیر" جب استثناء کے لیے ہو، تو اُس کا اعراب مستثنیٰ بہ إِلَّا کے اعراب کی طرح ہوتا ہے، یعنی اگر مستثنیٰ متصل کلام موجب میں واقع ہو، یا مستثنیٰ منقطع ہو، یا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو، تو لفظ" غیـر " استثناء کی بناء پر منصوب ہوگا؛ جیسے: **جاء ني القومُ غيرَ زيدٍ، جاء ني القومُ غيرَ حمارٍ، ماجاء ني غيرَ زيدٍ القومُ** .

اور اگر مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو، تو لفظ" غیــرَ " میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) نصب استثناء کی بناء پر (۲) ماقبل سے بدل اور بدل ماننا ہی مختار اور پسندیدہ ہے؛ جیسے: **ماجـاء نـي أحدٌ غيرَ زيدٍ وغيرُ زيدٍ**.

اور اگر مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو، تو لفظ" غیر " کا اعراب عوامل کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے؛ جیسے: **ما جاء ني غيرُ زيدٍ، ما رأيتُ غيرَ زيدٍ، ما مررتُ بغيرِ زيدٍ** .

وغير صفة حملت على الخ: یہاں سے مصنف لفظ "غیر" کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔

(۱) جو حضرات" حـاشـا " کو حرفِ جر مانتے ہیں وہ اس کے بعد مستثنیٰ کو مجرور پڑھتے ہیں، اور جو اُس کو فعل مانتے ہیں (جیسا کہ امام مبرد) وہ اُس کے بعد آنے والے مستثنیٰ کو اس کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب پڑھتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

كَمَا حُمِلَ "إِلَّا" عَلَيْهَا فِي الصِّفَةِ، إِذَا كَانَتْ تَابِعَةً لِجَمْعٍ مَنْكُوْرٍ غَيْرِ مَحْصُوْرٍ؛ لِتَعَذُّرِ الْإِسْتِثْنَاءِ؛ مِثْل: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾. وَضَعُفَ فِيْ غَيْرِهٖ .

ترجمہ: جیسا کہ "إِلَّا" کوصفت میں "غَیْرَ" پرمحمول کرلیا جاتا ہے، جب کہ وہ ایسی جمع کے تابع ہو جونکرہ ہو(اور اُس کے افراد) متعین نہ ہوں؛ (وہاں) استثناء کے متعذر ہونے کی وجہ سے؛ جیسے: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ (اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے علاوہ اور خدا ہوتے تو دونوں میں فساد برپا ہوجاتا)۔اور یہ (یعنی "إِلَّا" کوصفت پرمحمول کرنا) اِس (یعنی مذکورہ صورت) کے علاوہ میں ضعیف ہے۔

فرماتے ہیں کہ لفظ "غیرَ" کوواضع نے صفت کے لئے وضع کیا ہے؛ لیکن کبھی یہ استثناء کے لئے بھی استعمال ہوجاتا ہے؛ جیسے: جاء نی القومُ غیرَ حمارٍ. جیسا کہ لفظ "إلّا" استثناء کے لئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی صفت یعنی "غیـــر" کے معنی میں بھی استعمال ہوجاتا ہے، إلّا صفت کے لئے اُس وقت ہوتا ہے جب کہ "إلّا" کا استثناء کے لئے ہونا متعذر رہو، اور یہ اکثر اُس وقت ہوتا ہے جب کہ إلّا سے پہلے ایسی جمع یا شبہ جمع ہو جونکرہ ہو اور اس کے افراد متعین نہ ہوں؛ جیسے: ﴿لو کان فیھما آلھةٌ إلّا اللّٰہُ لفسدتا﴾ [1] اور لا اِلٰـہَ اِلّا اللّٰہ، ان دونوں مثالوں میں "إلّا" صفت کے لئے ہے؛ کیوں کہ یہاں إلّا کا استثناء کے لئے ہونا متعذر ہے؛ اس لئے کہ پہلی مثال میں إلّا سے پہلے "آلھة" جمع نکرہ ہے، اوردوسری مثال میں اس سے پہلے "إلــٰـہ" شبہ جمع نکرہ ہے: (کیوں کہ نکرہ نفی کے تحت آنے سے عموم میں جمع کے مشابہ ہوجاتی ہے)، اوران کے افراد متعین نہیں ہیں: لہٰذا آلھة اور إلــٰـہ میں نہ تو اللہ کا دخول یقینی ہے کہ اس کو مستثنیٰ متصل قرار دیا جاسکے، اور نہ خروج یقینی ہے کہ مستثنیٰ منقطع قرار دے سکیں، پس جب یہاں إلّا کا استثناء کے لئے ہونا متعذر ہوگیا تو لامحالہ إلّا یہاں صفت کے لئے ہوگا۔

نیز اگر یہاں "إلّا" کو استثناء کے لئے لیا جائے تو یا تو اللہ کو مستثنیٰ متصل مانیں گے یا مستثنیٰ منقطع، اور دونوں باطل ہیں؛ اس لئے کہ اگر اللہ کو مستثنیٰ متصل مانیں تو آلھةٌ اور إلٰہٌ سے معبودانِ برحق مراد ہوں گے؛ کیوں کہ مستثنیٰ متصل کا مستثنیٰ منہ میں دخول یقینی ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ آلھةٌ اور اِلٰہٌ سے معبودانِ برحق مراد

---

(۱) لو حرف شرط، کان فعل ناقص، فیھما جار مجرور، ثابتة اسم فاعل محذوف کا متعلق ہوکر خبر مقدم، آلھة موصوف، إلا بمعنی غیر مضاف، اللّٰہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط، لام برائے جواب، فسد فعل، الف ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ اسی طرح لا الــٰـہ الا اللــٰـہ کی ترکیب کرلی جائے۔ اس کی اصل: لا إله الا اللّٰه موجود ہے۔ إلّا بمعنی غیر کی ترکیب کے قاعدہ کے لئے دیکھئے: النحو الوافی (۳۰۳/۲)

www.besturdubooks.net

وَإِعْرَابُ ''سِوٰی'' وَ''سِوَاءٍ'' النَّصْبُ عَلَى الظَّرْفِ عَلَى الْأَصَحِّ .

ترجمہ: اور ''سِوٰی'' اور ''سِوَاء'' کا اعراب نصب ہے ظرفیت کی بناء پر اصح قول کے مطابق۔

ہوں۔اور یہ باطل ہے؛اس لئے کہ اس صورت میں اللہ کے علاوہ دیگر معبودانِ برحق کا ہونا لازم آئے گا۔
اور اگر مستثنیٰ منقطع مانیں تو آلهة اور اِلهٌ سے معبودانِ باطلہ مراد ہوں گے؛ کیوں کہ مستثنیٰ منقطع کا مستثنیٰ منہ سے خروج یقینی ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ آلهةٌ اور إله سے معبودانِ باطلہ مراد ہوں،اور یہ بھی باطل ہے؛ اس لئے کہ اس صورت میں معبودانِ باطلہ کی نفی ہوگی ،اور معبودانِ باطلہ کی نفی سے معبودانِ برحق کی نفی لازم نہیں آتی۔الغرض اگر یہاں ''إلّا'' کو استثناء کے لئے مانا جائے تو توحید ثابت نہ ہوسکے گی؛ لہٰذا یہاں ''إلّا'' کا استثناء کے لیے ہونا متعذر اور صفت کے لئے ہونا متعین ہے۔

وضعف في غيره: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر ''إلّا'' سے پہلے مذکورہ جمع (یعنی وہ جمع یا شبہ جمع جونکرہ ہو اور اُس کے افراد متعین نہ ہوں) کے علاوہ کوئی اور اسم ہو،تو وہاں ''إلّا'' کو صفت کے لیے ماننا ضعیف ہے؛ اس لیے کہ وہاں ''إلّا'' کا استثناء کے لیے ہونا متعذر نہیں ہے؛ لہٰذا وہاں ''إلّا'' استثناء کے لیے ہوگا،صفت کے لیے نہیں ہوگا۔

اور امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ جہاں ''إلّا'' کا استثناء کے لیے ہونا متعذر نہ ہو، وہاں بھی ''إلّا'' کو صفت کے لیے ماننا جائز ہے؛ چناں چہ امام سیبویہ کہتے ہیں کہ: **ما أتاني أحدٌ إلّا زيدٌ** میں ''إلّا'' استثناء کے لیے ہوسکتا ہے؛لیکن اس کے باوجود یہاں ''إلّا'' کو صفت کے لیے ماننا جائز ہے۔صاحب شرح جامی فرماتے ہیں کہ اکثر متأخرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔لیکن جس دلیل کی بناء پر یہ حضرات اِس طرف گئے ہیں،مصنف نے اُس کو شذوذ پر محمول کیا ہے۔

وإعراب سوى وسواء الخ: یہاں سے ''سِوٰی'' اور ''سِوَاء'' کا اعراب بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اصح قول یہ ہے کہ ''سـوٰی'' اور ''ســواء'' ہر جگہ ظرف (یعنی مفعول فیہ) ہونے کی بناء پر منصوب ہوتے ہیں؛ جیسے: جاء ني القومُ سوٰى زيدٍ/ وسواءَ زيدٍ ،یہاں ''سوٰی'' اور ''سواء'' دونوں جاء فعل کا مفعول فیہ ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔یہ امام سیبویہ کا مذہب ہے۔

اور کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں ہر جگہ ظرف ہونے کی بناء پر منصوب نہیں ہوں گے؛ بلکہ ''غيـرَ'' کی طرح اِن پر رفع اور جر بھی آسکتا ہے؛ جیسے: جاء ني سِواکَ، مررتُ بسِواکَ . مصنف نے ''على الأصح'' کہہ کر اِس طرف اشارہ کیا ہے کہ امام سیبویہ کا مذہب راجح اور کوفیین کا مذہب مرجوح ہے۔

www.besturdubooks.net

فائدہ: ابن مالک صاحب ''الفیہ'' اور شیخ عباس حسن صاحب ''النحو الوافی'' کی رائے یہ ہے کہ جو اعراب مذکورہ صورتوں میں ''غیر'' کا بیان کیا گیا ہے، یہی اعراب دیگر اُن کلماتِ استثناء کا بھی ہوتا ہے جو اسم صریح ہیں، مثلاً: سُوًی ، سِواء، سَواء ،اس اعتبار سے ''غیر'' اور سُوًی، سَواء، سِواء وغیرہ میں کوئی فرق نہیں، البتہ دوسرے اعتبار سے ان کے درمیان فرق ہے، وہ یہ کہ:

۱-کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت، ''غیــــر'' کے مضاف الیہ کو حذف کردیا جاتا ہے، جب کہ ''سِوٰی'' اور اس کے نظائر کے مضاف الیہ کو حذف کرنا کہیں بھی جائز نہیں۔

۲-''غیر'' ظرف نہیں ہوتا، جب کہ ''سِوی'' وغیرہ بعض مواقع میں ظرف مکان واقع ہوجاتے ہیں۔

۳-''غیر'' کا استعمال استثناء کے لئے کم اور صفت کے لئے زیادہ ہوتا ہے، جب کہ ''سِوی'' وغیرہ استثناء کے لئے زیادہ استعمال ہوتے ہیں اور صفت کے لئے کم۔ (۱)

فائدہ: کلماتِ استثناء میں سے ''لیسَ'' اور ''لایکونُ'' کی ترکیب کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ اِن میں مستتر ''ھُوَ'' ضمیر اِن کا اسم، اور اِن کے بعد آنے والا مستثنیٰ اِن کی خبر ہوگا، پھر یہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہونے کے بعد، یہ جملہ یا تو ماقبل سے حال ہوگا، یا جملہ مستانفہ ہوگا۔

اور ''ما خلا'' اور ''ما عدا'' میں ''ما'' مصدریہ ہے، ''خلا'' اور ''عدا'' فعل ہیں، ان کی ترکیب کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ اِن میں مستتر ''ھو'' ضمیر ان کا فاعل اور ان کے بعد آنے والا مستثنیٰ ان کا مفعول بہ ہوگا، پھر یہ اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مصدر کی تاویل میں ہونے کے بعد، یا تو مجاوزًا اسم فاعل کے معنی میں ہوکر ماقبل (مستثنیٰ منہ) سے حال ہوں گے، یا ان سے پہلے ''وقت'' مضاف محذوف مان کر اِن کو ماقبل فعل یا شبہ فعل کا مفعول فیہ بنائیں گے۔

اور ''خلا''، ''عدا'' اور ''حاشا'' کو اگر حرف جر مانیں تو یہ اپنے مابعد (مستثنیٰ) مجرور سے مل کر ماقبل فعل یا شبہ فعل کے متعلق ہوں گے۔ اور اگر اِن کو فعل مانیں، تو اِن میں مستتر ''ھــو'' ضمیر اِن کا فاعل اور اِن کے بعد آنے والا مستثنیٰ اِن کا مفعول بہ ہوگا، پھر یہ اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہونے کے بعد، یہ جملہ یا تو ماقبل مستثنیٰ منہ سے حال ہوگا، یا جملہ مستانفہ ہوگا۔

ان افعال میں جو ''ھو'' ضمیر مستتر ہے، اُس کا مرجع وہ لفظ ''بعض'' ہوگا جو ماقبل کے مضمون سے سمجھ میں آتا ہے؛ مثلاً: زرعتُ الحقلَ لیسَ حقلًا میں، ''لیس'' میں جو ''ھو'' ضمیر مستتر اُس کا اسم ہے، اُس کا مرجع بعض الحقول ہے، اور یہ زرعتُ الحقلَ لیس بعضُ الحقولِ حقلًا کے معنی میں ہے۔ (۲)

(۱) (النحو الوافی ۲/ ۲۹۷-۲۹۹)

(۲) (النحو الوافی ۲/ ۳۰۴-۳۰۶)

www.besturdubooks.net

خَبَرُ كَانَ وَأَخَوَاتِهَا : هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهَا؛ مِثْلُ: كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا . وَأَمْرُهُ كَأَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ، وَيَتَقَدَّمُ مَعْرِفَةً .

ترجمہ: ''کَانَ''اور اُس کے نظائر کی خبر: وہ اسم ہے جو ان (میں سے کسی ایک) کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو؛ جیسے: كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا (زید کھڑا تھا)۔ اور اُس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کے مانند ہے، اور یہ (کانَ اور اس کے نظائر کی خبر) معرفہ ہونے کی صورت میں (بھی اسم پر) مقدم ہو جاتی ہے۔

قوله: خبر كان وأخواتها الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی نویں قسم کان اور اس کے نظائر کی خبر کو بیان فرمارہے ہیں:

کان اور اس کے نظائر کی خبر کی تعریف: کان اور اس کے نظائر کی خبر وہ اسم ہے جو کان اور اس کے نظائر میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو؛ جیسے: كان زيدٌ قائمًا [1] میں قائمًا، کان کی خبر ہے؛ اس لئے کہ یہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

وأمره كأمر خبر المبتدأ: کان اور اس کے نظائر کی خبر کا حکم: معرفہ، نکرہ، مفرد، جملہ، واحد اور متعدد ہونے میں، نیز اگر خبر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا اور اگر قرینہ پایا جائے تو عائد کو حذف کرنا وغیرہ تمام احکام میں مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے، البتہ دونوں میں ایک فرق ہے، وہ یہ ہے کہ مبتدا کی خبر اگر معرفہ ہو تو اُس کو (بغیر قرینہ کے) مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں؛ جیسے: محمدٌ نبيُّنا . اس کے برخلاف اگر ''کان'' اور اُس کے نظائر کی خبر معرفہ ہو تو اُس کو اُن کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے (خواہ کوئی قرینہ پایا جائے یا نہ پایا جائے)؛ جیسے: كان القائمَ زيدٌ میں القائم خبر کو اسم پر مقدم کیا گیا ہے؛ لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ اسم اور خبر دونوں پر یا اُن میں سے کسی ایک پر اعراب لفظی ہو۔ اگر اعراب لفظی نہ ہو تو پھر مبتدا کی خبر کی طرح ''کان'' اور اس کے نظائر کی خبر کو بھی معرفہ ہونے کی صورت میں اُن کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوگا۔

فائدہ: کان اور اس کے نظائر کی خبر اور مبتدا کی خبر کے درمیان ایک فرق اور ہے، وہ یہ ہے کہ فعل ماضی علی الاطلاق مبتدا کی خبر بن جاتا ہے؛ جیسے: زيدٌ قامَ . اس کے برخلاف فعلِ ماضی علی الاطلاق ''کان'' اور اس کے نظائر کی خبر نہیں بن سکتا؛ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ یا تو اس سے پہلے ''قد'' ہو؛ جیسے: كان زيدٌ قد قعد، یا ''کان'' اپنے اسم وخبر سے مل کر شرط واقع ہو؛ جیسے: ﴿إِنْ كانَ قميصُه قُدَّ مِنْ دُبُرٍ﴾ .

---

(۱) کان فعل ناقص، زید اس کا اسم، قائما شبہ جملہ خبر، کان فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفُ عَامِلُه فِي "اَلنَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ، وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ". وَيَجُوْزُ فِي مِثْلِهَا أَرْبَعَةُ أَوْجُهٍ .

ترجمہ : اور کبھی "کَانَ" کی خبر کے عامل (یعنی "کَانَ") کو حذف کردیا جاتا ہے **اَلنَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ، إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ** جیسی مثالوں میں (لوگوں کو اُن کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، اگر اُن کا عمل اچھا ہوگا، تو بدلہ بھی اچھا ہوگا، اور اگر اُن کا عمل برا ہوگا تو بدلہ بھی برا ہوگا)۔ اور اِس طرح کی مثالوں میں چار صورتیں جائز ہیں۔

وقد یحذف عامله فی الخ: یہاں سے مصنف **کانَ** کی خبر کے عامل یعنی **کانَ** کو حذف کرنے کا موقع بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر "کَانَ" کے حذف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہو، مثلاً: "إِنْ" شرطیہ کے بعد کوئی اسم ہو، اُس کے بعد "فاء جزائیہ" ہو اور اُس کے بعد پھر کوئی دوسرا اسم ہو، تو وہاں **کانَ** کو حذف کردیا جاتا ہے؛ جیسے: **اَلنّاسُ مَجزِيُّوْن بأعمالِهم إِنْ خيرًا فخيرٌ وإِنْ شرًّا فشرٌّ**[1]، یہاں دونوں جگہ "إِنْ" شرطیہ کے بعد "کانَ"، فعل ناقص محذوف ہے، اصل عبارت ہے: **إِنْ کانَ عملُهم خيرًا فجزاءُ هم خيرٌ وإِنْ کانَ عملُهم شرًّا فجزاءُ هم شرٌّ**، یہاں دونوں جگہ قرینہ کی وجہ سے "کَانَ" فعل ناقص حذف کردیا گیا ہے، قرینہ "إِنْ" شرطیہ کا اسم پر داخل ہونا ہے جو اُس کے حذف پر دلالت کررہا ہے؛ کیوں کہ "إِنْ" شرطیہ فعل ہی پر داخل ہوتا ہے، اسم پر داخل نہیں ہوتا۔

نوٹ: افعالِ ناقصہ میں سے کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت صرف "کانَ" کو حذف کیا جاتا ہے "کانَ" کے علاوہ دیگر افعالِ ناقصہ کو حذف کرنا جائز نہیں۔ (شرح جامی ص:۱۸۳)

ویجوز فی مثلها الخ: اور اس طرح کی مثالوں میں (یعنی جن میں "إِنْ" شرطیہ کے بعد کوئی اسم ہو اُس کے بعد "فاء جزائیہ" ہو اور اُس کے بعد پھر کوئی دوسرا اسم ہو) چار صورتیں جائز ہیں:

(۱) پہلے اسم کا نصب "کانَ"، فعل ناقص محذوف کی خبر مانتے ہوئے اور دوسرے کا رفع مبتدا محذوف کی

---

(۱) النّاس مبتدا، مجزیّون اسم مفعول، ھم ضمیر مستتر نائب فاعل، باء حرف جر، أعمالهم مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ إن حرف شرط، کان فعل ناقص محذوف، عملهم اس کا اسم محذوف، خیرا خبر، کان فعل ناقص محذوف اپنے اسم محذوف اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، فاء جزائیہ، خیر خبر جزائهم مبتدا محذوف کی، مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ اسی طرح إن شرًّا فشرٌّ کی ترکیب کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَيَجِبُ الْحَذْفُ فِيْ مِثْلِ "أَمَّا أَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ"، أَيْ لِأَنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا.

ترجمہ: اور واجب ہے "کَانَ" کو حذف کرنا "أَمَّا أَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ" (تمہارے چلنے کی وجہ سے میں چلا) جیسی مثالوں میں، اس کی اصل: لِأَنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ ہے۔

خبر مانتے ہوئے؛ جیسے: إِنْ خيرًا فخيرٌ. اس کی اصل: إن كان عملهم خيرًا فجزاءُ هم خيرٌ ہے۔ اور یہ صورت سب سے اقوی ہے؛ کیوں کہ اس میں دیگر صورتوں کی بہ نسبت کم حذف ماننا پڑتا ہے۔

(۲) دونوں اسموں کا نصب دونوں کو "کانَ" فعل ناقص محذوف کی خبر مانتے ہوئے؛ جیسے: إِنْ خيرًا فخيرًا، اس کی اصل: إن كان عملهم خيرًا فكان جزاء هم خيرًا ہے۔

(۳) دونوں اسموں کا رفع، پہلے کو "کانَ" فعل ناقص محذوف کا اسم مؤخر، اور دوسرے کو مبتدا محذوف کی خبر مانتے ہوئے؛ جیسے: إِنْ خيرٌ فخيرٌ، اس کی اصل: إن كان في عملِهم خيرٌ فجزاءُ هم خيرٌ ہے۔

(۴) پہلے اسم کا رفع "کانَ" فعل ناقص محذوف کا اسم مؤخر مانتے ہوئے، اور دوسرے کا نصب "کانَ" فعل ناقص محذوف کی خبر مانتے ہوئے؛ جیسے: إِنْ خيرٌ فخيرًا، اس کی اصل: إن كان في عملِهم خيرٌ فكان جزاءُ هم خيرًا ہے۔

ويجب الحذف في الخ: یہاں سے مصنف "کَانَ" فعل ناقص کو وجوبی طور پر حذف کرنے کا موقع بیان فرما رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کلام میں "کَانَ" فعل ناقص کے حذف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ اور کوئی ایسی چیز موجود ہو جس کو "کان" کا عوض قرار دیا جا سکے، تو وہاں "کَانَ" فعل ناقص کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے: أَمَّا أنتَ منطلِقًا انطلقتُ [1]، یہاں "کانَ" فعل ناقص محذوف ہے، اصل عبارت ہے: لِأَنْ كنتَ منطلِقًا انطلقتُ، لام حرف جر کو قیاساً حذف کر دیا؛ کیوں کہ اکثر "أَنْ" مصدریہ سے پہلے حرف جر کو حذف کر دیا جاتا ہے، پھر قرینہ کی وجہ سے "کَانَ" فعل ناقص کو حذف کر کے اُس کے عوض "أَنْ" کے بعد "ما" زیادہ کر دیا (قرینہ یہاں "أَنْ" مصدریہ ہے جو "کان" کے حذف پر دلالت کر رہا ہے؛ کیوں کہ "إِنْ" شرطیہ کی طرح "أَنْ" مصدریہ بھی فعل کا تقاضا کرتا ہے اور یہاں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو کسی خاص فعل پر دلالت کرے اور آگے ایک اسم منصوب منطلقًا موجود ہے جو کسی عامل ناصب کو چاہتا ہے، اس لیے یہاں ایک عام

---

(۱) أَنْ مصدریہ، مَا زائدہ، کانَ فعل ناقص محذوف، أَنتَ ضمیر اس کا اسم، مُنطلقًا شبہ جملہ خبر، کان فعل ناقص محذوف اپنے اسم و خبر سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مجرور بِاءِ حرف جر محذوف کا، حرف جر محذوف مجرور سے مل کر متعلق مقدم، انطلقتُ فعل با فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

اِسْمُ ''إِنَّ'' وَأَخَوَاتِهَا: هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا؛ مِثْلُ: إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ.
الْمَنْصُوْبُ بِـ ''لَا'' الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ: هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا،

ترجمہ: ''إِنَّ'' اور اُس کے نظائر کا اسم: وہ اسم ہے جو اُن (یعنی حروف مشبہ بالفعل میں سے کسی ایک) کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو؛ جیسے: إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ (بلاشبہ زید کھڑا ہے)۔
وہ اسم جو اُس ''لا'' کی وجہ سے منصوب ہو جو جنس کی نفی کے لیے آتا ہے (یعنی لائے نفی جنس کا اسم): وہ اسم ہے جو لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو،

عامل ناصب ''کان'' کو محذوف مانا جائے گا)، پھر ''أَنْ'' مصدریہ کے نون کو میم سے بدل کر اُس کا ''ما'' کے میم میں ادغام کر دیا، اُس کے بعد ''تَ''، ضمیر متصل کو ''أنتَ''، ضمیر منفصل سے بدل دیا؛ کیوں کہ ضمیر متصل اپنے عامل کے ساتھ ہی آتی ہے اور عامل یہاں حذف کیا جا چکا ہے، أَمَّا أنتَ منطلقًا انطلقتُ ہو گیا۔
فائدہ: مذکورہ مثال کو ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ إِمَّا أنتَ منطلقًا انطلقتُ بھی پڑھ سکتے ہیں، اس صورت میں تقدیری عبارت یہ ہوگی: إِنْ كنتَ منطلقًا انطلقتُ، ''کان''، فعل ناقص کو حذف کر کے اُس کے عوض ''إِنْ'' شرطیہ کے بعد ''ما'' زیادہ کر دیا، پھر ''إِنْ'' شرطیہ کے نون کو میم سے بدل کر، اُس کا ''ما'' کے میم میں ادغام کر دیا، پھر ''تَ''، ضمیر متصل کو ''أنت''، ضمیر منفصل سے بدل دیا، إِمَّا أنتَ منطلقًا انطلقتُ ہو گیا۔
چوں کہ پہلی صورت ہی مشہور ہے، یہ دوسری صورت مشہور نہیں ہے؛ اس لیے مصنف نے صرف پہلی صورت پر اکتفاء کیا ہے، اِس دوسری صورت کو ذکر نہیں کیا۔
قولہ: اسم إنّ وأخواتها هو الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی دسویں قسم: اِنَّ اور اس کے نظائر کے اسم کو بیان فرما رہے ہیں:
إِنَّ اور اس کے نظائر کے اسم کی تعریف: ''إِنَّ'' اور اس کے نظائر (یعنی حروف مشبہ بالفعل) کا اسم: ایسا اسم ہے جو ''إِنَّ'' اور اس کے نظائر میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، جیسے: إِنَّ زيدًا قائمٌ میں زیدًا، ''إِنَّ'' کا اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ ''إِنَّ'' کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔
قولہ: المنصوب بلا التي لنفي الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی گیارہویں قسم: لائے نفی جنس کے اسم کی تعریف اور اس کی اقسام بیان فرما رہے ہیں، چوں کہ لائے نفی جنس کا اسم ہر جگہ منصوب نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف بعض حالتوں میں منصوب ہوتا ہے، اس لئے مصنف نے ''المنصوب بلا التي لنفي الجنس'' (یعنی وہ اسم جو لائے نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے) کہا، اسم لا التي لنفي الجنس نہیں کہا۔

www.besturdubooks.net

يَلِيُهَا نَكِرَةً مُضَافًا أَوُ مُشُبِهًا بِهٖ؛ مِثُلُ: لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيُفٌ فِيُهَا، وَ لَا عِشُرِيُنَ دِرُهَمًا لَکَ . فَإِنُ كَانَ مُفُرَدًا، فَهُوَ مَبُنِيٌّ عَلَى مَا يُنُصَبُ بِهٖ .

ترجمہ : درآں حالیکہ وہ اُس (لائے نفی جنس) سے متصل ہو، نکرہ ہو اور مضاف یا مشابہ مضاف ہو؛ جیسے: **لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيُفٌ فِيُهَا** (مرد کا کوئی غلام ہوشیار اور گھر میں نہیں ہے)، **لَا عِشُرِيُنَ دِرُهَمًا لَکَ** (تمہارے لیے بیس درہم نہیں ہیں)۔ پس اگر وہ اسم (جو لائے نفی جنس کے بعد واقع ہو) مفرد ہو، تو وہ اُس علامت پر مبنی ہوگا جس کے ذریعے نصب دیا جاتا ہے۔

لائے نفی جنس کے اسم کی تعریف: لائے نفی جنس کا اسم: ایسا اسم ہے جو لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، جیسے: **لا غلامَ رجلٍ فی الدار** میں **غلام رجل** لائے نفی جنس کا اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔

فائدہ: لائے نفی جنس کے اسم کی تعریف "**المسند إليه بعد دخولها**" پر مکمل ہوگئی ہے؛ لیکن چوں کہ مصنف کے پیشِ نظر یہاں لائے نفی جنس کے اُس اسم کو بیان کرنا ہے جو منصوب ہوتا ہے، اس لئے اس کے بعد مصنف نے "**يليها نكرةً مضافًا أو مشبها به**" فرمایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ لائے نفی جنس کے اسم کے منصوب ہونے کے لئے تین شرائط ہیں: (۱) وہ اسم لائے نفی جنس کے متصلاً بعد واقع ہو، درمیان میں کسی چیز کا فصل نہ ہو۔ (۲) نکرہ ہو، معرفہ نہ ہو۔ (۳) مضاف یا مشابہ مضاف ہو۔

لائے نفی جنس کے مدخول کی، لائے نفی جنس کے عمل کے اعتبار سے چار صورتیں ہیں: (۱) معرب منصوب (۲) مبنی بر علامتِ نصب (۳) معرب مرفوع (۴) پانچ صورتوں کا جواز۔

(۱) معرب منصوب: یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ لائے نفی جنس کا اسم نکرہ بلافصل، مضاف یا مشابہ مضاف ہو، مضاف کی مثال؛ جیسے: **لاغلام رجلٍ ظريفٌ فيها** [1]. مشابہ مضاف کی مثال؛ جیسے: **لا عشرين درهمًا لک** .[2]

(۲) مبنی بر علامتِ نصب: یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ لائے نفی جنس کا اسم نکرۂ مفردہ بلافصل ہو،

---

(۱) **لا** لائے نفی جنس، **غلام رجل** مرکب اضافی لائے نفی جنس کا اسم، **ظریفٌ** شبہ جملہ خبر اول، **فیھا** جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر ثانی، لائے نفی جنس اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) **لا** لائے نفی جنس، **عشرين** ممیز، **درهما** تمیز، ممیز تمیز سے مل کر مشابہ مضاف لائے نفی جنس کا اسم، **لک** جار مجرور ثابتۃ اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَإِنْ كَانَ مَعْرِفَةً أَوْ مَفْصُوْلًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ "لَا" وَجَبَ الرَّفْعُ وَالتَّكْرِيْرُ . وَمِثْلُ "قَضِيَّةٌ وَلَا أَبَا حَسَنٍ لَهَا" مُتَأَوَّلٌ .

ترجمہ: اور اگر (لائے نفی جنس کا مدخول) معرفہ ہو، یا اُس کے اور "لا" کے درمیان فصل کیا گیا ہو، تو (اُس پر) رفع پڑھنا اور "لا" کو مکرر لانا واجب ہے۔ اور "قَضِيَّةٌ وَلَا أَبَا حَسَنٍ لَهَا" (ایک مقدمہ ہے اور اُس کے لیے کوئی ابوحسن [فیصلہ کرنے والا] نہیں ہے) جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے۔

مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو، علامت نصب سے یہاں تین چیزیں مراد ہیں: (۱) فتحہ (۲) کسرہ (۳) یاء، اگر وہ نکرۂ مفردہ بلا فصل جس پر لائے نفی جنس داخل ہو، جمع مؤنث سالم، تثنیہ اور جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو، تو وہ فتحہ پر مبنی ہوتا ہے؛ جیسے: لا رجلَ فی الدارِ . اور اگر جمع مؤنث سالم ہو، تو وہ کسرہ پر مبنی ہوتا ہے؛ جیسے: لا مسلماتِ فی الحجرةِ . اور اگر تثنیہ یا جمع مذکر سالم ہو تو وہ یاء پر مبنی ہوتا ہے؛ جیسے: لا کتابَینِ فی الحقیبةِ، لا مؤمنِینَ قانِطُونَ . دیکھئے: (شرح جامی ص:۱۸۵)

فائدہ: یہاں "مفرد" سے مراد یہ ہے کہ وہ مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو، پس تثنیہ اور جمع یہاں "مفرد" میں داخل ہیں۔ (شرح جامی ص:۱۸۶)

(۳) **معرب مرفوع**: یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ "لا" کے بعد معرفہ ہو، یا ایسا نکرہ ہو جس کے اور "لا" کے درمیان کسی چیز کا فصل ہو، اِس صورت میں "لا" ملغیٰ ہو جاتا ہے یعنی لفظاً کوئی عمل نہیں کرتا، اور وہ معرفہ یا نکرہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے، اور "لا" کا دوسرے معرفہ یا نکرہ کے ساتھ تکرار لازم ہوتا ہے، اور دوسرا "لا" تاکیدِ نفی کے لئے زائد ہوتا ہے، معرفہ کی مثال؛ جیسے: لا زیدٌ فی الدارِ ولا عمرٌو . نکرہ مفصولہ کی مثال؛ جیسے: لا فیها رجلٌ ولا إمرأةٌ .

ومثل قضیة ولا أبا حسن الخ: اس عبارت سے مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ: ابھی آپ نے یہ بیان کیا کہ اگر "لا" کے بعد کوئی معرفہ ہو، تو وہاں اُس معرفہ پر ابتدا کی وجہ سے رفع پڑھنا اور "لا" کو دوسرے معرفہ کے ساتھ مکرر لانا ضروری ہوتا ہے، حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قضیةٌ ولا أبا حسنٍ لها (۱) میں "لا" کے بعد أبا حسن معرفہ ہے؛ کیوں کہ یہ حضرت علیؓ

---

(۱) قضیة خبر هٰذه مبتدا محذوف کی، مبتدا محذوف خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، لا لائے نفی جنس، أبا حسن مرکب اضافی اُس کا اسم، لها جار مجرور موجود اسم مفعول محذوف کا متعلق ہوکر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَفِی مِثْلِ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" خَمْسَةُ أَوْجُهٍ: فَتْحُهُمَا، وَفَتْحُ الْأَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِي، وَرَفْعُهُ، وَرَفْعُهُمَا، وَرَفْعُ الْأَوَّلِ عَلٰى ضُعْفٍ وَفَتْحُ الثَّانِي.

ترجمہ: اور "**لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ**" جیسی مثالوں میں پانچ صورتیں جائز ہیں: (۱) دونوں کا فتحہ (۲) پہلے کا فتحہ اور دوسرے کا نصب (۳) [پہلے کا فتحہ] اور دوسرے کا رفع (۴) دونوں کا رفع (۵) پہلے کا رفع ضعیف قول کے مطابق اور دوسرے کا فتحہ۔

کی کنیت ہے؛ لیکن اس کے باوجود یہاں نہ تو **أبا حسن** کو مرفوع پڑھا گیا ہے اور نہ "**لا**" کو مکرر لایا گیا ہے؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ: یہاں "**أبا حسن**" معنی کے اعتبار سے نکرہ کی تاویل میں ہے، یا تو اِس سے پہلے "**مثل**" مضاف محذوف ہے، اور چوں کہ "**مثل**" اُن اسماء میں سے ہے جو ابہام کے راسخ ہونے کی وجہ سے معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے بعد بھی نکرہ ہی رہتے ہیں، اس لیے یہ نکرہ ہوگا۔ یا یہاں "**أبا حسن**" بول کر حضرت علیؓ کا وصفِ مشہور "**فیصل**" (یعنی فیصلہ کرنے والا) ہونا مراد لیا گیا ہے؛ کیوں کہ حضرت علیؓ فیصلہ کرنے کی مہارت میں مشہور تھے، اور قاعدہ ہے کہ اگر علم بول کر اُس کا کوئی وصف مشہور مراد لیا جائے تو اُس کی علمیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ نکرہ ہو جاتا ہے، الغرض چوں کہ "**أبا حسنٍ**" معرفہ نہیں؛ بلکہ حکماً نکرہ ہے، اس لیے یہاں اِس پر رفع پڑھنے اور "**لا**" کو مکرر لانے کے بجائے؛ اِس کو منصوب پڑھا گیا ہے؛ کیوں کہ یہ لفظاً مضاف ہے، اور جب لائے نفی جنس کا اسم مضاف یا مشابہ مضاف ہو تو وہ منصوب ہوتا ہے۔

وفی مثل لا حول ولا قوۃ الخ: یہاں سے مصنف لائے نفی جنس کے مدخول کی چوتھی صورت بیان فرما رہے ہیں، چوتھی صورت یہ ہے کہ "**لَا**" کے بعد نکرۂ مفردہ بلا فصل ہو اور "**لا**" دوسرے نکرۂ مفردہ بلا فصل کے ساتھ مکرر ہو، تو اس میں پانچ صورتیں جائز ہیں:

(۱) دونوں کا فتحہ دونوں کو لائے نفی جنس کا اسم مانتے ہوئے؛ جیسے: **لاحولَ ولا قوةَ إلَّا باللّٰه**.[1]

(۲) پہلے کا فتحہ لائے نفی جنس کا اسم مانتے ہوئے اور دوسرے کا نصب پہلے کے لفظ پر عطف کرتے

---

(۱) **لا** لائے نفی جنس، **حول** نکرۂ مفردہ مبنی بر فتحہ، لائے نفی جنس کا اسم، **إلا** کلمۂ حصر، **باللہ** جار مجرور **موجود** اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، **واو** حرف عطف، **لا** لائے نفی جنس، **قوۃ** نکرۂ مفردہ مبنی بر فتحہ، لائے نفی جنس کا اسم، **إلا** کلمۂ حصر، **باللہ** جار مجرور **موجود** اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

ہوئے؛ جیسے: لاحولُ ولا قوۃً إلاّ باللّٰہ.[۱]

فائدہ: نکرۂ مفردہ ہونے کی صورت میں، ''لائے نفی جنس'' کے اسم پر جو فتحہ آتا ہے، اُس کو عروض وزوال میں، لفظاً معرب کے نصب کے ساتھ مشابہت ہے، جس طرح معرب کا نصب عامل ناصب کے آجانے سے آجاتا ہے، اور عامل ناصب کے باقی نہ رہنے سے ختم ہوجاتا ہے، اسی طرح یہ فتحہ بھی ''لائے نفی جنس'' کے آجانے سے آجاتا ہے، اور'' لاءِ نفی جنس'' کے باقی نہ رہنے سے ختم ہوجاتا ہے، گویا اس اعتبار سے ''لائے نفی جنس'' کا اسم لفظاً منصوب ہوتا ہے، اسی نصبِ لفظی پر عطف کرتے ہوئے، یہاں معطوف (قوۃ) پر نصب پڑھنا جائز ہے۔

(۳) پہلے کا فتحہ لائے نفی جنس کا اسم مانتے ہوئے اور دوسرے کا رفع پہلے کے محل پر عطف کرتے ہوئے، جیسے: لاحولَ ولا قوۃٌ إلاّ باللّٰہ.[۲] چوں کہ لائے نفی جنس مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا ہے، اس لئے اس کا اسم محلاً مرفوع ہوتا ہے؛ لہٰذا اس کے محل پر عطف کرتے ہوئے یہاں دوسرے اسم پر رفع پڑھنا جائز ہے۔

(۴) دونوں کا رفع دونوں جگہ ''لا'' کو زائد مانتے ہوئے؛ جیسے: لاحولٌ ولا قوۃٌ إلاّ باللّٰہ.[۳]

(۵) پہلے کا رفع ''لا مشابہ بلیس'' کا اسم مانتے ہوئے اور دوسرے کا فتحہ لائے نفی جنس کا اسم مانتے ہوئے، جیسے: لاحولٌ ولا قوۃَ إلاّ باللّٰہ.[۴]

''علی ضعف'' سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ''لا'' مشابہ بلیس کا ''لیس'' فعل ناقص جیسا عمل کرنا ضعیف ہے؛ اس لیے کہ ''لا'' میں ''لیس'' کی پوری مشابہت نہیں پائی جاتی؛ کیوں کہ ''لیسَ'' ہمیشہ حال کی نفی کے لیے آتا ہے، جب کہ ''لا'' مضارع میں استقبال کی اور اسم میں حال کی نفی کے لیے آتا ہے۔

---

(۱) لا لائے نفی جنس، حول معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، لا زائدہ، قوۃً معطوف لفظ پر عطف کرتے ہوئے، معطوف علیہ معطوف سے مل کر لائے نفی جنس کا اسم، إلا کلمۂ حصر، باللہ جار مجرور موجودان اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) لا لائے نفی جنس، حول معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، لا زائدہ، قوۃٌ معطوف محل پر عطف کرتے ہوئے، معطوف علیہ معطوف سے مل کر لائے نفی جنس کا اسم، إلا کلمۂ حصر، باللہ جار مجرور موجودان اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) لا ملغی، حول معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، لا زائدہ، قوۃ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا، إلا کلمۂ حصر، باللہ جار مجرور موجودان اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۴) لا مشابہ بلیس، قوۃ اس کا اسم، إلا کلمۂ حصر، باللہ جار مجرور موجود اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لا مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لاقوۃ الا باللہ کی ترکیب مذکورہ طریقہ کے مطابق کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَإِذَا دَخَلَتِ الْهَمْزَةُ لَمْ يَتَغَيَّرِ الْعَمَلُ. وَمَعْنَاهَا: الِاسْتِفْهَامُ، وَالْعَرْضُ وَالتَّمَنِّي. وَنَعْتُ الْمَبْنِيِّ الْأَوَّلُ مُفْرَدًا يَلِيهِ مَبْنِيٌّ وَمُعْرَبٌ رَفْعًا وَنَصْبًا؛ مِثْلُ: لَا رَجُلَ ظَرِيفَ/ وَظَرِيفٌ/ وَظَرِيفًا . وَإِلَّا فَالْإِعْرَابُ .

ترجمہ : اور جب (لائے نفی جنس پر) ہمزہ داخل ہو جائے تو (لائے نفی جنس کا) عمل نہیں بدلے گا۔ اور اُس (یعنی ہمزہ) کے معنی استفہام، عرض اور تمنّی کے ہوں گے۔

اور (لائے نفی جنس کے) اسم مبنی کی پہلی صفت، درآں حالیکہ وہ مفرد ہو اور اُس (اسم مبنی) سے متصل ہو: مبنی ہوگی اور معرب ہوگی رفع اور نصب کے ساتھ؛ جیسے: لا رجلَ ظریفَ/ وظریفٌ/ وظریفًا . ورنہ تو وہ (صرف) معرب ہوگی۔

وإذا دخلت الهمزة الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر ''لائے نفی جنس'' پر ہمزہ داخل ہو جائے، تو اُس کی وجہ سے ''لائے نفی جنس'' کے عمل (یعنی اثر) میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی؛ بلکہ وہ جو اثر اپنے مدخول میں ہمزہ کے داخل ہونے سے پہلے کرتا ہے، وہی ہمزہ کے داخل ہونے کے بعد بھی کرے گا، چناں چہ اگر ''لائے نفی جنس'' کا مدخول نکرۂ مفردہ ہو تو وہ ہمزہ کے داخل ہونے کے بعد بھی ''لائے نفی جنس'' کی وجہ سے مبنی بر علامت نصب ہوگا؛ جیسے: أَلا رُجلَ فی الدارِ. اور اگر ''لائے نفی جنس'' کا مدخول مضاف یا مشابہ مضاف ہو تو وہ ہمزہ کے داخل ہونے کے بعد بھی منصوب ہوگا؛ جیسے: أَلا طالبَ علمٍ فی الدارِ، أَلا ثلاثینَ روبیةً لک .

اور وہ ہمزہ تین معانی میں سے کسی ایک کے لیے ہوگا: (۱) یا تو استفہام کے لیے؛ جیسے: أَ لا ماءَ فأشرِبه (کیا پانی نہیں ہے؟ کہ میں اُس کو پی لوں)۔ (۲) یا عرض کے لیے؛ جیسے: أَ لا نُزُولَ لک بنا فنحسنَ إلیکَ (آپ کا ہمارے پاس آنا نہیں ہوتا کہ ہم آپ کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے)۔ (۳) یا تمنی کے لیے؛ جیسے: أَلا إتیانَ مِنکَ فتسرُّنا (کاش آپ کا آنا ہوتا تو ہمیں خوشی ہوتی)۔

نوٹ: علامہ اندلسی فرماتے ہیں کہ جس جگہ ہمزہ عرض کے لیے ہوتا ہے وہاں ''لَا'' کا سابقہ عمل باقی نہیں رہتا؛ بلکہ اس صورت میں وہ (''لا'')، ''إنْ'' اور ''لَو'' کی طرح اُن حروف میں سے ہوتا ہے جو ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں؛ لہٰذا وہاں ''لا'' کا مابعد وجوبی طور پر فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا، نہ کہ ''لائے نفی جنس'' کا اسم ہونے کی وجہ سے؛ جیسے: ألا زیدًا تُکرِمُه . (شرح جامی ص:۱۸۸)

ونعت المبنی الأول الخ : یہاں سے مصنف ''لائے نفی جنس'' کے اسم مبنی کی صفت کا حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر ''لائے نفی جنس'' کا اسم مبنی بر فتحہ ہو، اور اُس کی پہلی صفت مفرد ہو، مضاف یا مشابہ

www.besturdubooks.net

وَالْعَطْفُ عَلَى اللَّفْظِ وَعَلَى الْمَحَلِّ جَائِزٌ فِيْ مِثْلِ "لَا أَبَ وَابْنًا/ وَابْنٌ".

ترجمہ : اور (لائے نفی جنس کے اسمِ مبنی کے) لفظ پر اور محل پر عطف کرنا جائز ہے "لَا أَبَ وَابْنًا/ وَابْنٌ" جیسی مثالوں میں۔

مضاف نہ ہو، اور اُس اسمِ مبنی کے متصلاً بعد واقع ہو، درمیان میں کسی چیز کا فصل نہ ہو، تو اُس صفت میں تین صورتیں جائز ہیں: (۱) موصوف (یعنی "لائے نفی جنس" کے اسم) کی طرح اُس کو بھی مبنی بر فتحہ پڑھا جائے۔ (۲) "لائے نفی جنس" کے اسم کے لفظ پر حمل کرتے ہوئے اُس کو معرب منصوب پڑھا جائے۔ (۳) "لائے نفی جنس" کے اسم کے محل پر حمل کرتے ہوئے اُس کو معرب مرفوع پڑھا جائے؛ جیسے: لا رجلَ ظریفَ/ وظریفًا/ وظریفٌ [1]، یہاں رجل "لائے نفی جنس" کا اسم مبنی بر فتحہ ہے، اور ظریف اُس کی پہلی صفت ہے، جو مفرد ہے، مضاف یا مشابہ مضاف نہیں ہے، اور موصوف رجل کے متصلاً بعد واقع ہے، درمیان میں کسی چیز کا فصل نہیں ہے، اس لیے اُس کو مبنی بر فتحہ ظریفَ بھی پڑھ سکتے ہیں، اور معرب منصوب ظریفًا بھی پڑھ سکتے ہیں اور معرب مرفوع ظریفٌ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

اور اگر مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، مثلاً: "لائے نفی جنس" کا اسم مبنی بر فتحہ نہ ہو؛ بلکہ معرب منصوب ہو؛ جیسے: لا غلامَ رجلٍ ظریفًا فی الدار ، یا صفت: پہلی صفت نہ ہو؛ بلکہ دوسری یا تیسری صفت ہو؛ جیسے: لا رجلَ ظریفَ کریمٌ فی الدار ، یا صفت مفرد نہ ہو؛ بلکہ مضاف یا مشابہ مضاف ہو؛ جیسے: لا رجلَ راکبَ فرسٍ عندی، لا رجلَ خیرٌ منک فی البلد، یا صفت موصوف (یعنی "لائے نفی جنس" کے اسم) سے متصل نہ ہو؛ بلکہ درمیان میں کسی چیز کا فصل ہو؛ جیسے: لا رجلَ فی الدارِ کریمٌ، تو اِن تمام صورتوں میں اُس صفت کو معرب منصوب یا معرب مرفوع پڑھیں گے، مبنی بر فتحہ نہیں پڑھ سکتے، چناں چہ مذکورہ مثالوں میں ظریف، کریم، راکب فرسٍ اور خیر منک کو یا تو معرب منصوب پڑھیں گے یا معرب مرفوع، مبنی بر فتحہ نہیں پڑھ سکتے۔

والعطف علی اللفظ الخ : یہاں سے مصنف "لائے نفی جنس" کے اسم مبنی پر عطف کرنے کا حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر "لائے نفی جنس" کا اسم مبنی بر فتحہ ہو، اور آپ اُس پر "لا" کو مکرر لائے بغیر کسی نکرہ کا عطف کرنا چاہیں، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) "لائے نفی جنس" کے اسم کے لفظ پر عطف

---

(۱) لا لائے نفی جنس، رجل نکرۂ مفردہ مبنی بر فتحہ موصوف، ظریف شبہ جملہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر لائے نفی جنس کا اسم، موجود اسم مفعول محذوف خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر محذوف سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَمِثْلُ "لَا أَبَا لَهُ وَلَا غُلَامَيْ لَهُ" جَائِزٌ تَشْبِيهًا لَهُ بِالْمُضَافِ؛ لِمُشَارَكَتِهِ لَهُ فِي أَصْلِ مَعْنَاهُ .

ترجمہ: اور "لا أبَا لَه وَ لَا غُلامَيْ لَه" جیسی مثالیں جائز ہیں؛ اِن (أبا اور غُلامَيْ) کو مضاف کے مشابہ قرار دینے کی بناء پر؛ اِن کے مضاف کے ساتھ اُس کے اصل معنی میں شریک ہونے کی وجہ سے۔

کر کے معطوف کو منصوب پڑھا جائے۔ (۲) "لائے نفی جنس" کے اسم کے محل پر عطف کر کے معطوف کو مرفوع پڑھا جائے؛ جیسے: لا أبَ وابنًا/ وابنٌ [1]، یہاں "لائے نفی جنس" کا اسم أبَ مبنی بر فتحہ ہے، اور اُس پر "لا" کو مکرر لائے بغیر ابن نکرہ کا عطف کیا گیا ہے، اس لیے معطوف ابن کو أبَ کے لفظ پر عطف کرتے ہوئے ابنًا منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں، اور محل پر عطف کرتے ہوئے ابنٌ مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔

فائدہ: اگر معطوف معرفہ ہو، تو اُس کو مرفوع پڑھنا واجب ہے، منصوب نہیں پڑھ سکتے؛ جیسے: لا غلامَ لک والفرسُ، اور اگر معطوف میں "لا" مکرر ہو تو اُس میں "لاحولَ ولا قوةَ إلاّ باللّٰه" کی طرح پانچ صورتیں جائز ہیں۔ (شرح جامی ص:۱۸۹-۱۹۰)

ومثل لا أبَا له ولا غلامَيْ له الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر "لائے نفی جنس" کے اسم کے بعد "لامِ اضافت" ہو، تو وہاں "لائے نفی جنس" کے اسم پر مضاف کے احکام جاری کر سکتے ہیں، مثلاً: اگر وہ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ہے تو اُس کے آخر میں "الف" باقی رکھ سکتے ہیں (جیسا کہ اُس وقت باقی رکھا جاتا ہے جب کہ اسمائے ستہ مکبرہ مضاف اور حالت نصبی میں ہوں)، اور اگر تثنیہ یا جمع ہو تو اُس کے آخر سے "نونِ تثنیہ" اور "نونِ جمع" کو حذف کر سکتے ہیں (جیسا کہ ان کو اضافت کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے)؛ جیسے: لا أبَا لـه و لا غلامَيْ لـه [2]، یہاں "لائے نفی جنس" کا اسم "أبا" اسمائے ستہ مکبرہ میں سے اور "غلامی" تثنیہ ہے، اور ان کے بعد "لام اضافت" ہے، اسی لیے یہاں "أبا" کے آخر میں "الف" باقی رکھا

---

(۱) یہ ایک شعر کا ٹکڑا ہے، پورا مصرع اس طرح ہے: ولا أبَ و ابنًا مثلُ مروانَ وابنِهِ، لا لائے نفی جنس، أبَ نکرہ مفردہ مبنی بر فتحہ معطوف علیہ، ابنًا/ ابنٌ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر لائے نفی جنس کا اسم، مثلُ مضاف، مروان وابنِهِ معطوف علیہ معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) لا لائے نفی جنس، أبا اُس کا اسم، له جار مجرور، مخصوصٌ اسم مفعول محذوف کا متعلق ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، لا لائے نفی جنس، غلامی اُس کا اسم، له جار مجرور، مخصوصانِ اسم مفعول محذوف کا متعلق ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ "لَا أَبَا فِيهَا"، وَلَيْسَ بِمُضَافٍ؛ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى، خِلَافًا لِسِيبَوَيْهِ .

ترجمہ : اور اسی وجہ سے جائز نہیں ہے: "**لَا أَبَا فِيهَا**" ، اور وہ (**أَبَا** اور **غُلَامَيْ**) مضاف نہیں ہیں؛ (اِن کو مضاف ماننے کی صورت میں) معنی کے خراب ہو جانے کی وجہ سے، برخلاف امام سیبویہ کے۔

گیا ہے، اور "**غلامي**" کے آخر سے "نونِ تثنیہ" حذف کر دیا گیا ہے۔

اگر چہ قاعدہ کا تقاضا یہ تھا کہ "**أب**" کو "**الف**" کے بغیر اور "**غلامين**" کو "نونِ تثنیہ" کے ساتھ لا کر **لا أبَ له و لا غلامَينِ له** کہتے؛ کیوں کہ "**أب**" اور "**غلامينِ**" نکرۂ مفردہ ہیں، اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر "لائے نفی جنس" کا اسم نکرۂ مفردہ ہو، مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو، تو وہ علامتِ نصب پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اِس قاعدہ کو نظر انداز کر کے "**أبا**" کو "**الف**" کے ساتھ اور "**غلامي**" کو "نونِ تثنیہ" کے حذف کے ساتھ اِس لیے لایا گیا ہے کہ یہاں یہ دونوں اگر چہ مضاف تو نہیں ہیں؛ لیکن اِن میں اِس اعتبار سے مضاف کی مشابہت پائی جاتی ہے کہ جس طرح مضاف اضافت کی وجہ سے مضاف الیہ کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے، اسی طرح یہاں "**أب**" اور "**غلامي**" میں "لام اضافت" کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو گئی ہے اور یہ "**له**" کی "**ہاء**" ضمیر کے مرجع کے ساتھ خاص ہو گئے ہیں، الغرض چوں کہ یہ مضاف کے اصل معنی یعنی تخصیص میں مضاف کے مشابہ ہیں، اس لیے اِن پر مضاف کے احکام جاری کر کے "**أبا**" کو "**الف**" کے ساتھ اور "**غلامي**" کو "نونِ تثنیہ" کے حذف کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

ومن ثم لم يجز في الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "لائے نفی جنس" کے اسم پر مضاف کے احکام صرف اُسی وقت جاری کیے جا سکتے ہیں جب کہ وہ مضاف کے اصل معنی (یعنی تخصیص) میں مضاف کے مشابہ ہو، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ (أب کے آخر میں "**الف**" کو باقی رکھنے کے ساتھ) **لا أبا فيها** نہیں کہہ سکتے: اس لیے کہ یہاں اِس کے بعد "**في**" کے آنے کی وجہ سے اُس میں کوئی تخصیص پیدا نہیں ہوئی؛ کیوں کہ "**في**" ظرفیت کے لیے آتا ہے، نہ کہ اختصاص کے لیے: لہٰذا یہاں "**أب**" پر مضاف کے احکام جاری کر کے اُس کے آخر میں "**الف**" کو باقی رکھنا جائز نہیں؛ بلکہ بغیر "**الف**" کے **لَا أبَ فيها** کہیں گے۔

وليس بمضاف؛ لفساد الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "**لا أبا له و لا غلامَيْ له**" میں **أبا** اور **غلامَيْ** حقیقت میں مضاف نہیں ہیں؛ اس لیے کہ اگر اِن کو مضاف قرار دیں گے تو معنی خراب ہو جائیں گے؛ کیوں کہ اس صورت میں **أبا له** اور **غلامَيْ له** مرکبِ اضافی ہو کر "لائے نفی جنس" کا اسم ہوں گے، اور خبر (**موجودٌ**) محذوف ہو گی، اور مطلب یہ ہو گا کہ اُس کا باپ اور دو غلام موجود نہیں، حالاں

www.besturdubooks.net

وَ يُحذَفُ كَثِيرًا فِي مِثلِ "لَا عَلَيكَ"، أَي لَا بَأسَ عَلَيكَ .

خَبَرُ "مَا" وَ"لَا" الْمُشَبَّهَتَينِ بِـ "لَيسَ": هُوَ الْمُسنَدُ بَعدَ دُخُولِهِمَا. وَهِيَ لُغَةٌ حِجَازِيَّةٌ .

ترجمہ: اور اُس (یعنی ''لائے نفی جنس'' کے اسم) کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے: ''**لَا عَلَيكَ**'' جیسی مثالوں میں، اس کی اصل **لَا بَأسَ عَلَيكَ** ہے (آپ پر کوئی حرج نہیں)۔

ماولا مشابہ بلیس کی خبر: وہ اسم ہے جو اِن دونوں (میں سے کسی ایک) کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔ اور وہ (یعنی ''ما'' اور ''لا'' کا عمل کرنا) اہل حجاز کی لغت ہے۔

کہ یہ خلافِ مقصود ہے، مقصود باپ اور دو غلاموں کے وجود کی نفی کرنا نہیں؛ بلکہ ''ہاء'' ضمیر مجرور کے مرجع (مثلاً زید) سے خود باپ اور دو غلاموں کی نفی کرنا ہے، کہ اُس کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ دو غلام ہیں۔

البتہ اِس میں امام سیبویہ، خلیل بن احمد اور جمہور کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ اِس طرح کی ترکیبوں میں ''لائے نفی جنس'' کا اسم معنی کے اعتبار سے حقیقت میں مضاف ہوتا ہے، اور اُس کے بعد جو لام ہے وہ 'لام مقدرہ' کی تاکید کے لیے ہے؛ لیکن مصنف فرماتے ہیں کہ اِن حضرات کا یہ قول صحیح نہیں؛ اس لیے کہ اِس کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں معنی کا خراب ہونا لازم آتا ہے، جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے۔

ویحذف کثیرا فی الخ : یہاں سے مصنف لائے نفی جنس کے اسم کا حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت لائے نفی جنس کے اسم کو حذف کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: **لا علیک** (۱) اس کی اصل: **لا باسَ علیکَ** ہے، اس مثال میں لائے نفی جنس کے اسم ''**باس**'' کو قرینۂ مقالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، قرینہ ''**لا**'' کا ''**علیٰ**'' حرف جر پر داخل ہونا ہے جو اس کے حذف پر دلالت کر رہا ہے؛ اس لئے کہ ''لا'' اسم پر داخل ہوتا ہے حرف پر داخل نہیں ہوتا۔

قولہ: خبر ماولا المشبھتین الخ : یہاں سے مصنف منصوبات کی بارہویں قسم ''ما'' اور ''لا'' مشابہ بلیس کی خبر کو بیان فرما رہے ہیں:

ماولا مشابہ بلیس کی خبر کی تعریف: ماولا مشابہ بلیس کی خبر وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے: **مازیدٌ قائمًا** اور **لا رجلٌ حاضرًا**، پہلی مثال میں **قائما** ما مشابہ بلیس کی

---

(۱) **لا** لائے نفی جنس، **بأس** نکرۂ مفردہ، مبنی بر فتحہ اس کا اسم محذوف، **علیک** جار مجرور **ثابت** اسم فاعل محذوف کا متعلق، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم محذوف اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَإِذَا زِيْدَتْ "إِنْ" مَعَ "مَا"، أَوِ انْتَقَضَ النَّفْيُ بِـ "إِلَّا"، أَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ، بَطَلَ الْعَمَلُ . وَإِذَا عُطِفَ عَلَيْهِ بِمُوْجِبٍ فَالرَّفْعُ .

ترجمہ: اور جب "مَا" کے ساتھ "إِنْ" زیادہ کردیا گیا ہو، یا "إِلَّا" کی وجہ سے نفی ختم ہوگئی ہو، یا خبر (اسم پر) مقدم ہو، تو ("مـا" اور "لا" کا) عمل باطل ہوجائے گا۔ اور جب اُس (یعنی ما و لا مشابہ بلیس کی خبر) پر ثابت کرنے والے (حرف عطف) کے ذریعہ عطف کیا جائے، تو (معطوف پر) رفع پڑھنا لازم ہے۔

خبر ہے؛ اس لئے کہ وہ "ما" کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے، اور دوسری مثال میں حاضرًا لا مشابہ بلیس کی خبر ہے؛ اس لئے کہ وہ "لا" کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

وهی لغة حجازية: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "ما" اور "لا" کا "لیسَ" جیسا عمل کرنا اہل حجاز کے نزدیک ہے، بنو تمیم اِن کو عامل نہیں مانتے، چناں چہ بنو تمیم کے ایک شاعر کا شعر ہے:

ومهفهفٍ كالغصن قلتُ له انتسب ☆☆ فأجاب ماقتل المحبّ حرام

اِس شعر میں ماقتل المحب حرام میں ما مشابہ بلیس ہے اور "حرام" اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے؛ لیکن شاعر نے اس کو رفع کے ساتھ حرامٌ پڑھا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ بنو تمیم ما مشابہ بلیس کو عامل نہیں مانتے؛ اس لئے کہ اگر وہ اس کو عامل مانتے تو شاعر حرامٌ کو نصب کے ساتھ حرامًا پڑھتا۔

وإذا زيدت إنْ مع الخ: یہاں سے مصنف ما و لا مشابہ بلیس کے عمل کے باطل ہونے کی صورتوں کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ تین صورتوں میں "مـا" اور "لا" کا عمل باطل ہوجاتا ہے، یعنی ان صورتوں میں یہ لفظًا کوئی عمل نہیں کرتے:

(۱) "مـا" کے بعد "إنْ" زیادہ کردیا گیا ہو؛ جیسے: **مـا إنْ زيدٌ قـائمٌ**، یہ "إنْ" بصریین کے نزدیک زائدہ ہے اور کوفیین کے نزدیک نفی کی تاکید کے لئے ہے، زائدہ نہیں ہے۔

(۲) خبر سے پہلے "إلّا" کے آجانے کی وجہ سے نفی ختم ہوگئی ہو؛ جیسے: **مـا زيدٌ إلّا قائمٌ** اور **لا رجلٌ إلّا أفضلُ منك** .

(۳) خبر اسم پر مقدم ہو؛ جیسے: **ما قائمٌ زيدٌ** اور **لا أفضلُ منك رجلٌ** .

فائدہ: چوں کہ تتبع اور استقراء سے یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ "لا" کے بعد "إن" کو زیادہ نہیں کیا جاتا، اس لئے پہلی صورت کو "ما" کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

وإذا عطف عليه الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر "ما و لا مشابہ بلیس" کی خبر پر کسی اسم کا

www.besturdubooks.net

المَجْرُوْرَاتُ: هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ . وَالْمُضَافُ إِلَيْهِ: كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ إِلَيْهِ شَيْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيْرًا مُرَادًا .

ترجمہ: یہ مجرورات ہیں، وہ (یعنی مجرور) وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو۔ اور مضاف الیہ: ہر ایسا اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی حرفِ جر کے واسطے سے نسبت کی گئی ہو، خواہ حرف جر لفظوں میں ہو، یا مقدر (یعنی پوشیدہ) ہو، درآں حالیکہ وہ (حرف جر مقدر) مراد ہو۔

ایسے حرف عطف کے ذریعے عطف کیا جائے جو نفی کے بعد اثبات کے لیے آتا ہے (اور ایسے حرف عطف دو ہیں (۱) بَلْ (۲) لٰكِنْ) تو وہاں معطوف پر رفع پڑھنا واجب ہے، معطوف علیہ کی طرح اُس پر نصب نہیں پڑھ سکتے؛ جیسے: **ما زیدٌ مقیمًا بل مسافرٌ، ما عمرٌو قائمًا لکنْ قاعدٌ**، یہاں **مسافر** اور **قاعد** پر رفع پڑھنا واجب ہے، نصب نہیں پڑھ سکتے؛ اس لیے کہ اگر ان کو منصوب پڑھیں گے، تو ان کا عامل "**ما**" ہوگا، حالاں کہ "**ما**" نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے، اور یہاں "بَلْ" اور "لٰكِنْ" کی وجہ سے اُس کی نفی ختم ہوگئی ہے؛ اس لیے کہ یہ دونوں نفی کے بعد اثبات کے لیے آتے ہیں؛ لہٰذا "ما" یہاں "بل" اور "لکن" کے مابعد میں عمل نہیں کرسکتا۔

قولہ: المجرورات الخ: منصوبات کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد، یہاں سے مصنف مجرورات کو بیان فرما رہے ہیں۔ مجرورات مجرور کی جمع ہے۔

اسم مجرور: وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو، مضاف الیہ کی علامت تین ہیں: (۱) کسرہ مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف قائم مقام صحیح، جمع مکسر منصرف اور جمع مؤنث سالم میں (۲) فتحہ، غیر منصرف میں (۳) یاء، اسمائے ستہ مکبرہ، تثنیہ، جمع مذکر سالم اور ان کے ملحقات میں۔ اسم مجرور صرف مضاف الیہ ہے۔

فائدہ: اگرچہ مجرور صرف ایک ہی ہے (یعنی مضاف الیہ)؛ لیکن چوں کہ اس کے افراد بہت ہیں، اس لئے افراد کی کثرت کا اعتبار کرتے ہوئے مصنف "**المجرورات**" جمع لائے۔

مضاف الیہ کی تعریف: مضاف الیہ: وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی حرفِ جر کے واسطے سے نسبت کی گئی ہو؛ خواہ حرفِ جر لفظی ہو؛ جیسے: **مررتُ بزیدٍ** میں "زید" مضاف الیہ ہے؛ اس لئے کہ اس کی طرف "مَرَرْ"، فعل کی "باء" حرفِ جر لفظی کے واسطے سے نسبت کی گئی ہے۔ اس کو نحویین ترکیب میں جار مجرور سے تعبیر کرتے ہیں۔

یا حرفِ جر تقدیری (یعنی پوشیدہ) ہو، جیسے: **غلامُ زیدٍ**؛ اس کی اصل: "**غُلامٌ لزیدٍ**" ہے؛ اس مثال میں "زید"، مضاف الیہ ہے؛ اس لئے کہ اس کی طرف "غلام" کی "لام" حرفِ جر تقدیری کے واسطے سے

www.besturdubooks.net

فَالتَّقْدِيرُ: شَرْطُهُ أَنْ يَّكُونَ الْمُضَافُ اِسْمًا مُجَرَّدًا تَنْوِينُهُ لِأَجْلِهَا. وَهِيَ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ . فَالْمَعْنَوِيَّةُ: أَنْ يَّكُونَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ إِلٰى مَعْمُولِهَا .

ترجمہ : پس (حرف جر کو) مقدر کرنے کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جس کو تنوین سے خالی کرلیا گیا؛ اضافت کی وجہ سے۔ اور وہ (یعنی اضافت) معنویہ ہوتی ہے اور لفظیہ ہوتی ہے۔ پس اضافت معنویہ: یہ ہے کہ مضاف اُس صیغۂ صفت کے علاوہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

نسبت کی گئی ہے۔ اس کو نحویین ترکیب میں مضاف مضاف الیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

"مرادًا" کا مطلب یہ ہے کہ حرفِ جر تقدیری کا اثر معنی میں تو نہ ہو، البتہ لفظوں میں ہو اِس طور پر کہ اُس کے عمل یعنی جر کو لفظوں میں باقی رکھا گیا ہو، پس مفعول فیہ اور مفعول لہ، باوجودیکہ ان سے پہلے "فی" اور "لام" حرف جر مقدر ہوتے ہیں، مضاف الیہ کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ مفعول فیہ میں "فی" اور مفعول لہ میں "لام" حرف جر کا اثر معنی میں ہوتا ہے، لفظوں میں نہیں ہوتا۔

قوله: فالتقدير شرطه الخ: یہاں سے مصنف اضافت بتقدیرِ حرف جر کی شرط بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اضافت بتقدیر حرف جر کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جس کو اضافت کی وجہ سے تنوین اور قائم مقام تنوین (یعنی نونِ تثنیہ اور نونِ جمع) سے خالی کرلیا گیا ہو؛ اس لئے کہ اضافت مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اتصال پر دلالت کرتی ہے اور تنوین اور قائم مقام تنوین انفصال پر دلالت کرتے ہیں؛ اور ظاہر ہے کہ اتصال اور انفصال ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے؛ اس لئے مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی کرنا ضروری ہے۔ تنوین سے خالی کرنے کی مثال: جیسے: غلامُ زَیْدٍ؛ یہ اصل میں غلامٌ لِزَیْدٍ تھا، اضافت کی وجہ سے غلام مضاف کو تنوین سے خالی کرلیا گیا۔ قائم مقام تنوین سے خالی کرنے کی مثال: جیسے: غُلاما زیدٍ، مُسْلِمُوْ مِصْرٍ؛ یہ اصل میں غُلامَانِ لِزَیْدٍ اور مُسْلِمُوْنَ لِمِصْرٍ تھے، اضافت کی وجہ سے مضاف کو قائم مقام تنوین: نونِ تثنیہ اور نونِ جمع سے خالی کرلیا گیا۔

قوله: وهي معنوية ولفظية الخ: یہاں سے مصنف اضافت کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: اضافت کی دو قسمیں ہیں: اضافتِ معنویہ اور اضافت لفظیہ۔

اضافت معنویہ: وہ اضافت ہے جس میں مضاف ایسا صیغۂ صفت نہ ہو جو اپنے معمول (یعنی فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) مضاف صیغہ صفت کے علاوہ ہو؛ جیسے: غلامُ رجلٍ میں غلام مضاف صیغۂ صفت کے علاوہ ہے۔

www.besturdubooks.net

وَهِيَ إِمَّا بِمَعْنَى "اللَّامِ" فِيْ مَا عَدَا جِنْسِ الْمُضَافِ وَظَرْفِهٖ، وَإِمَّا بِمَعْنٰى "مِنْ" فِيْ جِنْسِ الْمُضَافِ، أَوْ بِمَعْنٰى "فِيْ" فِيْ ظَرْفِهٖ؛ وَ هُوَ قَلِيْلٌ؛ مِثْلُ: غُلَامُ زَيْدٍ، وَ خَاتَمُ فِضَّةٍ، وَ ضَرْبُ الْيَوْمِ . وَتُفِيْدُ تَعْرِيْفًا مَعَ الْمَعْرِفَةِ، وَتَخْصِيْصًا مَعَ النَّكِرَةِ .

ترجمہ : اوروہ (اضافت معنویہ) یاتو "لام" حرف جر کے معنی میں ہوتی ہے مضاف کی جنس اور ظرف کے علاوہ میں، یا "مِنْ" حرف جر کے معنی میں ہوتی ہے مضاف کی جنس میں، یا "فِيْ" حرف جر کے معنی میں ہوتی ہے مضاف کے ظرف میں اور یہ قلیل ہے؛ جیسے: غُلَامُ زيدٍ (زید کا غلام)، خَاتَمُ فِضَّةٍ (چاندی کی انگوٹھی) اور ضَرْبُ الْيَوْمِ (آج کا مارنا)۔ اوراضافت معنویہ معرفہ کے ساتھ تعریف کا اور نکرہ کے ساتھ تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔

---

(۲) مضاف صیغہ صفت ہو؛ لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو؛ جیسے: كَرِيْمُ الْبَلَدِ (شہر کا سخی) اور مُصَارِعُ الْبَلَدِ (شہر کا پچھاڑنے والا)؛ ان دونوں مثالوں میں کریم اور مصارع مضاف صیغۂ صفت ہیں؛ لیکن وہ اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہیں؛ اس لئے کہ شہر میں سخی ہونے یا پچھاڑنے کی صلاحیت نہیں ہے؛ بلکہ سخی اور پچھاڑنے والے شہر والے ہوتے ہیں، لہٰذا بلد: کریم یا مصارع کا معمول نہیں ہوسکتا۔

قوله: وهي إما بمعنى اللام الخ: یہاں سے مصنف اضافتِ معنویہ کے معنی بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں: کہ اضافتِ معنویہ تین معنی کے لئے استعمال ہوتی ہے:

(۱) "لام" کے معنی میں، یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ مضاف کا ظرف ہو؛ جیسے: غلامُ زیدٍ، یہ غلامٌ لزیدٍ کے معنی میں ہے۔ اِس کو اضافتِ لامیہ بھی کہتے ہیں۔

(۲) "مِنْ" کے معنی میں، یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو (یعنی مضاف الیہ مضاف سے عام ہو)؛ جیسے: خاتَمُ فِضَّةٍ، یہ خاتمٌ مِنْ فضةٍ کے معنی میں ہے۔ اِس کو اضافتِ بیانیہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) "فی" کے معنی میں، یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو؛ جیسے: ضربُ الیومِ یہ ضربٌ فی الیومِ کے معنی میں ہے۔ اِس کو اضافتِ ظرفیہ بھی کہتے ہیں؛ مگر یہ اضافت قلیل الاستعمال ہے۔

قوله: وتفيد تعريفا الخ: یہاں سے مصنف اضافت معنویہ کا فائدہ بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں: کہ اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں:

(۱) تعریفِ مضاف: یعنی مضاف کو معرفہ بنانا؛ یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ نکرہ کی اضافت معرفہ کی طرف کی جائے؛ جیسے: غلامُ زیدٍ میں غلام مضاف زید معرفہ کی طرف اضافت کی وجہ سے معرفہ ہوگیا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَشَرْطُهَا: تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ مِنَ التَّعْرِيْفِ .

ترجمہ: اور اُس (اضافت معنویہ) کی شرط: مضاف کو تعریف سے خالی کرنا ہے۔

---

(۲) تخصیصِ مضاف: یعنی مضاف کے اشتراک کو کم کر دینا، یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ نکرہ کی اضافت نکرہ کی طرف کی جائے؛ جیسے: غلامُ رجلٍ میں غلام مضاف رجل نکرہ کی طرف اضافت کی وجہ سے خاص ہو گیا ہے، اضافت سے پہلے یہ مرد اور عورت دونوں کے غلام کو شامل تھا، رجل کی طرف اضافت کے بعد مرد کے غلام کے ساتھ خاص ہو گیا۔

فائدہ: غیر، مِثل، نَظِیر، شِبہ اور سِوی کی اگر معرفہ کی طرف اضافت کر دی جائے تو اگر چہ یہ اضافتِ معنویہ ہے؛ لیکن اس کے باوجود یہ معرفہ نہیں ہوں گے؛ بلکہ جس طرح اضافت سے پہلے نکرہ تھے، اسی طرح اضافت کے بعد بھی نکرہ ہی رہیں گے؛ اس لئے کہ اِن میں ابہام راسخ ہے، معرفہ کی طرف اضافت کرنے سے یہ ابہام ختم نہیں ہوگا۔ البتہ اگر "غیر" اور "سوی" کا مصداق مغایرت میں مشہور ہو اس طور پر کہ مضاف الیہ کی صرف ایک ہی ضد ہو، یا "مثل" اور "شبہ" کا مصداق مضاف الیہ سے مماثلت میں اور "نظیر" کا مصداق مضاف الیہ سے مشابہت میں مشہور ہو تو اس صورت میں یہ سب معرفہ کی طرف اضافت کی وجہ سے معرفہ ہو جائیں گے؛ جیسے: عَلَيْكَ بِالْحَرَكَةِ غَيْرِ السُّكُوْن . اس مثال میں "غیر" اضافت کی وجہ سے معرفہ ہو گیا ہے؛ اس لئے کہ اس کا مصداق یہاں حرکت ہے اور حرکت مضاف الیہ: سکون سے مغایرت میں مشہور ہے؛ کیوں کہ سکون کی صرف یہی ایک ضد ہے۔

اسی طرح وہ اسماء جو افعال کے معنی میں ہوں اگر ان کی اضافت معرفہ کی طرف کر دی جائے تو وہ بھی معرفہ نہیں ہوں گے؛ بلکہ حسبِ سابق نکرہ رہیں گے؛ جیسے: حَسْبُكَ زَيْدٌ . اس مثال میں حَسْبُ کی "کاف" ضمیر کی طرف اضافت کی گئی ہے؛ لیکن اس کے باوجود یہ معرفہ نہیں ہوا؛ اس لئے کہ یہ "کفی" فعل کے معنی میں ہے۔ (غایۃ التحقیق ص:۲۳۲)

قولہ: وشرطھا تجرید الخ: یہاں سے مصنف اضافت معنویہ کی شرط بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ: مضاف تعریف (یعنی معرفہ ہونے) سے خالی ہو، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) مضاف پہلے ہی سے نکرہ ہو۔ (۲) پہلے سے معرفہ ہو؛ مگر اضافت کے وقت اُس کو تعریف سے خالی کر کے نکرہ بنا لیا گیا ہو[1]؛ لہٰذا کسی معرفہ کی اُس کو معرفہ باقی رکھتے ہوئے کسی دوسرے اسم (معرفہ یا نکرہ) کی

(۱) معرفہ (علَم) کو نکرہ بنانے کے تین طریقے ہیں، جو ما قبل میں غیر منصرف کے بیان میں گذر چکے ہیں، دیکھئے: (ص:۷۲)

www.besturdubooks.net

وَمَا أَجَازَهُ الْكُوفِيُّونَ مِنَ "الثَّلَاثَةِ الْأَثْوَابِ" وَشِبْهِهِ مِنَ الْعَدَدِ ضَعِيفٌ .
وَاللَّفْظِيَّةُ: أَنْ يَّكُونَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً إِلٰى مَعْمُولِهَا؛ مِثْلُ: ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ .

ترجمہ: اورجس کوکوفیین نے جائزقراردیاہےیعنی "الثّلاثةُ الأثوابِ" اوراُس جیسےاعداد، وہ ضعیف ہے۔
اوراضافت لفظیہ یہ ہے کہ: مضاف ایسا صیغۂ صفت ہوجواپنے معمول (یعنی فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: ضَارِبُ زيدٍ (زیدکو مارنے والا)، الحَسَنُ الْوَجْهِ (خوب صورت چہرہ والا)۔

طرف اضافت معنویہ کرنا جائزنہیں؛ اس لیے کہ اضافت معنویہ مضاف کو معرفہ بنانے یا اُس میں تخصیص پیدا کرنے کے لیے کی جاتی ہے، اورجب مضاف پہلے سے معرفہ ہےتو وہ تعریف یا تخصیص کامحتاج نہیں، اس لیے اُس کو معرفہ باقی رکھتے ہوئے، اُس کی اضافت معنویہ کرنا جائزنہیں۔
قوله: وما أجازه الكوفيون الخ: یہاں سے مصنف ایک وہم کودورکرناچاہتے ہیں، وہ یہ کہ کوفیین نے الثلاثةُ الأَثوابِ، الخمسةُ الداراهمِ اوراِن جیسےاعدادکوجائزقراردیاہے، جس سے معلوم ہوتاہے کہ معرفہ کی بھی اضافت معنویہ کی جاسکتی ہے؛ کیوں کہ الثلاثةُ اور الخمسةُ کی معرفہ ہونے کے باوجود الأثواب اور الداراهم کی طرف اضافت کی گئی ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے؛ کیوں کہ یہ قیاس کے بھی خلاف ہےاورفصحاء کےاستعمال کےبھی خلاف ہے؛ لہٰذااِس کااعتبارنہیں ہوگا۔
قوله: واللفظية أن يكون الخ: یہاں سے مصنف اضافتِ لفظیہ کوبیان فرمارہے ہیں۔
اضافت لفظیہ: وہ اضافت ہے جس میں مضاف ایسا صیغۂ صفت ہوجواپنے معمول (یعنی فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو، جیسے: عَمْرٌو ضَارِبُ زَيْدٍ، زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ . ان دونوں مثالوں میں اضافت لفظیہ ہے؛ اس لئے کہ "ضاربُ زيدٍ" میں ضارب اسم فاعل اپنے مفعول بہ زید کی طرف، اور "حسنُ الوجهِ" میں حسن صفت مشبہ اپنے فاعل الوجه کی طرف مضاف ہے۔
فائدہ: اضافت لفظیہ انفصال کے حکم میں ہوتی ہے، یعنی اضافت سے مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اتصال پیدا ہوجاتا ہے؛ لیکن اضافتِ لفظیہ میں یہ اتصال انفصال کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی اضافت لفظیہ میں مضاف اورمضاف الیہ کے درمیان صرف لفظاً اتصال ہوتا ہے، معنیً اتصال نہیں ہوتا، چناں چہ مضاف اورمضاف الیہ کے جومعنی اضافت سے پہلے ہوتے ہیں وہی معنی اضافت کے بعدبھی باقی رہتے ہیں، نیز جس

www.besturdubooks.net

وَلَا تُفِیْدُ إِلَّا تَخْفِیْفًا فِی اللَّفْظِ .

ترجمہ: اور اضافت لفظیہ صرف لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔

طرح اضافت سے پہلے مضاف عامل اور مضاف الیہ معمول ہوتا ہے، اسی طرح اضافت کے بعد بھی مضاف عامل اور مضاف الیہ معمول باقی رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اضافت لفظیہ میں مضاف الیہ لفظاً مجرور ہوتا ہے، اور محلًا مرفوع یا منصوب ہوتا ہے۔

قولہ: ولا تفید إلا تخفیفا الخ: یہاں سے مصنف اضافتِ لفظیہ کا فائدہ بیان فرمارہے ہیں۔ چوں کہ اضافت لفظیہ انفصال کے حکم میں ہوتی ہے، اس لئے مصنف فرماتے ہیں کہ اضافتِ لفظیہ تخفیفِ لفظی کا فائدہ دیتی ہے، تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔ اضافتِ لفظیہ سے جو تخفیفِ لفظی حاصل ہوتی ہے اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) صرف مضاف میں تخفیف حاصل ہو، اس طرح کہ اضافتِ لفظیہ کی وجہ سے مضاف سے تنوین یا قائم مقام تنوین (یعنی نونِ تثنیہ اور نونِ جمع) حذف ہو جائیں، خواہ تنوین حقیقۃً حذف ہو؛ جیسے: **ضاربُ زیدٍ** میں "**ضارب**" مضاف سے اضافت کی وجہ سے حقیقۃً تنوین حذف ہوگئی ہے؛ کیوں کہ یہ اصل میں **ضاربٌ زیدٍ** تھا۔ یا حکماً؛ جیسے: **حَوَاجُّ بَیْتِ اللّٰہِ**، **حواجّ** چوں کہ جمع منتہی الجموع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور غیر منصرف پر تنوین نہیں آتی، اس لئے اس سے حکماً تنوین حذف ہوئی ہے۔ قائم مقام تنوین کے حذف ہونے کی مثال: جیسے: **ضاربا زیدٍ**، اس کی اصل **ضاربَانِ زیدٍ** ہے، نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے حذف ہوگیا۔ **ضَارِبُو زیدٍ**، اس کی اصل **ضَارِبُون زَیْدٍ** ہے، نون جمع اضافت کی وجہ سے حذف ہوگیا۔

(۲) صرف مضاف الیہ میں تخفیف حاصل ہو، اس طرح کہ مضاف الیہ کے آخر سے ضمیر کو حذف کر کے صیغۂ صفت (مضاف) میں اس کو مستتر کر دیا جائے؛ جیسے: **القائمُ الغلامِ** . یہ اصل میں **القائم غلامُہٗ** تھا، مضاف الیہ "**غلامہ**" کے آخر سے ضمیر کو حذف کر کے صیغۂ صفت "**القائم**" میں اس کو مستتر کر دیا۔ یہاں صرف مضاف الیہ میں تخفیف پیدا ہوئی ہے، مضاف "**القائم**" میں کوئی تخفیف پیدا نہیں ہوئی؛ اس لئے کہ معرف باللام ہونے کی وجہ سے اس پر پہلے سے ہی تنوین نہیں تھی۔

(۳) مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف حاصل ہو، اس طرح کہ مضاف سے تنوین حذف ہو جائے اور مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے صیغۂ صفت مضاف میں اس کو مستتر کر دیا جائے؛ جیسے: **زیدٌ قائمُ الغلامِ**، یہ اصل میں **زیدٌ قائمٌ غلامُہٗ** تھا، اضافت کی وجہ سے مضاف "**قائم**" سے تنوین حذف ہوگئی، اور

www.besturdubooks.net

وَمِنْ ثَمَّ جَازَ: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ، وَامْتَنَعَ: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ حَسَنِ الْوَجْهِ .
وَجَازَ: الضَّارِبَا زَيْدٍ، وَالضَّارِبُوْ زَيْدٍ، وَامْتَنَعَ: الضَّارِبُ زَيْدٍ، خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ .

ترجمہ : اوراسی وجہ سے جائز ہے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ (میں گذرا ایسے مرد کے پاس سے جوخوب صورت چہرہ والا ہے)، اور ممتنع ہے: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ حَسَنِ الْوَجْهِ . اور جائز ہے: الضَّارِبَا زَيْدٍ اور الضَّارِبُوْ زَيْدٍ، اور ممتنع ہے: الضَّارِبُ زَيْدٍ، برخلاف امام فراء کے۔

مضاف الیہ ''غلامه'' کے آخر سے ضمیر کو حذف کر کے ''قائم'' صیغۂ صفت میں اس کو مستتر کر دیا گیا۔

فائدہ (۱): اضافتِ لفظیہ میں مضاف پر ''الف لام'' آ جاتا ہے، اضافتِ معنویہ میں نہیں آتا، البتہ لفظ ''غیر''، ''مثل'' وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں؛ اس لئے کہ ان کی اضافت مابعد کی طرف اضافت معنویہ ہوتی ہے؛ لیکن اِس کے باوجود اِن پر ''الف لام'' داخل کرنا جائز ہے۔

فائدہ (۲): اضافتِ لفظیہ اسی وقت درست ہوتی ہے جب کہ اس کی وجہ سے مضاف یا مضاف الیہ میں، یا دونوں میں تخفیف حاصل ہو، جہاں اضافت لفظیہ سے تخفیف حاصل نہ ہو وہاں اضافتِ لفظیہ جائز نہیں۔

قولہ: ومن ثم جاز مررت الخ: چوں کہ اضافت لفظیہ صرف تخفیفِ لفظی کا فائدہ دیتی ہے، تعریف یا تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی، اور اضافت لفظیہ میں مضاف اضافت کے بعد بھی نکرہ ہی رہتا ہے، اس لیے اُس اسم کو جس کی دوسرے اسم کی طرف اضافت لفظیہ کی گئی ہو، نکرہ کی صفت بنانا جائز ہے، معرفہ کی صفت بنانا جائز نہیں، چناں چہ مررتُ برجلٍ حسنِ الوجهِ[1] کہنا جائز ہے؛ اس لیے کہ یہاں موصوف صفت میں مطابقت موجود ہے، رجل موصوف بھی نکرہ ہے اور حسن الوجہ صفت بھی نکرہ ہے؛ کیوں کہ حسن کی الوجہ کی طرف اضافت لفظیہ کی گئی ہے، اور نکرہ کی معرفہ کی طرف اضافت لفظیہ کرنے سے مضاف معرفہ نہیں بنتا؛ بلکہ حسبِ سابق نکرہ رہتا ہے۔ اور مررتُ بزیدٍ حسنِ الوجهِ کہنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ یہاں موصوف صفت میں مطابقت نہیں ہے؛ کیوں کہ موصوف (زید) معرفہ ہے، اور حسن الوجہ صفت نکرہ ہے۔

اور چوں کہ اضافت لفظیہ صرف وہاں جائز ہوتی ہے جہاں اُس کی وجہ سے مضاف یا مضاف الیہ میں، یا دونوں میں تخفیفِ لفظی حاصل ہو، اس لیے الضاربَا زیدٍ اور الضاربُو زیدٍ کہنا جائز ہے؛ کیوں کہ یہاں اضافت کی وجہ سے مضاف میں تخفیف لفظی حاصل ہو رہی ہے، اس طور پر کہ مضاف سے پہلی مثال میں ''نونِ

---

(۱) مررت فعل بافاعل، باء حرف جر، رجل موصوف، حسن الوجہ مرکب اضافی صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَضَعُفَ ع: الوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا .

ترجمہ : اورضعیف ہے یہ مصرع: الوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَ عَبْدِهَا (سوسفید اونٹوں اوراُن کے غلام کو ہبہ کرنے والا)۔

تثنیہ' اوردوسری مثال میں ''نونِ جمع'' حذف ہوگیا ہے۔

اور الضاربُ زيدٍ کہنا جائز نہیں؛ کیوں کہ یہاں اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف حاصل نہیں ہوئی، اس لیے کہ تخفیف کی صورت یہاں یہ تھی کہ مضاف الضارب سے تنوین حذف ہوتی، اورتنوین یہاں ''الف لام'' کی وجہ سے حذف ہوئی ہے، نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

البتہ اِس میں امام فراء کا اختلاف ہے، اُن کے نزدیک الضاربُ زيدٍ کہنا جائز ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ یہاں پہلے اضافت کی گئی ہے، پھر مضاف پر ''الف لام'' داخل کیا گیا ہے؛ لہٰذا یہاں مضاف سے تنوین ''الف لام'' کی وجہ سے حذف نہیں ہوئی؛ بلکہ اضافت کی وجہ سے حذف ہوئی ہے۔

مصنف نے اپنی شرحِ کافیہ میں اِس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ محض ایک دعوی ہے جو سراسر ظاہر کے خلاف ہے۔ صحیح بات وہی ہے جواوپر بیان کی گئی۔

قوله: و ضعف ع: الواهب الخ: یہاں سے مصنف ایک وہم کو دور کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ ابھی آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ الضاربُ زيدٍ کہنا جائز نہیں؛ کیوں کہ اس میں اضافت لفظیہ کی وجہ سے کوئی تخفیف حاصل نہیں ہوئی ہے، حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہی بات شاعر کے قول: الواهبُ المائةِ الهجان وعبدِها [1] میں پائی جارہی ہے؛ کیوں کہ یہاں عبدِها کا المائةِ الهجانِ پر عطف ہے، اورقاعدہ ہے کہ معطوف علیہ کا عامل معطوف سے پہلے مقدر ہوتا ہے، تواس اعتبار سے یہاں عبدها سے پہلے الواهب مقدر ہوگا اوراصل عبارت یہ ہوگی: الواهبُ عبدِها، تو دیکھئے یہاں عطف کے اعتبار سے الواهب کی عبدها کی طرف اضافت لفظیہ ہورہی ہے، جب کہ اس سے یہاں کوئی تخفیف حاصل نہیں ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اضافت لفظیہ سے تخفیف حاصل نہ ہوتب بھی اضافت لفظیہ کی جاسکتی ہے؛ کیوں کہ اگر ایسا کرنا جائز نہ ہوتا، توشاعر اِس کو اختیار نہ کرتا؟

---

(۱) الواهب اسم فاعل مضاف، المائة مميّز مضاف، الهجان تمیز مضاف الیہ، مميّز مضاف تمیز مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، عبد ها مرکب اضافی معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مضاف الیہ مفعول بہ، اسم فاعل اپنے فاعل اور مضاف الیہ مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ إِنَّمَا جَازَ: الضَّارِبُ الرَّجُلِ حَمْلًا عَلَى الْمُخْتَارِ فِي "الْحَسَنِ الْوَجْهِ".

ترجمہ : اورصرف جائز ہے: الضَّارِبُ الرَّجُلِ، "الحَسَنُ الوَجْهِ" میں پسندیدہ قول پر حمل کرتے ہوئے۔

مصنف اِس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ شاعر کا یہ قول ضعیف ہے، یعنی اِس لائق نہیں کہ اِس کا اعتبار کیا جائے؛ اولاً تو اِس وجہ سے کہ یہ فصحاء کے استعمال کے خلاف ہے، اور ثانیاً اِس وجہ سے کہ وعبدها میں نصب کا بھی احتمال ہے، یا تو مفعول معہ ہونے کی بناء پر، یا المائة الهجان کے محل پر عطف کرنے کی بناء پر؛ کیوں کہ المائة الهجان محلاً الواهب اسم فاعل کا مفعول بہ ہے۔

شعر میں دوسری کمزوری یہ ہے کہ اِس میں المائة کی معرفہ ہونے کے باوجود الهجان کی طرف اضافت معنویہ کی گئی ہے، جب کہ ماقبل میں گذر چکا ہے کہ کسی معرفہ کی اُس کو معرفہ باقی رکھتے ہوئے کسی معرفہ یا نکرہ کی طرف اضافت معنویہ کرنا جائز نہیں۔

قوله: وإنما جاز الضارب الخ : یہاں سے مصنف ایک ایسی صورت بیان فرما رہے ہیں جو مذکورہ ضابطہ سے مستثنیٰ ہے، یعنی وہاں اضافت لفظیہ کی وجہ سے کوئی تخفیف حاصل نہیں ہوتی؛ لیکن اِس کے باوجود اضافت لفظیہ جائز ہے، وہ صورت یہ ہے کہ صیغۂ صفت معرف باللام کی دوسرے معرف باللام کی طرف اضافت لفظیہ کی جائے؛ جیسے: الضارِبُ الرّجلِ، یہاں الضارب صیغۂ صفت معرف باللام کی الرجل معرف باللام کی طرف اضافت لفظیہ کی گئی ہے، اگر چہ مذکورہ ضابطہ کا تقاضا یہ تھا کہ یہ اضافت جائز نہ ہوتی؛ کیوں کہ یہاں اس کی وجہ سے کوئی تخفیف حاصل نہیں ہورہی ہے؛ لیکن یہ اس لیے جائز ہے کہ اِس کو "الحسنُ الوجهِ" میں جو پسندیدہ صورت ہے اُس پر محمول کرلیا گیا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ "الحسنُ الوجهِ" میں عقلی طور پر تین صورتیں نکلتی ہیں: (۱) الوجه کو الحسن کا فاعل مان کر مرفوع پڑھا جائے (۲) الوجه کو مشابہ بالمفعول ہونے کی بناء پر منصوب پڑھا جائے (۳) الحسن کو مضاف اور الوجه کو مضاف الیہ مان کر الوجه کو مجرور پڑھا جائے، اور یہ تیسری صورت ہی مختار اور پسندیدہ ہے، اگر چہ الحسنُ الوجهِ میں اضافت لفظیہ کی وجہ سے تخفیف کا فائدہ حاصل ہوا ہے اِس طور پر کہ اضافت کی وجہ سے مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوگئی ہے، جب کہ الضاربُ الرجل میں یہ بات نہیں پائی جاتی؛ لیکن چوں کہ یہ دونوں (یعنی الحسنُ الوجهِ اور الضاربُ الرجلِ) اس بات میں شریک ہیں کہ دونوں میں صیغۂ صفت مضاف اور مضاف الیہ دونوں معرف باللام ہیں، اس لیے الضاربُ الرجلِ کو الحسنُ الوجهِ پر محمول کر کے جائز قرار دیا گیا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَ الضَّارِبُکَ وَشِبْهُهٗ فِيمَنْ قَالَ: إِنَّهٗ مُضَافٌ حَمْلًا عَلٰى "ضَارِبِکَ".
وَلَا يُضَافُ مَوْصُوفٌ إِلٰى صِفَةٍ، وَلَا صِفَةٌ إِلٰى مَوْصُوفِهَا .

ترجمہ: اور الضَّارِبُکَ اور اِس جیسی مثالیں (جائز ہیں) اُن حضرات کے قول کے مطابق جو یہ کہتے ہیں کہ وہ (یعنی الضارب) مضاف ہے، "ضَارِبُکَ" پر محمول کرنے کی وجہ سے۔
اور نہ موصوف کی صفت کی طرف اضافت کی جائے گی اور نہ صفت کی اُس کے موصوف کی طرف۔

قولہ: والضاربک وشبهہ الخ: یہاں سے مصنف ایک اور ایسی صورت بیان فرمارہے ہیں جہاں تخفیفِ لفظی حاصل نہ ہونے کے باوجود اضافت لفظیہ جائز ہے، وہ یہ ہے کہ صیغۂ صفت معرف باللام کی مفعول کی ضمیر کی طرف اضافت کی جائے؛ جیسے: الضّارِبُکَ، الضارِبِیْ، الضاربُه، امام سیبویہ اور اُن کے متبعین کے قول کے مطابق جو اس طرح کی مثالوں میں صیغۂ صفت کو مضاف کہتے ہیں، یہاں الضارب صیغۂ صفت معرف باللام کی مفعول کی ضمیر کی طرف اضافت لفظیہ کی گئی ہے، قاعدہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ اضافت جائز نہ ہوتی؛ کیوں کہ یہاں اس کی وجہ سے کوئی تخفیف لفظی حاصل نہیں ہورہی ہے؛ اس لیے کہ یہاں اضافت سے پہلے ہی "الف لام" کی وجہ سے تنوین حذف ہوچکی ہے؛ لیکن چوں کہ اِن مثالوں کو "ضاربک" کے ساتھ مشابہت حاصل ہے اِس طور پر کہ جس طرح اِن میں اضافت سے پہلے ہی تنوین حذف ہوچکی ہے، اسی طرح "ضاربُک" میں بھی اضافت سے پہلے ہی تنوین حذف ہوچکی ہے[1] (اس سے قطع نظر کہ اِن میں تنوین "الف لام" کی وجہ سے حذف ہوئی ہے اور "ضاربُک" میں ضمیر متصل کے اتصال کی وجہ سے)، اور "ضاربُک" سب کے نزدیک جائز ہے، اس لیے اِن کو بھی "ضاربک" پرمحمول کرکے جائز کہہ دیا گیا ہے۔

نوٹ: جمہور نحاۃ کے نزدیک الضاربُک اور اُس کے نظائر کو "ضاربُک" پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ وہ اِن مثالوں میں الضارب صیغۂ صفت کو مضاف نہیں مانتے؛ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ الضاربُ صیغۂ صفت ہے، اور اُس کے بعد آنے والی ضمیر اُس کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر محلًا منصوب ہے۔

قولہ: ولا یضاف موصوف الخ: یہاں سے مصنف دو ضابطے بیان فرمارہے ہیں:

۱- موصوف کی اُس کی صفت کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں؛ چناں چہ رجلٌ عالمٌ میں رجلٌ موصوف کی اُس کی صفت عالمٌ کی طرف اضافت کرکے رجلُ عالمٍ نہیں کہہ سکتے۔

---

(۱) دلیل یہ ہے کہ اگر "ضاربُک" میں ضارب کو مضاف نہ مانا جائے تو اس صورت میں بھی اس پر تنوین نہیں آتی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تنوین اضافت سے پہلے ہی ضمیر متصل کے اتصال کی وجہ سے حذف ہوچکی ہے۔

www.besturdubooks.net

وَمِثْلُ: ''مَسْجِدُ الْجَامِعِ''، وَ''جَانِبُ الْغَرْبِيِّ''، وَ''صَلَاةُ الْأُوْلٰی''، وَ''بَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ'' مُتَأَوَّلٌ. وَمِثْلُ: ''جَرْدُ قَطِيْفَةٍ'' وَ''أَخْلَاقُ ثِيَابٍ'' مُتَأَوَّلٌ.

ترجمہ: اور ''مَسْجِدُ الْجَامِعِ'' (جامع مسجد)، ''جَانِبُ الْغَرْبِيِّ'' (مغربی جانب)، ''صَلَاةُ الْأُوْلٰی'' (پہلی نماز) اور ''بَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ'' (خُرفہ کا ساگ) جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے۔ اور ''جَرْدُ قَطِيْفَةٍ'' (پرانی چادر) اور ''أَخْلَاقُ ثِيَابٍ'' (پرانے کپڑے) جیسی مثالوں میں بھی تاویل کی گئی ہے۔

۲- صفت کی اُس کے موصوف کی طرف اضافت کرنا بھی جائز نہیں؛ چناں چہ مذکورہ مثال میں **عالمٌ** صفت کی اُس کے موصوف **رجلٌ** کی طرف اضافت کرکے **عالمُ رجلٍ** نہیں کہہ سکتے۔

قوله: ومثل مسجد الجامع الخ: یہاں سے مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

اعتراض یہ ہے کہ: ابھی آپ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ موصوف کی صفت کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں، حالاں کہ اہلِ عرب کے کلام میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت پائی جاتی ہے، چناں چہ وہ بولتے ہیں: **مسجدُ الجامعِ، جانبُ الغربيِّ، صلاةُ الأولٰی، بقلةُ الحمقاءِ،** دیکھئے: یہاں **مسجد** موصوف کی **الجامع** صفت کی طرف، **جانب** موصوف کی **الغربی** صفت کی طرف، **صلاة** موصوف کی **الأولی** صفت کی طرف اور **بقلة** موصوف کی **الحمقاء** صفت کی طرف اضافت کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کی صفت کی طرف اضافت کرنا جائز ہے؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ: مذکورہ مثالوں میں تاویل کی گئی ہے، وہ یہ کہ یہاں **الجامع**: **مسجد** کی صفت نہیں؛ بلکہ ''**الوقت**'' موصوف محذوف کی صفت ہے، اور **الغربیّ**: **جانب** کی صفت نہیں؛ بلکہ ''**المکان**'' موصوف محذوف کی صفت ہے، اور **الأولی**: **صلاة** کی صفت نہیں؛ بلکہ ''**الساعة**'' موصوف محذوف کی صفت ہے، اور **الحمقاء**: **بقلة** کی صفت نہیں؛ بلکہ ''**الحبّة**'' موصوف محذوف کی صفت ہے؛ اصل عبارت یہ ہے: **مسجدُ الوقتِ الجامعِ، جانبُ المکانِ الغربيِّ، صلاةُ الساعةِ الأولی، بقلةُ الحبّةِ الحمقاءِ.** لہٰذا یہاں موصوف کی اضافت صفت کی طرف نہیں ہو رہی ہے۔

قوله: ومثل جرد قطيفة الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرے اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

اعتراض یہ ہے کہ: اوپر آپ نے دوسرا قاعدہ یہ بیان کیا ہے کہ صفت کی موصوف کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں، حالاں کہ اہلِ عرب کے کلام میں صفت کی موصوف کی طرف اضافت پائی جاتی ہے؛ جیسے: **جردُ قطيفةٍ** اور **أخلاقُ ثيابٍ**، یہاں **جرد** صفت کی **قطيفة** موصوف کی طرف اور **أخلاق** صفت کی **ثياب** موصوف

www.besturdubooks.net

وَلَا يُضَافُ اِسْمٌ مُمَاثِلٌ لِلْمُضَافِ إِلَيْهِ فِي الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ؛ كَـ: لَيْثٍ وَأَسَدٍ، وَحَبْسٍ وَمَنْعٍ؛ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ . بِخِلَافِ كُلِّ الدَّرَاهِمِ وَعَيْنِ الشَّيْءِ؛ فَإِنَّهُ يُخْتَصُّ بِهِ .

ترجمہ: اور مضاف نہیں ہوتا وہ اسم جو عموم وخصوص میں مضاف الیہ کے مماثل ہو؛ جیسے: لَيْثٌ اور أَسَدٌ (شیر) اور حَبْسٌ اور مَنْعٌ (روکنا)؛ (وہاں اضافت سے) کوئی فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے۔ برخلاف كُلُّ الدَّرَاهِمِ اور عَيْنُ الشَّيْءِ کے؛ اس لیے کہ وہ (یعنی مضاف اِن میں) مضاف الیہ کے ساتھ خاص ہو گیا ہے۔

کی طرف اضافت کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفت کی موصوف کی طرف اضافت کرنا جائز ہے؟

جواب یہ ہے کہ: اِن میں بھی تاویل کی گئی ہے، وہ یہ کہ جردُ قطيفةٍ اور أخلاقُ ثيابٍ اصل میں قطيفةٌ جردٌ اور ثيابٌ أخلاقٌ تھے، قطيفةٌ اور ثيابٌ موصوف کو حذف کر دیا، جردٌ اور أخلاقٌ رہ گیا، چوں کہ موصوف کو حذف کرنے کے بعد اِن میں ابہام پیدا ہو گیا؛ کیوں کہ "پرانا" چادر اور کپڑا بھی ہو سکتا ہے اور ان کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہو سکتی ہے، اس لیے ابہام کو دور کرنے کے لیے اِن کے بعد قطيفة اور ثياب تمیز لے آئے، پھر ان کی تمیز کی طرف اضافت کر دی گئی، جردُ قطيفةٍ اور أخلاقُ ثيابٍ ہو گیا؛ لہٰذا یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف نہیں کی گئی؛ بلکہ ممیّز کی اضافت تمیز کی طرف کی گئی ہے، جیسا کہ خاتمُ فضةٍ اور سوارُ ذهبٍ میں کی گئی ہے۔

قولہ: ولا يضاف اسم الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر دو اسم عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مثل ہوں، تو اُن میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں؛ جیسے: ليثٌ اور أسدٌ عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مثل ہیں؛ کیوں کہ دونوں کے معنی شیر کے آتے ہیں؛ لہٰذا اِن میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت کر کے ليثُ أَسَدٍ یا أسدُ ليثٍ نہیں کہہ سکتے اور اسی طرح حبسٌ اور منعٌ عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مثل ہیں؛ کیوں کہ دونوں کے معنی روکنے کے ہیں؛ لہٰذا اِن میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت کر کے حبسُ منعٍ یا منعُ حبسٍ نہیں کہہ سکتے: اس لیے کہ یہاں اضافت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا، اور اضافت اسی لیے کی جاتی ہے کہ اُس سے مضاف میں تعریف یا تخصیص کا فائدہ حاصل ہو۔

بخلاف كل الدراهم الخ: البتہ اگر دو اسموں میں سے ایک عام ہو اور دوسرا خاص، تو وہاں عام کی خاص کی طرف اضافت کرنا جائز ہے؛ جیسے: كلُّ الدراهِمِ، عينُ الشيءِ، پہلی مثال میں كل اپنے مفہوم

وَقَولُهُم: "سَعِيدُ كُرزٍ" وَنَحوُهُ مُتَأَوَّلٌ . وَإِذَا أُضِيفَ الاِسمُ الصَّحِيحُ أَوِ المُلحَقُ بِهٖ إِلٰى يَاءِ المُتَكَلِّمِ كُسِرَ آخِرُهُ، وَاليَاءُ مَفتُوحَةٌ أَو سَاكِنَةٌ .

ترجمہ: اور اہل عرب کے قول: "سَعِيدُ كُرزٍ" اور اُس کے نظائر میں تاویل کی گئی ہے۔
اور جب اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اُس کے آخری حرف کو کسرہ دیا جائے گا، اور یائے متکلم یا تو مفتوح ہوگی یا ساکن۔

کے لحاظ سے **دراهم** سے عام ہے، اسی لیے یہاں **کل** کی **دراهم** کی طرف اضافت کی گئی ہے۔ اور دوسری مثال میں **عین**: **شيء** سے عام ہے (کیوں کہ عین کا اطلاق ہر چیز پر ہوتا ہے، خواہ وہ موجود ہو یا معدوم، جب کہ شيء کا اطلاق صرف انہی چیزوں پر ہوتا ہے جو موجود ہوں، جو چیزیں موجود نہیں ہیں؛ جیسے: اللہ تعالی کا شریک، اُن پر شيء کا اطلاق نہیں ہوتا)، اس لیے یہاں عین کی شيء کی طرف اضافت کی گئی ہے؛ اِن دونوں مثالوں میں اضافت اس لیے جائز ہے کہ یہاں اضافت کی وجہ سے مضاف میں تخصیص کا فائدہ حاصل ہوا ہے، اضافت سے پہلے کل اور عین ہر چیز کو شامل تھے، اضافت کے بعد کل: دراهم کے ساتھ اور عین موجود چیزوں کے ساتھ خاص ہو گیا ہے۔

وقولهم: سعيد كرز الخ: یہاں سے مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔
اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ: ابھی آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر دو اسم عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مثل ہوں، تو اُن میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں، حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سعید اور کُرز عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مثل ہیں؛ کیوں کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں؛ لیکن اس کے باوجود اہل عرب سعید کی کُرز کی طرف اضافت کر کے **سعیدُ کُرزٍ** بولتے ہیں؟
اس کا جواب یہ ہے کہ: اس طرح کی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے، مثلاً سعیدُ کرز میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ یہاں سعید سے مسمّٰی (یعنی اُس شخص کی ذات جس کا یہ نام ہے) اور کُرز سے اسم (یعنی نام) مراد ہے، اس تاویل کے بعد اب اِن میں مماثلت نہیں رہی؛ لہٰذا سعید کی کُرز کی طرف اضافت کرنا صحیح ہے۔

نوٹ: قواعد اور ضابطے اکثر استعمالات کو سامنے رکھ کر بنائے جاتے ہیں، پھر کلام عرب میں جو مثالیں اُن قواعد کے خلاف ہوتی ہیں، اُن میں اگر تاویل ممکن ہوتی ہے تو تاویل کر لی جاتی ہے، اور اگر تاویل ممکن نہیں ہوتی، تو اُن کو شاذ قرار دے کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

قوله: وإذا أضيف الاسم الخ: یہاں سے مصنف تنوین اور قائم مقام تنوین کے حذف کے علاوہ،

www.besturdubooks.net

فَإِنْ كَانَ آخِرُهُ أَلِفًا تُثْبَتُ، وَهُذَيْلٌ تُقَلِّبُهَا لِغَيْرِ التَّثْنِيَةِ يَاءً . وَإِنْ كَانَ يَاءً أُدْغِمَتْ . وَإِنْ كَانَ وَاوًا قُلِبَتْ يَاءً وَأُدْغِمَتْ، وَفُتِحَتِ الْيَاءُ لِلسَّاكِنَيْنِ .

ترجمہ : پس اگر اُس (اسم) کا آخری حرف الف ہو، تو وہ باقی رکھا جائے گا، اور قبیلۂ ہذیل کے لوگ اُس (الف) کو یاء سے بدل دیتے ہیں دراں حالیکہ وہ تثنیہ کے علاوہ کے لیے ہو۔ اور اگر (اُس اسم کا آخری حرف) یاء ہو تو اُس کا (یائے متکلم میں) ادغام کر دیا جائے گا۔ اور اگر واؤ ہو تو اُس کو یاء سے بدل دیا جائے گا اور اُس کا (یائے متکلم میں) ادغام کر دیا جائے گا، اور یائے متکلم کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے فتحہ دیدیا جائے گا۔

مضاف کے بعض دیگر احوال اور احکام کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

(۱) اگر مفرد منصرف صحیح، یا مفرد منصرف جاری مجری صحیح کی ''یاء متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے تو اضافت کرتے وقت، یاء کی مناسبت سے مضاف کے آخری حرف کو کسرہ دیا جائے گا، اور ''یاء متکلم'' میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) اس کو ساکن کر دیا جائے؛ جیسے: غُلامِیْ، دَلْوِیْ، ظَبْیِیْ . (۲) فتحہ دیدیا جائے، اور صحیح قول یہ ہے کہ فتحہ ہی یہاں اصل ہے؛ جیسے: غلامِیَ، دَلْوِیَ، ظَبْیِیَ .

(۲) اگر کسی ایسے اسم کی ''یاء متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے جس کے آخر میں الف ہو، خواہ الف تثنیہ کا ہو، یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا الف ہو، مثلاً: الف مقصورہ وغیرہ، تو وہاں اضافت کرتے وقت الف کو اپنی حالت پر باقی رکھا جائے گا، یاء سے بدل کر اُس کا ''یاء متکلم'' میں ادغام نہیں کیا جائے گا، اور ''یاء متکلم'' کو فتحہ دیدیں گے، تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے؛ جیسے: عَصَایَ، رَحَایَ، غُلامَایَ . البتہ قبیلہ ''ہذیل'' کا اس میں اختلاف ہے، وہ اضافت کرتے وقت الف کو (بشرطیکہ الفِ تثنیہ نہ ہو) یاء سے بدل کر اس کا ''یاء متکلم'' میں ادغام کر دیتے ہیں؛ جیسے: عَصَیَّ، رَحَیَّ. الف تثنیہ کو (جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے) وہ بھی یاء سے نہیں بدلتے؛ بلکہ اپنی حالت پر باقی رکھتے ہیں۔

فائدہ: یاء کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ اس وقت دیا جاتا ہے جب کہ یاء کا ماقبل مضموم ہو، اگر ماقبل مفتوح ہو تو وہاں یاء کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ نہیں دیا جاتا؛ بلکہ فتحہ کو اپنی حالت پر باقی رکھا جاتا ہے؛ اس لئے کہ اہل عرب یاء سے پہلے فتحہ کو دشوار نہیں سمجھتے۔ لہٰذا قبیلۂ ''ہذیل'' کے مذہب کے مطابق ''صاد'' اور ''حاء'' کے فتحہ کے ساتھ عَصَیَّ اور رَحَیَّ کہیں گے۔ [دیکھئے: رضی ۲/۲۹۴]

(۳) اگر کسی ایسے اسم کی ''یاء متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے جس کے آخر میں یاء ہو، خواہ یاء تثنیہ کی ہو یا جمع کی، یا کلمہ کا اصلی حرف ہو، تو اضافت کرتے وقت اس یاء کا ''یاء متکلم'' میں ادغام کر دیا جائے گا، اور ''یاء

www.besturdubooks.net

وَأَمَّا الْأَسْمَاءُ السِّتَّةُ فَـ: أَخِي وَأَبِي، وَأَجَازَ الْمُبَرِّدُ أَخِيَّ وَأَبِيَّ، وَتَقُوْلُ: حَمِي وَهَنِي . وَيُقَالُ: فِيَّ فِي الْأَكْثَرِ وَفَمِي .

ترجمه : اور بہرحال اسمائے ستہ: تو (کہا جائے گا) أَخِي اور أَبِي ،اور امام مبرد نے جائز قرار دیا ہے: أَخِيَّ اور أَبِيَّ (بھی)۔اور عورت کہے گی: حَمِي اور هَنِي . اور کہا جاتا ہے: فِيَّ اکثر استعمال میں اور فَمِي (بعض استعمالات میں)۔

متکلم'' کوفتحہ دیدیا جائے گا تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے؛ جیسے: قَاضِي میں قَاضِيَّ، رَجُلَيْنِ میں رَجُلَيَّ اور مُسْلِمِيْنَ میں مُسْلِمِيَّ .

(۴) اگر ایسے اسم کی ''یاءِ متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے جس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہو (خواہ وہ واؤ اصلی ہو یا غیر اصلی) تو اضافت کرتے وقت واؤ کو ''یاء'' سے بدل کر، ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدلنے کے بعد، یاء کا ''یاءِ متکلم'' میں ادغام کردیا جائے گا، اور ''یاءِ متکلم'' کو یہاں بھی فتحہ دیدیا جائے گا، تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے؛ جیسے: مُسْلِمُوْنَ میں مُسْلِمِيَّ.

قوله: وأما الأسماء الستة الخ: یہاں سے مصنف ''یاءِ متکلم'' کی طرف مضاف ہونے کے تعلق سے ''اسماءِ ستہ'' کے کچھ احکام بیان فرما رہے ہیں۔

اسماءِ ستہ میں سے اگر أَبٌ، أَخٌ، حَمٌ اور هَنٌ کی (جو کہ اصل میں أَبَوٌ، أَخَوٌ، حَمَوٌ، هَنَوٌ تھے) ''یاءِ متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے تو اضافت کرتے وقت واؤ محذوف لوٹ کر نہیں آئے گا؛ بلکہ ان کے عین کلمہ پر اعراب آئے گا، اور اس وقت تینوں حالتوں میں اِن کا اعراب تقدیری ہوگا؛ جیسے: جاءني أبي، و أخي وحمي وهني . رأيت أبي، وأخي، وحمي وهني . مررت بأبي، وأخي، وحمي وهني.

البتہ ''أخ'' اور ''أب'' میں امام مبرد کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اِن میں یہ بھی جائز ہے کہ یائے متکلم کی طرف اضافت کرتے وقت واؤ محذوف کو واپس لاکر یاء سے بدل دیں، پھر یاء کا یائے متکلم میں ادغام کر کے أَخِيَّ اور أَبِيَّ کہیں۔

اور اگر فَمٌ کی (جو کہ اصل میں فَوْهٌ تھا) ''یاءِ متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے تو اضافت کرتے وقت اس کا عین کلمہ: واؤ محذوف لوٹ کر آئے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے: بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ واؤ محذوف لوٹ کر آجائے گا، واؤ کو یاء سے بدل کر، اس کا ''یاءِ متکلم'' میں ادغام کردیا جائے گا اور یاء کی مناسبت سے فاکلمہ کو کسرہ دیدیا جائے گا، چناں چہ فِيَّ کہیں گے۔یہی اہل عرب کا اکثر استعمال ہے۔

www.besturdubooks.net

وَإِذَا قُطِعَتْ قِيلَ: أَخٌ، وَأَبٌ، وَحَمٌ، وَهَنٌ، وَفَمٌ . وَفَتْحُ الْفَاءِ أَفْصَحُ مِنْهُمَا . وَجَاءَ حَمٌ مِثْلَ: يَدٍ، وَخَبْءٍ، وَدَلْوٍ، وَعَصًا مُطْلَقًا . وَجَاءَ هَنٌ مِثْلَ: يَدٍ مُطْلَقًا .

ترجمه : اور جب اِن کو (اضافت سے) الگ کر دیا جائے تو کہا جائے گا: أَخٌ، أَبٌ، حَمٌ، هَنٌ اور فَمٌ . اور (فَمٌ میں) فاء کا فتحہ اُن دونوں (یعنی فاء کے کسرے اور ضمہ) سے زیادہ فصیح ہے۔ اور "حَمٌ" مطلقاً "يَدٌ"، "خَبْءٌ"، "دَلْوٌ" اور "عَصًا" کی طرح بھی آیا ہے۔ اور "هَنٌ" مطلقاً "يَدٌ" کی طرح آیا ہے۔

اور کچھ حضرات کہتے ہیں کہ واؤ محذوف لوٹ کر نہیں آئے گا؛ بلکہ واؤ سے بدلا ہوا میم بحالہ باقی رہے گا، چناں چہ فَمِی کہیں گے۔

و إذا قطعت قيل: أخ الخ: یہ تمام تفصیل اس وقت تھی جب کہ "اسماءِ ستہ" کی "یاءِ متکلم" کی طرف اضافت کی جائے، اور اگر اسماءِ ستہ کو اضافت سے الگ کر کے بغیر اضافت کے استعمال کیا جائے تو اس صورت میں واؤ محذوف لوٹ کر نہیں آئے گا؛ بلکہ ان کا عین کلمہ محل اعراب ہوگا، اسی پر اعراب آئے گا اور اس وقت ان کا اعراب وہی ہوگا جو مفرد منصرف صحیح کا ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی أَبٌ، وأَخٌ، وحَمٌ، وهَنٌ وفَمٌ . رأيتُ أَبًا، وأخًا، وحَمًا، وهَنًا وفَمًا . مررت بأَبٍ، وأَخٍ، وَحَمٍ، وهَنٍ وفَمٍ .

"فَمٌ" کے فاء میں اگر چہ ضمہ، فتحہ اور کسرہ تینوں جائز ہیں؛ مگر ضمہ اور کسرہ کی بہ نسبت فتحہ زیادہ فصیح ہے۔

و جاء حم مثل يد الخ: یہاں سے مصنف "حَمٌ" اور "هَنٌ" کی کچھ مزید صورتیں بیان فرما رہے ہیں۔ "حَمٌ" میں مطلقاً (یعنی خواہ اضافت کے ساتھ استعمال ہو یا بغیر اضافت کے) چار صورتیں جائز ہیں:

(۱) "يَدٌ" کی طرح لام کلمے (واؤ) محذوف کو واپس نہ لائیں؛ بلکہ عین کلمہ کو مفرد منصرف صحیح والا اعراب دیا جائے؛ جیسے: هٰذا حَمٌ/ حَمُكِ، رَأيتُ حمًا/ حمَكِ، مررتُ بحمٍ/ بِحَمِكِ .

(۲) "خَبْءٌ" کی طرح اس کے آخر میں ہمزہ لا کر اُس کو مفرد منصرف صحیح والا اعراب دیا جائے؛ جیسے: هٰذا حَمْءٌ/ حَمْئُكِ، رأيتُ حَمْئًا/ حَمْئَكِ، مررتُ بحَمْءٍ /بِحَمْئِكِ .

(۳) "دَلْوٌ" کی طرح اُس کے لام کلمے: واؤ محذوف کو لوٹا کر، مفرد منصرف قائم مقام صحیح والا اعراب دیا جائے؛ جیسے: هٰذا حَمْوٌ/ حَمْوُكِ، رأيتُ حَمْوًا/ حَمْوَكِ، مررتُ بحَمْوٍ /بِحَمْوِكِ .

(۴) "عَصًا" کی طرح اُس کے آخر میں "الف مقصورہ" لا کر اُس کو اسم مقصور والا اعراب دیا جائے؛ جیسے: هٰذا حمًا حَمَاكِ، رأيتُ حمًا/ حَمَاكِ ، مررتُ بحَمًا / بِحَمَاكِ .

اور "هَنٌ" میں مطلقاً (یعنی خواہ اضافت کے ساتھ استعمال ہو یا بغیر اضافت کے) جائز ہے کہ "يَدٌ"

www.besturdubooks.net

وَ "ذُوْ" لَا يُضَافُ إِلٰى مُضْمَرٍ، وَلَا يُقْطَعُ .

التَّوَابِعُ: كُلُّ ثَانٍ بِإِعْرَابِ سَابِقِهِ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ .

ترجمہ: اور "ذُوْ" ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور اُس کو (اضافت سے) الگ بھی نہیں کیا جاسکتا۔
توابع: ہر ایسا دوسرا لفظ ہے جو اپنے سے پہلے (لفظ) کے اعراب کے ساتھ ہو ایک ہی جہت سے۔

کی طرح لام کلمے (واؤ) محذوف کو واپس نہ لائیں؛ بلکہ عین کلمہ کو مفرد منصرف صحیح والا اعراب دیا جائے؛ جیسے: **هٰذا هنٌ/ هنُكِ، رأيتُ هنًا / هنَكِ، مررتُ بِهَنٍ/ بِهَنِكِ .**

وذو لا يضاف إلى الخ: یہاں سے مصنف اسمائے ستہ میں سے "ذُوْ" کا حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "ذو" ہمیشہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوتا ہے، اسم ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا؛ لہٰذا اس کی "یائے متکلم" کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں، اور جو شاعر کے قول: "**إنما يعرف ذا الفضل من الناس ذَوُوْهُ**" میں "ذو" کی جمع **ذَوُوْنَ** کی اضافت "ھا" ضمیر کی طرف کی گئی ہے تو یہ شاذ (خلافِ قیاس) ہے، اس پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

"ذو" ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے، اس کو اضافت سے الگ کر کے استعمال نہیں کر سکتے۔

توابع کا بیان

اس سے پہلے اُن اسمائے معربہ کا بیان تھا جن کا اعراب اصالۃً ہوتا ہے، یعنی اُن پر عامل رافع، ناصب اور جار داخل ہوتے ہیں اور وہ براہ راست اُن عوامل کی وجہ سے مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ کبھی اسماء معربہ کا اعراب اصالۃً نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہوتے ہیں، جو اعراب ان کے ماقبل کا ہوتا ہے وہی ان کا بھی ہوتا ہے، اس طرح کے اسماء کو توابع کہتے ہیں۔

قولہ: التوابع كل ثان الخ: یہاں سے مصنف توابع کی تعریف اور اُن کی اقسام و احکام کو بیان فرما رہے ہیں۔ توابع: تابع کی جمع ہے۔

تابع کی تعریف: تابع ہر ایسا دوسرا (یعنی بعد میں آنے والا) لفظ ہے جو اپنے سے پہلے لفظ کے ایک ہی وجہ سے اعراب میں موافق ہو؛ جیسے: **جاء ني زيدٌ العالمُ** میں **العالمُ** تابع ہے؛ اس لئے کہ یہ اپنے سے پہلے لفظ زید کے ایک ہی وجہ سے اعراب میں موافق ہے، جس طرح زید پر فاعل ہونے کی وجہ سے رفع ہے اسی طرح **العالم** پر بھی فاعل ہونے کی وجہ سے رفع ہے۔ اول کو متبوع اور ثانی کو تابع کہتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

النَّعتُ: تَابِعٌ یَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ مَتْبُوْعِهٖ مُطْلَقًا. وَفَائِدَتُهٗ: تَخْصِیْصٌ أَوْ تَوْضِیْحٌ.

ترجمہ: صفت: ایسا تابع ہے جو مطلقاً ایسے معنی پر دلالت کرے جو اُس کے متبوع میں ہوں۔ اور اُس (یعنی صفت) کا فائدہ: (موصوف میں) تخصیص پیدا کرنا یا (موصوف کی) وضاحت کرنا ہے۔

فوائد قیود: "کل ثان" میں افعال ناقصہ، حروف مشبہ بالفعل اور لائے نفی جنس کی خبر وغیرہ سب داخل تھے، "باعراب سابقه" کی قید سے یہ سب نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ اپنے سے پہلے اسم کے اعراب میں موافق نہیں ہوتے ہیں؛ لیکن ابھی مبتدا کی خبر اس میں داخل تھی، "من جهة واحدة" کی قید سے وہ بھی نکل گئی؛ اس لئے کہ مبتدا پر رفع مبتدا ہونے کی وجہ سے آتا ہے، اور خبر پر رفع خبر ہونے کی وجہ سے آتا ہے، دونوں کا رفع ایک وجہ سے نہیں ہوتا۔

تابع کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) صفت (۲) عطف بحرف (۳) تاکید (۴) بدل (۵) عطف بیان۔

قولہ: النعت تابع یدل علی الخ: یہاں سے مصنف تابع کی پہلی قسم: صفت کو بیان فرمارہے ہیں:

صفت کی تعریف: صفت ایسا تابع ہے جو مطلقاً (یعنی ہر جگہ) ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہوں؛ جیسے: رأیتُ زهرةً جمیلةً میں جمیلة صفت ہے؛ اس لیے کہ یہ ایسے معنی (خوب صورتی) پر دلالت کررہا ہے جو اس کے متبوع زهرة میں پائے جارہے ہیں۔

مطلقاً دلالت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ: صفت کے تمام افراد میں یہ بات پائی جاتی ہو کہ وہ ایسے معنی پر دلالت کریں جو اُن کے متبوع میں ہوں، ایسا نہ ہو کہ بعض افراد میں یہ بات پائی جائے اور بعض میں نہ پائی جائے؛ لہٰذا أعجبنی زیدٌ علمُه جیسی مثالوں سے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہاں علمُه ایسے معنی پر دلالت کررہا ہے جو اس کے متبوع زید میں ہیں؛ لیکن اس کے باوجود یہ صفت نہیں؛ بلکہ بدل ہے؛ اس لیے کہ بدل کے تمام افراد میں یہ بات نہیں پائی جاتی، چناں چہ: أعجبنی زیدٌ غلامُه میں غلامه بدل ہے؛ لیکن یہ ایسے معنی پر دلالت نہیں کررہا ہے جو اُس کے متبوع میں ہوں۔

فائدہ: صفت کے متبوع کو ترکیب میں موصوف کہتے ہیں۔

وفائدته: تخصیص أو الخ: یہاں سے مصنف صفت کے فائدے بیان فرمارہے ہیں:

صفت عموماً دو فائدہ کے لئے آتی ہے: (۱) تخصیصِ موصوف کے لئے (۲) توضیحِ موصوف کے لئے، اگر موصوف اور صفت دونوں نکرہ ہوں تو صفت موصوف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے، یعنی موصوف کے اشتراک کو کم کردیتی ہے، جیسے: جاءنی رجلٌ عالمٌ میں عالم صفت نے رجل موصوف کی تخصیص کا فائدہ دیا ہے؛ اس

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يَكُونُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ، أَوِ الذَّمِّ أَوِ التَّوْكِيدِ؛ نَحْوُ: نَفْخَةٍ وَّاحِدَةٍ.
وَلَا فَصْلَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ مُشْتَقًّا أَوْغَيْرَهُ إِذَا كَانَ وَضْعُهُ لِغَرَضِ الْمَعْنٰى عُمُومًا؛

ترجمہ: اور کبھی صفت محض تعریف، یا مذمت یا تاکید کے لیے ہوتی ہے؛ جیسے: نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (ایک بار کا صور پھونکنا)۔ اور کوئی فرق نہیں ہے اِس کے درمیان کہ صفت مشتق ہو یا غیر مشتق، جب کہ اُس کی وضع معنی کی غرض کے لیے ہو، یا تو عمومی طور پر؛

سے پہلے یہ عالم غیر عالم تمام افرادِ رجل کے درمیان مشترک تھا، عالم صفت نے آ کر اس اشتراک کو کم کر دیا۔

اور اگر موصوف اور صفت دونوں معرفہ ہوں تو صفت موصوف کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے، یعنی موصوف سے احتمالات کو ختم کر دیتی ہے، جیسے: جاء نی زیدُ الفاضلُ میں الفاضل صفت نے زید موصوف کی توضیح کا فائدہ دیا ہے، اس سے پہلے زید میں فاضل اور غیر فاضل ہونے کے متعدد احتمالات تھے، اس طور پر کہ زید مختلف لوگوں کا نام ہوسکتا ہے، جن میں سے بعض فاضل ہوں اور بعض غیر فاضل، الفاضل صفت نے آ کر ان احتمالات کو ختم کر دیا۔

وقد یکون لمجرد الثناء الخ: اور کبھی صفت تخصیص اور توضیح کے علاوہ موصوف کی مدح یعنی تعریف کے لئے بھی آتی ہے، جیسے: ''بسم اللہِ الرحمنِ الرحیم'' میں الرحمن اور الرحیم دونوں صفت ہیں، اور یہ اپنے موصوف اللہ کی مدح کے لئے ہیں، تخصیص یا توضیح کے لئے نہیں ہیں؛ کیوں کہ اللہ کی ذات معرفہ ہونے، نیز احتمالات سے بالاتر ہونے کی وجہ سے تخصیص اور توضیح کی محتاج نہیں ہے۔

اور کبھی صفت مذمت کے لئے آتی ہے، جیسے: أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں الرجیم صفت ہے جو اپنے موصوف شیطان کی مذمت کے لئے ہے؛ اس لئے کہ شیطان بڑا مکار ہے، وہ مذمت ہی کا مستحق ہے۔

اور کبھی صفت تاکید کے لئے آتی ہے، جیسے: ﴿نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ﴾، اس مثال میں واحدة صفت ہے جو اس وحدت کے معنی کی تاکید کے لئے ہے جو موصوف نفخة میں تائے وحدت کی وجہ سے پائے جا رہے ہیں۔

و لا فصل بین أن یکون الخ: بعض نحویوں کی رائے یہ ہے کہ صفت کے لیے مشتق ہونا ضروری ہے، غیر مشتق صفت نہیں بن سکتا، اور جن مثالوں میں غیر مشتق صفت واقع ہے اُن کو یہ لوگ مشتق کی تاویل میں کرتے ہیں۔

مصنف ان حضرات کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صفت کے لیے مشتق ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ جس

www.besturdubooks.net

نَحْوُ: تَمِیْمِیٍّ وَذِیْ مَالٍ؛ أَوْ خُصُوْصًا، مِثْلُ: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَيِّ رَجُلٍ، وَ مَرَرْتُ بِھٰذَا الرَّجُلِ وَبِزَیْدٍ ھٰذَا .

ترجمہ: جیسے: تَمِیْمِیٌّ (قبیلۂ بنوتمیم سے تعلق رکھنے والا)، ذُوْ مَالٍ (مال والا)؛ یا خصوصی طور پر جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَيِّ رَجُلٍ (میں گذرا ایک کامل مرد کے پاس سے)، مَرَرْتُ بِھٰذَا الرَّجُلِ/ وبِزَیْدٍ ھٰذا (میں گذرا اِس مرد کے پاس سے/اور اِس زید کے پاس سے)۔

طرح مشتق صفت بنتا ہے، اسی طرح غیر مشتق بھی صفت بن سکتا ہے، بشرطے کہ اُس کو واضع نے ایسے معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہو جو اُس کے متبوع کی ذات میں موجود ہوں، خواہ اُس میں یہ بات عام طور پر (یعنی ہر جگہ) پائی جائے؛ جیسے: رَجلٌ تَمِیمیٌّ میں تمیمیٌّ اسم منسوب اور رجلٌ ذو مالٍ میں ذو بمعنی صاحب غیر مشتق صفت ہے؛ کیوں کہ واضع نے اِن کو ایسے معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے جو اِن کے متبوع کی ذات میں موجود ہوں اور اِن میں ہر جگہ یہ بات پائی جاتی ہے (اس طرح کے اسم غیر مشتق کو ہر جگہ صفت بنایا جاسکتا ہے)۔

یا اُس میں یہ بات ہر جگہ نہ پائی جائے؛ بلکہ بعض خاص جگہوں میں پائی جائے؛ جیسے: مررتُ برجلٍ أيِّ رجلٍ[1] میں أيّ رجل، مررتُ بھٰذا الرجل[2] میں الرجل اور مررتُ بزید ھٰذا[3] میں ھٰذا غیر مشتق صفت ہے؛ اس لیے کہ یہ یہاں ایسے معنی پر دلالت کرنے کے لیے لائے گئے ہیں جو اِن کے متبوع میں موجود ہیں؛ مگر اِن میں یہ بات ہر جگہ نہیں پائی جاتی؛ بلکہ ''أيّ'' میں صرف اُس وقت پائی جاتی ہے جب کہ وہ مقامِ مدح میں کسی نکرہ کی صفت واقع ہو، اور ''اسم جنس معرف باللام'' میں اُس وقت پائی جاتی ہے جب کہ وہ کسی مبہم کی صفت واقع ہو، اور ''اسم اشارہ'' میں اُس وقت پائی جاتی ہے جب کہ وہ کسی علم، یا ایسے اسم کی صفت واقع ہو جو کسی علم، یا ضمیر یا اسم اشارہ کی طرف مضاف ہو (اس طرح کا اسم غیر مشتق ہر جگہ صفت نہیں بن

---

(۱) مررت فعل بافاعل، باء حرف جر، رجل موصوف، أيّ رجل مرکب اضافی صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جارمجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) مررت فعل بافاعل، باء حرف جر، ھذا اسم اشارہ موصوف، الرجل صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جارمجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۳) مررت فعل بافاعل، باء حرف جر، زید موصوف، ھذا اسم اشارہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جارمجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

سکتا؛ بلکہ صرف بعض جگہوں میں صفت بنتا ہے)۔

فائدہ: مصنف کی رائے یہ ہے کہ مشار الیہ خواہ مشتق ہو یا اسم جامد، ہر صورت میں اسم اشارہ کی صفت ہوگا، جب کہ صاحب ''النحو الوافی'' کی رائے یہ ہے کہ اگر مشار الیہ مشتق ہو تو افضل یہ ہے کہ اُس کو صفت بنایا جائے، اور اگر مشار الیہ اسم جامد ہو تو افضل یہ ہے کہ اُس کو بدل یا عطف بیان بنایا جائے۔ [دیکھئے: النحو الوافی ۳۱۰/۱، و۳۶۲/۳]

فائدہ: وہ اسمائے غیر مشتقہ جو صفت بن سکتے ہیں، گیارہ ہیں:

۱- وہ اسمائے اشارہ جو مکان کی طرف اشارہ کرنے کے لیے خاص نہ ہوں؛ مثلاً: **هٰذا، هٰذه، ذٰلك** وغیرہ جیسے: **استمعتُ إلى الناصح هٰذا.** جو اسمائے اشارہ مکان کی طرف اشارہ کرنے کے لیے خاص ہیں جیسے: **هُنا، ثَمَّ**...... ، وہ صفت نہیں بن سکتے۔

۲- ''ذُوْ'' بمعنی صاحب اور اُس کی فروعات: **ذَوَا، ذَوَیْ، ذَوُوْ، ذَوِیْ، ذَات، ذَاتَـــا، ذَوَات** وغیرہ، جب کہ وہ مضاف ہوں؛ جیسے: **أَنِستُ بصحبةِ عالمٍ ذی خلقٍ کریمٍ.**

۳- وہ اسمائے موصولہ جن کے شروع میں ''ہمزۂ وصل'' ہو؛ جیسے: **الّذی، الّتی** وغیرہ؛ جیسے: **الضعیفُ الّذی یحترسُ من عدوّہ أقربُ إلى السلامةِ من القویّ الذی ینخدعُ.**

اور ''مَن'' اور ''مَا'' موصولہ کے بارے میں اختلاف ہے، صحیح قول یہ ہے کہ یہ بھی صفت بن سکتے ہیں۔

۴- اسم منسوب [۱]؛ جیسے: **هٰذا رجلٌ عربیٌّ.**

۵- اسم مصغر [۲]؛ جیسے: **هٰذا طفلٌ رُجَیْلٌ.**

۶- وہ اسم جامد جس کی کسی مشتق کے ذریعہ صفت لائی گئی ہو؛ جیسے: **اقتدیتُ برجلٍ رجلٍ شریفٍ.**

۷- مصدر صریحی، بشرطے کہ وہ نکرہ ہو، ثلاثی ہو، میمی نہ ہو اور طلب پر دلالت کرنے والا نہ ہو، افراد اور تذکیر اور ان کی فروع کے اعتبار سے اس کے اصلی صیغے کو لانے کا التزام کیا گیا ہو؛ جیسے: **رأیتُ قاضیًا عدلًا.**

۸- اسم مصدر [۳]، جب کہ وہ مصدرِ ثلاثی کے اوزان میں سے کسی وزن پر ہو؛ جیسے: **هٰذا رجلٌ فِطْرٌ.**

---

(۱) **اسم منسوب:** وہ اسم ہے جس کے آخر میں اُس سے نسبت اور تعلق ظاہر کرنے کے لئے، یائے مشدد ماقبل مکسور زیادہ کر دی گئی ہو؛ جیسے: دِیْوبَنْدِیٌّ (دیوبند کا رہنے والا)۔

(۲) **مصغّر:** وہ اسم ہے جو کسی چیز کی حقارت یا چھوٹائی یا محبت وغیرہ پر دلالت کرنے کے لئے، فُعَیْلٌ، یا فُعَیْعِلٌ، یا فُعَیْعِیْلٌ کے وزن پر لایا گیا ہو؛ جیسے: رَجُلٌ سے رُجَیْلٌ (چھوٹا مرد)، جَعْفَرٌ سے جُعَیْفِرٌ (چھوٹی نہر)، قِرْطَاسٌ سے قُرَیْطِیْسٌ (چھوٹا کاغذ)۔

(۳) **اسم مصدر:** وہ اسم ہے جو مصدر کی طرح ایسے معنی پر دلالت کرے جو غیر (فاعل یا مفعول بہ) کے ساتھ قائم ہوں، مگر اس میں فعل ماضی کے بعض حروف موجود نہ ہوں نہ لفظاً اور نہ تقدیراً اور نہ ان کے عوض کوئی دوسرا حرف ہو؛ جیسے: سَلَامٌ اور کَلَامٌ، یہ =

www.besturdubooks.net

وَتُوصَفُ النَّكِرَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ، وَيَلْزَمُ الضَّمِيرُ. وَتُوصَفُ بِحَالِ الْمَوْصُوفِ وَبِحَالِ مُتَعَلِّقِهِ؛ نَحْوُ: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ غُلَامُهُ.

ترجمہ: اورنکرہ کی صفت لائی جاتی ہے جملہ خبریہ کے ذریعہ،اور(وہاں جملہ میں)ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔اورصفت لائی جاتی ہے موصوف کے حال کے ذریعہ اوراُس کے متعلق کے حال کے ذریعہ؛ جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ غُلَامُهُ (میں گذرا ایک ایسے مرد کے پاس سے جس کا غلام خوب صورت ہے)۔

۹-اسمائے اعداد؛ جیسے:قرأتُ كُتبًا سبعةً، كتبتُ صُحفًا خمسةً.

۱۰-بعض وہ الفاظِ جامدہ جن سے انتہائی کامل یا انتہائی ناقص کے معنی مراد لیے گئے ہوں؛ جیسے:عرفتُ العالمَ كلَّ العالِمِ، مررتُ برجلٍ أيِّ رجلٍ.

۱۱-وہ اسم جامد جو کسی صفت مشبہ کے معنی میں ہو؛ جیسے:فلانٌ رجلٌ فرعونُ العذابِ.

(النحو الوافی ۳/ ۵۷-۳۶۱)

نوٹ:باب صفت میں مشتق سے مراد اسم فاعل،اسم مبالغہ،اسم مفعول،صفتِ مشبہ اور اسم تفضیل ہے، یہی صفت بنتے ہیں،باقی مشتقات یعنی اسم ظرف اور اسم آلہ صفت نہیں بن سکتے۔ (النحو الوافی ۳/ ۳۵۶)

وتوصف النكرة بالجملة الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ نکرہ کی جملہ خبریہ کو صفت بنایا جاسکتا ہے،خواہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: مررت برجل أبوه عالمٌ میں أبوه عالم جملہ اسمیہ صفت ہے۔یا جملہ فعلیہ ہو؛ جیسے: مررتُ برجلٍ قام أبوه میں قام أبوه جملہ فعلیہ صفت ہے، البتہ جب صفت جملہ خبریہ ہوتو اس میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔

فائدہ:معرفہ کی جملہ خبریہ کو صفت نہیں بنایا جاسکتا،نیز جملہ انشائیہ مطلقاً صفت نہیں بن سکتا،نہ معرفہ کی اور نہ نکرہ کی۔

وتوصف بحال الموصوف الخ: یہاں سے مصنف صفت کی اقسام بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ صفت کی دو قسمیں ہیں:(۱) صفت بحال موصوف (۲) صفت بحال متعلق موصوف۔

صفت بحال موصوف:وہ صفت ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو موصوف میں ہوں؛ جیسے: جاءنی رجلٌ عالمٌ میں عالم صفت بحال موصوف ہے۔

= سلام اور گفتگو کے معنی پر دلالت کرتے ہیں؛مگر فعل ماضی سَلَّمَ اور كَلَّمَ میں جو دوسرا لام ہے وہ ان میں لفظاً اور تقدیراً کسی بھی اعتبار سے موجود نہیں،اور ان کے عوض کوئی دوسرا حرف بھی نہیں لایا گیا۔ دیکھئے:النحو الوافی (۳/ ۱۶۵)

www.besturdubooks.net

فَـالْأَوَّلُ يَتبَـعُهُ فِيْ الْإِعْرَاب، وَالتَّعْرِيْفِ، وَالتَّنْكِيْرِ، وَالْإِفْرَادِ، وَالتَّثْنِيَةِ، وَ الْجَمْعِ، وَالتَّذْكِيْرِ وَالتَانِيْثِ . وَالثَّانِيْ يَتبَعُهُ فِيْ الْخَمْسَةِ الْأُوَلِ، وَفِيْ الْبَوَاقِيْ كَالْفِعْلِ .

ترجمہ : پس پہلی قسم (یعنی صفت بحال موصوف) موصوف کے تابع ہوتی ہے اعراب، تعریف، تنکیر، افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر وتانیث میں۔ اور دوسری قسم (یعنی صفت بحال متعلق موصوف) موصوف کے تابع ہوتی ہے (صرف) پہلی پانچ چیزوں میں، اور باقی (پانچ چیزوں) میں وہ فعل کے مانند ہے۔

صفت بحال متعلق موصوف: وہ صفت ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو موصوف کے متعلق میں ہوں، جیسے: **مررتُ برجلٍ حسنٍ غلامُه** میں **حسنٍ غلامُه** صفت بحال متعلق موصوف ہے؛ اس لئے کہ یہ ایسے معنی (یعنی خوب صورت ہونے) پر دلالت کررہی ہے جو موصوف کے متعلق **غلام** میں ہیں۔

فالأول يتبعه فی الإعراب الخ: یہاں سے مصنف صفت کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ پہلی قسم یعنی صفت بحال موصوف دس چیزوں: تعریف، تنکیر، رفع، نصب، جر، افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر اور تانیث میں متبوع کے موافق ہوتی ہے، جن میں سے بیک وقت چار چیزوں میں موافق ہونا ضروری ہے، جیسے: **جاء نی رجلٌ عالمٌ، ورجلانِ عالمانِ، ورجالٌ عالمونَ، وزيدٌ العالمُ، وامراةٌ عالمةٌ .**

اور دوسری قسم یعنی صفت بحال متعلق موصوف پہلی پانچ چیزوں: تعریف، تنکیر، رفع، نصب اور جر میں متبوع کے موافق ہوتی ہے، جن میں سے بیک وقت دو چیزوں میں موافق ہونا ضروری ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا**﴾ (اے ہمارے رب ہمیں نکال دیجئے اُس گاؤں سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں)، اس مثال میں **الظالم** صفت بحال متعلق موصوف ہے، جو اپنے موصوف: **القرية** کے ساتھ مذکورہ پانچ چیزوں میں سے جر اور معرفہ ہونے میں موافق ہے۔

اور باقی پانچ چیزوں: یعنی افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر وتانیث میں صفت بحالِ متعلقِ موصوف موصوف کے موافق نہیں ہوتی؛ بلکہ فعل کی طرح ہوتی ہے، یعنی جس طرح فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں فعل کو ہمیشہ واحد لایا جاتا ہے، خواہ فاعل واحد ہو، یا تثنیہ یا جمع، چوں کہ صفت بحالِ متعلق موصوف کا فاعل ہر جگہ اسم ظاہر ہوتا ہے، اس لیے فعل کی طرح صفت بحالِ متعلق موصوف کو بھی ہمیشہ واحد لایا جائے گا، خواہ اُس کا فاعل اور موصوف واحد ہو یا تثنیہ یا جمع؛ جیسے: **مررتُ برجل قاعدٌ غلامُه، مررتُ برجلَين قاعدٌ غلاماهُمَا مررتُ برجالٍ قاعدٌ غِلْمَانُهم.** اور جس طرح فاعل کے اسم ظاہر مؤنث حقیقی بلا فصل ہونے کی صورت میں فعل کو مؤنث لانا واجب ہوتا ہے اور فاعل کے اسم ظاہر مؤنث حقیقی مع فصل، اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی اور اسم

www.besturdubooks.net

وَمِنْ ثَمَّ حَسُنَ: قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهُ، وَضَعُفَ: قَاعِدُوْنَ غِلْمَانُهُ، وَيَجُوْزُ: قُعُوْدٌ غِلْمَانُهُ . وَالْمُضْمَرُ لَا يُوْصَفُ وَلَا يُوْصَفُ بِهٖ .

ترجمہ: اور اسی وجہ سے مستحسن ہے: قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهُ (ایک ایسا مرد کھڑا ہوا جس کے غلام بیٹھے ہوئے ہیں)، اور ضعیف ہے: قَاعِدُوْنَ غِلْمَانُهُ، اور جائز ہے: قُعُوْدٌ غِلْمَانُهُ . اور ضمیر نہ تو موصوف بن سکتی ہے اور نہ صفت۔

ظاہر جمع تکسیر ہونے کی صورت میں فعل کو مذکر ومؤنث لانے میں اختیار ہوتا ہے، اسی طرح اگر صفت بحالِ متعلق موصوف کا فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی بلا فصل ہو، تو صفت بحالِ متعلق موصوف کو مؤنث لانا واجب ہے، خواہ موصوف مذکر ہو یا مؤنث؛ جیسے: مررتُ برجلٍ قائمةٍ جاريتُه . اور اگر صفت بحالِ متعلق موصوف کا فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو اور اُس کے اور فاعل کے درمیان کسی چیز کا فصل ہو، یا فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی یا اسم ظاہر جمع تکسیر ہو، تو وہاں صفت بحالِ متعلق موصوف کو مذکر ومؤنث لانے میں اختیار ہے، مذکر بھی لا سکتے ہیں اور مؤنث بھی، خواہ موصوف مذکر ہو یا مؤنث؛ جیسے: مررتُ برجلٍ قائمةٍ/ وقائمٍ في الدارِ جاريتُه، مررتُ برجلٍ معمورةٍ/ ومعمورٍ دارُه، مررتُ بامرأةٍ قائمةٍ / وقائمٍ إخوانُها.

ومن ثم حسن قام الخ: چوں کہ صفت بحالِ متعلق موصوف افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر وتانیث میں فعل کی طرح ہوتی ہے، اور فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں فعل کو واحد لایا جاتا ہے، خواہ فاعل واحد ہو یا تثنیہ یا جمع، ایسی جگہ فعل میں علامتِ تثنیہ یا جمع لانا ضعیف ہے، اسی وجہ سے **قام رجلٌ قاعدٌ غِلمانه**(۱) کہنا مستحسن ہے؛ اس لیے کہ یہاں قاعدے کے مطابق **قاعد** کو (جو کہ صفت بحال متعلق موصوف ہے) واحد لایا گیا ہے۔ اور **قام رجلٌ قاعدونَ غِلمانُه** کہنا ضعیف ہے؛ کیوں کہ یہاں صفت بحال متعلق موصوف (**قاعدون**) کو جمع لایا گیا ہے، اور فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں فعل کی طرح صفت بحال متعلق موصوف میں علامتِ تثنیہ یا جمع لانا ضعیف ہے۔ اور **قام رجلٌ قعودٌ غلمانه** کہنا نہ مستحسن ہے اور نہ ضعیف؛ بلکہ صرف جائز ہے؛ اس لیے کہ اگر چہ یہاں فاعل کے اسم ظاہر ہونے کے باوجود صفت **قعود** کو جمع لایا گیا ہے؛ لیکن چوں کہ **قعود** جمع تکسیر ہے اور جمع تکسیر واحد کے حکم میں ہوتی ہے، اس لیے **قعود** حکماً واحد ہے؛ لہٰذا اس میں کوئی خرابی نہیں۔

والمضمر لا یوصف الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ضمیر نہ

---

(۱) قام فعل، رجل موصوف، قاعد اسم فاعل، غلمانه مرکب اضافی اُس کا فاعل، اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَالْمَوْصُوْفُ أَخَصُّ أَوْ مُسَاوٍ؛ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يُوْصَفْ ذُوْ اللَّامِ إِلَّا بِمِثْلِهٖ أَوْ بِالْمُضَافِ إِلٰى مِثْلِهٖ.

ترجمہ: اور موصوف یا تو (صفت سے) خاص ہوگا یا (اُس کے) مساوی ہوگا؛ اور اِسی وجہ سے معرف باللام کی صفت نہیں لائی جائے گی؛ مگر اُس کے مثل (معرف باللام) کے ذریعے یا ایسے اسم کے ذریعے جو اُس کے مثل (یعنی معرف باللام) کی طرف مضاف ہو۔

تو موصوف بن سکتی ہے اور نہ صفت، ضمیر موصوف اس لئے نہیں بن سکتی کہ صفت موصوف کی تخصیص یا توضیح کا فائدہ دیتی ہے اور ضمیر اعرف المعارف ہونے کی وجہ سے تخصیص اور توضیح کی محتاج نہیں ہوتی، اور اگر کہیں ضمیر بظاہر موصوف ہو تو وہ درحقیقت مبدل منہ یا بدل ہوگی، جیسے: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ میں **ھو** مبدل منہ اور **العزیز الحکیم** بدل ہے، موصوف صفت نہیں ہے۔

اور ضمیر صفت اس لئے نہیں بن سکتی کہ صفت ایسے معنیٔ وصفی پر دلالت کرتی ہے جو متبوع یا متعلق متبوع میں ہوں اور ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے، معنیٔ وصفی پر دلالت نہیں کرتی۔

والموصوف أخص أو مساو الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر موصوف معرفہ ہو تو وصفِ معرفہ میں اُس کا صفت سے خاص ہونا یا کم از کم صفت کے مساوی ہونا ضروری ہے۔

معرفہ کی تمام اقسام میں سب سے بڑا معرفہ متکلم کی ضمیر ہے، پھر مخاطب کی ضمیر، پھر غائب کی ضمیر، پھر اعلام، پھر اسمائے اشارہ، پھر معرف باللام اور اسمائے موصولہ (یہ دونوں ایک ہی درجہ کے معرفہ ہیں)، پھر معرفہ بنداء، اور مضاف الی المعرفہ مضاف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے، جس درجہ کا معرفہ مضاف الیہ ہوگا اُسی درجہ کا معرفہ مضاف ہوگا؛ مثلاً اگر کوئی اسم أعرف المعارف (یعنی متکلم کی ضمیر) کی طرف مضاف ہو تو وہ اسم بھی مضاف الیہ کی طرح أعرف المعارف ہوگا؛ جیسے: **غلامی**۔ اور باقی کو اسی پر قیاس کرلو۔

الغرض چوں کہ موصوف کا وصفِ معرفہ اور تخصیص میں صفت سے خاص یا کم از کم صفت کے مساوی ہونا ضروری ہے، اس لیے معرف باللام کی صفت کوئی ایسا اسم لایا جائے گا جو یا تو معرف باللام ہو؛ جیسے: **جاءنی الرجلُ الفاضلُ** میں **الرجل** معرف باللام کی صفت **الفاضل** معرف باللام لائی گئی ہے۔

یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو، خواہ بلا واسطہ معرف باللام کی طرف مضاف ہو یا واسطے کے ساتھ؛ اول کی مثال؛ جیسے: **جاءنی الرجلُ صاحبُ الفرسِ** میں **الرجل** معرف باللام کی **صاحب** صفت ہے، اور **صاحب** بلاواسطہ **الفرس** معرف باللام کی طرف مضاف ہے۔ ثانی کی مثال؛ جیسے: **جاءنی الرجلُ**

www.besturdubooks.net

وَإِنَّمَا الْتُزِمَ "بَابُ هٰذَا" بِذِیْ اللَّامِ لِلإِبْهَامِ .

ترجمه: اورالتزام کیا گیا ہے"باب هٰذا" (کی صفت لانے) کا معرف باللام کے ذریعے محض ابہام کی وجہ سے۔

صاحبُ لجامِ الفرسِ میں الرجل معرف باللام کی صاحب ایسا اسم صفت ہے جو لجام کے واسطے سے الفرس معرف باللام کی طرف مضاف ہے۔

یا معرفہ ہونے میں معرف باللام کے مساوی ہو؛ جیسے: لقیتُ الرجلَ الّذی قرأ القرآنَ میں الرجل معرف باللام کی الّذی اسم موصول صفت ہے، اور اسم موصول وصفِ معرفہ میں معرف باللام کے مساوی ہے۔

کوئی ایسا اسم معرف باللام کی صفت نہیں بن سکتا جو وصفِ معرفہ میں معرف باللام سے اعلیٰ ہو؛ مثلاً: ضمائر، اعلام اور اسمائے اشارہ؛ کیوں کہ ایسا کرنے کی صورت میں صفت کا موصوف سے اعرف ہونا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں۔ اور اگر کہیں ایسا ہو تو اُس کو بدل پر محمول کریں گے، صفت نہیں کہیں گے۔

وإنما التزم "باب هٰذا" الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "بابِ ہٰذا" یعنی اسمائے اشارہ کی صفت صرف (اسم موصول اور) ایسا معرف باللام بن سکتا ہے جو کسی ایک جنس کے ساتھ خاص ہو؛ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اسمائے اشارہ کی صفت اس لیے لائی جاتی ہے تاکہ صفت کے ذریعہ وہ ابہام (پوشیدگی) دور ہو جائے جو اسمائے اشارہ میں موجود ہے، اور یہ مقصد صرف اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ صفت اسم موصول یا ایسا معرف باللام ہو جو کسی ایک جنس کے ساتھ خاص ہو۔

اگرچہ مذکورہ قاعدہ کا تقاضا یہ ہے کہ معرف باللام اور اسم موصول کی طرح اسم اشارہ اور اُس اسم کو بھی اسمائے اشارہ کی صفت بنانا جائز ہونا چاہیے جو معرف باللام یا اسم موصول یا اسم اشارہ کی طرف مضاف ہو؛ لیکن اِن کو اسمائے اشارہ کی صفت بنانا اس لیے جائز نہیں کہ اسم اشارہ میں تو خود ابہام ہوتا ہے، اور جب خود اُسی میں ابہام موجود ہے تو وہ دوسرے کا ابہام کیسے دور کرے گا۔ اور جو اسم اسم اشارہ کی طرف مضاف ہو، وہ بھی ابہام میں اپنے مضاف الیہ اسم اشارہ کے مشابہ ہوگا؛ لہٰذا اُس کو بھی اسم اشارہ کی صفت نہیں بنا سکتے۔ اور جو اسم معرف باللام یا اسم موصول کی طرف مضاف ہو، اُس نے چوں کہ معرفہ ہونے کا وصف اپنے مضاف الیہ سے حاصل کیا ہے، خود اُس میں یہ بات موجود نہیں تھی؛ لہٰذا اُس کے ذریعہ اسم اشارہ سے ابہام دور کرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ کوئی کسی ایسے فقیر محتاج سے مانگے جس نے دوسرے سے مانگا ہو، اور یہ کوئی اچھی بات نہیں، لہٰذا ایسے اسم کو اسم اشارہ کی صفت بنانا مناسب نہیں۔

www.besturdubooks.net

وَمِنْ ثَمَّ ضَعُفَ: مَرَرْتُ بِهٰذَا الْأَبْيَضِ، وَحَسُنَ: بِهٰذَا الْعَالِمِ .
العَطْفُ: تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِالنِّسْبَةِ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ .

ترجمه: اور اِسی وجہ سے ضعیف ہے: **مَرَرْتُ بِهٰذَا الْأَبْيَضِ** (میں گذرا اِس سفید کے پاس سے)، اور حسن ہے: **مَرَرْتُ بِهٰذَا الْعَالِمِ** (میں گذرا اِس عالم کے پاس سے)۔
عطف بحرف: ایسا تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ نسبت سے مقصود ہو۔

فائدہ: چوں کہ اسم موصول (یعنی الّذی اور الّتی) اپنے صلہ کے ساتھ معرف باللام کے مشابہ ہوتا ہے، اس لیے اسم موصول (یعنی الّذی اور الّتی) بھی اپنے صلہ کے ساتھ اسمائے اشارہ کی صفت بن سکتا ہے؛ جیسے: **مررتُ بهٰذا الّذی کَرُمَ .**

فائدہ: ضمائر اور اعلام کسی بھی شئی کی صفت نہیں بن سکتے؛ لہٰذا اُن کو اسمائے اشارہ کی صفت بنانا بھی جائز نہیں۔ (غایۃ التحقیق ص:۲۵۲)

ومن ثم ضعف مررت الخ: چوں کہ مبہمات یعنی اسمائے اشارہ کی صفت لانے سے مقصود اُن کے ابہام کو دور کرنا ہوتا ہے، اور اُن کا ابہام اُسی وقت دور ہوسکتا ہے جب کہ صفت اسم موصول یا ایسا معرف باللام ہو جو کسی ایک جنس کے ساتھ خاص ہو، اس لیے **مررتُ بهٰذا الأبيضِ**[1] کہنا ضعیف ہے؛ کیوں کہ یہاں **هٰذا** اسم اشارہ کی صفت **الأبيض** ایسا معرف باللام لایا گیا ہے جو کسی ایک جنس کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ اس لیے کہ جس طرح بعض انسان سفید ہوتے ہیں اسی طرح بعض غیر انسان مثلاً: گائے، بکری اور کپڑا وغیرہ بھی سفید ہوتے ہیں؛ لہٰذا اس سے **هٰذا** اسم اشارہ کا ابہام دور نہیں ہوگا اور پتہ نہیں چل پائے گا کہ مشار الیہ کس جنس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور **مررتُ بهٰذا العالمِ** کہنا مستحسن ہے؛ اس لیے کہ یہاں **هٰذا** اسم اشارہ کی **العالم** صفت لائی گئی ہے، اور **العالم** ایسا معرف باللام ہے جو ایک جنس یعنی انسان کے ساتھ خاص ہے؛ لہٰذا اس سے **هٰذا** اسم اشارہ کا ابہام دور ہوجائے گا اور یہ واضح ہوجائے گا کہ مشار الیہ انسان ہے۔

قوله: العطف تابع الخ: یہاں سے مصنف تابع کی دوسری قسم عطف بحرف کو بیان فرمارہے ہیں۔
عطف بحرف کی تعریف: عطف بحرف ایسا تابع ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جس

---

(۱) **مررت** فعل بافاعل، **بـاء** حرف جر، **هٰذا** اسم اشارہ موصوف، **الأبيض** صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح **مررتُ بهٰذا العالمِ** کی ترکیب کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَتْبُوعِهِ أَحَدُ الْحُرُوفِ الْعَشْرَةِ- وَسَيَأْتِيْ-؛ مِثْلُ: قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو. وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ، أُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ؛ مِثْلُ: ضَرَبْتُ أَنَا وَزَيْدٌ؛

ترجمہ: اور لایا جاتا ہے اُس کے اور اُس کے متبوع کے درمیان دس حروفِ عطف میں سے کوئی حرف -اور اُن کا بیان عنقریب آئے گا-؛ جیسے: قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو (زید اور عمرو کھڑے ہوئے)۔اور جب عطف کیا جائے ضمیر مرفوع متصل پر، تو اُس کی تاکید لائی جائے گی ضمیر منفصل کے ذریعہ؛ جیسے: ضَرَبْتُ أَنَا وَزَيْدٌ (میں نے اور زید نے مارا)؛

کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے اور اُس نسبت سے تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوں؛ جیسے: قام زيدٌ وعمرٌو، اس مثال میں عمرو عطف بحرف ہے؛ اس لئے کہ جس طرح قیام یعنی کھڑے ہونے کی نسبت اس کے متبوع زید کی طرف کی گئی ہے اسی طرح اس کی طرف بھی کی گئی ہے اور اس نسبت سے یہ دونوں مقصود ہیں۔ عطف بحرف کا دوسرا نام عطف نسق ہے۔

عطف بحرف میں متبوع کو معطوف علیہ اور تابع کو معطوف کہتے ہیں۔

فوائد قیود: "تابع": میں تمام توابع داخل تھے، "مقصود بالنسبة" کی قید سے عطف بحرف کے علاوہ دیگر تمام توابع نکل گئے؛ اس لئے کہ صفت، تاکید اور عطف بیان تو نسبت سے مقصود ہی نہیں ہوتے، اور بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے؛ لیکن وہ اپنے متبوع کے ساتھ مقصود نہیں ہوتا۔

فائدہ: متبوع کے نسبت سے مقصود ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو تابع کی تمہید کے لئے نہ لایا گیا ہو، جیسے مبدل منہ کو بدل کی تمہید کے لئے لایا جاتا ہے۔اور تابع کے نسبت سے مقصود ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو متبوع کی فرع کے طور پر نہ لایا گیا ہو، بالفاظ دیگر وہ غیر مستقل نہ ہو، جیسے صفت موصوف کے لئے ہوتی ہے؛ بلکہ مستقل ہو۔

ویتوسط بینه وبین الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عطف بحرف میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان حروفِ عاطفہ میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے، جیسے: قام زيدٌ وعمرٌو میں زید معطوف علیہ اور عمرو معطوف کے درمیان واؤ حرف عطف ہے۔حروفِ عطف دس ہیں: واؤ، فا، ثُمَّ، حتّٰی، أوْ، إمَّا، أمْ، لَا، بَلْ اور لٰكِنْ، جن کی پوری تفصیل انشاء اللہ "حروف کے بیان" میں آئے گی۔

وإذا عطف على المرفوع الخ: یہاں سے مصنف عطف بحرف کے سلسلے میں ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے (خواہ وہ ضمیر بارز ہو یا مستتر) اولاً اُس

www.besturdubooks.net

إِلَّا أَنْ يَّقَعَ فَصْلٌ، فَيَجُوْزُ تَرْكُهُ؛ مِثْلُ: ضَرَبْتُ الْيُوْمَ وَزَيْدٌ . وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ أُعِيْدَ الْخَافِضُ؛ نَحْوُ: مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ .

ترجمہ: مگر یہ کہ (معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان) کسی چیز کا فصل ہو، تو (وہاں) تاکید کو ترک کرنا جائز ہے؛ جیسے: ضَرَبْتُ الْيُوْمَ وَزَيْدٌ (میں نے اور زید نے آج مارا)۔ اور جب عطف کیا جائے ضمیر مجرور پر، تو عاملِ جار کو لوٹایا جائے گا؛ جیسے: مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ (میں گذرا تیرے اور زید کے پاس سے)۔

کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لانا ضروری ہے؛ جیسے: ضربتُ أنا وزيدٌ [1]، اس مثال میں "تُ"، ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے "أنا"، ضمیر مرفوع منفصل سے اس کی تاکید لائی گئی ہے۔ اگر تاکید نہیں لائی گئی تو عطف کرنا جائز نہیں ہوگا؛ جیسے: ضربتُ وزيدٌ میں زید کا "تُ"، ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ "تُ"، ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید نہیں لائی گئی ہے۔ البتہ اگر معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کسی چیز کا فصل ہو، تو اس صورت میں ضمیر مرفوع متصل پر، بغیر تاکید لائے بھی عطف کرنا جائز ہے؛ جیسے: ضربتُ اليومَ وزيدٌ [2] میں زید کا "تُ"، ضمیر پر عطف کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ درمیان میں الیوم کا فصل ہے۔

وإذا عطف على الضمير الخ: یہاں سے مصنف عطف بحرف کے سلسلے میں ایک دوسرا ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے معطوف پر عامل جار کا اعادہ ضروری ہے، خواہ عامل جار حرف جر ہو؛ جیسے: مررتُ بِكَ وبزيدٍ [3] میں کاف ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے، معطوف زید پر باء حرف جر کا اعادہ کیا گیا ہے۔ یا عامل جار مضاف ہو؛ جیسے: المالُ بيني وبينك میں یاء ضمیر مجرور پر کاف ضمیر کا عطف کرنے کے لیے معطوف کاف ضمیر پر عامل جار بين مضاف کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اگر عامل جار کا اعادہ نہ کیا گیا تو عطف کرنا جائز نہیں ہوگا؛ جیسے: مررتُ بک وزيدٍ میں زید کا "کاف ضمیر" پر عطف کرنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ زید پر عامل جار کا اعادہ نہیں کیا گیا ہے۔

(۱) ضرب فعل، تُ ضمیر مرفوع متصل مؤکد، أنا ضمیر مرفوع منفصل تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، زید معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) ضرب فعل ت ضمیر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، زید معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر فاعل، الیوم مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۳) مررت فعل بافاعل، بک جار مجرور معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، بزید جار مجرور معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَالْمَعْطُوْفُ فِیْ حُکْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ؛ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ یَجُزْ فِیْ "مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ أَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو" إِلَّا الرَّفْعُ .

ترجمہ : اور معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے؛ اور اِسی وجہ سے جائز نہیں ہے "مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ/ أو قَائِمًا وَ لَاذَاهِبٌ عَمْرٌو" (نہ زید کھڑا ہے اور نہ عمرو جا رہا ہے) میں مگر رفع۔

والمعطوف فی حکم الخ : یہاں سے مصنف معطوف کے احکام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی اگر معطوف علیہ کسی چیز کی صفت، یا خبر، یا صلہ، یا حال واقع ہو تو معطوف بھی اس چیز کی صفت، خبر، صلہ اور حال ہوگا، صفت کی مثال: جیسے: **جَاءَ نی زیدٌ العَالِمُ والفَاضلُ** خبر کی مثال: جیسے: **زیدٌ عاقِلٌ وشاعرٌ**. صلہ کی مثال: جیسے: **قام الَّذِی صلّٰی وصَامَ** . حال کی مثال: جیسے: **قعد زیدٌ مشدودًا ومضروبًا.**

پس جو چیزیں معطوف علیہ میں واجب ہیں، وہ معطوف میں بھی واجب ہوں گی، اور جو معطوف علیہ میں جائز ہیں، وہ معطوف میں بھی جائز ہوں گی، اور جو معطوف علیہ میں جائز نہیں، وہ معطوف میں بھی جائز نہیں ہوں گی؛ مثلاً: اگر معطوف علیہ مشتق یا جملہ ہو اور وہ کسی چیز (مثلاً مبتدا یا افعالِ ناقصہ وغیرہ) کی خبر یا کسی اسم موصول کا صلہ ہو، تو اُس میں ایک ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو اسم موصول اور اُس چیز کی طرف لوٹے جس کی وہ خبر ہے، پس اگر معطوف بھی مشتق یا جملہ ہو، تو اُس میں بھی اسی طرح کی ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے، اگر ضمیر ہوگی تو عطف جائز ہوگا، اور اگر ضمیر نہیں ہوگی تو عطف جائز نہیں ہوگا؛ چناں چہ یہی وجہ ہے کہ **ما زیدٌ بقائم/ أو قائمًا ولاذاهبٌ عمرٌو** [1] میں **ذاهب** کو عمرو مبتدا کی خبر مقدم مان کر مرفوع پڑھنا واجب ہے، **بقائم/ یا قائمًا** پر عطف کر کے اُس کو مجرور یا منصوب پڑھنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ عطف کرنے کی صورت میں **ذاهب عمرو** "ما مشابہ بلیس" کی خبر ہوگا اور یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب خبر مشتق ہو تو اُس میں اسم کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے، جب کہ یہاں **ذاهب** میں زید کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کا فاعل **عمرو** لفظوں میں موجود ہے؛ لہٰذا یہاں **ذاهب** کا **بقائمٍ** یا **قائمًا** پر عطف کرنا جائز نہیں؛ بلکہ "**ذاهب**" کو عمرو مبتدا کی خبر مقدم مان کر مرفوع پڑھنا واجب ہے۔

---

(۱) ما مشابہ بلیس، زید اُس کا اسم، بقائم/قائما خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، ذاهب شبہ جملہ خبر مقدم، عمرو مبتدا موٴخر، مبتدا موٴخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَإِنَّمَا جَازَ: اَلَّذِیْ یَطِیْرُ فَیَغْضَبُ زَیْدٌ الذُّبَابُ؛ لِأَنَّهَا فَاءُ السَّبَبِیَّةِ .

ترجمہ: اورصرف جائز ہے: اَلَّذِیْ یَطِیْرُ فَیَغْضَبُ زَیْدٌ، الذُّبَابُ (وہ جواُڑتی ہےتوزیدغصہ ہوتا ہے،مکھی ہے)؛اس وجہ سے کہ وہ فاءسببیہ ہے۔

نوٹ: معطوف تمام احکام میں معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف اُن احکام میں معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے جو ماقبل کی طرف نظرکرتے ہوئے معطوف علیہ کولاحق ہوتے ہیں، جواحکام معطوف علیہ کوخوداُس کی ذات کی طرف نظرکرتے ہوئے لاحق ہوتے ہیں، مثلاً: معرب مبنی ہونا،معرفہ نکرہ ہونا،افراد، تثنیہ،جمع، اُن میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا، نیز جواحکام معطوف علیہ کو ماقبل کی طرف نظر کرتے ہوئے لاحق ہوتے ہیں، اُن میں بھی معطوف مطلقاً معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے لیے ایک شرط ہے، وہ یہ کہ جو چیز معطوف علیہ میں اُن احکام کا تقاضا کرتی ہے، وہ معطوف میں بھی موجود ہو، پس اگروہ چیز جواس طرح کے احکام کا تقاضا کرتی ہے،معطوف میں موجودنہ ہو،تو معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوگا؛ جیسے: **یا رجلُ والحارث** میں **الحارث** کا**رجل** پرعطف ہے؛لیکن الف لام سے خالی ہونے کےتعلق سے **الحارث** معطوف **رجل** معطوف علیہ کےحکم میں نہیں ہے؛ چناں چہ **رجل** معطوف علیہ الف لام سے خالی ہے جب کہ **الحارث** معطوف پرالف لام داخل ہے؛اس لیے کہ یہاں الف لام سے خالی ہونے کا تقاضا کرنے والی چیز''لام تعریف اورحرفِ نداءکاایک ساتھ اکٹھاہونا'' ہےجو**رجل** معطوف علیہ میں تو موجود ہے؛مگر**الحارث** معطوف علیہ میں موجودنہیں،یعنی اگر**رجل** معطوف علیہ پرالف لام داخل کریں گےتو لام تعریف اورحرف نداء دوآلۂ تعریف کا ایک ساتھ اکٹھا ہونا لازم آئے گا اور یہ جائزنہیں، جب کہ **الحارث** معطوف پرالف لام کوداخل کرنے سے یہ بات لازم نہیں آتی،اسی لیے **رجل** معطوف علیہ کوالف لام سے خالی کیا گیا ہےاور**الحارث** معطوف کوالف لام کےساتھ لایا گیاہے۔ [دیکھئے: شرح جامی (ص:۲۱۹)]

و إنما جاز الذی یطیر الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ معطوف معطوف علیہ کےحکم میں اُس وقت ہوتا ہے جب کہ حرف عطف سے عطف کےعلاوہ کوئی اور چیزمقصودنہ ہو،اوراگرحرف عطف سے عطف کے ساتھ ساتھ کوئی اور چیزبھی مقصود ہو،تو وہاں معطوف معطوف علیہ کےحکم میں نہیں ہوگا؛ جیسے: **الذی یطیر فیغضب زیدٌ، الذبابُ**(۱)،اس مثال میں **یغضب زیدٌ** جملہ فعلیہ خبریہ کا **یطیرُ** جملہ فعلیہ

---

(۱)الذی اسم موصول،یطیر فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ،فاء حرف عطف سببیہ،یغضب زید فعل بافاعل جملہ خبریہ معطوف،معطوف علیہ معطوف سےمل کرصلہ،اسم موصول صلہ سےمل کرمبتدا،الذباب خبر،مبتدا خبر سےمل کرجملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَإِذَا عُطِفَ عَلٰى عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ لَمْ يَجُزْ، خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ؛ إِلَّا فِيْ نَحْوِ: فِيْ الدَّارِ زَيْدٌ وَ الْحُجْرَةِ عَمْرٌو، خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ.

ترجمہ: اور جب عطف کیا جائے دو مختلف عاملوں (کے معمولوں) پر، تو یہ عطف کرنا جائز نہیں، برخلاف امام فراء کے؛ مگر **فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو** (گھر میں زید اور کمرہ میں عمرو ہے) جیسی مثالوں میں (جائز ہے)، برخلاف امام سیبویہ کے۔

خبر یہ پر عطف کیا گیا ہے، یہاں قاعدہ کا تقاضا یہ تھا کہ یہ عطف جائز نہ ہو؛ اس لیے کہ جس طرح معطوف علیہ **یطیرُ** میں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے، معطوف **یغضب زیدٌ** میں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ یہاں فاء حرف عطف سے محض عطف کے معنی مقصود نہیں؛ بلکہ عطف کے ساتھ سببیت کے معنی بھی مقصود ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ 'وہ چیز جو اُڑتی ہے اور اُس کے اُڑنے کی وجہ سے زید غصہ ہوتا ہے، مکھی ہے'، اس لیے یہاں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوگا، اور معطوف میں ضمیر نہ ہونے کے باوجود عطف جائز ہوگا۔

وإذا عطف علی عاملین الخ: یہاں سے مصنف ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنے کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف کرنا ہر جگہ جائز نہیں؛ بلکہ صرف اُس وقت جائز ہے جب کہ ان دونوں معمولوں میں سے جن کو معطوف علیہ بنانا ہے ایک مجرور ہو اور دوسرا مرفوع یا منصوب، اور جو مجرور ہو وہ اُس مرفوع یا منصوب پر مقدم ہو، اور ایسا ہی اُن دونوں اسموں میں بھی ہو جن کو معطوف بنانا ہے، یعنی ایک مجرور ہو اور دوسرا مرفوع یا منصوب، اور مجرور اس مرفوع یا منصوب پر مقدم ہو، جیسے: **فی الدارِ زیدٌ و الحجرةِ عمرٌو**[1]، اس مثال میں دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کیا گیا ہے، **الدار**: **فی** حرف جر کا معمول ہے جس پر **الحجرة** کا عطف کیا گیا ہے، اور زید عامل معنوی ابتداء کا معمول ہے جس پر عمرو کا عطف کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ شرط موجود ہے، معطوف علیہ میں **الدار** مجرور، زید مرفوع پر مقدم ہے اور اسی طرح معطوف میں **الحجرة** مجرور، عمرو مرفوع پر مقدم ہے، یہ عطف کرنا جمہور کے نزدیک جائز ہے؛ اس لئے کہ اہل عرب سے اس طرح کی مثالوں کو عطف کے ساتھ سنا گیا ہے۔

---

(۱) **فی** حرف جر، **الدار** معطوف علیہ، **واؤ** حرف عطف، **الحجرة** معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر **ثابتان** اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، **زید** معطوف علیہ، **واؤ** حرف عطف، **عمرو** معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

التَّاكِيدُ: تَابِعٌ يُقَرِّرُ أَمْرَ الْمَتْبُوعِ فِي النِّسْبَةِ أَوِ الشُّمُولِ .

ترجمہ : تاکید: ایسا تابع ہے جو متبوع کے حال کو اچھی طرح ثابت کرے نسبت یا شمولِ حکم میں۔

البتہ اس میں امام فراء اور امام سیبویہ کا اختلاف ہے، امام فراء کا مذہب یہ ہے کہ دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنا ہر جگہ جائز ہے، خواہ مذکورہ شرط پائی جائے یا نہ پائی جائے۔ اور امام سیبویہ کے نزدیک دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنا کہیں بھی جائز نہیں، خواہ مذکورہ شرط موجود ہو یا نہ ہو، ثمرۂ اختلاف اِس مثال سے ظاہر ہوگا، جیسے: **زيدٌ في الدارِ وعمرٌو الحجرةِ**، اس مثال میں امام سیبویہ اور جمہور کے نزدیک عطف کرنا جائز نہیں، جمہور کے نزدیک مذکورہ شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے؛ کیوں کہ مجرور، مرفوع پر نہ معطوف علیہ میں مقدم ہے اور نہ معطوف میں؛ اور امام سیبویہ کے نزدیک اس لئے، کہ ان کے نزدیک کہیں بھی دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنا جائز نہیں۔ اور امام فراء کے نزدیک مذکورہ مثال میں عطف کرنا جائز ہے کیوں کہ ان کے نزدیک بغیر کسی شرط کے ہر جگہ دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنا درست ہے۔

قوله: التاكيد تابع يقرر الخ: یہاں سے مصنف تابع کی تیسری قسم: تاکید کو بیان فرمارہے ہیں۔

تاکید کی تعریف: تاکید ایسا تابع ہے جو نسبت یا شمول حکم میں متبوع کے حال کے اچھی طرح ثابت ہونے پر دلالت کرے، نسبت کی مثال، جیسے: **جاء ني زيدٌ نفسُه**، اس مثال میں آنے کی نسبت جو زید کی طرف ہورہی ہے اس میں شک ہے کہ زید خود نہ آیا ہو؛ بلکہ اُس کا قاصد آیا ہو، **نفسه** نے آکر اس شک کو ختم کردیا۔ شمول حکم کی مثال: جیسے: **جاء ني القومُ كلُّهم**، اس مثال میں آنے کا حکم جو قوم پر لگایا گیا ہے اس میں شک ہے کہ آنے کا حکم قوم کے تمام افراد کو شامل ہے یا بعض افراد کو، **كلهم** نے اس شک کو ختم کردیا۔

فائدہ: یہ اس تاکید کی تعریف ہے جو اسم کے ذریعے لائی جائے؛ کیوں کہ نسبت بھی اسم ہی کی طرف کی جاتی ہے اور حکم بھی اسم ہی پر لگایا جاتا ہے، لہٰذا یہ تعریف اُس تاکید کو شامل نہیں ہوگی جو فعل یا حرف کے ذریعے لائی جائے۔ مطلق تاکید کی تعریف (جو اسم، فعل اور حرف سب کی تاکید کو شامل ہے) یہ ہے:

تاکید: ایسا تابع ہے جو متبوع کے معنی کے اچھی طرح ثابت ہونے پر دلالت کرے۔

فوائد قیود: ''**تابع**'' بمنزلہ جنس ہے جو تمام توابع کو شامل ہے، ''**يقرر أمر المتبوع**'' کی قید سے عطف بحرف اور بدل نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ دونوں متبوع کے حال کو ثابت نہیں کرتے۔ ''**في النسبة أو الشمول**'' کی قید سے صفت اور عطف بیان نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ دونوں اگرچہ متبوع کے حال کو ثابت کرتے ہیں؛ مگر نسبت یا شمول حکم میں متبوع کے حال کو ثابت نہیں کرتے؛ بلکہ مطلقاً ثابت کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

وَهُوَ لَفْظِيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ . فَاللَّفْظِيُّ: تَكْرِيرُ اللَّفْظِ الْأَوَّلِ؛ نَحْوُ: جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ، وَيَجْرِي فِي الْأَلْفَاظِ كُلِّهَا . وَالْمَعْنَوِيُّ: بِأَلْفَاظٍ مَحْصُورَةٍ، وَهِيَ: نَفْسُهُ، وَعَيْنُهُ، وَ كِلَاهُمَا، وَكُلُّهُ، وَأَجْمَعُ، وَأَكْتَعُ، وَأَبْتَعُ وَأَبْصَعُ . فَالْأَوَّلَانِ يَعُمَّانِ بِاخْتِلَافِ صِيغَتِهِمَا وَ ضَمِيرِهِمَا؛ تَقُولُ: نَفْسُهُ، وَنَفْسُهَا، وَأَنْفُسُهُمَا، وَأَنْفُسُهُمْ وَأَنْفُسُهُنَّ .

ترجمہ: اوروہ (یعنی تاکید) لفظی اور معنوی ہوتی ہے۔ پس تاکید لفظی: لفظِ اول (یعنی مؤکد) کو مکرر لانا ہے؛ جیسے: جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ (میرے پاس زید ہی آیا)، اوروہ (یعنی تاکید لفظی) تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے۔ اورتاکید معنوی: چند محدود الفاظ کے ذریعہ ہوتی ہے، اوروہ (محدود الفاظ): نَفْسُه، عَيْنُه، كِلَاهُمَا كُلُّهُ، أَجْمَعُ، أَكْتَعُ، أَبْتَعُ اور أَبْصَعُ ہیں۔ پس پہلے دو عام ہیں صیغے اور ضمیر کی تبدیلی کے ساتھ؛ آپ کہیں گے: نَفْسُه، نَفْسُهَا، أَنْفُسُهُمَا، أَنْفُسُهُمْ اور أَنْفُسُهُنَّ .

وهو لفظي ومعنوي الخ: تاکید کی دو قسمیں ہیں: تاکید لفظی اور تاکید معنوی۔

تاکید لفظی: وہ تاکید ہے جس میں لفظ اول یعنی مؤکد کو مکرر لایا جائے؛ جیسے: جاء نی زیدٌ زیدٌ (۱) (میرے پاس زید ہی آیا)۔

ويجري في الألفاظ الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تاکید لفظی صرف اسم کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ تاکید لفظی تمام الفاظ کی لائی جاسکتی ہے، خواہ وہ اسم ہو؛ جیسے: مذکورہ مثال میں، یا فعل ہو، جیسے: جَاء جَاء زيدٌ، یا حرف ہو، جیسے: إنَّ إنَّ زيدًا قائمٌ ، یا جملہ ہو؛ جیسے: جَاءَ زيدٌ جاء زيدٌ ، یا مرکب غیر مفید ہو؛ جیسے: جاء غلامُ زيدٍ غلامُ زيدٍ .

تاکید معنوی: وہ تاکید ہے جس میں نئے مخصوص الفاظ کے ساتھ تاکید لائی گئی ہو، وہ مخصوص الفاظ یہ ہیں: نفسٌ ،عينٌ ،كِلا، كِلتا، كُلٌّ، أجمعُ، أكتعُ، أبتع اور أبصعُ.

فالأولان يعمان الخ: یہاں سے مصنف اُن الفاظ کے مواقعِ استعمال کو بیان فرمارہے ہیں:

پہلے دو یعنی " نفس " اور "عين " عام ہیں، یعنی یہ مؤکَّد کے مطابق صیغوں اور ضمیروں کی تبدیلی کے ساتھ واحد، تثنیہ اور جمع تینوں کی تاکید کے لئے استعمال ہوتے ہیں، واحد مذکر کی مثال؛ جیسے: جاء زيدٌ نفسُه . تثنیہ کی مثال؛ جیسے: جاء الزيدان أنفسُهما، أو نفساهما. جمع کی مثال؛ جیسے: جاء الزيدون أنفسُهم ،

---

(۱) جاءَ فعل، نون وقایہ، یاءَ ضمیر مفعول بہ، پہلا زید مؤکد، دوسرا زید تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَالثَّانِي لِلْمُثَنّٰى؛ تَقُولُ: كِلَاهُمَا وَكِلْتَاهُمَا . وَالْبَاقِي لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاخْتِلَافِ الضَّمِيرِ فِي كُلِّهِ، وَكُلِّهَا، وَكُلِّهِمْ وَكُلِّهِنَّ، وَالصِّيَغِ فِي الْبَوَاقِي؛ تَقُولُ: أَجْمَعُ، وَ جَمْعَاءُ، وَأَجْمَعُونَ وَجُمَعُ .

وَلَا يُؤَكَّدُ بِـ "كُلٍّ" وَ "أَجْمَعَ" إِلَّا ذُو أَجْزَاءٍ يَصِحُّ افْتِرَاقُهَا حِسًّا أَوْ حُكْمًا؛ مِثْلُ: أَكْرَمْتُ الْقَوْمَ كُلَّهُمْ، وَاشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ، بِخِلَافِ جَاءَ زَيْدٌ كُلُّهُ .

ترجمہ : اوردوسری قسم (یعنی کِلَا اور کِلْتَا) تثنیہ (کی تاکید) کے لیے استعمال ہوتی ہے؛ آپ کہیں گے: کِلَاهُمَا اور کِلْتَاهُمَا . اور باقی الفاظ تثنیہ کے علاوہ (کی تاکید) کے لیے استعمال ہوتے ہیں كُلُّه، كُلُّهَا، كُلُّهُمْ اور كُلُّهُنَّ میں ضمیر کی اور باقی میں صیغوں کی تبدیلی کے ساتھ؛ آپ کہیں گے: أَجْمَعُ، جَمْعَاءُ، أَجْمَعُونَ اور جُمَعُ .

اورتاکید نہیں لائی جائے گی لفظِ "كُلّ" اور "أَجْمَعُ" کے ذریعہ مگر اُس چیز کی جو ایسے اجزاء والی ہو جن کو الگ الگ کرنا درست ہو یا تو حسی طور پر یا حکماً؛ جیسے: أَكْرَمْتُ الْقَوْمَ كُلَّهُمْ (میں نے پوری قوم کا اکرام کیا)، اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّه (میں نے پورا غلام خریدا)، برخلاف جَاءَ زَيْدٌ كُلُّه کے۔

اوراسی طرح: عينه، أعينهما، عيناهما اور أعينهم کو سمجھ لیا جائے۔ واحد مؤنث کی مثال؛ جیسے: جاء تني هندٌ نفسُها. تثنیہ مؤنث کی مثال؛ جیسے: جاء تني الهندان أنفسُهما أو نفسَاهما . جمع مؤنث کی مثال؛ جیسے: جاء تني الهنداتُ أنفسُهنَّ. اوراسی طرح عينها، أعينهما، عيناهما اور أعينهنّ کو سمجھ لیا جائے۔

اور "كلا" اور "كلتا": تثنیہ کی تاکید کے ساتھ خاص ہیں، غیر تثنیہ کی تاکید کے لئے استعمال نہیں ہوتے؛ جیسے: قام الرجلانِ كلاهما، قامتِ المرأتان كلتاهما.

اور باقی الفاظ یعنی "كلّ"، "أجمع"، "أكتع"، "أبتع" اور "أبصع": واحد اور جمع کی تاکید کے لئے استعمال ہوتے ہیں، لفظ كل میں مؤکد کے مطابق ضمیر کی تبدیلی اور أجمع ، أكتع ، أبتع اور أبصع میں صیغے کی تبدیلی کے ساتھ، واحد مذکر کی مثال: جیسے: قرأتُ الكتابَ كلَّه أجمعَ، أكتعَ ، أبتعَ، أبصعَ. جمع مذکر کی مثال: جیسے: جاء نی القومُ كلُّهُمْ أجمعونَ، أكتعونَ، أبتعونَ ، أبصعونَ . واحد مؤنث کی مثال: جیسے: قرأتُ الجريدةَ كلَّها جَمْعَاءَ، كَتْعَاءَ، بَتْعَاءَ، بَصْعَاءَ. جمع مؤنث کی مثال: جیسے: قامت النساءُ كلُّهنَّ جُمَعُ ، كُتَعُ، بُتَعُ، بُصَعُ .

ولا يؤكد بكل وأجمع الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.net

وَإِذَا أُكِّدَ الضَّمِيرُ الْمَرْفُوعُ الْمُتَّصِلُ بِـ "النَّفْسِ" وَ "الْعَيْنِ" أُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ؛ مِثْلُ: ضَرَبْتَ أَنْتَ نَفْسُكَ .

ترجمه: اور جب تاکید لائی جائے ضمیر مرفوع متصل کی "نَفْسٌ" اور "عَيْنٌ" کے ذریعے تو (پہلے) اُس کی تاکید لائی جائے گی ضمیر منفصل کے ذریعے؛ جیسے: ضَرَبْتَ أَنْتَ نَفْسُكَ (تو نے خود مارا)۔

"کلّ" اور "أجمع" کے ذریعہ صرف انہی چیزوں کی تاکید لائی جا سکتی ہے جن کے اجزاء اور حصے ہوں اور اُن اجزاء اور حصوں کو یا تو حسی طور پر الگ الگ کرنا صحیح ہو؛ جیسے: أكرمتُ القومَ كلَّهم[1] میں قوم کی "کلّ" کے ذریعے تاکید لائی گئی ہے؛ اس لیے کہ قوم کے بہت سے اجزاء یعنی افراد ہیں، مثلاً زید، عمر، بکر وغیرہ اور ان کو حسی طور پر الگ الگ کرنا صحیح ہے؛ لہٰذا اس کی کلّ اور أجمع کے ذریعہ تاکید لانا درست ہے۔ یا ان اجزاء اور حصوں کو حکماً الگ الگ کرنا صحیح ہو؛ جیسے: اشتريتُ العبدَ كلَّه (میں نے پورا غلام خریدا)، اس مثال میں عبد کی لفظ "کلّ" کے ذریعہ تاکید لائی گئی ہے؛ اس لئے کہ خریدنے میں عبد کے حصوں کو الگ الگ کرنا ممکن ہے اس طور پر کہ غلام کا آدھا حصہ آپ خریدیں اور آدھا حصہ کوئی اور خریدے، البتہ جاء زیدٌ کلُّه نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ آنے میں زید کے حصوں کو الگ الگ کرنا ممکن نہیں ہے، ایسا نہیں ہو سکتا کہ زید کا آدھا حصہ آئے اور آدھا نہ آئے۔

و إذا أكد الضمير المرفوع الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا ضابطہ بیان فرما رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ "نَفْسٌ" اور "عَيْنٌ" کے ذریعہ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانے کے لئے اولاً اُس کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لانا ضروری ہے؛ جیسے: ضربتَ أنتَ نفسُك[2]، اس مثال میں تَ ضمیر مرفوع متصل کی "نفس" کے ذریعہ تاکید لائی گئی ہے؛ اس لئے کہ اس سے پہلے أنت ضمیر مرفوع منفصل سے اس کی تاکید لائی جا چکی ہے، اگر اولاً ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید نہیں لائی گئی، تو ضمیر مرفوع متصل کی "نَفْسٌ" اور "عَيْنٌ" کے ذریعہ تاکید لانا جائز نہیں ہوگا، چناں چہ ضربتَ نفسُك کہنا صحیح نہیں؛ شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

---

(۱) أكرمتَ فعل بافاعل، القومَ مؤکد، کلهم مرکب اضافی تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح اشتريتُ العبدَ كلَّه کی ترکیب کر لی جائے۔

(۲) ضرب فعل، تَ ضمیر مرفوع متصل مؤکد، أنتَ ضمیر مرفوع منفصل تاکید اول، نفسک مرکب اضافی تاکید ثانی، مؤکد اپنی دونوں تاکیدوں سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ "أَكْتَعُ"، وَأَخَواهُ أَتْباعٌ لِـ "أَجْمَعَ" فَلا تَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ، وَذِكْرُهَا دُوْنَهُ ضَعِيْفٌ .
البَدَلُ: تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِمَا نُسِبَ إِلَى الْمَتْبُوْعِ دُوْنَهُ . وَهُوَ بَدَلُ الْكُلِّ، وَ الْبُعْضِ، وَالِاشْتِمَالِ وَالْغَلَطِ .

ترجمہ: اور "أَكْتَعُ" اور اُس کے دونوں نظائر "أَجْمَعُ" کے تابع ہیں؛ لہٰذا وہ اُس (یعنی أَجْمَعُ) پر مقدم نہیں ہوں گے، اور اُن کو "أَجْمَعُ" کے بغیر ذکر کرنا ضعیف ہے۔

بدل: ایسا تابع ہے جو اُس چیز سے جس کی نسبت متبوع کی طرف کی گئی ہے متبوع کے بغیر مقصود ہو۔ اور وہ (یعنی بدل) بدل الکل، بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط ہے۔

فائدہ: ضمیر منصوب متصل اور ضمیر مجرور متصل کی "نفسٌ" اور "عینٌ" کے ذریعہ تاکید لانے کے لیے، اولاً ان کی ضمیر منفصل سے تاکید لانا ضروری نہیں؛ بلکہ ضمیر منفصل سے تاکید لائے بغیر ان کی "نفسٌ" اور "عینٌ" کے ذریعے تاکید لانا جائز ہے؛ جیسے: ضربتکَ نفسَکَ، مررتُ بِکَ نفسِکَ. (شرح جامی ص:۲۲۴)

وأکتع وأخواہ أتباع الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "أکتع" اور اُس کے دونوں نظائر: "أبتع" اور "أبصع" : "أجمع" کے تابع ہیں اور تاکید کے باب میں "أجمع" کے بغیر ان کے کوئی معنی نہیں ہیں؛ اسی لئے یہ "أجمع" پر مقدم نہیں ہوتے ہیں اور اِن کو "أجمع" کے بغیر ذکر کرنا ضعیف ہے، ورنہ تابع کا متبوع پر مقدم ہونا اور تابع کو بغیر متبوع کے ذکر کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

قولہ: البدل تابع مقصود الخ: یہاں سے مصنف تابع کی چوتھی قسم: بدل کو بیان فرمارہے ہیں۔

بدل کی تعریف: بدل ایسا تابع ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے، اور وہ نسبت سے خود مقصود ہو، اس کا متبوع مقصود نہ ہو، جیسے: **جاءَنِی زیدٌ أَخُوک** میں أخوک بدل ہے؛ اس لئے کہ آنے کی نسبت جو زید کی طرف ہورہی ہے وہ أخوک کی طرف بھی ہورہی ہے اور اس نسبت سے أخوک مقصود ہے، زید مقصود نہیں ہے۔

فائدہ: بدل میں متبوع کو مبدل منہ اور تابع کو بدل کہتے ہیں۔

فوائد قیود: "تابع" بمنزلہ جنس ہے جو تمام توابع کو شامل ہے، "مقصود بما نسب إلی المتبوع" کی قید سے صفت، تاکید اور عطف بیان نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ نسبت سے مقصود نہیں ہوتے، "دونہ" کی قید سے عطف بحرف نکل گیا؛ اس لئے کہ وہ اپنے متبوع کے ساتھ نسبت سے مقصود ہوتا ہے۔

بدل کی چار قسمیں ہیں: (۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔

www.besturdubooks.net

فَالْأَوَّلُ: مَدْلُوْلُهُ مَدْلُوْلُ الْأَوَّلِ . وَالثَّانِيُ: جُزْءُهُ . وَالثَّالِثُ: بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَوَّلِ مُلَابَسَةٌ بِغَيْرِهِمَا . وَالرَّابِعُ: أَنْ تَقْصِدَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ غَلِطْتَ بِغَيْرِهِ . وَ يَكُوْنَانِ مَعْرِفَتَيْنِ وَنَكِرَتَيْنِ وَمُخْتَلِفَيْنِ .

ترجمہ : پس پہلی قسم (یعنی بدل الکل): کا مدلول اول (یعنی مبدل منہ) کا مدلول ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم (یعنی بدل البعض): مبدل منہ کا جز ہوتا ہے۔ اور تیسری قسم (یعنی بدل الاشتمال) اور اول (یعنی مبدل منہ) کے درمیان ان دونوں (یعنی کلیت اور جزئیت) کے علاوہ کا تعلق ہوتا ہے۔ اور چوتھی قسم (یعنی بدل الغلط): یہ ہے کہ آپ اُس کا ارادہ کریں اُس کے علاوہ کے ذریعہ غلطی کرنے کے بعد۔ اور وہ (یعنی بدل اور مبدل منہ کبھی) دونوں معرفہ ہوتے ہیں، (کبھی) نکرہ اور (کبھی) مختلف۔

بدل الکل: وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا مدلول ہو، یعنی دونوں سے ایک چیز مراد ہو؛ جیسے: جاء نی زیدٌ أخوک ، اس مثال میں أخوک بدل الکل ہے؛ اس لئے کہ اس کا مدلول وہی ہے جو مبدل منہ زید کا مدلول ہے۔

بدل البعض: وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جز ہو، یعنی بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیّت کا تعلق ہو، مبدل منہ کل ہو اور بدل اس کا جز؛ جیسے: ضَربتُ زیدًا رأسَه، اس مثال میں رأسه بدل البعض ہے؛ اس لئے کہ اُس کا مدلول مبدل منہ زید کے مدلول کا جز ہے۔

بدل الاشتمال: وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو، یعنی بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو؛ جیسے: سُلِبَ زیدٌ ثوبُه ، اس مثال میں ثوبه بدل الاشتمال ہے؛ اس لئے کہ یہ مبدل منہ زید کا متعلق ہے۔

بدل الغلط: وہ بدل ہے جس کا کسی چیز کے ذریعہ غلطی کرنے کے بعد ارادہ کیا جائے، یعنی جو غلطی کے بعد کسی دوسرے لفظ سے ذکر کیا جائے؛ جیسے: جاء نی زیدٌ جعفر ، اسم مثال میں جعفر بدل الغلط ہے؛ اس لئے کہ یہ غلطی کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔

ویکونا معرفتین ونکرتین الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بدل کا تعریف وتنکیر میں مبدل منہ کے موافق ہونا ضروری نہیں ؛ بلکہ بدل اور مبدل منہ کبھی دونوں معرفہ ہوتے ہیں ؛ جیسے: مذکورہ مثالوں میں دونوں معرفہ ہیں۔ اور کبھی دونوں نکرہ ہوتے ہیں؛ جیسے: جاء نی رجلٌ أخٌ لک، ضربتُ رجلًا رأسًا له، سُلِبَ رجلٌ ثوبٌ له، رأیتُ رجلًا حِمارًا. اور کبھی مختلف ہوتے ہیں، یعنی ایک معرفہ

www.besturdubooks.net

وَإِذَا كَانَ نَكِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ، فَالنَّعْتُ؛ مِثْلُ: ﴿بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ﴾. وَ يَكُوْنَانِ ظَاهِرَيْنِ وَمُضْمَرَيْنِ وَمُخْتَلِفَيْنِ.

ترجمه: اور جب بدل نکرہ ہو معرفہ سے، تو صفت لانا (ضروری ہے)؛ جیسے: ﴿بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ﴾ (ہم ضرور گھسیٹیں گے ان کو پیشانی کے بل، یعنی ایسی پیشانی کے بل جو کہ جھوٹی ہے)۔ اور وہ (یعنی بدل اور مبدل منہ کبھی) دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں، (کبھی) اسم ضمیر اور (کبھی) مختلف۔

ہوتا ہے اور دوسرا نکرہ، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ؛ جیسے: جاء نی خالدٌ أخٌ له، قرأتُ هدايةَ النحو بابًا له، رأيتُ عمرًا رأسًا له، رأيتُ زيدًا حِمارًا وَحشِيًّا. (۲) مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ؛ جیسے: جاء نی رجلٌ أخوک، ضربتُ غلامًا رِجلَه، کتبَ رَجُلٌ مُحاسِبُه، رأيتُ فرسًا خالدًا.

وإذا كان نكرة من الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر بدل نکرہ اور مبدل منہ معرفہ ہو، تو بدل کی صفت لانا ضروری ہے، تاکہ مقصود کا غیر مقصود سے کم تر ہونا لازم نہ آئے؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ﴾[1]، اس مثال میں الناصية مبدل منہ معرفہ اور ناصية بدل نکرہ ہے، اسی لئے اس کی صفت كاذبة لائی گئی ہے۔

فائدہ: اگر اس کے برعکس ہو، یعنی بدل معرفہ اور مبدل منہ نکرہ ہو تو بدل کی صفت لانا ضروری نہیں؛ جیسے جاء نی رجلٌ أخُوک. اسی طرح اگر دونوں ہم جنس ہوں، یعنی بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ یا دونوں نکرہ ہوں تو اس صورت میں بھی بدل کی صفت لانا ضروری نہیں، اول کی مثال؛ جیسے: جاء نی زيدٌ أخوک. ثانی کی مثال؛ جیسے: جاء نی رجلٌ غلامٌ لک.

ويكونان ظاهرين و مضمرين الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بدل اور مبدل منہ کبھی دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں؛ جیسے: جاء نی زيدٌ أخوکَ. اور کبھی دونوں اسم ضمیر ہوتے ہیں؛ جیسے: الزيدونَ لقيتُهم إيّاهم. اور کبھی مختلف ہوتے ہیں، یعنی ایک اسم ظاہر ہوتا ہے اور دوسرا اسم ضمیر، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) مبدل منہ ضمیر ہو اور بدل اسم ظاہر؛ جیسے: أخوک ضربتُه زيدًا. (۲) مبدل منہ اسم ظاہر ہو اور بدل ضمیر؛ جیسے: أخوک ضربتُ زيدًا إيّاه.

---

(۱) لنسفعًا فعل با فاعل، با حرف جر، الناصية مبدل منہ، ناصية موصوف، كاذبة شبہ جملہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَلَا يُبْدَلُ ظَاهِرٌ مِنْ مُضْمَرٍ بَدَلَ الْكُلِّ إِلَّا مِنَ الْغَائِبِ؛ نَحْوُ: ضَرَبْتُهُ زَيْدًا. عَطْفُ الْبَيَانِ: تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوْضِحُ مَتْبُوْعَهُ؛ مِثْلُ: أَقْسَمَ بِاللهِ أَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ. وَفَصْلُهُ مِنَ الْبَدَلِ لَفْظًا فِيْ مِثْلِ: أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ.

ترجمہ: اور اسم ظاہر کو ضمیر سے بدل الکل نہیں بنایا جاسکتا؛ مگر ضمیر غائب سے؛ جیسے: ضَرَبْتُه زَيْدًا (میں نے اُس کو یعنی زید کو مارا)۔

عطف بیان: ایسا تابع ہے جو صفت کے علاوہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کررہا ہو؛ جیسے: أَقْسَمَ بِاللهِ أَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ (قسم کھائی اللہ کی ابوحفص عمر نے)۔ اور عطف بیان کا فرق بدل سے لفظاً بھی ہوتا ہے "أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ" (میں بکری بشر کو قتل کرکے چھوڑنے والے کا بیٹا ہوں) جیسی مثالوں میں۔

ولا یبدل ظاهر من الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر اسم ظاہر کو ضمیر سے بدل الکل بنانا ہو، تو اُس کو صرف ضمیر غائب سے بدل الکل بناسکتے ہیں؛ جیسے: ضربتُه زيدًا[1] (میں نے اُس کو مارا یعنی زید کو)۔ ضمیر متکلم یا ضمیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل الکل نہیں بناسکتے: اس لیے کہ ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب اسم ظاہر سے اقوی اور اخص ہوتی ہیں، پس اگر اسم ظاہر کو ضمیر متکلم یا ضمیر مخاطب سے بدل الکل بنائیں گے تو مقصود کا غیر مقصود سے کم تر ہونا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں۔ اس کے برخلاف اسم ظاہر کو ضمیر غائب سے بدل الکل بنانے کی صورت میں یہ بات لازم نہیں آئے گی؛ کیوں کہ اسم ظاہر ضمیر غائب کے حکم میں ہوتا ہے؛ لہٰذا اس صورت میں بدل اور مبدل منہ دونوں ایک درجہ کے ہوں گے، مقصود (یعنی بدل) غیر مقصود (یعنی مبدل منہ) سے کم تر نہیں ہوگا۔

فائدہ: اسم ظاہر کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط بنانا جائز ہے، بدل البعض کی مثال؛ جیسے: اشتريتَني نصفِي، اشتريتُك نصفَك. بدل الاشتمال کی مثال؛ جیسے: أعجبتُك علمَكَ، أعجبتَني علمِيْ. بدل الغلط کی مثال؛ جیسے: ضربتَنِي الحمارَ، ضربتُك الحمارَ. (شرح جامی ص:۲۲۸)

عطف البیان تابع الخ: یہاں سے مصنف تابع کی پانچویں قسم: عطف بیان کو بیان فرمارہے ہیں۔

عطف بیان کی تعریف: عطف بیان ایسا تابع ہے جو صفت کے علاوہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت

---

(۱) ضربتُ فعل بافاعل، ھاء ضمیر غائب مبدل منہ، زیدًا بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

کررہا ہو، جیسے: أقسمَ باللهِ أَبو حَفْصٍ عُمَرُ (۱) میں عمر عطف بیان ہے؛ اس لئے کہ یہ صفت کے علاوہ ہے اور اپنے متبوع أبو حفص کی وضاحت کررہا ہے۔ کسی چیز کے دوناموں میں سے جو زیادہ مشہور ہو اسی کو عطف بیان بنایا جاتا ہے، خواہ وہ اصلی نام ہو، جیسے: مذکورہ مثال میں عمر عطف بیان ہے اور یہ حضرت عمر کا اصلی نام ہے یا کنیت ہو، جیسے: قام عبدُالله اِبنُ عمرَ میں ابن عمر عطف بیان ہے جو کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی کنیت ہے۔

فائدہ: عطف بیان میں متبوع کو مبیَّن یا معطوف علیہ اور تابع کو عطف بیان کہتے ہیں۔

فوائد قیود: "تابع" بمنزلہ جنس ہے جو تمام توابع کو شامل ہے، "غیر صفة" کی قید سے صفت نکل گئی "یوضح متبوعه" کی قید سے عطف بیان کے علاوہ باقی تمام توابع نکل گئے؛ اس لئے کہ وہ متبوع کی وضاحت نہیں کرتے ہیں۔

وفصله من البدل لفظاً الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

عطف بیان اور بدل کے درمیان معنی کے اعتبار سے تو فرق ظاہر ہے؛ اس لئے کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے اور عطف بیان مقصود نہیں ہوتا؛ بلکہ اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے، البتہ لفظوں کے اعتبار سے (یعنی ترکیب میں) عطف بیان اور بدل کے درمیان کوئی نمایاں فرق نہیں ہے، اسی بناء پر جہاں مبین اور عطف بیان کی ترکیب ہوتی ہے وہاں مبدل منہ اور بدل کی ترکیب بھی ہوسکتی ہے، یعنی ہر جگہ عطف بیان کو ترکیب میں بدل بنایا جاسکتا ہے، چناں چہ قام أبو حفص عمر میں أبو حفص کو مبدل منہ اور عمر کو بدل کہنا صحیح ہے۔

لیکن اگر صیغۂ صفت معرف باللام کسی دوسرے معرف باللام کی طرف مضاف ہو اور اس مضاف الیہ سے کوئی عطف بیان واقع ہو تو وہاں لفظوں کے اعتبار سے بھی عطف بیان اور بدل کے درمیان فرق ہوتا ہے، یعنی وہاں عطف بیان کو ترکیب میں بدل نہیں کہہ سکتے؛ جیسے شاعر کا قول ہے: شعر:

أَنَا اِبْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ ☆☆ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُه وُقُوْعًا (۲)

---

(۱) أقسمَ فعل، بالله جار مجرور سے مل کر متعلق، أبو حفص مرکب اضافی مبیَّن، عمر عطف بیان، مبیَّن عطف بیان سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) أنا ضمیر مبتدا، ابن مضاف، التارک اسم فاعل مضاف الیہ مضاف، البکری مبین، بشر عطف بیان، مبین عطف بیان سے مل کر ذوالحال اول، علی حرف جر، ھا ضمیر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ثابتة محذوف کا، ھی ضمیر مستتر ذوالحال ثانی ترقب فعل، ھی ضمیر مستتر ذوالحال ثالث، وقوعا حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، ترقب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر حال ذوالحال ثانی کا، ذوالحال ثانی اپنے حال سے مل کر خبر مقدم، الطیر مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ حال ذوالحال اول کا، ذوالحال اول اپنے حال سے مل کر مضاف الیہ، التارک مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ ہوا ابن مضاف کا، ابن مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر، أنا مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

اَلمَبْنِیُّ: مَا نَاسَبَ مَبْنِیَّ الْأَصْلِ، أَوْ وَقَعَ غَیْرَ مُرَکَّبٍ .

ترجمہ: مبنی: وہ اسم ہے جو مبنی الاصل سے مناسبت رکھتا ہو، یا مرکب نہ ہو۔

ترجمہ: میں بکری بشر کو قتل کر کے اِس حال میں چھوڑنے والے کا بیٹا ہوں کہ اُس پر پرندے گرتے ہوئے اُس کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

اس شعر میں التارک اسم فاعل البکری معرف باللام کی طرف مضاف ہے اور البکری مبین اور بشر اُس سے عطف بیان ہے، یہاں البکری کو مبدل منہ اور بشر کو بدل نہیں کہا جا سکتا؛ اس لئے کہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی جو عامل مبدل منہ کا ہوتا ہے وہی بدل کا بھی عامل ہوتا ہے، چناں چہ جاء نی زیدٌ أخوکَ ، جاء نی زیدٌ جاء نی أخوکَ کے معنی میں ہے، لہٰذا اس اعتبار سے اگر بشر کو بدل قرار دیا جائے تو اس صورت میں جس طرح التارک، البکری کا عامل ہے اسی طرح وہ بشر کا بھی عامل ہوگا اور عبارت اس طرح ہوگی: التارکُ البکریِّ التارکُ بِشْرٍ اور یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ صیغۂ صفت معرف باللام کی اضافت معرف باللام کی طرف تو جائز ہے؛ جیسے الحسنُ الوجہِ؛ لیکن اصح قول کے مطابق صیغۂ صفت معرف باللام کی اضافت غیر معرف باللام کی طرف جائز نہیں ہے؛ لہٰذا یہاں بشر، البکری سے عطف بیان ہی ہوسکتا ہے، بدل نہیں ہوسکتا۔

اسم مبنی کا بیان

قولہ: المبنی ما ناسب الخ: معرب کی تعریف اور اس کے اقسام و احکام سے فارغ ہو کر یہاں سے مصنف اسم مبنی کی تعریف اور اس کے اقسام و احکام کو بیان فرما رہے ہیں:

اسم مبنی کی تعریف: اسم مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہو، یا اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب نہ ہو۔ اس کا دوسرا نام اسم غیر متمکن ہے۔ اسم مبنی کی تعریف کے دو جز ہیں:

۱-"ناسب مبنیّ الأصل" : (وہ اسم مبنی الاصل سے مناسبت رکھتا ہو)، یہاں مناسبت سے وہ مناسبت مراد ہے جو نحویوں کے یہاں اسم کے مبنی ہونے میں مؤثر ہوتی ہے، مناسبتِ مؤثرہ کی سات شکلیں ہیں، جن میں سے مندرجہ ذیل تین شکلیں زیادہ مشہور ہیں:

۱-اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں حرف مبنی الاصل کی طرح دوسرے کلمہ کا محتاج ہو، جیسے: اسمائے اشارہ ھولاء وغیرہ مبنی ہیں؛ اس لئے کہ جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہوتا ہے

www.besturdubooks.net

وَأَلْقَابُهُ: ضَمٌّ، وَفَتْحٌ، وَكَسْرٌ وَوَقْفٌ . وَحُكْمُهُ: أَنْ لَّا يَخْتَلِفَ آخِرُهُ لِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ .

ترجمه : اور اُس (یعنی اسم مبنی) کے القاب: ضمٌّ، فتحٌ، کسرٌ اور وقف ہیں۔اور اسم مبنی کا حکم یہ ہے کہ: اُس کا آخر عوامل کے بدلنے کی وجہ سے نہیں بدلتا ہے۔

اسی طرح اسمائے اشارہ بھی اپنے معنی کی تعیین میں مشارٌ الیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

۲-اسم تعدادِ حروف میں حرف مبنی الاصل کے مشابہ ہو، یعنی تین حروف سے کم پر مشتمل ہو، جیسے: مَنْ اور ذَا مبنی ہیں؛ اس لئے کہ تعدادِ حروف میں ان کو حرف مبنی الاصل مِنْ اور عَنْ سے مشابہت ہے۔

۳-اسم حرف مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو، جیسے: أحدَ عشرَ (گیارہ) سے تسعةَ عشرَ (اُنیس) تک کی گنتیاں، ان کا دوسرا جز مبنی ہے؛ اس لئے کہ وہ واؤ حرف عطف کے معنی کو متضمن ہے، یہ اصل میں أحدٌ وعشرٌ اور تسعةٌ وعشرٌ تھے، واؤ کو حذف کر کے دونوں اسموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا۔اور اثنا عشر کے علاوہ ان سب کا پہلا جز بھی مبنی ہے؛ اس لئے کہ اس کا آخری حرف درمیان میں واقع ہے، اور جو حرف درمیان میں واقع ہو وہ اعراب کا محل نہیں ہوتا۔ (بقیہ چار شکلوں کو صفحہ نمبر ۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

اسم مبنی کی یہ قسم (یعنی جو مبنی الاصل سے مناسبت رکھتی ہے) ہمیشہ مبنی ہوتی ہے، کبھی معرب نہیں ہوتی، خواہ اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب ہو، یا مرکب نہ ہو۔

۲-''**وقع غیر مرکب**'': (مرکب نہ ہو)، یہاں عدم ترکیب سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے علاوہ کے ساتھ اس طور پر مرکب نہ ہو کہ وہاں عامل موجود ہو، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) یا تو مرکب ہی نہ ہو، جیسے: الف با، تا، ثا، واحد، اثنان، ثلاثة اور تنہا لفظ زید۔(۲) یا مرکب تو ہو لیکن وہاں عامل موجود نہ ہو، جیسے: غلامُ زیدٍ میں غلام مبنی ہے؛ اس لئے کہ یہ اگر چہ اپنے علاوہ زید کے ساتھ مرکب ہے؛ لیکن یہاں عامل موجود نہیں ہے۔اسم مبنی کی یہ قسم بالفعل سکون پر مبنی ہوتی ہے اور بالقوۃ معرب ہوتی ہے، بالقوۃ معرب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں معرب ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے، چناں چہ اگر اس پر کوئی عامل آجائے تو یہ معرب ہو جاتی ہے؛ جیسے: قرأتُ الباءَ ، رأيتُ زيدًا.

وألقابه: ضم، وفتح الخ : اسم مبنی کے القاب ضم، فتح، کسر اور وقف ہیں، یعنی اسم مبنی پر جو حرکات آتی ہیں ان کو ضمٌّ، فتحٌ اور کسرٌ کہتے ہیں اور اسم مبنی کے سکون کو وقف کہتے ہیں۔

وحكمه أن لايختلف الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اسم

www.besturdubooks.net

وَهِيَ: الْمُضْمَرَاتُ، وَأَسْمَاءُ الْإِشَارَةِ، وَالْمَوْصُوْلَاتُ، وَالْمُرَكَّبَاتُ، وَالْكِنَايَاتُ، وَأَسْمَاءُ الْأَفْعَالِ، وَالْأَصْوَاتُ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ .

الْمُضْمَرُ : مَا وُضِعَ لِمُتَكَلِّمٍ، أَوْ مُخَاطَبٍ، أَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَفْظًا أَوْ مَعْنًى أَوْ حُكْمًا .

ترجمہ : اوروہ (یعنی اسمائے مبنیہ یہ ہیں): مضمرات، اسمائے اشارہ، اسمائے موصولہ، مرکبات، اسمائے کنایہ، اسمائے افعال، اصوات اور بعض ظروف۔

ضمیر: وہ اسم ہے جو متکلم، یا مخاطب یا ایسے غائب (پر دلالت کرنے) کے لیے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً پہلے ہو چکا ہو۔

مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا ہے، جیسے: جاء ھولاءِ، رأیتُ ھؤلاءِ، مررتُ بھولاءِ. "لاختلاف العوامل" کہہ کر مصنف نے اِس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اسم مبنی کا آخر بغیر عوامل کے اختلاف کے بدل سکتا ہے، جیسے: مَنِ الرَّجُلُ ، مَنُ امرُءٌ ، مَنْ زَیْدٌ .

وھی: المضمرات الخ : اسم مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) مضمرات (۲) اسمائے اشارہ (۳) اسمائے موصولہ (۴) مرکبات (۵) اسمائے کنایہ (۶) اسمائے افعال (۷) اصوات (۸) بعض ظروف۔

فائدہ: اسم مبنی کی جو آٹھ قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے اسمائے موصولہ، اسماء افعال اور مرکبات وغیرہ سے خاص اسماء موصولہ، اسماء افعال اور مرکبات مراد نہیں ہیں؛ بلکہ ان میں سے ہر ایک، اسماء مبنیہ کے ایک خاص حصہ کا عنوان ہے، خواہ وہ حقیقت میں اسماء موصولہ، اسماء افعال اور مرکبات ہوں، یا اسمائے موصولہ، اسماء افعال اور مرکبات کے علاوہ ہوں۔ لہٰذا مَا استفہامیہ، مَنْ استفہامیہ، مَنْ شرطیہ، فَعالِ کا وزن جوامر حاضر کے معنی میں نہ ہو، خمسة عشر میں خمسة، بعلبک میں بعل وغیرہ سے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہ سب مبنی ہیں، حالاں کہ یہ اسم مبنی کی مذکورہ آٹھ قسموں میں سے کسی قسم میں داخل نہیں؛ اس لئے کہ مَا استفہامیہ اور مَنْ استفہامیہ وغیرہ باب اسماء موصولہ میں، "فعالِ" جوامر حاضر کے معنی میں نہ ہو باب اسماء افعال میں اور "خمسة" اور "بعل" بابِ مرکبات میں داخل ہیں۔

المضمر ما وضع الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی پہلی قسم: مضمرات کو بیان فرما رہے ہیں:

ضمیر کی تعریف: ضمیر وہ اسم مبنی ہے جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً ہو چکا ہو، جیسے: أنَا (یہ متکلم پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے)، أنتَ (یہ

www.besturdubooks.net

وَ هُوَ مُتَّصِلٌ وَمُنفَصِلٌ . فَالْمُنفَصِلُ : الْمُسْتَقِلُّ بِنَفْسِهٖ .

ترجمہ: اور وہ (یعنی ضمیر) متصل اور منفصل ہوتی ہے۔ پس ضمیر منفصل: وہ ضمیر ہے جو خود مستقل ہو۔

مخاطب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے) اور ھُوَ (یہ ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً ہو چکا ہو)۔

لفظاً مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ غائب جس کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے لفظوں میں مذکور ہو، خواہ حقیقۃً ماقبل میں اس کا ذکر ہو چکا ہو، جیسے: ضرب زیدٌ غلامَہ میں ھاء ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے جو یہاں لفظوں میں مذکور ہے اور ماقبل میں حقیقۃً اس کا ذکر ہو چکا ہے، یا تقدیراً ماقبل میں اس کا ذکر ہو چکا ہو؛ جیسے: ضرب غلامَہ زیدٌ میں ھاء ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے اور زید کا ذکر ماقبل میں تقدیراً ہو چکا ہے؛ اس لئے کہ زید یہاں فاعل ہے اور فاعل رتبہ اور درجہ کے اعتبار سے مفعول بہ پر مقدم ہوتا ہے؛ لہٰذا اس اعتبار سے زید یہاں غلامَہ پر مقدم ہے۔

معنیً مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ غائب ماقبل میں لفظوں میں مذکور نہ ہو؛ بلکہ معنی کے اعتبار سے مذکور ہو، یعنی وہ ماقبل کے کسی لفظ یا کلام کے سیاق (مضمون) سے سمجھا جا رہا ہو، جیسے: ﴿إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ (عدل یعنی انصاف کرو اور وہ یعنی عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے)، اس مثال میں ھو ضمیر عدل کی طرف لوٹ رہی ہے جو ماقبل میں لفظوں میں تو مذکور نہیں ہے، البتہ اِعْدِلُوا فعل سے سمجھا جا رہا ہے؛ اس لئے کہ ہر فعل مصدر پر دلالت کرتا ہے۔

حکماً مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع لفظاً یا معنیً ماقبل میں مذکور نہ ہو؛ بلکہ متکلم کے ذہن میں موجود ہو؛ کیوں کہ جب وہ متکلم کے ذہن میں موجود ہے تو گویا وہ حکماً ماقبل میں مذکور ہے، ایسا ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے، جیسے: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ میں ھو ضمیر شان کا مرجع ''اللّٰہ أحد'' ہے، جو متکلم کے ذہن میں موجود ہونے کی وجہ سے حکماً مذکور ہے۔ اور جیسے: إنّها زینبُ قائمة میں ھا ضمیر قصہ کا مرجع ''زینب قائمةٌ'' ہے جو متکلم کے ذہن میں موجود ہونے کی وجہ سے حکماً مذکور ہے۔

فائدہ: ضمیر کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ احتیاج میں حرف مبنی الاصل کے مشابہ ہوتی ہے، یعنی جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح ضمیر بھی اپنے معنی کی تعیین میں ذات مدلول (یعنی ذاتِ متکلم، ذاتِ مخاطب یا ذاتِ غائب) کی محتاج ہوتی ہے۔

وھو متصل ومنفصل الخ: یہاں سے مصنف ضمیر کی اقسام کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.net

وَالْـمُتَّـصِـلُ: غَيْـرُ الْـمُسْتَـقِلِّ بِنَفْسِهٖ . وَهُوَ مَرْفُوْعٌ وَ مَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ . فَالْأَوَّلَانِ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ، وَالثَّالِثُ مُتَّصِلٌ فَقَطُ . فَذٰلِكَ خَمْسَةُ أَنْوَاع. اَلْأَوَّلُ : ضَرَبْتُ وَضُرِبْتُ إِلٰى ضَرَبْنَ وَضُرِبْنَ .

تـرجـمـہ: اور ضمیر متصل: وہ ضمیر ہے جو خود مستقل نہ ہو۔اور وہ (یعنی ضمیر) مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتی ہے، پس پہلی دو (یعنی مرفوع اور منصوب) تو متصل اور منفصل (دونوں) ہوتی ہیں، اور تیسری (یعنی مجرور) صرف متصل ہوتی ہے، تو یہ پانچ قسمیں ہیں۔پہلی قسم: ضَرَبْتُ اور ضُرِبْتُ سے ضَرَبْنَ اور ضُرِبْنَ تک۔

ضمیر کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضمیر متصل (۲) ضمیر منفصل

ضمیر منفصل: وہ ضمیر ہے جو خود مستقل ہو، اس طور پر کہ وہ تنہا استعمال ہو سکتی ہو (یعنی اصطلاح نحاۃ میں عامل سے ملے بغیر تنہا اُس کا تلفظ کرنا صحیح ہو)؛ جیسے: أنا، أنت وغیرہ ضمیر منفصل ہیں؛ اس لئے کہ یہ عامل سے ملے بغیر تنہا استعمال ہو سکتی ہیں۔

ضمیر متصل: وہ ضمیر ہے جو خود مستقل نہ ہو، اس طور پر کہ وہ تنہا استعمال نہ ہوتی ہو؛ بلکہ اپنے عامل کے ساتھ استعمال ہوتی ہو (یعنی اصطلاح نحاۃ میں عامل سے ملے بغیر تنہا اُس کا تلفظ صحیح نہ ہو)؛ جیسے: ضربتُ میں "ت"، ضمیر متصل ہے؛ اس لئے کہ یہ تنہا استعمال نہیں ہوتی؛ بلکہ اپنے عامل کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔

وھو مرفوع ومنصوب الخ: پھر اعراب کی انواع کے اعتبار سے ضمیر کی تین قسمیں ہیں: (۱) مرفوع (۲) منصوب (۳) مجرور۔ضمیر منفصل تو صرف مرفوع یا منصوب ہوتی ہے، مجرور نہیں ہوتی۔اور ضمیر متصل مرفوع، منصوب اور مجرور تینوں طرح ہوتی ہے۔اِس اعتبار سے ضمیر کی کل پانچ قسمیں ہوگئیں: (۱) ضمیر مرفوع متصل (۲) ضمیر منصوب متصل (۳) ضمیر مرفوع منفصل (۴) ضمیر منصوب منفصل (۵) ضمیر مجرور متصل۔

ضمیر مرفوع متصل: وہ ضمیر مرفوع ہے جو عامل رافع سے ملی ہوئی ہو، یہ بارہ ہیں: تُ، نا، تَ، تُما، تُم، تِ، تُنَّ، ھو، الف، واؤ، ھِیَ، نَ. یہ ضمیریں فعل یا شبہ فعل سے مل کر، ترکیب میں فاعل یا نائب فاعل واقع ہوتی ہیں، جیسے: ضَرَبْتُ، ضُرِبْتُ ....

فائدہ: ان کے علاوہ اور بھی ضمیر مرفوع متصل ہیں جن کو یہاں بیان نہیں کیا گیا:

(۱) أنت، یہ فعل مضارع، امر حاضر اور نہی حاضر کے واحد مذکر حاضر کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔

(۲) أنا، یہ فعل مضارع کے واحد متکلم کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔

(۳) نحن، یہ فعل مضارع کے جمع متکلم کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔

www.besturdubooks.net

وَالثَّانِيُ: أَنَا إِلٰى هُنَّ . وَالثَّالِثُ: ضَرَبَنِيْ إِلٰى ضَرَبَهُنَّ، وَإِنَّنِيْ إِلٰى إِنَّهُنَّ . وَالرَّابِعُ: إِيَّايَ إِلٰى إِيَّاهُنَّ . وَالْخَامِسُ: غُلَامِيْ وَلِيْ إِلٰى غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ .

ترجمہ: اور دوسری قسم: أَنَا سے هُنَّ تک۔ اور تیسری قسم: ضَرَبَنِيْ سے ضَرَبَهُنَّ تک اور إِنَّنِيْ سے إِنَّهُنَّ تک۔ اور چوتھی قسم: إِيَّايَ سے إِيَّاهُنَّ تک۔ اور پانچویں قسم: غُلَامِيْ اور لِيْ سے غُلَامُهُنَّ اور لَهُنَّ تک۔

---

(۴) هُمَا، یہ اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ کے تثنیہ کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔
(۵) هُمْ، یہ اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ کے جمع مذکر کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔
(۶) هُنَّ، یہ اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ کے جمع مؤنث کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔

ضمیر منصوب متصل: وہ ضمیر منصوب ہے جو عامل ناصب سے ملی ہوئی ہو، یہ بارہ ہیں: ی، نا، کَ، کما، کم، کِ، کنَّ، ہُ، هما، هم، هَا، هُنَّ. یہ ضمیریں فعل سے مل کر ترکیب میں مفعول بہ واقع ہوتی ہیں یا اپنے اسم کو نصب دینے والے حروف (یعنی حروف مشبہ بالفعل) سے مل کر ان حروف کا اسم واقع ہوتی ہیں، جیسے: ضربنی (اس نے مجھ کو مارا) اور إنّنی میں ی۔

ضمیر مرفوع منفصل: وہ ضمیر مرفوع ہے جو عامل رافع سے ملی ہوئی نہ ہو، یہ بارہ ہیں: أنا، نحنُ، أنتَ، أنتُما، أنتُم، أنتِ، أنتُنَّ، هُوَ، هُمَا، هُم، هِیَ، هُنَّ . یہ ضمیریں ترکیب میں مبتدا، خبر، فاعل یا نائب فاعل واقع ہوتی ہیں، جیسے: أنا مُسلمٌ (میں مسلمان ہوں)، کانَّهُ هو (گویا کہ وہ وہ ہے)، مَاضَرَبَکَ إلّا أنَا (نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے)، ماضُرِبَ إلا أنا (نہیں مارا گیا مگر میں ہی)۔

ضمیر منصوب منفصل: وہ ضمیر منصوب ہے جو عامل ناصب سے ملی ہوئی نہ ہو، یہ بارہ ہیں: إِيَّایَ، إِيَّانَا، إِيَّاکَ، إِيَّاکُمَا، إِيَّاکُمْ، إِيَّاکِ، إِيَّاکُنَّ، إِيَّاهُ، إِيَّاهُمَا، إِيَّاهُمْ، إِيَّاهَا، إِيَّاهُنَّ . یہ اکثر فعل سے پہلے آتی ہیں اور ترکیب میں مفعول بہ مقدم واقع ہوتی ہیں، جیسے: إِيَّاکَ ضَرَبْتُ (تجھ ہی کو میں نے مارا)۔

ضمیر مجرور متصل: وہ ضمیر مجرور ہے جو عامل جار سے ملی ہوئی ہو، یہ بارہ ہیں: ی، نا، کَ، کما، کم، کِ، کنَّ، ہُ، هما، هم، هَا، هنَّ . یہ ضمیریں اگر اسم کے بعد آئیں تو اس وقت ضمیر مجرور باضافت کہلاتی ہیں اور ترکیب میں مضاف الیہ واقع ہوتی ہیں، جیسے: غلامی، غلامنا .... اور اگر حرفِ جر کے بعد آئیں تو اس وقت ضمیر مجرور بحرف جر کہلاتی ہیں اور ترکیب میں مجرور واقع ہوتی ہیں، جیسے: لی، لنا، لکَ، لکما، لکم، لکِ، لکنَّ، لَهُ، لهما، لهم، لها، لهنَّ .

www.besturdubooks.net

فَالْمَرْفُوعُ الْمُتَّصِلُ خَاصَّةً يَسْتَتِرُ فِي الْمَاضِيْ لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ؛ وَالْمُضَارِعِ لِلْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا، وَالْمُخَاطَبِ، وَالْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ؛ وَفِي الصِّفَةِ مُطْلَقًا .

ترجمہ: پس خاص طور پر ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے فعل ماضی میں واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے لیے، اور مضارع میں متکلم کے لیے مطلقاً (یعنی واحد اور تثنیہ وجمع کے دونوں صیغوں میں) اور واحد مذکر حاضر، واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے لیے، اور صیغۂ صفت میں مطلقاً۔

یہ کل ساٹھ ضمیریں ہیں: بارہ ضمیر مرفوع متصل، بارہ ضمیر منصوب متصل، بارہ ضمیر مجرور متصل، بارہ ضمیر مرفوع منفصل، بارہ ضمیر منصوب منفصل۔

فالمرفوع المتصل الخ: یہاں سے مصنف ضمیر مستتر کے مواقع بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ضمیر کی مذکورہ پانچوں قسموں (ضمیر مرفوع متصل، ضمیر منصوب متصل، ضمیر مرفوع منفصل، ضمیر منصوب منفصل اور ضمیر مجرور متصل) میں سے صرف ضمیر مرفوع متصل، مستتر (یعنی پوشیدہ) ہوتی ہے۔ ضمیر کی بقیہ چاروں قسمیں مستتر نہیں ہوتیں؛ بلکہ وہ ہمیشہ بارز یعنی لفظوں میں موجود ہوتی ہیں۔

مندرجہ ذیل مواقع میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے:

۱- ماضی کے دو صیغوں: واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب میں؛ جیسے: زیدٌ ضربَ میں هو اور هندٌ ضربتْ میں هی ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے۔

۲- مضارع کے پانچ صیغوں: واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم میں؛ جیسے: زیدٌ یضربُ میں هو، هندٌ تضربُ میں هی، أَنت تضربُ میں أنت، أضربُ میں أنا اور نضربُ میں نحن ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے۔

۳- امر حاضر اور نہی حاضر کے ایک صیغہ واحد مذکر حاضر میں؛ جیسے: اضربْ اور لاتضربْ میں أنت ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے۔

۴- صیغۂ صفت، یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل کے مطلقاً (واحد، تثنیہ، جمع مذکر و مؤنث) تمام صیغوں میں؛ جیسے: زیدٌ ضاربٌ، خالدٌ مضروبٌ، بکرٌ حسنٌ اور زیدٌ أفضلُ من بکر میں هو ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے۔

نوٹ: ماضی کے دونوں صیغوں اور مضارع کے غائب کے صیغوں میں، نیز صیغۂ صفت کے تمام صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل کے مستتر ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کا فاعل یا نائب فاعل اسم ظاہر نہ ہو۔

www.besturdubooks.net

وَلا يَسُوغُ الْمُنْفَصِلُ إِلَّا لِتَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ، وَذٰلِکَ بِالتَّقْدِيمِ عَلٰى عَامِلِهٖ، أَوْ بِالْفَصْلِ لِغَرَضٍ، أَوْ بِالْحَذْفِ، أَوْ بِكَوْنِ الْعَامِلِ مَعْنَوِيًّا أَوْ حَرْفًا وَالضَّمِيرُ مَرْفُوعٌ، أَوْ بِكَوْنِهٖ مُسْنَدًا إِلَيْهِ صِفَةٌ جَرَتْ عَلٰى غَيْرِ مَنْ هِيَ لَهٗ؛ مِثْلُ: إِيَّاکَ ضَرَبْتُ، وَمَا ضَرَبَکَ إِلَّا أَنَا، وَإِيَّاکَ وَالشَّرَّ، وَأَنَا زَيْدٌ، وَمَا أَنْتَ قَائِمًا، وَهِنْدٌ زَيْدٌ ضَارِبَتُهٗ هِيَ .

ترجمہ : اور جائز نہیں ضمیر منفصل (کو استعمال کرنا) مگر ضمیر متصل کے متعذر رہونے کے وقت، اور وہ (ضمیر متصل کا متعذر رہونا) یا تو (اُس کو) اُس کے عامل پر مقدم کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، یا کسی غرض کے لیے (ضمیر اور اُس کے عامل کے درمیان) فصل کرنے کی وجہ سے، یا (عامل کو) حذف کر دینے کی وجہ سے، یا عامل کے معنوی یا حرف ہونے کی وجہ سے دراں حالیکہ ضمیر مرفوع ہو، یا ضمیر کے اس طرح ہونے کی وجہ سے کہ اُس کی طرف اسناد کی گئی ہو ایسے صیغۂ صفت کی جو اُس کے علاوہ پر جاری ہو جس کے لیے وہ صیغۂ صفت ہے؛ جیسے: **إِيَّاکَ ضَرَبْتُ** (تجھ ہی کو میں نے مارا)، **مَا ضَرَبَکَ إِلَّا أَنَا** (نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے)، **إِيَّاکَ وَالشَّرَّ** (بچا اپنے آپ کو شیر سے)، **أَنَا زَيْدٌ** (میں زید ہوں)، **مَا أَنْتَ قَائِمًا** (تو کھڑا نہیں ہے)، **هِنْدٌ زَيْدٌ ضَارِبَتُهٗ هِيَ** (ہندہ وہ زید کو مارنے والی ہے)۔

ولا يسوغ المنفصل إلا الخ: عام حالات میں ضمیر منفصل کو استعمال کرنا جائز نہیں؛ بلکہ جہاں تک ہو سکے ضمیر متصل کو استعمال کرنا ضروری ہے، البتہ جہاں ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر رہو، وہاں ضمیر منفصل کو استعمال کیا جا سکتا ہے، یہاں سے مصنف انہی مواقع کو بیان فرمارہے ہیں جن میں ضمیر متصل کے استعمال کے متعذر رہونے کی وجہ سے ضمیر منفصل کو استعمال کیا جا سکتا ہے، اس طرح کے کل چھ مواقع ہیں:

(۱) حصر کی غرض سے ضمیر منصوب کو اس کے عامل پر مقدم کر دیا جائے، جیسے: **إِيَّاکَ ضربتُ** (۱)، اس مثال میں **إيّاک** ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں حصر کی غرض سے ضمیر منصوب کو اس کے عامل پر مقدم کر دینے کی وجہ سے ضمیر متصل کا استعمال متعذر ہے؛ کیوں کہ اگر یہاں ضمیر متصل کو استعمال کریں اور ضربتُکَ کہیں تو کلام میں جو حصر مقصود ہے وہ فوت ہو جائے گا۔

(۲) کسی غرض سے ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان کسی چیز کا فصل کر دیا جائے؛ جیسے: **ما ضربک إلّا أنا** (۲)، اس مثال میں أنا ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں حصر کی غرض سے ضمیر اور اس کے

---

(۱) إِيَّاکَ ضمیر مفعول بہ مقدم، ضربتُ فعل بافاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) ماضَرَبَ فعل، کَ ضمیر مفعول بہ، إلّا کلمۂ حصر، أنا ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

عامل کے درمیان إلَّا کے ذریعہ فصل کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر رہے؛ کیوں کہ اگر یہاں ضمیر متصل کو استعمال کریں اور ما ضربتُکَ کہیں تو مقصودِ کلام (یعنی فاعل کے لئے فعل کو حصر کے ساتھ ثابت کرنا) فوت ہو جائے گا۔

(۳) ضمیر کا عامل محذوف ہو، جیسے: إیَّاکَ والشَّرَّ، اس مثال میں إیّاک ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں ضمیر کا عامل بَعِّدْ فعل محذوف ہے جس کی وجہ سے ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر رہے؛ کیوں کہ ضمیر متصل اس عامل سے ملی ہوئی ہوتی ہے جو لفظوں میں مذکور ہو، جو عامل لفظوں میں مذکور نہ ہو؛ بلکہ محذوف ہو اس سے ضمیر متصل ملی ہوئی نہیں ہوتی۔

(۴) ضمیر کا عامل معنوی ہو اور ضمیر مرفوع کی ہو؛ جیسے: أنا زیدٌ، اس مثال میں أنَا ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں ضمیر مرفوع کا عامل: ابتداء معنوی ہے جس کی وجہ سے ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر رہے؛ اس لئے کہ ضمیر متصل عامل لفظی سے ملی ہوئی ہوتی ہے، عامل معنوی سے نہیں۔

(۵) ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع کی ہو، جیسے: ما أنتَ قائمًا [1]، اس مثال میں أنتَ ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں أنت ضمیر مرفوع کا عامل ''ما'' حرف ہے جس کی وجہ سے ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر رہے؛ اس لئے کہ ضمیر متصل فعل سے ملی ہوئی ہوتی ہے، نہ کہ حرف سے۔

(۶) ضمیر کی طرف کسی صیغۂ صفت کی اسناد کی گئی ہو اور وہ صیغۂ صفت کسی ایسے اسم کی خبر یا صلہ واقع ہو رہا ہو جو اس ضمیر کا مرجع نہ ہو؛ جیسے: هِندٌ زیدٌ ضَارِبَتُه هِیَ [2]، اس مثال میں ''هی''، ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں ''هی''، ضمیر کی طرف صیغۂ صفت ''ضاربةٌ'' کی اسناد کی گئی ہے اور ضاربةٌ زید کی خبر ہے، اور زید اُس ضمیر کا مرجع نہیں ہے؛ یہاں اگرچہ ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر نہیں ہے: اس لیے کہ یہاں ضمیر متصل کو استعمال کرنے کی صورت میں التباس لازم نہیں آتا؛ لیکن چوں کہ اس کی بعض صورتوں مثلاً: زیدٌ عمرٌو ضَارِبُه هُوَ (زید وہ عمرو کو مارنے والا ہے) میں ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر رہے؛ اس لئے کہ اگر یہاں ''هو''، ضمیر منفصل کو نہ لایا جائے تو اس صورت میں التباس لازم آئے گا، یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ مارنے والا زید ہے یا عمرو؛ بلکہ اول وہلہ میں ذہن اس طرف منتقل ہوگا کہ ضمیر کا مرجع عمرو ہے؛ اس لئے کہ عموماً جو اسم ضمیر کے زیادہ قریب ہو وہی ضمیر کا مرجع ہوتا ہے، حالاں کہ یہ خلاف مقصد ہے: اس لئے کہ اس صورت

---

(۱) ما مشابہ بلیس، أنت ضمیر مرفوع منفصل اس کا اسم، قائمًا شبہ جملہ خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) هند مبتدا اول، زید مبتدا ثانی، ضاربة اسم فاعل، هاء ضمیر مفعول بہ، هی ضمیر فاعل، اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا ثانی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدا اول کی، مبتدا اول اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَإِذَا اجْتَمَعَ ضَمِيْرَانِ وَلَيْسَ أَحَدُهُمَا مَرْفُوْعًا، فَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا أَعْرَفَ وَ قَدَّمْتَهُ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي الثَّانِيْ؛ نَحْوُ: أَعْطَيْتُكَهُ، وَأَعْطَيْتُكَ إِيَّاهُ، وَضَرْبِيْكَ، وَضَرْبِيْ إِيَّاكَ، وَإِلَّا فَهُوَ مُنْفَصِلٌ؛ نَحْوُ: أَعْطَيْتُهُ إِيَّاهُ/ أَوْ إِيَّاكَ .

ترجمہ: اور جب دو ضمیریں جمع ہو جائیں اور اُن میں سے کوئی بھی مرفوع نہ ہو، تو اگر اُن میں سے ایک (دوسرے سے) اعرف ہو اور آپ نے اُس کو مقدم کیا ہو، تو آپ کو اختیار ہے دوسری ضمیر (کے متصل اور منفصل لانے) میں؛ جیسے: أَعْطَيْتُكَهُ اور أَعْطَيْتُكَ إِيَّاهُ (میں نے آپ کو وہ دیا)، ضَرْبِيْكَ اور ضَرْبِيْ إِيَّاكَ (میرا آپ کو مارنا)، ورنہ تو وہ (دوسری ضمیر) منفصل ہوگی؛ جیسے: أَعْطَيْتُهُ إِيَّاهُ/ أَوْ إِيَّاكَ .

میں مارنے والا عمرو ہوگا، جب کہ مقصد یہ بتانا ہے کہ زید عمرو کو مارنے والا ہے۔ اس کے برخلاف اگر یہاں ضمیر منفصل کو استعمال کیا جائے گا تو اس صورت میں کوئی التباس لازم نہیں آئے گا؛ اس لئے کہ ضمیر منفصل خلاف ظاہر ہوتی ہے، لہٰذا اس کا مرجع بھی خلاف ظاہر (یعنی أبعد) ہوگا، اقرب نہیں ہوگا۔

الغرض چوں کہ اس طرح کی بعض صورتوں میں ضمیر متصل کو استعمال کرنے سے التباس لازم آتا ہے، اس لیے باب کی موافقت کے لیے هندٌ زيدٌ ضاربته هيَ جیسی اُن مثالوں کو بھی جن میں التباس لازم نہیں آتا، اُن صورتوں کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے جن میں التباس لازم آتا ہے۔

وإذا اجتمع ضميران الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں ضمیر متصل بھی استعمال کر سکتے ہیں اور ضمیر منفصل بھی۔ فرماتے ہیں کہ اگر کہیں ایسی دو ضمیریں اکٹھی ہو جائیں جن میں سے کوئی بھی مرفوع نہ ہو؛ بلکہ یا تو دونوں منصوب ہوں، یا ایک مجرور ہو اور دوسری منصوب، تو دیکھیں گے:

اگر اُن میں سے ایک ضمیر دوسری سے اعرف ہو، اور اُسی اعرف ضمیر کو آپ نے مقدم کیا ہو، تو وہاں دوسری ضمیر کو متصل اور منفصل لانے میں اختیار رہے، اُس کو متصل بھی لا سکتے ہیں اور منفصل بھی؛ جیسے: أعطيتُكَهُ / أعطيتُكَ إيّاه [1]، ضربيكَ، ضربيْ إيّاكَ [2]، یہاں دو ضمیریں جمع ہو گئی ہیں، جن میں سے کوئی بھی ضمیر مرفوع نہیں: بلکہ پہلی مثال میں تو دونوں مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہیں، اور دوسری مثال میں پہلی

---

(۱) أعطيتَ فعل بافاعل، كَ ضمیر مفعول بہ اول، هاء ضمیر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح أعطيتُكَ إيّاه کی ترکیب کر لی جائے۔

(۲) ضرب مصدر مضاف، ياء ضمیر فاعل مضاف علیہ، كَ ضمیر مفعول بہ، اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ ہوا۔ اسی طرح ضربِيْ إيّاكَ کی ترکیب کر لی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَ الْـمُخْتَارُ فِيْ خَبَرِ بَابِ"كَانَ" الْإِنْفِصَالُ . وَالْأَكْثَرُ: لَوْلَا أَنْتَ إِلٰى آخِرِهٖ، وَ عَسَيْتَ إِلٰى آخِرِهَا، وَجَاءَ: لَوْلَاكَ وَعَسَاكَ إِلٰى آخِرِهِمَا .

ترجمه : اور پسندیدہ بابِ "كَانَ" کی خبر میں (ضمیر کو) منفصل لانا ہے۔اور اکثر استعمال **لَوْلَا أَنْتَ** آخر تک اور **عَسَيْتَ** آخر تک ہے،اور آیا ہے: **لَوْلَاكَ** اور **عَسَاكَ** (بھی) آخر تک۔

اضافت کی وجہ سے مجرور ہے اور دوسری منصوب ہے،اور دونوں مثالوں میں پہلی ضمیر دوسری ضمیر سے اعرف ہے، اور اُسی اعرف ضمیر کو مقدم کیا گیا ہے،اس لیے یہاں دوسری ضمیر کو متصل اور منفصل لانے میں اختیار ہے، دوسری ضمیر کو متصل لا کر پہلی مثال میں **أعطيتُكَهُ** اور دوسری مثال میں **ضربِيكَ** کہہ سکتے ہیں،اور دوسری ضمیر کو منفصل لا کر پہلی مثال میں **أعطيتُكَ إيّاه** اور دوسری مثال میں **ضربِيْ إيّاكَ** بھی کہہ سکتے ہیں۔

اور اگر اُن دونوں ضمیروں میں سے کوئی دوسری سے اعرف نہ ہو؛ بلکہ دونوں ایک درجہ کے معرفہ ہوں، یا اُن میں سے ایک اعرف تو ہو؛ مگر اُس اعرف کو مقدم نہ کیا گیا ہو،تو اِن دونوں صورتوں میں دوسری ضمیر کو منفصل لانا ضروری ہے،اول کی مثال؛ جیسے: **أَعْطَيْتُهُ إيّاه** ، یہاں دو ضمیریں جمع ہوگئی ہیں،اور چوں کہ اُن میں سے کوئی دوسری سے اعرف نہیں ہے؛ بلکہ دونوں ضمیرِ غائب ہونے کی وجہ سے ایک درجہ کے معرفہ ہیں،اس لیے یہاں دوسری ضمیر "**إيّاه**" منفصل استعمال کی گئی ہے۔ثانی کی مثال؛ جیسے : **أعطيتُهُ إيّاكَ** ، یہاں اگر چہ ایک ضمیر (**إيّاكَ**) دوسری سے اعرف ہے؛ لیکن چوں کہ اُس کو مقدم نہیں کیا گیا ہے،اس لیے یہاں بھی دوسری ضمیر "**إيّاكَ**" منفصل استعمال کی گئی ہے۔

والمختار في خبر باب الخ : یہاں سے مصنف اُس ضمیر کا حکم بیان فرمارہے ہیں جو افعال ناقصہ کی خبر واقع ہو۔فرماتے ہیں کہ اگر بابِ "**كَانَ**" یعنی افعال ناقصہ کی خبر ضمیر ہو،تو اگر چہ اُس ضمیر کو متصل لانا بھی جائز ہے؛لیکن مختار اور پسندیدہ یہ ہے کہ اُس کو منفصل لایا جائے؛ جیسے: **كُنْتُ إيّاهُ**.

فائدہ: اگر مبتدا کی خبر ضمیر ہو،تو اُس کو منفصل لانا واجب ہے، متصل نہیں لا سکتے؛ جیسے: **زيدٌ هو.**
(غایۃ التحقیق ص:۲۷۸)

والأكثر لولا أنت الخ : یہاں سے مصنف "**لَوْلَا** امتناعیہ" اور "**عَسٰى**" کے بعد آنے والی ضمیر کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اہل عرب اکثر "**لَوْلَا** امتناعیہ" کے بعد ضمیر منفصل اور "**عَسٰى**" کے بعد ضمیر متصل لاتے ہیں؛ جیسے: **لَوْلَا أَنْتَ، لَوْلَا أَنْتُمَا، لَوْلَا أَنْتُمْ، لَوْلَا أَنْتِ، لَوْلَا أَنْتُنَّ، لَوْلَا أَنَا، لَوْلَا نَحْنُ، لَوْلَا هُوَ، لَوْلَا هُمَا، لَوْلَا هُمْ، لَوْلَا هِيَ، لَوْلَا هُنَّ.** اور **عَسَيْتَ، عَسَيْتُمَا، عَسَيْتُمْ،**

www.besturdubooks.net

وَ نُوْنُ الْوِقَایَةِ مَعَ الیَاءِ لَازِمَةٌ فِی الْمَاضِیْ، وَفِی الْمُضَارِعِ عَرِیًّا عَنْ نُوْنِ الْإِعْرَابِ.

ترجمہ : اورنونِ وقایہ کو ''یائے متکلم'' کے ساتھ لانا ضروری ہے ماضی میں، اور مضارع میں درآں حالیکہ وہ نونِ اعرابی سے خالی ہو۔

عَسَیْتِ، عَسَیْتُنَّ، عَسَیْتُ، عَسَیْنَا، عَسٰی، عَسَیَا، عَسَوْا، عَسَتْ، عَسَتَا، عَسَیْنَ .

اور کبھی اِن دونوں کے بعد ضمیر متصل لے آتے ہیں؛ جیسے: لَوْلَاکَ، لَوْلَاکُمَا، لَوْلَاکُمْ .... اور عَسَاکَ، عَسَاکُمَا، عَسَاکُمْ ....

فائدہ: ''لَوْلَا'' کے بعد اکثر مبتدا آتا ہے اور ''عَسٰی'' کے بعد اُس کا فاعل آتا ہے، اس لیے اِن کے بعد کوئی ضمیر مرفوع متصل آنی چاہئے تھی، حالاں کہ یہاں اِن کے بعد جو ضمیریں (مثلاً: کَ، کُمَا وغیرہ) لائی گئی ہیں وہ ضمیر منصوب متصل ہیں، اس لیے اس میں تاویل کی گئی ہے۔

امام اخفش نے یہ تاویل کی ہے کہ ''لَوْلَاکَ'' میں ''کَ'' ضمیر مجرور متصل ہے جو یہاں بطور عاریت مرفوع متصل کی جگہ استعمال کی گئی ہے، اور ''عَسَاکَ'' میں ''کَ'' ضمیر منصوب متصل ہے جو یہاں بطور عاریت مرفوع متصل کی جگہ استعمال کی گئی ہے۔

اور امام سیبویہ فرماتے ہیں کہ ''لَوْلَا'' یہاں حرف جر ہے اور اُس کے بعد ''کَ'' ضمیر مجرور متصل اُس کا مجرور ہے، اور ''عَسَاکَ'' میں ''عَسٰی'' ''لَعَلَّ'' کے معنی میں ہے؛ کیوں کہ دونوں میں ترجی کے معنی ہیں اور ''لَعَلَّ'' کے ساتھ ضمیر منصوب متصل آتی ہے، اس لیے یہاں ''عسٰی'' کے بعد بھی ضمیر منصوب متصل آئی ہے۔ (غایۃ التحقیق ص:۲۷۹)

و نون الوقایة مع الخ: یہاں سے مصنف ''نونِ وقایہ'' کے مواقع بیان فرمارہے ہیں۔

نونِ وقایہ کی تعریف: نونِ وقایہ: وہ نون ہے جو فعل اور حرف کے آخر کو کسرہ سے بچانے کے لیے لایا جائے؛ جیسے: خَلَقَنِیْ، یَنْصُرُنِیْ، إِنَّنِیْ . دو مواقع ایسے ہیں کہ جہاں ''نونِ وقایہ'' کو لانا واجب ہے:

(۱) فعل ماضی کے آخر میں ''یائے متکلم'' آجائے، تو چوں کہ ''یائے متکلم'' اپنے سے پہلے کسرہ چاہتی ہے، اس لیے وہاں فعل ماضی کے آخر کو کسرہ سے بچانے کے لیے ''یائے متکلم'' سے پہلے ''نونِ وقایہ'' کو لانا واجب ہے؛ جیسے: ضَرَبَنِیْ، ضَرَبَانِیْ، ضَرَبُوْنِیْ......

(۲) فعل مضارع کے وہ صیغے جو ''نونِ اعرابی'' سے خالی ہوں (یعنی واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم، جمع متکلم اور جمع مؤنث غائب وحاضر) اگر اُن کے آخر میں ''یائے متکلم''

www.besturdubooks.net

وَأَنـتَ مَـعَ النُّوْنِ فِيهِ، وَ"لَدُنْ"، وَ"إِنَّ" وَأَخَوَاتِهَا مُخَيَّرٌ . وَيُخْتَارُ فِي "لَيْتَ"، وَ"مِنْ"، وَ"عَنْ"، وَ"قَدْ" وَ"قَطْ". وَعَكْسُهَا "لَعَلَّ".

ترجمه : اورآپ کواختیار ہے (نونِ وقایہ کولانے اورنہ لانے کا) اُس نونِ اعرابی کے ساتھ جومضارع میں ہو، اور "لَدُنْ" اور "إِنَّ" اوراُس کے نظائر کے ساتھ۔ اوراُس (یعنی نونِ وقایہ) کوپسند کیاجاتا ہے "لَيْتَ"، "مِنْ"، "عَنْ"، "قَدْ" (بمعنی حَسْبُ) اور "قَطْ" (بمعنی حَسْبُ) میں۔ اور "لَعَلَّ" اِن کے برعکس ہے۔

آجائے تو اُن میں بھی "یائے متکلم" سے پہلے"نونِ وقایہ" کولانا ضروری ہے؛ جیسے: يَضْرِبُنِي، تَضْرِبُنِي، تَضْرِبُنِي، أَضْرِبُنِي، نَضْرِبُنِي، يَضْرِبْنَنِي، تَضْرِبْنَنِي .

وأنت مع النون الخ: تین مواقع ایسے ہیں کہ جہاں "نونِ وقایہ" کولانا بھی جائز ہے اورنہ لانا بھی:

(۱) فعل مضارع کے جن صیغوں میں "نونِ اعرابی" آتا ہے (یعنی تثنیہ مذکر غائب وحاضر، تثنیہ مؤنث غائب وحاضر، جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر)، اگراُن کے آخرمیں "یائے متکلم" آجائے تو اُن میں "یائے متکلم" سے پہلے"نونِ وقایہ" کولانے اورنہ لانے میں اختیار ہے، "نونِ وقایہ" لاکر يَضْرِبَانِنِي تَضْرِبَانِنِي، يَضْرِبُوْنَنِي، تَضْرِبُوْنَنِي، تَضْرِبِيْنَنِي بھی کہہ سکتے ہیں، اوربغیر"نونِ وقایہ" کے يَضْرِبَانِي، تَضْرِبَانِي، يَضْرِبُوْنِي، تَضْرِبُوْنِي اور تَضْرِبِيْنِي بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۲) "لَدُنْ" کی "یائے متکلم" کی طرف اضافت کردی جائے، تو وہاں بھی "یائے متکلم" سے پہلے "نونِ وقایہ" کولانے اورنہ لانے میں اختیار ہے؛ جیسے: لَدُنِّي اور لَدُنِي .

(۳) "إِنَّ" اوراُس کے نظائر: "أَنَّ"، "كَأَنَّ" اور "لٰكِنَّ" کااسم "یائے متکلم" ہو، تو وہاں بھی "یائے متکلم" سے پہلے"نونِ وقایہ" کولانے اورنہ لانے میں اختیار ہے؛ جیسے: إِنَّنِي، إِنِّي، كَأَنَّنِي، كَأَنِّي وغیرہ۔

ويختار في "ليت" الخ: اگر "لَيْتَ"، "مِنْ"، "عَنْ"، "قَدْ" اور "قَطْ" (بمعنی حَسْبُ) کے آخرمیں "یائے متکلم" آجائے، تواگرچہ وہاں "یائے متکلم" سے پہلے "نونِ وقایہ" کونہ لانا بھی جائز ہے؛ جیسے: لَيْتِي، مِنِي، عَنِي، قَدِي اور قَطِي، مگرمختاراورپسندیدہ یہ ہے کہ وہاں "یائے متکلم" سے پہلے"نونِ وقایہ" کولایاجائے؛ جیسے: لَيْتَنِي، مِنِّي، عَنِّي، قَدْنِي، قَطْنِي .

اور "لَعَلَّ"، حرف مشبہ بالفعل کامعاملہ اِس کے برعکس ہے، یعنی اگر "لَعَلَّ" کااسم "یائے متکلم" ہو، تو وہاں اگرچہ "یائے متکلم" سے پہلے"نونِ وقایہ" کولانا بھی جائز ہے؛ جیسے: لَعَلَّنِي؛ مگرمختاراورپسندیدہ یہ ہے کہ وہاں "نونِ وقایہ" کونہ لایاجائے؛ جیسے: لَعَلِّي .

www.besturdubooks.net

وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدأَ وَالْخبَرِ - قَبْلَ الْعَوَامِلِ وَبَعْدَهَا - صِيغَةُ مَرْفُوعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدَأ، وَيُسَمّٰى فَصْلًا، لِيَفْصِلَ بَيْنَ كَوْنِهٖ خَبَرًا وَنَعْتًا. وَشَرْطُهٗ: أَنْ يَّكُوْنَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً أَوْ أَفْعَلَ مِنْ كَذَا؛ مِثْلُ: كَانَ زَيْدٌ هُوَ أَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو.

ترجمہ: اور مبتدا اور خبر کے درمیان لایا جاتا ہے- عوامل (کے داخل ہونے) سے پہلے اور عوامل کے (داخل ہونے کے) بعد- ایسے مرفوع منفصل کا صیغہ جو مبتدا کے مطابق ہو، اور نام رکھا جاتا ہے اُس کا ضمیر فصل، تا کہ وہ فصل کر دے اُس کے خبر اور صفت ہونے کے درمیان۔ اور اُس کی شرط یہ ہے کہ: خبر معرفہ یا اسم تفضیل "مِنْ" کے ساتھ ہو؛ جیسے: كَانَ زَيْدٌ هُوَ أَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو (زید عمرو سے افضل تھا)۔

قوله: ويتوسط بين المبتدأ الخ: یہاں سے مصنف ضمیر فصل کو بیان فرما رہے ہیں:

ضمیر فصل کی تعریف: ضمیر فصل وہ ضمیر مرفوع منفصل کا صیغہ ہے جو (عامل لفظی کے داخل ہونے سے پہلے یا عامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد) مبتدا اور خبر کے درمیان لایا جائے اور وہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، متکلم، مخاطب اور غائب ہونے میں مبتدا کے مطابق ہو، بشرطیکہ خبر معرفہ یا اسم تفضیل 'مِـن'' کے ساتھ ہو، خبر کے معرفہ ہونے کی مثال، جیسے: زیدٌ هُوَ القائمُ میں ھو ضمیر فصل ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿كُنتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ (آپ ان کے اوپر نگہبان ہیں) میں أنت ضمیر فصل ہے؛ اس لئے کہ پہلی مثال میں (عامل لفظی کے داخل ہونے سے پہلے) ھو ضمیر مرفوع منفصل کا صیغہ "زید" مبتدا اور "القائم" خبر معرفہ کے درمیان لایا گیا ہے اور ھو: واحد، مذکر اور غائب ہونے میں زید مبتدا کے مطابق ہے، اور دوسری مثال میں ("كَانَ" عامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد) "أنت"، ضمیر مرفوع منفصل کے صیغہ کو "ت"، ضمیر مبتدا (اس لئے کہ کان کا اسم اصل کے اعتبار سے مبتدا ہوتا ہے) اور "الرقيب" خبر معرفہ کے درمیان لایا گیا ہے اور أنت: واحد، مذکر اور مخاطب ہونے میں "ت"، ضمیر مبتدا کے مطابق ہے۔

اسم تفضیل کی مثال؛ جیسے: كان زيدٌ هو أفضلَ من عمرٍو [1]، اس مثال میں ھو ضمیر فصل ہے؛ اس لئے کہ اس کو (عامل لفظی کان کے داخل ہونے کے بعد) زید مبتدا اور أفضل من عمرو خبر (جو کہ اسم تفضیل مِنْ کے ساتھ ہے) کے درمیان لایا گیا ہے اور یہ واحد، مذکر اور غائب ہونے میں زید مبتدا کے مطابق ہے۔

ويسمى فصلًا الخ: ضمیر فصل کو ضمیر فصل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اُن صورتوں میں جن میں خبر کا

---

(۱) كان فعل ناقص، زید اس کا اسم، ھو ضمیر فصل لا محل له من الاعراب، أفضل من عمرو شبہ جملہ خبر، کان فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَلا مَوْضِعَ لَهُ عِنْدَ الْخَلِيْلِ، وَبَعْضُ الْعَرَبِ يَجْعَلُهُ مُبْتَدَأً، وَمَابَعْدَهُ خَبَرَهُ .
وَيَتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ ضَمِيْرُ غَائِبٍ يُسَمّٰى ضَمِيْرَ الشَّانِ وَالْقِصَّةِ يُفَسَّرُ بِالْجُمْلَةِ بَعْدَهُ .

ترجمہ: اور ضمیر فصل کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا امام خلیل کے نزدیک، اور بعض اہل عرب اُس کو مبتدا بناتے ہیں اور اُس کے مابعد کو اُس کی خبر۔

اور جملہ سے پہلے آتی ہے ایک ضمیر غائب، نام رکھا جاتا ہے اُس کا ضمیر شان اور ضمیر قصہ، جس کی تفسیر کی جاتی ہے اُس جملہ کے ذریعے جو اُس کے بعد ہوتا ہے۔

صفت کے ساتھ التباس ہوتا ہے، خبر اور صفت کے درمیان فرق کرنے کے لئے آتی ہے، یعنی خبر کو صفت کے ساتھ ملتبس ہونے سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور جن صورتوں میں خبر کا صفت کے ساتھ التباس نہیں ہوتا، باب کی موافقت کے لئے اُن کو بھی اُن صورتوں پر محمول کرلیا گیا ہے جن میں التباس ہوتا ہے، چناں چہ ﴿كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ میں اگر ضمیر فصل نہ لاتے اور "**کنت الرقیب علیهم**" کہتے تو خبر کا صفت کے ساتھ کوئی التباس نہ ہوتا؛ اس لئے کہ یہاں مبتدا ضمیر ہے اور ضمیر موصوف نہیں بن سکتی؛ لیکن اس کے باوجود باب کی موافقت کے لئے یہاں أنت ضمیر فصل کو لایا گیا ہے۔

ولا موضع له عند الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ضمیر فصل کا ترکیب میں اعتبار ہوگا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام خلیل کہتے ہیں کہ ضمیر فصل حرف ہوتی ہے، اسم نہیں ہوتی، لہٰذا اس کا ترکیب میں کوئی اعتبار نہیں ہوگا، ترکیب کرتے وقت اس کو ضمیر فصل **لا محل له من الاعراب** کہیں گے۔ اور بعض اہل عرب کی رائے یہ ہے کہ دیگر ضمائر کی طرح ضمیر فصل بھی اسم ہوتی ہے؛ لہٰذا ترکیب میں اس کا اعتبار ہوگا، ترکیب میں اس کو مبتداء ثانی اور مابعد کو اُس کی خبر بنا کر پورے جملے کو ماقبل مبتدائے اول کی خبر بنائیں گے۔ اسی اختلاف کی رعایت کرتے ہوئے ماقبل میں مصنف نے "**ضمیر مرفوع منفصل**" کے بجائے "**صیغة مرفوع منفصل**" فرمایا؛ اس لئے کہ صیغہ کا لفظ حرف اور اسم دونوں کو شامل ہے۔

قوله: ویتقدم قبل الجملة الخ: یہاں سے مصنف ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو بیان فرمارہے ہیں:

ضمیر شان کی تعریف: ضمیر شان وہ ضمیر مذکر ہے جس کا ماقبل میں لفظاً یا معنیً کوئی مرجع مذکور نہ ہو اور اُس کے بعد جملہ خبریہ ہو جو اُس کی تفسیر کررہا ہو؛ جیسے: **هو زيدٌ قائمٌ** میں **هو** ضمیر شان ہے؛ اس لئے کہ اس کا ماقبل میں لفظاً یا معنیً کوئی مرجع مذکور نہیں ہے اور اس کے بعد "**زيدٌ قائم**" جملہ خبریہ ہے جو اس کی تفسیر کررہا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَيَكُوْنُ مُنْفَصِلًا، وَمُتَّصِلًا مُسْتَتِرًا وَبَارِزًا عَلٰى حَسَبِ الْعَوَامِلِ؛ نَحْوُ: هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ، وَكَانَ زَيْدٌ قَائِمٌ، وَإِنَّهٗ زَيْدٌ قَائِمٌ .

ترجمہ: اور وہ (یعنی ضمیر شان اور ضمیر قصہ) منفصل، متصل، مستتر اور بارز ہوتی ہے عوامل کے اعتبار سے؛ جیسے: هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ (شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہے)، كَانَ زَيْدٌ قَائِمٌ، إِنَّهٗ زَيْدٌ قَائِمٌ .

ضمیر قصہ کی تعریف: ضمیر قصہ وہ ضمیر مؤنث ہے جس کا ماقبل میں لفظاً یا معنیً کوئی مرجع مذکور نہ ہو اور اُس کے بعد جملہ خبریہ ہو جو اُس کی تفسیر کر رہا ہو؛ جیسے: إنها زينبُ قائمةٌ میں ھا ضمیر قصہ ہے؛ اس لئے کہ اس کا ماقبل میں لفظاً یا معنیً کوئی مرجع مذکور نہیں ہے اور اس کے بعد زینبُ قائمةٌ جملہ خبریہ ہے جو اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

فائدہ (۱): ضمیر شان اور ضمیر قصہ صرف مفرد غائب کی ضمیر ہوتی ہے، متکلم، مخاطب اور تثنیہ و جمع غائب کی ضمیر، ضمیر شان اور ضمیر قصہ نہیں ہوتی، نیز ضمیر شان اور ضمیر قصہ جملہ خبریہ سے پہلے ہوتی ہے، خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ، مفرد یا جملہ انشائیہ سے پہلے نہیں ہوتی۔

فائدہ (۲): چوں کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ اس شان اور قصہ کی طرف لوٹتی ہے جو متکلم کے ذہن میں ہوتا ہے اور بعد میں آنے والا جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے، اس لئے ان کو ضمیر شان اور ضمیر قصہ کہتے ہیں۔

ويكون منفصلا ومتصلا الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ اپنے عامل کے اعتبار سے کبھی منفصل ہوتی ہے اور کبھی متصل، پھر متصل ہونے کی صورت میں کبھی مستتر ہوتی ہے اور کبھی بارز۔ اگر ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا عامل معنوی ہو، اس طور پر کہ وہ مبتدا واقع ہو، تو وہ منفصل ہوگی؛ جیسے: هو زيدٌ قائمٌ [1] میں ”هو“ ضمیر شان منفصل ہے؛ اس لیے کہ یہاں اس کا عامل (ابتداء) معنوی ہے۔

اور اگر اُس کا عامل لفظی ہو اور وہ ضمیر مستتر کی صلاحیت رکھتا ہو، تو وہاں ضمیر شان اور ضمیر قصہ متصل مستتر ہوگی؛ جیسے: كان زيدٌ قائمٌ، یہاں ”كان“ میں ”هو“ ضمیر شان متصل مستتر ہے؛ اس لیے کہ یہاں اُس کا عامل ”كانَ“ عامل لفظی ہے اور وہ ماضی کا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہونے کی وجہ سے ضمیر مستتر کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اور اگر عامل ضمیر مستتر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، تو وہاں ضمیر شان اور ضمیر قصہ متصل بارز ہوگی؛ جیسے: إنّه زيدٌ قائمٌ میں ”هاء“ ضمیر شان متصل بارز ہے؛ اس لیے کہ یہاں اُس کا عامل: ”إنّ“ حرف مشبہ بالفعل اگر چہ عامل لفظی ہے؛ مگر وہ ضمیر مستتر کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

---

(۱) هو ضمیر شان مبتدا اول، زيد مبتدا ثانی، قائم شبہ جملہ خبر، مبتدا ثانی اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا اول اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح كان زيدٌ قائمٌ اور إنه زيدٌ قائمٌ کی ترکیب کر لی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَحَذْفُهُ مَنصُوبًا ضَعِيفٌ؛ إِلَّا مَعَ "أَنَّ" إِذَا خُفِّفَتْ؛ فَإِنَّهُ لَازِمٌ .
أَسْمَاءُ الْإِشَارَةِ : مَا وُضِعَ لِمُشَارٍ إِلَيْهِ . وَهِيَ: ذَا لِلْمُذَكَّرِ، وَلِمُثَنَّاهُ ذَانِ وَ ذَيْنِ، وَلِلْمُؤَنَّثِ تَا، وَذِيْ، وَتِيْ، وَتِهْ، وَذِهْ، وَتِهِيْ، وَذِهِيْ، وَلِمُثَنَّاهُ تَانِ وَتَيْنِ، وَ لِجَمْعِهِمَا أُولَاءِ مَدًّا وَقَصْرًا .

ترجمه : اور ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو منصوب ہونے کی حالت میں حذف کرنا ضعیف ہے؛ مگر یہ کہ وہ "أَنَّ" کے ساتھ ہو جب کہ اُس (یعنی أنّ) میں تخفیف کرلی گئی ہو، تو وہ (یعنی حذف کرنا) ضروری ہے۔
اسمائے اشارہ: وہ اسماء ہیں جو مشار الیہ کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔ اور وہ ذَا ہے واحد مذکر کے لیے، اور تثنیہ مذکر کے لیے ذَانِ اور ذَیْنِ، واحد مؤنث کے لیے تَا، ذِیْ، تِیْ، تِہْ، ذِہْ، تِہِیْ، ذِہِیْ، تثنیہ مؤنث کے لیے تَانِ اور تَیْنِ، اور جمع مذکر و مؤنث کے لیے أُولَاءِ مدا ور قصر کے ساتھ۔

و حذفه منصوبا ضعيف الخ : یہاں سے مصنف ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو حذف کرنے کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر ضمیر شان اور ضمیر قصہ منصوب ہو، تو اُس کو حذف کرنا جائز تو ہے؛ مگر ضعیف ہے، البتہ اگر وہ "أَنَّ" حرف مشبہ بالفعل کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہو اور "أَنَّ" کی تشدید ختم کر کے اُس میں تخفیف کرلی گئی ہو، تو وہاں ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو حذف کرنا ضروری ہے؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَ آخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾، یہاں "أَنْ" مخففہ من المثقلہ ہے، اور اس کا اسم ضمیر شان ہے جس کو یہاں سے حذف کردیا گیا ہے۔
نوٹ: یہاں حذف کرنے سے مراد یہ ہے کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو متکلم اپنی نیت اور مراد میں باقی رکھے اور لفظوں سے حذف کردے۔
فائدہ: اگر ضمیر شان اور ضمیر قصہ مرفوع ہو، تو اُس کو حذف کرنا جائز نہیں۔ (شرح جامی ص:۲۴۱)
قوله: أسماء الإشارة الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی دوسری قسم اسمائے اشارہ کو بیان فرمارہے ہیں:
اسم اشارہ کی تعریف: اسم اشارہ وہ اسم مبنی ہے جو مشار الیہ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔
مشار الیہ: وہ اسم ہے جس کی طرف اشارۂ حسیہ کیا جائے؛ جیسے: **هذا القلمُ** میں **هذا** اسم اشارہ اور **القلم** مشار الیہ ہے؛ اس لئے کہ **هذا** کے ذریعہ **قلم** کی طرف اشارۂ حسیہ کیا جارہا ہے۔
اسمائے اشارہ پانچ طرح کے الفاظ ہیں جو چھ معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں: (۱) ذَا واحد مذکر کے لئے (۲) ذانِ اور ذینِ تثنیہ مذکر کے لئے (۳) تا، تِیْ، تِہْ، ذِیْ، ذِہْ، ذِہِیْ اور تِہِیْ واحد مؤنث کے لئے

www.besturdubooks.net

وَيَلْحَقُهَا حَرْفُ التَّنْبِيهِ . وَيَتَّصِلُ بِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ، وَهِيَ خَمْسَةٌ فِي خَمْسَةٍ، فَيَكُوْنُ خَمْسَةً وَّعِشْرِيْنَ، وَهِيَ: ذَاكَ إِلٰى ذَاكُنَّ، وَذَانِكَ إِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ .

ترجمہ : اورلاحق ہوجاتا ہےان کے شروع میں حرفِ تنبیہ۔اور متصل ہوجاتا ہےان کے ساتھ حرفِ خطاب، اوروہ پانچ الفاظ ہیں،جن کو پانچ (طرح کے اسمائے اشارہ) میں ضرب دیا جائے تو کل پچیس الفاظ ہوجائیں گے۔اوروہ ذَاکَ ہےذَاکُنَّ تک،اور ذَانِکَ سے ذَانِکُنَّ تک،اوراسی طرح باقی ہیں۔

---

(۴) تَانِ اورتَيْنِ تثنیہ مؤنث کے لئے (۵) أولاء مد کے ساتھ اور أولٰی قصر کے ساتھ (یعنی بغیر مد کے) جمع مذکرومؤنث کے لئے۔

ویلحقها حرف الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی اسمائے اشارہ کے شروع میں مخاطب کومتنبہ کرنے کے لئے ہائے تنبیہ داخل کردی جاتی ہے، جیسے:هذا، هذان اورهو لاء وغیرہ۔

ویتصل بها حرف الخ: اورکبھی اسمائے اشارہ کے آخرمیں مخاطب کےاحوال یعنی افراد،تثنیہ،جمع اور تذکیروتانیث پردلالت کرنے کے لئے حرف خطاب زیادہ کردیا جاتا ہے، جیسے:ذاکَ (جب کہ مخاطب واحد مذکرہو)، ذاکِ (جب کہ مخاطب واحدمؤنث ہو)، ذاکما (جب کہ مخاطب تثنیہ مذکریا مؤنث ہو)، ذاکم (جب کہ مخاطب جمع مذکرہو)اورذاکنّ (جب کہ مخاطب جمع مؤنث ہو)وغیرہ۔اسمائے اشارہ کی طرح حرف خطاب بھی پانچ ہیں جو چھ معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں:(۱)کَ واحد مذکر کے لئے (۲)کُمَا تثنیہ مذکر ومؤنث کے لئے (۳)کُمْ جمع مذکر کے لئے (۴)کِ واحد مؤنث کے لئے (۵)کُنَّ جمع مؤنث کے لئے، جب اِن پانچ کواسمائے اشارہ کی مذکورہ پانچ انواع میں ضرب دیا جائے گا تو کل پچیس الفاظ نکلیں گے:ذاکَ، ذاکما، ذاکم، ذاکِ، ذاکنّ . ذانک، ذانکما، ذانکم، ذانکِ، ذانکنّ . تاک، تاکما، تاکم، تاکِ، تاکنّ . تانک، تانکما، تانکم، تانکِ، تانکنّ . أولائک، أولائکما، أولائکم، أولائکِ، أولائکنّ .

فائدہ(۱): ذِیْ ، تِہٗ اورذِہٗ کےعلاوہ مذکورہ تمام اسمائے اشارہ کے آخرمیں حرف خطاب زیادہ کیا جاسکتا ہے، ذِیْ ،تِہٗ اورذِہٗ کے آخرمیں حرف خطاب زیادہ کرنا صحیح نہیں۔

فائدہ(۲): کبھی ہائے تنبیہ کےعوض اسم اشارہ کے آخرمیں حرف خطاب سے پہلے ''لام'' زیادہ کردیتے ہیں، جیسے: ذالک وغیرہ۔

www.besturdubooks.net

وَيُقَالُ "ذَا" لِلْقَرِيبِ، وَ"ذٰلِكَ" لِلْبَعِيدِ، وَ"ذَاكَ" لِلْمُتَوَسِّطِ . وَ "تِلْكَ" وَ "تَانِّكَ"، وَ"ذَانِّكَ" مُشَدَّدَتَيْنِ وَ"أُولَائِكَ" مِثْلُ "ذٰلِكَ". وَأَمَّا "ثَمَّ" وَ "هُنَا"، وَ"هِنَّا" فَلِلْمَكَانِ خَاصَّةً .

ترجمہ: اور بولا جاتا ہے "ذَا" مشار الیہ قریب کے لیے، اور "ذٰلِکَ" بعید کے لیے اور "ذَاکَ" متوسط کے لیے۔ اور "تِلْکَ"، "تَانِّکَ" اور "ذَانِّکَ" تشدید کے ساتھ، اور "أُولٰئِکَ": "ذٰلِکَ" کی طرح ہیں۔ اور بہرحال "ثَمَّ" ، "هُنَا" اور "هِنَّا" تو یہ خاص طور پر مکان کے لیے آتے ہیں۔

ویقال ذا للقریب الخ: یہاں سے مصنف ایک فائدہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ **ذا** مشار الیہ قریب کے لئے، **ذلک** مشار الیہ بعید کے لئے اور **ذاک** مشار الیہ متوسط (یعنی جو نہ زیادہ قریب ہو اور نہ زیادہ دور) کے لئے آتا ہے۔ نیز **تِلْکَ، ذَانِّکَ، تَانِّکَ** (نون کی تشدید کے ساتھ) اور **أُولٰئِکَ**: **ذلک** کی طرح مشار الیہ بعید کے لئے اور **تَانِکَ، ذَانِکَ** (بغیر نون کی تشدید کے) اور **أُولَاکَ** (بغیر لام کے)، **ذاک** کی طرح مشار الیہ متوسط کے لئے آتے ہیں۔ اور جو اسمائے اشارہ متوسط کے لیے آتے ہیں، اگر اُن سے حرف خطاب کو حذف کردیا جائے تو وہ مشار الیہ قریب کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ (شرح جامی ص:۲۴۴)

وأما ثمّ وھنا الخ: یہاں سے مصنف اُن اسمائے اشارہ کو بیان فرمارہے ہیں جو صرف مکان کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں: **ثَمَّ، هُنَا، هِنَّا، هَنَّا، هٰهنا، هُنَالِکَ، هُنَاکَ** اِن کا مشار الیہ ہمیشہ مکان ہوتا ہے، اور اگر کہیں یہ غیر مکان کے لئے استعمال ہوں، تو اُس کو مجاز پر محمول کیا جائے گا، **هُنَا** مکانِ قریب کے لئے **هٰهُنَا** اور **هُنَاکَ** مکانِ متوسط کے لئے، **هُنَالِکَ، هِنَّا، هَنَّا** اور **ثَمَّ** مکانِ بعید کے لئے آتے ہیں۔

فائدہ (۱): مشار الیہ کے مذکور اور جامد ہونے کی صورت میں اسم اشارہ کو مبدل منہ اور مشار الیہ کو بدل کہنا اولیٰ اور بہتر ہے؛ جیسے: **هذا القلمُ نفيسٌ** (یہ قلم عمدہ ہے)، اور مشتق ہونے کی صورت میں اسم اشارہ کو موصوف اور مشار الیہ کو صفت کہنا اولیٰ ہے؛ جیسے: **هذا العالمُ جيّدٌ** (یہ عالم اچھا ہے)، اور مشار الیہ کے مذکور نہ ہونے کی صورت میں اسم اشارہ کو مبتدا اور مابعد کو خبر کہیں گے؛ جیسے: **هذا رجلٌ** . (النحو الوافی ۱/۳۱۰، و۳/۳۶۲)

فائدہ (۲): مشار الیہ ہمیشہ اسم جنس معرف باللام ہوتا ہے اگر کہیں اسم اشارہ کے بعد معرف باللام نہ ہو تو وہاں مشار الیہ معرف باللام کو محذوف مانیں گے، جیسے: **هذا رجلٌ**، اس کی اصل: **هذا الانسانُ رجلٌ** ہے۔

فائدہ (۳): اسمائے اشارہ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسمائے اشارہ احتیاج میں حرف مبنی الاصل

www.besturdubooks.net

اَلْمَوْصُوْلُ : مَا لَا يَتِمُّ جُزْءً إِلَّا بِصِلَةٍ وَعَائِدٍ . وَصِلَتُهُ: جُمْلَةٌ خَبَرِيَّةٌ، وَ الْعَائِدُ ضَمِيْرٌ لَهُ . وَصِلَةُ الْأَلِفِ وَاللَّامِ: اِسْمُ الْفَاعِلِ وَاِسْمُ الْمَفْعُوْلِ .

ترجمه : اسم موصول: وہ اسم ہے جو بغیر صلہ اور عائد کے (جملہ کا) جزء تام نہ بن سکے۔ اور اُس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے، اور عائد اسم موصول کی (طرف لوٹنے والی) ضمیر ہے۔ اور ''الف لام'' (بمعنی الّذی) کا صلہ: اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے۔

کے مشابہ ہوتے ہیں، یعنی جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اسمائے اشارہ بھی اپنے معنی کی تعیین میں مشارالیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

قوله: الموصول الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی تیسری قسم: اسمائے موصولہ کو بیان فرمارہے ہیں:

اسم موصول کی تعریف: اسم موصول وہ اسم مبنی ہے جو بغیر صلہ اور عائد کے جملہ کا جزء تام نہ بن سکے۔

صلہ: وہ جملہ خبریہ ہے جو اسم موصول کے بعد اُس کے معنی پورا کرنے کے لئے لایا جائے، صلہ میں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے؛ جیسے: **جاء الذی أبوه قائمٌ** میں **الذی** اسم موصول ہے؛ اس لئے کہ یہ بغیر صلہ کے جملہ کا جزء تام نہیں بن سکتا، اور **أبوه قائم** جملہ خبریہ صلہ ہے؛ اس لئے کہ یہ **الذی** اسم موصول کے بعد اس کے معنی پورا کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

اسم موصول کا صلہ ہمیشہ جملہ خبریہ ہوتا ہے خواہ جملہ خبریہ حقیقۃً ہو؛ جیسے: مذکورہ مثال میں **أبوه قائم** اور **جاء الذی قام أبوه** میں **قام أبوه** صلہ ہے جو حقیقۃً جملہ خبریہ ہے، پہلا جملہ اسمیہ خبریہ ہے اور دوسرا جملہ فعلیہ خبریہ۔ یا جملہ خبریہ حکماً ہو (یعنی جملہ خبریہ کے معنی میں ہو) جیسے: **جاء نی الضارب زیدًا** میں **ضاربٌ زیدًا** الف لام بمعنی **الذی** اسم موصول کا صلہ ہے جو حکماً جملہ خبریہ ہے؛ اس لئے کہ یہ **یضرب زیدا** کے معنی میں ہے۔ جملہ انشائیہ صلہ نہیں بن سکتا۔

وصلة الألف واللام الخ: یہاں سے مصنف اسمائے موصولہ میں سے ''الف لام'' بمعنی **الذی** کے صلہ کے متعلق بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ الف لام بمعنی **الذی** اسم موصول کا صلہ بھی دیگر اسمائے موصولہ کی طرح جملہ خبریہ ہوتا ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ دیگر اسمائے موصولہ کا صلہ جملہ خبریہ حقیقۃً ہوتا ہے اور الف لام بمعنی **الذی** کا صلہ ہمیشہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جو حقیقۃً جملہ خبریہ نہیں ہوتا؛ بلکہ حکماً جملہ خبریہ ہوتا ہے؛ اس لئے کہ جو اسم فاعل اور اسم مفعول الف لام بمعنی **الذی** کا صلہ بنتے ہیں وہ فعل مضارع کے معنی میں ہوتے ہیں اور فعل مضارع اپنے معمول کے ساتھ جملہ فعلیہ خبریہ ہوتا ہے، جیسے: **جاء نی الضاربُ زیدًا**، اور

www.besturdubooks.net

وَهِيَ: اَلَّذِيْ، وَالَّتِيْ، وَاللَّذَانِ وَاللَّتَانِ بِالْأَلِفِ وَالْيَاءِ، وَالْأُلٰى، وَالَّذِيْنَ، وَاللَّائِيْ، وَاللَّاءِ، وَاللَّايِ، وَاللَّاتِيْ، وَاللَّوَاتِيْ، وَمَنْ، وَمَا، وَأَيٌّ، وَأَيَّةٌ، وَذُوْ الطَّائِيَّةُ، وَذَا بَعْدَ الْإِسْتِفْهَامِ، وَالْأَلِفُ وَاللَّامُ .

ترجمہ: اوروہ (یعنی اسمائے موصولہ) یہ ہیں: اَلَّذِیْ، اَلَّتِیْ، اَللَّذَانِ اوراللَّتَانِ الف اوریاء کے ساتھ، اَلْأُلٰی، اَلَّذِیْنَ، اَللَّائِیْ، اَللَّاءِ، اَللَّایِ، اَللَّاتِیْ، اَللَّوَاتِیْ، مَنْ، مَا، أَیٌّ، أَیَّةٌ، وہ ذُوْ جوقبیلۂ بنو طے کی طرف منسوب ہے، وہ ذَا جو مَا استفہامیہ کے بعد واقع ہو اورالف ولام (بمعنی اَلَّذِیْ)۔

جاء نی المضروبُ غلامُه، ان دونوں مثالوں میں ''الف لام'' بمعنی الذی اسم موصول ہے، پہلی مثال میں اس کا صلہ ضارب زیدًا اسم فاعل ہے جو یَضرِبُ زیدًا جملہ فعلیہ خبریہ کے معنی میں ہے، اور دوسری مثال میں اس کا صلہ مضروبٌ غلامُه اسم مفعول ہے جو یُضرَبُ غُلامُه جملہ فعلیہ خبریہ کے معنی میں ہے، حاصلِ کلام یہ ہے کہ الف لام بمعنی الذی کا صلہ لفظوں کے اعتبار سے شبہ جملہ اور معنی کے اعتبار سے جملہ خبریہ ہوتا ہے۔

وهی : الذی والتی الخ: اسمائے موصولہ یہ ہیں: اَلَّذِیْ واحد مذکر کے لئے، اَلَّذَانِ اور اَلَّذَیْنِ (الف اوریاء کے ساتھ) تثنیہ مذکر کے لئے، اَلَّتِیْ واحد مؤنث کے لئے، اللَّتَانِ اور اللَّتَیْنِ (الف اوریاء کے ساتھ) تثنیہ مؤنث کے لئے، الْأُلٰی اور اَلَّذِیْنَ جمع مذکر کے لئے، اَللَّائِیْ، اَللَّاءِ، اَللَّایِ، اَللَّاتِیْ اوراَللَّوَاتِیْ جمع مؤنث کے لئے۔

اورمَنْ اورمَا بمعنی الذی بھی اسم موصول ہیں، یہ دونوں واحد تثنیہ، جمع، مذکر ومؤنث کے لئے استعمال ہوتے ہیں، البتہ ''مَن'' اکثر ذوی العقول کے لئے اور ''ما'' اکثر غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے، جیسے: جاء نی مَن ضربک اور عَرفتَ مَا عَرَفْتَه اور کبھی یہ مجازًا ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال ہوتے ہیں، جیسے: ﴿یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ میں مَنْ، مَا کی جگہ غیر ذوی العقول کے لئے اور ﴿وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا﴾ میں مَا، مَنْ کی جگہ ذوی العقول کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اور أَیٌّ اور أَیَّةٌ بھی اسم موصول ہیں، '' أَیٌّ'' واحد، تثنیہ اور جمع مذکر کے لئے آتا ہے؛ جیسے: ضربتُ أَیُّهم فی الدار (مارا میں نے اُن میں سے اُس شخص کو جو گھر میں ہے)۔ اور ''أَیَّةٌ'' واحد، تثنیہ اور جمع مؤنث کے لئے آتا ہے؛ جیسے: ضربتُ أَیَّتُهنَّ فی الدار (مارا میں نے ان میں سے اُس عورت کو جو گھر میں ہے)۔

اور ذُو بھی قبیلۂ بنو طے کی لغت میں اَلَّذِیْ کے معنی میں اسم موصول ہے؛ جیسے: شاعر کا قول ہے۔ شعر:

فإِنَّ الماءَ ماءُ أبی وجدّی ☆ وبیریْ ذو حفرتُ وذو طویتُ

www.besturdubooks.net

وَالْعَائِدُ الْمَفْعُوْلُ يَجُوْزُ حَذْفُهُ .

ترجمہ: اور عائد مفعول کو حذف کرنا جائز ہے۔

اس شعر میں دونوں جگہ "ذو" بمعنی اَلَّتِیْ اسم موصول ہے، چناں چہ ذو حفرتُ، التی حفرتُها اور ذو طويتُ، التی طويتُها کے معنی میں ہے۔

اور وہ "ذَا" بھی اسم موصول ہے جو "مَا استفہامیہ" کے بعد واقع ہو؛ جیسے: مَا ذَا صَنَعْتَ؟ (تونے کیا کیا)، یہاں "ذَا" جو "ما استفہامیہ" کے بعد واقع ہے، الّذِیْ کے معنی میں اسم موصول ہے، یہ مَا الّذِیْ صنعتَ کے معنی میں ہے۔

اور "الف ولام" بمعنی الّذِیْ یا الّتِیْ بھی اسم موصول ہوتا ہے، بشرطے کہ وہ اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو؛ جیسے: جاء نی الضاربُ زیدًا، جاء نی المضروبُ غلامُهُ .

والعائد المفعول الخ: یہاں سے مصنف صلہ سے عائد (یعنی ضمیر) کو حذف کرنے کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر صلہ میں عائد مفعول بہ ہو تو لفظوں سے اُس کو حذف کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ ایسی ضمیر منصوب منفصل نہ ہو جو إلَّا کے بعد واقع ہو، نیز صلہ میں دو عائد نہ ہوں؛ جیسے: قَامَ الَّذِی ضَرَبتُ اس کی اصل قَامَ الّذِی ضَربتُه ہے، یہاں سے ھاء ضمیر عائد کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا؛ اس لئے کہ مفعول بہ کلام میں فضلہ ہوتا ہے اور فضلہ کو حذف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: اس کے علاوہ پانچ مواقع اور ہیں جہاں صلہ کے عائد کو حذف کرنا جائز ہے:

(۱) عائد مبتدا ہو، بشرطیکہ اس کی خبر جملہ، ظرف اور جار مجرور نہ ہو؛ جیسے: رَأَيتُ الَّذِی أَحْسَنُ، أی هُوَ أَحْسَنُ .

(۲) عائد مبتدا ہو اور أیٌّ یا أَيَّةٌ کے بعد واقع ہو؛ جیسے: أَيُّهم أشدُّ على الرحمنِ عتيًّا، أی هو أشدّ.

(۳) عائد مبتدا ہو اور صلہ طویل ہو؛ جیسے: وهو الذی فی السماء إلٰهٌ الخ ،أی هو فی السما إله .

(۴) عائد کسی متعین حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو؛ جیسے: أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنا، أی لما تأمرُنا به (یہاں عائد ایک متعینہ حرف جر یعنی "باء" کی وجہ سے مجرور ہے؛ اس لئے کہ أَمَرَ کا صلہ "باء" آتا ہے)۔

(۵) عائد کسی ایسے صیغۂ صفت کی وجہ سے مجرور ہو جو تقدیراً اُس کو نصب دے رہا ہو؛ جیسے: جاءَ الذی أنا ضَارِبٌ، أی أنا ضاربُه .

فائدہ: صلہ سے عائد کو حذف کرنا الف لام بمعنی الذی کے علاوہ دیگر اسمائے موصولہ کے ساتھ خاص

www.besturdubooks.net

وَإِذَا أَخْبَرْتَ بِـ "اَلَّذِیْ" صَدَّرْتَهَا، وَجَعَلْتَ مَوْضِعَ الْمُخْبَرِ عَنْهُ ضَمِيْرًا لَهَا وَ أَخَّرْتَهُ خَبَرًا عَنْهُ؛ فَإِذَا أَخْبَرْتَ عَنْ زَيْدٍ مِنْ ضَرَبْتُ زَيْدًا، قُلْتَ: اَلَّذِیْ ضَرَبْتُهُ زَيْدٌ . وَ كَذٰلِكَ الْأَلِفُ وَاللَّامُ فِی الْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ خَاصَّةً، لِيَصِحَّ بِنَاءُ اِسْمِ الْفَاعِلِ أَوِ الْمَفْعُوْلِ .

ترجمه : اور جب آپ خبر دیں "الّذیْ" کے ذریعہ، تو آپ اُس کو شروع میں لے آئیں، اور مخبر عنہ کی جگہ اُس (کلمۂ الّــذیْ) کی ضمیر رکھ دیں، اور اُس (مخبر عنہ) کو اسم موصول کی خبر بنا کر مؤخر کر دیں؛ پس جب آپ خبر دیں ضَرَبْتُ زَيْدًا کے جز: زید کے بارے میں، تو آپ کہیں گے: اَلَّذِیْ ضَرَبْتُهُ زَيْدٌ (وہ شخص جس کو میں نے مارا، زید ہے)۔ اور اسی طرح "الف لام" بمعنی الّذی ہے جملہ فعلیہ میں خاص طور پر، تا کہ اسم فاعل یا اسم مفعول کا وزن بنانا صحیح ہو۔

ہے۔ الف لام بمعنی الذی کے صلہ سے عائد کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

قوله: وإذا أخبرت الخ: یہاں سے مصنف اسم موصول کے ذریعہ خبر دینے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر آپ "الّذیْ" یا "الّتیْ" یا کسی اور اسم موصول کے ذریعہ جملہ کے کسی جز کے بارے میں خبر دینا چاہیں، تو اُس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ تین کام کریں: (۱) اسم موصول کو اُس جملہ کے شروع میں لے آئیں۔ (۲) مخبر عنہ (یعنی جملہ کے جس جز کے بارے میں آپ خبر دینا چاہتے ہیں اُس) کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر لے آئیں۔ (۳) مخبر عنہ کو اسم موصول کی خبر بنا کر مؤخر کر دیں؛ مثلاً: اگر آپ ضربتُ زیدًا کے جز: زید کے بارے میں "الذی" کے ذریعہ خبر دینا چاہیں، تو اولاً اُس کے شروع میں "الذی" اسم موصول لے آئیں، ثانیًا زید کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی "ہاء" ضمیر لے آئیں، ثالثاً زید کو "الّذی" کی خبر بنا کر مؤخر کر دیں، اور ایسے کہیں: الّذیْ ضربتُهُ زیدٌ .(۱)

وكذلك الألف واللام الخ: دیگر اسمائے موصولہ کی طرح "الف لام بمعنی الّذی" اسم موصول کے ذریعہ بھی مذکورہ طریقہ کے مطابق خبر دینا جائز ہے؛ مگر اُس کے لیے تین شرطیں ہیں:

(۱) جس جملہ کے جز کے متعلق خبر دینا چاہتے ہیں، وہ جملہ فعلیہ ہو، جملہ اسمیہ نہ ہو؛ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ "الف لام بمعنی الّذی" کا صلہ ہمیشہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے؛ لٰہذا جب "الف لام بمعنی الّذی" کے

(۱) الّذی اسم موصول، ضربتُ فعل بافاعل، ہ ضمیر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر مبتدا، زید خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

فَإِنْ تعَذَّرَ أَمْرٌ مِّنْهَا تعَذَّرَ الْإِخْبَارُ؛ وَمِنْ ثَمَّ امْتَنَعَ فِيْ ضَمِيْرِ الشَّانِ، وَ

ترجمہ: پس اگر متعذر رہو جائے مذکورہ امور میں سے کوئی امر، تو وہاں (اسم موصول کے ذریعہ) خبر دینا بھی متعذر رہوگا؛ اور اسی وجہ سے ممتنع ہے وہ (یعنی اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا) ضمیر شان میں، اور

ذریعہ خبر دیں گے، تو اُس کے صلہ کے لیے اسم فاعل یا اسم مفعول کی ضرورت پڑے گی، اور اسم فاعل اور اسم مفعول فعل ہی سے بنائے جاتے ہیں، اسم سے نہیں بنائے جاتے، اس لیے جملہ فعلیہ کا ہونا ضروری ہے، تاکہ اُس جملہ میں جو فعل ہے اُس سے اسم فاعل یا اسم مفعول بنایا جا سکے۔

(۲) اُس جملہ فعلیہ میں آنے والا فعل متصرف ہو، یعنی اُس سے ماضی، مضارع اور امر کے ساتھ اسمائے مشتقہ کی گردانیں بھی آتی ہوں، پس لیس زیدٌ منطلقًا کے جز زید کے متعلق ''الف لام بمعنی الّذی'' کے ذریعہ خبر دینا جائز نہیں؛ اس لیے کہ ''لیس'' فعل متصرف نہیں ہے، اس سے مضارع، امر اور اسمائے مشتقہ نہیں آتے۔

(۳) اُس فعل کے شروع میں کوئی ایسا حرف (مثلاً: سین، سوف، حرف نفی اور حرف استفہام) نہ ہو جو اسم فاعل اور اسم مفعول میں اپنے معنی کا فائدہ نہ دے سکے، پس سیقومُ زیدٌ کے جز زید کے بارے میں ''الف لام بمعنی الّذی'' کے ذریعہ خبر دینا جائز نہیں؛ اس لیے کہ جب یقوم سے قائمٌ اسم فاعل بنائیں گے، تو اُس میں سین کے معنی (طلب) باقی نہیں رہیں گے۔

اگر یہ تینوں شرطیں پائی جائیں، تو ''الف لام بمعنی الّـــذی'' کے ذریعہ خبر دینا جائز ہے، اس طور پر کہ ''الف لام'' کو جملہ کے شروع میں لے آئیں، اور اُس جملہ میں جو فعل ہے اُس سے معروف ہونے کی صورت میں اسم فاعل اور مجہول ہونے کی صورت میں اسم مفعول بنا کر اُس کو ''الف لام'' کا صلہ بنا دیں، اور مخبر عنہ (یعنی جملے کے جس جز کے متعلق خبر دینا چاہتے ہیں اُس) کی جگہ ''الف لام'' کی طرف لوٹنے والی ضمیر لے آئیں، اور مخبر عنہ کو خبر بنا کر مؤخر کر دیں؛ مثلاً: ضـربَ زیدٌ ایک جملہ فعلیہ ہے، اگر آپ اس کے جز: زید کے متعلق ''الف لام بمعنی الّذی'' کے ذریعہ خبر دینا چاہیں، تو اس طرح کہیں گے: الضاربُ زیدٌ؛ اس لیے کہ یہاں تینوں شرطیں موجود ہیں؛ کیوں کہ ضـرب زیدٌ جملہ فعلیہ بھی ہے، اور اُس میں ضربَ فعل متصرف بھی ہے؛ اس لیے کہ اس سے ماضی، مضارع اور امر کے علاوہ اسمائے مشتقہ کی گردانیں بھی آتی ہیں، اور اُس کے شروع میں کوئی ایسا حرف (مثلاً: سین، سوف، حرف نفی اور حرف استفہام) بھی نہیں ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول میں اپنے معنی کا فائدہ نہ دے سکے۔

فإن تعذر أمر الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مذکورہ امور (یعنی جملہ کے شروع میں

www.besturdubooks.net

الْمَوْصُوْفِ، وَالصِّفَةِ، وَالْمَصْدَرِ الْعَامِلِ، وَالْحَالِ، وَالضَّمِيْرِ الْمُسْتَحِقِّ لِغَيْرِهَا، وَالْاِسْمِ الْمُشْتَمِلِ عَلَيْهِ .

ترجمہ : موصوف، صفت، مصدرِ عامل، حال اور اُس ضمیر میں جو اسم موصول کے علاوہ کی مستحق ہو، اور اُس اسم میں جو ضمیر مستحق پر مشتمل ہو۔

اسم موصول کو لانا، اور مخبر عنہ کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لانا اور مخبر عنہ کو خبر بنا کر مؤخر کرنا) میں سے کوئی امر متعذر رہو جائے، تو وہاں اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا متعذر (یعنی ناجائز) ہوگا۔ مصنف نے یہاں اس طرح کے سات مواقع بیان کیے ہیں:

۱- جملہ میں کوئی ضمیر شان ہو، تو اُس کے متعلق اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا جائز نہیں؛ اس لیے کہ وہاں ضمیر شان کو خبر بنا کر مؤخر کرنا پڑے گا اور یہ جائز نہیں؛ اس لیے کہ اس صورت میں اُس جملہ کا جو ضمیر شان کے بعد آکر اُس کی تفسیر کرتا ہے، ضمیر شان پر مقدم ہونا لازم آئے گا، اور یہ درست نہیں؛ کیوں کہ ضمیر شان کو اُس جملہ پر مقدم کرنا واجب ہے جو اُس کی تفسیر کرتا ہے۔ لہٰذا **هو زيدٌ قائمٌ** میں "**هو**" ضمیر شان کے بارے میں اسم موصول کے ذریعہ خبر دیتے ہوئے، **الّذی هو زيدٌ قائمٌ هو** نہیں کہہ سکتے۔

۲- جملہ میں کوئی موصوف ہو، تو صفت کے بغیر محض اُس موصوف کے متعلق اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا جائز نہیں؛ جیسے: **ضرب زيدٌ العاقلُ** میں زید موصوف ہے، آپ اُس کے بارے میں اسم موصول کے ذریعہ خبر دیتے ہوئے **الّذی ضرب هو العاقلُ زيدٌ** نہیں کہہ سکتے: اس لیے کہ یہاں مخبر عنہ (یعنی زید موصوف) کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لانا متعذر ہے؛ کیوں کہ یہاں ضمیر لانے کی صورت میں ضمیر کا موصوف بننا لازم آئے گا، اور ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

۳- جملہ کوئی صفت ہو، تو موصوف کے بغیر محض اُس صفت کے متعلق اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا جائز نہیں؛ جیسے: مذکورہ مثال میں "**العاقل**" صفت ہے، آپ اُس کے بارے میں اسم موصول کے ذریعہ خبر دیتے ہوئے **الّذی ضرب زيدٌ هو العاقلُ** نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے کہ یہاں مخبر عنہ (یعنی **العاقل** صفت) کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لانا متعذر ہے: کیوں کہ یہاں ضمیر لانے کی صورت میں ضمیر کا صفت بننا لازم آئے گا، اور ضمیر جس طرح موصوف نہیں بن سکتی، اسی طرح صفت بھی نہیں بن سکتی۔

۴- جملہ میں کوئی مصدر عامل ہو، تو اُس کے معمول کے بغیر محض اُس مصدرِ عامل کے متعلق اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا جائز نہیں؛ جیسے: **عَجِبتُ من دقِّ القصّارِ الثوبَ** میں "**دقّ**" مصدر عامل ہے، اگر آپ

www.besturdubooks.net

یہاں ''دقّ'' مصدر کے بارے میں اُس کے معمول کے بغیر اسم موصول کے ذریعہ خبر دیں اور یہ کہیں: **الذی عجبتُ منه الثوبَ دقُّ القصّارِ** تو یہ جائز نہیں؛ اس لیے کہ یہاں مخبر عنہ (یعنی ''دقّ'' مصدرِ عامل) کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لانا متعذر رہے؛ کیوں کہ یہاں ضمیر لانے کی صورت میں ضمیر کا عامل ہونا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں؛ اس لیے کہ ضمیر کہیں بھی عامل نہیں ہوتی۔

نوٹ: موصوف کے بارے صفت کے ساتھ، صفت کے بارے میں موصوف کے ساتھ اور مصدرِ عامل کے بارے میں اُس کے معمول کے ساتھ اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا جائز ہے۔ (شرح جامی ص:۲۴۸-۲۴۹)

۵- جملہ میں کوئی حال ہو، تو اُس کے متعلق اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا جائز نہیں؛ جیسے: **جاء نی زیدٌ راکبًا** میں ''راکبًا'' حال ہے، اگر آپ اُس کے بارے میں اسم موصول کے ذریعہ خبر دیتے ہوئے **الذی جاء نی زیدٌ هو راکبٌ** کہیں، تو یہ جائز نہیں؛ اس لیے کہ یہاں مخبر عنہ (یعنی راکبًا حال) کی جگہ ضمیر لانا متعذر رہے؛ کیوں کہ یہاں ضمیر لانے کی صورت میں حال کا معرفہ ہونا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں؛ اس لیے کہ حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے، معرفہ نہیں ہوتا۔

۶- جملہ میں کوئی ایسی ضمیر ہو جو پہلے سے اسم موصول کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف لوٹ رہی ہو، تو اُس ضمیر کے متعلق اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا جائز نہیں؛ جیسے: **زیدٌ ضربتُه** میں ''ہاء'' ضمیر زید مبتدا کی طرف راجع ہے، اگر آپ اس کے بارے میں اسم موصول کے ذریعہ خبر دیتے ہوئے **الّذی زیدٌ ضربتُه هو** کہیں، تو یہ جائز نہیں؛ اس لیے کہ یہاں اسم موصول کو جملہ کے شروع میں لانا متعذر رہے؛ کیوں کہ اسم موصول کو شروع میں لانے کی صورت میں دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی، اگر **ضربتُه** کی ہاء ضمیر کو زید مبتدا کی طرف لوٹائیں گے تو **الّذی** اسم موصول کا عائد سے خالی ہونا لازم آئے گا، اور اگر اُس کو **الّذی** اسم موصول کی طرف لوٹائیں گے تو خبر جملہ کا مبتدا کے عائد سے خالی ہونا لازم آئے گا، اور یہ دونوں ناجائز ہیں۔

۷- جملہ میں کوئی اسم ایسی ضمیر کی طرف مضاف ہو جو پہلے سے اسم موصول کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف راجع ہو، تو اُس اسم کے متعلق اسم موصول کے ذریعہ خبر دینا جائز نہیں؛ جیسے: **زیدٌ ضربتُ غلامَه** میں **غلام** ''ہاء'' ضمیر کی طرف مضاف ہے، اور ''ہاء'' ضمیر زید مبتدا کی طرف راجع ہے، اگر آپ **غلام** کے بارے میں اسم موصول کے ذریعہ خبر دیتے ہوئے **الّذی زیدٌ ضربتُه غلامُه** کہیں، تو یہ جائز نہیں؛ اس لیے کہ یہاں بھی اسم موصول کو جملہ کے شروع میں لانا متعذر رہے؛ کیوں کہ اسم موصول کو شروع میں لانے کی صورت میں دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی، اگر **ضربتُه** کی ہاء ضمیر کو زید مبتدا کی طرف لوٹائیں گے تو **الّذی** اسم موصول بغیر عائد کے رہ جائے گا، اور اگر اُس کو **الّذی** اسم موصول کی طرف لوٹائیں گے تو مبتدا بغیر عائد کے رہ جائے گا، اور یہ دونوں ناجائز ہیں۔

www.besturdubooks.net

وَمَـا الْاِسْـمِیَّۃُ: مَوْصُوْلَۃٌ، وَاسْتِفْھَامِیَّۃٌ، وَ شَرْطِیَّۃٌ، وَمَوْصُوْفَۃٌ، وَتَامَّۃٌ بِمَعْنٰی شَیْءٍ، وَ صِفَۃٌ . وَ"مَنْ" کَذٰلِکَ إِلَّا فِی التَّامَّۃِ وَالصِّفَۃِ .

ترجمہ: اور "مَا اسمیہ": موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ، موصوفہ، تامہ بمعنی شئ اور صفت ہوتا ہے۔ اور "مَنْ" بھی اسی طرح ہوتا ہے، سوائے تامہ اور صفت کے۔

قولہ: ما الاسمیة موصولة الخ: یہاں سے مصنف "مَا اسمیہ" کی اقسام کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "ما اسمیہ" کی چھ قسمیں ہیں:

(۱) موصولہ؛ جیسے: عرفتُ ما اشتریتَہ میں "ما" موصولہ ہے اور اشتریتہ اُس کا صلہ ہے۔

(۲) استفہامیہ (یعنی اُس کے ذریعہ کسی شئ کے متعلق سوال کیا جاتا ہے) جیسے: مَـا عنـدکَ ؟ میں "ما" استفہامیہ ہے۔

(۳) شرطیہ، اس صورت میں اس کے بعد دو جملے آتے ہیں، پہلے جملہ کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے کو جزاء؛ جیسے: ما تصنعُ أصنعُ میں "ما" شرطیہ ہے۔

(۴) موصوفہ، اس صورت میں "مـــا" موصوف ہوتا ہے اور اُس کا مابعد اُس کی صفت ہوتا ہے، خواہ مابعد مفرد ہو؛ جیسے: مـررتُ بـما معجبٍ لک میں "ما" بمعنی شئ موصوف ہے اور معجبٍ مفرد اُس کی صفت ہے۔ یا جملہ خبریہ ہو؛ جیسے: رُبَّـمَا تَکرہُ النفوسُ من الأمرله فرجة کحَلِّ العِقَال، اس شعر میں ربما میں نحویوں کے پسندیدہ قول کے مطابق "ما" بمعنی شئ موصوف ہے اور تکرہ الخ جملہ خبریہ اُس کی صفت ہے۔

(۵) تامہ، یعنی جو صلہ یا صفت کا محتاج نہ ہو، یہ ابوعلی کے نزدیک شـــیء نکرہ کے معنی میں ہوتا ہے اور امام سیبویہ کے نزدیک الشیء معرفہ کے معنی میں ہوتا ہے؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَنِعِمَّا هِیَ﴾، یہاں "نِعْمَ" کے بعد "ما" تامہ ہے، یہ نعم شیئًا یا نعم الشیءُ کے معنی میں ہے۔

(۶) صفت، یعنی کبھی "ما" ماقبل کی صفت واقع ہوتا ہے؛ جیسے: أضربُهٗ ضربًا مَّا ، یہاں "ما" ماقبل ضربًا موصوف کی صفت ہے، یہ أضربه ضربًا أیَّ ضربٍ کانَ کے معنی میں ہے۔

فائدہ: "ما حرفیہ" یا تو کافہ ہوتا ہے؛ جیسے: إنّما زیدٌ قائمٌ . یا نافیہ ہوتا ہے؛ جیسے: ما ضربَ زیدٌ، ما زیدٌ قائمًا . یا زائدہ ہوتا ہے؛ جیسے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ﴾.

و من کذلک الخ: یہاں سے مصنف "مَنْ" کی اقسام بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ آخر کی دو قسموں (تامہ اور صفت) کے علاوہ باقی چار اقسام میں "مَنْ" "مَا اسمیہ" کی طرح ہے، یعنی:

www.besturdubooks.net

وَ ''أَیٌّ'' وَ ''أَیَّةٌ'' کَـ ''مَنْ''. وَهِیَ مُعْرَبَةٌ وَحْدَهَا؛ إِلَّا إِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا.

ترجمہ: اور ''أَیٌّ'' اور ''أَیَّةٌ'': ''مَنْ'' کی طرح ہیں۔ اور یہ تنہا معرب ہوتے ہیں؛ مگر اُس وقت جب کہ ان کا صدرِ صلہ حذف کر دیا جائے۔

----

(۱) کبھی موصولہ ہوتا ہے؛ جیسے: أکرمتُ مَنْ جاءکَ میں ''مَنْ'' موصولہ ہے۔

(۲) کبھی استفہامیہ ہوتا ہے؛ جیسے: مَنْ غُلامُکَ ؟ مَنْ ضربتَ؟، یہاں ''مَنْ'' استفہامیہ ہے۔

(۳) کبھی شرطیہ ہوتا ہے، اس صورت میں اُس کے بعد دو جملے آتے ہیں؛ جیسے: مَنْ تضرِبْ أضرِبْ میں ''مَنْ'' شرطیہ ہے۔

(۴) کبھی موصوفہ ہوتا ہے، اور اُس کا مابعد اُس کی صفت ہوتا ہے، خواہ مابعد مفرد ہو؛ جیسے شاعر کا قول ہے: کفٰی بنا فضلًا علی مَنْ غیرِنا ☆ حبُّ النبیّ محمد إیّانا ، اس شعر میں ''مَنْ'' بمعنی شخص موصوف ہے، اور غیرِنا مفرد اُس کی صفت ہے۔ یا جملہ خبریہ ہو؛ جیسے: ربّ مَنْ جاءکَ قد أکرمتُهُ، یہاں ''مَنْ'' موصوف ہے اور جاءکَ جملہ خبریہ اُس کی صفت ہے۔ ''مَنْ'' تامہ اور صفت نہیں ہوتا۔

قولہ: وأی وأیة الخ: یہاں سے مصنف ''أیٌّ'' اور ''أَیَّةٌ'' کی اقسام اور احکام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''مَنْ'' کی طرح ''أَیٌّ'' اور ''أَیَّةٌ'' کی بھی چار قسمیں ہیں:

(۱) کبھی یہ موصولہ ہوتے ہیں؛ جیسے: أضرِبْ أیَّهم لقیتُ میں ''أیٌّ'' موصولہ ہے۔

(۲) کبھی استفہامیہ ہوتے ہیں؛ جیسے: أَیُّهُمْ أخُوکَ ؟ أیّتهُنَّ لقیتِ ؟ میں ''أیٌّ'' اور ''أیّةٌ'' استفہامیہ ہیں۔

(۳) کبھی شرطیہ ہوتے ہیں؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَیًّا مَّا تَدْعُوْ، فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی﴾ یہاں ''أیّ'' شرطیہ ہے۔

(۴) کبھی موصوفہ ہوتے ہیں؛ جیسے: یا أیُّها الرّجلُ میں ''أیٌّ'' موصوف اور الرجلُ منادی اُس کی صفت ہے، اور ان کے درمیان ''ہا'' حرف تنبیہ ہے۔ ''مَنْ'' کی طرح ''أَیٌّ'' اور ''أیّةٌ'' بھی تامہ اور صفت نہیں ہوتے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ کبھی ''أیٌّ'' اور ''أیّةٌ'' استفہامیہ کو استفہام سے منتقل کر کے صفت کی جگہ استعمال کر لیتے ہیں؛ جیسے: مررتُ برجلٍ أیِّ رجلٍ میں ''أیّ رجل'' عظیم کے معنی میں ہو کر رجل کی صفت ہے۔

وهی معربة إلا الخ: یہاں سے مصنف ''أَیٌّ'' اور ''أیّةٌ'' کا حکم بیان فرما رہے ہیں:

اسمائے موصولہ تمام حالات میں مبنی ہوتے ہیں، البتہ ''أَیٌّ'' اور ''أَیَّةٌ'' صرف دو ایسے اسم موصول ہیں جو

www.besturdubooks.net

وَفِی "مَاذَا صَنَعْتَ؟" وَجْهَانِ، أَحَدُهُمَا: مَا الَّذِی، وَجَوَابُهُ رَفْعٌ . وَالْآخَرُ: أَیُّ شَیْءٍ ، وَجَوَابُهُ نَصْبٌ .

ترجمہ: اور "مَا ذَا صَنَعْتَ؟" میں دوصورتیں (جائز) ہیں،اُن میں سے ایک: مَا الّذِی ہے،اور اس کا جواب مرفوع ہوگا۔اوردوسری صورت أیُّ شَیْءٍ ہے،اوراس کا جواب منصوب ہوگا۔

تمام حالات میں مبنی نہیں ہوتے؛ بلکہ یہ صرف اسی وقت مبنی ہوتے ہیں جب کہ یہ لفظاً یا تقدیراً کسی معرفہ کی طرف مضاف ہوں اوران کا صدرصلہ مبتدا ضمیر محذوف منوی (لفظوں سے حذف دل میں موجود) ہوتواس صورت میں یہ اسم موصول مبنی برضمہ ہوتے ہیں، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾ (پھرہم الگ کردیں گے ہرگروہ میں سے ان لوگوں کوجوزیادہ سخت ہیں رحمٰن پرنافرمانی کے اعتبار سے)،اس مثال میں "أَیُّ" مبنی برضمہ ہے؛ اس لئے کہ یہ ضمیر کی طرف مضاف ہے،اوراس کا صدر صلہ ھو ضمیر مبتدا یہاں محذوف منوی ہے؛ کیوں کہ اس کی اصل: أَيُّهُمْ هُوَ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ہے۔

فائدہ: "أَیُّ" اور "أَیَّةٌ" کی چار حالتیں ہیں،تین حالتوں میں یہ اسم موصول معرب ہوتے ہیں اورایک حالت میں اسم موصول مبنی برضمہ ہوتے ہیں،وہ چار حالتیں یہ ہیں:

(۱) أیٌّ اور أیَّةٌ مضاف ہوں اورصدرصلہ مذکورہو؛ جیسے: سَيَزُوْرُنِی أَيُّهُمْ هُوَ مُخْلِصٌ (عنقریب مجھ سے ملاقات کرے گا ان میں سے وہ شخص جومخلص ہے)۔

(۲) نہ مضاف ہوں اورنہ صدرصلہ مذکورہو؛ جیسے: سَيَسْبِقُ أَیٌّ خَبِيْرٌ (عنقریب سبقت لے جائے گا وہ شخص جوماہرہے)۔

(۳) مضاف نہ ہوں اورصدرصلہ مذکورہو؛ جیسے: سَيَحْضُرُنِی أَیٌّ هُوَ أَشْجَعُ (عنقریب میرے پاس حاضرہوگا وہ شخص جوبہادرہے)۔اِن تینوں صورتوں میں "أَیٌّ" اور "أَیَّةٌ" معرب ہوتے ہیں،چناں چہ مذکورہ مثالوں میں "أیٌّ" معرب ہے اورفاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

(۴) مضاف ہوں اوران کا صدرصلہ مبتدا ضمیر محذوف منوی ہو،اس صورت میں یہ مبنی برضمہ ہوتے ہیں، جیسے: ﴿أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾ .

صدرصلہ: وہ اسم یا فعل ہے جوصلہ کے شروع میں ہو،خواہ مسند ہو یا مسند الیہ، جیسے: جَاءَ الَّذِی أَبُوْهُ قَائِمٌ میں أبوہ صدرصلہ ہے۔

قولہ: وفی ماذا صنعت الخ: یہاں سے مصنف "مَا ذَا" کی ترکیب کی صورتیں بیان فرمارہے

www.besturdubooks.net

أَسْمَاءُ الْأَفْعَالِ :مَا كَانَ بِمَعْنَى الْأَمْرِ أَوِ الْمَاضِيْ ؛ نَحْوُ: رُوَيْدَ زَيْدًا، أَيْ أَمْهِلْهُ، وَهَيْهَاتَ ذٰلِكَ، أَيْ بَعُدَ .

ترجمہ: اسمائے افعال: وہ اسماء ہیں جو امر حاضر یا فعل ماضی کے معنی میں ہوں؛ جیسے: **رُوَيْدَ زَيْدًا**، یہ **أَمْهِلْهُ** کے معنی میں ہے (زید کو چھوڑ)، اور **هَيْهَاتَ ذٰلِكَ**، یہ **بَعُدَ** کے معنی میں ہے (وہ دور ہوا)۔

ہیں، فرماتے ہیں کہ: ''مَا ذَا'' میں ترکیب کے اعتبار سے دو صورتیں جائز ہیں:

۱- ''مَا'' استفہامیہ مبتدا ہو، اور ''ذَا'' بمعنی الّذی اسم موصول، اور اس کا مابعد اس کا صلہ ہو، پھر اسم موصول صلہ سے مل کر خبر واقع ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ''مَا'' استفہامیہ کو خبر مقدم بنایا جائے اور مابعد کو مبتدا مؤخر۔ اس صورت میں یہ مَا الّذیْ کے معنی میں ہوگا، اور اِس کا جواب مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا؛ مثلاً اگر کوئی آپ سے کہے: **ما ذا صنعتَ ؟** تو آپ اس کے جواب میں کہیں گے: **الإكرامُ**، اس کی اصل: **الّذي صنعتُهُ الإكرامُ** ہے۔

۲- ''مَا ذَا'': أيُّ شيءٍ کے معنی میں ہو، یا تو اس طور پر کہ ''مَا'' أيُّ شيءٍ کے معنی میں ہو، اور ''ذَا'' زائد ہو، یا ''مَا ذَا'' پورا أيُّ شيءٍ کے معنی میں ہو، اس صورت میں یہ مابعد کا معمول ہوگا، بشرطے کہ مابعد میں اُس کی طرف لوٹنے والی ضمیر نہ ہو(۱)، اور اس کا جواب فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا؛ مثلاً: اگر کوئی آپ سے کہے: **ما ذا صنعتَ؟** تو اُس کے جواب میں آپ کہیں گے: **الإكرامَ**، اس کی اصل **صنعتُ الإكرامَ** ہے۔

فائدہ: اگر چہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلی صورت میں جواب کو فعل محذوف کا مفعول بہ مان کر منصوب، اور دوسری صورت میں مبتدا محذوف کی خبر مان کر مرفوع پڑھا جائے؛ لیکن چوں کہ اس صورت میں جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ ہونے کے لحاظ سے سوال وجواب میں مطابقت نہیں رہے گی، اس لیے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

قوله: أسماء الأفعال الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی چوتھی قسم اسمائے افعال کو بیان فرما رہے ہیں:

اسم فعل کی تعریف: اسم فعل وہ اسم مبنی ہے جو (وضع کے اعتبار سے) فعل کے معنی میں ہو اور فعل کی علامتوں کو قبول نہ کرتا ہو؛ جیسے: رُوَيْدَ زيدًا میں رويدَ اسم فعل ہے؛ اس لئے کہ یہ أَمْهِلْ امر حاضر کے معنی میں ہے اور فعل کی علامتوں کو قبول نہیں کرتا ہے۔ اسم فعل کی تین قسمیں ہیں:

---

(۱) اگر ''مَا ذَا'' کے بعد اسم ہو، یا فعل ہو اور اُس میں ''ماذا'' کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو، تو اِن دونوں صورتوں میں ''مَا ذَا'' بمعنی أيُّ شيءٍ مبتدا اور اُس کا مابعد اُس کی خبر ہوگا۔

www.besturdubooks.net

وَ "فَعَالِ" بِمَعْنَی الْأَمْرِ مِنَ الثُّلاثِیِّ قِیَاسٌ؛ کَـ: نَزَالِ بِمَعْنیٰ اِنْزِلْ .

ترجمہ: اور وہ "فَعَالِ" جو امر حاضر کے معنی میں ہو، ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے؛ جیسے: نَزَالِ، یہ اِنْزِلْ امر حاضر کے معنی میں ہے (تو اُتر)۔

---

(۱) اسم فعل بمعنی امر حاضر (یعنی وہ اسم فعل جو امر حاضر کے معنی میں ہو اور اس کا کوئی مخصوص وزن نہ ہو) جیسے: رُوَیْدَ بمعنی أَمْهِلْ امر حاضر، (چھوڑ)، بَلْهَ بمعنی اُتْرُک امر حاضر (چھوڑ)، حَیَّهَلْ بمعنی أَقْبِلْ امر حاضر (متوجہ ہو)، عَلَیْکَ بمعنی أَلْزِمْ امر حاضر (لازم پکڑ)، دُونَکَ اور هَا بمعنی خُذْ امر حاضر (پکڑ)۔ اِن کے بعد آنے والا اسم، مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے؛ جیسے: رُوَیْدَ زیدًا (زید کو چھوڑ) یہ أمهل زیدًا کے معنی میں ہے، اور زیدًا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

(۲) اسم فعل بمعنی فعل ماضی (یعنی وہ اسم فعل جو فعل ماضی کے معنی میں ہو اور اُس کا کوئی مخصوص وزن نہ ہو)؛ جیسے: هَیْهَاتَ بمعنی بَعُدَ فعل ماضی (وہ دور ہوا)، شَتَّانَ بمعنی اِفْتَرَقَ فعل ماضی (وہ جدا ہوا)، سَرْعَانَ بمعنی سَرِعَ فعل ماضی (اس نے جلدی کی) وغیرہ، اِن کے بعد آنے والا اسم، فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے، جیسے: هیهات زیدٌ (زید دور ہوا)، یہ بَعُدَ زیدٌ کے معنی میں ہے، اور زید فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

(۳) وہ اسم فعل جو فَعَالِ بمعنی امر حاضر کے وزن پر ہو، یہ ثلاثی مجرد سے قیاس کے مطابق آتا ہے، یعنی اکثر افعالِ ثلاثی مجرد سے اِس وزن پر اسم فعل بمعنی امر حاضر بنایا جا سکتا ہے، جیسے: نَزَالِ بمعنی اِنْزِلْ امر حاضر (اُتر)، تَرَاکِ بمعنی اُتْرُکْ امر حاضر (چھوڑ)، ضَرَابِ بمعنی اِضْرِبْ امر حاضر (مار)، کَتَابِ بمعنی اُکْتُبْ امر حاضر (لکھ) وغیرہ۔

فائدہ (۱): ثلاثی مجرد کے بعض افعال مثلاً: قامَ اور دَخَلَ وغیرہ سے فَعَالِ کے وزن پر اسم فعل بمعنی امر حاضر نہیں آتا، چناں چہ قَوَامِ اور دَخَالِ نہیں کہہ سکتے۔

فائدہ (۲): اسم فعل کی پہلی دونوں قسموں کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو مبنی الاصل فعل ماضی اور امر حاضر سے مشابہت ہے اس طور پر کہ یہ فعل ماضی اور امر حاضر کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں اور جو مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے؛ لہٰذا یہ بھی مبنی ہوں گے۔ اور تیسری قسم یعنی فَعَالِ بمعنی امر حاضر کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو مبنی الاصل امر حاضر سے مناسبت ہے اس طور پر کہ وہ امر حاضر کی جگہ واقع اور مستعمل ہوتا ہے اور جو مبنی الاصل کی جگہ واقع اور مستعمل ہو وہ مبنی ہوتا ہے؛ لہٰذا یہ بھی مبنی ہوگا۔

www.besturdubooks.net

وَ "فَعَالِ" مَصْدَرًا مَعْرِفَةً ؛ كَـ: فَجَارِ، وَصِفَةً ؛ مِثْلُ: يَا فَسَاقِ، مَبْنِيٌّ؛ لِمُشَابَهَتِهِ لَهُ عَدْلًا وَزِنَةً . وَ"فَعَالِ" عَلَمًا لِلْأَعْيَانِ الْمُؤَنَّثَةِ ؛ كَـ: قَطَامِ وَغَلَابِ، مَبْنِيٌّ فِي الْحِجَازِ، وَمُعْرَبٌ فِي تَمِيمٍ؛ إِلَّا مَا كَانَ فِي آخِرِهٖ رَاءٌ ؛ نَحْوُ: حَضَارِ .

ترجمہ : اور جو "فَعَالِ" مصدر معرفہ کے معنی میں ہو؛ جیسے: فَجَارِ، یا صفت کے معنی میں ہو؛ جیسے: یَا فَسَاقِ، وہ مبنی ہے؛ اُس کے "فَعَالِ"، بمعنی امر حاضر کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے عدل اور وزن کے اعتبار سے۔ اور جو "فَعَالِ" مؤنث ذاتوں کا علم ہو؛ جیسے: قَطَامِ اور غَلَابِ (دو عورتوں کے نام) وہ مبنی ہے اہل حجاز کی لغت میں، اور معرب ہے قبیلۂ بنو تمیم کی لغت میں؛ سوائے اُس کے جس کے آخر میں راء ہو؛ جیسے: حَضَارِ (ایک ستارہ کا علم)۔

و "فعال" مصدرا الخ: یہاں سے مصنف "فَعَالِ" کے اس وزن کو بیان فرما رہے ہیں جو "فَعَالِ" بمعنی امر حاضر کے ہم وزن اور ہم شکل ہونے کی وجہ سے مبنی ہونے میں "فَعَالِ" بمعنی امر حاضر کے ساتھ ملحق ہے، اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ "فَعَالِ" جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہو؛ جیسے: فَجَارِ، یہ الفُجورُ مصدر معرفہ کے معنی میں ہے۔

(۲) وہ "فَعَالِ"، جو کسی مؤنث کی صفت ہو؛ جیسے: یا فَسَاقِ (اے خدا کی نافرمان عورت)، یہ فَاسِقَةٌ کے معنی میں ہے اور یَا لَكَاعِ (اے کمینی عورت)، یہ لا كِعَةٌ کے معنی میں ہے۔

یہ دونوں قسمیں بالاتفاق مبنی ہیں، اہل حجاز کے نزدیک بھی اور قبیلۂ بنو تمیم کے نزدیک بھی؛ اس لیے کہ اِن کو وزن اور معدول ہونے میں "فَعَالِ" بمعنی امر حاضر کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، جس طرح "فَعَالِ" بمعنی امر حاضر "فَعَالِ" کے وزن پر اور امر حاضر سے معدول ہوتا ہے، اسی طرح یہ بھی "فَعَالِ" کے وزن پر ہیں اور پہلی قسم مصدر معرفہ سے اور دوسری قسم صیغہ صفت سے معدول ہے، اس لیے "فَعَالِ"، بمعنی امر حاضر کی طرح اِن دونوں قسموں کو بھی مبنی قرار دیا گیا ہے۔ [1]

(۳) وہ فَعَالِ جو مؤنث ذاتوں کا علم ہو، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جس کے آخر میں "راء" نہ ہو؛ جیسے: قَطَامِ اور غَلَابِ (دو عورتوں کے علم) (۲) جس کے آخر میں "راء" ہو؛ جیسے: حَضَارِ (ایک ستارے کا علم)۔

---

(۱) نوٹ: رضی کی رائے یہ ہے کہ اسمائے افعال کو معدول ماننے کی کوئی دلیل نہیں؛ کیوں کہ معدول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ معدول عنہ کی نوع سے نہ نکلا ہو، جب کہ اسمائے افعال میں یہ بات نہیں پائی جاتی؛ کیوں کہ اگر اسمائے افعال امر حاضر سے معدول ہیں تو وہ فعل سے نکل کر اسم کیسے بن گئے ہیں؟ (رضی ۳/۱۹۳)

www.besturdubooks.net

الأَصْوَاتُ: كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهِ صَوْتٌ، أَوْ صُوِّتَ بِهِ الْبَهَائِمُ ؛ فَالْأَوَّلُ: كَـ : غَاقِ، وَالثَّانِي: كَـ: نَخْ.

ترجمہ: اصوات: ہر ایسا لفظ ہے جس کے ذریعہ (کسی چیز کی) آواز نقل کی جائے، یا اُس کے ذریعہ چوپایوں کو آواز دی جائے؛ اول کی مثال؛ جیسے: غَـاقِ (کوے کی آواز)، ثانی کی مثال؛ جیسے: نَـخْ (اونٹ کو بٹھانے کے لیے)۔

اِس تیسری قسم میں اختلاف ہے، اہل حجاز کے نزدیک اس کی دونوں قسمیں مبنی ہیں، جس کے آخر میں راء نہ ہو وہ بھی، اور جس کے آخر میں راء ہو وہ بھی؛ اور قبیلۂ بنو تمیم کے کچھ لوگوں کے نزدیک اِس کی دونوں قسمیں معرب غیر منصرف ہیں، اور اکثر بنو تمیم کے نزدیک پہلی قسم (یعنی جس کے آخر میں راء نہ ہو) معرب غیر منصرف ہے، اور دوسری قسم (یعنی جس کے آخر میں راء ہو) مبنی ہے۔

نوٹ: "فَـعَـالِ" کے یہ تینوں اوزان اگر چہ اسمائے افعال میں سے نہیں ہیں؛ لیکن چوں کہ اِن کو "فَعَالِ" بمعنی امر حاضر کے ہم وزن اور ہم شکل ہونے کی وجہ سے "فَعَالِ بمعنی امر حاضر" کے ساتھ مناسبت ہے، اس لئے اِن کو یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

قولہ: الأصوات الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی پانچویں قسم: اسمائے اصوات کو بیان فرما رہے ہیں:

اسم صوت کی تعریف: اسم صوت ہر ایسا لفظ ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی آواز نقل کی جائے یا کسی چوپائے وغیرہ کو آواز دی جائے، اول کی مثال، جیسے: غَـاقِ غـاقِ (کوے کی آواز)، اُحْ اُحْ (کھانسی کی آواز)، بَخْ بَخْ (خوشی کی آواز)۔ ثانی کی مثال، جیسے: نَخْ نَخْ (اونٹ بٹھانے کے لئے)۔

اسمائے اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے ہیں اور جو ترکیب میں واقع نہ ہو وہ مبنی ہوتا ہے۔

نوٹ: ترکیب میں واقع ہونے کے وقت اسمائے اصوات اکثر صورتوں میں معرب ہوتے ہیں اور کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں ان کا معرب اور مبنی ہونا دونوں جائز ہے۔

فائدہ: اصوات اسم ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، کچھ نحویین کی رائے یہ ہے کہ دیگر اسمائے مبنیہ کی طرح اصوات بھی اسم ہیں۔ اور بعض نحویین کی رائے یہ ہے کہ یہ اسم نہیں ہیں؛ بلکہ ان کو اسماء کے ساتھ لاحق کر کے اسمائے مبنیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ مصنف نے اصوات کی تعریف میں "**کل اسم**" کے بجائے "**کل لفظ**" کہہ کر ان لوگوں کی رائے کو اختیار کیا ہے جو اصوات کو اسم نہیں مانتے؛ بلکہ ان کو الفاظ مہملہ قرار دیتے ہیں

www.besturdubooks.net

اَلْمُرَكَّبَاتُ : كُلُّ اِسْمٍ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ . فَإِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيُ حَرْفًا بُنِيَا ؛ كَـ : خَمْسَةَ عَشَرَ، وَحَادِيَ عَشَرَ وَأَخَوَاتِهَا؛ إِلَّا اِثْنَيْ عَشَرَ . وَإِلَّا أُعْرِبَ الثَّانِيُ ؛ كَـ : بَعْلَبَكَّ، وَبُنِيَ الْأَوَّلُ عَلَى الْأَصَحِّ .

ترجمہ : مرکبات: ہر ایسا اسم ہے جو ایسے دوکلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو۔ پس اگر (اُس کا) دوسرا جز کسی حرف کو متضمن ہو تو (اُس کے) دونوں جز مبنی ہوں گے؛ جیسے: **خَمْسَةَ عَشَرَ، حَادِيَ عَشَرَ** اوران کے نظائر؛ سوائے **اِثْنَا عَشَرَ** کے۔ ورنہ تو دوسرا جز معرب ہوگا؛ جیسے: **بَعْلَبَكُّ**، اور پہلا جز مبنی ہوگا اصح قول کے مطابق۔

اس لئے کہ لفظ: موضوع اور مہمل سب کو شامل ہے، جب کہ ''النحو الوافی'' (۱۴۳/۴) میں ان لوگوں کے مذہب کو راجح قرار دیا ہے جو اصوات کو دیگر اسمائے مبنیہ کی طرح اسم مانتے ہیں، اور جو لوگ ان کو اسم نہیں مانتے ان کی تردید کی ہے۔

قولہ: المركبات كل اسم الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی چھٹی قسم: مرکبات کو بیان فرما رہے ہیں، ہر مرکب مبنی نہیں ہوتا؛ بلکہ مرکب کی بعض اقسام مبنی ہوتی ہیں، مصنف نے یہاں صرف اُس مرکب کو بیان فرمایا ہے جو ترکیب کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے۔

مرکب کی تعریف: مرکب ہر ایسا لفظ ہے جو ایسے دوکلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان نسبت اور اسناد نہ ہو، نیز اس کے دونوں جزؤوں میں سے کوئی جزء حرف نہ ہو۔

فإن تضمن الثاني الخ: مرکب کی دو قسمیں ہیں: (۱) مرکب بنائی (۲) مرکب منع صرف۔

مرکب بنائی: وہ مرکب ہے جس میں بلا اضافت واسناد دو کلموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل ہو۔ اس کے دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں؛ جیسے: **أَحَدَ عَشَرَ** اور **حَادِيَ عَشَرَ** سے لے کر **تِسْعَةَ عَشَرَ** اور **تاسعَ عشرَ** تک تمام اعداد مرکب بنائی ہیں اور ان کے دونوں جز مبنی بر فتحہ ہیں، دوسرا جز مبنی ہے واؤ حرف عطف کو متضمن ہونے کی وجہ سے؛ اس لئے کہ ان کی اصل **اَحَدٌ وَّعَشَرٌ ، تِسْعَةٌ وَّعَشَرٌ ، حَادِي وعشرٌ، تاسعٌ وعشرٌ** تھی، واؤ کو حذف کر کے دونوں کلموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا۔ اور پہلا جز مبنی ہے اس لئے کہ اس کا آخری حرف درمیان کلمہ میں واقع ہے؛ کیوں کہ یہ شدت اتصال کی وجہ سے کلمۂ واحدہ کے حکم میں ہو گئے ہیں، اور جو درمیان کلمہ میں واقع ہو وہ اعراب کا محل نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ اگر اس کو اعراب دیں گے تو درمیان کلمہ میں اعراب دینا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے، اس لئے ان کا پہلا جزء بھی مبنی ہوتا

www.besturdubooks.net

ہے، جیسے: جَاءَ نِیُ أحَدَ عَشَرَ رَجُلاً، رَأَیْتُ أحَدَ عَشَرَ رَجُلاً، مَرَرْتُ بِأَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا . البتہ اثنا عشرَ کا پہلا جز معرب ہوتا ہے؛ اُس تثنیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے جو کسی اسم کی طرف مضاف ہو، یعنی جس طرح تثنیہ کے آخر سے اضافت کے وقت نون تثنیہ گر جاتا ہے، چوں کہ اسی طرح ترکیب کے وقت اثنانِ کا نون بھی گر گیا ہے؛ لہٰذا اِس اعتبار سے گویا اثنانِ کی ترکیب عشر کے ساتھ ترکیب اضافی ہے، اور ترکیب اضافی اسم کے مبنی ہونے کے لئے مانع ہے۔ لہٰذا اثنا عشر کا پہلا جز معرب ہوگا مبنی نہیں ہوگا، جیسے: جَاءَ نِیُ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً، رَأَیْتُ اِثْنَی عَشَرَ رَجُلاً، مَرَرْتُ بِاِثْنَی عَشَرَ رَجُلاً.

فاعل کا وزن اعداد میں مرتبہ کے لئے آتا ہے، مثلاً: اگر گیارہواں یا بارہواں کہنا ہو، تو حادیَ عشرَ اور ثانیَ عشرَ کہیں گے، جس طرح أحدَ عشرَ سے تسعةَ عشرَ تک تمام اعداد کے دونوں جز مبنی برفتحہ ہوتے ہیں اسی طرح حادیَ عشرَ سے تاسعَ عشرَ تک تمام اعداد کے دونوں جز بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں، البتہ اتنا فرق ہے کہ اثنا عشرَ اور اثنتا عشرةَ کا پہلا جز معرب ہوتا ہے؛ جب کہ ثانیَ عشرَ اور ثانیةَ عشرةَ کا پہلا جز معرب نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ اپنے دیگر نظائر کی طرح مبنی برفتحہ ہوتا ہے؛ جیسے: الدرسُ الحادیَ عشرَ، الدرسُ الثانیَ عشرَ، اللیلةُ الحادیةَ عشرةَ، اللیلةُ الثانیةَ عشرةَ.[1]

مرکب منع صرف کی تعریف: مرکب منع صرف وہ مرکب ہے جس میں بلا اضافت و اسناد دو کلموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل نہ ہو؛ جیسے: بَعْلَبَکُّ، حَضَرَمَوْتُ اور بُخْتَ نَصَّرُ وغیرہ۔ مرکب منع صرف میں چار لغات ہیں:

(۱) پہلا جز مبنی برفتحہ ہوگا اور دوسرا جز معرب غیر منصرف ہوگا؛ جیسے: تلکَ بعلَبکُّ، رأیتُ بعلبکَّ مررت ببعلَبکَّ، یہ لغت سب سے زیادہ فصیح ہے؛ اسی وجہ سے مصنف نے اس کو اصح کہا ہے۔

(۲) دونوں جز معرب منصرف ہوں گے، پہلا مضاف ہوگا، دوسرا مضاف الیہ؛ جیسے: تلکَ بعلُبکٍّ رأیتُ بعلَبکٍّ، مررتُ ببعلِبکٍّ .

(۳) دونوں جز معرب ہوں گے، پہلا جز معرب منصرف اور دوسرا معرب غیر منصرف؛ جیسے: تلکَ بعلُبکَّ، رأیت بعلَبکَّ، مررت ببعلِبکَّ .

(۴) دونوں جز مبنی برفتحہ ہوں گے؛ جیسے: تلکَ بَعلَبَکَّ، رأیتُ بعلَبکَّ، مررتُ بِبَعْلَبَکَّ.

خلاصہ یہ کہ مرکب کی اقسام میں سے ترکیب کی وجہ سے صرف مرکب بنائی اور مرکب منع صرف مبنی ہوتے ہیں، مرکب کی بقیہ اقسام: مرکب اضافی، مرکب توصیفی اور مرکب امتزاجی وغیرہ تو مبنی ہی نہیں ہوتے، اور مرکب مفید مبنی ہوتا ہے؛ لیکن وہ ترکیب کی وجہ سے مبنی نہیں ہوتا؛ بلکہ اسناد کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے۔

(۱) دیکھئے: شرح جامی (ص: ۲۵۵)، النحو الوافی (۴/۴۷۲-۴۷۳)

www.besturdubooks.net

الكِنَايَاتُ: كَمْ وَكَذَا لِلْعَدَدِ، وَكَيْتَ وَذَيْتَ لِلْحَدِيْثِ . فَ"كَمِ الِاسْتِفْهَامِيَّةُ" مُمَيِّزُهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ . وَ"الْخَبَرِيَّةِ" مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ وَمَجْمُوْعٌ .

ترجمه: اسمائے کنایہ: كَمْ اور كَذَا ہیں عدد کے لیے، اور كَيْتَ اور ذَيْتَ بات کے لیے۔ پس "کم استفہامیہ" کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے۔ اور "کم خبریہ" (کی تمیز) مفرد اور جمع مجرور ہوتی ہے۔

قوله: الكنايات الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی ساتویں قسم: کنایات کو بیان فرمارہے ہیں:

اسم کنایہ کی تعریف: اسم کنایہ وہ اسم مبنی ہے جو مبہم عدد یا مبہم بات پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، اسم کنایہ چار ہیں: كم، كذا، كيتَ، ذيتَ. كَمْ اور كَذا مبہم عدد پر دلالت کرتے ہیں، جیسے: كَمْ دِرْهَمًا عِنْدَكَ؟ (کتنے درہم ہیں تیرے پاس؟)، كذا درهمًا عندی (اتنے درہم ہیں میرے پاس)، كيت اور ذيت: مبہم بات پر دلالت کرتے ہیں، جیسے: قَالَ زيدٌ ذَيْتَ و ذَيْتَ (زید نے ایسا ویسا کہا)۔

فائدہ: کیت اور ذیت کے استعمال کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کو واوِ عاطفہ کے ساتھ مکرر لایا جائے، چناں چہ کیت و کیت، یا ذیت و ذیت استعمال ہوگا، تنہا کیت، یا تنہا ذیت، یا کیت و ذیت استعمال نہیں ہوگا، کیت اور ذیت ترکیب میں مفعول بہ واقع ہوتے ہیں۔ چناں چہ قال زیدٌ ذیتَ و ذیتَ کی ترکیب ہوگی: قال فعل، زید فاعل، ذیت و ذیت مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فكم الاستفهامية الخ: یہاں سے مصنف اسمائے کنایہ میں سے "کم" کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔ کَمْ کی دو قسمیں ہیں: (۱) کم استفہامیہ (۲) کم خبریہ۔

کم استفہامیہ: وہ کم ہے جس کے ذریعہ مبہم طور پر کسی چیز کی تعداد کے متعلق سوال کیا جائے۔ کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے؛ جیسے: كم رجلاً عندكَ؟ (کتنے مرد ہیں تیرے پاس)۔

کم خبریہ: وہ کم ہے جس کے ذریعہ مبہم طور پر کسی چیز کی کثرتِ تعداد کی خبر دی جائے۔ اسی لئے کم خبریہ کا ترجمہ "بہت سے" اور "کتنے ہی" سے کیا جاتا ہے۔ کم خبریہ کی تمیز اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے، کبھی مفرد مجرور ہوتی ہے؛ جیسے: كم مالٍ أنفقتُه (میں نے کتنا ہی مال خرچ کیا)۔ اور کبھی جمع مجرور ہوتی ہے؛ جیسے: كَمْ رِجَالٍ لَقِيتُهُمْ (میں نے کتنے ہی مردوں سے ملاقات کی)۔

فائدہ: کم خبریہ کی تمیز اس وقت مجرور ہوتی ہے جب کہ کم خبریہ اور اس کی تمیز کے درمیان کسی چیز کا فصل نہ ہو، جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں کم خبریہ کی تمیز مجرور ہے؛ اس لئے کہ درمیان میں کسی چیز کا فصل نہیں ہے، اور اگر کم خبریہ اور اس کی تمیز کے درمیان کسی چیز کا فصل ہو تو وہاں کم خبریہ کی تمیز منصوب ہوتی ہے، مجرور نہیں ہوتی

www.besturdubooks.net

وَ تَدْخُلُ "مِنْ" فِيهِمَا . وَلَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ . وَكِلَاهُمَا يَقَعُ مَرْفُوْعًا، وَ مَنْصُوْبًا وَ مَجْرُوْرًا، فَكُلُّ مَا بَعْدَهُ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهِ كَانَ مَنْصُوْبًا مَعْمُوْلًا عَلٰى حَسَبِهٖ.

ترجمه : اور (کبھی) ان دونوں (یعنی کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز) پر "مِنْ" داخل ہوجاتا ہے۔ اور اِن دونوں کے لیے صدارتِ کلام ہے۔ اور یہ دونوں مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتے ہیں، پس ہر وہ "کَــمْ" جس کے بعد کوئی فعل ہو جو اُس کی ضمیر (یا اُس کے متعلق) میں عمل کرنے کی وجہ سے اُس (میں عمل کرنے) سے اعراض نہ کررہا ہو، تو وہ منصوب ہوگا، اُس کو عمل دیا جائے گا اُس کے عامل کے اعتبار سے۔

(پسندیدہ قول یہی ہے)، جیسے: **كَمْ عِنْدِي رَجُلًا** (میرے پاس کتنے ہی مرد ہیں)۔

وتدخل من فيهما: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز پر "من" بیانیہ داخل کردیا جاتا ہے، کم استفہامیہ کی مثال؛ جیسے: **كم مِنْ رجلٍ لَقِيْتَه ؟** (تو نے کتنے مردوں سے ملاقات کی؟)، کم خبریہ کی مثال؛ جیسے: **كم مِنْ مالٍ أنفقتُه** (میں نے کتنا ہی مال خرچ کیا)۔ مِنْ بیانیہ کے داخل ہونے کی صورت میں کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں کی تمیز مجرور ہوتی ہے۔

فائدہ: کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز پر "من" بیانیہ داخل کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) کبھی من بیانیہ کا داخل کرنا جائز ہوتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ ممیّز اور تمیز کے درمیان کسی فعل متعدی کا فصل نہ ہو، جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز پر بطور جواز کے من بیانیہ داخل کیا گیا ہے۔

(۲) اور کبھی "من" بیانیہ کو داخل کرنا واجب ہوتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ ممیّز اور تمیز کے درمیان فعل متعدی کا فصل ہو، اس صورت میں "مِنْ بيانيه" کو داخل کرنا اس لئے واجب ہے، تاکہ تمیز کا مفعول بہ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے؛ جیسے: ﴿كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ﴾ (ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کیا)، اس مثال میں **قرية** کم خبریہ کی تمیز ہے جس پر بطور وجوب **مِنْ** بیانیہ داخل کیا گیا ہے؛ کیوں کہ ممیّز اور تمیز کے درمیان **أهلكنا** فعل متعدی کا فصل ہے۔

نوٹ: یہ "من" معنی کے اعتبار سے زائد ہوتا ہے، ترکیب میں کسی فعل یا شبہ فعل کا متعلق نہیں ہوتا۔

ولهما صدر الكلام: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کے لیے صدارتِ کلام ہے، یعنی یہ دونوں ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں، درمیان یا آخر کلام میں نہیں آتے۔

وكلاهما يقع الخ: یہاں سے مصنف کم استفہامیہ اور کم خبریہ کے محل اعراب کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ میں سے ہر ایک محلًّا منصوب، مجرور اور مرفوع ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَ كُلُّ مَا قَبْلَهُ حَرْفُ جَرٍّ أَوْ مُضَافٌ، فَمَجْرُوْرٌ، وَ إِلَّا فَمَرْفُوْعٌ، مُبْتَدَأٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا، وَخَبَرٌ إِنْ كَانَ ظَرْفًا .

ترجمہ : اور ہر وہ ''کَمْ'' جس کا ماقبل حرفِ جر یا مضاف ہو، تو وہ مجرور ہوگا، ورنہ تو وہ مرفوع ہوگا، مبتدا ہوگا اگر (تمیز) ظرف نہ ہو، اور خبر ہوگا اگر وہ (تمیز) ظرف ہو۔

اگر ''کَمْ'' کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو کَم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس میں عمل کرنے سے اعراض نہ کر رہا ہو تو وہاں ''کم'' محلاً منصوب ہوتا ہے اور منصوب ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مفعول بہ ہونے کی وجہ سے، یہ اس وقت ہوگا جب کہ کم کی تمیز ظرف نہ ہو اور نہ ایسا مصدر ہو جو اس فعل کے معنی میں ہو جو ''کم'' کے بعد ہے، کم استفہامیہ کی مثال؛ جیسے: **کم رجلا ضربتَ ؟** کم خبریہ کی مثال، جیسے: **کم غلامٍ ملکتُ**.

(۲) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے، یہ اس وقت ہوگا جب کہ کَم کی تمیز ایسا مصدر ہو جو اس فعل کے معنی میں ہو جو ''کم'' کے بعد ہے، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: **کم ضربةً ضربتَ ؟** کم خبریہ کی مثال، جیسے: **کم ضربةٍ ضربتُ** .

(۳) مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے، یہ اس وقت ہوگا جب کہ کم کی تمیز ظرف ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: **کم یوماً سرتَ ؟** کم خبریہ کی مثال، جیسے: **کم یومٍ صمتُ**.

وکل ما قبله حرف الخ : اور اگر ''کَمْ'' سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو تو وہاں ''کم'' محلاً مجرور ہوتا ہے مجرور ہونے کی دو صورتیں ہیں: (۱) حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو، یہ اس وقت ہوگا جب کہ اس سے پہلے حرف جر ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: **بکم رجلا مررتَ ؟** کم خبریہ کی مثال، جیسے: **علی کم رجلٍ حکمتُ** .

(۲) اضافت کی وجہ سے مجرور ہو، یہ اس وقت ہوگا جب کہ کم سے پہلے مضاف ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: **غلامَ کم رجلا ضربتَ؟** کم خبریہ کی مثال، جیسے: **مالَ کم رجلٍ سَلَبْتُ** .

وإلا فمرفوع الخ : اور اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو، یعنی نہ ''کَمْ'' کے بعد کوئی عامل ناصب یعنی فعل یا شبہ فعل ہو، اور نہ اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو تو اس صورت میں ''کم'' محلا مرفوع ہوتا ہے، مرفوع ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱) مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو، یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمیز ظرف نہ ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: **کم رجلًا أخوکَ ؟** کم خبریہ کی مثال، جیسے: **کم رَجُلٍ ضربتُه** .

www.besturdubooks.net

وَ كَذٰلِكَ أَسْمَاءُ الِاسْتِفْهَامِ وَ الشَّرْطِ .

ترجمہ: اوراسی طرح اسمائے استفہام اوراسمائے شرط (مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتے) ہیں۔

---

(۲) خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو، یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمیز ظرف ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: کم یومًا سفرُکَ ؟ کم خبریہ کی مثال، جیسے: کم شهرٍ صومی .

فائدہ: کم خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ، خود محلاً منصوب، مجرور اور مرفوع نہیں ہوتا؛ بلکہ اپنی تمیز کے اعتبار سے منصوب مجرور اور مرفوع ہوتا ہے۔

و كذلك أسماء الخ: یہاں سے مصنف ''اسمائے استفہام'' اور ''اسمائے شرط'' کی ترکیب کی صورتیں بیان فرمارہے ہیں۔ ''اسمائے استفہام'' اور ''اسمائے شرط'' نو ہیں، جن میں سے چھ: **مَنْ، مَا، أَيٌّ، أَيْنَ، أنّٰی، مَتٰی** استفہام اور شرط دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اور **إِذَا** شرط کے ساتھ خاص ہے، اور **كَيْفَ** اور **أَيَّانَ** استفہام کے ساتھ خاص ہیں۔

''کم استفہامیہ'' اور ''کم خبریہ'' کی طرح ''اسمائے استفہام'' اور ''اسمائے شرط'' بھی محلاً مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

''مَنْ'' اور ''مَا'' جب کہ استفہام یا شرط کے لیے ہوں، تو ان کی ترکیب کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر اِن کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اِن کی ضمیر یا متعلق کے بجائے خود اِن میں عمل کررہا ہو، تو یہ مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوں گے؛ جیسے: مَـنْ ضَرَبْتَ؟ مَا صَنَعْتَ؟ مَنْ تَضْرِبْ أَضْرِبْ، مَا تَصْنَعْ أَصْنَعْ .

(۲) اگر اِن سے پہلے حرفِ جر یا مضاف ہو، تو یہ محلاً مجرور ہوں گے؛ جیسے: بِـمَنْ مررتَ؟ غلامَ مَنْ ضربتَ ؟ بِمَنْ تمرُرْ أمرُرْ، غلامَ مَنْ تضربْ أضربْ .

(۳) اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو، یعنی نہ تو اِن کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اِن کی ضمیر یا متعلق کے بجائے خود اِن میں عمل کررہا ہو، اور نہ اِن سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو، تو یہ مبتدا واقع ہوں گے؛ جیسے: مَـنْ ضربتَه ؟ مَا صنعتَه ؟ مَنْ يأتنیْ فهو مكرمٌ، ﴿وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ﴾. چوں کہ ''مَنْ'' اور ''مَا'' کا ظرف بننا ممتنع ہے، اس لیے یہ دونوں خبر نہیں بن سکتے۔

''أَيٌّ'' اگر شرط کے لیے ہو، تو اُس میں بھی مذکورہ تینوں صورتیں جاری ہوں گی:

(۱) مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہو؛ جیسے: أيَّ شيءٍ تأكلْ آكلْ.

www.besturdubooks.net

(۲) مجرور ہو؛ جیسے: بأيِّ رجلٍ مررتَ مررتُ به.

(۳) مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہو؛ جیسے: أيُّهم لقيتَه لقيتُه.

اور اگر استفہام کے لیے ہو، تو اُس میں چار صورتیں جاری ہوں گی: تین مذکورہ؛ جیسے: أيَّهُم ضربتَ؟ بِأيِّهِم مررتَ؟ أيُّهم قائمٌ ؟. اور چوتھی صورت یہ کہ: وہ لفظاً کسی فعل یا شبہ فعل کا مفعول فیہ ہونے کی بناء پر منصوب اور محلاً خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہو، یہ اُس وقت ہوگا جب کہ وہ اسم ظرف کی طرف مضاف ہو، اور اُس سے پہلے حرفِ جر اور اُس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل نہ ہو؛ جیسے: أيَّ وقتٍ مجيئُكَ ؟ یہاں "أيّ" کَائنٌ اسم فاعل کا مفعول فیہ ہونے کی بناء پر لفظاً منصوب ہے، اور چوں کہ یہ کائنٌ خبر کی جگہ واقع ہے اس لیے محلاً مرفوع ہے، اس کی اصل: أيَّ وقتٍ كائنٌ مجيئُكَ ؟ ہے۔

"أَيْنَ" ، **"أنّٰى"** ، **"مَتٰى"** (خواہ استفہام کے لیے ہوں یا شرط کے لیے)، اور **"أَيَّانَ"** اور **"إِذَا"** کی ترکیب کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر اِن سے پہلے کوئی حرف جر نہ ہو، تو یہ مفعول فیہ ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہوں گے؛ جیسے: أَيْنَ قيامُكَ ؟ أنّٰى تكتبُ أكتبُ، متٰى امتحانُكَ ؟ أيّانَ يومُ الدينِ ؟ آتيك إذا طلعت الشمس .

(۲) اور اگر اِن سے پہلے حرف جر ہو، تو یہ محلاً مجرور ہوں گے؛ جیسے: مِنْ أَيْنَ أنتَ ؟

(شرح جامی ص:۲۶۰)

"كيف" کی ترکیب کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر "کیف" کے بعد کوئی ایسا عامل ہو جو اُس کا محتاج ہو اِس اعتبار سے کہ "کیف" کلام کا ایسا بنیادی اور مستقل جز ہو جس کے بغیر کام نہ چل سکے، تو اس کا اعراب عوامل کے اعتبار سے مختلف ہوگا: کبھی مبتدا کی خبر ہونے کی بناء پر محلاً مرفوع ہوگا؛ جیسے: كيف أنتَ ؟ یہاں "کیف" أنت مبتدا کی خبر مقدم ہے۔ اور کبھی فعل ناقص کی خبر ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہوگا؛ جیسے: كيف كنتَ ؟ یہاں "کیف" کان فعل ناقص کی خبر مقدم ہے۔ اور کبھی افعال قلوب کا مفعول ثانی ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہوگا؛ جیسے: كيف ظننتَ الضيفَ ؟ یہاں "کیف" ظنّ فعل قلب کا مفعول ثانی ہے۔

اور اگر "کیف" کے بعد آنے والا عامل اُس کا محتاج نہ ہو، تو وہاں "کیف" ہمیشہ محلاً منصوب ہوگا، یا تو حال ہونے کی بناء پر؛ جیسے: كيف حضر الضيفُ؟ یہاں "کیف" محلاً حال واقع ہے، یہ حضر الضيفُ في أيِّ حال / أو على أيّ هيئة کے معنی میں ہے۔ یا مفعول مطلق ہونے کی بناء پر؛ جیسے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾ ، یہاں "کیف" مفعول مطلق ہے، یہ فعل ربُّك بأصحابِ الفيل أيَّ فعلٍ کے معنی میں ہے۔ (النحو الوافی ۱/ ۴۵۷)

فائدہ: "کیف" حقیقۃً ظرف نہیں؛ بلکہ قائم مقام ظرف ہے۔ (النحو الوافی ۱/ ۴۵۸)

www.besturdubooks.net

وَفِیْ مِثْلِ ع: کَمْ عَمَّةٍ لَکَ یَا جَرِیْرُ وَخَالَةٍ، ثَلَاثَةُ أَوْجُهٍ .

ترجمہ: اور کَمْ عَمَّةٍ لَکَ یَا جَرِیْرُ وَ خَالَةٍ (اے جریر تیری کتنی پھوپھی اور خالہ ہیں) جیسی مثالوں میں تین صورتیں جائز ہیں۔

وفی مثل کم عمة الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کہیں ''کم'' استفہامیہ بھی ہوسکتا ہو اور خبریہ بھی، اور اُس کی تمیز محذوف بھی مانی جاسکتی ہو اور مذکور بھی، تو وہاں ''کم'' اور اُس کے مابعد میں تین صورتیں جائز ہیں؛ جیسے فرزدق شاعر کا قول ہے: کم عمّة لکَ یا جریرُ و خالة ☆ فَدْعَاءُ قَدْ حَلَبَتْ عَلَیَّ عِشَارِیْ ، یہاں ''کم'' استفہامیہ بھی ہوسکتا ہے اور خبریہ بھی، اور اس کی تمیز مذکور (عمّة) بھی ہوسکتی ہے اور محذوف بھی مانی جاسکتی ہے، اس لیے یہاں ''کم'' اور اس کے مابعد یعنی عمّة اور خالة میں تین صورتیں جائز ہوں گی۔

''کم'' میں (خواہ اُس کو استفہامیہ مانا جائے یا خبریہ) مندرجہ ذیل تین صورتیں جائز ہوں گی:

(۱) ''کم'' اپنی تمیز سے مل کر مبتدا ہونے کی بناء پر محلاً مرفوع ہو، اس صورت میں اس کی تمیز عمّة ہوگی۔

(۲) ''کم'' اپنی تمیز سے مل کر اپنے مابعد فعل کا مفعول فیہ ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہو، اس صورت میں اس کی تمیز مرّة محذوف ہوگی، اصل عبارت ہوگی: کم مرّةٍ عمّةٌ لکَ یا جریرُ و خالةٌ ....

(۳) ''کم'' اپنی تمیز سے مل کر اپنے مابعد فعل کا مفعول مطلق ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہو، اس صورت میں اُس کی تمیز حَلْبة محذوف ہوگی، اصل عبارت ہوگی: کم حلْبةٍ عمّةٌ لکَ یا جریرُ و خالةٌ ....

اور ''کم'' کے مابعد (یعنی عمّة اور خالة) میں حسبِ ذیل تین صورتیں جائز ہوں گی:

(۱) اِن کو مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع پڑھا جائے، خواہ ''کم'' کو استفہامیہ مانا جائے یا خبریہ، اس صورت میں ''کم'' کی تمیز مرّة یا حلْبة محذوف ہوگی۔

(۲) ''کم'' کو استفہامیہ مان کر اِن کو اُس کی تمیز ہونے کی بناء پر منصوب پڑھا جائے۔

(۳) ''کم'' کو خبریہ مان کر اِن کو اُس کی تمیز ہونے کی بناء پر مجرور پڑھا جائے۔[1]

---

(۱) اگر ''کم'' کی پہلی اور اُس کے مابعد کی دوسری اور تیسری صورت کو لے کر عمةٍ اور خالةٍ کو منصوب یا مجرور پڑھا جائے، تو ترکیب اس طرح ہوگی: کم (استفہامیہ/ یا خبریہ) ممیز، عمة معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، خالة معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر موصوف، لکَ جار مجرور ثابتتان محذوف کا متعلق ہو کر صفت اول، فدعاء صفت ثانی، موصوف صفت سے مل کر تمیز، ممیز تمیز سے مل کر مبتدا، قد حلبت فعل بافاعل، علیّ جار مجرور متعلق، عشاری مرکب اضافی مفعول بہ، فعل =

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفُ فِيْ مِثْلِ كَمْ مَالُكَ ؟ وَكَمْ ضَرَبْتُ .

ترجمہ: اور کبھی (تمیز) حذف کردی جاتی ہے کَمْ مَالُکَ؟ اور کَمْ ضَرَبْتُ جیسی مثالوں میں۔

وقد يحذف في الخ: یہاں سے مصنف کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کبھی کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کو حذف کردیا جاتا ہے، کم استفہامیہ کی مثال؛ جیسے: **کم مالُک؟** یہاں **دینارًا** تمیز محذوف ہے، اس کی اصل: **کم دینارا مالُک؟** ہے (تمہارا مال کتنے دینار ہیں)، **دینارًا** تمیز کو یہاں سے قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے، قرینہ یہ ہے کہ کم استفہامیہ یہاں مرکب پر داخل ہے، جب کہ کم استفہامیہ ہمیشہ مفرد پر داخل ہوتا ہے؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں کوئی مفرد محذوف ہے اور وہ **دینارًا** ہے جس پر مال دلالت کررہا ہے۔ کم خبریہ کی مثال؛ جیسے **کم ضربتُ** ، یہاں **ضربةٍ** تمیز محذوف ہے، اس کی اصل **کم ضربةٍ ضربتُ** ہے (میں نے کتنا ہی مارا)، **ضربةٍ** تمیز کو یہاں سے قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے، قرینہ یہ ہے کہ کم خبریہ یہاں فعل پر داخل ہے جب کہ کم خبریہ ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے، فعل پر داخل نہیں ہوتا؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں کوئی اسم محذوف ہے اور وہ **ضربة** ہے جس پر "**ضربت**" فعل دلالت کررہا ہے۔

فائدہ: کم استفہامیہ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کم استفہامیہ ہمزۂ استفہام مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔ اور کم خبریہ اگرچہ ہمزۂ استفہام کے معنی کو تو متضمن نہیں ہوتا؛ لیکن چوں کہ لفظاً کم استفہامیہ کے ہم وزن اور ہم شکل ہے، اس لئے مبنی ہونے میں اس کو کم استفہامیہ پر محمول کرلیا گیا ہے۔

= اپنے فاعل، متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا (جب کہ **کم** کو استفہامیہ مانا جائے)/ یا جملہ اسمیہ خبریہ ہوا (جب کہ **کم** کو خبریہ مانا جائے)۔ **یا** حرف نداء قائم مقام **أدعو** فعل، **جرير** لفظاً مبنی برعلامت رفع محلاً منصوب مفعول بہ، **أدعو** فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ معترضہ ہوا۔

اور اگر "**کم**" کی دوسری اور اُس کے مابعد کی پہلی صورت کو لے کر **عمة** اور **خالة** کو مرفوع پڑھا جائے، تو ترکیب اس طرح ہوگی: **عمة** معطوف علیہ، **واؤ** حرف عطف، **خالة** معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر موصوف، **لک** جار مجرور **ثابتتان** محذوف کا متعلق ہوکر صفت اول، **فدعاء** صفت ثانی، موصوف صفت سے مل کر مبتدا، **کم** (استفہامیہ/ یا خبریہ) ممیّز، **مرة** محذوف تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مفعول فیہ مقدم **قد حلبت** فعل کا، **قد حلبت** فعل بافاعل، **علیّ** جار مجرور متعلق، **عشاری** مرکب اضافی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل، مفعول فیہ مقدم، متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اور یہی ترکیب اُس وقت ہوگی جب کہ "**کم**" کی تیسری اور اُس کے مابعد کی پہلی صورت کو لے کر **عمة** اور **خالة** کو مرفوع پڑھا جائے، بس اتنا فرق ہے کہ اس صورت میں "**کم**" اپنی محذوف تمیز (**حلبة**) سے مل کر **قد حلبت** فعل کا مفعول مطلق مقدم ہوگا۔

www.besturdubooks.net

الظُّرُوفُ: مِنْهَا: مَا قُطِعَ عَنِ الْإِضَافَةِ؛ كَـ: قَبْلُ، وَ بَعْدُ . وَأُجْرِيَ مَجْرَاهُ "لَاغَيْرُ"، وَ "لَيْسَ غَيْرُ"، وَ "حَسْبُ".

ترجمہ : **ظروف**: اُن میں سے بعض وہ ظروف ہیں جن کو اضافت سے الگ کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: **قَبْلُ** اور **بَعْدُ** . اور اسی کے قائم مقام کیا گیا ہے "**لَا غَيْرُ**"، "**لَيْسَ غَيْرُ**" اور "**حَسْبُ**" کو۔

"کــذا" کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ "ک" حرف تشبیہ اور "ذا" اسم اشارہ سے مرکب ہے، دونوں کو ملا کر واحد کے درجہ میں کر کے "کَمْ" کے معنی میں کر لیا گیا ہے، اور کاف حرف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ دونوں مبنی ہیں؛ لہٰذا جو ان سے مرکب ہے وہ بھی مبنی ہوگا۔

"کیت" اور "ذیت" کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی دو جہتیں ہیں: ایک جہت تو ان کے ترکیب میں واقع ہونے کی ہے جو ان کے معرب ہونے کا تقاضا کرتی ہے، اور دوسری جہت ان کے جملہ کی جگہ واقع ہونے کی ہے جو ان کے معرب نہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے؛ اس لئے کہ جملہ، جملہ ہونے کی حیثیت سے نہ معرب ہوتا ہے نہ مبنی، لہٰذا جو اس کی جگہ واقع ہوگا وہ بھی نہ معرب ہوگا نہ مبنی؛ لیکن چوں کہ حقیقت کے اعتبار سے "کیــت" اور "ذیــت" مفرد ہیں اور مفرد یا تو معرب ہوتا ہے یا مبنی، ان کے علاوہ نہیں ہوتا، اس لئے لامحالہ یہ بھی معرب اور مبنی میں سے کوئی ایک ہوں گے، چوں کہ مفردات میں اصل مبنی ہونا ہے، اس لئے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے مبنی ہونے کی جہت کو راجح قرار دے کر، ان کو مبنی قرار دیا گیا ہے۔

قولہ: الظروف الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی آٹھویں قسم: ظروف مبنیہ کو بیان فرما رہے ہیں:

اسم ظرف کی تعریف: اسم ظرف وہ اسم ہے جو کسی کام کے وقت یا جگہ پر دلالت کرے، ظروف مبنیہ کی چند قسمیں ہیں:

ان میں سے ایک قسم وہ ظروف ہیں جو مقطوع الاضافت ہوں اس طور پر کہ اُن کے مضاف الیہ کو لفظوں سے حذف کر دیا گیا ہو؛ لیکن وہ متکلم کے دل میں موجود ہو، جیسے: **قبلُ، بعدُ، فوقُ** اور **تحتُ**، ان کو غایات بھی کہا جاتا ہے۔

استعمال کے اعتبار سے ان کی تین صورتیں ہیں:

(۱) ان کا مضاف الیہ محذوف منوی (یعنی لفظوں سے حذف اور متکلم کے دل میں موجود ہو) اس صورت میں یہ مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾، اس مثال میں **قبل** اور **بعد** مبنی بر ضمہ ہیں؛ اس لئے کہ یہاں ان کا مضاف الیہ **کل شیٔ** محذوف منوی ہے؛ کیوں کہ اس کی

www.besturdubooks.net

وَمِنْهَا: حَيْثُ، وَلَا يُضَافُ إِلَّا إِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْأَكْثَرِ .

ترجمہ : اوراُن (یعنی ظروفِ مبنیہ) میں سے ایک حَیثُ ہے،اور وہ مضاف نہیں ہوتا ہے اکثر استعمال میں؛مگر جملے کی طرف۔

اصل: للّٰهِ الامرُ من قبلِ كلّ شئ ومن بعدِ كلِّ شئ ہے۔

(۲)ان کا مضاف الیہ محذوف تو ہو؛لیکن منوی نہ ہو،یعنی متکلم کے دل میں موجود نہ ہو؛ بلکہ نیسًّا منسيّا ہوگیا ہو،اس صورت میں یہ معرب ہوتے ہیں،چناں چہ اسی بناء پر ایک قراءت میں''لـلّٰـه الأَمْـرُ من قَبْلٍ و من بَعْدٍ'' آیا ہے۔

(۳)ان کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہو،اس صورت میں بھی یہ معرب ہوتے ہیں،جیسے: ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسلُ﴾ (گذر چکے ہیں محمد ﷺ سے پہلے بہت سے رسول)،اس مثال میں قبل معرب ہے؛اس لئے کہ اس کا مضاف الیہ ہاء ضمیر یہاں لفظوں میں مذکور ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ قبلُ، بعدُ وغیرہ ایک صورت میں مبنی برضمہ ہوتے ہیں اور دوصورتوں میں معرب ہوتے ہیں۔

وأجري مجراه الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ''غیر'' (جب کہ''لیس'' یالائے نفی کے بعد ہو)اور''حَسْبُ'' اگر چہ اسمائے ظروف میں سے نہیں ہیں؛لیکن مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کے وقت اِن کو بھی''قبل''اور''بعد'' وغیرہ کے قائم مقام کر کے مبنی برضمہ پڑھا جاتا ہے۔

فائدہ: ''قبل'' اور''بعد''کی طرح أمامُ، قدّام،خلفُ، وراءُ، أسفلُ، دُون، عوضُ اورأوَّلُ بمعنی قبل بھی مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کے وقت مبنی برضمہ ہوتے ہیں .

فائدہ:مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کے وقت،''قبل''،''بعد''اور دیگر غایات کے مبنی برضمہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو احتیاج میں حرف مبنی الاصل سے مشابہت ہے،جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہوتا ہے،اسی طرح یہ بھی صورت مذکورہ میں اپنے پورے معنی بتانے میں مضاف الیہ محذوف کے محتاج ہوتے ہیں۔

ومنها حیث الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے''حیثُ'' کو بیان فرمارہے ہیں۔ ''حیثِ'' (تینوں حرکتوں کے ساتھ) مکان کے لئے استعمال ہوتا ہے،اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو غایات یعنی قبلُ، بعدُ وغیرہ کے ساتھ مشابہت ہے،جس طرح غایات ہمیشہ مضاف ہوکر استعمال ہوتے ہیں اسی طرح حیثُ بھی لازم الاضافت ہے،یہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوکر استعمال ہوتا ہے،جیسے:اللہ تعالیٰ کا

www.besturdubooks.net

وَمِنْهَا: إِذَا، وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبَلِ، وَ فِيهَا مَعْنَى الشَّرْطِ؛ وَلِذٰلِكَ اُخْتِيرَ بَعْدَهَا الْفِعْلُ . وَقَدْ تَكُونُ لِلْمُفَاجَاةِ، فَيَلْزَمُ الْمُبْتَدَأُ بَعْدَهَا .

ترجمہ : اور اُن میں سے ایک إِذَا ہے، اور وہ مستقبل کے لیے آتا ہے، اور اُس میں شرط کے معنی (بھی) ہوتے ہیں؛ اور اسی وجہ سے پسند کیا گیا ہے اُس کے بعد فعل۔ اور کبھی وہ مفاجاۃ کے لیے ہوتا ہے، پس (اس صورت میں) لازم ہوتا ہے اُس کے بعد مبتدا (یعنی جملہ اسمیہ) کو لانا۔

ارشاد ہے:﴿ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ،اس مثال میں حیث، "لایعلمون" جملہ کی طرف مضاف ہے اور مبنی برضمہ ہے۔

اور کبھی حیث مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے، جیسے: شاعر کا قول ہے: شعر

أما ترٰى حيثُ سهيلٍ طالعًا ☆ نجمًا يضيءُ كالشهابِ ساطعًا

اس شعر میں حیث، سھیل مفرد کی طرف مضاف ہے اور مبنی برضمہ ہے۔

فائدہ: جب حیثُ مفرد کی طرف مضاف ہو، تو اس صورت میں اُس کے مضاف الیہ پر کیا اعراب آئے گا؟ اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے، ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے علماء اُس کو مجرور پڑھتے ہیں، جب کہ عرب کے موجودہ علماء اُس کو مرفوع پڑھتے ہیں، اصل اختلاف اس میں ہے کہ حیثُ مفرد کی طرف مضاف ہوسکتا ہے یا نہیں، ہمارے علماء، نحاۃ کی تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ حیثُ مفرد کی طرف مضاف ہوسکتا ہے؛ اسی لیے وہ اس کے مفرد مضاف الیہ کو مجرور پڑھتے ہیں، جب کہ عرب علماء کی رائے یہ ہے کہ حیثُ جملہ ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے، مفرد کی طرف مضاف نہیں ہوتا، اور اگر کہیں حیثُ کے بعد کوئی مفرد ہوتا ہے، تو وہ اُس کو حسبِ موقع مبتدا یا خبر محذوف مان کر، جملہ کی تاویل میں کرتے ہیں، اور اُس مفرد پر خبر یا مبتدا ہونے کی بناء پر رفع پڑھتے ہیں۔

فائدہ: حیث اکثر مبنی برضمہ ہوتا ہے اور بعض مثالوں میں یہ اہل عرب سے مبنی برفتحہ اور مبنی برکسرہ بھی سنا گیا ہے۔ [دیکھئے: شرح شذور الذھب (ص:۶۶-۶۷)]

ومنھا إذا الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "إذا" کو بیان فرما رہے ہیں: إذا کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے:

(۱) کبھی "إذا" کا استعمال شرط کے لئے ہوتا ہے، اس وقت "إذا" زمانۂ مستقبل کے لئے ہوتا ہے اگرچہ فعل ماضی پر داخل ہو، اِس صورت میں اُس کے بعد جملہ فعلیہ آتا ہے، جملہ اسمیہ نہیں آتا، اور یہ ترکیب

www.besturdubooks.net

وَمِنهَا: إِذْ لِلمَاضِیْ، وَیَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ .

ترجمہ: اور اُن میں سے إِذْ ہے، وہ ماضی کے لیے آتا ہے، اور واقع ہوتے ہیں اُس کے بعد دونوں جملے (یعنی جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ)۔

میں اپنے مابعد جملہ کی طرف مضاف ہوکر جزاء میں مذکور فعل یا شبہ فعل کا مفعول فیہ واقع ہوتا ہے، جیسے: ﴿إذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ (جب آجائے گی اللہ کی مدد)...... ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ﴾ الخ اس مثال میں ''إذا'' شرط کے لئے ہے، چناں چہ اس کے بعد ''جاء نصر الله'' جملہ فعلیہ آیا ہے، اور جاء فعل ماضی اس کے داخل ہونے کی وجہ سے مستقبل کے معنی میں ہوگیا ہے۔

(۲) کبھی ''إذا'' صرف ظرفیت کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس وقت اس کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں آسکتے ہیں، البتہ چوں کہ عموماً ''إذا'' میں شرط کے معنی ہوتے ہیں اور شرط کو فعل کے ساتھ مناسبت ہے، اس لئے اس کے بعد جملہ فعلیہ کو لانا پسندیدہ ہے، اس صورت میں یہ ترکیب میں اپنے مابعد جملہ کی طرف مضاف ہوکر ماقبل فعل یا شبہ فعل کا مفعول فیہ واقع ہوتا ہے، جملہ اسمیہ کی مثال، جیسے: آتِیکَ إذا الشَّمْسُ طالِعَةٌ (میں تیرے پاس اس وقت آؤں گا جب سورج نکلا ہوگا)، اس مثال میں ''إذا'' محض ظرفیت کے لئے ہے اور اس کے بعد ''الشمس طالعة'' جملہ اسمیہ ہے، جملہ فعلیہ کی مثال، جیسے: آتیکَ إذا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اس مثال میں بھی ''إذا'' محض ظرفیت کے لئے ہے؛ لیکن یہاں اس کے بعد طلعت الشمس جملہ فعلیہ ہے۔

(۳) کبھی ''إذا'' مفاجاۃ (یعنی کسی چیز کے اچانک پیش آنے کو بتلانے) کے لئے آتا ہے، اس وقت اس کے بعد مبتدا یعنی جملہ اسمیہ کو لانا پسندیدہ ہے؛ جیسے: خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ واقِفٌ (میں نکلا تو اچانک درندہ کھڑا تھا)، اس مثال میں ''إذا'' مفاجاۃ کے لئے ہے۔

فائدہ: إذا مفاجاتیہ اسم ہے یا حرف؟ اس میں اختلاف ہے۔ اخفش کی رائے یہ ہے کہ یہ حرف ہے، ترکیب میں اس کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ اسم ہے، یہ ترکیب میں، اپنے مابعد جملہ میں مذکور خبر کا ظرف ہوتا ہے۔

فائدہ: ''إذا'' کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو حیثُ کی طرح غایات کے ساتھ مشابہت ہے، جس طرح غایات ہمیشہ مضاف ہوکر استعمال ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی مضاف ہوکر استعمال ہوتا ہے، نیز یہ مبنی الاصل ''إن'' حرف شرط کے معنی کو بھی متضمن ہے۔

ومنها إذ الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے ''إذْ'' کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

www.besturdubooks.net

وَمِنهَا: أَيْنَ وَ أَنّٰى لِلْمَكَانِ اِسْتِفْهَامًا وَشَرْطًا . وَ مَتٰى لِلزَّمَانِ فِيهِمَا .

ترجمہ : اوراُن میں سے أَيْـنَ اور أَنّٰـی ہیں، یہ دونوں مکان کے لیے آتے ہیں، درآں حالیکہ استفہام یا شرط کے معنی میں ہوں۔ اور (اُن میں سے) مَتٰی زمانے کے لیے آتا ہے استفہام اور شرط میں۔

"إذ" زمانۂ ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ فعل مضارع پر داخل ہو اور اُس کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں آسکتے ہیں، جملہ فعلیہ کی مثال؛ جیسے: جئتک إِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ (میں تیرے پاس اس وقت آیا جب سورج نکل چکا تھا)۔ جملہ اسمیہ کی مثال، جیسے: جِئْتُکَ إِذِالشَّمْسُ طَالِعَةٌ .

فائدہ: "إذا" کی طرح "إذ" بھی کبھی مفاجاۃ کے لئے آجاتا ہے، اس صورت میں اس کے بعد جملہ فعلیہ آتا ہے، جملہ اسمیہ نہیں آتا، اور یہ اکثر بَيْنَمَا اور بَيْنَا کے جواب میں آتا ہے؛ جیسے: بینما کنتُ واقفًا إذجاء زيدٌ، چوں کہ "إذ" مفاجاتیہ قلیل الاستعمال ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

"إذ" کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو تعداد حروف میں حرف مبنی الاصل "مِن" کے ساتھ مشابہت ہے، جس طرح "مِن" تین حروف سے کم پر مشتمل ہے اسی طرح یہ بھی تین حروف سے کم پر مشتمل ہے، نیز "حیث" اور "إذا" کی طرح اس کو غایات کے ساتھ بھی مشابہت ہے؛ کیوں کہ یہ ہمیشہ مضاف ہوکر استعمال ہوتا ہے۔

ومنها أين وأنى الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "أين" اور "أنّى" کو بیان فرمارہے ہیں، أين اور أنّٰى مکان یعنی جگہ کے لئے آتے ہیں، ان کا استعمال دوطرح سے ہوتا ہے:

(۱) استفہام کے لئے؛ جیسے: أينَ تمشِيْ؟ (تو کہاں چلے گا) اور أنّٰى تقعُدُ؟ (تو کہاں بیٹھے گا)۔

(۲) شرط کے لئے، اس صورت میں ان کے بعد دو جملے آتے ہیں، ترکیب میں پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے جملہ کو جزاء کہتے ہیں؛ جیسے: أينَ تَجلِسْ أَجلِسْ (جہاں تو بیٹھے گا وہاں میں بھی بیٹھوں گا)، أَنّٰى تقُمْ أَقُمْ (جہاں تو کھڑا ہوگا وہاں میں بھی کھڑا ہوں گا)۔ أين اور أنّٰى خواہ استفہام کے لئے ہوں، یا شرط کے لئے دونوں صورتوں میں اپنے مابعد فعل کا مفعول فیہ واقع ہوتے ہیں۔

فائدہ: أين اور أنّٰى کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بعض صورتوں میں حرف مبنی الاصل: ہمزۂ استفہام کے معنی کو اور بعض صورتوں میں "إن" حرف شرط کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں۔

ومتى للزمان الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "مَتٰی" کو بیان فرمارہے ہیں۔ متٰی زمان یعنی وقت کے لئے آتا ہے، اس کا استعمال بھی دوطرح سے ہوتا ہے:

(۱) کبھی شرط کے لئے؛ جیسے: متى تَصُمْ أَصُمْ (جب تو روزہ رکھے گا میں بھی روزہ رکھوں گا)۔

www.besturdubooks.net

وَأَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا . وَكَيْفَ لِلْحَالِ اِسْتِفْهَامًا . وَ مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنٰى أَوَّلِ الْمُدَّةِ، فَيَلِيهِمَا الْمُفْرَدُ الْمَعْرِفَةُ، وَبِمَعْنَى الْجَمِيعِ فَيَلِيهِمَا الْمَقْصُودُ بِالْعَدَدِ .

ترجمہ: اور (اُن میں سے) أَيَّانَ زمانہ کے لیے آتا ہے، درآں حالیکہ استفہام کے معنی میں ہو۔ اور کَيْفَ حالت (معلوم کرنے) کے لیے آتا ہے، درآں حالیکہ استفہام کے معنی میں ہو۔ اور مُذْ اور مُنْذُ اولِ مدت کے معنی میں آتے ہیں، اس صورت میں اِن کے متصلاً بعد مفرد معرفہ آتا ہے۔ اور جمیعِ مدت کے معنی میں آتے ہیں، اِس صورت میں اِن کے متصلاً بعد وہ چیز آتی ہے جو عدد سے مقصود ہو۔

---

(۲) کبھی استفہام کے لئے، جیسے: متی تُسَافِرُ؟ (تو کب سفر کرے گا)۔

فائدہ: متٰی بھی -خواہ استفہام کے لئے ہو یا شرط کے لئے- اپنے مابعد فعل کا مفعول فیہ ہوتا ہے۔

فائدہ: جو وجہ "أین" اور "أنّٰی" کے مبنی ہونے کی ہے بعینہ وہی وجہ "متی" کے مبنی ہونے کی ہے۔

و أيّان للزمان الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے أیّان کو بیان فرمارہے ہیں۔ أیّان کسی چیز کے وقت کو دریافت کرنے کے لئے آتا ہے، جیسے: أيّان يومُ العيدِ؟ (عید کا دن کب ہے؟)۔

و كيف للحال الخ: یہاں سے مصنف "کیف" کو بیان فرمارہے ہیں۔ "کیف" کسی چیز کی حالت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے؛ جیسے: کیف أنتَ؟ (تو کس حال میں ہے)۔

فائدہ: کیف حقیقۃً ظرف نہیں ہے؛ بلکہ قائم مقام ظرف ہے، اسی لئے یہ ترکیب میں مفعول فیہ نہیں ہوتا؛ بلکہ حال، خبر مقدم، مفعول بہ، مفعول مطلق وغیرہ ہوتا ہے، حال کی مثال، جیسے: کیف یَکونُ زیدٌ؟ اس مثال میں کیف بأيِّ صِفَةٍ موْصُوْفا کے معنی میں ہوکر زید فاعل سے حال ہے۔ خبر کی مثال، جیسے: کیف أنت؟ اس مثال میں کیف خبر مقدم ہے۔ مفعول بہ کی مثال، جیسے: کیف تَعْلَمُ زَیْدًا؟ اس مثال میں کیف، تعلم فعل کا مفعول بہ مقدم ہے۔ مفعول مطلق کی مثال، جیسے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ﴾، اس مثال میں کیف، أيَّ فعلٍ کے معنی میں ہوکر فَعَلَ کا مفعول مطلق مقدم ہے۔ [دیکھئے: النحو الوافی (۱/ ۴۵۷-۴۵۸)]

چوں کہ کیف، علی أيِّ حالٍ جار مجرور کے معنی میں ہوتا ہے، اور جار مجرور کو ظروف کے ساتھ مشابہت ہے، اس لئے مصنف نے "کیف" کو ظروف میں بیان کردیا ہے۔

فائدہ: "أیّان" اور "کیف" کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں ہمزۂ استفہام کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں۔

ومنها مذ و منذ الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "مذ" اور "منذ" کو بیان فرمارہے ہیں

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يَقَعُ الْمَصْدَرُ، أَوِ الْفِعْلُ، أَوْ ''أَنَّ''، أَوْ ''أَنْ''، فَيُقَدَّرُ زَمَانٌ مُضَافٌ .

ترجمہ: اور کبھی (اِن کے بعد) مصدر، یا فعل، یا ''أَنَّ'' ، یا ''أَنْ'' واقع ہوتا ہے، اس صورت میں (اِن کے بعد) زمان مضاف محذوف ہوگا۔

مُذْ اور مُنْذُ دو معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں:

(۱) اولِ مدت کے معنی میں، یعنی کام کی ابتدائی مدت کو بتلاتے ہیں، پوری مدت کو نہیں بتلاتے؛ بلکہ اس کو سننے والے کے فہم پر چھوڑ دیتے ہیں، اس صورت میں اِن کے بعد مفرد معرفہ آتا ہے، تثنیہ، جمع اور نکرہ نہیں آتا؛ جیسے آپ سے کوئی کہے: متی ما رأیتَ زیدًا؟ (تو نے زید کو کب سے نہیں دیکھا)، اور اس کے جواب میں آپ کہیں: ما رأیته مُذْ یا منذ یومُ الجمعةِ (میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی ابتدائی مدت جمعہ کا دن ہے، یہاں اِن کے بعد یوم الجمعة آیا ہے جو مفرد بھی ہے اور معرفہ بھی۔

(۲) جمیعِ مدت کے معنی میں، یعنی کام کی پوری مدت کو بتلاتے ہیں، اس صورت میں اِن کے بعد وہ اسم زمان آتا ہے جو وقت کی اُس مقدار پر دلالت کرے جس کو بیان کرنا وہاں مقصود ہے، خواہ وہ معرفہ ہو یا نکرہ؛ جیسے کوئی آپ سے کہے: کم مدةً ما رأیت زیدًا ؟ (تو نے زید کو کتنی مدت سے نہیں دیکھا)، اور اس کے جواب میں آپ کہیں: ما رأیته مذ / منذ یومان (میں نے اس کو دو دنوں سے نہیں دیکھا) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہیں، یہاں مذ اور منذ جمیع مدت کے معنی میں ہیں اور اِن کے بعد یومان ایسا اسم زمان ہے جو وقت کی اُس مقدار پر دلالت کر رہا ہے جس کو بیان کرنا یہاں مقصود ہے۔

وقد یقع المصدر الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی مُذْ اور مُنْذُ کے بعد مصدر، فعل، ''أَنَّ'' یا ''أَنْ'' مخففہ من المثقلہ واقع ہوتا ہے، اِس صورت میں اِن کے بعد زمان یا مدت مضاف محذوف ہوگا؛ مصدر کی مثال؛ جیسے: ما رأیته مذُ /منذُ ذھابُک ،اس کی اصل: ما رأیته مذُ/ منذُ زمانُ ذھابِک ہے۔فعل کی مثال؛ جیسے: ما رأیته مُذُ/منذُ ذھبتَ ،اس کی اصل: ما رأیته مذُ/ منذُ زمانُ ذھبتَ ہے۔''أنَّ'' کی مثال؛ جیسے: ما رأیته مذُ/ منذُ أَنّک ذاھبٌ ،اس کی اصل: ما رأیته مذُ/ منذُزمانُ أنّک ذاھبٌ ہے۔''أَنْ'' مخففہ من المثقلہ کی مثال؛ جیسے: ما خرجتُ مذ/منذ أَنْ ذھبتَ، اس کی اصل: ما خرجتُ مذ/ منذُ زمانُ أَنْ ذھبتَ ہے۔

فائدہ: کبھی اِن کے بعد جملہ اسمیہ بھی واقع ہوتا ہے؛ جیسے: ما خرجتُ مذ/ منذ زیدٌ مسافرٌ؛ لیکن چوں کہ یہ قلیل الاستعمال ہے، اس لیے مصنف نے اِس کو ذکر نہیں کیا۔ (شرح جامی ص:۲۶۷)

www.besturdubooks.net

وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرُهُ مَابَعْدَهُ، خِلَافًا لِلزَّجَّاجِ . وَمِنْهَا: لَدٰى وَلَدُنْ . وَقَدْ جَاءَ : لَدْنِ، وَلَدَنْ، وَلُدْنِ، وَلَدْ، وَلُدْ وَلَدُ .

ترجمہ : اوروہ (یعنی مُذْ اور مُنْذُ میں سے ہرایک) مبتدا ہوتا ہے،اوراُس کی خبراُس کا مابعد ہوتا ہے، برخلاف امام زجاج کے۔اورظروف مبنیہ میں سے: لَدٰی اور لَدُنْ ہیں۔اور(اس میں) لَدْنِ، لَدَنْ، لُدْنِ، لَدْ، لُدْ اور لَدُ بھی آیا ہے۔

وھو مبتدأ وخبره الخ: یہاں سے مصنف مُذْ اور مُنْذُ کی ترکیب کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ مُذْ اور مُنْذُ (اسم زمان ہونے کی صورت میں) مبتدا ہوتے ہیں اوراُن کا مابعداُن کی خبر ہوتا ہے،اور یہ مبتدا خبر سے مل کر مستقل جملہ ہوتے ہیں اور یہ جملہ اپنے سے پہلے جملہ کی تفسیر کرتا ہے۔(یہاں مُذْ اور مُنْذُ کا مبتدا بننا اس لیے درست ہے کہ یہ مضاف الی المعرفہ یعنی أول المدة یاجمیع المدة کے معنی میں ہونے کی وجہ سے معرفہ کے حکم میں ہیں)۔

البتہ اس میں امام زجاج کا اختلاف ہے،اُن کے نزدیک مُذْ اور مُنْذُ خبر مقدم ہوتے ہیں اوراُن کا مابعد مبتدا مؤخر؛لیکن اُن کی یہ رائے صحیح نہیں ؛اس لیے کہ اس صورت میں مارأيته مذ/ أو منذ يومانِ جیسی مثالوں میں مبتدا کا نکرہ اورخبر کا معرفہ ہونا لازم آئے گا،اور یہ جائز نہیں۔

فائدہ: ترکیب کے اعتبار سے ”مذْ“ اور ”منذُ“ کی تین حالتیں ہیں:

۱- اگر اِن کے بعد فعل ماضی یا جملہ اسمیہ ہوتو یہ ترکیب میں مابعد جملہ کی طرف مضاف ہوکر اپنے سے پہلے فعل کا مفعول فیہ ہوتے ہیں؛ جیسے:ما رأيته مذ/ منذ قام زيدٌ اورما رأيته مذُ/ منذُ زيدٌ قائمٌ .

۲- اوراگر اِن کے بعد جملہ نہ ہو؛ بلکہ اسم مرفوع ہو(خواہ مفرد ہو یا مرکب غیر مفید) تو یہ مبتدا ہوتے ہیں اور جو اسم مرفوع اِن کے بعد ہے وہ اِن کی خبر ہوتا ہے،اور یہ مبتدا خبر سے مل کر مستقل جملہ ہوتے ہیں اور یہ جملہ اپنے سے پہلے جملہ کی تفسیر کرتا ہے؛ جیسے:مارأيته مذُ/منذُ يومُ الجمعة، مارأيته مذُ/ منذُ يومانِ .

۳- اوراگر اِن کے بعد اسم مجرور ہو،تو اس صورت میں یہ اسم نہیں ہوتے ؛ بلکہ حرف جر ہوتے ہیں؛ جیسے:ما رأيته مذُ/ منذُ شهرِنا . (النحو الوافی ۲/۲۵۹)

فائدہ: ”مـذ“ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو تعداد حروف میں ”مِــن“ حرف جر کے ساتھ مشابہت ہے؛اور مُنْذُ کو مبنی ہونے میں مُذْ پر محمول کرلیا گیا ہے۔

ومنها لدیٰ ولدن الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے ”لَدٰی“ اور ”لَدُنْ“ کو بیان

www.besturdubooks.net

وَمِنهَا: قَطُّ لِلْمَاضِی الْمَنفِیِّ . وَعَوضُ لِلْمُستَقبِلِ الْمَنفِیِّ .

ترجمہ: اورظروف مبنیہ میں سے قَطُّ ہے ماضی منفی کے لیے،اور عَوضُ ہے مستقبل منفی کے لیے۔

فرمارہے ہیں۔لدیٰ اورلـدُنْ، ”عـنـد“ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے:المـالُ لدیکَ (مال تیرے پاس ہے)،البتہ استعمال کے اعتبار سے اِن میں اور”عـنـد“ میں فرق یہ ہے کہ:”عـنـد“ کےاستعمال کے لئے اُس چیز کا جواُس سے پہلے مذکور ہو”عند“ کے مدخول کے پاس حاضراورموجود ہونا شرط نہیں ہے،خواہ وہ چیز ”عند“ کے مدخول کے پاس حاضراورموجود ہو یاکسی اورجگہ ہو،دونوں صورتوں میں ”عند“ کواستعمال کرسکتے ہیں،اس کے برخلاف لَـدیٰ اورلَـدُنْ کےاستعمال کے لئے اُس چیز کا جواِن سے پہلے مذکور ہو،اِن کے مدخول کے پاس حاضراورموجود ہونا شرط ہے،چناں چہ اگر مال مخاطب کے پاس حاضر نہ ہو؛ بلکہ اُس کے خزانے میں یابینک میں ہوتووہاں المالُ لدیکَ نہیں کہہ سکتے،البتہ المالُ عندک کہہ سکتے ہیں۔

وقـد جـاء لدن الخ: یہاں سے مصنف یہ بتاناچاہتے ہیں کہ لَدیٰ اورلَدُنْ میں ان کےعلاوہ چند لغتیں اورآئی ہیں،وہ یہ ہیں:لَـدِنِ، لَدَنْ، لُدْنِ، لَدْ، لُدْ اورلَدُ، ان میں سے بعض لغتوں مثلا:لَدْ، لُدْ اور لَدُ کوچوں کہ تعدادحروف میں حرف مبنی الاصل:”مِنْ“ کےساتھ مشابہت ہے،اس لئے یہ مبنی ہیں،اوردوسری لغات کومبنی ہونے میں ان پرمحمول کرلیا گیا ہے۔

ومنھا قطُّ الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے”قطُّ“ کوبیان فرمارہے ہیں،قطّ ماضی منفی کے لئے استعمال ہوتا ہے،یعنی پورے زمانہ ماضی میں کسی کام کی نفی کوبتلانے کے لئے آتا ہے،جیسے:مَا رأیتُہ قطُّ (میں نے اس کوکبھی نہیں دیکھا)یعنی پورے زمانہ ماضی میں،میں نے اس کوکبھی نہیں دیکھا۔

فائدہ: قطُّ میں اس کے علاوہ چند لغتیں اورہیں جن میں سے ایک”قطُ“ ہے۔ قَطُ کےمبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کوتعدادحروف میں حرف مبنی الاصل ”من“ وغیرہ سے مشابہت ہے،اس لئے وہ مبنی ہے،اور قَطُّ مشددہ کومبنی ہونے میں اسی پرمحمول کرلیا گیا ہے،نیزقطّ مشددہ کےمبنی ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ ”فی“حرف جراور”لام“حرف تعریف کے معنی کومتضمن ہے؛اس لئے کہ”فی“حرف جراپنے مدخول کی ظرفیت پردلالت کرتا ہےاور”لام“حرف تعریف اپنے مدخول کی تعیین پردلالت کرتا ہے،اسی طرح”قـط“ بھی متعینہ زمانے پردلالت کرتا ہے۔

وعـوض الـخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے ”عـوضُ“ کوبیان فرمارہے ہیں، ”عوضُ“ مستقبل منفی کے لئے استعمال ہوتا ہےیعنی پورے زمانہ مستقبل میں کسی کام کی نفی کوبتلانے کے لئے

www.besturdubooks.net

وَالظُّرُوْفُ الْمُضَافَةُ إِلَى الْجُمْلَةِ وَ"إِذْ" يَجُوْزُ بِنَاؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ .

ترجمہ: اور جو ظروف جملے اور "إِذْ" کی طرف مضاف ہوں، اُن کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے۔

آتا ہے، جیسے: **لا أضرِبُه عوضُ** (میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا)، یعنی پورے زمانہ مستقبل میں، میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا۔

فائدہ: **عوضُ** بھی **قبلُ**، **بعدُ** کی طرح مبنی برضمہ ہوتا ہے، اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ غایات: **قبلُ**، **بعدُ** وغیرہ کے مشابہ ہے، یعنی جس طرح غایات مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کی صورت میں مبنی برضمہ اور مضاف الیہ کے مذکور یا محذوف نسیًا منسیًا ہونے کی صورت میں معرب ہوتے ہیں اسی طرح **عوضُ** بھی مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کی صورت میں مبنی برضمہ اور مضاف الیہ کے مذکور یا محذوف نسیًا منسیًا ہونے کی صورت میں معرب ہوتا ہے، چناں چہ مذکورہ مثال میں "**عَوْضُ**" مبنی برضمہ ہے: اس لئے کہ اس کا مضاف الیہ **العائضین** محذوف منوی ہے، اس کی اصل: **لا أضربه عوض العائضین** ہے۔

فائدہ: ظروف میں سے ایک "**أمس**" بھی ہے، "**أَمْسِ**" سے اگر کوئی متعین دن یعنی گذشتہ کل مراد ہو اور یہ معرف باللام یا مضاف نہ ہو تو اس صورت میں "**أمس**" اہل حجاز کے نزدیک مبنی برکسرہ ہوتا ہے، جیسے: **ضَرَبَ زيدٌ أَمْسِ** (زید نے گذشتہ کل مارا)، اور وجہ اس کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ اس صورت میں یہ لام حرف تعریف کے معنی کو متضمن ہوتا ہے، جس طرح لام حرف تعریف اپنے مدخول کی تعیین پر دلالت کرتا ہے اسی طرح "**أمس**" بھی صورت مذکورہ میں متعین زمانہ پر دلالت کرتا ہے اور جو مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے، لہٰذا "**أمس**" بھی صورتِ مذکورہ میں مبنی ہوگا۔

اور اگر "**أمسِ**" معرف باللام یا مضاف ہو، یا اس سے گذشتہ ایام میں سے کوئی غیر متعین دن مراد ہو تو اس صورت میں "**أمس**" بالاتفاق معرب ہوتا ہے، مبنی نہیں ہوتا، جیسے: **مضى أمسُنا، مضى الأمسُ المباركُ** اور **كل غدٍ صائرٌ أَمسًا**.

والظروف المضافة الخ: یہاں سے مصنف ظروف غیر مبنیہ: **يَوْمٌ، حِيْنٌ** اور **لَيْلٌ** وغیرہ کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ ظروف جو مبنی نہ ہوں اگر اُن کی جملے یا "**إذ**" کی طرف اضافت کردی جائے تو اُن کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے، جملہ کی طرف مضاف ہونے کی مثال، جیسے: ﴿**هٰذا يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ**﴾ (یہ ایسا دن ہے جس میں نفع دے گا سچ بولنے والوں کو اُن کا سچ بولنا)، اس مثال میں **يومَ** کو **هٰذا** مبتدا کی خبر ہونے کے باوجود جملہ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے بطورِ جواز مبنی برفتحہ پڑھا گیا

وَ كَذٰلِكَ "مِثْلُ" وَ"غَيْرُ" مَعَ "مَا"، وَ"أَنْ" وَ"أَنَّ".

ترجمہ: اوراسی طرح "مِثْلُ" اور "غَيْرُ" ہیں "مَا"، "أَنْ" اور "أَنَّ" کے ساتھ۔

ہے۔ "إذ" کی طرف مضاف ہونے کی مثال، جیسے: يَوْمَئِذٍ اور حينئذ، ان کی اصل: يومَ إذ كان كذا اور حين إذْ كان كذا ہے۔

فائدہ: ظروف غیر مبنیہ کے، جملے یا "إذ" کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ پہلی صورت میں بلا واسطہ اور دوسری صورت میں "إذ" کے واسطہ سے جملہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور جملہ بعض نحویوں کے نزدیک مبنی الاصل ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ مضاف مضاف الیہ سے بناء یعنی مبنی ہونے کا وصف حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا یہ بھی جملہ سے بناء حاصل کر لیں گے اور ان کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہوگا؛ لیکن چوں کہ یہ اصالۃً مفرد کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور ان کی اضافت جملہ کی طرف عارضی ہے، اس لئے اس اضافت کا اعتبار نہ کرتے ہوئے ان کو معرب پڑھنا بھی جائز ہے، چناں چہ ایک قراءت میں ﴿هذا يومُ ينفعُ الصادقينَ صدقُهمْ﴾ يوم کے رفع کے ساتھ بھی آیا ہے۔

و كذلك مثل و غير الخ: یہاں سے مصنف لفظ "مِثْلُ" اور "غَيْرُ" کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جس طرح ظروف غیر مبنیہ: يوم اور حين وغیرہ کو جملہ یا "إذ" کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے، اسی طرح لفظ "مِثْلُ" اور "غَيْرُ"، اگر "مَا"، "أَنْ" (مخففہ من المثقلہ) یا "أَنَّ" کے ساتھ ہوں، تو اِن کو بھی مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے؛ جیسے: ضربتُه مثلَ مَا ضَرَبَ زيدٌ (میں نے اس کو مارا زید کے مارنے کی طرح)، اور جیسے: ضربتُه غَيْرَ أَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ (میں نے اس کو مارا؛ لیکن زید کے مارنے کی طرح نہیں مارا)، لم يمنعْنِيْ من الجلوسِ غيرَ أنَّك قائمٌ (مجھے بیٹھنے سے نہیں روکا؛ مگر اِس بات نے کہ تو کھڑا ہے)۔

اس صورت میں ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ابہام میں اور ابہام کو دور کرنے کے لئے مضاف الیہ کے محتاج ہونے میں ظروف مبنیہ کے مشابہ ہیں؛ لیکن چوں کہ یہ مشابہت محض صورۃً ہے اور حقیقت میں یہ ایسے اسم ہیں جو اعراب کے مستحق ہوتے ہیں، اس لئے ان کو معرب پڑھنا بھی جائز ہے۔

تنبیہ: لفظ "مِثْلُ" اور "غَيْرُ": اگر چہ ظروف میں سے نہیں ہیں؛ لیکن چوں کہ اِن کو اُن ظروف کے ساتھ مشابہت حاصل ہے جو جملے کی طرف مضاف ہوتے ہیں، اس لئے اِن کو یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

☆......☆......☆

www.besturdubooks.net

اَلْمَعْرِفَةُ وَالنَّكِرَةُ: المَعْرِفَةُ: مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ بِعَيْنِهٖ .وَهِيَ: اَلْمُضْمَرَاتُ، وَ الْأَعْلَامُ، وَالْمُبْهَمَاتُ، وَمَا عُرِّفَ بِاللَّامِ أَوِ النِّدَاءِ، وَالْمُضَافُ إِلٰى أَحَدِهَا مَعْنًى . العَلَمُ: مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ بِعَيْنِهٖ غَيْرَ مُتَنَاوِلٍ غَيْرَهٗ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ .

ترجمه : معرفہ اور نکرہ: معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی متعین چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ اور وہ (یعنی معرفہ کی اقسام) یہ ہیں: مضمرات، اعلام، مبہمات (اسمائے اشارہ واسمائے موصولہ)، جو اسم لام تعریف یا نداء کے ذریعہ معرفہ بنالیا گیا ہو اور وہ اسم جو اِن میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو اضافتِ معنویہ کے طور پر۔ علم: وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو کسی متعین چیز کے لیے، درآں حالیکہ وہ اُس کے علاوہ کو شامل نہ ہو ایک ہی وضع میں۔

قوله: المعرفة والنكرة الخ: یہاں سے مصنف عموم وخصوص کے اعتبار سے اسم کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ عموم وخصوص کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) معرفہ (۲) نکرہ۔

معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو؛ جیسے: زید، عمرو وغیرہ۔ معرفہ کی چھ قسمیں ہیں: (۱) مضمرات، (۲) اعلام، (۳) مبہمات: یعنی اسمائے اشارہ اور اسمائے موصولہ، چوں کہ اسمائے اشارہ مشارالیہ کی طرف اشارۂ حسیہ کے بغیر اور اسمائے موصولہ صلہ کے بغیر مبہم ہوتے ہیں، اس لئے ان کو مبہمات کہا جاتا ہے (۴) معرف باللام (۵) وہ اسم جو ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے طور پر مضاف ہو (۶) معرفہ بنداء۔ مضمرات، اسمائے اشارہ اور اسمائے موصولہ کی تعریف گذر چکی ہے۔

علم کی تعریف: علم وہ اسم ہے جو کسی متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس وضع میں وہ کسی دوسرے کو شامل نہ ہو، جیسے: زید، عمر، بکر اور مکة المکرمة وغیرہ۔

فوائد قیود: "**ماوُضِعَ لشئ**" معرفہ، نکرہ سب کو شامل ہے، "**بعینه**" کی قید سے نکرہ کو نکال دیا؛ اس لئے کہ نکرہ اُس اسم کو کہتے ہیں جو غیر معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، "**لا یتناول غیره**" کی قید سے علم کے علاوہ معرفہ کی دیگر اقسام: مضمرات وغیرہ کو نکال دیا؛ اس لئے کہ وہ استعمال کے وقت دوسری چیزوں کو شامل ہوتی ہیں، "**لا یتناول غیره**" کی قید سے علم مشترک (مثلاً زید جب کہ کئی آدمیوں کا نام ہو) بھی علم کی تعریف سے نکل گیا تھا؛ اس لئے کہ وہ اپنے علاوہ کو شامل ہوتا ہے۔ "**بوضع واحد**" کی قید لگا کر اس کو علم کی تعریف میں داخل کیا ہے؛ اس لئے کہ وہ غیر کو ایک وضع میں شامل نہیں ہوتا؛ بلکہ متعدد اوضاع میں شامل ہوتا ہے۔

فائدہ: علم شخصی مثلاً: زید، علم جنسی مثلاً: اسامہ (شیر کا علم)، کنیت، القاب وغیرہ سب اعلام میں داخل ہیں، یہ سب علم ہونے کی وجہ سے معرفہ ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

معرف باللام کی تعریف: معرف باللام وہ اسم ہے جس کو الف لام داخل کر کے معرفہ بنالیا گیا ہو، جیسے: رَجُلٌ (کوئی مرد) سے الرجل (مرد)۔

فائدہ: الف لام کی دو قسمیں ہیں: (۱) الف لام اسمی (۲) الف لام حرفی۔

الف لام اسمی: الف لام بمعنی الذی اسم موصول کو کہتے ہیں، یہ صرف اسم فاعل اور اسم مفعول کے شروع میں آتا ہے۔ الف لام حرفی کی دو قسمیں ہیں: (۱) الف لام زائد (۲) الف لام غیر زائد۔

الف لام زائد: وہ الف لام ہے جو لفظ میں حسن اور خوب صورتی پیدا کرنے کے لئے لایا جائے اور اس سے کوئی مخصوص معنی معلوم نہ ہوں؛ جیسے: **الحسن و الحسین**۔

الف لام غیر زائد: وہ الف لام ہے جس کو کسی مخصوص معنی پر دلالت کرنے کے لئے لایا جائے۔ الف لام غیر زائد کی چار قسمیں ہیں: (۱) الف لام جنسی (۲) الف لام استغراقی (۳) الف لام عہد ذہنی (۴) الف لام عہد خارجی۔

الف لام جنسی: اُس الف لام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ افراد سے قطع نظر شئ کی حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہو، جیسے: **اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِنَ الْمَرْأَۃِ** (جنس رجل جنس مرأۃ سے بہتر ہے)، اس مثال میں "رجل" اور "امرأۃ" پر الف لام جنسی ہے۔

الف لام استغراقی: اُس الف لام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ شئ کی حقیقت کے ساتھ اس کے تمام افراد کی طرف اشارہ مقصود ہو، جیسے: ﴿**إِنَّ الإِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ**﴾ (بلاشبہ تمام انسان خسارے میں ہیں)، اس مثال میں "انسان" پر الف لام استغراقی ہے۔

الف لام عہد ذہنی: اس الف لام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ شئ کی حقیقت کے ساتھ اس کے ایک ایسے غیر متعین فرد کی طرف اشارہ مقصود ہو، جو متکلم اور مخاطب کے ذہن میں معلوم ہو، جیسے: **اُدْخُلِ السُّوْقَ** (تو بازار چلا جا)، اس مثال میں "سوق" پر الف لام عہد ذہنی ہے۔

الف لام عہد خارجی: اس الف لام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ شئ کی حقیقت کے ساتھ اس کے ایک ایسے متعین فرد کی طرف اشارہ مقصود ہو جو متکلم اور مخاطب کے درمیان خارج میں معلوم ہو، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**کَمَا أَرْسَلْنَا إِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ**﴾ (جیسا کہ بھیجا ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول، پس نافرمانی کی فرعون نے اس رسول کی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی) اس مثال میں "رسول" پر الف لام عہد خارجی ہے۔

الف لام غیر زائد کی یہ چاروں قسمیں اپنے مدخول کی تعریف کا فائدہ دیتی ہیں، یعنی جس اسم پر ان چاروں قسموں میں سے کوئی الف لام داخل ہوگا وہ معرفہ ہوگا، البتہ الف لام عہد ذہنی کے سلسلہ میں کچھ لوگوں کی رائے

www.besturdubooks.net

وَأَعْرَفُ الْمَعَارِفِ: الْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمُ، ثُمَّ الْمُخَاطَبُ . النَّكِرَةُ: مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ لَا بِعَيْنِهٖ .
أَسْمَاءُ الْعَدَدِ: مَا وُضِعَ لِكَمِّيَّةِ آحَادِ الْأَشْيَاءِ .

ترجمہ : اورمعرفہ کی اقسام میں سب سے بڑا معرفہ: متکلم کی ضمیر ہے، پھر مخاطب کی ضمیر۔ نکرہ: وہ اسم ہے جو کسی غیر متعین چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو۔
اسمائے عدد: وہ اسماء ہیں جو اشیاء کے افراد کی مقدار (پر دلالت کرنے) کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔

یہ ہے کہ یہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتا؛ بلکہ اس کا مدخول نکرہ ہوتا ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ جملہ خبریہ کو اس کے مدخول کی صفت بنایا جاسکتا ہے۔ اگر اس کا مدخول معرفہ ہوتا تو جملہ خبریہ کو اس کی صفت بنانا درست نہ ہوتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ الف لام عہد ذہنی کا مدخول نکرہ ہوتا ہے، معرفہ نہیں ہوتا۔

معرفہ بنداء کی تعریف: معرفہ بنداء وہ اسم ہے جو حرف نداء کے ذریعہ پکارے جانے کی وجہ سے معرفہ ہوگیا ہو، جیسے: یا رجلُ. واضح رہے کہ حرف نداء کے ذریعہ پکارے جانے کی وجہ سے صرف نکرۂ مقصودہ معرفہ ہوتا ہے، نکرۂ غیر مقصودہ معرفہ نہیں ہوتا۔

وأعرف المعارف الخ: یہاں سے مصنف اسمائے معرفہ کی درجہ بندی فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسمائے معرفہ میں أعرف المعارف: (یعنی معرفہ ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل) متکلم کی ضمیر ہے، جیسے: أنا اور نحن . پھر مخاطب کی ضمیر ہے، جیسے: أنت . پھر غائب کی ضمیر ہے، جیسے: هو . پھر اعلام، پھر اسمائے اشارہ، پھر معرف باللام اور اسمائے موصولہ (یہ دونوں ایک ہی درجہ کے معرفہ ہیں)، پھر معرفہ بنداء، اور مضاف الی المعرفہ مضاف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے، جس درجہ کا معرفہ مضاف الیہ ہوگا اُسی درجہ کا معرفہ مضاف ہوگا؛ مثلاً اگر کوئی اسم أعرف المعارف (یعنی متکلم کی ضمیر) کی طرف مضاف ہو تو وہ اسم بھی مضاف الیہ کی طرح أعرف المعارف ہوگا؛ جیسے: غلامی . اور باقی کو اسی پر قیاس کرلو۔

النکرة ماوُضع الخ: یہاں سے مصنف نکرہ کی تعریف ذکر فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے: رجل (کوئی مرد)اور فرسٌ (کوئی گھوڑا)۔

أسماء العدد الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عدد کی تعریف اور اُن کے احکام بیان فرما رہے ہیں:

اسم عدد کی تعریف: اسم عدد وہ اسم ہے جو اشیاء کے افراد کی مقدار (یعنی تعداد) پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ معدود: وہ اسم ہے جس کی تعداد بیان کی جائے، اُس کو تمیز بھی کہتے ہیں؛ جیسے: عندی ثلاثةُ

www.besturdubooks.net

أُصُولُهَا: اِثْنَتَا عَشْرَةَ كَلِمَةً: وَاحِدٌ إِلٰى عَشَرَةٍ، وَمِائَةٌ وَأَلْفٌ . تَقُولُ: وَاحِدٌ، اِثْنَان، وَاحِدَةٌ، اِثْنَتَان وَثِنْتَان . وَثَلاثَةٌ إِلٰى عَشَرَةٍ، وَثَلٰثٌ إِلٰى عَشْرٍ . وَأَحَدَ عَشَرَ، اِثْنَا عَشَرَ، إِحْدٰى عَشْرَةَ، اِثْنَتَا عَشْرَةَ وَثِنْتَا عَشْرَةَ .

ترجمه : تمام اعداد کی اصل بارہ کلمے ہیں: وَاحِدٌ (ایک) سے عَشَرَةٌ (دس) تک، مِائَةٌ (سو) اور أَلْفٌ (ایک ہزار)۔ آپ کہیں گے: وَاحِدٌ (ایک مرد)، اِثْنَانِ (دومرد)، وَاحِدَةٌ (ایک عورت)، اِثْنَتَانِ اور ثِنْتَانِ (دوعورت)۔ اور ثَلاثَةٌ (تین مرد) سے عَشَرَةٌ (دس مرد) تک، اور ثَلاثٌ (تین عورت) سے عَشْرٌ (دس عورت) تک۔ أَحَدَ عَشَرَ (گیارہ مرد)، اِثْنَا عَشَرَ (بارہ مرد)، إِحْدٰى عَشْرَةَ (گیارہ عورت)، اِثْنَتَا عَشْرَةَ ، ثِنْتَا عَشْرَةَ (بارہ عورت)۔

دراھم میں ثلاثةٌ اسم عدد اور دراھم معدود ہے۔

تمام اسمائے عدد کی اصل بارہ کلمے ہیں: واحدةٌ (ایک) سے لے کر عَشرةٌ دس تک اور مائةٌ (ایک سو) اور ألفٌ (ایک ہزار)۔

تقول: واحد الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عدد کا طریقۂ استعمال بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسمائے عدد کا استعمال ایک سے دو تک قیاس کے مطابق ہوگا، یعنی معدود مذکر کے لئے اسم عدد مذکر اور معدود مؤنث کے لئے اسم عدد مؤنث لایا جائے گا، جیسے: واحدٌ (ایک مرد کے لئے)، اثنانِ (دومردوں کے لئے)، واحدةٌ (ایک عورت کے لئے)، اثنتان اور ثنتان (دوعورتوں کے لئے)۔

وثلاثة إلى الخ: تین سے لے کر دس تک کا استعمال خلاف قیاس ہوگا، معدود مذکر کے لئے اسم عدد مؤنث، اور معدود مؤنث کے لئے اسم عدد مذکر لایا جائے گا، جیسے: ثلاثةُ رجالٍ سے عَشْرةُ رجالٍ تک اور ثلاثُ نِسْوَةٍ سے عشرُ نسوةٍ تک۔

البتہ اگر معدود (یعنی تمیز) مذکور نہ ہو، یا مذکور ہو؛ لیکن عدد پر مقدم ہو تو اِن دونوں صورتوں میں اسم عدد کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے؛ جیسے: صافحتُ أربعةً/ أربعًا، كتبتُ صُحُفًا ثلاثةً/ ثلاثًا.[1]

فائدہ: معدود یعنی تمیز اگر جمع ہو تو اُس کے مذکر یا مؤنث ہونے میں اُس کے واحد کا اعتبار ہوتا ہے، اگر واحد مذکر ہو تو تمیز مذکر شمار ہوگی، اور اگر واحد مؤنث ہو تو تمیز مؤنث شمار ہوگی۔[2]

وأحدَ عشرَ الخ: دس کے بعد اسم عدد مرکب ہو جائے گا، گیارہ اور بارہ کا استعمال قیاس کے مطابق

(۱) النحو الوافی (۴/۴۵۴) (۲) (النحو الوافی ۴/ ۴۵۵)

www.besturdubooks.net

وَثَلاثَةَ عَشَرَ إِلىٰ تِسْعَةَ عَشَرَ، وَثَلاثَ عَشْرَةَ إِلىٰ تِسْعَ عَشْرَةَ . وَتَمِيْمٌ تُكَسِّرُ الشِّيْنَ فِي الْمُؤَنَّثِ. وَعِشْرُوْنَ وَأَخَوَاتُهَا فِيْهِمَا. وَأَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ، وَإِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ .

ترجمه : اور ثَلاثَةَ عَشَرَ (تیرہ مرد) سے تِسْعَةَ عَشَرَ (انیس مرد) تک۔ اور ثَلاثَ عَشْرَةَ (تیرہ عورت) سے تِسْعَ عَشْرَةَ (انیس عورت) تک۔ اور قبیلۂ بنوتمیم کے لوگ مؤنث میں (عشر اور عشرةٌ کے) شین کو کسرہ دیتے ہیں۔ اور (آپ کہیں گے:) عِشْرُوْنَ اور اُس کے نظائر مذکر و مؤنث دونوں میں۔ اور أَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ (اکیس مرد)، إِحْدٰى وَ عِشْرُوْنَ (اکیس عورت)۔

ہوگا، یعنی مذکر کے لئے دونوں جز مذکر اور مؤنث کے لئے دونوں جز مؤنث لائے جائیں گے؛ جیسے: أحدَ عَشَرَ رجلًا، اِثنا عَشَرَ رجلًا، إحدىٰ عَشْرَةَ امرأةً اور اِثنتا عَشْرَةَ امرأةً، ثِنْتَا عَشْرَةَ اِمْرَأَةً .

اور تیرہ سے لے کر انیس تک کے استعمال میں پہلا جز خلافِ قیاس (یعنی مذکر کے لئے مؤنث اور مؤنث کے لئے مذکر) اور دوسرا جز قیاس کے مطابق (یعنی مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث) لایا جائے گا؛ جیسے: ثلاثَةَ عَشَرَ رجلًا سے تسعةَ عَشَرَ رجلًا تک، ثلاثَ عَشْرَةَ امرأةً سے تِسْعَ عَشْرَةَ امرأةً تک۔

وبنو تميم الخ: عشرة کا شین متحرک پڑھا جائے گا یا ساکن؟ اس میں اختلاف ہے، قبیلۂ بنوتمیم کا مذہب یہ ہے کہ اگر "عشرة" دوسرے عدد کے ساتھ مرکب ہو اور معدود مؤنث پر دلالت کرے، تو اُس کو شین کے کسرہ کے ساتھ عَشِرَةٌ پڑھیں گے؛ جیسے: ثلاثَ عَشِرَةَ اِمرأةً .

جب کہ مشہور اور فصیح لغت یہ ہے کہ عشرة خواہ مفرد ہو یا کسی دوسرے عدد کے ساتھ مرکب ہو، اگر معدود مذکر پر دلالت کرتا ہے، تو اُس کو عَشَرَةٌ اور عَشَرٌ شین کے فتحہ کے ساتھ پڑھیں گے، اور اگر معدود مؤنث پر دلالت کرتا ہے تو اُس کو عَشْرةٌ اور عَشْرٌ شین کے سکون کے ساتھ پڑھیں گے، مثال: جیسے: عَشَرَةُ رِجالٍ، أَحَدَ عَشَرَ رجلًا، عَشْرُ نِسْوَةٍ، إحدىٰ عَشْرَةَ امرأَةً . (النحو الوافی ۴/۴۴۲-۴۴۴)

وعشرون وأخواتها الخ: اس کے بعد تمام دہائیوں (یعنی ۲۰، ۳۰، ۴۰، ۵۰، ۶۰، ۷۰، ۸۰، ۹۰) کا استعمال مذکر اور مؤنث کے لئے یکساں ہوگا، یعنی جس طرح عشرون اور ثلاثون وغیرہ مذکر کے لئے استعمال ہوں گے اسی طرح بغیر کسی فرق کے مؤنث کے لئے بھی استعمال ہوں گے؛ جیسے: عشرون رجلًا، عشرون امرأةً سے تِسعون رجلًا اور تِسعون امرأةً تک۔

وأَحَدٌ وعشرون رجلًا الخ: ۲۰ کے بعد تمام دہائیوں کے بعد والے دو عدد (یعنی ۲۱، ۲۲، ۳۱، ۳۲، ۴۱، ۴۲، ۵۱، ۵۲، ۶۱، ۶۲، ۷۱، ۷۲، ۸۱، ۸۲، ۹۱، ۹۲) کا استعمال قیاس کے مطابق ہوگا، یعنی پہلا جز مذکر کے لئے مذکر

www.besturdubooks.net

ثُمَّ بِالْعَطْفِ بِلَفْظِ مَا تَقَدَّمَ إِلٰى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ .
وَمِائَةٌ وَأَلْفٌ، مِائَتَانِ وَأَلْفَانِ فِيْهِمَا .

ترجمہ : پھر (آپ بولیں گے دہائیوں کا بعینہ) مذکورہ اسمائے اعداد کے لفظ پر عطف کرنے کے ساتھ، تِسْعَةٌ وتِسْعُوْنَ تک۔

اور مِائَةٌ (سو)، أَلْفٌ (ایک ہزار)، مِائَتَانِ (دوسو)، أَلْفَانِ (دو ہزار) مذکر اور مؤنث دونوں میں۔

اور مؤنث کے لئے مؤنث لایا جائے گا، اور دوسرا جز مذکر ومؤنث دونوں کے لئے یکساں رہے گا؛ جیسے: أحدٌ و عشرون رجلًا، إحدى وعشرون امرأةً، اثنان وعشرون رجلًا اور اثنتان وعشرون امرأةً ......

ثم بالعطف الخ: بیس کے بعد (دہائیوں کے علاوہ) باقی اعداد میں دہائیوں (عشرون، ثلاثون، أربعون ......) کا اکائیوں (واحد، اثنان، ثلاثة، أربعة ......) پر عطف کر کے اسم عدد بنایا جائے گا، بس اتنا خیال رکھا جائے کہ بعینہ واحد اور واحدة کے لفظ پر دہائیوں کا عطف نہیں کریں گے، بلکہ اِن میں تغیر کر کے أحدٌ اور إحدیٰ بنائیں گے، پھر اِن پر دہائیوں کا عطف کریں گے؛ جیسے: أحدو عشرون رجلًا، إحدى وعشرون امرأةً، جب کہ باقی اکائیوں (یعنی اثنان، اثنتان، ثلاثة، أربعة ......) میں کوئی تغیر کیے بغیر، بعینہ اِن کے الفاظ پر دہائیوں کا عطف کریں گے؛ جیسے: اثنان وعشرون رجلًا اور اثنتان وعشرون امرأةً ......

اسی فرق کی وجہ سے مصنف نے أحدو عشرون رجلًا اور إحدى وعشرون امرأةً کو عطف کے قاعدہ میں شامل نہیں کیا۔

۲۳ سے لے کر ۲۹ تک کے استعمال میں پہلا جز خلاف قیاس، یعنی مذکر کے لئے مؤنث اور مؤنث کے لئے مذکر لایا جائے گا، اور دوسرا جز مذکر ومؤنث دونوں کے لئے یکساں رہے گا، جیسے: ثلاثة وعشرون رجلًا اور ثلاث وعشرون امرأةً سے تسعة وعشرون رجلًا اور تسع وعشرون امرأةً تک، اور یہی طریقہ ۳۳ سے ۳۹، ۴۳ سے ۴۹، ۵۳ سے ۵۹، ۶۳ سے ۶۹، ۷۳ سے ۷۹، ۸۳ سے ۸۹ اور ۹۳ سے ۹۹ تک کے استعمال کا ہے، یعنی ان میں بھی پہلا جز خلاف قیاس مذکر کے لئے مؤنث اور مؤنث کے لئے مذکر لایا جائے گا، اور دوسرا جز مذکر ومؤنث دونوں کے لئے یکساں رہے گا؛ جیسے: ثلاثة وثلاثون رجلًا اور ثلاث وثلاثون امرأةً سے تسعة وتسعون رجلًا اور تسع وتسعون امرأةً تک۔

ومائة وألف الخ: یہاں سے مصنف مائةٌ، ألفٌ اور ان کے تثنیہ: مائتانِ اور ألفانِ کے استعمال کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مائة، ألفٌ اور ان کے تثنیہ مائتان اور ألفان مذکر اور مؤنث کے

www.besturdubooks.net

ثُمَّ بِالْعَطْفِ عَلٰی مَا تَقَدَّمَ . وَفِیْ "ثَمَانِیَ عَشْرَةَ" فَتْحُ الْيَاءِ، وَجَازَ إِسْكَانُهَا، وَشَذَّ حَذْفُهَا بِفَتْحِ النُّوْنِ .

ترجمہ : پھر (سواور ہزار کے بعد آپ بولیں گے) عطف کے ساتھ مذکورہ طریقے کے مطابق۔اور "ثَمَانِیَ عَشْرَةَ" میں یاء کا فتحہ ہے،اور جائز ہے یاء کو ساکن پڑھنا،اور شاذ ہے یاء کو حذف کرنا نون کو فتحہ دینے کے ساتھ۔

لئے یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں،یعنی جس طرح یہ مذکر کے لئے استعمال ہوں گے اسی طرح بغیر کسی فرق کے مؤنث کے لئے بھی استعمال ہوں گے،جیسے: مائةُ رجلٍ، مائةُ امرأةٍ، ألفُ رجلٍ، ألفُ امرأةٍ، مائتَارجلٍ، مائتَا امرأةٍ، ألفَا رجلٍ اور ألفَا امرأةٍ .

ثم بالعطف علی الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر عدد مائة (۱۰۰)اور ألف(ایک ہزار) سے آگے بڑھ جائے تو ایک سے لے کر ۹۹ تک کے استعمال کا جو طریقہ اوپر بیان کیا گیا ہے مِائةٌ اور ألفٌ کے بعد اُسی کے مطابق بطور عطف کے اسمائے عدد کو استعمال کیا جائے گا،جس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)ایک سے ۹۹ تک کے زائد اعداد کا مائةٌ اور أَلْفٌ پر عطف کیا جائے،اس صورت میں أَلْفٌ کو مِائَةٌ پر، مِائَةٌ کو اکائیوں پر اور اکائیوں کو دہائیوں پر مقدم کیا جائے گا؛ جیسے: عِنْدِيْ أَلْفٌ وَّمِائَةٌ وَّ أَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا (میرے پاس ایک ہزار،ایک سو اکیس مرد ہیں)۔

(۲) ایک سے ۹۹ تک کے زائد اعداد پر مائةٌ اور أَلْفٌ کا عطف کیا جائے،اس صورت میں اکائیوں کو دہائیوں پر، دہائیوں کو مِائَةٌ پر اور مِائَةٌ کو أَلْفٌ پر مقدم کیا جائے گا؛ جیسے: عِنْدِیْ أَحَدٌ وَّ عِشْرُوْنَ وَمِائَةٌ وَّأَلْفُ رَجُلٍ (میرے پاس ایک ہزار،ایک سو اکیس مرد ہیں)۔

وفی ثمانی عشرة الخ: "ثَمانی عشرةَ" کے پہلے جز: ثمانی میں تین صورتیں جائز ہیں:

(۱)اس کی یاء پر فتحہ پڑھا جائے(اور یہی اس کا اصل استعمال ہے)؛ جیسے: ثَمانِیَ عشْرةَ امرأةً .

(۲)یاء پر سکون پڑھا جائے؛ جیسے: ثَمانِیْ عَشْرَةَ امرأةً .

(۳)یاء کو حذف کرکے نون پر کسرہ پڑھا جائے؛ جیسے: ثَمانِ عشْرةَ امرأةً.

اور یاء کو حذف کرکے نون پر فتحہ پڑھنا شاذ ہے؛ جیسے: ثمانَ عشْرةَ امرأةً ؛اس لیے کہ یہ اہلِ عرب کے عام استعمال کے خلاف ہے؛ کیوں کہ عموماً جب یاء کو حذف کیا جاتا ہے تو اُس کے ماقبل پر کسرہ باقی رکھا جاتا ہے،تاکہ وہ یاء کے حذف پر دلالت کرے۔

www.besturdubooks.net

وَ مُـمَيِّزُ الثَّلاثَةِ إِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوضٌ مَجْمُوعٌ لَفْظًا أَوْ مَعْنًى؛ إِلَّا فِيْ ثَلاثِ مِائَةٍ إِلٰى تِسْعِ مِائَةٍ . وَكَانَ قِيَاسُهَا مِئَاتٍ أَوْ مِئِيْنَ . وَمُمَيِّزُ أَحَدَ عَشَرَ إِلٰى تِسْعَةٍ وَّ تِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ . وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ، وَأَلْفٍ، وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعِهِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ . وَإِذَا كَانَ الْمَعْدُوْدُ مُؤَنَّثًا وَاللَّفْظُ مُذَكَّرًا أَوْ بِالْعَكْسِ، فَوَجْهَانِ .

ترجمہ : اورثَلاثَۃٌ (تین) سے عَشَرَۃٌ (دس) تک کی تمیز جمع مجرور ہوتی ہے،خواہ جمع لفظاً ہو یا معنیً ؛ مگر ثَـلاثُ مِائَۃٍ (تین سو) میں تِسْعُ مِائَۃٍ (نوسو) تک۔اورقیاس (کا تقاضا) مِـئَاتٍ یامِـئِیْنَ ہے۔ اور أَحَدَ عَشَرَ (گیارہ) سے تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعُوْنَ (ننانوے) تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے۔ اورمِائَۃٌ (سو)، أَلْفٌ (ایک ہزار)، اِن دونوں کے تثنیہ(مِائَتَان، أَلْفَانِ)اورأَلُفٌ کی جمع کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے۔

اور جب معدود (تمیز) مؤنث ہواور لفظ مذکر، یااس کے برعکس ہو،تو وہاں دوصورتیں (جائز) ہیں۔

نوٹ:رضی کی رائے یہ ہے کہ یاء کوحذف کرنے کی صورت میں نون پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے؛لیکن اولی اور بہتر یہ ہے کہ نون پر فتحہ پڑھا جائے،تا کہ وہ اپنے دیگر نظائر کے موافق ہوجائے؛اس لیے کہ اس کے نظائر:ثلاث اورأربع وغیرہ جب عشرۃ کے ساتھ مرکب ہوتے ہیں،تو اُن کا آخری حرف مفتوح ہوتا ہے۔ (رضی شرح کافیہ۳/۳۷۰)

ومـميـز الثـلاثة الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عدد کی تمیز کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔واحد اوراثـنـان کے علاوہ بقیہ تمام اعداد کوتمیز کی ضرورت ہوتی ہے،اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ تین سے لے کر دس تک کی تمیز جمع مجرور ہوتی ہے،جیسے: ثلاثۃُ رجالٍ اورثلاثُ نسوۃٍ ،البتہ اگر تین سے لے کر دس تک کی تمیز لفظ مـائة ہوتو اِس صورت میں اِن کی تمیز خلاف قیاس مفرد مجرور ہوتی ہے؛ جیسے:ثـلاثُ مائةٍ اورتسع مائةٍ ؛ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اِن کی تمیز جمع مجرور ہواور مثلاً: ثلاثُ مئاتٍ یا ثلاث مئین کہیں۔

ومـميـز أحـد عشـرالخ : گیارہ سے لے کرننانوے تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے؛ جیسے:أحد عشررجلًا، إحدٰی عشْرۃَ امرأۃً، تسعة وتسعون رجلًا اورتِسعٌ وَّتسعُونَ امرأۃً.

ومـميز مائة الخ : مائة، ألف اوران کے تثنیہ:مائتان اورألفان، اسی طرح ألف کی جمع:آلاف اورأُلوف کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے؛ جیسے:مائۃُ رجلٍ، مائۃُ امرأۃٍ، ألفُ رجلٍ، ألف امرأۃٍ،مائتا رجلٍ مائتا امرأۃٍ، ألفا رجلٍ، ألفا امرأۃٍ، ثلاثۃُ آلافِ رجلٍ اور ثلاثُ آلافِ امرأۃٍ .

وإذا كان المعدود الخ: یہاں سے مصنف ایسی دوصورتیں بیان فرمارہے ہیں جہاں اسم عدد کو مذکر

www.besturdubooks.net

وَلَا یُمَیَّزُ وَاحِدٌ وَ اِثْنَانِ اِسْتِغْنَاءً بِلَفْظِ التَّمْیِیْزِ عَنْهُمَا؛ مِثْلُ: رَجُلٌ وَرَجُلَانِ؛ لِإِفَادَتِهِ النَّصَّ الْمَقْصُوْدَ بِالْعَدَدِ .

ترجمہ : اور وَاحِدٌ اور اِثْنَانِ کی تمیز نہیں لائی جاتی؛ لفظِ تمیز کے اِن دونوں سے بے نیاز کردینے کی وجہ سے؛ جیسے: رَجُلٌ (ایک مرد)، رَجُلَانِ (دو مرد)؛ لفظِ تمیز کے اُس صراحت کا فائدہ دینے کی وجہ سے جو عدد سے مقصود ہے۔

ومؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے:

(۱) تمیز مؤنث ہو اور جس لفظ سے اُس کو تعبیر کیا گیا ہے وہ مذکر ہو؛ جیسے: عندی ثلاثةُ أشخاصٍ من النّساءِ، یہاں تمیز مؤنث ہے (کیوں کہ یہاں عورتیں مراد ہیں)، اور اُس کو جس لفظ یعنی أشخاص سے تعبیر کیا گیا ہے وہ مذکر ہے، اس لیے یہاں تمیز کا اعتبار کرکے، اسم عدد کو مذکر لاکر عندی ثلاثُ أشخاصٍ من النّساءِ بھی کہہ سکتے ہیں اور لفظ أشخاص کا اعتبار کرکے، اسم عدد کو مؤنث لاکر عندی ثلاثةُ أشخاصٍ من النّساءِ بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۲) پہلی صورت کے برعکس ہو، یعنی تمیز مذکر ہو اور جس لفظ سے اُس کو تعبیر کیا گیا ہے وہ مؤنث ہو؛ جیسے: عندی ثلاثةُ نفوسٍ من الرّجالِ، یہاں تمیز مذکر ہے (کیوں کہ یہاں مرد مراد ہیں)، اور اُس کو جس لفظ یعنی نفوس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ مؤنث سماعی ہے، اس لیے یہاں تمیز کا اعتبار کرکے، اسم عدد کو مؤنث لاکر عندی ثلاثةُ نفوسٍ من الرّجالِ بھی کہہ سکتے ہیں اور لفظ نفوس کا اعتبار کرکے، اسم عدد کو مذکر لاکر عندی ثلاثُ نفوسٍ من الرّجالِ بھی کہہ سکتے ہیں۔

ولا یمیز واحد الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ واحد، اثنان اور اسی طرح واحدة اور اثنتان کی کوئی تمیز نہیں آتی؛ اس لئے کہ جس اسم کو اِن کی تمیز بنائیں گے وہ خود اپنی ہیئت اور صیغہ کے اعتبار سے اُس صراحت یعنی ایک اور دو کا فائدہ دے گا جو اسم عدد سے مقصود ہوتی ہے، اسم عدد یعنی واحد اور اثنان وغیرہ کے ذکر کا محتاج نہیں ہوگا، لہٰذا وہ ان کی تمیز نہیں بن سکتا؛ اس لئے کہ تمیز ممیّز کی محتاج ہوتی ہے، ممیّز سے بے نیاز نہیں ہوتی، چناں چہ ایک مرد کے لئے عندی رجلٌ، اور دو مردوں کے لئے عندی رجلانِ کہیں گے، عندی واحدُ رجل اور عندی اثنان رجلان نہیں کہیں گے۔ اور جو اہل عرب رجلٌ واحدٌ اور رجلان اثنان بولتے ہیں وہ مؤکد تاکید کے قبیل سے ہے، ممیّز تمیز کے قبیل سے نہیں۔

☆......☆......☆

www.besturdubooks.net

وَتَقُوْلُ فِی الْمُفْرَدِ مِنَ الْمُتَعَدِّدِ باعْتِبَارِ تَصْيِيرِه : الثَّانِیْ وَالثَّانِيَةُ إِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ، لَاغَيْرُ. وَبِاعْتِبَارِ حَالِه: الْأَوَّلُ، وَالثَّانِیْ، وَالْأُوْلٰی وَالثَّانِيَةُ

ترجمه : اورآپ کہیں گے متعدد کے مفرد میں اُس کی تصییر کے اعتبار سے:الثَّانِیْ اورالثَّانِيَةُ سے صرف العَاشِرُ اور العَاشِرَةُ تک۔اوراُس کی حالت کے اعتبار سے:الأَوَّلُ، الثَّانِیْ، الأُوْلٰی اورالثَّانِيَةُ سے

وتقول فی المفرد الخ: اسمائے اعدادکوواضع نے اصل اس لیے وضع کیا ہے تاکہ وہ اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کرے؛لیکن کبھی اسم عدد سے معدود کے وہ تمام افراد مراد نہیں ہوتے جن پر اسم عدد دلالت کرتا ہے؛ بلکہ اُن میں سے ایک فرد مراد ہوتا ہے،اِس مقصد کے لیے اسم عدد کو''فَاعِلٌ'' کے وزن پر لاکرعموماً دو صورتیں اختیار کی جاتی ہیں:

۱-تصییر کا اعتبار کرتے ہیں،یعنی جس ایک فرد پر وہ''فاعلٌ'' کاوزن دلالت کرتا ہے،اُس کے بارے میں، یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اُس نے نیچے والے عدد کے ساتھ مل کر،اُس میں ایک کا اضافہ کرکے اُسے اوپر والا عدد بنادیا ہے؛ مثلاً دوکوتین یا تین کو چار بنادیا ہے۔اس کوعدد برائے تصییر کہا جاتا ہے۔اس صورت میں اسم عدد لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے اسم فاعل ہوتا ہے،اس کے لیے فعل بھی ہوتا ہے اور مصدر بھی،اوراُس کا استعمال صرف دو سے دس تک ہوتا ہے،ایک کے لیے اُس کا استعمال نہیں ہوتا؛اس لیے کہ ایک سے نیچے کوئی عدد نہیں ہے کہ جس پر اضافہ کرکے اُسے اوپر والا عدد بنایا جاسکے،اوردس سے اوپر والے اعداد کے لیے بھی اس کا استعمال نہیں ہوتا؛اس لیے کہ اُن کا کوئی فعل اور مصدر نہیں ہے کہ جس سے اسم فاعل بنایا جاسکے۔جب کہ دو سے دس تک اسمائے اعداد کا فعل بھی ہوتا ہے اور مصدر بھی؛جیسے: ثَنَی الواحدَ اثنینِ يَثْنِیْ ثَنْيًا [ازضرب]: ایک کو دو بنانا،اسی طرح عَشَرٌ تک۔اس لیے اِن سے مذکورہ معنی کا اعتبار کرکے''فَاعِلٌ'' کے وزن پر اسم عدد بناسکتے ہیں؛جیسے:الثّانِیْ (ایک کودو بنانے والا)، الثّانيةُ (ایک کودو بنانے والی)، الثالثُ (دوکوتین بنانے والا)، الثالثةُ (دوکوتین بنانے والی)۔اسی طرح العاشِرُ اور العاشرةُ تک سمجھ لیا جائے۔

فائدہ: دو سے دس تک جواسمائے اعداد آتے ہیں،اُن میں سے جن کا لام کلمہ حرف حلقی نہیں ہے،معنیٔ تصییر کا ارادہ کرنے کی صورت میں،اُن سے آنے والا فعل''باب ضرب'' سے ہوگا،اورجن کا لام کلمہ حرف حلقی ہے،اُن سے آنے والا فعل''باب فتح'' سے ہوگا۔ [دیکھئے:رضی شرح کافیہ۳/۳۸۶]

۲-حالت اورمرتبۂ عددی کا اعتبار کرتے ہیں،یعنی متعدد افراد میں سے کسی ایک فرد کے بارے میں، یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ وہ عدد کے اعتبار سے فلاں مرتبہ (مثلاً پہلے،دوسرے یا تیسرے نمبر) پر ہے،اس کوعدد

www.besturdubooks.net

إِلَی الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ، وَالْحَادِیَ عَشَرَ، وَالْحَادِیَةَ عَشْرَةَ، وَالثَّانِیَ عَشَرَ وَالثَّانِیَةَ عَشْرَةَ إِلَی التَّاسِعَ عَشَرَ وَالتَّاسِعَةَ عَشْرَةَ .

ترجمہ: العَاشِرُ اورالعَاشِرَةُ تک،اور الحَادِیَ عَشَرَ، الحَادِیَةَ عَشْرَةَ، الثَّانِیَ عَشَرَ اور الثَّانِیَةَ عَشْرَةَ سے التَّاسِعَ عَشَرَ اور التَّاسِعَةَ عَشْرَةَ تک۔

برائے مرتبہ کہا جاتا ہے،اس صورت میں اسم عدد لفظوں کے اعتبار سے اسم فاعل ہوتا ہے اور معنی کے اعتبار سے اسم جامد،اور اُس کا استعمال ایک سے اوپر تک تمام اعداد کے لیے ہوتا ہے، پہلے مرتبے کے لیے (مذکر کے لیے) أوّل اور (مؤنث کے لیے) أولٰی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔اور دو سے دس تک کا مرتبہ بیان کرنے کے لیے اسم عدد کو ''فَاعِلٌ'' کے وزن پر لاتے ہیں؛ جیسے: الثّانیُ (دوسرا)، الثّانیةُ (دوسری) سے العاشرُ (دسواں) اور العاشرةُ (دسویں) تک۔اور اعدادِ مرکبہ میں پہلے جز کو''فَاعِلٌ''کے وزن پر لاتے ہیں اور دوسرے جز کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں؛ جیسے:حَادِیَ عَشَرَ (گیارہواں)، حَادِیَةَ عَشْرَةَ (گیارہویں)، ثَانِیَ عَشَرَ (بارہواں)، ثانیةَ عَشْرَةَ (بارہویں) سے تاسعَ عشرَ (انیسواں) اور تاسعةَ عَشْرَةَ (انیسویں) تک۔ حَادِیُ وَ عِشْرُوْنَ (اکیسواں)۔اور دس کے بعد کی دہائیوں میں جو اسم،عدد کے لئے آتا ہے وہی بلا کسی تغیر کے مرتبے کے لئے بھی آتا ہے؛ مثلاً: عِشْرُوْنَ بیس کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور بیسویں کے معنی میں بھی۔اور اسی طرح مائةٌ اور ألفٌ عدد کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں اور بلا کسی تغیر کے مرتبہ کے لیے بھی آتے ہیں؛ جیسے:الرجلُ المائةُ (سوواں مرد)، الرجلُ الألفُ (ہزارواں مرد)۔ (غایۃ التحقیق ص:۳۲۹)

فائدہ(۱): حادیَ عشرَ سے تاسعَ عشرَ تک (بشمول ثانیَ عشر اور ثانیةَ عشْرَةَ) تمام اعداد کے دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں؛ جیسے:الدرسُ الحادیَ عشرَ، الدرسُ الثانیَ عشرَ، اللیلةُ الحادیةَ عَشْرةَ، اللیلةُ الثانیةَ عَشْرةَ.(۱)

فائدہ(۲):جو اسم عدد ''فاعلٌ'' کے وزن پر ہو (خواہ اُس سے تصییر کے معنی مقصود ہوں یا مرتبہ کے) اُس کا حکم تذکیر وتانیث میں اسم فاعل کے مانند ہے،جس طرح اسم فاعل مذکر کے لیے بغیر ''تاء'' کے آتا ہے اور مؤنث کے لیے ''تاء'' کے ساتھ،اسی طرح وہ بھی مذکر کے لیے بغیر ''تاء'' کے آتا ہے؛ جیسے:الدرسُ الثانیُ، الکتابُ العاشرُ، اور مؤنث کے لیے ''تاء'' کے ساتھ آتا ہے؛ جیسے:الساعةُ الثانیةُ، الساعة العاشرة ، اللیلةُ الحادیةَ عَشْرةَ، اللیلةُ الثانیةَ عَشْرةَ.(۲)

---

(۱) دیکھئے:شرح جامی (ص:۲۵۵)،النحو الوافی (۴/۴۷۲-۴۷۳)

(۲) شرح جامی (ص:۲۷۹)

www.besturdubooks.net

وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ فِي الْأَوَّلِ ثَالِثُ اِثْنَيْنِ، أَيْ مُصَيِّرُهُمَا ثَلاثَةً، مِنْ ثَلَّثْتُهُمَا . وَفِي الثَّانِي: ثَالِثُ ثَلاثَةٍ، أَيْ أَحَدُهَا، وَتَقُوْلُ: حَادِيَ عَشَرَ أَحَدَ عَشَرَ عَلَى الثَّانِي خَاصَّةً، وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ: حَادِيْ أَحَدَ عَشَرَ إِلٰى تَاسِعِ تِسْعَةَ عَشَرَ، فَتُعْرَبُ الْأَوَّلُ .

ترجمہ : اور اسی وجہ سے کہا جائے گا پہلی صورت (یعنی تصییر کا اعتبار کرنے کی صورت) میں: ثَالِثُ اِثْنَيْنِ، یعنی دو کو تین بنانے والا، یہ ثَلَّثْتُهُمَا سے مشتق ہے۔ اور دوسری صورت (یعنی مرتبہ کا اعتبار کرنے کی صورت) میں: ثَالِثُ ثَلاثَةٍ، یعنی تین میں سے ایک۔ اور آپ کہیں گے: حَادِيَ عَشَرَ أَحَدَ عَشَرَ (گیارہ میں سے گیارہواں) صرف دوسری صورت میں، اور اگر آپ چاہیں تو کہیں گے: حَادِيْ أَحَدَ عَشَرَ سے تَاسِعُ تِسْعَةَ عَشَرَ تک، پس اس صورت میں پہلا جز (یعنی مضاف) معرب ہوگا۔

ومن ثم قيل الخ : چوں کہ مذکورہ دونوں صورتیں (یعنی عدد برائے تصییر اور عدد برائے مرتبہ) ایک دوسرے سے مختلف ہیں (جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا گیا ہے)، اس لیے اِن کی اضافت کی نوعیت بھی مختلف ہوگی، عدد برائے تصییر مصیِّر اسم فاعل کے معنی میں ہوکر، اپنے سے ایک درجہ نیچے والے عدد کی طرف مضاف ہوگا؛ جیسے: ثالثُ اثنينِ، یہ ثَلَّثْتُ الاثنينِ سے ماخوذ ہے، یہاں ثالث عدد برائے تصییر ہے، جس کی اُس سے ایک درجہ نیچے والے عدد: اثنين کی طرف اضافت کی گئی ہے، یہ مصيِّرُ الاثنينِ ثلاثةً کے معنی میں ہے، یعنی دو کو تین بنانے والا۔ اور عدد برائے مرتبہ یا تو اپنے ہم جنس اسم عدد کی طرف مضاف ہوگا؛ جیسے: ثَالِثُ ثَلاثَةٍ (تین میں سے تیسرا)، یہاں ثالث عدد برائے مرتبہ ہے جس کی اُس کے ہم جنس عدد ثلاثة کی طرف اضافت کی گئی ہے۔ یا اوپر والے عدد کی طرف مضاف ہوگا؛ جیسے: أوّلُ العشرةِ (دس میں سے پہلا)، یہاں أوّل عدد برائے مرتبہ ہے، جس کی اوپر والے عدد عشرة کی طرف اضافت کی گئی ہے۔

چوں کہ عدد برائے مرتبہ دس سے اوپر بھی آتا ہے، اس لیے دس سے اوپر والے عدد برائے مرتبہ کی بھی اضافت کرنا جائز ہے، اور اُس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) عدد برائے مرتبہ کے دوسرے جز کو حذف کئے بغیر پورے عدد کی اُس کے ہم جنس عدد کی طرف اضافت کی جائے، اس صورت میں دس سے انیس تک، مضاف (یعنی عدد برائے مرتبہ) کے دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوں گے، اور اثنا عشر کے پہلے جز کے علاوہ مضاف الیہ کے بھی دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوں گے؛ جیسے: حَادِيَ عَشَرَ أَحَدَ عَشَرَ سے تَاسِعَ عَشَرَ تِسْعَةَ عَشَرَ تک۔

(۲) عدد برائے مرتبہ کے دوسرے جز کو حذف کر کے صرف پہلے جز کی اُس کے ہم جنس عدد کی طرف

www.besturdubooks.net

اَلْمُذَکَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ : اَلْمُؤَنَّثُ: مَا فِيْهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيْرًا . وَالْمُذَكَّرُ: مَا بِخِلَافِهِ . وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ: التَّاءُ، وَالْأَلِفُ مَقْصُوْرَةً أَوْ مَمْدُوْدَةً .

ترجمہ : مذکراور مؤنث: مؤنث: وہ اسم ہے جس میں لفظاً یا تقدیراً علامتِ تانیث ہو۔اور مذکر: وہ اسم ہے جو اس کے برخلاف ہو۔اور علامتِ تانیث: تاء اور الف ہیں، درآں حالیکہ وہ الف مقصورہ یا ممدودہ ہو۔

اضافت کی جائے ،اس صورت میں مضاف معرب ہوگا ،اُس پر عامل کے اعتبار سے اعراب آئے گا،اور اثنا عشر کے پہلے جز کے علاوہ مضاف الیہ کے دونوں جز مبنی برفتحہ ہوں گے؛ جیسے: حَادِيْ أَحَدَ عَشَرَ سے تَاسِعَ تِسْعَةَ عَشَرَ تک۔

قوله: المذكر والمؤنث الخ : یہاں سے مصنف جنس کے اعتبار سے اسم کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) مذکر (۲) مؤنث۔

مؤنث: وہ اسم ہے جس میں لفظاً یا تقدیراً علامت تانیث موجود ہو؛ جیسے: طلحة اور امرأة.

مذکر: وہ اسم ہے جس میں لفظاً یا تقدیراً کسی بھی اعتبار سے علامت تانیث موجود نہ ہو؛ جیسے: رَجُلٌ.

وعلامة الخ: یہاں سے مصنف علامتِ تانیث کو بیان فرمارہے ہیں۔علامت تانیث تین ہیں:

(۱) وہ تاء جو حالت وقفی میں ہاء ہو جاتی ہے،خواہ لفظوں میں موجود ہو، یا توحقیقۃً؛ جیسے: امرأة، طلحة. یا حکماً، جیسے: عقرب، اس میں چوتھا حرف تائے تانیث کے حکم میں ہے۔یا تاء لفظوں میں موجود نہ ہو؛ بلکہ مقدر ہو، جیسے: أرضٌ اور دارٌ، ان کے آخر میں تاء مقدر ہے؛ اس لئے کہ ان کی اصل: أرضة اور دارة ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ان کی تصغیر أُرَيضَةٌ اور دُوَيْرَةٌ آتی ہے اور تصغیر سے اسماء کی اصل معلوم ہو جاتی ہے۔

(۲) الف مقصورہ: الف مقصورہ: وہ الف لازمہ ہے جس کو ایک الف کے برابر کھینچ کر پڑھا جائے، جیسے: حبلیٰ. الف مقصورہ تانیث کے لئے اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس میں تین شرطیں پائی جائیں: (۱) تین حرفوں کے بعد ہو (۲) الحاق کے لئے نہ ہو (۳) محض زیادتی کے لئے نہ ہو۔

(۳) الف ممدودہ: الف ممدودہ: وہ ہمزہ ہے جس سے پہلے الف زائدہ ہو، جیسے: حمراءُ .

تنبیہ: الف مقصورہ اور الف ممدودہ ہر جگہ تانیث کے لئے نہیں ہوتے ؛ بلکہ تانیث کے علاوہ دوسرے معانی مثلاً: الحاق وغیرہ کے لئے بھی آتے ہیں، جس کی تفصیل بڑی کتابوں سے معلوم ہوگی۔

فائدہ: علاماتِ تانیث میں سے صرف تاء مقدر ہوتی ہے، الف مقصورہ اور الف ممدودہ مقدر نہیں ہوتے بلکہ یہ ہمیشہ لفظوں میں موجود ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

وَهُوَ حَقِيْقِيٌّ وَلَفْظِيٌّ، فَالْحَقِيْقِيُّ: مَا بِإِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيْوَانِ؛ كَـ: اِمْرَأَةٍ وَنَاقَةٍ . وَاللَّفْظِيُّ: بِخِلَافِهٖ؛ كَـ : ظُلْمَةٍ وَعَيْنٍ .
وَإِذَا أُسْنِدَ الْفِعْلُ إِلَيْهِ فَالتَّاءُ . وَأَنْتَ فِيْ ظَاهِرٍ غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ بِالْخِيَارِ .

ترجمہ: اور وہ (یعنی مؤنث) حقیقی اور لفظی ہوتی ہے، پس مؤنث حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی جان دار مذکر ہو؛ جیسے: اِمْـرَأَةٌ (عورت)، نَـاقَةٌ (اونٹنی)۔اور مؤنث لفظی: وہ مؤنث ہے جو اِس کے برخلاف ہو؛ جیسے: ظُلْمَةٌ (تاریکی)، عَيْنٌ (پانی کا چشمہ)۔
اور جب فعل کی اسناد کی جائے مؤنث (کی ضمیر) کی طرف، تو (فعل میں) تائے تانیث کا لانا ضروری ہے، اور آپ کو اختیار ہے اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں۔

وهو حقيقي ولفظي الخ: یہاں سے مصنف ذات کے اعتبار سے مؤنث کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ ذات کے اعتبار سے مؤنث کی دو قسمیں ہیں: (۱) مؤنث حقیقی (۲) مؤنث لفظی۔
مؤنث حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں کوئی جان دار مذکر ہو؛ جیسے: امرأة اور ناقة مؤنث حقیقی ہیں؛ اس لئے کہ امرأة کے مقابلہ میں رجل اور ناقة کے مقابلہ میں جمل جان دار مذکر ہیں۔
مؤنث لفظی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں کوئی جان دار مذکر نہ ہو؛ جیسے: ظلمة اور عین مؤنث لفظی ہیں؛ اس لئے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی جان دار مذکر نہیں ہے۔
فائدہ: علامت کے اعتبار سے مؤنث کی دو قسمیں ہیں: (۱) مؤنث قیاسی (۲) مؤنث سماعی۔
مؤنث قیاسی: وہ مؤنث ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو؛ جیسے: إمرأة.
مؤنث سماعی: وہ مؤنث ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود نہ ہو؛ بلکہ محض اہل عرب سے سننے کی وجہ سے اس کو مؤنث مان لیا گیا ہو؛ جیسے: عینٌ (پانی کا چشمہ) اور بیرٌ (کنواں)۔
وإذا أسند الفعل الخ: یہاں سے مصنف مؤنث کے اُن احکام کو بیان فرما رہے ہیں جو مؤنث کو اُس وقت لاحق ہوتے ہیں جب کہ فعل یا شبہ فعل کی اُس کی طرف اسناد کی جائے۔فرماتے ہیں کہ اگر فعل یا شبہ فعل کی اسناد مؤنث کی طرف کی گئی ہو، خواہ وہ اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو، یا مؤنث کی ضمیر ہو (خواہ مؤنث حقیقی کی ضمیر ہو یا مؤنث غیر حقیقی کی)، تو وہاں فعل کو مؤنث لانا واجب ہے، اسم ظاہر مؤنث حقیقی کی مثال؛ جیسے: قامتْ هندٌ، مؤنث حقیقی کی ضمیر کی مثال؛ جیسے: هندٌ قامتْ، مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر کی مثال؛ جیسے: الشمسُ طلعتْ .
وأنت في ظاهر الخ: اور اگر فاعل یا نائب فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو، تو فعل کو مذکر و مؤنث

www.besturdubooks.net

وَ حُكْمُ ظَاهِرِ الْجَمْعِ غَيْرَ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ مُطْلَقًا حُكْمُ ظَاهِرِ غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ . وَ ضَمِيْرُ الْعَاقِلِيْنَ غَيْرَ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ: فَعَلَتْ وَفَعَلُوْا . وَالنِّسَاءُ وَالْأَيَّامُ فَعَلَتْ وَ فَعَلْنَ .

ترجمہ : اوراسم ظاہر جمع کاحکم درآں حالیکہ وہ جمع مذکر سالم کے علاوہ ہومطلقاً، اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کے حکم کے مانند ہے۔اوراُس جمع مذکر کی ضمیر جوذوی العقول میں سے ہودرآں حالیکہ وہ جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو: فَعَلَتْ اورفَعَلُوْا (کی ضمیر) ہے۔اور النِّسَاءُ اورالْأَيَّامُ (کی ضمیر): فَعَلَتْ اورفَعَلْنَ (کی ضمیر) ہے۔

لانے میں اختیار ہے(مذکر بھی لاسکتے ہیں اورمؤنث بھی)؛ جیسے:طلع الشمسُ، طلعتِ الشمسُ.

وحکم ظاهر الخ: اوراگرفاعل اسم ظاہرایسی جمع ہوجوجمع مذکر سالم کے علاوہ ہو،یعنی فاعل یاتواسم ظاہرجمع تکسیر ہو یااسم ظاہرجمع مؤنث سالم،تواُس کاحکم مطلقاً(یعنی خواہ اُس کاواحد مذکر ہو یا مؤنث) وہی ہے جواسم ظاہرمؤنث غیرحقیقی کاہے،یعنی جس طرح فاعل کے اسم ظاہرمؤنث غیرحقیقی ہونے کی صورت میں فعل کو مذکرومؤنث لانے میں اختیار ہوتاہے،اسی طرح اگرفاعل اسم ظاہرجمع تکسیر یااسم ظاہرجمع مؤنث سالم ہو،خواہ ان کاواحد مذکر ہو یا مؤنث،تو وہاں بھی فعل کومذکرومؤنث لانے میں اختیار ہوگا؛اُس اسم ظاہرجمع تکسیر کی مثال جس کاواحد مذکر ہو؛ جیسے: قامَ الرجالُ، قامتِ الرجالُ. اُس اسم ظاہرجمع تکسیر کی مثال جس کاواحد مؤنث ہو جیسے: قال نسوةٌ، قالتْ نسوةٌ . اسم ظاہرجمع مؤنث سالم کی مثال؛ جیسے: قام هنداتٌ، قامتْ هنداتٌ.

فائدہ: اِن کے علاوہ ایسی تین صورتیں اور ہیں جہاں فعل کو مذکرومؤنث لانے میں اختیار ہے،اُن کو ماقبل میں (فاعل کی بحث میں) ذکر کیاجاچکاہے۔ دیکھئے: (ص:۸۲-۸۳)

وضمير العاقلين الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگرفاعل ایسی جمع کی ضمیر ہوجوجمع مذکر سالم کے علاوہ ہو،یعنی جمع تکسیر کی ضمیر ہو،تواُس کی دوصورتیں ہیں:

۱-جمع تکسیر مذکر ذوی العقول میں سے ہو، اِس صورت میں فعل کوواوٴ کے ساتھ مذکراورتاء تانیث کے ساتھ مؤنث دونوں طرح لاناجائز ہے؛ جیسے:الرجالُ قاموْا، الرجالُ قامتْ.

۲-جمع تکسیر: مذکر ذوی العقول کے علاوہ ہو،یعنی یاتومؤنث ذوی العقول میں سے ہو؛ جیسے: نِسَاءٌ یا مذکر غیرذوی العقول میں سے ہو؛ جیسے:أيّـامٌ،اِن دونوں صورتوں میں فعل کوتائے تانیث کے ساتھ بھی لاسکتے ہیں،جیسے:النِّساءُ قامتْ، الأيامُ مضتْ . اورنونِ جمع مؤنث کے ساتھ بھی لاسکتے ہیں؛ جیسے: النساءُ قُمْنَ، الأيامُ مضَينَ .

فائدہ:اسمائے مؤنثہ تین طرح کے ہوتے ہیں:(۱)بعض اسماءلفظاًاورمعنیً دونوں اعتبار سے مؤنث

www.besturdubooks.net

اَلْمُثَنّٰی : مَا لَحِقَ آخِرَهُ أَلِفٌ أَوْ يَاءٌ مَفْتُوحٌ مَا قَبْلَهَا وَنُونٌ مَكْسُورَةٌ، لِيَدُلَّ عَلٰی أَنَّ مَعَهُ مِثْلَهُ مِنْ جِنْسِهٖ .

فَالْمَقْصُوْرُ: إِنْ كَانَتْ أَلِفُهُ عَنْ وَاوٍ، وَهُوَ ثُلَاثِيٌّ، قُلِبَتْ وَاوًا، وَإِلَّا فَبِالْيَاءِ .

ترجمہ: تثنیہ: وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا ایسی یاء جس کا ماقبل مفتوح ہو اور نون مکسور لاحق ہو، تاکہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ اُس کے ساتھ اُسی کی جنس سے اُس کے مانند (دوسرا بھی) ہے۔

پس اسم مقصور کا الف اگر واؤ سے بدلا ہوا ہو، اور وہ اسم ثلاثی ہو، تو بدل دیا جائے گا اُس (الف) کو واؤ سے، ورنہ تو (اُس کو بدل دیا جائے گا) یاء سے۔

ہوتے ہیں، جیسے: امرأة. (۲) بعض اسماء صرف معنیً مؤنث ہوتے ہیں، لفظاً مؤنث نہیں ہوتے، جیسے: **سُعاد** (ایک عورت کا نام)۔ (۳) بعض اسماء صرف لفظاً مؤنث ہوتے ہیں معنیً مؤنث نہیں ہوتے، جیسے: **طلحة.**

ان میں سے پہلی دونوں قسموں کا اسم کے غیر منصرف ہونے میں بھی اعتبار ہوتا ہے اور فعل کے مؤنث لانے میں بھی، چناں چہ ان کے بعد فعل مؤنث ہی لایا جائے گا اور تیسری قسم کا صرف اسم کے غیر منصرف ہونے میں اعتبار ہوتا ہے، فعل کے مؤنث لانے میں نہیں ہوتا، چناں چہ اس کے بعد فعل مذکر ہی لایا جائے گا۔

تعدد کے اعتبار سے اسم کی تین قسمیں ہیں: (۱) واحد (۲) تثنیہ (۳) جمع

واحد: وہ اسم ہے جو ایک پر دلالت کرے، جیسے: رَجلٌ (ایک مرد)۔ تثنیہ اور جمع کی تعریف آگے آ رہی ہے۔

قولہ: المثنی مالحق الخ: یہاں سے مصنف تثنیہ کی تعریف اور اس کے احکام بیان فرما رہے ہیں:

تثنیہ کی تعریف: تثنیہ: وہ اسم ہے جس کے مفرد (واحد) کے آخر میں الف یا یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسور زیادہ کر دیا گیا ہو، تاکہ یہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس مفرد کے ساتھ اسی جیسا (یعنی اسی کی جنس کا) ایک دوسرا بھی ہے؛ جیسے: رجلان اور رجلین .

فائدہ: تثنیہ بنانے کا یہ طریقہ یعنی مفرد کے آخر میں بغیر کسی دوسری تبدیلی کے الف یا یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسور زیادہ کرنا، اسم صحیح اور جاری مجریٰ صحیح کے ساتھ خاص ہے؛ جیسے: رجلان/ رجلَينِ، دَلْوَان/ دلوَيْنِ .

فالمقصور الخ: یہاں سے مصنف اسم مقصور کا تثنیہ بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر وہ اسم جس کا آپ تثنیہ بنانا چاہتے ہیں: اسم مقصور ہو تو اس کا تثنیہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ الف کو دیکھیں گے، اگر الف واؤ سے بدلا ہوا ہو اور وہ اسم ثلاثی (یعنی تین حرفی) ہو تو تثنیہ بناتے وقت الف کو اس کی اصل: یعنی واؤ کی طرف لوٹانے کے بعد، آخر میں علامت تثنیہ (یعنی الف اور نون) کو زیادہ کیا جائے گا؛ جیسے:

www.besturdubooks.net

وَالْمَمْدُوْدُ: إِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهُ أَصْلِيَّةً ثَبَتَتْ، وَإِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ قُلِبَتْ وَاوًا، وَإِلَّا فَالْوَجْهَانِ . وَيُحْذَفُ نُوْنُهُ لِلإِضَافَةِ .

ترجمه : اور اسم ممدود کا ہمزہ اگر اصلی ہو، تو وہ (اپنی حالت پر) باقی رہے گا، اور اگر تانیث کے لیے ہو، تو اُس کو بدل دیا جائے گا واؤ سے، ورنہ تو (اُس میں) دوصورتیں جائز ہوں گی۔ اور حذف کر دیا جاتا ہے نونِ تثنیہ اضافت کی وجہ سے۔

عصًا (جوکہ اصل میں عصوٌ تھا) سے عَصَوَانِ .

اور اگر الف واؤ سے بدلا ہوا نہ ہو؛ بلکہ یاء سے بدلا ہوا ہو، یا واؤ سے بدلا ہوا ہو؛ مگر وہ اسم تین حرفی نہ ہو؛ بلکہ چار حرفی یا اُس سے زائد ہو، یا الف کسی دوسرے حرف سے بدلا ہوا نہ ہو، تو اِن تینوں صورتوں میں تثنیہ بناتے وقت الف کو یاء سے بدلنے کے بعد، آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جائے گا؛ جیسے: رحٰی سے رَحَیَانِ یہ اس اسم کی مثال ہے جس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے؛ اس لئے کہ یہ اصل میں رَحَیٌ تھا، بقاعدۂ قال یاء کو الف سے بدل دیا، رحٰی ہوگیا۔ مَلْهٰی سے مَلْهَیَانِ، یہ اس اسم کی مثال ہے جس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے اور وہ تین حرفی سے زائد ہے؛ اس لئے کہ یہ اصل میں مَلْهَوٌ تھا، بقاعدۂ قال واؤ کو الف سے بدل دیا ملھٰی ہوگیا۔ اور حُبْلٰی سے حُبْلَیَانِ، یہ اُس اسم کی مثال ہے جس کا الف کسی دوسرے حرف سے بدلا ہوا نہیں ہے۔

والممدود الخ : یہاں سے مصنف اسم ممدود کا تثنیہ بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر وہ اسم جس کا آپ تثنیہ بنانا چاہتے ہیں: اسم ممدود ہو تو اُس کا تثنیہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس کے ہمزہ کو دیکھیں گے، اگر ہمزہ اصلی ہو (یعنی زائد نہ ہو اور کسی دوسرے اصلی حرف سے بدلا ہوا نہ ہو) تو تثنیہ بناتے وقت ہمزہ کو باقی رکھتے ہوئے، آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جائے گا؛ جیسے: قُرَّاءٌ سے قُرَّاءَ ان .

اور اگر ہمزہ تانیث کے لئے ہو تو تثنیہ بناتے وقت ہمزہ کو واؤ سے بدلنے کے بعد، آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جائے گا؛ جیسے: حَمْرَاءُ سے حَمْرَاوان.

اور اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو؛ بلکہ ہمزہ کسی اصلی حرف: یعنی واؤ یا یاء اصلی سے بدلا ہوا ہو تو اس میں دوصورتیں جائز ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ ہمزہ کو واؤ سے بدلنے کے بعد، آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جائے، جیسے: کساء سے کساوان اور رداء سے رداوان. اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہمزہ کو اپنی حالت پر باقی رکھتے ہوئے آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جائے، جیسے: کِساء ان اور رِداء ان.

ویحذف نونه الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اضافت کے وقت نون تثنیہ کو حذف کرنا

www.besturdubooks.net

وَحُذِفَتْ تَاءُ التَّانِیْثِ فِیْ "خُصْیَانِ" وَ "أَلْیَانِ".

ترجمہ: اورحذف کردی جاتی ہے تائے تانیث خُصْیَانِ (دوخصیے) اور أَلْیَانِ (دوچکتی) میں۔

واجب ہے؛ جیسے: جاء نی غلاما زیدٍ ومسلما مصر؛ اس لئے کہ نون تثنیہ اسم کے تام ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس بات کو بتلاتا ہے کہ یہ اسم دوسرے اسم سے منفصل ہے، یعنی ان میں انفصال ہے؛ اور اضافت مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اتصال پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کو بتلاتی ہے کہ مضاف تام ہونے میں مضاف الیہ کا محتاج ہے، بذات خود نون تثنیہ وغیرہ کی وجہ سے تام نہیں ہے، پس اگر اضافت کے وقت نون تثنیہ کو حذف نہیں کیا جائے گا تو ایک ساتھ اتصال اور انفصال کا جمع ہونا لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، اس لئے اضافت کے وقت نون تثنیہ کو حذف کرنا واجب ہے۔

وحذفت تاء التانیث الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس اسم مفرد کا آپ تثنیہ بنانا چاہتے ہیں: اگر اس کے آخر میں تاء تانیث ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ تثنیہ بناتے وقت تاء تانیث کو حذف کئے بغیر، اس کے آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جائے گا؛ جیسے: مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمَتَانِ اور تَمْرَةٌ سے تَمْرَتَانِ، البتہ دو کلمے خُصْیَةٌ اور أَلْیَةٌ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں؛ اس لئے کہ ان کا تثنیہ بناتے وقت تاء تانیث کو حذف کرنے کے بعد، ان کے آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جاتا ہے؛ جیسے: خُصْیَانِ اور أَلْیَانِ، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شدت اتصال کی وجہ سے "خصیتین" اور اسی طرح "ألیتین" باہم متلازم ہیں (یعنی ان کے درمیان لزوم کا تعلق ہے)، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ ایک خصیہ سے دوسرے خصیہ کے بغیر اور ایک الیہ سے دوسرے الیہ کے بغیر فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے، تو گویا اس لزوم کے تعلق اور شدت اتصال کی وجہ سے خصیتین اور ألیتین شئ واحد: یعنی مفرد کے درجہ میں ہیں، پس اگر تثنیہ بناتے وقت ان کے آخر سے تائے تانیث کو حذف نہ کیا جائے تو تائے تانیث کا درمیان کلمہ میں ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ تائے تانیث کلمہ کے آخر میں آتی ہے، درمیان کلمہ میں نہیں آتی، اس لئے ان کے آخر سے تاء تانیث کو حذف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: جب آپ ایک تثنیہ کی اضافت دوسرے تثنیہ کی طرف کرنا چاہیں تو اس سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر پہلا تثنیہ جس کو آپ مضاف بنانا چاہتے ہیں معنیً دوسرے تثنیہ کا جز ہو تو وہاں اضافت کرتے وقت پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کیا جائے گا؛ اس لئے کہ جس جگہ دو اسموں میں لفظاً اور معنیً اتصال مؤکد ہو، (لفظاً اتصال ہو اس طور پر کہ دونوں کے درمیان اضافت کا تعلق ہو، پہلا مضاف ہو، دوسرا مضاف الیہ، اور معنیً اتصال ہو اس طور پر کہ پہلا معنیً دوسرے اسم کا جز ہو)، تو وہاں ایک ساتھ دو تثنیاؤں کا اجتماع کلام عرب میں پسند نہیں کیا جاتا

www.besturdubooks.net

اَلمَجمُوعُ : مَا دَلَّ عَلٰی آحَادٍ مَقْصُودَةٍ بِحُرُوفِ مُفْرَدِهٖ بِتَغَيُّرٍ مَّا، فَنَحْوُ ''تَمرٍ'' وَ ''رَکبٍ'' لَیسَ بِجَمعٍ عَلَی الْأَصَحِّ . وَنَحْوُ ''فُلْکٍ'' جَمْعٌ .

ترجمہ : جمع: وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو اُس کے واحد کے حروف سے مقصود ہوں درآں حالیکہ اُن حروف میں کوئی تغیر کیا گیا ہو۔ پس تَمرٌ اور رَکبٌ جیسے اسماء جمع نہیں ہیں اصح قول کے مطابق، اور فُلکٌ جیسے اسماء جمع ہیں۔

جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فقد صغت قلوبكما﴾ (پس مائل ہو گئے ہیں تم دونوں کے دل) اور ﴿فاقطعوا أيديهما﴾ (پس کاٹ دو تم اُن دونوں کے ہاتھوں کو)، یہ اصل میں ''قلبا کما'' اور ''یدیھما'' تھے، چوں کہ دونوں مثالوں میں مضاف اور مضاف الیہ میں لفظاً اور معنیً اتصال مؤکد ہے، لفظاً اتصال ہے اضافت کی وجہ سے، اور معنیً اتصال ہے مضاف کے مضاف الیہ کا جز ہونے کی وجہ سے، اس لئے دونوں مثالوں میں پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور اگر پہلا تثنیہ دوسرے تثنیہ کا جز نہ ہو تو وہاں پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اس کو تثنیہ رکھتے ہوئے اس کی دوسرے تثنیہ کی طرف اضافت کی جائے گی، جیسے: أخذتُ قلمَيْكُمَا (میں نے تم دونوں کے قلم لئے)۔

فائدہ: پہلی صورت میں تثنیہ اول کو جمع سے تعبیر کرنا محض اولیٰ اور بہتر ہے، واجب نہیں، چناں چہ ''قَلْبَا کُمَا'' اور ''یَدَیْھِمَا'' کہنا بھی درست ہے۔

المجموع ما دل الخ: یہاں سے مصنف جمع کی تعریف اور اس کے اقسام واحکام بیان فرما رہے ہیں:

جمع کی تعریف: جمع وہ اسم ہے جو اپنے واحد میں لفظی یا تقدیری تغیر کی وجہ سے ایسے دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرے جو اُس کے واحد کے حروف سے مقصود ہوں؛ جیسے: رجالٌ، مسلمونَ، مسلماتٌ، فُلْکٌ.

تغیر دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) تغیر لفظی (۲) تغیر تقدیری۔

تغیر لفظی: اس تغیر کو کہتے ہیں جو واحد میں لفظاً کیا جائے؛ جیسے: رجال، رجلٌ کی جمع ہے، رَجلٌ کے حروف اور حرکات میں لفظاً تغیر کر کے اس کو بنایا گیا ہے اور یہی حال مسلمون اور مسلمات کا ہے، مسلمٌ کے آخر میں لفظاً واؤ اور نون اور مسلمةٌ کے آخر میں لفظاً الف اور تاء زیادہ کر کے مسلمونَ اور مسلماتٌ بنایا گیا ہے۔

تغیر تقدیری: اس تغیر کو کہتے ہیں جو واحد میں لفظاً نہ کیا جائے، بلکہ معنیً کیا جائے؛ جیسے: فُلْکٌ، اُسُدٌ

www.besturdubooks.net

کے وزن پر جمع ہے، اس کے واحد فُلکٌ میں تقدیراً تغیر کرکے اس کو جمع بنایا گیا ہے؛ اس لئے کہ اس کا واحد بھی فُلکٌ ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ جمع أُسُدٌ کے وزن پر ہے اور واحد قُفلٌ کے وزن پر۔

فائدہ: جمع کی تعریف میں مفرد سے مراد عام ہے، خواہ مفرد حقیقۃً ہو؛ جیسے: رَجُلٌ، رِجالٌ کا حقیقۃً مفرد یعنی واحد ہے۔ یا مفرد تقدیراً ہو؛ جیسے: نساء، نسوۃ کا تقدیراً مفرد ہے، حقیقۃً نہیں۔

فنحو تمر الخ: یہاں سے مصنف جمع کی تعریف کے فوائد قیود کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ "**ما دل علی آحاد**" بمنزلۂ جنس ہے، یہ جمع، اسم جمع مثلاً: رکبٌ، قومٌ وغیرہ، اسم جنس مثلاً: تمرٌ وغیرہ اور بعض اسمائے اعداد مثلاً: ثلاثۃ اور عشرۃ سب کو شامل ہے، "**مقصودۃ بحروف مفردہ**" کی قید سے اسم جمع، اسم جنس اور اسمائے اعداد نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ اگرچہ افراد پر دلالت کرتے ہیں؛ لیکن یہ جمع نہیں ہیں؛ اس لئے کہ یہ جن افراد پر دلالت کرتے ہیں وہ ان کے واحد کے حروف سے مقصود نہیں ہوتے؛ کیوں کہ اسم جمع اور اسمائے اعداد کا تو واحد ہی نہیں ہوتا، اور اسم جنس کا اگرچہ واحد ہوتا ہے؛ لیکن اسم جنس صرف دو سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتا ہے؛ بلکہ اس کا اطلاق قلیل وکثیر: یعنی ایک، دو، دو سے زیادہ، سب پر ہوتا ہے۔

"**علی الأصح**" کہہ کر مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تمرٌ اور رکبٌ جیسے اسماء کے بارے میں اختلاف ہے، امام اخفش اِن کو جمع کہتے ہیں اور امام سیبویہ تمرٌ کو اسم جنس کہتے ہیں اور رکبٌ کو اسم جمع؛ لیکن صحیح تر قول امام سیبویہ کا ہے؛ اس لیے کہ جمع ہونے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں: (۱) اُس کا کوئی واحد ہو۔ (۲) وہ اپنے واحد میں لفظی یا تقدیری تغیر کی وجہ سے دو سے زیادہ پر دلالت کرے، اور تمرٌ جیسے اسماء میں اگرچہ پہلی بات پائی جاتی ہے؛ کیوں کہ اِس کا واحد ہے (یعنی تمرۃٌ)؛ مگر اس میں دوسری بات نہیں پائی جاتی اس لیے کہ یہ قلیل وکثیر سب پر بولا جاتا ہے۔ اور رکبٌ میں اگرچہ دوسری بات پائی جاتی ہے؛ کیوں کہ یہ صرف دو سے زیادہ پر بولا جاتا ہے؛ مگر اس میں پہلی بات نہیں پائی جاتی؛ اس لیے کہ اِس کا کوئی واحد نہیں ہے۔

ونحو فلک جمع: اور فُلکٌ جمع ہے؛ اس لیے کہ اس کا واحد ہے جس میں معنوی تغیر کی وجہ سے یہ دو سے زیادہ پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ: اسم جمع: وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے اور اُس کا اُس کے لفظ اور معنی کے اعتبار سے کوئی واحد نہ ہو، جیسے: قومٌ، رھطٌ، رکبٌ اور ناسٌ.

اسم جنس: وہ اسم ہے جو قلیل وکثیر: یعنی ایک اور ایک سے زیادہ سب پر بولا جائے، اس کا عموماً واحد ہوتا ہے جس کے آخر میں تاء یا یائے نسبتی ہوتی ہے، جیسے: تمرٌ اس کا واحد تمرۃٌ ہے، بقرٌ اس کا واحد بقرۃٌ ہے، شجرٌ اس کا واحد شجرۃٌ ہے۔ اور الرومُ اس کا واحد الرومیُّ ہے وغیرہ۔ جمع اور اسم جنس میں فرق یہ ہے کہ جمع دو سے زیادہ پر دلالت کرتا ہے، ایک اور دو پر دلالت نہیں کرتا، اور اسم جنس قلیل وکثیر: یعنی ایک، دو

www.besturdubooks.net

وَهُوَ صَحِيحٌ وَمُكَسَّرٌ . فَالصَّحِيحُ لِمُذَكَّرٍ وَلِمُؤَنَّثٍ . فَالْمُذَكَّرُ: مَا لَحِقَ آخِرَهُ وَاوٌ مَضْمُومٌ مَاقَبْلَهَا أَوْ يَاءٌ مَكْسُورٌ مَاقَبْلَهَا وَنُونٌ مَفْتُوحَةٌ، لِيَدُلَّ عَلٰى أَنَّ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْهُ .

ترجمہ: اور وہ (یعنی جمع) صحیح اور مکسر ہوتی ہے۔ پھر صحیح مذکر کے لیے ہوتی ہے اور مؤنث کے لیے۔ پس جمع مذکر صحیح: وہ جمع ہے جس کے (واحد کے) آخر میں ایسا واؤ جس کا ماقبل مضموم ہو، یا ایسی یاء جس کا ماقبل مکسور ہو اور نونِ مفتوح لاحق ہو، تاکہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ اُس کے ساتھ اُس سے زیادہ ہیں۔

اور دو سے زیادہ سب پر دلالت کرتا ہے، صاحب شرح جامی اور رضی نے اسم جنس کی یہی تعریف کی ہے۔

اسم جنس جمعی کی تعریف: اسم جنس جمعی وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے، اور اس کا اس کے لفظ اور معنی کے اعتبار سے کوئی واحد ہو، اور اس واحد کے آخر میں تاء یا یائے نسبتی ہو؛ جیسے: تمرٌ اس کا واحد تمرةٌ ہے، قریشٌ اس کا واحد قریشیٌّ ہے اور عَرَبٌ اس کا واحد عربیٌّ ہے وغیرہ۔ یہ تعریف صاحب "النحو الوافی" نے کی ہے، اس تعریف کے اعتبار سے جمع اور اسم جنس میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، جمع کا اطلاق بھی دو سے زیادہ پر ہوتا ہے، اور اس تعریف کے اعتبار سے اسم جنس کا اطلاق بھی دو سے زیادہ پر ہوتا ہے، البتہ لفظوں کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے، وہ یہ کہ جو اوزان جمع تکسیر کے ساتھ خاص یا اس میں مشہور ہیں، اسم جنس ان اوزان میں سے کسی وزن پر نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا وزن ان کے علاوہ ہوتا ہے، اس کے برخلاف جمع کا (بشرطیکہ جمع تکسیر ہو)، اُن اوزان میں سے کسی وزن پر ہونا ضروری ہے۔

وهو صحيح ومكسر الخ: یہاں سے مصنف جمع کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لفظ کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں: (۱) جمع تصحیح (۲) جمع مکسر۔

جمع تصحیح: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت رہے، یعنی اُس کے واحد کے حروف کی ترتیب یا حرکات وسکنات میں کوئی لفظی یا تقدیری تغیر نہ ہوا ہو؛ جیسے: مسلمون اور مسلمات . اس کا دوسرا نام جمع سالم ہے۔

فالصحيح لمذكر الخ: یہاں سے مصنف جمع سالم کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جمع سالم کی دو قسمیں ہیں: (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم۔

جمع مذکر سالم: وہ جمع ہے جس کے واحد کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم یا یائے ماقبل مکسور اور نون مفتوح زیادہ کر دیا گیا ہو، تاکہ یہ اِس بات پر دلالت کرے کہ اُس واحد کے ساتھ اُس کی جنس کے اُس سے زیادہ افراد

www.besturdubooks.net

فَإِنْ كَانَ آخِرُهُ يَاءً قَبْلَهَا كَسْرَةٌ حُذِفَتْ؛ مِثْلُ: قَاضُوْنَ . وَإِنْ كَانَ آخِرُهُ مَقْصُوْرًا، حُذِفَتِ الْأَلِفُ وَبَقِيَ مَاقَبْلَهَا مَفْتُوْحًا؛ مِثْلُ: مُصْطَفَوْنَ . وَشَرْطُهُ إِنْ كَانَ اِسْمًا: فَمُذَكَّرٌ عَلَمٌ يَعْقِلُ .

ترجمہ: پھر اگر اُس کا آخری حرف ایسی یاء ہو جس سے پہلے کسرہ ہو، تو اُس (یاء) کو حذف کر دیا جائے گا؛ جیسے: قَاضُوْنَ . اور اگر اُس کا آخری حرف الف مقصورہ ہو، تو الف کو حذف کر دیا جائے گا، اور اُس کا ماقبل مفتوح باقی رہے گا؛ جیسے: مُصْطَفَوْنَ .

اور جمع مذکر سالم کی شرط یہ ہے کہ: اگر وہ اسم ذات ہے، تو ایسا مذکر علم ہو جو ذوی العقول میں سے ہو۔

اور بھی ہیں (یعنی دو سے زیادہ پر دلالت کرے)؛ جیسے: مُسْلِمُوْن اور مسلِمِیْنَ .

فائدہ: جمع مذکر سالم بنانے کا یہ قاعدہ، یعنی بغیر کسی دوسری تبدیلی کے واحد کے آخر میں صرف واوٗ ماقبل مضموم یا یائے ماقبل مکسور اور نون مفتوح زیادہ کرنا، اسم صحیح کے ساتھ خاص ہے۔

فإن كان آخره ياء الخ: اور اگر وہ اسم جس کی آپ جمع مذکر سالم بنانا چاہتے ہیں: اسم منقوص ہو (یعنی اُس کے آخر میں ایسی یاء ہو جس کا ماقبل مکسور ہو)، تو اُس کی جمع مذکر سالم بناتے وقت (یعنی اس کے آخر میں علامت جمع: واوٗ اور نون زیادہ کرتے وقت) یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد، یاء اور واوٗ دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے، یاء کو حذف کر دیا جائے گا؛ جیسے: قاضی سے قاضُونَ اور دَاعیُ سے داعُونَ.

وإن كان آخره مقصورا الخ: اور اگر وہ اسم جس کی آپ جمع مذکر سالم بنانا چاہتے ہیں: اسم مقصور ہو (یعنی اُس کے آخر میں الف مقصورہ ہو)، تو اُس کی جمع مذکر سالم بناتے وقت اُس کے آخر سے الف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا جائے گا، اور الف کو حذف کرنے کے بعد، الف کے ماقبل کو پہلے کی طرح مفتوح باقی رکھا جائے گا، تاکہ وہ الف کے محذوف ہونے پر دلالت کرے؛ جیسے: مصطفیٰ سے مُصْطَفَون .

وشرطه إن كان الخ: یہاں سے مصنف جمع مذکر سالم لانے کی شرائط بیان فرما رہے ہیں۔ جس اسم کی آپ جمع مذکر سالم لانا چاہیں: وہ یا تو اسم ذات ہوگا یا اسم صفت، اگر وہ اسم ذات ہو تو اس کی جمع مذکر سالم لانے کی تین شرطیں ہیں: (۱) ایسا مذکر ہو جس کے آخر میں تاء تانیث نہ ہو (۲) علم ہو (۳) ذوی العقول میں سے ہو، اگر اسم ذات میں بیک وقت یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو اُس کی جمع مذکر سالم لا سکتے ہیں؛ جیسے: زیدٌ کی جمع زیدونَ اور بکرٌ کی جمع بکرونَ؛ اور اگر اسم ذات میں ان تینوں شرطوں میں سے کوئی بھی شرط نہ پائی جائے؛ جیسے: عَیْنٌ . یا بعض شرطیں پائی جائیں اور بعض نہ پائی جائیں؛ مثلاً: علم تو ہو، لیکن ذوی العقول

www.besturdubooks.net

وَإِنْ كَانَ صِفَةً، فَمُذَكَّرٌ يَعْقِلُ، وَ أَنْ لَّا يَكُوْنَ أَفْعَلَ فَعْلَاءَ؛ مِثْلُ: أَحْمَرَ حَمْرَاءَ، وَلَا فَعْلَانَ فَعْلٰى؛ نَحْوُ: سَكْرَانَ سَكْرٰى، وَلَا مُسْتَوِيًا فِيْهِ مَعَ الْمُؤَنَّثِ؛ مِثْلُ: جَرِيْحٍ، وَصَبُوْرٍ، وَلَا بِتَاءِ التَّانِيْثِ؛ مِثْلُ: عَلَّامَةٍ .

ترجمہ : اوراگراسم صفت ہے،تو وہ مذکر عاقل ہو،اور فَعْلاءُ کے أَفْعَلُ کےوزن پر نہ ہو؛ جیسے: حَمْرَاءُ کا (مذکر) أَحْمَرُ، اور فَعْلٰى کے فَعْلَانُ کےوزن پر نہ ہو؛ جیسے:سَكْرٰى کا (مذکر) سَكْرَانُ، اوراُس میں مذکر مؤنث کے ساتھ برابر نہ ہو؛ جیسے: جَرِيْحٌ اور صَبُوْرٌ، اوروہ تائے تانیث کے ساتھ نہ ہو؛ جیسے: عَلَّامَةٌ.

میں سے نہ ہو؛ جیسے: شَمَّرَ (حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا علم)، یا علم بھی ہواور ذوی العقول میں سے بھی ہو؛ لیکن مذکر نہ ہو؛ جیسے: فاطمة، تو اس صورت میں اسم ذات کی جمع مذکر سالم نہیں لا سکتے، چناں چہ: عَيْنُوْنَ، شَمَّرُوْنَ اور فَاطِمَتُوْنَ نہیں کہہ سکتے۔

وإن كان صفة الخ: یہاں سے مصنف اسم صفت کی جمع مذکر سالم لانے کی شرائط بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ اگروہ اسم مفرد جس کی آپ جمع مذکر سالم لانا چاہتے ہیں: اسم صفت ہوتو اس کی جمع مذکر سالم لانے کی پانچ شرطیں ہیں:

(۱) مذکر عاقل ہو، یعنی ایسا مذکر ہو جو عقل رکھتا ہو۔

(۲) اُس "أَفْعَلُ" کےوزن پر نہ ہوجس کی مؤنث "فَعْلَاءُ" کےوزن پر آتی ہے؛ جیسے: أحمرُ، اس کی مؤنث حَمْرَاءُ آتی ہے؛ لہٰذا اس کی جمع مذکر سالم نہیں لا سکتے؛ اس لئے کہ اگراس کی جمع مذکر سالم لائی جائے گی تو اِس کا اُس "أَفْعَلُ" کے ساتھ التباس لازم آئے گا جس کی مؤنث "فُعْلٰى" کےوزن پر آتی ہے، جیسے: أَضْرَبُ ضُرْبٰى ؛ اس لئے کہ جس "أَفْعَلُ" کی مؤنث "فُعْلٰى" کےوزن پر ہوتی ہے، اُس کی جمع مذکر سالم آتی ہے، جیسے: أضربُ کی جمع أضربون .

(۳) اس "فَعْلان" کےوزن پر نہ ہوجس کی مؤنث "فَعْلٰى" کےوزن پر آتی ہے؛ جیسے: سکران، اس کی مؤنث سکرٰی آتی ہے؛ لہٰذا اس کی جمع مذکر سالم سکرانون نہیں لا سکتے؛ اس لئے کہ اگراس کی جمع مذکر سالم لائی جائے گی تو اس کا اُس "فَعْلان" کے ساتھ التباس لازم آئے گا جس کی مؤنث "فَعْلَانَة" کے وزن پر آتی ہے؛ جیسے: ندمان، ندمانة؛ اس لئے کہ جس "فَعْلان" کی مؤنث "فَعْلَانَة" کےوزن پر ہوتی ہے، اُس کی جمع مذکر سالم آتی ہے، جیسے: ندمان کی جمع ندمانون.

(۴) وہ اسم صفت کسی ایسے وزن پر نہ ہوجس کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں طور پر

www.besturdubooks.net

وَتُحذَفُ نُونُهُ بِالْإِضَافَةِ . وَشَذَّ: نَحوُ "سِنِينَ" وَ "أَرَضِينَ".
المُؤَنَّثُ: مَا لَحِقَ آخِرَهُ أَلِفٌ وَتَاءٌ .

ترجمہ : اورحذف کردیا جاتا ہےنونِ جمع مذکرسالم اضافت کی وجہ سے۔اورسِنُونَ اورأَرُضُونَ جیسی مثالیں شاذ ہیں۔
(جمع)مؤنث(سالم):وہ جمع ہےجس کےآخرمیں الف اورتاءلاحق ہو۔

ہوتا ہو؛ مثلاً: ایسے "فَعِيل" کےوزن پرنہ ہوجو"مَفعُولٌ" کےمعنی میں ہو؛ جیسے:جَرِيح، یہ مَجرُوحٌ کے معنی میں ہے۔اورنہ ایسے"فَعُولٌ" کےوزن پرہوجو"فَاعِلٌ" کےمعنی میں ہو؛ جیسے: صَبُورٌ، یہ صَابِرٌ کے معنی میں ہے، اِن کا استعمال مذکرومؤنث دونوں کے لئے یکساں طورپرہوتا ہے، چناں چہ کہا جاتا ہے: هذا رجلٌ جريحٌ، هذه امرأةٌ جريحٌ، هذا رجلٌ صبورٌ، هذه امرأةٌ صبورٌ ؛لہٰذااِن کی جمع مذکرسالم نہیں لاسکتے۔

(۵)اُس کےآخرمیں تائےتانیث نہ ہو؛ جیسے:عَلّامةٌ ، اِس کےآخرمیں تائےتانیث ہے؛ لہٰذااس کی جمع مذکرسالم نہیں لاسکتے۔[۱]

وتحذف نونه الخ: یہاں سےمصنف یہ بتاناچاہتے ہیں کہ اضافت کےوقت نون جمع سالم کوحذف کرناواجب ہے؛ جیسے:مُسلِمُوْ مِصرٍ. (وجہ اس کی وہی ہےجوپیچھےنونِ تثنیہ کوحذف کرنے کی ذکرکی گئی ہے)

وشذ نحو الخ: یہاں سےمصنف یہ بتاناچاہتے ہیں کہ جن اسمائےذات کی، ماقبل میں ذکرکردہ شرائط نہ پائےجانے کےباوجود،جمع مذکرسالم لائی گئی ہے؛ مثلاً: سِنُونَ، سَنَة کی جمع بمعنی سال، أرضُونَ أرضٌ کی جمع بمعنی زمین، ثبُونَ، ثبةٌ کی جمع بمعنی جماعت،گروہ اورقِلُونَ، قُلةٌ کی جمع بمعنی گلی ڈنڈا، یہ سب شاذ(یعنی خلاف قیاس)ہیں،ان پردوسرےاسماءکوقیاس نہیں کیاجاسکتا۔

المؤنث ما لحق الخ: یہاں سےمصنف جمع مؤنث سالم کوبیان فرمارہے ہیں:
جمع مؤنث سالم کی تعریف:جمع مؤنث سالم:وہ جمع ہےجس کےواحدکےآخرمیں الف اورلمبی

---

(۱) نوٹ:مصنف کاعلّامةٌ کوتائےتانیث کی مثال میں پیش کرنامحلِ نظرہے؛اس لیے کہ عَلّامةٌ مبالغہ کاصیغہ ہے،اوراسم مبالغہ کےبعض صیغوں کےآخرمیں جوتاءآتی ہے،وہ تائےتانیث نہیں ہوتی ؛ بلکہ وہ یاتومبالغہ کےلیےہوتی ؛ جیسے: داعِيةٌ ، لُمَزَةٌ وغیرہ میں،یاتاکیدِمبالغہ کےلیےہوتی ہے؛ جیسے:نَسَّابةٌ اورعَلّامةٌ میں۔اسم مبالغہ کےاوزان میں مذکرومؤنث میں کوئی فرق نہیں ہے،ہروزن مذکرومؤنث دونوں کےلئےاستعمال ہوتاہے۔ دیکھئے:نجوم الصرف(ص:۱۶۱)

www.besturdubooks.net

وَشَرْطُهُ إِنْ كَانَ صِفَةً، وَلَهُ مُذَكَّرٌ: فَأَنْ يَّكُوْنَ مُذَكَّرُهُ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ . وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ مُذَكَّرٌ، فَأَنْ لَّا يَكُوْنَ مُجَرَّدًا؛ كَـ : حَائِضٍ . وَإِلَّا جُمِعَ مُطْلَقًا .
جَمْعُ التَّكْسِيْرِ : مَا تَغَيَّرَ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ؛ كَرِجَالٍ وَأَفْرَاسٍ .

ترجمہ : اور اُس کی شرط اگر وہ اسم صفت ہو اور اُس کا کوئی مذکر ہو: یہ ہے کہ اُس کے مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ آتی ہو۔ اور اگر اُس کا کوئی مذکر نہ ہو، تو (اُس کی شرط یہ ہے کہ) وہ (تاء سے) خالی نہ ہو؛ جیسے: حَائِضٌ (حیض والی عورت)۔ ورنہ تو اُس کی جمع لائی جائے گی مطلقًا (یعنی بغیر کسی شرط کے)۔
جمع تکسیر: وہ جمع ہے (جس میں) اُس کے واحد کا وزن بدل جائے؛ جیسے: رِجَالٌ اور أَفْرَاسٌ .

تاء زیادہ کردی گئی ہو؛ جیسے: مسلمة سے مسلمات.

وشرطه الخ: یہاں سے مصنف الف اور تاء کے ساتھ جمع لانے کی شرائط بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ اسم مفرد جس کی آپ الف تاء کے ساتھ جمع لانا چاہتے ہیں: یا تو اسم ذات ہوگا یا اسم صفت، اگر وہ اسم صفت ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو اس کا کوئی مذکر ہوگا یا نہیں، اگر اُس کا کوئی مذکر ہو تو اُس کی الف اور تاء کے ساتھ جمع لانے کی شرط یہ ہے کہ اُس کے مذکر کی واؤ اور نون کے ساتھ جمع لائی جاتی ہو؛ جیسے: مسلمةٌ کی جمع مسلمات؛ مسلمة ایسا اسم صفت ہے جس کا مذکر: مسلم موجود ہے، اور اس کی جمع، الف اور نون کے ساتھ: مسلمونَ لائی جاتی ہے۔

اور اگر اسم صفت کا کوئی مذکر نہ ہو تو اُس کی الف اور تاء کے ساتھ جمع لانے کی شرط یہ ہے کہ وہ تاء سے خالی نہ ہو (یعنی اس کے آخر میں تاء ہو)؛ جیسے: حائضةٌ کی جمع حائضات اور حاملةٌ کی جمع حاملات، اگر اس طرح کا اسم صفت تائے تانیث سے خالی ہوگا تو اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں لائی جائے گی، جیسے: حائضٌ اور حاملٌ، ان کی جمع حوائضُ اور حواملُ آتی ہے، حائضات اور حاملات نہیں آتی۔

اور اگر وہ اسم مفرد جس کی آپ الف اور تاء کے ساتھ جمع لانا چاہتے ہیں: اسم صفت نہ ہو؛ بلکہ اسم ذات ہو، تو اُس کی بغیر کسی شرط کے الف اور تاء کے ساتھ جمع لائی جاسکتی ہے؛ جیسے: هندٌ کی جمع هنداتٌ .

جمع التكسير الخ: یہاں سے مصنف جمع کی دوسری قسم: جمع تکسیر کو بیان فرما رہے ہیں۔
جمع تکسیر: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے، یعنی اس کے واحد کے حروف کی ترتیب یا حرکات وسکنات میں کوئی لفظی یا تقدیری تغیر ہوا ہو، جیسے: رجالٌ اور أَفراسٌ ، اس کا دوسرا نام جمع مکسر ہے۔
فائدہ: جمع مکسر کے ثلاثی مجرد میں بہت سے اوزان آتے ہیں جو سب سماع سے تعلق رکھتے ہیں، قاعدہ

www.besturdubooks.net

جَمْعُ الْقِلَّةِ: أَفْعُلٌ، وَأَفْعَالٌ، وَأَفْعِلَةٌ، وَفِعْلَةٌ وَالصَّحِيحُ . وَمَا عَدَا ذٰلِكَ جَمْعُ كَثْرَةٍ .

ترجمہ : جمع قلت (کے اوزان): أَفْعُلٌ ، أَفْعَالٌ، أَفْعِلَةٌ ، فِعْلَةٌ اور جمع سالم ہیں۔اور جو اِن کے علاوہ ہیں وہ سب جمع کثرت ہیں۔

کا اُن میں دخل نہیں ہے؛ جیسے: رجالٌ، أفراسٌ اور فلوسٌ . اور غیر ثلاثی مجرد: یعنی رباعی اور خماسی میں جمع مکسر: قاعدہ کے مطابق ''فَعَالِلُ'' اور ''فَعَالِيْلُ'' کے وزن پر آتی ہے؛ جیسے: دَراهِمُ ، درهم کی جمع اور دنانير، دينار کی جمع۔

قاعدہ: اسم رباعی کی جمع مکسر فَعَالِلُ کے وزن پر اور اسم خماسی کی جمع فَعَالِلُ یا فَعَالِيْلُ کے وزن پر آتی ہے خواہ اس رباعی اور خماسی کے تمام حروف اصلی ہوں، یا بعض اصلی ہوں اور بعض زائد۔

جمع القلة الخ: یہاں سے مصنف معنی کے اعتبار سے جمع کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں: (۱) جمع قلت (۲) جمع کثرت۔

جمع قلت: وہ جمع ہے جو دس یا دس سے کم پر بولی جائے۔اس کے چھ اوزان آتے ہیں: (۱) أَفْعُلٌ؛ جیسے: أَكْلُبٌ، كَلْبٌ کی جمع بمعنی کتا (۲) أَفْعَالٌ؛ جیسے: أَقْوَالٌ، قَوْلٌ کی جمع بمعنی بات (۳) أَفْعِلَةٌ؛ جیسے: أَرْغِفَةٌ، رَغِيفٌ کی جمع بمعنی چپاتی (۴) فِعْلَةٌ؛ جیسے: غِلْمَةٌ، غلامٌ کی جمع بمعنی غلام (۵) جمع مذکر سالم؛ جیسے: زيدونَ (۶) جمع مؤنث سالم؛ جیسے: مسلماتٌ.

فائدہ: بعض حضرات کے نزدیک ''فَعَلَةٌ'' اور ''أَفْعِلاءُ'' بھی جمع قلت کے اوزان ہیں، اول کی مثال، جیسے: أَكَلَةٌ، آكِلٌ کی جمع (بمعنی کھانے والا)۔ثانی کی مثال، جیسے: أَصْدِقَاءُ، صَدِيْقٌ کی جمع (بمعنی دوست)۔

نوٹ: رضی کی رائے یہ ہے (اور یہی راجح بھی ہے) کہ: جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم: جمع قلت کے ساتھ خاص نہیں ہیں؛ بلکہ یہ جمع قلت اور جمع کثرت دونوں کے معنی میں آتی ہیں، خواہ الف لام کے ساتھ ہوں یا بغیر الف لام کے۔

جمع کثرت: وہ جمع ہے جو دس سے زیادہ پر بولی جائے۔جمع قلت کے مذکورہ اوزان کے علاوہ، جمع کے باقی تمام اوزان جمع کثرت کے اوزان ہیں۔

فائدہ (۱): کبھی جمع قلت جمع کثرت کے، اور جمع کثرت جمع قلت کے معنی میں بھی استعمال ہوجاتی ہے، اول کی مثال، جیسے: أصحاب جمع قلت ہے؛ لیکن یہ جمع کثرت کے معنی میں استعمال ہوتی ہے؛ اس لئے

www.besturdubooks.net

اَلْمَصْدَرُ : اِسْمٌ لِلْحَدَثِ الْجَارِیْ عَلَی الْفِعْلِ . وَھُوَ مِنَ الثُّلَاثِیِّ الْمُجَرَّدِ سَمَاعٌ، وَمِنْ غَیْرِہٖ قِیَاسٌ .

ترجمہ : مصدر: اُس معنیٔ حدثی کا اسم ہے جو فعل پر جاری ہوتے ہیں۔ اور وہ ثلاثی مجرد سے سماعی ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے۔

کہ اس سے مراد تمام صحابہ ہوتے ہیں، ثانی کی مثال؛ جیسے: **ثلاثۃُ قروءٍ** میں **قروء** جمع کثرت ہے؛ لیکن یہ یہاں جمع قلت کے معنی میں استعمال ہوئی ہے؛ اس لئے کہ یہاں اس سے تین حیض مراد ہیں۔

فائدہ (۲): اگر کسی اسم کی جمع صرف جمع قلت کے وزن پر آتی ہو؛ جیسے: **رِجْلٌ**، اس کی جمع صرف **أَرْجُلٌ** آتی ہے، یا صرف جمع کثرت کے وزن پر آتی ہو؛ جیسے: **رَجُلٌ**، اس کی جمع صرف **رِجَالٌ** آتی ہے، تو اِن دونوں صورتوں میں وہ جمع: جمع قلت اور جمع کثرت دونوں میں مشترک ہوگی، صرف جمع قلت یا جمع کثرت کے معنی میں استعمال نہیں ہوگی۔

المصدر اسم الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے مصدر کو بیان فرما رہے ہیں۔

مصدر کی تعریف: مصدر وہ اسم ہے جو صرف ایسے معنیٔ حدثی پر دلالت کرے جو فعل پر جاری ہوتے ہیں، معنیٔ حدثی سے مراد ایسے معنی ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہوں، اور فعل پر جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُس معنیٔ حدثی کا فعل کے ساتھ اشتقاق کا تعلق ہو، یعنی اُس سے افعال وغیرہ نکلتے ہوں، اب تعریف کا حاصل یہ ہوا کہ مصدر: وہ اسم ہے جو صرف ایسے معنی پر دلالت کرے جو غیر (مثلاً فاعل) کے ساتھ قائم ہوں، اور اُس سے افعال وغیرہ نکلتے ہوں؛ جیسے: **الضربُ** (مارنا) اور **النصرُ** (مدد کرنا)، یہ دونوں مصدر ہیں؛ اس لئے کہ یہ ایسے معنی پر دلالت کرتے ہیں جو غیر مثلاً فاعل کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور اِن سے افعال وغیرہ نکلتے ہیں۔

وھو من الثلاثی الخ: یہاں سے مصنف مصدر کے اوزان بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ثلاثی مجرد سے مصدر کے بہت سے اوزان آتے ہیں؛ لیکن وہ تمام اوزان سماعی ہیں، اُن کا کوئی مقررہ قاعدہ نہیں ہے، اور غیر ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں، یعنی اُن کا قاعدہ مقرر ہے، مثلاً: جو فعل ماضی **أَفْعَلَ** کے وزن پر آئے، اُس کا مصدر "**إِفْعَالٌ**" کے وزن پر، جو فعل ماضی "**انْفَعَلَ**" کے وزن پر آئے اُس کا مصدر "**انْفِعَالٌ**" کے وزن پر، جو فعل ماضی "**اسْتَفْعَلَ**" کے وزن پر آئے، اُس کا مصدر "**اِسْتِفْعَالٌ**" کے وزن پر، جو فعل ماضی "**فَعْلَلَ**" کے وزن پر آئے، اُس کا مصدر "**فَعْلَلَةٌ**" کے وزن پر اور جو فعل ماضی "**تَفَعْلَلَ**" کے وزن پر آئے، اُس کا مصدر "**تَفَعْلُلٌ**" کے وزن پر آتا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ مَاضِيًا كَانَ أَوْغَيْرَهُ، إِذَا لَمْ يَكُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا. وَلَا يَتَقَدَّمُ مَعْمُوْلُهُ عَلَيْهِ، وَلَايُضْمَرُ فِيْهِ، وَلَا يَلْزَمُ ذِكْرُ الْفَاعِلِ . وَيَجُوْزُ إِضَافَتُهُ إِلَى الْفَاعِلِ.

ترجمہ : اوروہ (یعنی مصدر) عمل کرتا ہے اپنے فعل جیسا عمل، خواہ ماضی کے معنی میں ہو یا غیر ماضی کے معنی میں، بشرطے کہ مفعول مطلق نہ ہو۔ اور اُس کا معمول اُس پر مقدم نہیں ہوتا ہے، اور اُس میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی ہے، اور (اُس کے) فاعل کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور جائز ہے اُس کی اضافت کرنا فاعل کی طرف۔

ويعمل عمل الخ: یہاں سے مصنف مصدر کا عمل بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے، خواہ وہ ماضی کے معنی میں ہو یا غیرِ ماضی یعنی حال یا استقبال کے معنی میں، بشرطیکہ مفعول مطلق نہ ہو، یعنی اگر مصدر لازم ہوتو وہ اپنے فاعل کو رفع اور سات اسموں: مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ، حال، تمیز اور مستثنیٰ کو نصب دیتا ہے؛ جیسے: **أعجبني قيامُ زيدٌ أمسِ** (مجھے اچھا لگا کل گذشتہ زید کا کھڑا ہونا) یہاں مصدر ماضی کے معنی میں ہے۔ اور اگر مصدر متعدی ہوتو وہ اپنے فاعل کو رفع اور آٹھ اسموں: مفعول بہ، مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ، حال، تمیز اور مستثنیٰ کو نصب دیتا ہے؛ جیسے: **أعجبني إكرامُ عمرٌ خالدًا غدًا** (مجھے اچھا لگے گا کل آئندہ عمرو کا خالد کی عزت کرنا)، یہاں مصدر مستقبل کے معنی میں ہے۔

ولا يتقدم معموله الخ: یہاں سے مصنف مصدر کے متعلق چند ضابطے بیان فرما رہے ہیں:

(۱) مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، چناں چہ فاعل کو مقدم کر کے **أعجبني زيدٌ ضربُ عمرًا** اور مفعول بہ کو مقدم کر کے **أعجبني عمرًا ضربُ زيدٌ** نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے، اور عاملِ ضعیف معمول کی تقدیم کی صورت میں عمل نہیں کرتا ہے؛ لہٰذا مصدر بھی معمول کو اس پر مقدم کئے جانے کی صورت میں عمل نہیں کرے گا۔

(۲) مصدر میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی؛ بلکہ اُس کا فاعل ہمیشہ ضمیر بارز یا اسم ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) مصدر کے فاعل کو ذکر کرنا ضروری نہیں، خواہ فاعل اسم ظاہر ہو یا اسم ضمیر؛ بلکہ اُس کے فاعل کو حذف کر سکتے ہیں؛ جیسے: **أَعجبني ضربُ زيدًا** (مجھے اچھا لگا زید کو مارنا)، یہاں فاعل کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف فعل، اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ کے فاعل کو اسم ظاہر یا اسم ضمیر کی شکل میں ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے، حذف کرنا جائز نہیں۔

ويجوز إضافته إلى الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مصدر کی اس کے معمول: یعنی فاعل یا مفعول بہ کی طرف اضافت کرنا جائز ہے، فاعل کی طرف اضافت کی مثال، جیسے: **كرهتُ ضربَ**

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُضَافُ إِلَى الْمَفْعُوْلِ . وَإِعْمَالُهُ بِاللَّامِ قَلِيْلٌ . فَإِنْ كَانَ مُطْلَقًا، فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ وَإِنْ كَانَ بَدَلًا مِنْهُ، فَوَجْهَان .

اِسْمُ الْفَاعِلِ: مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ قَامَ بِهٖ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ .

ترجمہ : اور کبھی اُس کی اضافت کردی جاتی ہے مفعول کی طرف۔ اور اُس کو لام تعریف کے ساتھ عمل دلانا قلیل ہے۔ پس اگر مصدر مفعول مطلق ہو، تو عمل فعل کے لیے ہوگا، اور اگر وہ (یعنی مفعول مطلق) فعل کے بدلے میں آیا ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں۔

اسم فاعل: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، اُس ذات (پر دلالت کرنے) کے لیے جس کے ساتھ فعل (یعنی معنیٔ مصدری) قائم ہو، حدوث کے معنی میں۔

مفعول بہ کی طرف اضافت کی مثال، جیسے: **کرهتُ ضربَ عمرٍو زيدٌ** . البتہ اولی اور بہتر یہ ہے کہ مصدر کی اس کے معمول کی طرف اضافت کیے بغیر مصدر کو عامل بنایا جائے۔ **زيدٍ عمرًا** .

وإعماله باللام الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مصدر معرف باللام بھی عامل ہوتا ہے، البتہ اُس کا عامل ہونا قلیل ہے، اہل عرب عموماً مصدر معرف باللام کو عامل نہیں بناتے۔

فإن كان مطلقا الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو وہ اِس صورت میں اپنے مابعد اسم میں عمل نہیں کرے گا؛ بلکہ اُس سے پہلے جو فعل ہوگا وہ اُس اسم میں عمل کرے گا: جیسے: **ضربتُ ضربًا عمرًا**، اس مثال میں **ضربًا** مصدر چوں کہ مفعول مطلق ہے، اس لئے **عمرًا**، "**ضربت**" کی وجہ سے منصوب ہوگا، **ضربًا** کی وجہ سے نہیں۔

وإن كان بدلا الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مصدر مفعول مطلق ہو، اور اُس کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرکے اُس کو فعل کے قائم مقام کردیا گیا ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) فعل کو عمل دلایا جائے؛ کیوں کہ وہی اصل عامل ہے۔ (۲) مصدر کو عمل دلایا جائے؛ کیوں کہ وہ یہاں فعل کا نائب ہے؛ جیسے: **حَمْدًا لِلّٰهِ، شكرًا لله**، یہاں **حمدًا** اور **شكرًا** دونوں مصدر مفعول مطلق ہیں، اور اِن کے عامل: **حمدتُ** اور **شكرتُ** فعل کو اہل عرب سے سننے کی وجہ سے وجوبی طور پر حذف کرکے اِن کو فعل محذوف کے قائم مقام کردیا گیا ہے، اس لیے یہاں **حمدتُ** اور **شكرتُ** فعل محذوف کو بھی عامل مان سکتے ہیں اور **حمدًا** اور **شكرًا** مصدر کو بھی عامل مان سکتے ہیں۔

اسم الفاعل الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے اسم فاعل کو بیان فرمارہے ہیں:

www.besturdubooks.net

وَصِيغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى "فَاعِلٍ"، وَمِنْ غَيْرِهِ عَلٰى صِيغَةِ الْمُضَارِعِ، بِمِيمٍ مَضْمُومٍ وَكَسْرِ مَاقَبْلَ الآخِرِ؛ نَحْوُ: مُدْخِلٍ وَمُسْتَغْفِرٍ. وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ بِشَرْطِ مَعْنَى الْحَالِ أَوِ الاِسْتِقْبَالِ، وَالاِعْتِمَادِ عَلٰى صَاحِبِهِ، أَوِ الْهَمْزَةِ، أَوْ "مَا".

ترجمہ : اوراسم فاعل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے "فَاعِلٌ" کے وزن پر آتا ہے، اور غیر ثلاثی مجرد سے مضارع (معروف) کے وزن پر آتا ہے، میم مضموم اور آخری حرف کے ماقبل کے کسرہ کے ساتھ؛ جیسے: مُدْخِلٌ، مُسْتَغْفِرٌ. اور وہ (یعنی اسم فاعل) عمل کرتا ہے اپنے فعل جیسا عمل حال یا استقبال کے معنی، اور اپنے صاحب، یا ہمزۂ استفہام یا "مَا" حرفِ نفی پر اعتماد کی شرط کے ساتھ۔

اسم فاعل کی تعریف: اسم فاعل: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل (یعنی معنیٔ مصدری) بطور حدوث (یعنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں) قائم ہوں جیسے: ضاربٌ (مارنے والا)۔

فائدہ: "اشتق من فعل" کہہ کر مصنف نے اُن لوگوں کی رائے کو اختیار کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسمائے مشتقہ براہ راست مصدر سے مشتق نہیں ہوتے؛ بلکہ فعل کے واسطے سے مصدر سے مشتق ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ "لمن قام به" میں فعل سے فعل اصطلاحی مراد نہیں؛ بلکہ فعل لغوی یعنی معنیٔ مصدری مراد ہیں۔

و صيغته من الثلاثي الخ: یہاں سے مصنف اسم فاعل کے اوزان بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: اسم فاعل ثلاثی مجرد سے "فَاعِلٌ" کے وزن پر آتا ہے؛ جیسے: ضارِبٌ اور ناصِرٌ. اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا کوئی ایک مخصوص وزن نہیں آتا؛ بلکہ اُس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فعل مضارع معروف سے علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد، علامت مضارع کی جگہ میم مضموم لے آئیں اور آخری حرف کے ماقبل کو کسرہ دیدیں اگر مکسور نہ ہو اور آخری حرف کو تنوین دیدیں؛ جیسے: يُدْخِلُ سے مُدْخِلٌ، يَسْتَغْفِرُ سے مُسْتَغْفِرٌ اور يَتَقَبَّلُ سے مُتَقَبِّلٌ وغیرہ۔

و يعمل عمل فعله الخ: یہاں سے مصنف اسم فاعل کا عمل بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: اسم فاعل فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے، یعنی لازم ہونے کی صورت میں: فاعل کو رفع اور سات اسموں: مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ، حال، تمیز اور مستثنیٰ کو نصب دیتا ہے؛ جیسے: جاء نی رجلٌ قائمٌ أَبُوه، اور متعدی ہونے کی صورت میں فاعل کو رفع اور آٹھ اسموں: مفعول بہ، مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ، حال، تمیز اور مستثنیٰ کو نصب دیتا ہے؛ جیسے: جاء نی زيدٌ ضاربًا أبوه عمرًا.

www.besturdubooks.net

فَإِنْ كَانَ لِلْمَاضِيْ، وَجَبَتِ الْإِضَافَةُ مَعْنًى، خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ . فَإِنْ كَانَ لَهٗ مَعْمُوْلٌ آخَرُ، فَبِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ؛ نَحْوُ: زَيْدٌ مُعْطِي عَمْرٍو دِرْهَمًا أَمْسِ .

ترجمہ : پس اگر اسم فاعل ماضی کے لیے ہو، تو واجب ہے (اُس کی) اضافتِ معنوی کرنا، برخلاف امام کسائی کے۔ پس اگر اسم فاعل کا کوئی دوسرا معمول ہو، تو وہ فعلِ مقدر کے ساتھ ہوگا؛ جیسے: زَيْدٌ مُعْطِي عَمْرٍو دِرْهَمًا أَمْسِ (زید کل گذشتہ عمرو کو ایک درہم دینے والا ہے)۔

اسم فاعل اُس وقت عمل کرتا ہے جب کہ دو شرطیں پائی جائیں: (۱) وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو (۲) وہ اپنے صاحب، یا ہمزۂ استفہام یا حرف نفی میں سے کسی پر اعتماد کیے ہوئے ہو، یہاں ''صاحب'' سے مراد تین چیزیں ہیں: (۱) مبتدا (خواہ فی الحال مبتدا ہو یا اپنی اصل کے اعتبار سے مبتدا ہو؛ جیسے افعال ناقصہ کا اسم) (۲) ذوالحال (۳) موصوف، اور مطلب یہ ہے کہ اُس سے پہلے پانچ چیزوں: مبتدا، ذوالحال، موصوف ہمزۂ استفہام اور حرف نفی میں سے کوئی ایک ہو جس پر وہ اعتماد کیے ہوئے ہو، مبتدا کی مثال؛ جیسے: زيدٌ قائمٌ أبوهُ . ذوالحال کی مثال؛ جیسے: جاء نی زيدٌ ضاربًا أبوهُ عمرًا . موصوف کی مثال جیسے: عندی رجلٌ ضاربٌ أبوه عمرًا . ہمزۂ استفہام کی مثال؛ جیسے: أقائمٌ زيدٌ ؟ حرف نفی کی مثال؛ جیسے: ماقائمٌ زيدٌ .

تنبیہ: بعض حضرات نے یہاں اسم موصول کو بھی شامل کیا ہے؛ لیکن وہ صحیح نہیں؛ اس لئے کہ اگر اسم فاعل پر الف لام بمعنی الّذی اسم موصول داخل ہو، تو اس صورت میں اسم فاعل بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ ''النحو الوافی'' وغیرہ نحو کی معتبر کتابوں میں اعتماد کی شرط میں موصول کا ذکر نہیں ہے۔

فإن كان للماضى الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو اسم فاعل عمل نہیں کرے گا، چناں چہ اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو، حال یا استقبال کے معنی میں نہ ہو، یا مذکورہ چیزوں میں سے کسی پر اعتماد کئے ہوئے نہ ہو تو وہ اپنے مابعد اسم میں عمل نہیں کرے گا؛ بلکہ اِس صورت میں اُس کی مابعد اسم کی طرف اضافت معنویہ لازم ہوگی؛ جیسے: زيدٌ ضاربُ عمرٍو أمسِ، مُدَرِّسُ الْحديثِ جَيِّدٌ .

فإن كان له الخ: اور اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو، اور وہاں اُس اسم کے علاوہ جس کی طرف اسم فاعل کی اضافتِ معنویہ کی گئی ہے، کوئی دوسرا معمول ہو، تو وہاں فعل محذوف ہوگا ، وہ معمول اُسی فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہوگا، اسم فاعل کی وجہ سے منصوب نہیں ہوگا؛ جیسے: زيدٌ مُعْطِى عمرٍو درهمًا

www.besturdubooks.net

فَإِنْ دَخَلَتِ اللَّامُ اِسْتَوَى الْجَمِيعُ .

ترجمہ : پس اگر (اسم فاعل پر) لام داخل ہو جائے، تو (اُس میں) تمام زمانے برابر ہوں گے۔

أمسِ (۱)، یہاں درهمًا سے پہلے أعطى فعل محذوف ہے، یہ اُسی کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہے، معطی اسم فاعل کی وجہ سے نہیں؛ (کیوں کہ اسم فاعل کے عمل کرنے کے لیے حال یا استقبال کے معنی میں ہونا شرط ہے، جب کہ یہاں اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہے) اصل عبارت اس طرح ہے، زيدٌ معطي عمرٍو أمسِ أعطى درهمًا .

فإن دخلت اللام الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ تمام تفصیل اُس وقت ہے جب کہ اسم فاعل نکرہ ہو، اور اگر اسم فاعل معرف باللام ہو (یعنی اُس کے شروع میں الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہو جس کی وجہ سے وہ معرفہ ہو گیا ہو) تو اِس صورت میں اسم فاعل میں تینوں زمانے برابر ہیں، یعنی اِس صورت میں اسم فاعل ہر حال میں عمل کرے گا، خواہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو، یا ماضی کے معنی میں، نیز الف لام بمعنی "الذی" اسم موصول کے علاوہ، اپنے سے پہلے کسی لفظ پر اعتماد کئے ہوئے ہو، یا اعتماد کئے ہوئے نہ ہو؛ جیسے: زيدٌ الضاربُ أبوه عمرًا الآنَ/ أو غدًا/ أو أمسِ.

نوٹ: "دخلت اللام" میں لام سے مراد لام موصولہ ہے، لام تعریف نہیں؛ اس لئے کہ اگر اسم فاعل کے شروع میں لام تعریف ہو، تو اسم فاعل اِس صورت میں اُسی وقت عمل کرے گا جب کہ مذکورہ دونوں شرطیں پائی جائیں، لام تعریف کے شروع میں آنے کی وجہ سے وہ عمل کرنے کے لئے مذکورہ دونوں شرطوں سے بے نیاز نہیں ہوگا۔ (حاشیہ شرح جامی ص:۲۹۸)

فائدہ: اسم فاعل کے عمل کرنے کی مذکورہ دونوں شرطیں، فاعل اسم ظاہر اور مفعول بہ میں عمل کرنے کے لئے ہیں، فاعل اسم ضمیر میں اور اسی طرح مفعول بہ کے علاوہ بقیہ معمولات میں عمل کرنے کے لئے نہیں، چناں چہ اسم فاعل، فاعل اسم ضمیر اور اسی طرح مفعول بہ کے علاوہ، بقیہ معمولات مثلاً: مفعول مطلق اور مفعول فیہ وغیرہ میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے۔

فائدہ: اسم فاعل اپنے مفعول بہ کو نصب اس وقت دے گا جب کہ مذکورہ شرائط کے علاوہ تین شرطیں اور پائی جائیں:

---

(۱) زيد مبتدا، معطی اسم فاعل مضاف، ھو ضمیر مستتر فاعل، عمرو مضاف الیہ، أمس مفعول فیہ، اسم فاعل اپنے فاعل، مضاف الیہ اور مفعول فیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ درهما مفعول بہ أعطى فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ مَا وُضِعَ مِنْهُ لِلْمُبَالَغَةِ؛ كَـ : ضَرَّابٍ، وَضَرُوبٍ، وَمِضْرَابٍ، وَعَلِيمٍ و حَذِرٍ مِثْلُهُ .

ترجمہ : اوراسم فاعل کے جو صیغے مبالغہ کے لیے وضع کیے گئے ہیں؛ مثلاً: ضَرَّابٌ، ضَرُوبٌ، مِضْرَابٌ، عَلِيمٌ اور حَذِرٌ، وہ اسم فاعل ہی کے مانند ہیں۔

---

(۱) اسم فاعل مصغر نہ ہو، اگر اسم فاعل مصغر ہوگا تو مفعول بہ کونصب نہیں دے گا، چناں چہ يَقِفُ حُوَيْرِشٌ زَرْعًا کہنا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ یہاں "حُوَيْرِشٌ" اسم فاعل مصغر ہے۔
(۲) موصوف نہ ہو، اگر اسم فاعل موصوف ہوگا تو مفعول بہ کونصب نہیں دے گا، چناں چہ يُقْبِلُ رَاكِبٌ مُسْرِعٌ سيّارةً کہنا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ یہاں "راكبٌ" اسم فاعل موصوف ہے۔
(۳) اسم فاعل اور اس کے مفعول بہ کے درمیان شبہ جملہ کے علاوہ کسی اجنبی کا فصل نہ ہو، اگر اجنبی کا فصل ہوگا تو اسم فاعل مفعول بہ کونصب نہیں دے گا، چناں چہ هذا مُكْرِمٌ وَاجِبَهَا مُؤَدِّيَةً کہنا صحیح نہیں۔
نوٹ: اگر شبہ جملہ کا فصل ہوتو اسم فاعل مفعول بہ کونصب دے گا؛ جیسے: الرحيمُ مُسَاعِدٌ عن النهوضِ عاجزًا. چناں چہ یہاں باوجودیکہ درمیان میں فصل ہے، "مساعد" نے "عاجزا" کونصب دیا ہے۔
اجنبی سے مراد یہاں وہ اسم ہے جو اسم فاعل کا معمول نہ ہو؛ بلکہ کسی دوسرے فعل یا شبہ فعل کا معمول ہو۔ (النحو الوافی ۳/۱۹۶)

قاعدہ: اگر اسم فاعل سے پہلے الف لام بمعنی الذی اسم موصول نہ ہوتو اس کے معمول کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے، خواہ معمول مفعول بہ ہو، یا مفعول بہ کے علاوہ ہو؛ جیسے: زيدٌ عمرًا ضاربٌ . اور اگر اسم فاعل سے پہلے الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہوتو شبہ جملہ کے علاوہ اُس کے کسی معمول کو اُس پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے چناں چہ زيدٌ عمرًا الضاربُ کہنا صحیح نہیں۔
اسی طرح اگر اسم فاعل اضافت یا کسی حرف جر اصلی کی وجہ سے مجرور ہوتو اس صورت میں بھی اس کے معمول کو اُس پر مقدم کرنا جائز نہیں، چناں چہ أعجبني طيورًا رسمُ مصوِّرٍ نہیں کہہ سکتے۔
وما وضع منه للمبالغة الخ: یہاں سے مصنف اسم فاعل کی دوسری قسم: "اسم مبالغہ" کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔
اسم مبالغہ: وہ اسم مشتق ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس میں دوسرے کی طرف نظر کئے بغیر، معنی مصدری زیادتی کے ساتھ پائے جائیں؛ جیسے: ضَرَّابٌ، ضَرُوبٌ، مِضْرَابٌ (زیادہ مارنے والا)، عَلِيمٌ،

www.besturdubooks.net

وَالْمُثَنّٰی وَالْمَجْمُوْعُ مِثْلُهٗ . وَيَجُوْزُ حَذْفُ النُّوْنِ مَعَ الْعَمَلِ وَ التَّعْرِيْفِ تَخْفِيْفًا.
اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ: مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ .

ترجمه : اور (اسم فاعل کے) تثنیہ اور جمع کے صیغے اُس (یعنی اسم فاعل کے واحد کے صیغوں) کے مانند ہیں۔ اور جائز ہے (اسم فاعل سے) نونِ تثنیہ اور نونِ جمع کو حذف کرنا عمل اور معرف باللام ہونے کے ساتھ تخفیف کے لیے۔

اسم مفعول: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، اُس ذات (پر دلالت کرنے) کے لیے جس پر فعل واقع ہوا ہو۔

(بہت جاننے والا)، حَــذِرٌ (بہت بچنے والا)۔ جو عمل عام اسم فاعل کرتا ہے، وہی عمل اسم مبالغہ بھی کرتا ہے اور جو شرائط عام اسم فاعل کے عمل کرنے کی ہیں وہی شرائط اسم مبالغہ کے عمل کرنے کی بھی ہیں؛ البتہ اتنا فرق ہے کہ عام اسم فاعل کے اوزان قیاسی ہیں اور لازم ومتعدی دونوں سے آتے ہیں جب کہ اسم مبالغہ کے تمام اوزان سماعی ہیں اور صرف متعدی سے آتے ہیں، سوائے فَعَّالٌ کے، کہ وہ لازم ومتعدی دونوں سے آتا ہے۔

والمثنى والمجموع الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عمل اور مذکورہ شرائط میں اسم فاعل کے تثنیہ اور جمع کے صیغے (خواہ عام اسم فاعل کے ہوں یا اسم مبالغہ کے)، واحد کے صیغوں کے مانند ہیں، یعنی جس طرح مذکورہ شرائط کے پائے جانے کے وقت اسم فاعل کے واحد کے صیغے عمل کرتے ہیں، اسی طرح مذکورہ شرائط کے پائے جانے کے وقت اسم فاعل کے تثنیہ اور جمع کے صیغے بھی (خواہ مذکر کے ہوں یا مؤنث کے) عمل کرتے ہیں؛ جیسے: الزيدانِ ضاربانِ عمرًا، الزيدونَ ضاربونَ عمرًا الآن / أو غدًا.

ويجوز حذف النون الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اسم فاعل تثنیہ یا جمع اپنے مابعد کو مفعول بہ ہونے کی بناء پر نصب دے رہا ہو، اور اُس پر الف لام بمعنی الَّذِیْ اسم موصول داخل ہو، تو وہاں تخفیف کے لیے اسم فاعل کے آخر سے نونِ تثنیہ اور نونِ جمع کو حذف کرنا جائز ہے؛ جیسے: ﴿والمُقِيمِي الصَّلاةَ﴾ میں (اُس قراءت کے مطابق جس میں الصلاةَ کو منصوب پڑھا گیا ہے) المقیمی اسم فاعل نے مابعد الصلاةَ کو مفعول بہ ہونے کی بناء پر نصب دیا ہے اور اُس پر الف لام بمعنی الَّذِیْ اسم موصول داخل ہے، اس لیے یہاں تخفیف کے لیے اُس کے آخر سے نونِ جمع کو حذف کیا گیا ہے۔

نوٹ: اگر اسم فاعل تثنیہ یا جمع پر ''لام تعریف'' داخل ہو، تو اُس کے آخر سے نونِ تثنیہ اور نونِ جمع کو حذف کرنا جائز نہیں۔ (حاشیہ شرح جامی ص:۲۹۹)

اسم المفعول الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے اسم مفعول کو بیان فرما رہے ہیں:

www.besturdubooks.net

وَصِيغَتُهُ مِنَ الثُّلاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى "مَفْعُولٍ"، وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيغَةِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ؛ كَـ: مُسْتَخْرَجٍ. وَأَمْرُهُ فِي الْعَمَلِ وَالْاِشْتِرَاطِ كَأَمْرِ الْفَاعِلِ؛ مِثْلُ: زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهُ دِرْهَمًا.

ترجمہ : اوراُس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے "مَفْعُوْلٌ" کے وزن پر آتا ہے، اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے آخری حرف کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ؛ جیسے: مُسْتَخْرَجٌ. اوراُس کا حکم عمل اور شرائط میں اسم فاعل کے حکم کے مانند ہے؛ جیسے: زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهُ دِرْهَمًا (زید کے غلام کو ایک درہم دیا گیا ہے)۔

اسم مفعول کی تعریف: اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہے؛ جیسے: مضروبٌ (مارا ہوا)۔

وصيغته من الثلاثي الخ: یہاں سے مصنف اسم مفعول کے اوزان بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: اسم مفعول ثلاثی مجرد سے "مَفْعُوْلٌ" کے وزن پر آتا ہے، یا تو لفظاً؛ جیسے: مضروبٌ. یا تقدیراً؛ جیسے: مقولٌ اور مرمیٌّ، یہ تقدیراً "مَفْعُوْلٌ" کے وزن پر ہیں؛ اس لئے کہ یہ اصل میں مَقْوُوْلٌ اور مَرْمُوْيٌ تھے۔ اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم مفعول کا کوئی ایک مخصوص وزن نہیں آتا؛ بلکہ اس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فعل مضارع مجہول سے علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد، علامتِ مضارع کی جگہ میم مضموم لے آئیں اور آخری حرف کو تنوین دیدیں؛ جیسے: يُسْتَخْرَجُ سے مُسْتَخْرَجٌ اور يُتَقَبَّلُ سے مُتَقَبَّلٌ وغیرہ۔ غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل اور اسم مفعول کا تقریباً ایک ہی وزن ہوتا ہے، بس اتنا فرق ہے کہ اسم فاعل میں آخری حرف کا ماقبل مکسور ہوتا ہے، اور اسم مفعول میں آخری حرف کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔

وأمره في العمل الخ: یہاں سے مصنف اسم مفعول کے عمل اور اس کی شرائط کو بیان فرمارہے ہیں۔ اسم مفعول فعل مجہول جیسا عمل کرتا ہے، یعنی نائب فاعل کو رفع اور سات اسموں: مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ، حال، تمیز اور مستثنیٰ کو نصب دیتا ہے؛ جیسے: زيدٌ مضروبٌ غلامُه. اور اگر متعدی بدو مفعول یا متعدی بسہ مفعول ہو تو مذکورہ سات اسموں کے علاوہ مفعول بہ کو بھی نصب دیتا ہے؛ جیسے: زيدٌ معطًى غلامُه درهمًا.(۱)

اسم فاعل کی طرح اسم مفعول کے عمل کی بھی دو شرطیں ہیں: (۱) حال یا استقبال کے معنی میں ہو (۲) اس

---

(۱) زيد مبتدا، معطًى اسم مفعول، غلامه مرکب اضافی نائب فاعل، درهما مفعول بہ ثانی، اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ ثانی سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

الصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ: مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِمَنْ قَامَ بِهٖ، عَلٰى مَعْنَى الثُّبُوْتِ .

ترجمہ : صفتِ مشبہ: وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو، اُس ذات (پر دلالت کرنے) کے لیے جس کے ساتھ فعل قائم ہو، ثبوت کے معنی میں۔

سے پہلے پانچ چیزوں: مبتدا، ذوالحال، موصوف، ہمزۂ استفہام اور حرف نفی میں سے کوئی ایک ہو جس پر وہ اعتماد کئے ہوئے ہو؛ جیسے: زیدٌ مضروبٌ غلامُه الآنَ أو غدًا.

نوٹ: اگر مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اسم مفعول عمل نہیں کرے گا، چناں چہ اگر اسم مفعول حال یا استقبال کے معنی میں نہ ہو؛ بلکہ ماضی کے معنی میں ہو، یا مذکورہ پانچ چیزوں میں سے کسی پر اعتماد کئے ہوئے نہ ہو تو اس صورت میں اسم مفعول عمل نہیں کرے گا؛ بلکہ اس کی مابعد اسم کی طرف اضافت معنویہ لازم ہوگی؛ جیسے: زیدٌ مضروبُ غلامِه أمسِ، مضروبُ عمرٍو فی الدار.

فائدہ (۱): اسم مفعول کے عمل کرنے کی مذکورہ دونوں شرطیں اس وقت ہیں جب کہ اسم مفعول پر الف لام بمعنی الذی اسم موصول داخل نہ ہو، اور اگر اسم مفعول پر الف لام بمعنی الذی داخل ہے تو اس صورت میں اسم فاعل کی طرح اسم مفعول بھی بغیر کسی شرط کے ہر حال میں عمل کرتا ہے، خواہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو، یا ماضی کے معنی میں؛ اور خواہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی پر اعتماد کئے ہوئے ہو، یا اعتماد کئے ہوئے نہ ہو؛ جیسے: زیدٌ المضروبُ غلامُه الآنَ/ أو غدًا/ أو أمسِ.

فائدہ (۲): اگر اسم فاعل اور اسم مفعول میں کسی متعین زمانے پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو اُس وقت اسم فاعل اور اسم مفعول حال یا استقبال کے معنی میں ہوتے ہیں۔

فائدہ (۳): عمل کرنے کے لئے اسم مفعول کا حال یا استقبال کے معنی میں ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، متقدمین نحویین کے کلام میں اس شرط کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے، البتہ ابو علی فارسی اور ان کے بعد کے متاخرین نے اس شرط کو ذکر کیا ہے۔

الصفة المشبهة الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے صفت مشبہ کو بیان فرما رہے ہیں:

صفت مشبہ کی تعریف: صفت مشبہ: وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ معنیٔ مصدری بطور ثبوت (یعنی تینوں زمانوں سے قطع نظر) قائم ہوں؛ جیسے: حَسَنٌ (اچھا، خوب صورت)۔

فائدہ: صفت مشبہ اور اسم فاعل میں فرق یہ ہے کہ اسم فاعل میں معنیٔ مصدری عارضی ہوتے ہیں اور

www.besturdubooks.net

وَصِيْغَتُهَا مُخَالِفَةٌ لِصِيْغَةِ الْفَاعِلِ عَلٰى حَسَبِ السَّمَاعِ؛ كـ : حَسَنٍ، وَ صَعْبٍ وَشَدِيْدٍ . وَتَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا .

ترجمہ : اور صفت مشبہ کا وزن اسم فاعل کے وزن کے برخلاف سماع پر موقوف ہے؛ جیسے: حَسَنٌ (اچھا)، صَعْبٌ (مشکل)، شَدِيْدٌ (سخت)۔ اور صفت مشبہ عمل کرتا ہے اپنے فعل جیسا عمل مطلقاً۔

صفت مشبہ میں معنیٔ مصدری دائمی ہوتے ہیں، کسی ایک زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے۔ (۱)

و صيغتها مخالفة الخ: یہاں سے مصنف صفت مشبہ کے اوزان بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: صفت مشبہ کے اوزان اسم فاعل اور اسم مفعول کے اوزان کے خلاف ہیں، یعنی جس طرح اسم فاعل اور اسم مفعول کے اوزان قیاس اور قاعدہ کے مطابق آتے ہیں، اس طرح صفت مشبہ کے اوزان قیاس اور قاعدہ کے مطابق نہیں آتے؛ بلکہ وہ سب اہل عرب سے سننے پر موقوف ہیں، قیاس کا اُن میں کوئی دخل نہیں؛ لہٰذا ہر مصدر سے اُن اوزان پر صفت مشبہ نہیں بنا سکتے؛ بلکہ اِس کا دارومدار اہل زبان سے سننے پر ہے، جس مصدر سے وہ اُن اوزان پر صفت مشبہ استعمال کرتے ہیں، صرف اُسی مصدر سے صفت مشبہ لایا جائے گا؛ جیسے: حَسَنٌ، صَعْبٌ اور شَدِيْدٌ وغیرہ۔ البتہ أَفْعَلُ کا وزن اس سے مستثنیٰ ہے؛ اس لئے کہ رنگ وعیب میں ''أَفْعَلُ'' کا وزن قیاساً صفت مشبہ کے لئے آتا ہے۔

و تعمل عمل فعلها الخ: یہاں سے مصنف صفت مشبہ کا عمل اور اُس کی شرط بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: صفت مشبہ مطلقاً (یعنی زمانے کی شرط کے بغیر) فعل لازم جیسا عمل کرتا ہے، یعنی فاعل کو رفع اور چھ اسموں: مشابہ بالمفعول، مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول لہ، حال اور تمیز کو نصب دیتا ہے؛ جیسے: حذيفةُ حسنٌ وجهُه . جو عمل حَسُنَ کرتا ہے وہی عمل یہاں ''حسنٌ'' کر رہا ہے۔

صفت مشبہ خواہ معرف باللام ہو یا غیر معرف باللام، اُس کے عمل کرنے کی صرف ایک شرط ہے، اور وہ یہ ہے کہ اُس سے پہلے پانچ چیزوں: مبتدا، موصوف، ذوالحال، ہمزۂ استفہام اور حرف نفی میں سے کوئی ایک ہو جس پر وہ اعتماد کئے ہوئے ہو؛ جیسے: زيدٌ حسنٌ غلامُه . واضح رہے کہ یہ شرط صرف مشابہ بالمفعول میں عمل کرنے کی ہے، مشابہ بالمفعول کے علاوہ باقی معمولات میں صفت مشبہ بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے۔

فائدہ (۱): صفت مشبہ میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ ثبوت یعنی دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ (۲): صفت مشبہ پر الف لام بمعنی الذی اسم موصول نہیں آتا؛ بلکہ اُس پر جو الف لام ہوگا وہ

---

(۱) صفت مشبہ اور اسم فاعل کے تفصیلی فرق کے لئے دیکھئے: درس علم الصیغہ (ص:۳۱)

www.besturdubooks.net

وَ تَقْسِيمُ مَسَائِلِهَا: أَنْ تَكُونَ الصِّفَةُ بِاللَّامِ، أَوْ مُجَرَّدَةً؛ وَ مَعْمُولُهَا مُضَافًا، أَوْ بِاللَّامِ، أَوْ مُجَرَّدًا عَنْهُمَا . فَهٰذِهِ سِتَّةٌ، وَالْمَعْمُولُ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا مَرْفُوعٌ، وَمَنْصُوبٌ وَمَجْرُورٌ، فَصَارَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ . فَالرَّفْعُ عَلَى الْفَاعِلِيَّةِ، وَالنَّصْبُ عَلَى التَّشْبِيهِ بِالْمَفْعُولِ فِي الْمَعْرِفَةِ وَعَلَى التَّمْيِيزِ فِي النَّكِرَةِ، وَالْجَرُّ عَلَى الْإِضَافَةِ .

ترجمہ : اور صفت مشبہ کے مسائل کی تقسیم یہ ہے کہ: صفت مشبہ یا تو لام کے ساتھ ہوگا یا (لام سے) خالی ہوگا، اور اُس کا معمول یا تو مضاف ہوگا، یا لام کے ساتھ ہوگا، یا اضافت اور لام سے خالی ہوگا۔ پس یہ چھ شکلیں ہیں، اور اِن میں سے ہر ایک میں معمول: مرفوع، منصوب اور مجرور ہوگا، پس یہ اٹھارہ شکلیں ہوگئیں۔ پس رفع فاعل ہونے کی بناء پر آئے گا، اور نصب مشابہ بالمفعول ہونے کی بناء پر معرفہ میں اور تمیز ہونے کی بناء پر نکرہ میں، اور جر اضافت (یعنی مضاف الیہ ہونے) کی بناء پر۔

الف لام حرف تعریف ہوگا، الف لام بمعنی الذی اسم موصول نہیں ہوگا۔

وتقسیم مسائلها الخ: یہاں سے مصنف صفت مشبہ کے استعمال کی شکلوں کو بیان فرما رہے ہیں: چوں کہ اِن شکلوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، اس لئے اِن کو مسائل سے تعبیر کر دیا جاتا ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ صفت مشبہ کے اٹھارہ مسائل (یعنی اٹھارہ شکلیں) ہیں؛ اس لئے کہ صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگا؛ جیسے: الحسن . یا الف لام سے خالی ہوگا؛ جیسے: حسنٌ. پھر اِن میں سے ہر ایک کے معمول کی تین شکلیں ہیں: (۱) یا تو وہ مضاف ہوگا؛ جیسے: الحسن وجهه، حسنٌ وجهه (۲) یا معرف باللام ہوگا؛ جیسے: الحسن الوجه، حَسنٌ الوجه (۳) یا اضافت اور الف لام سے خالی ہوگا؛ جیسے: الحسن وجهٌ، حسن وجه.

پھر اِن میں سے ہر صورت میں معمول کی تین شکلیں ہیں: (۱) یا تو وہ مرفوع ہوگا فاعل ہونے کی بناء پر؛ جیسے: الحسن وجهُه، حسنٌ وجهُه، الحسنُ الوجهُ، حسنٌ الوجهُ، الحسنُ وجهٌ، حسنٌ وجهٌ.

(۲) یا منصوب ہوگا، اگر وہ اسم معرفہ ہے تو مشابہ بالمفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا، اور اگر نکرہ ہے تو تمیز ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا؛ جیسے: الحسنُ وجهَه، حسنٌ وجهَه، الحسنُ الوجهَ، حسنٌ الوجهَ، الحسنُ وجهًا، حسنٌ وجهًا.

(۳) یا مجرور ہوگا اضافت یعنی مضاف الیہ ہونے کی بناء پر؛ جیسے: الحسنُ وجهِه، حسنُ وجهِه، الحسنُ الوجهِ، حسنُ الوجهِ، الحسنُ وجهٍ، حسنُ وجهٍ .

www.besturdubooks.net

وَ تَفْصِيلُهَا: حَسَن وَجْهُهُ– ثَلاثَةٌ–، وَكَذٰلِكَ حَسَن الْوَجْهِ، وَ حَسَن وَجْهٍ، الحَسَنُ وَجْهُه، الحَسَنُ الْوَجْهِ، الحَسَنُ وَجْهٍ .

ترجمہ : اوران کی تفصیل یہ ہے: **حَسَن وَجْهُهُ** (یہ تین صورتیں ہیں)،اوراسی طرح **حَسَن الْوَجْهِ ، حَسَن وَجْهٍ ، الحَسَنُ وَجْهُه، الحَسَنُ الْوَجْهِ ،** اور **الحَسَنُ وَجْهٌ .**

یہ کل اٹھارہ شکلیں ہوگئیں جن کی تفصیل یہ ہے:(۱)

(۱) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مرفوع ہو، جیسے: **حسنٌ و جهُه.**

(۲) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف منصوب ہو، جیسے: **حسنٌ و جهَه.**

(۳) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مجرور ہو، جیسے: **حسنُ و جهِه.**

(۴) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام مرفوع ہو، جیسے: **حسنٌ الو جهُ.**

(۵) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام منصوب ہو، جیسے: **حسنٌ الو جهَ.**

(۶) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام مجرور ہو، جیسے: **حسنُ الو جهِ.**

(۷) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہواوراس کا معمول مرفوع اضافت اورلام سے خالی ہو، جیسے: **حسنٌ و جهٌ.**

(۸) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہواوراس کا معمول منصوب اضافت اورالف لام سے خالی ہو، جیسے: **حسنٌ و جهًا.**

(۹) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مجرور اضافت اور الف لام سے خالی ہو، جیسے: **حسنُ و جهٍ.**

یہ نو شکلیں صفت مشبہ غیر معرف باللام کی ہیں۔اسی طرح صفت مشبہ معرف باللام کی بھی نو شکلیں ہیں:

(۱۰) صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مرفوع ہو، جیسے: **الحسنُ و جهُه.**

(۱۱) صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف منصوب ہو، جیسے: **الحسنُ و جهَه'.**

(۱۲) صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مجرور ہو، جیسے: **الحسنُ و جهِه.**

(۱۳) صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام مرفوع ہو، جیسے: **الحسنُ الو جهُ.**

(۱۴) صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام منصوب ہو، جیسے: **الحسنُ الو جهَ.**

(۱۵) صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام مجرور ہو، جیسے: **الحسنُ الو جهِ.**

---

(۱) چوں کہ صفت مشبہ غیر معرف باللام کی اکثر شکلیں صحیح ہیں، اس لیے مصنف نے یہاں تفصیل میں اُسی کو مقدم کیا ہے۔

www.besturdubooks.net

اِثْنَانِ مِنْهَا مُمْتَنِعَانِ؛ مِثْلُ: اَلْحَسَنِ الْوَجْهِهِ، وَالْحَسَنِ وَجْهِهِ . وَاخْتُلِفَ فِيْ حَسَنِ وَجْهِهِ . وَالْبَوَاقِيْ مَا كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ مِنْهَا أَحْسَنُ، وَمَا كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ حَسَنٌ، وَمَا لَا ضَمِيْرَ فِيْهِ قَبِيْحٌ .

ترجمہ: ان میں سے دوصورتیں ممتنع ہیں؛ جیسے: اَلْحَسَنُ الْوَجْهِهِ، اَلْحَسَنُ وَجْهِهِ. اوراختلاف کیا گیاہے حَسَنُ وَجْهِهِ میں۔اور باقی صورتوں میں سے جن میں ایک ضمیر ہو، وہ احسن ہیں،اورجن میں دو ضمیریں ہوں، وہ حسن ہیں،اورجن میں کوئی ضمیر نہ ہو، وہ قبیح ہیں۔

---

(۱۶)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مرفوع اضافت اورلام سے خالی ہو، جیسے الحسنُ وجهٌ.

(۱۷)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول منصوب اضافت اورلام سے خالی ہو، جیسے:الحسنُ وجهًا .

(۱۸)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مجروراضافت اورلام سے خالی ہو، جیسے:الحسنُ وجهٍ.

اثنان منها ممتنعان الخ: یہاں سے مصنف امتناع،اختلاف،احسنیت،حسن اورقبح کے اعتبار سے صفت مشبہ کی مذکورہ اٹھارہ شکلوں کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔صفت مشبہ کی مذکورہ اٹھارہ شکلوں کی پانچ قسمیں ہیں:(۱)ممتنع (۲)مختلف فیہ(۳)احسن(۴)حسن(۵)قبیح۔

(۱) **ممتنع**:ممتنع ان میں سے دوصورتیں ہیں:(۱)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مجرور ہو، جیسے:الحسنُ وجهِهٖ (۲)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مجروراضافت اورالف لام سے خالی ہو، جیسے:الحسنُ وجهٍ .

ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں صفت مشبہ کی اس کے معمول کی طرف اضافت لفظیہ ہوگی،اوراضافت لفظیہ وہاں جائز ہوتی ہے جہاں اس کا فائدہ یعنی تخفیف حاصل ہو،جب کہ یہاں پہلی صورت میں اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف حاصل نہیں ہوئی، نہ مضاف سے تنوین یا قائم مقام تنوین:نون تثنیہ اورنون جمع حذف ہوا،اورنہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوئی؛لہٰذا یہ اضافت جائز نہیں ہوگی۔اوردوسری صورت میں اگر چہ مضاف الیہ سے ضمیر کے حذف ہونے کی شکل میں تخفیف حاصل ہوئی ہے؛لیکن چوں کہ نحویین معرفہ کی نکرہ کی طرف اضافت کو جائز قرار نہیں دیتے اور یہاں معرفہ کی نکرہ کی طرف اضافت ہے،اس لیے یہ بھی جائز نہیں۔

(۲) **مختلف فیہ**:مختلف فیہ ان میں سے ایک صورت ہے،یعنی وہ صورت جس میں صفت مشبہ غیر معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مجرور ہو، جیسے:حسنُ وجهِهٖ، یہ صورت مختلف فیہ ہے،امام سیبویہ اور بصریین کہتے ہیں کہ یہ صورت صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہاں صفت مشبہ اوراس کے معمول دونوں کا

www.besturdubooks.net

مصداق ایک ہے، لہٰذا اگر یہاں صفت مشبہ کی اضافت اس کے معمول کی طرف کی جائے گی تو شئ کی خود اس کی ذات کی طرف اضافت کرنا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور کوفیین کہتے ہیں کہ یہ صورت صحیح ہے؛ اس لئے کہ اس میں صفت مشبہ اپنے معمول کی بہ نسبت عام ہوتا ہے، لہٰذا صفت مشبہ کی اس کے معمول کی طرف اضافت کرنے کی صورت میں، شئ کی خود اس کی ذات کی طرف اضافت کرنا لازم نہیں آئے گا۔

(۳) احسن: احسن وہ صورتیں ہیں جن میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر ہو، خواہ وہ ضمیر صفت مشبہ میں ہو یا اس کے معمول میں، اس طرح کی کل نو صورتیں ہیں: (۱) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام منصوب ہو جیسے: الحسنُ الوجهَ. (۲) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام مجرور ہو جیسے: الحسنُ الوجهِ. (۳) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول منصوب اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: الحسن وجهًا. (۴) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام منصوب ہو، جیسے: حسنٌ الوجهَ. (۵) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام مجرور ہو، جیسے: حسنُ الوجهِ. (۶) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول منصوب اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: حسنٌ وجهًا. (۷) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مجرور اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: حسنُ وجهٍ. (۸) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مرفوع ہو، جیسے: الحسنُ وجهُه. (۹) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مرفوع ہو، جیسے: حسنٌ وجهُه. (پہلی سات صورتوں میں صفت مشبہ میں ضمیر ہوتی ہے، اس کے معمول میں نہیں ہوتی۔ اور آخر کی دونوں صورتوں میں صفت مشبہ کے معمول میں ضمیر ہوتی ہے، صفت مشبہ میں نہیں ہوتی)۔

(۴) حسن: حسن وہ صورتیں ہیں جن میں موصوف کی طرف لوٹنے والی دو ضمیریں ہوں، ایک ضمیر صفت مشبہ میں ہو اور دوسری اس کے معمول میں، اس طرح کی کل دو صورتیں ہیں: (۱) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف منصوب ہو، جیسے: الحسنُ وجهَه‘ (۲) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف منصوب ہو، جیسے: حسنٌ وجهَه‘.

(۵) قبیح: قبیح وہ صورتیں ہیں جن میں موصوف کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہ ہو، نہ صفت مشبہ میں اور نہ اس کے معمول میں، اس طرح کی کل چار صورتیں ہیں: (۱) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام مرفوع ہو، جیسے: الحسنُ الوجهُ. (۲) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مرفوع اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: الحسنُ وجهٌ. (۳) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام مرفوع ہو، جیسے: حسنٌ الوجهُ. (۴) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مرفوع

www.besturdubooks.net

اضافت اور لام سے خالی ہو؛ جیسے: حسنٌ وجهٌ.

ممتنع، مختلف فیہ، احسن، حسن اور قبیح کی تعیین کے ساتھ اِن تمام شکلوں کو مندرجہ ذیل نقشے میں جمع کر دیا گیا ہے:

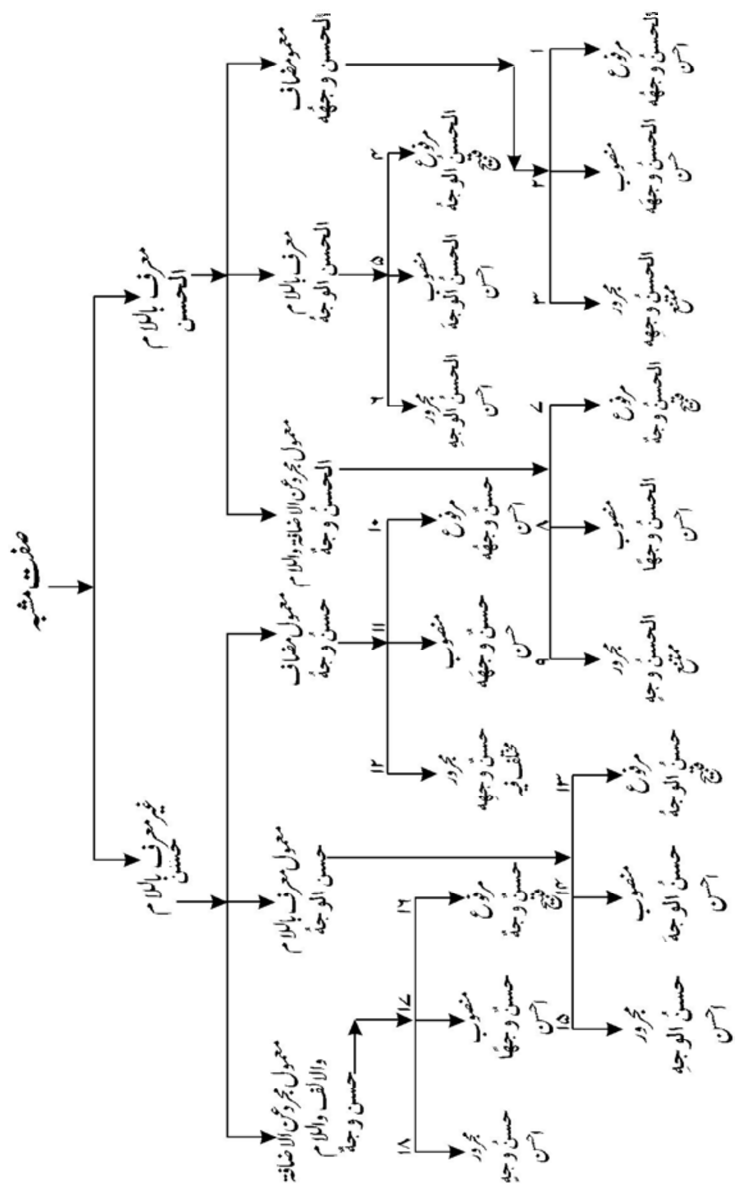

www.besturdubooks.net

وَ مَتٰی رَفَعْتَ بِهَا فَلَا ضَمِیْرَ فِیْهَا، فَهِیَ کَالْفِعْلِ، وَإِلَّا فَفِیْهَا ضَمِیْرُ الْمَوْصُوْفِ، فَتُؤَنَّثُ وَتُثَنّٰی وَتُجْمَعُ .

ترجمہ: اور جب آپ رفع دیں صفت مشبہ کے ذریعہ (اُس کے معمول کو) تو صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی، پس اس صورت میں صفت مشبہ فعل کے مانند ہوگا، ورنہ تو اُس میں موصوف کی ضمیر ہوگی، پس اس صورت میں وہ (موصوف کے مطابق) مؤنث، تثنیہ اور جمع لایا جائے گا۔

ومتی رفعت الخ: صفت مشبہ میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر کہاں ہوگی اور کہاں نہیں ہوگی، یہاں سے مصنف اس سلسلہ میں ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: جب آپ صفت مشبہ کے ذریعہ اُس کے معمول کو (جو مضاف نہ ہو) رفع دیں گے، تو وہاں صفت مشبہ میں موصوف کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہیں ہوگی؛ جیسے: الحسنُ وجهٌ اور حسنٌ وجهٌ ؛ اس لئے کہ اگر یہاں صفت مشبہ میں کوئی ضمیر مانیں گے تو تعدّدِ فاعل لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے، البتہ اگر صفت مشبہ کا معمول مضاف مرفوع ہو تو اِس صورت میں اُس کے معمول میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی؛ جیسے حسنٌ وجهُهٗ .

اِس صورت میں صفتِ مشبہ فعل کے مانند ہوگا، یعنی جس طرح فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں فعل کو ہمیشہ واحد لایا جاتا ہے، خواہ فاعل واحد ہو یا تثنیہ یا جمع، اسی طرح یہاں بھی صفتِ مشبہ کو واحد لایا جائے گا، خواہ اُس کا معمول مرفوع (یعنی فاعل) واحد ہو یا تثنیہ یا جمع۔

اور جب آپ صفتِ مشبہ کے ذریعہ اُس کے معمول کو نصب یا جر دیں گے، تو وہاں صفتِ مشبہ میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی، اگر معمول مضاف ہو تو دو ضمیریں ہوں گی: ایک صفتِ مشبہ میں اور دوسری اس کے معمول میں، اور اگر معمول مضاف نہ ہو، تو پھر ایک ضمیر ہوگی یعنی صرف صفت مشبہ میں، اول کی مثال؛ جیسے: زیدٌ حسن وجهِه . اور ثانی کی مثال؛ جیسے: زیدٌ حسن الوجهِ ؛ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس صورت میں صفت مشبہ کو فاعل کی ضرورت ہے اور وہ فاعل یہاں ضمیر ہی ہوسکتی ہے۔

اِس صورت میں صفتِ مشبہ کو اُس کے موصوف کے مطابق واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر و مؤنث لایا جائے گا، یعنی اگر موصوف واحد مذکر ہو، تو صفتِ مشبہ بھی واحد مذکر لایا جائے گا؛ جیسے: زیدٌ حسنُ الوجهِ . اور اگر موصوف مؤنث ہو، تو صفتِ مشبہ کو مؤنث لایا جائے گا؛ جیسے: هندٌ حسنةُ الوجهِ . اور اگر موصوف تثنیہ یا جمع ہو، تو صفتِ مشبہ کو تثنیہ یا جمع لایا جائے گا؛ جیسے: الزیدانِ حسنان وجهًا، الزیدونَ حسنونَ وجهًا .

فائدہ: یہاں موصوف سے مراد وہ شئی ہے جس کے ساتھ صفت مشبہ کے معنی قائم ہوں، خواہ وہ موصوف

www.besturdubooks.net

وَاِسمَا الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ غَيرَ الْمُتَعَدِّيَيْنِ مِثْلُ الصِّفَةِ فِيْ مَا ذُكِرَ .

ترجمہ : اوراسم فاعل اوراسم مفعول درآں حالیکہ متعدی نہ ہوں، صفتِ مشبہ کے مانند ہیں مذکورہ تمام امور میں۔

ہو، یا مبتدا، ذوالحال وغیرہ، موصوف سے یہاں موصوفِ اصطلاحی مرادنہیں ہے۔

واسما الفاعل الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ماقبل میں جواٹھارہ شکلیں بیان کی گئی ہیں وہ صفتِ مشبہ کے ساتھ خاص نہیں ؛ بلکہ جواسم فاعل اوراسم مفعول کسی مفعول کی طرف متعدی نہ ہوں، اس طور پر کہ اسم فاعل توفعل لازم سے بنایا گیا ہو، اوراسم مفعول کسی ایسے فعل سے بنایا گیا ہو جومتعدی بیک مفعول ہو، اُن میں بھی یہ اٹھارہ شکلیں جاری ہوں گی، جس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) اسم فاعل اوراسم مفعول غیر متعدی معرف باللام ہوں اوراُن کا معمول مضاف مرفوع ہو؛ جیسے: **زيدٌ القائمُ أبوهُ، زيدٌ المضروبُ غُلامُه .**

(۲) اسم فاعل اوراسم مفعول غیر متعدی معرف باللام ہوں اوران کا معمول مضاف منصوب ہو؛ جیسے: **زيدٌ القائمُ أباهُ، زيدٌ المضروبُ غلامَه .**

(۳) اسم فاعل اوراسم مفعول غیر متعدی معرف باللام ہوں اوران کا معمول مضاف مجرور ہو، جیسے: **زيدٌ القائمُ أبيهِ، زيدٌ المضروبُ غلامِهِ .**

(۴) اسم فاعل اوراسم مفعول غیر متعدی معرف باللام ہوں اوراُن کا معمول معرف باللام مرفوع ہو، جیسے: **زيدٌ القائمُ الأبُ، زيدٌ المضروبُ الغلامُ .**

(۵) اسم فاعل اوراسم مفعول غیر متعدی معرف باللام ہوں اوران کا معمول معرف باللام منصوب ہو؛ جیسے: **زيدٌ القائمُ الأبَ، زيدٌ المضروبُ الغلامَ .**

(۶) اسم فاعل اوراسم مفعول غیر متعدی معرف باللام ہوں اوران کا معمول معرف باللام مجرور ہو؛ جیسے **زيدٌ القائمُ الأبِ، زيدٌ المضروبُ الغلامِ .**

(۷) اسم فاعل اوراسم مفعول غیر متعدی معرف باللام ہوں اوراُن کا معمول مرفوع اضافت اورلام سے خالی ہو؛ جیسے: **زيدٌ القائمُ أبٌ، زيدٌ المضروبُ غلامٌ .**

(۸) اسم فاعل اوراسم مفعول غیر متعدی معرف باللام ہوں اوران کا معمول منصوب اضافت اورلام سے خالی ہو، جیسے: **زيدٌ القائمُ أبًا، زيدٌ المضروبُ غلامًا .**

www.besturdubooks.net

(۹) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی معرف باللام ہوں اور ان کا معمول مجرور اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: زيدٌ القائمُ أبٍ، زيدٌ المضروبُ غلامٍ .

یہ نو شکلیں اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی معرف باللام کی ہیں۔ اسی طرح اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام کی بھی نو شکلیں ہیں:

(۱۰) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام ہوں اور اُن کا معمول مضاف مرفوع ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمٌ أبوهُ، زيدٌ مضروبٌ غُلامُه .

(۱۱) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام ہوں اور ان کا معمول مضاف منصوب ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمٌ أباهُ، زيدٌ مضروبٌ غلامَه .

(۱۲) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام ہوں اور ان کا معمول مضاف مجرور ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمُ أبيهِ، زيدٌ مضروبُ غلامِهٖ .

(۱۳) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام ہوں اور اُن کا معمول معرف باللام مرفوع ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمٌ الأبُ، زيدٌ مضروبٌ الغلامُ .

(۱۴) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام ہوں اور ان کا معمول معرف باللام منصوب ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمٌ الأبَ، زيدٌ مضروبٌ الغلامَ .

(۱۵) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام ہوں اور ان کا معمول معرف باللام مجرور ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمُ الأبِ، زيدٌ مضروبُ الغلامِ .

(۱۶) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام ہوں اور اُن کا معمول مرفوع اضافت اور لام سے خالی ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمٌ أبٌ، زيدٌ مضروبٌ غلامٌ .

(۱۷) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام ہوں اور ان کا معمول منصوب اضافت اور لام سے خالی ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمٌ أبًا، زيدٌ مضروبٌ غلامًا .

(۱۸) اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی غیر معرف باللام ہوں اور ان کا معمول مجرور اضافت اور لام سے خالی ہو؛ جیسے: زيدٌ قائمُ أبٍ، زيدٌ مضروبُ غلامٍ .

پھر جو صورتیں صفتِ مشبہ میں ممتنع/ مختلف فیہ/ اُحسن/ حسن/ اور قبیح ہیں، وہ یہاں اسم فاعل اور اسم مفعول میں بھی بالترتیب ممتنع/ مختلف فیہ/ اُحسن/ حسن/ اور قبیح ہوں گی۔

فائدہ: یہاں غیر متعدی کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر اسم فاعل اور اسم مفعول متعدی ہوں، تو اس صورت میں اُن کی ان کے معمول کی طرف اضافت کر کے، معمول کو مجرور پڑھنا بھی جائز نہیں، اور معمول کو

www.besturdubooks.net

اِسْمُ التَّفْضِيلِ: مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَوْصُوفٍ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ . وَهُوَ أَفْعَلُ . وَشَرْطُهٗ: أَنْ يُّبْنٰى مِنْ ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ، لِيُمْكِنَ مِنْهُ، وَلَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ؛ لِأَنَّ مِنْهُمَا "أَفْعَلَ" لِغَيْرِهٖ؛ مِثْلُ: زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ .

ترجمہ : اسم تفضیل: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، اُس ذات (پر دلالت کرنے) کے لیے جو دوسرے کے مقابلے میں زیادتی کے ساتھ متصف ہو۔ اور وہ "أَفْعَلُ" (کے وزن پر آتا) ہے۔ اور اُس کی شرط یہ ہے کہ وہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے، تا کہ اُس سے "أَفْعَلُ" کا وزن بنانا ممکن ہو، اور وہ رنگ اور عیب کے معنی میں نہ ہو؛ اس لیے کہ اِن دونوں سے "أَفْعَلُ" کا وزن اسم تفضیل کے علاوہ کے لیے آتا ہے؛ جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ (زید لوگوں میں سب سے افضل ہے)۔

منصوب پڑھنا بھی جائز نہیں؛ کیوں کہ ایسا کرنے کی صورت میں التباس لازم آئے گا، مجرور پڑھنے کی صورت میں یہ پتہ نہیں چل پائے گا کہ اسم فاعل اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے یا مفعول بہ کی طرف، اور اسم مفعول اپنے نائب فاعل کی طرف مضاف ہے یا مفعول ثانی کی طرف، اور معمول کو منصوب پڑھنے کی صورت میں یہ پتہ نہیں چل پائے گا کہ وہ مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہے یا مشابہ بالمفعول ہونے کی بناء پر۔ (۱)

نوٹ: اسم فاعل اور اسم مفعول غیر متعدی کی طرح، اسم منسوب بھی مذکورہ اٹھارہ صورتوں کے جاری ہونے میں صفت مشبہ کے مانند ہے، اُس کے معمول میں بھی مذکورہ اٹھارہ صورتیں جاری ہوں گی۔ (۲)

اسم التفضيل الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے اسم تفضیل کو بیان فرما رہے ہیں:

اسم تفضیل کی تعریف: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے جو دوسرے کے مقابلہ میں معنیٔ مصدری کی زیادتی کے ساتھ متصف ہو (یعنی جس میں معنیٔ مصدری دوسرے کے مقابلہ میں زیادتی کے ساتھ پائے جائیں)؛ جیسے: أَضْرَبُ (زیادہ مارنے والا، دوسرے کے مقابلہ میں)۔

فائدہ: اسم مبالغہ، مثلاً ضَرَّابٌ بھی معنیٔ مصدری کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے؛ لیکن چوں کہ اُس میں معنیٔ مصدری کی زیادتی بذاتِ خود مقصود ہوتی ہے، دوسرے کی طرف نظر نہیں ہوتی، اس لئے وہ اسم تفضیل کی تعریف میں داخل نہیں ہوگا۔

وهو أفعل الخ: یہاں سے مصنف اسم تفضیل کا وزن اور اُس کی شرائط بیان فرما رہے ہیں۔ اسم تفضیل مذکر کے لئے "أَفْعَلُ" اور مؤنث کے لئے "فُعْلٰی" کے وزن پر آتا ہے۔ اسم تفضیل بنانے کے لیے

---

(۱) شرح جامی (ص: ۳۰۵)

(۲) شرح جامی (ص: ۳۰۵)، غایۃ التحقیق (ص: ۳۶۶)

www.besturdubooks.net

فَإِنْ قُصِدَ غَيْرُهُ تُوُصِّلَ إِلَيْهِ بِـ "أَشَدَّ"، مِثْلُ: هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ اِسْتِخْرَاجًا/ وَ بَيَاضًا/ وَعَمًى .

ترجمہ : پس اگر ارادہ کیا جائے غیر ثلاثی مجرد (سے اسم تفضیل کے معنی اداء کرنے) کا، تو اُس کی طرف وسیلہ پکڑا جائے گا لفظِ "أَشَدُّ" کے ذریعہ؛ جیسے: هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ اِسْتِخْرَاجًا/ و بَيَاضًا/ وعَمًى.

دو شرطیں ہیں:

(۱) اُس کو ثلاثی مجرد سے بنایا جائے؛ کیوں کہ ثلاثی مجرد ہی سے اسم تفضیل بنانا ممکن ہے، غیر ثلاثی مجرد سے نہیں بنایا جاسکتا؛ اس لیے کہ اسم تفضیل بنانے کے لیے صرف تین حروف کی ضرورت ہے، اور غیر ثلاثی مجرد میں تین سے زائد حروف ہوتے ہیں، اُن زائد حروف کو باقی رکھتے ہوئے تو اسم تفضیل بنانا ممکن ہی نہیں ہے، اور اگر زائد حروف کو حذف کر کے اسم تفضیل بنایا جائے، تو ثلاثی مجرد کے ساتھ اشتباہ لازم آئے گا۔

(۲) وہ ثلاثی مجرد رنگ اور عیب ظاہری کے معنی میں نہ ہو؛ اس لیے کہ جو مصادرِ ثلاثی مجرد رنگ اور عیبِ ظاہری کے معنی میں ہوتے ہیں، اُن میں "أَفْعَلُ" کا وزن اکثر صفت مشبہ کے لئے آتا ہے؛ جیسے: أَحْمَرُ (سرخ) اور أعمٰی (نابینا)۔

مذکورہ دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ اسم تفضیل صرف ایسے ثلاثی مجرد سے آتا ہے جو رنگ اور عیب ظاہری کے معنی میں نہ ہو؛ جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ [۱]، یہاں أفضل اسم تفضیل ہے، اور اس میں مذکورہ دونوں شرطیں پائی جارہی ہیں، یہ ثلاثی مجرد بھی ہے، اور رنگ اور عیب ظاہری کے معنی میں بھی نہیں ہے۔

جو مصادرِ ثلاثی مجرد رنگ یا عیب ظاہری کے معنی میں ہوں، اُن سے، اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل نہیں آتا؛ لیکن اگر غیر ثلاثی مجرد یا اُن مصادر سے جو رنگ اور عیب ظاہری کے معنی میں ہوں، اسم تفضیل کے معنی اداء کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً شدت، کثرت، قوت یا اِن کے علاوہ ثلاثی مجرد کے کسی ایسے مصدر سے جو مبالغہ اور زیادتی کے معنی پر دلالت کرتا ہو "أَفْعَلُ" کا صیغہ بنایا جائے، پھر اُس کے بعد اُس فعل کے مصدر کو (جس سے آپ اسم تفضیل کے معنی اداء کرنا چاہتے ہیں) بطور تمیز منصوب لایا جائے، غیر ثلاثی مجرد کی مثال؛ جیسے: هو أشدُّ منه استخراجًا (وہ اُس سے زیادہ نکلنے کو طلب کرنے والا ہے)۔ رنگ کی مثال، جیسے: هو أشدُّ منه بياضًا (وہ اُس سے زیادہ سفید ہے) عیب ظاہری کی مثال؛ جیسے: هو أشدُّ منه عمًى

---

(۱) زيد مبتدا، أفضل اسم تفضیل مضاف، هو ضمیر مستتر فاعل، الناس مضاف الیہ، اسم تفضیل مضاف اپنے فاعل اور مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَقِيَاسُهُ لِلْفَاعِلِ، وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ؛ نَحْوُ: أَعْذَرُ، وَأَلْوَمُ، وَأَشْغَلُ وَأَشْهَرُ. وَيُسْتَعْمَلُ عَلٰى أَحَدِ ثَلاثَةِ أَوْجُهٍ: مُضَافًا، أَوْ بِـ "مِنْ"، أَوْ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ؛ فَلا يَجُوْزُ: زَيْدٌ الْأَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، وَلا زَيْدٌ أَفْضَلُ؛ إِلَّا أَنْ يُّعْلَمَ.

ترجمہ: اور قیاس کا تقاضا اسم تفضیل میں یہ ہے کہ وہ فاعل کے لیے ہو، اور کبھی اسم تفضیل مفعول کے لیے بھی آتا ہے؛ جیسے: أَعْذَرُ (زیادہ معذور)، أَلْوَمُ (زیادہ ملامت کیا ہوا)، أَشْغَلُ (زیادہ مشغول)، أَشْهَرُ (زیادہ مشہور)۔

اور اسم تفضیل استعمال کیا جاتا ہے تین صورتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ: یا تو مضاف ہوکر، یا "مِنْ" کے ساتھ، یا معرف باللام ہونے کی حالت میں؛ پس جائز نہیں ہے: زَيْدٌ الْأَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور نہ زَيْدٌ أَفْضَلُ؛ مگر یہ کہ مفضل علیہ معلوم ہو۔

(وہ اُس سے زیادہ اندھا ہے)۔

فائدہ: یہاں عیب سے مراد عیب ظاہری ہے، عیب باطنی نہیں؛ اس لئے کہ جو مصادر عیبِ باطنی کے معنی میں ہوتے ہیں، اُن سے اسم تفضیل "أَفْعَلُ" کے وزن پر آتا ہے، جیسے: أَجْهَلُ، أَبْلَهُ.

فائدہ: بیاض سے أبیض، سواد سے أسود وغیرہ رنگ کے معنی میں ہونے کے باوجود، إعطاء سے أعطیٰ، إیلاء سے أولیٰ، اختصار سے أخصر اور إفلاس سے أفلس وغیرہ غیر ثلاثی مجرد ہونے کے باوجود، جو اسم تفضیل آتے ہیں، یہ سب شاذ ہیں، ان پر دوسرے الفاظ کو قیاس نہیں کر سکتے۔

وقیاسه للفاعل الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قیاس اور قاعدہ کے مطابق اسم تفضیل فاعلیت کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے، جیسا کہ اس کی مثالیں پیچھے گذر چکی ہیں، اور کبھی خلاف قیاس اسم تفضیل مفعولیت کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرنے کے لئے بھی آتا ہے؛ جیسے: أَعْذَرُ (زیادہ معذور)، أَلْوَمُ (زیادہ ملامت کیا ہوا)، أَشْغَلُ (زیادہ مشغول)، أَشْهَرُ (زیادہ مشہور)۔

فائدہ: جس طرح اسم تفضیل قیاس اور قاعدہ کے مطابق فاعلیت کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے اسی طرح قیاس اور قاعدہ کے مطابق اسم تفضیل صفت مشبہ کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرنے کے لئے بھی آتا ہے، جیسے: أَحْسَنُ (زیادہ خوب صورت)۔

ویستعمل علی أحد الخ: یہاں سے مصنف استعمال کے اعتبار سے اسم تفضیل کی شکلیں اور اس کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسم تفضیل کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے:

www.besturdubooks.net

فَإِذَا أُضِيفَ، فَلَهُ مَعْنَيَان، أَحَدُهُمَا –وَهُوَ الْأَكْثَرُ–: أَنْ تُقْصَدَ بِهِ الزِّيَادَةُ عَلٰى مَنْ أُضِيفَ إِلَيْهِ، فَيُشْتَرَطُ أَنْ يَّكُوْنَ مِنْهُمْ؛ مِثْلُ: زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ؛ فَلا يَجُوْزُ: يُوْسُفُ أَحْسَنُ إِخْوَتِهٖ؛ لِخُرُوْجِهٖ عَنْهُمْ بِإِضَافَتِهِمْ إِلَيْهِ .

ترجمه: پس جب اسم تفضیل کی اضافت کی جائے، تو اُس کے دو معنی ہوں گے: اُن میں سے پہلے معنی -اور یہی اکثر ہے- یہ ہے کہ: اُس کے ذریعہ ارادہ کیا جائے اُن پر زیادتی کا جن کی طرف اسم تفضیل کی اضافت کی گئی ہے، پس اس صورت میں شرط قرار دیا گیا ہے کہ وہ (موصوف) اُن (یعنی مضاف الیہ کے افراد) میں سے ہو؛ جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ، پس جائز نہیں ہے: يُوْسُفُ أَحْسَنُ إِخْوَتِهٖ؛ کیوں کہ یوسف اپنے بھائیوں سے خارج ہے؛ إخوة (بھائیوں) کی یوسف کی طرف اضافت کرنے کی وجہ سے۔

---

(۱) اضافت کے ساتھ؛ جیسے: زيدٌ أفضلُ القومِ . (۲) ''مِنْ'' کے ساتھ، جیسے: زيدٌ أفضَلُ من عمرٍو. (۳) الف لام عہدی کے ساتھ، جیسے: زيدٌ الأفضَلُ.

اسم تفضیل میں نہ تو یہ جائز ہے کہ اُس کا استعمال مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کسی صورت کے ساتھ نہ ہو، اور نہ یہ جائز ہے کہ دو صورتیں ایک ساتھ جمع ہو جائیں، چناں چہ زيدٌ الأفضلُ من عمرٍو اور زيدٌ أفضلُ کہنا جائز نہیں۔ البتہ اگر مفضل علیہ معلوم اور مشہور ہو، تو وہاں اسم تفضیل کو مذکورہ تینوں صورتوں کے بغیر استعمال کرنا جائز ہے، اس صورت میں اسم تفضیل کے بعد ''مِـنْ'' مفضل علیہ کے ساتھ محذوف ہوگا؛ جیسے: ﴿والآخرةُ خيرٌ وأبقٰی﴾ یہاں اس کے بعد من الدنيا محذوف ہے۔ اللّٰهُ أكبرُ، یہاں اس کے بعد من كل شيءٍ محذوف ہے، دونوں مثالوں میں مفضل علیہ معلوم اور مشہور ہے، اس لئے مفضل علیہ کو ''مِنْ'' کے ساتھ حذف کر دیا گیا ہے۔

نوٹ: جن مثالوں میں اسم تفضیل کا استعمال الف لام اور ''مـن'' کے ساتھ ہوا ہے، ان میں ''مـن'' تبعیض پر محمول ہوگا، جیسے: لستَ بالأكثر منهم حمىً میں ''من'' تبعیضیہ ہے، مِنْ تفضیلیہ نہیں ہے۔ اور جن مثالوں میں ''من''، تبعیض پر محمول نہ ہوسکتا ہو، جیسا کہ شاعر کے قول: ''وَرِثْتُ مُهَلْهِلًا والخَيْرَ مِنْه'' میں من تبعیض پر محمول نہیں ہوسکتا، اُن پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ وہ بہت کم ہیں۔

و إذا أضيف الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ساتھ دو معانی کے لیے ہوتا ہے:

۱- یہ بتانے کے لیے اسم تفضیل کی اضافت کی جائے کہ موصوف میں صرف اسم تفضیل کے مضاف الیہ

www.besturdubooks.net

وَالثَّانِیُ: أَنْ تُقْصَدَ زِیَادَةٌ مُطْلَقَةٌ، وَیُضَافُ لِلتَّوْضِیحِ، فَیَجُوْزُ: یُوْسُفُ أَحْسَنُ إِخْوَتِہٖ .

ترجمہ : اوردوسرے معنی یہ ہیں کہ:ارادہ کیا جائے مطلق زیادتی کا،اوراسم تفضیل کی اضافت کی جائے (محض) توضیح کے لیے،پس اس صورت میں جائز ہے: **یُوْسُفُ أَحْسَنُ إِخْوَتِہٖ** (یوسف اپنے بھائیوں کے درمیان تمام لوگوں سے زیادہ خوب صورت ہے)۔

کے مقابلہ میں معنئ مصدری زیادتی کے ساتھ پائے جارہے ہیں، کسی اور کے مقابلے میں نہیں؛لیکن یہ معنی مراد لینے کے لیے شرط یہ ہے کہ موصوف مضاف الیہ کے افراد میں داخل ہو؛ جیسے:**زیدٌ أفضلُ النّاسِ** (زید لوگوں سے افضل ہے)، یہاں زید الناس مضاف الیہ کے افراد میں داخل ہے،اس لیے یہاں **أفضل** اسم تفضیل کی **الناس** کی طرف اضافت کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ زید موصوف میں معنئ مصدری (فضیلت) صرف مضاف الیہ **الناس** کے مقابلہ میں زیادتی کے ساتھ پائے جارہے ہیں، کسی اور کے مقابلے میں نہیں۔اگر موصوف مضاف الیہ کے افراد میں داخل نہ ہو،تو وہاں یہ معنی مراد لینا جائز نہیں؛ چناں چہ اِس معنی کے اعتبار سے **یُوْسُفُ أَحْسَنُ إِخْوَتِہٖ** نہیں کہہ سکتے؛اس لیے کہ یہاں موصوف یوسف مضاف الیہ إخوۃ کے افراد میں داخل نہیں؛ بلکہ اُن سے خارج ہے؛ کیوں کہ یہاں إخوۃ کی یوسف کی ضمیر ہاء کی طرف اضافت کی گئی ہے، اور مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے،تو اِس اعتبار سے یوسف یہاں مضاف الیہ إخوۃ (بھائیوں) سے خارج ہے۔اسم تفضیل کو اضافت کے ساتھ استعمال کرنے کی صورت میں اکثر یہی پہلے معنی مراد ہوتے ہیں۔

۲-یہ بتانے کے لیے اسم تفضیل کی اضافت کی جائے کہ موصوف میں صرف مضاف الیہ کے مقابلہ میں نہیں؛ بلکہ علی الاطلاق موصوف کے علاوہ سب کے مقابلے میں معنئ مصدی زیادتی کے ساتھ پائے جارہے ہیں، اور اضافت محض اسم تفضیل کی وضاحت اور اُس کی تخصیص کے لیے کی گئی ہے،جیسا کہ دیگر صفت کے صیغوں (مثلاً اسم فاعل،صفت مشبہ وغیرہ) کی اضافت اُن کی وضاحت اور تخصیص کے لیے کی جاتی ہے۔اس معنی کے اعتبار سے اسم تفضیل کی اُس جماعت کی طرف بھی اضافت کر سکتے ہیں جن میں موصوف داخل ہو؛ جیسے:**نبیُّنا أفضلُ القریشِ** (ہمارے نبی قبیلۂ قریش کے درمیان تمام لوگوں سے زیادہ فضیلت والے ہیں) یہاں موصوف ہمارے نبی مضاف الیہ قریش میں داخل ہیں؛ کیوں کہ آپ ﷺ خاندانِ قریش ہی کے ایک فرد تھے۔اور اُس جماعت کی طرف بھی اضافت کر سکتے ہیں جو موصوف کی جنس سے ہو؛لیکن موصوف کسی وجہ سے اُن میں داخل نہ ہو؛ جیسے:**یوسفُ أحسنُ إخوتِہٖ** (یوسف اپنے بھائیوں کے درمیان تمام لوگوں سے

www.besturdubooks.net

وَيَجُوزُ فِي الْأَوَّلِ: الْإِفْرَادُ وَالْمُطَابَقَةُ لِمَنْ هُوَ لَهُ . وَأَمَّا الثَّانِي وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ، فَلا بُدَّ مِنَ الْمُطَابَقَةِ . وَالَّذِي بِـ "مِنْ" مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ لاغَيْرُ .

ترجمہ : اور جائز ہے (اسم تفضیل مضاف کی) پہلی نوع میں (اسم تفضیل) کو مفرد لانا اور اُس کے مطابق لانا جس کے لیے وہ (اسم تفضیل) ہے۔ اور بہر حال دوسری نوع اور (اسم تفضیل) معرف باللام، تو ضروری ہے (اُن میں اسم تفضیل کو موصوف کے) مطابق لانا۔ اور جو اسم تفضیل "مِنْ" کے ساتھ ہو، وہ صرف مفرد مذکر ہوگا۔

زیادہ خوب صورت ہے)۔ اور ایسی چیز کی طرف بھی اضافت کر سکتے ہیں جو موصوف کی جنس کے علاوہ کسی اور جنس سے تعلق رکھتی ہو؛ جیسے: فلانٌ أعلمُ بغدادَ (فلاں آدمی بغداد کا باشندہ، سب سے بڑا عالم ہے)۔

فائدہ: یہاں موصوف سے مراد وہ شئ ہے جس کے ساتھ اسم تفضیل کے معنی قائم ہوں، خواہ وہ موصوف ہو، یا مبتدا اور ذوالحال وغیرہ، موصوف سے یہاں بھی موصوف اصطلاحی مراد نہیں ہے۔

ویجوز فی الأول الخ: اسم تفضیل مضاف کی پہلی نوع میں، یعنی جب کہ اسم تفضیل کی اضافت کر کے صرف مضاف الیہ کے مقابلے میں زیادتی کو بیان کرنا مقصود ہو، اسم تفضیل میں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱) اسم تفضیل کو مفرد مذکر لایا جائے، خواہ موصوف واحد ہو، یا تثنیہ، یا جمع؛ جیسے: زیدٌ أفضلُ القومِ، الزیدانِ أفضلُ القومِ اور الزیدونَ أفضلُ القومِ .

(۲) اسم تفضیل کو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں موصوف کے مطابق لایا جائے، یعنی اگر موصوف واحد ہو تو اسم تفضیل کو واحد، موصوف تثنیہ ہو تو اسم تفضیل کو تثنیہ اور موصوف جمع ہو تو اسم تفضیل کو جمع لایا جائے؛ جیسے: زیدٌ أفضلُ القومِ، الزیدانِ أفضلَا القومِ اور الزیدونَ أفضلُوا القومِ.

اور اسم تفضیل مضاف کی دوسری نوع میں (یعنی جب کہ اسم تفضیل کی اضافت کر کے، صرف مضاف الیہ کے مقابلے میں نہیں؛ بلکہ علی الاطلاق سب کے مقابلے میں زیادتی کو بیان کرنا مقصود ہو) اور اُس صورت میں جب کہ اسم تفضیل کا استعمال الف لام کے ساتھ ہو، اسم تفضیل کو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں موصوف کے مطابق لانا واجب ہے؛ جیسے: زیدٌ أعلمُ بغدادَ، الزیدانِ أعلما بغدادَ، الزیدونَ أعلمُو بغدادَ، زیدٌ الأفضلُ، الزیدانِ الأفضلانِ اور الزیدونَ الأفضلونَ.

اور اُس صورت میں جب کہ اسم تفضیل کا استعمال "مِنْ" کے ساتھ ہو، اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا واجب ہے، خواہ موصوف واحد ہو، یا تثنیہ، یا جمع؛ نیز خواہ موصوف مذکر ہو یا مؤنث؛ جیسے: زیدٌ أفضلُ مِنْ

www.besturdubooks.net

وَلا یَعْمَلُ فِیْ مُظْهَرٍ؛ إِلَّا إِذَا كَانَ صِفَةً لِشَیْءٍ، وَهُوَ فِی الْمَعْنٰی لِمُسَبَّبٍ مُفَضَّلٍ بِاعْتِبَارِ الْأَوَّلِ عَلٰی نَفْسِهِ بِاعْتِبَارِ غَیْرِهِ مَنْفِیًّا؛ مِثْلُ: مَا رَأَیْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ.

ترجمہ : اور اسم تفضیل عمل نہیں کرتا ہے اسم ظاہر میں؛ مگر اُس وقت جب کہ وہ کسی شیٔ کی صفت ہو، اور معنی کے لحاظ سے اُس مسبّب (یعنی متعلق) کی صفت ہو جس کو فضیلت دی گئی ہو پہلی شیٔ کے اعتبار سے خود اُس کی ذات پر پہلی شیٔ کے علاوہ کے اعتبار سے، درآں حالیکہ وہ (یعنی اسم تفضیل) منفی ہو؛ جیسے: مَا رَأَیْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ (میں نے کوئی ایسا مرد نہیں دیکھا جس کی آنکھ میں سرمہ زیادہ خوب صورت ہو اُس سرمہ سے جو زید کی آنکھ میں ہے)۔

عمرو، الزیدانِ أفضلُ من عمرٍو، الزیدونَ أفضلُ من عمرٍو. هندٌ أفضلُ من عمرٍو، الهندان أفضلُ من عمرٍو، الهنداتُ أفضلُ من عمرٍو.

ولا یعمل فی الخ: یہاں سے مصنف اسم تفضیل کا عمل بیان فرما رہے ہیں:

اسم تفضیل (مذکورہ تینوں صورتوں میں) اپنے فاعل کو رفع اور مفعول فیہ، مفعول لہ، حال اور تمیز کو نصب دیتا ہے، اس کا فاعل ہمیشہ ضمیر مستتر ہوتی ہے، اسی میں یہ عمل کرتا ہے، اسم ظاہر میں اسم تفضیل عمل نہیں کرتا (یعنی اسم ظاہر اسم تفضیل کا فاعل یا مفعول بہ نہیں ہوسکتا)، البتہ اگر تین شرطیں پائی جائیں تو پھر اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے یعنی فاعل ہونے کی وجہ سے اُس کو رفع دیتا ہے، وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے کسی شیٔ کی صفت ہو[۱] اور معنی کے اعتبار سے اُس شیٔ کے متعلق کی صفت ہو، اور وہ متعلق پہلی شیٔ اور ایک دوسری شیٔ میں مشترک ہو۔

(۲) وہ متعلق پہلی شیٔ کے اعتبار سے مفضَّل اور دوسری شیٔ کے اعتبار سے مفضَّل علیه ہو (ایسا حرف نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہوگا، اور حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد اس کا الٹا ہو جائے گا، یعنی وہ متعلق پہلی شیٔ کے اعتبار سے مفضل علیه اور دوسری شیٔ کے اعتبار سے مفضل ہو جائے گا)۔

(۳) اسم تفضیل منفی ہو مثبت نہ ہو؛ جیسے: ما رأیتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الكحلُ منه فی عین زیدٍ[۲]، اس مثال میں مذکورہ تینوں شرطیں پائی جا رہی ہیں، پہلی شرط اس طرح پائی جا رہی ہے کہ "أحسن"

---

(۱) یہاں صفت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسم تفضیل اُس شیٔ پر اعتماد کیے ہوئے ہو، خواہ وہ اُس کی صفت ہو، یا خبر یا حال۔

(۲) ما حرف نفی، رأیتُ فعل بافاعل، رجلًا موصوف، أحسن اسم تفضیل، فی حرف جر، عینه مرکب اضافی مجرور، =

www.besturdubooks.net

لِأَنَّهُ بِمَعْنٰى "حَسُنَ"، مَعَ أَنَّهُمْ لَوْ رَفَعُوْا لَفَصَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَعْمُوْلِهِ بِأَجْنَبِيٍّ، وَهُوَ الْكُحْلُ .

ترجمہ: اس لیے کہ وہ (یعنی أَحْسَنُ) یہاں "حَسُنَ"، فعل کے معنی میں ہے، باوجودیکہ اگر نحوی رفع دیتے (أحسنُ کو)، تو وہ فصل کردیتے اُس کے اور اُس کے معمول (مِنْهُ) کے درمیان اجنبی کا، اور وہ اجنبی الکحلُ ہے۔

اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے "رجلا" کی صفت ہے اور معنی کے اعتبار سے رجل کے متعلق "الکحل" کی صفت ہے اور یہ متعلق یعنی الکحل پہلی شئ: رجل اور دوسری شئ زید میں مشترک ہے؛ اس لئے کہ دونوں کی آنکھوں میں سرمہ موجود ہے۔ اور دوسری شرط اس طرح پائی جارہی ہے کہ "الکحل" پہلی شئ: رجل کے اعتبار سے مفضل ہے اور دوسری شئ: "زید" کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے، ایسا حرف نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہے، اور حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد "الکحل"، رجل کے اعتبار سے مفضل علیہ اور "زید" کے اعتبار سے مفضل ہے؛ کیوں کہ حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد، زید کی آنکھ والے سرمہ کو اُس سرمہ پر فضیلت دی گئی ہے جو رجل کی آنکھ میں ہے۔ اور تیسری شرط اس طرح پائی جارہی ہے کہ "أحسن" اسم تفضیل منفی ہے؛ اس لئے کہ اس سے پہلے فعل منفی "ما رأیتُ" آیا ہوا ہے؛ چوں کہ یہاں تینوں شرطیں پائی جارہی ہیں، اس لئے یہاں "أحسن" اسم تفضیل "الکحل" اسم ظاہر میں عمل کررہا ہے، چناں چہ الکحل "أحسن" اسم تفضیل کا فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔

فائدہ: جس کو فضیلت دی جائے اس کو مفضَّل اور جس پر فضیلت دی جائے اس کو مفضَّل علیہ کہتے ہیں، جیسے: زیدٌ أفضلُ من عمرٍو میں زید مفضل ہے اور عمرو مفضل علیہ؛ اس لئے کہ زید کو عمرو پر فضیلت دی گئی ہے۔

لأنہ بمعنی حسن الخ: یہاں سے مصنف مذکورہ مثال میں "أحسنُ" اسم تفضیل کے عمل کرنے کی علت بیان فرمارہے ہیں، مصنف نے یہاں اس کی دو علت بیان کی ہیں:

۱- "أَحْسَنُ" اسم تفضیل یہاں مذکورہ شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے "حَسُنَ"، فعل کے معنی میں

= جار مجرور سے مل کر متعلق اول، الکحل فاعل، مِن حرف جر، ھاء ضمیر ذوالحال، فی حرف جر، عین زید مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر ثابتا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہوکر حال، ذوالحال حال سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ثانی، اسم تفضیل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر شبہ جملہ ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر مفعول بہ، رأی فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَلَکَ أَنْ تَقُوْلَ: أَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْکُحْلُ مِنْ عَیْنِ زَیْدٍ . فَإِنْ قَدَّمْتَ ذِکْرَ الْعَیْنِ، قُلْتَ: مَا رَأَیْتُ کَعَیْنِ زَیْدٍ أَحْسَنَ فِیْهَا الْکُحْلُ، مِثْلَ "وَلَا أَرٰی" فِیْ قِطْعَةٍ:

ترجمہ : اورآپ کے لیے جائز ہے کہ یہ کہیں: مَا رَأَیْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْکُحْلُ مِنْ عَیْنِ زَیْدٍ . پس اگرآپ مقدم کردیں "عین" کے ذکر کو، تو آپ کہیں گے: مَا رَأَیْتُ کَعَیْنِ زَیْدٍ أَحْسَنَ فِیْهَا الْکُحْلُ ، جیسے وَلَا أَرٰی ...... ہےاس قطعہ میں:

ہوگیا ہے؛اس لیے کہ یہاں "أَحْسَنُ" اسم تفضیل پرنفی داخل ہے،اورنفی اسم تفضیل پر داخل ہوکر اُس کواصل فعل کے معنی میں کردیتی ہے؛ کیوں کہ اسم تفضیل میں جو معنیٔ مصدری کی زیادتی پائی جاتی ہے، وہ قید کے درجہ میں ہوتی ہے،اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مقید پرنفی داخل ہوتی ہے،تو نفی کا تعلق مقید کی ذات سے نہیں ہوتا؛ بلکہ اُس کی قید سے ہوتا ہے؛ لہٰذا جب اسم تفضیل پر نفی داخل ہوگی،تو اُس میں جو معنیٔ مصدری کی زیادتی تھی وہ ختم ہوجائے گی اوروہ اصل فعل کے معنی میں ہوجائے گا۔الغرض چوں کہ نفی کے داخل ہونے کے بعد "أَحْسَنُ" اسم تفضیل "حَسُنَ" فعل کے معنی میں ہوگیا ہے؛ لہٰذا جس طرح "حَسُنَ" فعل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے،اسی طرح مذکورہ مثال میں "أَحْسَنُ" اسم تفضیل نے بھی اسم ظاہر میں عمل کیا ہے۔

مذکورہ تفصیل کے بعد مثالِ مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ:"رجل کی آنکھ کے سرمہ کا حسن زید کی آنکھ کے سرمہ کے حسن سے زائد نہیں ہے"،اس میں دو احتمال ہیں: اول یہ کہ دونوں کا حسن یکساں اور برابر ہو، دوم یہ کہ رجل کی آنکھ کے سرمہ کا حسن زید کی آنکھ کے سرمہ کے حسن سے کم ہو؛ لیکن چوں کہ یہ مثال مقامِ مدح میں لائی گئی ہے،اس لیے پہلا احتمال اختیار نہیں کرسکتے؛ کیوں کہ اس صورت میں مدح باقی نہیں رہے گی؛ بلکہ دوسرا احتمال اختیار کریں گے،اور مطلب یہ ہوگا کہ زید کی آنکھ کا سرمہ،رجل کی آنکھ کے سرمہ سے زیادہ حسین ہے۔

۲-اگر یہاں الکحلُ کو"أحسنُ" اسم تفضیل کا فاعل نہ مانیں،تو لازمی طور پر "أَحْسَنُ" اسم تفضیل کو خبر مقدم اور "الکُحلُ" کو مبتدا مؤخر ماننا پڑے گا،اور یہ جائز نہیں؛ کیوں کہ اِس صورت میں "أَحْسَنُ" اسم تفضیل اوراُس کے معمول "منهُ" کے درمیان "الکحل" اجنبی کا فصل ہوجائے گا(کیوں کہ مبتدا خبر کے لیے اجنبی ہوتا ہے)،اور یہ جائز نہیں،اس لیے اس خرابی سے بچنے کے لیے لامحالہ "أَحْسَنُ" اسم تفضیل کو عامل مان کر،الکحلُ کو اُس کا فاعل ماننا پڑے گا۔

ولک أن تقول الخ : یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی جوصورت اوپر ذکر کی گئی ہے،اُس کی مثال،مذکورہ مثال سے مختصر طور پراِس طرح بھی دی جاسکتی ہے؛ جیسے:

www.besturdubooks.net

مَرَرْتُ عَلٰی وَادِی السِّبَاعِ وَلَا أَرٰی ☆ کَوَادِی السِّبَاعِ حِیْنَ یَظْلَمُ وَادِیًا
أَقَلَّ بِہٖ رَکْبٌ أَتَوْہُ تَأَیَّۃً ☆ وَأَخْوَفَ إِلَّا مَا وَقَی اللّٰہُ سَارِیًا

ترجمہ: مَرَرْتُ عَلٰی وَادِی السِّبَاعِ وَلَا أَرٰی ☆ کَوَادِی السِّبَاعِ حِیْنَ یَظْلَمُ وَادِیًا
أَقَلَّ بِہٖ رَکْبٌ أَتَوْہُ تَأَیَّۃً ☆ وَأَخْوَفَ إِلَّا مَا وَقَی اللّٰہُ سَارِیًا

(میں درندوں کی وادی کے پاس سے گزرا، اور میں نے نہیں دیکھی ☆ درندوں کی وادی کے مانند جس وقت وہ تاریک ہوتی ہے کوئی وادی ☆ کہ جس میں آنے والے قافلے کم ہوں ٹھہرنے کے اعتبار سے ☆ اور وہ اتنی زیادہ خوفناک ہو؛ مگر یہ کہ اللہ تعالی رات میں چلنے والے کی حفاظت فرمائے)۔

ما رأیتُ رَجُلًا أحسَنَ فی عَینه الکُحلُ مِنْ عَینِ زیدٍ "ہاء" ضمیر اور "فی" کے حذف کے ساتھ، نیز اس سے بھی مختصر طور پر "عین" کو بغیر "من" کے اسم تفضیل پر مقدم کر کے، اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے: ما رأیتُ کَعَینِ زیدٍ أَحسَنَ فِیهَا الکحلُ، جیسا کہ اِس قطعہ میں کیا گیا ہے: قطعہ

مَرَرْتُ عَلٰی وَادِی السِّبَاعِ وَلَا أَرٰی ☆ کَوَادِی السِّبَاعِ حِیْنَ یَظْلَمُ وَادِیًا
أَقَلَّ بِہٖ رَکْبٌ أَتَوْہُ تَأَیَّۃً ☆ وَأَخْوَفَ إِلَّا مَا وَقَی اللّٰہُ سَارِیًا(۱)

دیکھیے اس قطعہ میں "وَلَا أَرٰی کَوَادِی السَّباعِ حِیْنَ یَظْلَمُ وَادِیًا أَقَلَّ بِہٖ رَکْبٌ أَتَوْہُ تَأَیَّۃً" میں "أَقَلّ" اسم تفضیل ہے، اور چوں کہ یہاں مذکورہ تینوں شرطیں پائی جارہی ہیں، اس لیے اُس نے رکبٌ فاعل اسم ظاہر کو رفع دیا ہے، یہ اصل میں لا أرٰی وَادِیًا أَقَلَّ بِہٖ رَکْبٌ أَتَوْہُ تَأَیَّۃً مِنْھُمْ فِیْ وَادِی السِّبَاعِ

(۱) مرَّ فعل، تُ ضمیر ذوالحال، علٰی حرف جر، وادی السباع مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، واؤ حالیہ، لاأری فعل بافاعل، کاف حرف جر، وادی السباع مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق کائنًا اسم فاعل محذوف کا حین مضاف، یظلم جملہ فعلیہ خبریہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مفعول فیہ، کائنًا اسم فاعل اپنے فاعل، متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر حال مقدم، وادیا موصوف، أقل اسم تفضیل، بہ جار مجرور متعلق، رکب موصوف، أتوہ جملہ فعلیہ خبریہ صفت، موصوف صفت سے مل کر فاعل، نسبت ممیّز، تأیۃ تمیز، اسم تفضیل اپنے فاعل، متعلق اور نسبت کی تمیز سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، أخوف اسم تفضیل بافاعل، إلا حرف استثناء، ما مصدریہ، وقی فعل، اللہ فاعل، ساریا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر، مستثنٰی مفرغ مفعول فیہ، أخوف اسم تفضیل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر صفت وادیا موصوف کی، موصوف اپنی صفت سے مل کر ذوالحال مؤخر، ذوالحال مؤخر حال مقدم سے مل کر مفعول بہ، لا أری فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال، تُ ضمیر ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، مرَّ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

الفِعلُ: مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِہٖ مُقْتَرِنٍ بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلاثَةِ .

ترجمہ : فعل: وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اُس کی ذات میں ہوں اور وہ ملے ہوئے ہوں تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ۔

تھا، اولاً اختصار کی غرض سے "ھُمْ" ضمیر اور "فیْ" کو حذف کیا، پھر مزید اختصار کی خاطر **وادی السباع** کو بغیر "من" کے اسم تفضیل پر مقدم کردیا، الغرض جس طرح شاعر نے اس شعر میں اختصار کی خاطر **وادی السباع** کو بغیر "من" کے اسم تفضیل پر مقدم کیا ہے، اسی طرح مذکورہ مثال میں اختصار کی غرض سے "**عین**" کو بغیر "من" کے اسم تفضیل پر مقدم کرکے: **ما رأیتُ کَعَیْنِ زیدٍ أَحْسَنَ فِیْهَا الکحلُ** بھی کہا جاسکتا ہے۔

فعل کا بیان

قولہ: الفعل کلمة الخ: اسم کے بیان سے فارغ ہوکر، یہاں سے مصنف فعل کی تعریف بیان فرمارہے ہیں:

فعل کی تعریف: فعل وہ کلمہ ہے جو ایسے مستقل معنی پر دلالت کرے جو دوسرے کلمے کے ملائے بغیر سمجھ میں آجائیں، اور وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں؛ جیسے: **ضَرَبَ** (مارا اس ایک مرد نے، زمانۂ گذشتہ میں)، یہ اپنے مستقل معنی **ضَرْبٌ** (مارنے) پر دلالت کررہا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے زمانۂ ماضی کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ **یَضْرِبُ** (مارتا ہے یا مارے گا وہ ایک مرد زمانۂ موجودہ یا آئندہ میں)، یہ اپنے مستقل معنی **ضَرْبٌ** (مارنے) پر دلالت کررہا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے زمانۂ حال یا مستقبل کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ **اِضْرِبْ** (مار تو زمانۂ آئندہ میں) یہ اپنے مستقل معنی **ضَرْبٌ** (مارنے) پر دلالت کررہا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے زمانۂ مستقبل کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

مقترن بأحد الأزمنة الخ: معنی کے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وضع کے اعتبار سے کلمہ میں زمانہ پایا جاتا ہو، خواہ بعد میں چل کر استعمال میں زمانہ رہا ہو یا نہ رہا ہو، پس افعال مقاربہ وغیرہ، باوجودیکہ ان میں زمانہ نہیں پایا جاتا ہے، فعل کی تعریف میں داخل ہیں؛ اس لئے کہ وضع کے وقت ان میں زمانہ کا لحاظ کیا گیا تھا، جو بعد میں چل کر ختم ہوگیا۔ اور اسماء افعال، اسم فاعل، اسم مفعول وغیرہ باوجودیکہ ان میں زمانہ پایا جاتا ہے، فعل کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ وضع کے وقت ان میں زمانہ ملحوظ نہیں تھا، بعد میں چل کر استعمال میں ان کے اندر زمانہ آگیا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَمِنْ خَوَاصِّهٖ: دُخُولُ "قَدْ"، وَ"السِّينِ"، وَ"سَوْفَ"، وَالْجَوَازِمِ، وَلُحُوقُ تَاءِ التَّانِيْثِ سَاكِنَةً، وَنَحْوِ تَاءِ فَعَلْتَ .

ترجمہ: اور فعل کے خواص میں سے: "قَدْ"، "سین"، "سَوْفَ" اور جوازم کا داخل ہونا، اور تائے تانیث ساکنہ اور تائے "فَعَلْتُ" کے مانند (ضمائرِ بارزہ مرفوعہ متصلہ) کا (آخر میں) لاحق ہونا ہے۔

قولہ: ومن خواصہ الخ : یہاں سے مصنف فعل کے خاصوں کو بیان فرمارہے ہیں، مصنف نے یہاں فعل کے چھ خاصے بیان فرمائے ہیں:

۱- قدْ کا داخل ہونا؛ جیسے: قد ضرب (اس نے مارا ہے)۔ قد تین معانی کے لئے آتا ہے:

(۱) تحقیق کے لئے (۲) تقریب یعنی ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے ("قد" ان دونوں معنی کے لئے اس وقت ہوتا ہے جب کہ ماضی پر داخل ہو)؛ جیسے: قد ضرب . (۳) تقلیل کے لئے (جب کہ مضارع پر داخل ہو)؛ جیسے: قد يَصْدُقُ الكَذُوْبُ (جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے)۔

۲- سین کا داخل ہونا۔ یہاں سین سے مراد وہ سین ہے جو استقبال کے لئے آتا ہے؛ جیسے: سيضربُ .

۳- سَوف کا داخل ہونا؛ جیسے: سوف يضربُ.

فائدہ: سین استقبالِ قریب کے لئے آتا ہے اور سوف استقبالِ بعید کے لئے۔

۴- عواملِ جازمہ کا داخل ہونا؛ جیسے: لم يضربْ، لِيضربْ، إنْ تضربْ أضربْ.

۵- تائے تانیث ساکنہ کا آخر میں لاحق ہونا؛ جیسے: ضَرَبَتْ .

۶- ضمائرِ بارزہ مرفوعہ متصلہ کا آخر میں لاحق ہونا؛ جیسے: ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُ، ضَرَبَا، ضَرَبُوْا، ضَرَبْنَ.

فائدہ: ضمیر مرفوع متصل مستتر کا لاحق ہونا فعل کا خاصہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہ اسم اور فعل دونوں میں آتی ہے۔ فعل کی مثال: جیسے: اِضْرِبْ میں أنت. اسم کی مثال: جیسے: زيدٌ ضاربٌ میں هو .

فائدہ: فعل کی اِن کے علاوہ اور بھی علامتیں ہیں جن کو مصنف نے یہاں بیان نہیں کیا:

۱- ایسا مسند ہونا جو مسند الیہ نہ ہوسکتا ہو؛ جیسے: ضرب زيدٌ میں ضرب. ایسا مسند جو مسند الیہ بھی ہوسکتا ہو فعل کا خاصہ نہیں؛ بلکہ اسم کا خاصہ ہے؛ جیسے: زيدٌ قائمٌ میں قائمٌ اسم، ایسا مسند ہے جو مسند الیہ بھی ہوسکتا ہے، چناں چہ کہہ سکتے ہیں: القائمُ زيدٌ (کھڑا ہونے والا زید ہے)۔

۲- ماضی اور مضارع کی گردان کا آنا۔

۳- امر ہونا؛ جیسے: اِضْرِبْ (تو مار)۔

www.besturdubooks.net

اَلْمَاضِيْ: مَا دَلَّ عَلٰى زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ . مَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ مَعَ غَيْرِ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّكِ وَالْوَاوِ.

اَلْمُضَارِعُ : مَا أَشْبَهَ الْاِسْمَ بِأَحَدِ حُرُوْفِ "نَأَيْتُ"؛ لِوُقُوْعِهٖ مُشْتَرَكًا، وَ تَخْصِيْصِهٖ بِالسِّيْنِ أَوْ "سَوْفَ".

ترجمہ : ماضی: وہ فعل ہے جو دلالت کرے اُس زمانے پر جو تیرے زمانے سے پہلے ہے۔ وہ فتحہ پر مبنی ہوتا ہے ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ کے علاوہ کے ساتھ۔

مضارع: وہ فعل ہے جو حروفِ "نَأَيْتُ" میں سے کسی ایک (کے شروع میں آنے) کی بناء پر، اسم سے مشابہت رکھتا ہو؛ اُس کے مشترک واقع ہونے اور "سین" یا "سوف" کے ذریعہ (زمانۂ مستقبل کے ساتھ) خاص ہو جانے کی وجہ سے۔

۴- نہی ہونا؛ جیسے: لَا تَضْرِبْ (تو مت مار)۔

۵- نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ کا آخر میں آنا؛ جیسے: اِضْرِبَنَّ اور اِضْرِبَنْ .

فعل کی وجہ تسمیہ: فعل لغت میں معنیٔ حدثی (مصدری) کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح نحاۃ میں فعل تین چیزوں: مصدر، زمانہ اور نسبت اِلی الفاعل سے مل کر بنتا ہے، ان میں سے مصدر اصل ہوتا ہے، زمانہ اور نسبت اِلی الفاعل اصل نہیں ہوتے؛ بلکہ فرع ہوتے ہیں؛ کیوں کہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہوتا ہے، مصدر، زمانہ اور نسبت اِلی الفاعل کا مجموعہ فاعل کا فعل نہیں ہوتا، الغرض جو نام اصل (یعنی مصدر) کا تھا وہ پورے فعلِ اصطلاحی کا رکھ دیا گیا۔ یہ "تسمية الكل باسم الجز" (کل کا جز کے ساتھ نام رکھنے) کے قبیل سے ہے۔

قولہ: الماضي الخ: یہاں سے مصنف فعل کی اقسام بیان فرما رہے ہیں، فعل کی تین قسمیں ہیں: (۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر۔

ماضی کی تعریف: ماضی وہ فعل ہے جو زمانۂ گذشتہ پر دلالت کرے؛ جیسے: نصر، ضرب وغیرہ۔

اگر فعل ماضی میں ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ نہ ہو تو اُس کا آخر مبنی بر فتحہ ہوتا ہے؛ جیسے: ضَرَبَ، ضَرَبَا، ضَرَبَتْ اور ضَرَبَتَا. اور اگر ضمیر مرفوع متحرک ہو تو اُس کا آخر مبنی بر سکون ہوتا ہے؛ جیسے: ضَرَبْنَ، ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ ، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ ، ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا. اور اگر واؤ ہو تو اُس کا آخر مبنی بر ضمہ ہوتا ہے؛ جیسے: ضربُوا.

قولہ: المضارع الخ: یہاں سے مصنف فعل کی دوسری قسم: فعل مضارع کو بیان فرما رہے ہیں:

www.besturdubooks.net

مضارع کی تعریف: مضارع وہ فعل ہے جو شروع میں حروفِ ''نَأَیْتُ'' میں سے کسی ایک کے آنے کی وجہ سے لفظاً اور معنیً اسم فاعل کے مشابہ ہو، فعل مضارع اسم فاعل کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں طرح کی مشابہت رکھتا ہے۔

معنوی مشابہت کئی چیزوں میں ہوتی ہے جن میں سے مصنف نے یہاں ایک کو ذکر کیا ہے، وہ یہ کہ جس طرح اسم فاعل زمانہ پر دلالت کرنے والے لفظ سے خالی ہونے کی صورت میں، حال اور استقبال میں مشترک ہوتا ہے؛ اور زمانے پر دلالت کرنے والے لفظ کے مذکور ہونے کی صورت میں مخصوص زمانہ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح فعل مضارع بھی زمانے پر دلالت کرنے والے لفظ سے خالی ہونے کی صورت میں حال اور استقبال میں مشترک ہوتا ہے اور زمانے پر دلالت کرنے والے لفظ (مثلاً: سین یا سوف) کے مذکور ہونے کی صورت میں مخصوص زمانے (یعنی مستقبل) پر دلالت کرتا ہے؛ جیسے: زیدٌ ضاربٌ عمرًا، زیدٌ ضاربُ عمرٍو أمس، زیدٌ یضرب عمرًا اورزیدٌ سوف یضربُ.

لفظی مشابہت کو مصنف نے یہاں بیان نہیں کیا، وہ تین چیزوں میں ہوتی ہے:

(۱) تعدادِ حرکات وسکنات میں، یعنی جتنے حرکات وسکنات اسم فاعل میں ہوتے ہیں اُتنے ہی فعل مضارع میں بھی ہوتے ہیں، اسم فاعل میں جس نمبر پر کوئی متحرک یا ساکن حرف ہوتا ہے اسی نمبر پر فعل مضارع میں بھی کوئی متحرک یا ساکن حرف ہوتا ہے؛ جیسے: یَضْرِبُ اور ضَارِبٌ، جتنے حرکات وسکنات ضاربٌ اسم فاعل میں ہیں اتنے ہی یضرب فعل مضارع میں بھی ہیں، اسی طرح یَسْتَخْرِجُ اور مُسْتَخْرِجٌ کو سمجھ لینا چاہئے۔

(۲) شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں، یعنی جس طرح اسم فاعل کے شروع میں لام تاکید داخل ہوتا ہے؛ جیسے: إنَّ زیْدًا لَقَائِمٌ، اسی طرح فعل مضارع کے شروع میں بھی لام تاکید داخل ہوتا ہے؛ جیسے: إنّ زیدًا لَیقومُ.

(۳) تعدادِ حروف میں، یعنی جتنے حروف اسم فاعل میں ہوتے ہیں اتنے ہی فعل مضارع میں بھی ہوتے ہیں؛ جیسے: یضربُ اور ضاربٌ، جتنے حروف ضاربٌ اسم فاعل میں ہیں اتنے ہی یضربُ فعل مضارع میں بھی ہیں۔

مضارع کی وجہ تسمیہ: مضارع مضارَعۃٌ (بمعنی مشابہت) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کے معنی ہیں: مشابہت رکھنے والا۔ چوں کہ فعل مضارع کو اسم فاعل کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں طرح کی مشابہت ہوتی ہے اس لئے اُس کو مضارِع کہتے ہیں۔

فائدہ: اگرچہ فعل مضارع حال اور استقبال میں مشترک ہوتا ہے؛ لیکن ''سین'' اور ''سوف'' اس پر داخل ہوکر اُس کو زمانۂ مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں؛ جیسے: سیضربُ اور سوف یضربُ. اور لام

www.besturdubooks.net

فَالْهَمْزَةُ لِلْمُتَكَلِّمِ مُفْرَدًا، وَالنُّوْنُ لَهُ مَعَ غَيْرِهِ، وَالتَّاءُ لِلْمُخَاطَبِ مُطْلَقًا، وَ لِلْمُؤَنَّثِ وَالْمُؤَنَّثَيْنِ غَيْبَةً، وَالْيَاءُ لِلْغَائِبِ غَيْرَهُمَا.

وَحُرُوْفُ الْمُضَارَعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِي الرُّبَاعِيِّ وَمَفْتُوْحَةٌ فِي مَاسِوَاهُ.

ترجمہ: پس ہمزہ واحد متکلم کے لیے ہے، نون متکلم مع الغیر کے لیے ہے، تاء مخاطب کے لیے ہے مطلقاً، اور واحد و تثنیہ مؤنث غائب کے لیے ہے، اور یاء غائب کے لیے ہے درآں حالیکہ وہ واحد اور تثنیہ مؤنث غائب کے علاوہ ہو۔

اور حروفِ مضارع مضموم ہوتے ہیں چار حرفی فعل میں، اور مفتوح ہوتے ہیں اُس کے علاوہ میں۔

مفتوحہ فعل مضارع پر داخل ہو کر اُس کو زمانۂ حال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے؛ جیسے: لَيَضْرِبُ؛ لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ لام مفتوحہ فعل مضارع پر ''سین'' اور ''سوف'' کے ساتھ داخل نہ ہو۔ اور اگر لام مفتوحہ سین یاسوف کے ساتھ داخل ہو؛ جیسے: ﴿لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ﴾ اور ﴿لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا﴾ تو اس وقت وہ صرف تاکید کے لئے ہوگا، فعل مضارع کو زمانۂ حال کے ساتھ خاص نہیں کرے گا۔

فالهمزة للمتكلم الخ: یہاں سے مصنف حروفِ ''نَأَيْتُ'' (یعنی علاماتِ مضارع) کے معانی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''ہمزہ'' واحد متکلم مذکر و مؤنث کے لیے آتا ہے؛ جیسے: أَذْكُرُ اللّٰهَ.

''نون'' متکلم مع الغیر یعنی تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث متکلم کے لیے آتا ہے؛ جیسے: نَعْبُدُ اللّٰهَ.

''تاء'' حاضر کے تمام صیغوں اور واحد و تثنیہ مؤنث غائب کے لیے آتا ہے؛ جیسے: أنتَ تحمدُ، أنتما تحمدانِ، أنتم تحمدُونَ، أنتِ تحمدينَ، أنتما تحمدانِ، أنتنَّ تحمدْنَ، فاطمةُ تحمدُ، زينبُ و خالدةُ تحمدانِ.

اور ''یاء'' اُس غائب کے لیے آتی ہے جو واحد و تثنیہ مؤنث غائب کے علاوہ ہو، یعنی واحد مذکر غائب، تثنیہ مذکر غائب، جمع مذکر غائب اور جمع مؤنث غائب کے لیے آتی ہے؛ جیسے: زيدٌ يعلمُ، حامدٌ و ساجدٌ يعلمانِ، الطلابُ يعلمونَ، النسوةُ يعلمْنَ.

وحروف المضارعة: یہاں سے مصنف علامت مضارع کی حرکت کے سلسلہ میں ایک قاعدۂ کلیہ بیان فرمارہے ہیں:

اگر فعل ماضی میں چار حرف ہوں؛ خواہ تمام اصلی ہوں یا بعض اصلی اور بعض زائد، تو اس صورت میں علامت مضارع معروف میں بھی مضموم ہوتی ہے؛ جیسے: يُدَحْرِجُ، يُخْرِجُ. ''يُخْرِجُ'' بظاہر تین حرفی معلوم

www.besturdubooks.net

وَلا يُعرَبُ مِنَ الفِعلِ غَيرُهُ، إِذَا لَم يَتَّصِلُ بِهِ نُونُ تَاكِيدٍ وَلَا نُونُ جَمعِ مُؤَنَّثٍ .
وَ إِعرَابُهُ: رَفعٌ، وَنَصبٌ وَجَزمٌ .

ترجمہ : اور معرب نہیں ہوتا ہے افعال میں سے (کوئی فعل) سوائے فعل مضارع کے، اُس وقت جب کہ اُس کے ساتھ نہ نونِ تاکید متصل ہو اور نہ نونِ جمع مؤنث۔ اور فعل مضارع کا اعراب: رفع، نصب اور جزم ہے۔

ہوتا ہے؛ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے؛ بلکہ یہ چار حرفی ہے؛ اس لئے کہ اس کی اصل: ''يُأَخرِجُ'' ہے، باب کی موافقت کے لئے شروع سے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔

اور اگر ماضی میں چار حرف نہ ہوں؛ بلکہ تین حرف ہوں یا چار حرف سے زائد ہوں تو اس صورت میں علامت مضارع معروف میں مفتوح ہوتی ہے؛ جیسے: يَضْرِبُ اور يَسْتَخْرِجُ .

ولا يعرب من الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع کے معرب ہونے کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کوئی فعل معرب نہیں ہوتا؛ سوائے فعل مضارع کے، کہ وہ معرب ہوتا ہے جب کہ اُس کے ساتھ نونِ تاکید اور نونِ جمع مؤنث متصل نہ ہو، نونِ تاکید کے متصل نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: (۱) اُس کے آخر میں نونِ تاکید سرے ہی سے نہ ہو؛ جیسے: يَضْرِبُ . (۲) نونِ تاکید تو ہو؛ مگر متصل نہ ہو؛ بلکہ درمیان میں ضمیر مرفوع متصل کا فصل ہو، خواہ ضمیر لفظوں میں موجود ہو؛ جیسے: لَيَضْرِبَانِّ میں الف ضمیر مرفوع متصل لفظوں میں موجود ہے، یا ضمیر مقدر ہو؛ جیسے: لَيَضْرِبُنَّ میں واؤ ضمیر مرفوع متصل مقدر ہے۔ الغرض اگر فعل مضارع کے آخر میں نہ نونِ جمع مؤنث ہو اور نہ نونِ تاکید، یا نونِ تاکید ہو؛ مگر درمیان میں لفظاً یا تقدیراً ضمیر مرفوع متصل کا فصل ہو، تو اِن تمام صورتوں میں فعل مضارع معرب ہوگا۔

اور اگر فعل مضارع کے آخر میں نونِ جمع مؤنث ہو، یا نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ ہو اور درمیان میں لفظاً یا تقدیراً کسی بھی اعتبار سے ضمیر مرفوع متصل کا فصل نہ ہو، تو اِن دونوں صورتوں میں فعل مضارع مبنی ہوگا، معرب نہیں ہوگا؛ جیسے: يَضْرِبْنَ، لَيَضْرِبَنَّ .

وإعرابه الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع کے اعراب کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ فعل مضارع کے اعراب تین ہیں: رفع، نصب، جزم؛ جیسے: يضربُ، لن يضربَ، لم يضربْ . فعل مضارع کی اعراب کے اعتبار سے تین حالتیں ہیں: (۱) حالت رفعی (۲) حالت نصبی (۳) حالت جزمی۔

حالت رفعی: وہ حالت ہے جس میں فعل مضارع مرفوع واقع ہو اور یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل

www.besturdubooks.net

فَالصَّحِیحُ الْمُجَرَّدُ عَنْ ضَمِیرٍ بَارِزٍ مَرْفُوعٍ لِلتَّثْنِیَةِ، وَالْجَمْعِ، وَالْمُخَاطَبِ الْمُؤَنَّثِ: بِالضَّمَّةِ، وَالْفَتْحَةِ وَالسُّکُونِ؛ مِثْلُ: یَضْرِبُ، وَلَنْ یَّضْرِبَ وَلَمْ یَضْرِبْ .
وَالْمُتَّصِلُ بِهِ ذٰلِکَ: بِالنُّوْنِ وَحَذْفِهَا؛ مِثْلُ: یَضْرِبَانِ، وَیَضْرِبُوْنَ، وَتَضْرِبِیْنَ .

ترجمه: پس وہ فعل مضارع صحیح جو تثنیہ، جمع مذکر (غائب وحاضر) اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو، (اُس کا اعراب حالت رفعی میں) ضمہ، (حالت نصبی میں) فتحہ اور (حالت جزمی میں) سکون کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: یَضْرِبُ، لَنْ یَّضْرِبَ، لَمْ یَضْرِبْ .

اور وہ فعل مضارع جس سے وہ (یعنی تثنیہ، جمع مذکر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع) ملی ہوئی ہو (اُس کا اعراب حالت رفعی میں) نونِ اعرابی کے ساتھ، اور (حالت نصبی وجزمی میں) نونِ اعرابی کے حذف کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: یَضْرِبَانِ، یَضْرِبُوْنَ، تَضْرِبِیْنَ .

مضارع عامل ناصب وجازم سے خالی ہو؛ جیسے: یضربُ .

حالت نصبی: وہ حالت ہے جس میں فعل مضارع منصوب واقع ہو، یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل مضارع پر عامل ناصب (أَنْ، لَنْ وغیرہ) داخل ہوں؛ جیسے: لن یضربَ .

حالت جزمی: وہ حالت ہے جس میں فعل مضارع مجزوم واقع ہو، یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل مضارع پر عامل جازم (لَمْ، لَمَّا وغیرہ) داخل ہوں، جیسے: لم یضربْ .

قولہ: فالصحیح المجرد الخ: یہاں سے مصنف وجوہِ اعراب کے اعتبار سے فعل مضارع کی اقسام اور اُن کا اعراب بیان فرمارہے ہیں۔ وجوہِ اعراب کے اعتبار سے فعل مضارع کی چار قسمیں ہیں:

۱- **فعل مضارع صحیح مجرد از ضمائر بارزہ مرفوعہ**: وہ فعل مضارع ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو اور تثنیہ، جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو؛ جیسے: یضربُ، اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالت جزمی میں سکون کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: ھو یضربُ، لن یضربَ، لم یضربْ .

۲- **فعل مضارع صحیح یا معتل با ضمائر بارزہ مرفوعہ ونونہائے مذکورہ**: وہ فعل مضارع ہے جس کے آخر میں نون کے ساتھ تثنیہ، جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ (الف، واؤ اور یاء) میں سے کوئی ایک ہو، خواہ وہ صحیح ہو یا صحیح کے علاوہ، مہموز، معتل وغیرہ ہو؛ جیسے: یضربانِ، یضربونَ اور تضربینَ ؛ یَدعُوانِ، یدعُونَ اور تدعِینَ ؛ یرمیانِ، یرمُونَ اور ترمِینَ ؛ یرضَیان، یرضَونَ اور

www.besturdubooks.net

وَالْمُعْتَلُّ بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ: بِالضَّمَّةِ تَقْدِيْرًا، وَالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْحَذْفِ .
وَالْمُعْتَلُّ بِالْأَلِفِ: بِالضَّمَّةِ، وَالْفَتْحَةِ تَقْدِيْرًا وَالْحَذْفِ .
وَيَرْتَفِعُ إِذَا تَجَرَّدَ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ؛ نَحْوُ: يَقُوْمُ زَيْدٌ .

ترجمه: اور فعل مضارع معتلِ واوی ویائی: (کا اعراب حالت رفعی میں) ضمہ تقدیری، (حالت نصبی میں) فتحہ لفظی اور (حالت جزمی میں لام کلمہ کے) حذف کے ساتھ ہوتا ہے۔
اور فعل مضارع معتلِ الفی: (کا اعراب حالت رفعی میں) ضمہ تقدیری، (حالت نصبی میں) فتحہ تقدیری اور (حالت جزمی میں لام کلمہ کے) حذف کے ساتھ ہوتا ہے۔
اور فعل مضارع مرفوع ہوتا ہے اُس وقت جب کہ عاملِ ناصب اور جازم سے خالی ہو؛ جیسے: يَقُوْمُ زَيْدٌ .

تَرضَيْنَ، اس کا اعراب حالت رفعی میں نونِ اعرابی کے اثبات کے ساتھ اور حالت نصبی و جزمی میں نون اعرابی کے حذف کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: هما يضربانِ، هم يضربُونَ ، أنتِ تضربينَ، لن يضرِبَا، لن يضربوا، لن تضربِیْ، لم تضربا، لم تضربُوا، لم تضرِبِیْ .
۳۔ فعل مضارع مفرد معتل ناقص واوی و یائی: وہ فعل مضارع ہے جس کے آخر میں حرف علت: واؤ یا یاء ہو، اور تثنیہ، جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو، جیسے: يـرمِیُ اور يغزو . اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری، حالت نصبی میں فتحہ لفظی اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے: هو يرمِیُ ويغزُو ، لن يرمِیَ لن يغزوَ، لم يرمِ لم يغزُ .
۴۔ فعل مضارع مفرد معتل ناقص الفی: وہ فعل مضارع ہے جس کے آخر میں حرفِ علت الف ہو، اور تثنیہ، جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو، جیسے: يسعٰی، اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے: هو يسعٰی، لن يسعٰی، لم يسعَ .
نوٹ: کلام عرب میں افعال میں کوئی ایسا ناقص الفی نہیں ملتا جس کا الف اصلی ہو، یعنی کسی دوسرے حرف: واؤ یا یاء سے بدلا ہوا نہ ہو؛ بلکہ افعال میں جتنے ناقص الفی ملتے ہیں ان کا الف لازمی طور پر واؤ یا یاء سے بدلا ہوا ہوتا ہے، یہاں ناقص الفی سے یہی ناقص الفی مراد ہے۔
قوله: ويرتفع إذا الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع مرفوع کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ فعل مضارع اُس وقت مرفوع ہوتا ہے جب کہ وہ عاملِ ناصب اور جازم سے خالی ہو؛ جیسے: يقومُ زيدٌ میں

www.besturdubooks.net

وَيَنْتَصِبُ بِـ "أَنْ"، وَ"لَنْ"، وَ"إِذَنْ" وَ"كَيْ"، وَ بِـ "أَنْ" مُقَدَّرَةٍ بَعْدَ "حَتّٰى" وَ"لَامِ كَيْ"، وَ"لَامِ الْجُحُوْدِ"، وَ"الْفَاءِ"، وَ"الْوَاوِ" وَ"أَوْ". فَـ "أَنْ"؛ مِثْلُ: أُرِيْدُ أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ، ﴿وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾.

وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ الْعِلْمِ هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ، وَلَيْسَتْ هٰذِهٖ؛ نَحْوُ:

ترجمہ: اور فعل مضارع منصوب ہوتا ہے "أَنْ"، "لَنْ"، "إِذَنْ" اور "كَيْ" کی وجہ سے، اور اُس "أَنْ" کی وجہ سے جو مقدر ہوتا ہے "حَتّٰى"، "لامِ كَيْ"، "لامِ جحد"، "فاء"، "واوٌ" اور "أَوْ" کے بعد۔ پس "أَنْ": جیسے: أُرِيْدُ أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ (میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ اچھا سلوک کریں)، اور ﴿أَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے)۔

اور جو "أَنْ"، علم کے بعد واقع ہو، وہ أَنْ مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے، وہ یہ (یعنی أَنْ ناصبہ) نہیں ہوتا؛ جیسے:

يقومُ فعل مضارع مرفوع ہے؛ اس لیے کہ یہ عامل ناصب اور جازم سے خالی ہے۔ فعل مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ فعل مضارع کا عامل ناصب اور جازم سے خالی ہونا ہے، یہی فعل مضارع کو رفع دیتا ہے۔

قوله: وينتصب الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع منصوب اور اُس کے عواملِ ناصب کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: فعل مضارع کو نصب دینے والے عوامل: پانچ ہیں: (۱) أَنْ (۲) لَنْ (۳) كَيْ (۴) إِذَنْ (۵) وہ أَنْ جو "حَتّٰى"، "لامِ كَيْ"، "لامِ جحد"، "فاء"، "واوٌ" اور "أَوْ" کے بعد مقدر ہوتا ہے۔

فأن نحو أريد الخ: یہاں سے مصنف مذکورہ عواملِ ناصب کی تفصیل شروع فرمارہے ہیں، سب سے پہلے "أَنْ" کو بیان کیا ہے۔ "أَنْ" فعل پر داخل ہو کر اُس کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے؛ اسی وجہ سے اس کو "أَنْ مصدریہ" کہتے ہیں، اور وہ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے؛ جیسے: أُرِيْدُ أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ (۱)، اور اگر اُس کے آخر میں نونِ اعرابی ہو تو اُس کو حذف کر دیتا ہے؛ جیسے: ﴿أَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (۲).

والتي تقع بعد الخ: یہاں سے مصنف دو ضابطے بیان فرمارہے ہیں:

(۱) علم اور اس کے مشتقات کے بعد جو "أن" آتا ہے وہ ناصبہ نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ "أن" مخففہ من المثقلہ

---

(۱) أريد فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، أن حرف ناصب، تحسن فعل، أنت ضمیر مستتر فاعل، إليّ جار مجرور متعلق، تحسن فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) أن حرف ناصب، تصوم فعل، واو ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مبتدا، خير بمعنی أخير اسم تفضیل هو ضمیر مستتر فاعل، لكم جار مجرور متعلق، اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

عَلِمْتُ أَنْ سَيَقُوْمُ، وَأَنْ لَّا يَقُوْمُ . وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ الظَّنِّ، فَفِيْهَا وَجْهَانِ .

ترجمہ : عَلِمْتُ أَنْ سَيَقُوْمُ / وَأَنْ لَا يَقُوْمُ (میں نے جان لیا کہ شان یہ ہے کہ وہ عنقریب کھڑا ہوگا/ وہ کھڑا نہیں ہوگا)۔اور جو "أَنْ"ظن کے بعد واقع ہو،اُس میں دوصورتیں جائز ہیں۔

ہوتا ہے،اور اس کے بعد اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہوتا ہے،جیسے:عَلِمْتُ أَنْ سَيَقُوْمُ (۱)، علمتُ أَنْ لا يقومُ،اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنكُمْ مَرْضٰى﴾ (اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ شان یہ ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے)۔واضح رہے کہ اس صورت میں أنْ مخففہ من المثقلہ اور فعل کے درمیان "سین"، "سوف"، "قَدْ" یا حرفِ نفی کے ذریعہ فصل کرنا ضروری ہے،جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں کیا گیا ہے۔ (غایۃ التحقیق ص:۳۸۸)

نوٹ: یہ ضابطہ علم اور اس کے مشتقات کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ جو بھی کلمہ یقین کے معنی پر دلالت کرے،مثلاً:رؤیت، و جدان وغیرہ،اُس کے بعد "أن" مخففہ من المثقلہ ہوگا،"أن" ناصبہ نہیں ہوگا۔

(۲) دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ "ظـــن" اور اس کے مشتقات کے بعد جو"أن" آتا ہے،اُس میں دوصورتیں جائز ہیں:(۱) وہ"أن" ناصبہ ہو،اس صورت میں فعل مضارع کو منصوب پڑھیں گے۔(۲) وہ"أن" مخففہ من المثقلہ ہو،اس صورت میں فعل مضارع کو مرفوع پڑھیں گے؛ جیسے:ظننتُ أنْ سيقوم (۲)،یہاں"أن" میں دو صورتیں جائز ہیں:اس کو ناصبہ بھی مان سکتے ہیں،اس صورت میں سیقوم کو منصوب پڑھیں گے،اور ترجمہ یہ ہوگا میں نے اس کے عنقریب کھڑا ہونے کا گمان کیا۔اور "أنْ"مخففہ من المثقلہ بھی مان سکتے ہیں،اس صورت میں سیقوم کو مرفوع پڑھیں گے اور ترجمہ یہ ہوگا:میں نے گمان کیا کہ شان یہ ہے کہ وہ عنقریب کھڑا ہوگا۔

نوٹ: یہ ضابطہ بھی"ظــن" اور اس کے مشتقات کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ ہر وہ لفظ جو گمان کے معنی پر دلالت کرے،مثلاً:حِسْبَــانٌ وغیرہ،اس کا بھی یہی حکم ہے کہ:اس کے بعد آنے والے"أَنْ" میں دو صورتیں جائز ہیں:اول یہ کہ وہ"أن" مصدر یہ ہو،دوم یہ کہ وہ أنْ مخففہ من المثقلہ ہو۔

---

(۱) علمتُ فعل بافاعل،أنْ مخففہ من المثقلہ ،هاءِ ضمیر شان محذوف اس کا اسم،سین علامت فعل،یقوم فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبر یہ خبر،أنْ مخففہ من المثقلہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

(۲) اگر "أنْ" کو مخففہ من المثقلہ مانا جائے تو اس کی ترکیب:"علمتُ أن سيقومُ" کی طرح ہوگی۔اور اگر"أنْ" کو ناصبہ مانا جائے تو ترکیب یہ ہوگی: ظننتُ فعل بافاعل،أنْ ناصبہ،سیقوم جملہ فعلیہ خبر یہ بتاویل مصدر ہوکر مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ"لَنْ"؛ مِثْلُ: لَنْ أَبْرَحَ، وَمَعْنَاهَا نَفْيُ الْمُسْتَقْبِلِ . وَ"إِذَنْ" إِذَا لَمْ يَعْتَمِدْ مَا بَعْدَهَا عَلٰى مَا قَبْلَهَا، وَكَانَ الْفِعْلُ مُسْتَقْبِلًا؛ مِثْلُ: إِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ .

ترجمه : اور "لَنْ" ؛ جیسے:لَنْ أَبْرَحَ (میں ہرگز نہیں ہٹوں گا)،اوراس کے معنی مستقبل کی نفی کرنا ہے۔اور "إِذَنْ" (فعل مضارع کو نصب دیتا ہے) اُس وقت جب کہ اُس کا مابعد اُس کے ماقبل پر اعتماد کیے ہوئے نہ ہو،اور فعل مستقبل ہو؛ جیسے: إِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ (تب تو تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے)۔

ولن ؛ مثل: لن أبرح الخ: یہاں سے مصنف دوسرے عامل ناصب: "لَنْ" کو بیان فرما رہے ہیں، "لَنْ"، فعل مضارع پر داخل ہوکر تاکید کے ساتھ زمانۂ مستقبل میں کسی کام کی نفی کرنے کے لیے آتا ہے؛ جیسے: أَنَا لَن أَبْرَحَ الأَرْضَ (میں اس سرزمین سے ہرگز نہیں ہٹوں گا)۔

وإذن إذا لم يعتمد الخ: یہاں سے مصنف تیسرے عامل ناصب: "إِذَنْ" کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "إِذَنْ"، فعل مضارع کو اُس وقت نصب دیتا ہے جب کہ دو شرطیں پائی جائیں: (۱) "إذن" کا مابعد اُس کے ماقبل پر اعتماد کیے ہوئے نہ ہو، یعنی "إذن" شروع جملہ میں واقع ہو، اُس کا مابعد ترکیبی اعتبار سے ماقبل سے مربوط نہ ہو۔ (۲) وہ فعل مضارع جس پر "إذن" داخل ہے، مستقبل کے معنی میں ہو، حال کے معنی میں نہ ہو؛ جیسے کوئی شخص آپ سے کہے: أَسْلَمْتُ (میں اسلام لے آیا)، تو آپ اُس کے جواب میں کہیں: إِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ [1] (تب تو تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے)، یہاں چوں کہ مذکورہ دونوں شرطیں موجود ہیں، "إِذَنْ" کا مابعد تدخل الجنة ترکیبی اعتبار سے اُس کے ماقبل أسلمتُ سے مربوط بھی نہیں ہے، اور جس فعل پر یہ داخل ہے یعنی تدخلُ وہ مستقبل کے معنی میں بھی ہے؛ کیوں کہ جنت میں داخل ہونا زمانۂ مستقبل ہی میں پایا جائے گا، اس لیے یہاں "إِذَنْ" نے تدخلُ فعل مضارع کو نصب دیا ہے۔

فائدہ: "إذن" کے فعل مضاع کو نصب دینے کے لیے دو شرطیں اور ہیں جن کو مصنف نے بیان نہیں کیا:

(۱) "إذن" یا تو حقیقی جواب پر دلالت کرے، یا ایسی چیز پر دلالت کرے جو جواب کے قائم مقام ہو، یعنی "إذن" کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو۔

(۲) "إذن" اور فعل مضارع کے درمیان حرف نفی اور قسم کے علاوہ کسی دوسری چیز کا فصل نہ ہو۔

اگر ان چاروں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو "إذن" فعل مضارع کو نصب نہیں دے گا، مثلاً

---

(۱) إذن حرف ناصب، تدخل فعل، أنت ضمیر مستتر فاعل، الجنة مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَإِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ الْوَاوِ وَالْفَاءِ، فَالْوَجْهَان .
وَ"كَيْ"؛ مِثْلُ: أَسْلَمْتُ كَيْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ . وَمَعْنَاهَا السَّبَبِيَّةُ .

ترجمہ: اور جب "إِذَنْ" واؤ اور فاء کے بعد واقع ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں۔
اور "كَيْ" ؛ جیسے: أَسْلَمْتُ كَيْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں)۔ اور اُس کے معنی سببیت کے ہیں۔

"إِذَنْ" کا مابعد ترکیب میں ماقبل سے مربوط ہو؛ جیسے: أنا إذنْ أُكرِمُكَ . یا فعل مضارع مستقبل کے معنی میں نہ ہو؛ بلکہ حال کے معنی میں ہو، جیسے: تمہارا قول اس شخص سے جو تم سے بات کر رہا ہو: إذنْ أَظُنُّكَ كاذبًا یا "إذن" جواب یا قائم مقام جواب پر دلالت نہ کرے؛ جیسے: إذنْ تغرُبُ الشمسُ اس شخص کے جواب میں جو کہ کہے: قرأتُ الصُّحُفَ. یا فعل مضارع اور "إذن" کے درمیان حرف نفی اور قسم کے علاوہ کسی اور چیز کا فصل ہو، جیسے: إذَنْ أنا لا أكرمُكَ .

وإذا وقعت الخ: اور اگر "إِذَنْ" واؤ یا فاء حرفِ عطف کے بعد واقع ہو، تو وہاں "إِذَنْ" کے مدخول فعل مضارع میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) اُس کو "إِذَنْ" کی وجہ سے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں، اِس بناء پر کہ عطف کی وجہ سے "إِذَنْ" کے ماقبل اور مابعد میں جو ربط پایا جاتا ہے، وہ کمزور ہے؛ کیوں کہ معطوف مستقل جملہ ہے، اُسے ماقبل سے ربط و تعلق کی ضرورت نہیں۔ (۲) اُس کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں، اس بناء پر کہ وہاں "إِذَنْ" کے نصب دینے کی پہلی شرط موجود نہیں ہے؛ کیوں کہ وہاں عطف کی وجہ سے "إِذَنْ" کے مابعد کا ماقبل سے ربط موجود ہے، گو کمزور ربط سہی؛ جیسے کوئی آپ سے کہے: أَنَا آتيكَ (میں آپ کے پاس آؤں گا) تو اُس کے جواب میں آپ کہیں: فَإِذَنْ أُكرِمُكَ (تب تو میں تیرا اکرام کروں گا)، یہاں "إِذَنْ" فاء حرف عطف کے بعد واقع ہے، اس لیے یہاں أكرم فعل مضارع کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور مرفوع بھی۔

وكي؛مثل الخ: یہاں سے مصنف چوتھے عامل ناصب: "كَيْ" کو بیان فرما رہے ہیں۔ "كَيْ" سببیت کے لیے آتا ہے، یعنی اُس کا ماقبل مابعد کے لیے سبب ہوتا ہے؛ جیسے: أَسْلَمْتُ كَيْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ [1] (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں)، یہاں "كَيْ" کا ماقبل: اسلام لانا، اُس کے مابعد: جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

---

(۱) أسلمتُ فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ معلّلہ، كي حرف ناصب، أدخل فعل بافاعل، الجنة مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ معلِّلہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ"حتّٰـی" إِذَا کَانَ مُسْتَقْبَلًا بِالنَّظْرِ إِلٰی مَا قَبْلَھَا بِمَعْنٰی "کَیْ" أَوْ "إِلٰی"؛ مِثْلُ: أَسْلَمْتُ حَتّٰی أَدْخُلَ الْجَنَّةَ، وَکُنْتُ سِرْتُ حَتّٰی أَدْخُلَ الْبَلَدَ، وَأَسِیْرُ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ .

ترجمہ: اور("أَنْ" مقدر ہوتا ہے)"حتّٰی"(کے بعد) جب کہ فعل مضارع مستقبل ہو"حتّٰی" کے ماقبل کی طرف نظر کرتے ہوئے، درآں حالیکہ وہ "کَیْ" یا"إِلٰی" کے معنی میں ہو؛ جیسے: أَسْلَمْتُ حتّٰی أَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہوجاؤں)، کُنْتُ سِرْتُ حَتّٰی أَدْخُلَ الْبَلَدَ (میں چلا تھا تاکہ شہر میں داخل ہوجاؤں/ یا شہر میں داخل ہونے تک)، أَسِیْرُ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ (میں چلوں گا سورج کے غروب ہونے تک)۔

وحتی إذا کان مستقبلا الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو شروع فرما رہے ہیں جہاں "أَنْ" مقدر ہوتا ہے۔ سات مواقع میں فعل مضارع سے پہلے "أَنْ" مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔

۱- "حتّٰی" کے بعد "أَنْ" ناصبہ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے، جب کہ دو شرطیں پائی جائیں: (۱) وہ فعل مضارع جس پر "حتّٰی" داخل ہے، "حتّٰی" کے ماقبل کی طرف نظر کرتے ہوئے مستقبل ہو، خواہ زمانۂ تکلم کی طرف نظر کرتے ہوئے ماضی ہو یا حال یا مستقبل۔ (۲) "حتّٰی": "کَیْ" یا "إِلٰی" کے معنی میں ہو، یعنی یا تو یہ بتانے کے لیے ہو کہ اُس کا ماقبل اُس کے مابعد کے لیے سبب ہے، یا یہ بتانے کے لیے ہو کہ اُس کا مابعد اُس کے ماقبل کی غایت اور انتہاء ہے؛ جیسے: أسلمتُ حتّٰی أَدخلَ الجنةَ[1]، کُنْتُ سِرْتُ حَتّٰی أَدْخُلَ الْبَلَدَ، أَسِیْرُ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ، اِن تینوں مثالوں میں "حتّٰی" کے بعد "أنْ" ناصبہ مقدر ہے؛ اس لیے کہ یہاں دونوں شرطیں موجود ہیں: جس فعل مضارع پر "حتّٰی" داخل ہے (یعنی أدخُلَ اور تغیبَ) وہ ماقبل (أسلمتُ، سرتُ اور أسیرُ) کی طرف نظر کرتے ہوئے مستقبل ہے؛ کیوں کہ پہلے اسلام لانا پایا جائے گا، پھر جنت میں داخل ہونا، اسی طرح پہلے چلنا پایا جائے گا، پھر شہر میں داخل ہونا یا سورج کا غروب ہونا، اور پہلی مثال میں "حتّٰی" کَیْ کے معنی میں ہے، دوسری مثال میں کَیْ کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے اور إلٰی کے معنی میں بھی، اور تیسری مثال میں إلٰی کے معنی میں ہے۔

---

(۱) أسلمت فعل بافاعل، حتی حرف جر، اس کے بعد أن ناصبہ مقدر، أدخل الجنة جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہوکر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح کنتُ سِرتُ حتّٰی أدخلَ البلدَ اور أَسِیرُ حتّٰی تغیبَ الشمسُ کی ترکیب کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

فَإِنْ أَرَدْتَّ الْـحَالَ تَحْقِيقًا أَوْ حِكَايَةً، كَانَتْ حَرْفَ اِبْتِدَاءٍ، فَيُرْفَعُ، وَتَجِبُ السَّبَبِيَّةُ؛ مِثْلُ: مَرِضَ حَتّٰى لَا يَرْجُوْنَهٗ؛ وَمِنْ ثَمَّ امْتَنَعَ الرَّفْعُ فِيْ: كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى أَدْخُلَهَا فِي "النَّاقِصَةِ"، وَأَسِرْتَ حَتّٰى تَدْخُلَهَا ؟

ترجمہ: پس اگر آپ ارادہ کریں زمانۂ حال کا حقیقۃً یا حکایت کے طور پر، تو "حتّٰی" حرفِ ابتدا ہوگا پس (اُس کے بعد فعل مضارع کو) رفع دیا جائے گا، اور سببیت واجب ہوگی؛ جیسے: مَرِضَ حَتّٰى لَا يَرْجُوْنَهٗ (وہ بیمار ہوگیا یہاں تک کہ اہلِ خانہ کو اُس کی امید نہیں رہی)؛ اور اسی وجہ سے رفع پڑھنا ممتنع ہے: كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى أَدْخُلَهَا میں "كَانَ" کے ناقصہ ہونے کے وقت، اور أَسِرْتَ حَتّٰى تَدْخُلَهَا ؟ میں۔

فإن أردت الحال الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس فعل مضارع پر "حتّٰی" داخل ہے، اگر اُس سے زمانۂ مستقبل مراد نہ ہو؛ بلکہ زمانۂ حال مراد ہو، خواہ حقیقت کے لحاظ سے یا حکایت کے طور پر، تو وہاں "حتّٰی" کے بعد "أَنْ" ناصبہ مقدر نہیں ہوگا؛ بلکہ "حتّٰی" حرفِ ابتدا ہوگا اور اُس کے بعد آنے والا فعل مضارع مرفوع ہوگا، اور یہ ضروری ہوگا کہ "حتّٰی" کا ماقبل اُس کے مابعد کے لیے سبب ہو۔

حقیقت کے لحاظ سے زمانۂ حال مراد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعینہٖ زمانۂ تکلم میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کو بیان کیا جائے؛ جیسے: مَرِضَ حَتّٰى لَا يَرْجُوْنَهٗ (۱)، یہاں لایرجونَ فعل مضارع سے حقیقۃً زمانۂ حال مراد ہے؛ اس لیے کہ یہاں بعینہٖ زمانۂ تکلم میں مریض سے زندگی کی امید کی نفی کرنا مقصود ہے؛ اسی لیے یہاں "حتّٰی" حرفِ ابتدا ہے، اور اُس کے بعد لَا يرجونَ فعل مضارع مرفوع ہے، اور اُس کا ماقبل: 'بیمار ہونا'، اُس کے مابعد: 'زندگی سے ناامیدی' کے لیے سبب ہے۔

حکایت کے طور پر زمانۂ حال مراد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زمانۂ تکلم میں کسی ایسے کام کا حال نقل کیا جائے جو زمانۂ ماضی میں کیا گیا ہو؛ مثلاً کوئی شخص شہر میں داخل ہونے کے ایک دن بعد کہے: كنتُ سرتُ أمسِ حتّٰى أدخلُ البلدَ، یہاں أدخل فعل مضارع سے متکلم کے پیشِ نظر شہر میں داخل ہونے کی گذشتہ حالت کو نقل کرنا مقصود ہے؛ اسی لیے یہاں "حتّٰی" حرفِ ابتدا ہے، اور اُس کے بعد أدخلُ فعل مضارع مرفوع ہے، اور اُس کا ماقبل: 'چلنا'، اُس کے مابعد: 'شہر میں داخل ہونے' کے لیے سبب ہے۔

ومن ثم امتنع الخ: "حتّٰی" کے مدخول فعل مضارع سے زمانۂ حال مراد ہونے کی صورت میں چوں

---

(۱) مرض فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر سبب، حتّٰی حرف ابتدا، لایرجون فعل بافاعل، ہ ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مسبب۔

www.besturdubooks.net

وَجَازَ فِي "التَّامَّةِ": كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى أَدْخُلُهَا، وَأَيُّهُمْ سَارَ حَتّٰى يَدْخُلُهَا ؟

ترجمہ: اور جائز ہے "کَانَ" کے تامہ ہونے کے وقت **كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى أَدْخُلُهَا** اور **أَيُّهُمْ سَارَ حَتّٰى يَدْخُلُهَا ؟** (رفع کے ساتھ)۔

کہ "حتّی" حرفِ ابتدا ہوتا ہے، اور اُس کے ماقبل کا مابعد کے لیے سبب ہونا ضروری ہے، اس لیے: **كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى أَدْخُلَهَا**(۱) میں اگر "کَانَ" کو ناقصہ مانا جائے، تو "حتّٰی" کو ابتدائیہ مان کر **أدخل** فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ جب "حتّٰی" ابتدائیہ ہوگا، تو اُس کا ماقبل مابعد سے الگ ہو جائے گا، پس "کان" ناقصہ کا بغیر خبر کے ہونا لازم آئے گا، جس سے معنی خراب ہو جائیں گے، اس لیے "کان" کو ناقصہ ماننے کی صورت میں "حتّی" کو ابتدائیہ نہیں مان سکتے؛ بلکہ یہاں "حتّی" حرف جر ہوگا، اُس کے بعد "أنْ" ناصبہ مقدر ہوگا جس کی وجہ سے **أدخل** فعل مضارع کو منصوب پڑھیں گے، پھر یہ اپنے مجرور سے مل کر کسی محذوف کا متعلق ہونے کے بعد "کان" ناقصہ کی خبر ہوگا۔ اور اسی طرح **أَسِرْتَ حَتّٰى تَدْخُلَهَا ؟**(۲) میں بھی "حتّٰی" کو ابتدائیہ مان کر **تدخل** فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ "حتّی" کو ابتدائیہ ماننے کی صورت میں اُس کے ماقبل کا مابعد کے لیے سبب ہونا ضروری ہے، جب کہ یہاں "حتّی" کا ماقبل: مخاطب کا چلنا، مابعد: گھر میں داخل ہونے کے لیے سبب نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ سبب ایسی چیز ہوتی ہے جس میں کوئی شک نہ ہو، جب کہ یہاں مخاطب کا چلنا ایک مشکوک چیز ہے۔

وجاز فی التامة الخ: اور اگر **كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى أَدْخُلُهَا**(۳) میں "کَانَ" کو تامہ مانا جائے، تو "حتّی" کو ابتدائیہ مان کر، **أدخل** فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز ہے؛ اس لیے کہ "کان" تامہ خبر کا محتاج نہیں ہوتا؛ لہٰذا یہاں "حتّی" کو ابتدائیہ ماننے کی صورت میں معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ اور اسی طرح **أَيُّهُمْ سَارَ حَتّٰى يَدْخُلُهَا ؟**(۴) میں بھی "حتّی" کو ابتدائیہ مان کر **يدخل** فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز ہے؛ اس

---

(۱) کان فعل ناقص، سیری مرکب اضافی اُس کا اسم، حتی حرف جر، اُس کے بعد أن ناصبہ مقدر، أدخلها فعل بافاعل ومفعول بہ بتاویل مصدر ہو کر، ثابتاً اسم فاعل محذوف کا متعلق ہونے کے بعد خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) أ حرف استفہام، سرت فعل بافاعل، حتی حرف جر، اُس کے بعد أن ناصبہ مقدر، تدخلها فعل بافاعل ومفعول بہ بتاویل مصدر ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، سار فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۳) کان بمعنی ثبت فعل تام، سیری مرکب اضافی اُس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر سبب، حتی حرف ابتدا، أدخلها فعل بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مسبب۔

(۴) أیهم مرکب اضافی مبتدا، سار فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر سبب، حتی حرف =

www.besturdubooks.net

وَ"لَامُ كَيْ"، مِثْلُ: أَسْلَمْتُ لِأَدْخُلَ الْجَنَّةَ . وَ"لَامُ الْجُحُوْدِ": لَامُ تَاكِيْدٍ بَعْدَ نَفْيٍ لِـ "كَانَ"، مِثْلُ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ .

وَ"الْفَاءُ" بِشَرْطَيْنِ: أَحَدُهُمَا: السَّبَبِيَّةُ، وَالثَّانِيْ: أَنْ يَكُوْنَ قَبْلَهَا أَمْرٌ، أَوْ نَهْيٌ، أَوْ اِسْتِفْهَامٌ، أَوْ نَفْيٌ، أَوْ تَمَنٍّ، أَوْ عَرْضٌ .

ترجمه : اور"لام کَیْ"(کے بعد)؛ جیسے:أَسْلَمْتُ لِأَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں)۔اور"لام جحد"(کے بعد،اور وہ) وہ لامِ تاکید ہے جو "کان" کی نفی کے بعد آتا ہے؛ جیسے:﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ (ایسا نہیں ہے کہ اللہ اُن کو عذاب دے)۔

اور"فاء"(کے بعد) دو شرطوں کے ساتھ،اُن میں سے ایک:سببیت ہے،اور دوسری شرط یہ ہے کہ اُس سے پہلے امر،نہی،استفہام،نفی،تمنی یا عرض ہو۔

لیے کہ یہاں "حتّی" کا ماقبل: چلنا، مابعد: گھر میں داخل ہونے کے لیے سبب بن سکتا ہے؛اس لیے کہ یہاں چلنا ایک ثابت شدہ چیز ہے،اُس میں کوئی شک نہیں؛ بلکہ شک چلنے والے میں ہے۔

۲-**ولام کی؛ مثل الخ** : "لامِ کَیْ" کے بعد بھی "أَنْ" ناصبہ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے،لام کی: وہ لام حرفِ جر ہے جس کا ماقبل مابعد کے لئے علت ہو؛ جیسے:أَسْلَمْتُ لِأَدْخُلَ الْجَنَّةَ.(۱)

۳-**ولام جحود لام تاکید الخ** : "لام جحد" کے بعد بھی "أَنْ" ناصبہ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے،"لام جحد": وہ لام حرفِ جر ہے جو کان منفی کی خبر پر نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے؛ جیسے:﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾.(۲)

۴-**والفاء بشرطین الخ** : "فاء" کے بعد بھی "أَنْ" ناصبہ مقدر ہوتا ہے جب کہ دو شرطیں پائی جائیں:(۱)"فاء" کا ماقبل اُس کے مابعد کے لیے سبب ہو۔(۲) اُس سے پہلے چھ چیزوں:امر،نہی،استفہام نفی،تمنی اور عرض میں سے کوئی ایک ہو جس کے جواب میں وہ واقع ہو۔

(۱)امر کی مثال: جیسے: أسلِمْ فَتَسْلَمَ (تم اسلام لے آ ؤ تو سلامت رہو گے)۔

= ابتدا،یدخلها فعل بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مسبب۔

(۱) اس کی ترکیب أسلمتُ حتّی أدخلَ الجنّة کی طرح ہوگی۔

(۲) مَا حرفِ نفی، کَانَ فعل ناقص، اَللّٰہ اس کا اسم، لام جحد حرف جر،اس کے بعد أن ناصبہ مقدر، یعذب فعل بافاعل، هم ضمیر مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر ثابتًا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر،فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ "الْوَاوُ" بِشَرْطَيْنِ: اَلْجَمْعِيَّةُ وَأَنْ يَّكُوْنَ قَبْلَهَا مِثْلُ ذٰلِكَ . وَ "أَوْ" بِشَرْطِ مَعْنٰى "إِلٰى أَنْ"، أَوْ "إِلَّا أَنْ". وَالْعَاطِفَةُ إِذَا كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ اِسْمًا صَرِيْحًا .

ترجمہ: اور "واؤ" (کے بعد) دوشرطوں کے ساتھ: (۱) جمعیت (۲) اُس سے پہلے اُسی طرح کی چیزیں ہوں۔ اور "أوْ" (کے بعد) "إلٰی أنْ" یا "إلّا أنْ" کے معنی کی شرط کے ساتھ۔ اور حروفِ عاطفہ (کے بعد) جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو۔

---

(۲) نہی کی مثال: جیسے: لا تَعْصِ فتُعذَّبَ (نافرمانی نہ کرو، ورنہ تمہیں عذاب دیا جائے گا)۔

(۳) استفہام کی مثال: جیسے: هَل تعلَّمُ ؟ فتنجُوَ (کیا تو علم حاصل کرے گا تو تو نجات پائے گا)۔

(۴) نفی کی مثال: جیسے: ما تأتينا فتُحدّثَنا (تم ہمارے پاس نہیں آتے کہ ہم سے بات کرتے)۔

(۵) تمنی کی مثال: جیسے: ليت لی مالًا فأُنفِقَه (کاش میرے لئے کچھ مال ہوتا تو میں اس کو خرچ کرتا)۔

(۶) عرض کی مثال: جیسے: ألا تنزلُ بنا فتصيبَ خيرًا (تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے ہو کہ خیر کو پہنچتے)۔ اِن تمام مثالوں میں "فاء" کا ماقبل مابعد کے لیے سبب بھی ہے، اور "فاء" سے پہلے مذکورہ چھ چیزوں میں سے بالترتیب امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض واقع ہے، اس لیے یہاں "فاء" کے بعد "أنْ" ناصبہ مقدر ہے۔

نوٹ: تخصیص اور ترجی کے بعد بھی "أنْ" ناصبہ مقدر ہوتا ہے۔ [دیکھئے: رضی ۴/۶۳]

۵- والواو بشرطين الخ: "واؤ" کے بعد بھی "أنْ" ناصبہ مقدر ہوتا ہے، جب کہ دو شرطیں پائی جائیں: (۱) جمعیت، یعنی "واؤ" کا ماقبل اور مابعد دونوں ایک زمانہ میں پائے جائیں۔ (۲) اُس سے پہلے مذکورہ چھ چیزوں: امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض میں سے کوئی ایک ہو جس کے جواب میں وہ واقع ہو۔

امر کی مثال: جیسے: زُرنِی وأكرمَک . نہی کی مثال: جیسے: لا تأكلِ السّمکَ وتشربَ اللّبَنَ. استفہام کی مثال: جیسے: هل تزورُنی وتُعطِيَنِیْ ؟. نفی کی مثال: جیسے: ما تزورُنا وتُحدِّثَنا . تمنی کی مثال: جیسے: ليتکَ عندَنا وتُكرِمَنا . عرض کی مثال: جیسے: ألا تزُورُنا وتُكرِمَنا .

۶-و"أو" بشرط معنى الخ: "أو" کے بعد بھی "أنْ" ناصبہ مقدر ہوتا ہے بشرطے کہ وہ "إلٰی" یا "إلّا" کے معنی میں ہو، جیسے: لَأَحبسَنّکَ أو تُعطِيَنِي حقِّي (میں ضرور تمہیں قید میں رکھوں گا یہاں تک کہ تم مجھے میرا حق دیدو)۔

۷-والعاطفة إذا الخ: حروفِ عاطفہ کے بعد بھی "أنْ" ناصبہ مقدر ہوتا ہے، جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو، خواہ مذکورہ حروفِ عطف: واؤ، فاء وغیرہ ہوں، یا اِن کے علاوہ دیگر حروفِ عطف: ثُمَّ وغیرہ۔ جیسے:

www.besturdubooks.net

وَ يَجُوزُ إِظْهَارُ "أَنْ" مَعَ "لَامِ كَيْ"، وَالْعَاطِفَةِ. وَيَجِبُ مَعَ "لَا" فِي اللَّامِ عَلَيْهَا. وَ يَنْجَزِمُ بِـ "لَمْ"، وَ"لَمَّا"، وَ"لَامِ الْأَمْرِ"، وَ"لَا" فِي النَّهْيِ، وَكَلِمِ الْمُجَازَاةِ. وَ أَمَّا مَعَ "كَيْفَمَا" وَ"إِذَا"، فَشَاذٌّ. وَبِـ "إِنْ" مُقَدَّرَةً.

ترجمہ : اور جائز ہے "أَنْ" کو ظاہر کرنا "لامِ کَیْ" اور حروفِ عاطفہ کے ساتھ۔ اور واجب ہے "أَنْ" کو ظاہر کرنا "لَا" کے ساتھ "لامِ کَیْ" کے اُس پر داخل ہونے کی صورت میں۔

اور فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے "لَمْ"، "لَمَّا"، "لامِ امر"، "لائے نہی" اور "کلمِ مجازاۃ" کی وجہ سے۔ اور بہر حال "کَیْفَمَا" اور "إِذَا" کے ساتھ (فعل مضارع کا مجزوم ہونا) تو وہ شاذ ہے۔ اور (فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے) "إِنْ" مقدرہ کی وجہ سے۔

أعجبني قيامُک وتخرجَ . واؤ، فاء وغیرہ کے بعد "أَنْ" مقدر ہونے کے لیے جو شرائط ماقبل میں ذکر کی گئی ہیں، وہ اُس وقت ہیں جب کہ معطوف علیہ اسم صریح نہ ہو، اور اگر معطوف علیہ اسم صریح ہو، تو اس صورت میں اُن کے بعد ہر صورت میں "أَنْ" مقدر ہوگا، خواہ مذکورہ شرائط پائی جائیں یا نہ پائی جائیں۔ (شرح جامی ص ۳۲۹)

اسم صریح: وہ اسم ہے جو وضع کے اعتبار سے اسم ہو، تاویل کر کے اُس کو اسم نہ بنایا گیا ہو، اسم صریح کہہ کر مصنف نے اس صورت کو نکالا ہے جب کہ معطوف علیہ اسم تاویلی ہو؛ اس لئے کہ اس صورت میں حروفِ عاطفہ کے بعد "أن" مقدر نہیں ہوتا؛ بلکہ فعل مضارع اُس "أن" کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے جو معطوف علیہ پر داخل ہے؛ جیسے: أعجبني أن يضربَ زيدٌ ويشتِمَ . اسم تاویلی سے مراد وہ فعل ہے جس پر حرفِ مصدر داخل کر کے اس کو اسم کی تاویل میں کر لیا گیا ہو۔

ويجوز إظهار أن مع الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں "أن" مقدرہ کو ظاہر کرنا جائز ہے، اس طرح کے دو مواقع ہیں: (۱) لام کَیْ کے ساتھ؛ جیسے: أسلمتُ لِأَنْ أدخلَ الجنةَ. (۲) حروفِ عاطفہ کے ساتھ؛ جیسے: أعجبني قيامُک وأن تخرجَ .

فائدہ: لام زائدہ کے ساتھ بھی "أنْ" کو ظاہر کرنا جائز ہے؛ جیسے: أردتُ لِأَنْ تقومَ . (شرح جامی ص: ۳۳۰)

ويجب مع "لا" الخ: یہاں سے مصنف اُس موقع کو بیان فرما رہے ہیں جس میں "أن" کو ظاہر کرنا واجب ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب "لامِ کَیْ"، لائے نفی پر داخل ہو تو وہاں "لامِ کَیْ" کے بعد أَنْ کو ظاہر کرنا واجب ہے، تا کہ ایک ساتھ دو لاموں کا جمع ہونا لازم نہ آئے، جیسے: لِئَلَّا يَعْلَمَ .

قوله: وينجزم بـ "لم" الخ: یہاں سے مصنف فعلِ مضارع کے عواملِ جازمہ کو بیان فرما رہے

www.besturdubooks.net

فَـ "لَـمْ": لِقَلْبِ الْمُضَارِعِ مَاضِيًا وَنَفْيِهِ، وَ"لَمَّا" مِثْلُهَا، وَتَخْتَصُّ بِالْإِسْتِغْرَاقِ وَجَوَازِ حَذْفِ الْفِعْلِ . وَ"لَامُ الْأَمْرِ": الْمَطْلُوْبُ بِهَا الْفِعْلُ، وَهِيَ مَكْسُوْرَةٌ أَبَدًا .

ترجمہ: پس "لَمْ" : مضارع کو ماضی کے معنی میں بدلنے اور اُس کی نفی کرنے کے لیے آتا ہے، اور "لَـمَّا" بھی اسی طرح ہے، اور "لَـمَّا" خاص ہے استغراق اور فعل کے حذف کے جواز کے ساتھ۔ اور "لامِ امر": وہ لام ہے جس کے ذریعہ فعل کو طلب کیا جائے، اور وہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے۔

ہیں۔ فعل مضارع کو جزم دینے والے عامل تقریباً پندرہ ہیں: لَـمْ، لَمَّا، لامِ امر، لائے نہی، اور کلم مجازاۃ: یعنی إِنْ (خواہ لفظوں میں موجود ہو یا مقدر ہو)، مَهْمَا، إِذَا مَا، إِذْمَا، حَيْثُمَا، أَيْنَ، مَتٰى، مَا، مَنْ، أَيٌّ اور أَنّٰى .

اور "كَيْـفَمَا" اور "إِذَا" کو عاملِ جازم مان کر، اِن کی وجہ سے فعل مضارع کو مجزوم پڑھنا شاذ (یعنی قلیل الاستعمال) ہے، اہل عرب کا اکثر استعمال یہ ہے کہ وہ اِن کے بعد آنے والے فعل مضارع کو مرفوع پڑھتے ہیں۔

فلم لقلب المضارع الخ: "لَمْ" اور "لَمَّا": دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں؛ جیسے: **لم يضربْ** (اس نے نہیں مارا)، **لمّا يضربْ** (اس نے اب تک نہیں مارا)۔ البتہ "لم" اور "لمّا" کے درمیان تین طرح کا فرق ہے:

(۱) "لـمَّا" استغراق کے ساتھ خاص ہے، یعنی یہ زمانۂ تکلم تک پورے زمانۂ ماضی میں فعل کی نفی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، جب کہ "لَـمْ" میں ایسا نہیں ہے؛ بلکہ وہ مطلق زمانۂ ماضی میں فعل کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے، چناں چہ: **لمّا يَضربْ** کے معنی ہیں: اب تک نہیں مارا اس ایک مرد نے، اور **لم يضربْ** کے معنی ہیں: نہیں مارا اس ایک مرد نے۔

(۲) اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو "لـمّا" کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے؛ جیسے: **نَدِم زيدٌ ولمَّا**، اس کی اصل: **ندِم زيدٌ ولمّا ينفعْه الندمُ** ہے (زید شرمندہ ہوا؛ لیکن اب تک شرمندگی نے اس کو نفع نہیں دیا)، اس کے برخلاف "لَم" کے فعل کو کسی بھی صورت میں حذف کرنا جائز نہیں، چناں چہ: **ندم زيدٌ ولَمْ** نہیں کہہ سکتے۔

(۳) "لـمَّـا" فعل مضارع پر داخل ہو کر اس میں آئندہ واقع ہونے کی توقع کے معنی پیدا کر دیتا ہے، جیسے: **قَام الأميرُ لمّا يَرْكَبْ** (امیر کھڑے ہوئے؛ مگر اب تک سوار نہیں ہوئے) (یعنی آئندہ سوار ہونے کی توقع ہے)، جب کہ "لَـمْ" میں ایسا نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہ فعل پر داخل ہو کر اس میں آئندہ واقع ہونے کی توقع کے معنی پیدا نہیں کرتا۔

ولام الأمر الخ: لام امر: وہ لام مکسور ہے جو فعل مضارع میں طلب کے معنی پیدا کرنے کے لئے وضع

www.besturdubooks.net

وَ "لا النَّهيِ": اَلْمَطْلُوبُ بِهَا التَّرْكُ . وَ"كَلِمُ الْمُجَازَاةِ" تَدْخُلُ عَلَى الْفِعْلَيْنِ لِسَبَبِيَّةِ الْأَوَّلِ وَمُسَبَّبِيَّةِ الثَّانِيْ، وَيُسَمَّيَانِ شَرْطًا وَجَزَاءً .
فَإِنْ كَانَا مُضَارِعَيْنِ أَوِ الْأَوَّلُ فَالْجَزْمُ، وَإِنْ كَانَ الثَّانِيْ فَالْوَجْهَانِ .

ترجمہ: اور "لائے نہی": وہ لا ہے جس کے ذریعہ ترکِ فعل کو طلب کیا جائے۔ اور "کلم مجازاۃ" دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں پہلے فعل کے سبب اور دوسرے فعل کے مسبب ہونے (کو بتانے کے) لیے، اور نام رکھا جاتا ہے اُن دونوں کا شرط اور جزاء۔
پس اگر شرط اور جزاء دونوں یا اول (یعنی شرط) فعل مضارع ہو، تو جزم لانا واجب ہے، اور اگر دوسرا (یعنی جزاء فعل مضارع) ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں۔

کیا گیا ہو؛ جیسے: لِيَضْرِبْ زيدٌ (چاہئے کہ زید مارے)۔ لامِ امر ہمیشہ مکسور ہوتا ہے۔
ولا النهي الخ: لائے نہی: وہ لا ہے جو فعل مضارع میں ترکِ فعل کی طلب کے معنی پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو؛ جیسے: لا تضربْ (تو مت مار)۔
و كلم المجازاة الخ: "کلم مجازاۃ": اُن کلمات کو کہتے ہیں جو دو جملوں پر داخل ہو کر اس بات پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے جملے کا سبب ہے، پہلے جملے کو شرط اور دوسرے جملے کو جزاء کہتے ہیں، اِن کا دوسرا نام کلماتِ شرط ہے۔ یہ بارہ ہیں: (۱) إنْ شرطیہ: جیسے: إِنْ تضربْ أضربْ (۲) مهما؛ جیسے: مهما تَقْعُدْ أَقْعُدْ (۳) إذا ما؛ جیسے: إذاما تُسافِرْ أسافرْ (۴) إذْ ما؛ جیسے: إذْ ما تذكُرْ أذكُرْ (۵) حيثُمَا؛ جیسے: حيثما تَقْعُدْ أَقْعُدْ (۶) أينَ؛ جیسے: أين تذهبْ أذهبْ (۷) متىٰ؛ جیسے: متىٰ تَقُمْ أَقُمْ (۸) ما؛ جیسے: ما تَفْعَلْ أَفْعَلْ (۹) مَنْ؛ جیسے: مَنْ تضربْ أضربْ (۱۰) أيٌّ؛ جیسے: أيَّ شيءٍ تأكلْ آكلْ (۱۱) أنّى؛ جیسے: أَنّٰى تكتبْ أكتبْ (۱۲) إنْ مقدرہ، جیسے: تعلَّمْ تَنْجُ، یہاں "تنج" فعل مضارع سے پہلے "إنْ" شرطیہ شرط کے ساتھ مقدر ہے، اصل عبارت ہے: تعلَّمْ إنْ تَتَعَلَّمْ تنجُ .
"کلم مجازاۃ" میں مجازاۃ: جزاء کے معنی میں ہے، چوں کہ کلماتِ شرط دو جملوں پر داخل ہو کر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے لئے جزاء ہے، اس لئے اِن کو کلم مجازاۃ کہا جاتا ہے۔ کلم مجازاۃ بارہ ہیں، جن میں سے "إنْ" ملفوظہ اور إنْ مقدرہ حرف ہیں اور باقی گیارہ اسماء ہیں۔
فإن كانا مضارعين الخ: یہاں سے مصنف کلماتِ شرط کا عمل بیان فرما رہے ہیں۔
کلماتِ شرط فعل مضارع میں دو طرح کا عمل کرتے ہیں: (۱) عمل لفظی (۲) عمل معنوی۔ عمل لفظی یہ ہے کہ یہ

www.besturdubooks.net

وَإِذَا كَـانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ "قَدْ" لَفْظًا أَوْ مَعْنًى، لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ . وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا أَوْ مَنْفِيًّا بِـ"لَا"، فَالْوَجْهَانِ، وَإِلَّا فَالْفَاءُ .

ترجمہ : اور جب جزاء فعل ماضی بغیر "قَدْ" کے ہو، خواہ ماضی لفظاً ہو یا معنیً، تو فاء لانا جائز نہیں۔ اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت یا فعل مضارع منفی بلا ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں، ورنہ تو فاء لانا ضروری ہے۔

فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں، اور اگر اُس کے آخر میں حرفِ علت یا نونِ اعرابی ہو تو اُس کو گرا دیتے ہیں۔ اور عمل معنوی یہ ہے کہ یہ فعل مضارع کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں۔ عمل لفظی کی تفصیل یہ ہے:

(۱) اگر شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو شرط اور جزاء دونوں میں جزم لانا واجب ہے؛ جیسے: إنْ تکرمْنی أُکرمْک .

(۲) اور اگر شرط فعل مضارع اور جزاء فعل ماضی ہو تو صرف شرط میں جزم لانا واجب ہے، جزاء میں جزم لانا جائز نہیں، جیسے: إن تضربْ ضربتُک .

(۳) اور اگر شرط فعل ماضی اور جزاء فعل مضارع ہو تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں: جزاء میں جزم بھی لا سکتے ہیں اور رفع بھی؛ جیسے: إنْ جئتَنی أکرمْک/ أُکرمُک .

(۴) اور اگر شرط اور جزاء دونوں فعل ماضی ہوں تو کلمات شرط اُن میں لفظاً کوئی عمل نہیں کرتے ہیں؛ اس لئے کہ فعل ماضی مبنی الاصل ہونے کی وجہ سے اعراب کا محل نہیں ہے، البتہ معنیً عمل کرتے ہیں یعنی فعل ماضی کو مستقبل کے معنی میں کر دیتے ہیں؛ جیسے: إن ضربتَ ضربتُ (اگر تو مجھے مارے گا تو میں تجھے ماروں گا)۔

وإذا كان الجزاء ماضيا الخ: جزاء جملہ ہوتی ہے اور جملہ بذاتِ خود مستقل ہوتا ہے، ماقبل اور مابعد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا؛ لیکن چوں کہ شرط اور جزاء میں باہم تعلق اور ربط ہوتا ہے، اس لئے ان مواقع میں جہاں کلمات شرط کا اثر لفظاً یا معنیً کامل طور پر نہ پایا جائے، جزاء میں فاء کو لایا جاتا ہے، یہاں سے مصنف جزاء میں فاء کے لانے اور نہ لانے کے مواقع بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

اگر جزاء فعل ماضی مثبت ہو بغیر "قد" کے، تو جزاء میں فاء کا لانا جائز نہیں، خواہ فعل ماضی بغیر "قد" کے لفظاً ہو، جیسے: إن أکرمتَنی أکرمتُک، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ دَخَلَه كَانَ اٰمِنًا﴾ (جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں ہوگا)، یا فعل ماضی بغیر "قد" کے معنیً ہو؛ جیسے: إن ضربتنی لم أضربک، یہاں لم أضربک معنیً فعل ماضی ہے؛ اس لئے کہ "لم" فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر جزاء کوئی ایسا جملہ ہو جس کے شروع میں ہمزۂ استفہام ہو تو وہاں بھی جزاء میں فاء

www.besturdubooks.net

کالانا جائز نہیں؛ جیسے: إن جئتُکَ أتکرِمُنی؟ (اگر میں تیرے پاس آؤں گا تو کیا تو میرا اکرام کرے گا؟)۔

وإن کان مضارعا الخ: اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو، یا فعل مضارع منفی ہو ''لا'' کے ساتھ، تو اُس میں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱) فاء کو نہ لانا؛ جیسے: إن تضربُنی أضربُکَ اور إنْ تشتمُنی لا أضربُکَ.

(۲) فاء کو لانا؛ جیسے: إن تضربُنی فأضربُکَ اور إنْ تشتمُنی فلا أضربُکَ.

نوٹ: فعل مضارع مثبت میں ''فاء'' کالانا اور نہ لانا اُس وقت جائز ہے جب کہ اُس پر ''سین'' یا ''سوف'' داخل نہ ہو، اور اگر اُس پر ''سین'' یا ''سوف'' داخل ہو، تو اس صورت میں اُس پر ''فاء'' کالانا واجب ہوگا؛ جیسے: ﴿وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَه اُخْرٰی﴾.

وإلا فالفاء: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرمارہے ہیں جہاں جزاء میں ''فاء'' کالانا واجب ہے، فرماتے ہیں کہ اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو، یعنی جزاء نہ تو فعل ماضی مثبت بغیر ''قد'' کے ہو، اور نہ فعل مضارع مثبت یا فعل مضارع منفی بلا ہو، تو وہاں جزاء میں ''فاء'' کالانا واجب ہے، ایسا آٹھ صورتوں میں ہوتا ہے:

۱- جزاء فعل ماضی قدْ کے ساتھ ہو، خواہ قدْ لفظوں میں ہو یا مقدر یعنی پوشیدہ ہو، اول کی مثال، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إنْ یسرق فقد سرق أخ لہ من قبل﴾ (اگر اس نے چوری کی ہے تو چوری کر چکا ہے اس کا بھائی اس سے پہلے)، ثانی کی مثال، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وإن کان قمیصُہ قُدَّ من قُبُلٍ فصدقت﴾ (اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو وہ سچی ہے)، اس مثال میں ''صدقت'' جزاء میں فاء کو لایا گیا ہے؛ اس لئے کہ اس سے پہلے ''قد'' مقدر ہے، اس کی اصل: فقد صدقت ہے۔

۲- جزاء فعل مضارع منفی ہو، لیکن ''لا اور لم'' کے ساتھ نہ ہو؛ بلکہ ''مَا، لَنْ یا إنْ'' نافیہ کے ساتھ ہو، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ومن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه﴾ (اور جو شخص طلب کرے گا اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا)۔

نوٹ: اگر جزاء فعل مضارع منفی ''إن'' نافیہ کے ساتھ ہو، اور شرط کے شروع میں ''إذَا'' شرطیہ ہو تو وہاں جزاء میں فاء کالانا اور نہ لانا دونوں صورتیں جائز ہیں، لہٰذا مذکورہ بالا حکم (یعنی جزاء میں فاء کالانا) اُس وقت ہے جب کہ جملہ شرطیہ کے شروع میں ''إذا'' کے علاوہ کوئی دوسرا کلمۂ شرط ہو۔

۳- جزاء جملہ اسمیہ ہو، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿من جاء بالحسنة فله عشرُ أمثالِها﴾ اس مثال میں ''له عشر أمثالها'' جزاء جملہ اسمیہ ہے، اس لئے اس کے شروع میں فاء لایا گیا ہے۔

۴- جزاء جملہ انشائیہ ہو، خواہ امر اور نہی ہو، امر کی مثال، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قل إن کنتم

www.besturdubooks.net

وَيَجِيءُ "إِذَا" مَعَ الْجُمْلَةِ الْإِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ .

ترجمہ: اور "إِذَا" آجاتا ہے جملہ اسمیہ کے ساتھ "فاء" کی جگہ۔

تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِی﴾ (آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو)، نہی کی مثال، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فإنْ علمتمُوهنّ مؤمناتٍ فلا ترجعو هنّ إلى الكفار﴾ (اگر تم ان عورتوں کو مومن پاؤ تو ان کو کفار کی طرف واپس نہ کرو)۔ یا امر اور نہی کے علاوہ، استفہام، تمنی، ترجی، دعاء، افعال مقاربہ اور افعال مدح وذم ہوں۔

استفہام کی مثال، جیسے: إن تركتنا فمَنْ يَرْحمُنا؟ دعاء کی مثال، جیسے: إنْ أكرمْتَنِى فَجزَاكَ اللّٰهُ خيرًا ، اور باقی کو انہی پر قیاس کرلیا جائے۔

۵- جزاء ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کا فعل جامد ہو؛ جیسے: إن يُّطلَقْ لِسَانُه يَذُمُّ النَّاسَ فَلَيْسَ لَه مَانِعٌ عنْ أَلْسِنَتِهِمْ، اس مثال میں "فليس له" جملہ فعلیہ جزاء ہے اور اس پر فاء کو لایا گیا ہے، اس لئے کہ اس کا فعل "ليس" جامد ہے۔

۶- جزاء فعل مضارع مثبت سین یا سوف کے ساتھ ہو؛ جیسے: وإنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَه أُخْرٰی (اگر تم کو باہم تنگی ہو تو کوئی دوسری عورت اس کو دودھ پلائے گی)، ﴿وإنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (اگر تم کو فقر کا خوف ہو تو جلدی ہی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تم کو بے نیاز کردے گا)۔

۷- جزاء کے شروع میں کوئی ایسا کلمہ ہو جو صدارت کلام کو چاہتا ہو، مثلاً: ربَّ، كَأَنَّ، إنَّ اور کلمات شرط وغیرہ، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا فكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾.

۸- جزاء فعل ماضی منفی "ما"، یا "لا" کے ساتھ ہو؛ جیسے: إِنْ زُرْتَنِى فَمَا أَهَنْتُكَ، إِنْ ضَرَبْتَنِى فَلاَ أَضْرِبُكَ . اِن تمام صورتوں میں، جزاء میں فاء لانا واجب ہے۔

ويجيء إذا مع الجملة الاسمية الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر جزاء جملہ اسمیہ ہو تو اُس میں اصل تو یہی ہے کہ فاء کو لایا جائے؛ لیکن کبھی فاء کی جگہ "إذا" مفاجاتیہ بھی آجاتا ہے: جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وإنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ﴾ (اور اگر پہنچ جائے ان کو کوئی سختی اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیج دیا ہے تو اچانک وہ مایوس ہوجاتے ہیں)، اس مثال میں "هم يقنطون" جملہ اسمیہ جزاء ہے اور اس پر فاء جزائیہ کی جگہ "إذا" مفاجاتیہ کو لایا گیا ہے۔ جملہ اسمیہ میں فاء جزائیہ اور إذا مفاجاتیہ کو ایک ساتھ لانا صحیح نہیں؛ بلکہ اُن میں سے ایک کو لایا جائے گا۔

www.besturdubooks.net

وَ ”إِنْ“ مُقَدَّرَةٌ بَعْدَ الْأَمْرِ، وَالنَّهْيِ، وَالِاسْتِفْهَامِ، وَالتَّمَنِّي، وَالْعَرْضِ، إِذَا قُصِدَ السَّبَبِيَّةُ؛ نَحْوُ: أَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ، وَلَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ. وَامْتَنَعَ: لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ، خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ؛ لِأَنَّ التَّقْدِيرَ: إِنْ لَا تَكْفُرْ.

ترجمہ: اور ”إنْ“ مقدر ہوتا ہے امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد، جب کہ سببیت کا ارادہ کیا جائے؛ جیسے: أَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ (اسلام لے آؤ، جنت میں داخل ہو جاؤ گے)، **لا تَكْفُرْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ** (کفر اختیار نہ کرو، جنت میں داخل ہو جاؤ گے)۔ اور ممتنع ہے: **لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ**، برخلاف امام کسائی کے؛ اس لیے اس کی اصل: **إِنْ لَا تَكْفُرْ** ہے۔

و ” إِن“ مقدرة بعد الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں ”إنْ“ شرطیہ شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو جزم دیتا ہے، فرماتے ہیں کہ ایسے پانچ مواقع ہیں جہاں ”إنْ“ شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے:

۱- امر کے بعد؛ جیسے: **أسلِمْ تدخلِ الجنّة** [1] (اسلام لے آؤ، جنت میں داخل ہو جاؤ گے) یہاں ”أَسلِمْ“ فعل امر کے بعد ”إنْ“ شرط کے ساتھ مقدر ہے اور اسی کی وجہ سے ”تدخلُ“ فعل مضارع مجزوم ہے، اس کی اصل: **أسلِمْ، إنْ تُسلِمْ تدخُلِ الجنّةَ** ہے۔

۲- نہی کے بعد؛ جیسے: **لا تکفُرْ تدخلِ الجنّة** (کفر اختیار نہ کرو، جنت میں داخل ہو جاؤ گے)، یہاں **لا تکفرْ** فعل نہی کے بعد ”إنْ“ شرط کے ساتھ مقدر ہے، اور اسی کی وجہ سے ”تدخلُ“ فعل مضارع مجزوم ہے، اس کی اصل: **لا تکفُرْ، إنْ لاتکفرْ تدخلِ الجنّة** ہے۔

۳- استفہام کے بعد؛ جیسے: **هل تزورُنا؟ نکرِمْک** (کیا تم ہم سے ملاقات کرو گے، اگر تم ہم سے ملاقات کرو گے تو ہم تمہارا اکرام کریں گے)، یہاں **هل تزورنا ؟** جملہ استفہامیہ کے بعد ”إنْ“ شرط کے ساتھ مقدر ہے، اور اسی کی وجہ سے **نکرم** فعل مضارع مجزوم ہے، اس کی اصل: **هل تزورنا ؟ إن تزرُنا نکرِمْک** ہے۔

۴- تمنی کے بعد؛ جیسے: **لیتک عندی أخدمْک** (کاش تو میرے پاس ہوتا، اگر تو میرے پاس ہوتا

---

(۱) أسلم فعل امر، أنت ضمیر مستتر اس کا فاعل، فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر امر، تدخل فعل، أنت ضمیر مستتر اس کا فاعل، الجنة مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء شرط محذوف إن تسلم کی، شرط محذوف جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر جواب امر۔ اسی طرح باقی مثالوں کی ترکیب کر لی جائے۔

www.besturdubooks.net

تو میں تیری خدمت کرتا)، یہاں لیتک عندی تمنی کے بعد ''إنْ'' شرط کے ساتھ مقدر ہے، اور اسی کی وجہ سے أخدم فعل مضارع مجزوم ہے، اس کی اصل: **لیتک عندی إن تکنْ عندی أخدمُک** ہے۔

۵- عرض کے بعد؛ جیسے: **ألا تنزل بنا تصبْ خیرًا** (تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے، اگر تم ہمارے پاس آتے تو خیر کو پہنچتے)، یہاں ألا تنزل بنا عرض کے بعد ''إنْ'' شرط کے ساتھ مقدر ہے، اور اسی کی وجہ سے تُصِبْ فعل مضارع مجزوم ہے، اس کی اصل: **ألا تُنزِلُ بنا إنْ تُنزِلْ بنا تُصِبْ خیرًا** ہے۔

إذا قصد الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ پانچ مواقع میں ہر جگہ ''إنْ'' شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ پہلی چیز (یعنی امر، نہی وغیرہ جن کے بعد ''إن'' مقدر ہوتا ہے) دوسری چیز (یعنی فعل مضارع) کے لئے سبب ہو، جیسا کہ آپ نے مذکورہ مثالوں میں دیکھا کہ پہلی چیز دوسری چیز کے لئے سبب ہے، چناں چہ **أسلِمْ تدخل الجنةَ** میں اسلام دخولِ جنت کا سبب ہے، اسی لئے تدخل کے بعد ''إن'' شرط کے ساتھ مقدر ہے اور اس کی اصل: **أسلمْ إن تُسلمْ تدخلِ الجنةَ** ہے۔

اور اگر پہلی چیز دوسری چیز کے لئے سبب نہ ہو تو وہاں ''إنْ'' شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوگا، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ **لا تکفرُ تدخلِ النارَ** کہنا صحیح نہیں؛ اس لیے کہ یہاں ''إنْ'' کو شرط کے ساتھ مقدر ماننے کی صورت میں، اس کی اصل: **لا تکفرْ إن لا تکفرْ تدخلِ النّارَ** ہوگی، اور یہ درست نہیں؛ اس لئے کہ یہاں پہلی چیز: یعنی عدمِ کفر، دوسری چیز: یعنی دخولِ نار کا سبب نہیں ہے؛ بلکہ کفر دخولِ نار کا سبب ہے؛ لہٰذا یہاں **لا تکفر** فعل نہی کے بعد ''إن'' کا شرط کے ساتھ مقدر ہونا محال ہے۔

البتہ اس میں امام کسائی کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ **لا تکفرُ تدخلِ النّارَ** کہنا صحیح ہے؛ اس لیے کہ عرف کے اعتبار سے اس کے معنی ہیں: **إنْ تکفرْ تدخلِ النّارَ**، یعنی کفر نہ کرو، اگر کفر کروگے تو جہنم میں داخل ہوگے، پس اس طرح کے مواقع میں عرف اس بات کا مضبوط قرینہ ہے کہ یہاں شرط مثبت مقدر مانی جائے گی، اور ظاہر ہے کہ کفر دخولِ نار کا سبب ہے؛ لہٰذا اس اعتبار سے یہاں شرط موجود ہے، اس لیے اُن کے نزدیک ''إنْ'' کو شرط کے ساتھ مقدر مان کر، **لا تکفرُ تدخلِ النّارَ** کہنا صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک تو نہی کے بعد ہر جگہ شرط منفی مقدر مانی جائے گی، اور امام کسائی کے نزدیک اصل تو یہی ہے کہ نہی کے بعد شرط منفی مقدر مانی جائے؛ لیکن اگر کہیں اثبات پر دلالت کرنے والا قرینہ موجود ہو تو وہاں اُن کے نزدیک شرط مثبت مقدر مانیں گے۔

فائدہ: اگر فعل مضارع مذکورہ پانچوں چیزوں میں سے کسی کے بعد واقع ہو، اور وہ شئ فعل مضارع کے لئے سبب نہ ہو تو وہاں فعل مضارع وجوبی طور پر مرفوع ہوگا اور ترکیب کے اعتبار سے اس کی تین حالتیں ہوں گی:

۱- یا تو وہ ماقبل سے حال ہوگا؛ جیسے: ﴿ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ میں ''یلعبون'' مرفوع

www.besturdubooks.net

الامْرُ : صِيغَةٌ يُطلَبُ بِهَا الفِعلُ مِنَ الفَاعِلِ المُخاطَبِ بِحَذفِ حَرفِ المُضارَعةِ . وَحُكمُ آخِرِهِ حُكمُ المَجزُومِ .

ترجمہ : امر: ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعلِ مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے علامتِ مضارع کو حذف کرنے کے ساتھ۔ اور اُس کے آخری حرف کا حکم فعل مضارع مجزوم کا حکم ہے۔

ہے اور ''ھم'' ضمیر منصوب سے حال ہے۔

۲- اور اگر وہ صفت بن سکتا ہے تو ماقبل کی صفت ہوگا؛ جیسے: ﴿فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِيْ﴾ میں ''یرث'' فعل مضارع مرفوع ہے اور ماقبل ''ولیا'' کی صفت ہے۔

۳- اور اگر حال یا صفت نہ بن سکتا ہو تو وہ جملہ مستانفہ ہوگا؛ جیسے: **لا تَذهَبْ بِهِ تَغلِبُ عَلَيهِ** میں ''تغلب'' فعل مضارع مرفوع ہے اور جملہ مستانفہ ہے؛ اس لئے کہ یہ ماقبل کا حال یا صفت نہیں بن سکتا۔

قوله: الأمر الخ: یہاں سے مصنف فعل کی تیسری قسم امر کو بیان فرما رہے ہیں:

امر کی تعریف: امر ایسا صیغہ ہے جس کے شروع سے علامتِ مضارع کو حذف کر کے، اُس کے ذریعہ فاعل مخاطب سے کسی فعل کو طلب کیا جائے؛ جیسے: اِضْرِبْ (تو مار)۔

''فاعل مخاطب'' کی قید لگا کر مصنف نے امر غائب و متکلم کو امر کی تعریف سے خارج کر دیا؛ اس لئے کہ امر غائب و متکلم درحقیقت مضارع بالام کے صیغے ہیں؛ البتہ لام امر آ کر اُن میں طلب کے معنی پیدا کر دیتا ہے، اس لئے امر حاضر کی طرح اُن کو بھی جملہ انشائیہ کہتے ہیں۔

وحکم آخره حکم الخ: یہاں سے مصنف امر کے آخری حرف کا حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ امر کے آخری حرف کا وہی حکم ہے جو فعل مضارع مجزوم کے آخری حرف کا ہے، یعنی جس طرح حالت جزمی میں فعل مضارع صحیح کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے، اور فعل مضارع معتل کے آخر سے حرفِ علت حذف ہوجاتا ہے، اور اگر اُس کے آخر میں نونِ اعرابی ہو، تو وہ حذف ہوجاتا ہے، اسی طرح امر صحیح کا آخر مبنی بر سکون ہوتا ہے، اور امر معتل کے آخر سے حرفِ علت حذف ہوجاتا ہے، اور اگر اُس کے آخر میں نونِ اعرابی ہو، تو وہ بھی حذف ہوجاتا ہے؛ جیسے: اِضْرِبْ، اُدْنُ، اِرْمِ، اِرْضَ، اضْرِبَا، اُدْنُوا، اِرْمِيَا، اِرْضَيَا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امر حاضر علامتِ جزم پر مبنی ہوتا ہے، اور علامتِ جزم تین ہیں: (۱) سکون، صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع میں؛ جیسے: اِضْرِبْ۔ (۲) لام کلمہ کا حذف ہونا، معتل عین واوی، یائی اور الفی میں؛ جیسے: اُدْنُ، اِرْمِ اور اِرْضَ۔ (۳) نونِ اعرابی کا حذف ہونا، صحیح یا معتل با ضمائر بارزہ مرفوعہ و نونہائے مذکورہ میں؛

www.besturdubooks.net

فَإِنْ كَـانَ بَـعْدَهُ سَاكِنٌ وَلَيْسَ بِرُبَاعِيٍّ زِدْتَّ هَمْزَةَ وَصْلٍ مَضْمُومَةً إِنْ كَانَ بَـعْـدَهُ ضَـمَّـةٌ، وَمَكْسُورَةً فِيْ مَا سِوَاهُ؛ مِثْلُ: اُقْتُلْ، وَ اِضْرِبْ، وَ اِعْلَمْ . وَإِنْ كَانَ رُبَاعِيًّا، فَمَفْتُوحَةٌ مَقْطُوعَةٌ .

ترجمہ : پس اگر اُس (یعنی علامتِ مضارع کو حذف کرنے) کے بعد ساکن حرف ہو، اور فعل رباعی نہ ہو، تو آپ زیادہ کردیں ہمزۂ وصل مضموم اگر اُس کے بعد ضمہ ہو، اور ہمزۂ وصل مکسور اُس کے علاوہ میں؛ جیسے: اُقْتُلْ، اِضْرِبْ اور اِعْلَمْ . اور اگر فعل رباعی ہو، تو ہمزۂ قطعی مفتوحہ (زیادہ کی جائے گی)۔

جیسے: اِضْرِبَا، اِضْرِبُوا اور اِضْرِبِیْ؛ اُدْنُوَا، اُدْنُوْا، اُدْنِیْ؛ اِرْضَیَا، اِرْضَوْا، اِرْضَیْ وغیرہ۔

فإن كـان بعده الخ: یہاں سے مصنف امر حاضر بنانے کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں۔ امر حاضر فعل مضارع معروف سے بنایا جاتا ہے، اس طور پر کہ علامتِ مضارع کو حذف کردیں، اس کے بعد دیکھیں علامت مضارع کا مابعد متحرک رہتا ہے یا ساکن؟ نیز وہ فعل رباعی (چار حرفی) ہے یا غیر رباعی؟: اگر علامتِ مضارع کا مابعد ساکن ہو، اور فعل چار حرفی نہ ہو؛ بلکہ تین حرفی یا چار حرفی سے زائد ہو (خواہ تمام حروف اصلی ہوں، یا بعض اصلی اور بعض زائد)، تو ہمزۂ وصل مضموم شروع میں لے آئیں اگر اُس ساکن حرف کے بعد ضمہ ہو (یعنی عین کلمہ مضموم ہو)؛ جیسے: تَقْتُلُ سے اُقْتُلْ. اور اگر اُس کے بعد ضمہ نہ ہو، بلکہ اُس کا عین کلمہ مکسور یا مفتوح ہو تو ہمزۂ وصل مکسور شروع میں لے آئیں؛ جیسے: تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ، تَعْلَمُ سے اِعْلَمْ، تَسْتَخْرِجُ سے اِسْتَخْرِجْ، تَجْتَنِبُ سے اِجْتَنِبْ .

اور اگر علامتِ مضارع کا مابعد ساکن ہو اور فعل چار حرفی ہو (ایسا صرف ''باب افعال'' میں ہوتا ہے)، تو اُس کے شروع میں ہمزۂ قطعی مفتوحہ لے آئیں؛ جیسے: تُسْلِمُ سے أَسْلِمْ، تُكْرِمُ سے أَكْرِمْ .

اور اگر علامتِ مضارع کا مابعد متحرک ہو، خواہ فعل رباعی ہو یا غیر رباعی، تو ہمزۂ وصل یا ہمزۂ قطعی لانے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ صرف اُس کے آخر میں وقف کردیں؛ جیسے: تَعِدُ سے عِدْ، تُصَرِّفُ سے صَرِّفْ، تُحَاسِبُ سے حَاسِبْ، تُبَعْثِرُ سے بَعْثِرْ.

ہمزۂ وصل: وہ ہمزہ کہلاتی ہے جو ماقبل سے ملاتے وقت حذف ہوجائے؛ جیسے: اِضْرِبْ کا ہمزہ، اگر اس سے پہلے کوئی دوسرا کلمہ (مثلاً فاء حرف عطف) لے آئیں، تو ہمزہ کو حذف کر کے فَاضْرِبْ کہیں گے۔

ہمزۂ قطعی: وہ ہمزہ کہلاتی ہے جو ماقبل سے ملاتے وقت حذف نہ ہو؛ جیسے: أَسْلِمْ کا ہمزہ، اگر اس سے پہلے فاء حرف عطف آجائے، تو ہمزہ کو حذف کیے بغیر فَأَسْلِمْ کہیں گے۔

www.besturdubooks.net

فِعْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ : هُوَ مَا حُذِفَ فَاعِلُهُ . فَإِنْ كَانَ مَاضِيًا، ضُمَّ أَوَّلُهُ وَ كُسِرَ مَا قَبْلَ آخِرِهِ، وَيُضَمُّ الثَّالِثُ مَعَ هَمْزَةِ الْوَصْلِ، وَالثَّانِيْ مَعَ التَّاءِ خَوْفَ اللَّبْسِ .

ترجمہ: فعل مالم یسمّ فاعلُہ: وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو۔ پس اگر وہ ماضی ہو، تو ضمہ دیا جائے گا اُس کے پہلے حرف کو اور کسرہ دیا جائے گا اُس کے آخری حرف کے ماقبل کو، اور ضمہ دیا جائے گا تیسرے حرف کو ''ہمزۂ وصل'' کے ساتھ، اور دوسرے حرف کو ''تاء'' کے ساتھ التباس کے خوف کی وجہ سے۔

قوله: فعل مالم يسم فاعله الخ: یہاں سے مصنف ''فعل مالم یسمّ فاعلُہ'' (یعنی فعل مجہول) کو بیان فرمارہے ہیں۔

فائدہ: فعل کی دو قسمیں ہیں: (۱) فعل معروف (۲) فعل مجہول، اس کو فعل مالم یسمّ فاعلُہ بھی کہتے ہیں۔

فعل معروف: وہ فعل ہے جس میں فعل کی نسبت فاعل کی طرف ہو، یعنی اس کا فاعل معلوم ہو، جیسے: ضَرَبَ، نَصَرَ وغیرہ۔

فعل مالم یسم فاعلہ: وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہو؛ جیسے: ضُرِبَ، نُصِرَ وغیرہ، فعل مجہول صرف متعدی سے آتا ہے، لازم سے نہیں آتا۔

فإن كان ماضيا الخ: یہاں سے مصنف فعل مجہول بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں، فعل مجہول کی دو قسمیں ہیں: (۱) فعل ماضی مجہول (۲) فعل مضارع مجہول۔

فعل ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ: جن ابواب کے شروع میں ہمزۂ وصل اور تاء زائدہ نہ ہو، اُن میں فعل ماضی معروف کے پہلے حرف کو ضمہ اور آخری حرف کے ماقبل کو کسرہ دیدیں، اگر وہ مکسور نہ ہو؛ جیسے: ضَرَبَ سے ضُرِبَ، دَحْرَجَ سے دُحْرِجَ اور أَكْرَمَ سے أُكْرِمَ .

اور جن ابواب کے شروع میں ہمزۂ وصل ہو، اُن میں فعل ماضی معروف کے پہلے اور تیسرے حرف کو ضمہ اور آخری حرف کے ماقبل کو کسرہ دیدیں، اگر وہ مکسور نہ ہو؛ جیسے: اِسْتَخْرَجَ سے اُسْتُخْرِجَ اور اِقْتَدَرَ سے اُقْتُدِرَ. یہاں تیسرے حرف کو ضمہ دینا اس لیے ضروری ہے کہ اگر یہاں تیسرے حرف کو ضمہ نہیں دیں گے، تو ہمزۂ وصل کے درمیان میں آنے کی صورت میں اُسی باب کے امر حاضر کے ساتھ التباس لازم آئے گا؛ جیسے: فَاقْتَدِر میں اگر تیسرے حرف: تاء کو ضمہ نہ دیں؛ بلکہ حسب سابق مفتوح باقی رہنے دیں، تو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ یہ ماضی مجہول ہے یا امر حاضر، اِس التباس سے بچنے کے لیے یہاں تیسرے حرف کو ضمہ دینا ضروری ہے۔

www.besturdubooks.net

وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ الْأَفْصَحُ: قِيلَ، وَبِيعَ، وَجَاءَ الْإِشْمَامُ وَالْوَاوُ .

ترجمہ: اور معتلِ عین میں زیادہ فصیح: قِيلَ اور بِيعَ ہے، اور (اس میں) اشمام اور واؤ بھی آیا ہے۔

اور جن ابواب کے شروع میں تاءزائدہ ہو، اُن میں فعل ماضی معروف کے پہلے اور دوسرے حرف کوضمہ اور آخری حرف کے ماقبل کوکسرہ دیدیں، اگروہ مکسور نہ ہو؛ جیسے: تَفَضَّلَ سے تُفُضِّلَ اور تَقَابَلَ سے تُقُوبِلَ . یہاں دوسرے حرف کوضمہ دینا اس لیے ضروری ہے تاکہ ''بابِ تفعیل'' اور ''بابِ مفاعلۃ'' کے مضارع معروف کے ساتھ التباس لازم نہیں آئے، چناں چہ اگر یہاں دوسرے حرف: فاء اور قاف کوضمہ نہ دیں، تو معلوم نہیں ہوسکے گا کہ یہ ''بابِ تفعّل'' اور ''بابِ تفاعل'' کی ماضی مجہول ہے یا ''بابِ تفعیل'' اور ''بابِ مفاعلۃ'' کا مضارع معروف، اِس التباس سے بچنے کے لیے یہاں دوسرے حرف کوضمہ دینا ضروری ہے۔

و معتل العين الأفصح الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فعل ماضی اور مضارع مجہول بنانے کا مذکورہ بالا طریقہ اُس وقت ہے جب کہ فعل معتل عین (یعنی اجوف) نہ ہو، اور اگر فعل اجوف ہو تو اُس کے فعل ماضی مجہول میں تین صورتیں جائز ہیں:

۱- ماقبل کی حرکت دور کرنے کے بعد، عین کلمہ: واؤ یا یاء کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دیدی جائے؛ اور اگر عین کلمہ واؤ ہو، تو اُس کو، ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل دیا جائے؛ جیسے: قِيلَ بِيعَ، قِيلَ اصل میں قُوِلَ تھا، ماقبل کی حرکت دور کرنے کے بعد واؤ کا کسرہ نقل کرکے ماقبل کو دے دیا، پھر واؤ ساکن ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے، واؤ کو یاء سے بدل دیا، قِيلَ ہوگیا۔ اور بِيعَ اصل میں بُيِعَ تھا، ماقبل کی حرکت دور کرنے کے بعد، یاء کا کسرہ نقل کرکے ماقبل کو دیدیا، بِيعَ ہوگیا۔

۲- مذکورہ بالا تغیر کرنے کے بعد، فاکلمہ کے کسرہ کا، ضمہ کے ساتھ اشمام کیا جائے؛ مثلاً: قِيلَ اور بِيعَ کو اس طرح اداء کیا جائے کہ قاف اور باء کے کسرہ میں ضمہ کی بو پائی جائے۔

نحویوں کی اصطلاح میں اشمام اِس کو کہتے ہیں کہ: فعل کے فاکلمہ کے کسرہ کو، ضمہ کی طرف مائل کرکے اس طرح اداء کیا جائے کہ کسرہ میں ضمہ کی بو پائی جائے۔

۳- ماقبل کے ضمہ کو باقی رکھتے ہوئے واؤ اور یاء کو ساکن کردیں، پھر بقاعدۂ ''موسر'' یاء کو واؤ سے بدل دیں، جیسے: قُولَ اور بُوعَ، قُولَ اصل میں قُوِلَ تھا، واؤ کو ساکن کردیا، قُولَ ہوگیا۔ اور بُوعَ اصل میں بُيِعَ تھا، یاء کو ساکن کرکے بقاعدۂ ''موسر'' واؤ سے بدل دیا، بُوعَ ہوگیا۔

اِن میں سے اگرچہ دوسری اور تیسری صورت کو بھی اختیار کیا جاسکتا ہے؛ لیکن پہلی صورت زیادہ فصیح ہے۔

www.besturdubooks.net

وَمِثْلُهُ "بَابُ اُخْتِيرَ، وَانْقِيدَ"، دُونَ "اُسْتُخِيرَ وَاُقِيمَ". وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا ضُمَّ أَوَّلُهُ وَفُتِحَ مَاقَبْلَ آخِرِهِ . وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ يَنْقَلِبُ فِيهِ الْعَيْنُ أَلِفًا .

ترجمہ: اوراسی کے مانند ہے"باب اُخْتِيرَ اورانْقِيدَ"، نہ کہ"بابِ اُسْتُخِيرَ" اور"اُقِيمَ"۔ اور اگروہ مضارع ہو،تو ضمہ دیا جائے گا اُس کے پہلے حرف کو اور فتحہ دیا جائے گا اُس کے آخری حرف کے ماقبل کو۔ اورمضارع معتلِ عین میں بدل جائے گا عین کلمہ الف سے۔

و مثلہ باب اختیر الخ: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح مذکورہ بالا تین صورتیں ثلاثی مجرد اجوف کی ماضی مجہول میں جائز ہیں، اسی طرح یہ باب افتعال اور باب انفعال اجوف کی ماضی مجہول میں بھی جائز ہیں؛ جیسے:اُخْتِيرَ اورانْقِيدَ اشمام کے ساتھ اور بغیر اشمام کے،اوراُخْتُوِرَ اورانْقُوِدَ.

البتہ باب استفعال اور باب افعال اجوف کی ماضی مجہول میں صرف ایک صورت ہے، وہ یہ کہ واؤ اور یاء کی حرکت نقل کرکے، ماقبل کو دیدی جائے، پھر اجوف واوی میں بقاعدۂ"میـــزان" واؤ کو یاء سے بدل دیا جائے؛ جیسے:أُقِيمَ اوراجوف یائی میں یاء کو اپنی حالت پر رکھا جائے؛ جیسے:اُسْتُخِيرَ. باب استفعال اور باب افعال کی ماضی مجہول میں آخری دونوں صورتیں جائز نہیں، چناں چہ استخیر اور أقیم اشمام کے ساتھ،اور اُسْتُخُورَ اوراُقُومَ نہیں کہہ سکتے؛اوروجہ اس کی یہ ہے کہ آخری دونوں صورتیں وہاں جائز ہوتی ہیں، جہاں ماضی مجہول میں واؤ اور یاء کا ماقبل مضموم ہو،چوں کہ باب استفعال اور باب افعال کی ماضی مجہول میں واؤ اور یاء کا ماقبل مضموم نہیں ہوتا؛ بلکہ ساکن ہوتا ہے،اس لئے اُس میں آخری دونوں صورتیں جائز نہیں ہوں گی۔

و إن كان مضارعا الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع مجہول بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں، فعل مضارع مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ:فعل مضارع معروف کے پہلے حرف یعنی علامت مضارع کو ضمہ اورآخری حرف کے ماقبل کو فتحہ دیدیں اگروہ مفتوح نہ ہو؛ جیسے:يَضْرِبُ سے يُضْرَبُ اوريَسْتَخْرِجُ سے يُسْتَخْرَجُ. فعل مضارع مجہول بنانے کا یہ طریقہ تمام ابواب میں عام ہے؛ ہرباب سے اس طریقہ کے مطابق فعل مضارع مجہول بنایا جاسکتا ہے،البتہ"باب مفاعلة"،"باب افعال"،"باب تفعیل" اور"باب فعللة" اور اُس کے آٹھوں ملحقات اِس سے مستثنیٰ ہیں؛اس لئے کہ اُن میں محض آخری حرف کے ماقبل کو فتحہ دینے سے مضارع مجہول بن جاتا ہے، علامتِ مضارع کو ضمہ دینے کی ضرورت نہیں؛ اس لئے کہ علامت مضارع ان ابواب میں معروف میں بھی مضموم ہوتی ہے؛ جیسے:يُحَاسِبُ سے يُحَاسَبُ اوريُدَحْرِجُ سے يُدَحْرَجُ .

و معتل العين ينقلب الخ: یہاں سے مصنف اجوف کے مضارع مجہول کے متعلق بیان فرمارہے

www.besturdubooks.net

اَلْمُتَعَدِّیْ وَغَیْرُ الْمُتَعَدِّیْ، فَالْمُتَعَدِّیْ: مَا یَتَوَقَّفُ فَهْمُهٗ عَلٰی مُتَعَلِّقٍ؛ کَـ : ضَرَبَ . وَغَیْرُ الْمُتَعَدِّیْ بِخِلَافِهٖ؛ کَـ : قَعَدَ . وَالْمُتَعَدِّیْ یَکُوْنُ إِلٰی وَاحِدٍ؛ کَـ : ضَرَبَ . وَإِلٰی اِثْنَیْنِ؛ کَـ : أَعْطٰی وَعَلِمَ . وَإِلٰی ثَلَاثَةٍ؛ کَـ : أَعْلَمَ، وَأَرٰی، وَأَنْبَأَ، وَنَبَّأَ، وَأَخْبَرَ، وَخَبَّرَ وَحَدَّثَ .

ترجمہ: متعدی وغیر متعدی، پس متعدی: وہ فعل ہے جس کا سمجھنا کسی متعلق پر موقوف ہو؛ جیسے: ضَرَبَ. اور غیر متعدی: وہ فعل ہے جو اِس کے برخلاف ہو؛ جیسے: قَعَدَ . اور متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف ہوتا ہے؛ جیسے: ضَرَبَ. اور (کبھی) دو مفعولوں کی طرف؛ جیسے: أَعْطٰی اور عَلِمَ . اور (کبھی) تین مفعولوں کی طرف؛ جیسے: أَعْلَمَ، أَرٰی، أَنْبَأَ، نَبَّأَ، أَخْبَرَ، خَبَّرَ اور حَدَّثَ .

ہیں، فرماتے ہیں کہ اجوف کے مضارع مجہول میں، عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد، عین کلمہ کو الف سے بدل دیا جاتا ہے، جیسے: یُقَالُ اور یُبَاعُ، یُقَالُ اصل میں یُقْوَلُ تھا، واؤ متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن، لہٰذا واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد، واؤ کو الف سے بدل دیا، یُقَالُ ہوگیا۔ اور یُبَاعُ اصل میں یُبْیَعُ تھا، یاء متحرک ماقبل حرفِ صحیح ساکن، لہٰذا یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد، یاء کو الف سے بدل دیا، یُبَاعُ ہوگیا۔

قولہ: المتعدی وغیر الخ: یہاں سے مصنف فعل متعدی اور فعل لازم کو بیان فرما رہے ہیں:

فعل متعدی: وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق یعنی مفعول بہ پر موقوف ہو؛ جیسے: ضَرَبَ .

غیر متعدی (فعل لازم): وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق یعنی مفعول بہ پر موقوف نہ ہو؛ جیسے: قَعَدَ اور قَامَ . فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں:

۱- متعدی بیک مفعول: متعدی بیک مفعول: وہ فعل ہے جسے صرف ایک مفعول بہ کی ضرورت ہو؛ جیسے: ضرب زیدٌ عمرًا میں ضَرَبَ.

۲- ایسا متعدی بدو مفعول جس کے ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز ہو، مثلاً: أعطٰی، سَأَلَ، مَنَحَ، أَلْبَسَ وغیرہ؛ جیسے: أعطٰی زیدٌ عمرًا درهمًا، اس میں ایک مفعول پر اکتفا کر کے، أعطیتُ زیدًا یا أعطیتُ درهمًا کہنا بھی جائز ہے، ایسا ان افعال میں ہوتا ہے جن کا مفعول ثانی، مفعول اول کا غیر ہو؛ جیسا کہ مذکورہ مثال میں درهما، عمرًا کا غیر ہے۔

www.besturdubooks.net

وَهٰذِهِ مَفْعُولُهَا الْأَوَّلُ كَمَفْعُولِ "أَعْطَيْتُ"، وَالثَّانِي وَالثَّالِثُ كَمَفْعُولَي "عَلِمْتُ".

ترجمہ: اور اِن (یعنی أَعْلَمَ اوراس کے نظائر) کا پہلا مفعول "بابِ أَعْطَيْتُ" کے مفعول کی طرح ہے، اور دوسرا اور تیسرا مفعول "بابِ عَلِمْتُ" کے دومفعولوں کی طرح ہے۔

۳- ایسا متعدی بدو مفعول جس کے ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز نہ ہو؛ جیسے: **علمتُ زيدًا فاضلًا** اس میں ایک مفعول پر اکتفا کرکے، **علمتُ زيدًا**، یا **علمتُ فاضلًا** کہنا جائز نہیں، ایسا ان افعال میں ہوتا ہے جن کا مفعول ثانی، مفعول اول کا غیر نہ ہو؛ بلکہ دونوں ایک ذات پر دلالت کرتے ہوں؛ جیسا کہ مذکورہ مثال میں **فاضلا**، **زید** کا غیر نہیں ہے؛ بلکہ دونوں ایک ذات پر دلالت کرتے ہیں۔

۴- متعدی بسہ مفعول: متعدی بسہ مفعول: وہ فعل متعدی ہے جسے تین مفعولوں کی ضرورت ہو، یہاں مصنف نے ایسے کل سات افعال بیان کئے ہیں: **أَعْلَمَ، أَرٰى، أَنْبَأَ، نَبَّأَ، أَخْبَرَ، خَبَّرَ** اور **حَدَّثَ**. جیسے: **أَعْلَمَ اللّٰهُ زيدًا عَمْرًا فاضلًا**.

و هذه مفعولها الخ: یہاں سے مصنف متعدی بسہ مفعول کے مفاعیلِ ثلاثہ کا حکم بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ **أَعْلَمَ** اوراس کے نظائر کا مفعولِ اول، آخر کے دونوں مفعولوں کے ساتھ، ایک مفعول پر اکتفاء کے جائز ہونے کے سلسلہ میں، "بابِ **أَعْطَيْتُ**" کے دومفعولوں کی طرح ہے، یعنی جس طرح "بابِ **أَعْطَيْتُ**" کے ایک مفعول کو حذف کرکے، صرف ایک مفعول کے ذکر پر اکتفاء کرنا جائز ہے، اسی طرح اِن افعال کے بھی آخر کے دونوں مفعولوں کو حذف کرکے مفعولِ اول کے ذکر پر اکتفاء کرنا، یا مفعولِ اول کو حذف کرکے، آخر کے دونوں مفعولوں کے ذکر پر اکتفاء کرنا جائز ہے، مفعول اول کے ذکر پر اکتفاء کرنے کی مثال، جیسے **أعلم اللّٰه زيدًا**، آخر کے دونوں مفعول کے ذکر پر اکتفاء کرنے کی مثال؛ جیسے: **أعلم اللّٰهُ عمرًا فاضلًا**.

اور اِن افعال کا دوسرا اور تیسرا مفعول ایک مفعول پر اکتفاء کے جائز نہ ہونے کے سلسلے میں "بابِ **عَلِمْتُ**" کے دومفعولوں کی طرح ہے، یعنی جس طرح "بابِ **عَلِمْتُ**" کے ایک مفعول کو حذف کرکے، صرف ایک مفعول کے ذکر پر اکتفاء کرنا جائز نہیں، اِسی طرح اِن افعال کے دوسرے مفعول کو حذف کرکے، تیسرے مفعول کے ذکر پر اکتفاء کرنا، یا تیسرے مفعول کو حذف کرکے دوسرے مفعول کے ذکر پر اکتفاء کرنا بھی جائز نہیں چناں چہ آپ دوسرے مفعول کو حذف کرکے "**أعلم اللّٰهُ زيدًا فاضلًا**"، یا تیسرے مفعول کو حذف کرکے "**أعلم اللّٰهُ زيدًا عمرًا**" نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ آپ "**أعلم اللّٰهُ زيدًا عمرًا فاضلًا**" کہیں گے۔

www.besturdubooks.net

أَفْعَالُ الْقُلُوبِ : ظَنَنْتُ، وَحَسِبْتُ، وَخِلْتُ، وَزَعَمْتُ، وَعَلِمْتُ، وَرَأَيْتُ وَوَجَدْتُّ . تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِبَيَانِ مَا هِيَ عَنْهُ، فَتَنْصِبُ الْجُزْئَيْنِ .
وَمِنْ خَصَائِصِهَا: أَنَّهُ إِذَا ذُكِرَ أَحَدُهُمَا، ذُكِرَ الْآخَرُ، بِخِلَافِ 'بَابِ أَعْطَيْتُ'.

ترجمہ : افعالِ قلوب: ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، خِلْتُ، زَعَمْتُ، عَلِمْتُ، رَأَيْتُ اور وَجَدْتُّ ہیں۔ یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اُس (یقین یا شک) کو بیان کرنے کے لیے جس سے وہ جملہ (پیدا ہوا) ہے، پس یہ (اُس جملے کے) دونوں جزؤں کو نصب دیتے ہیں۔
اور اِن کی خصوصیات میں سے: ایک یہ ہے کہ جب اُن دونوں مفعولوں میں سے ایک ذکر کیا جائے گا، تو دوسرا بھی ذکر کیا جائے گا، برخلاف ''بابِ أعْطَيْتُ'' کے۔

قوله: أفعال القلوب الخ: یہاں سے مصنف افعالِ قلوب کے احکام بیان فرمارہے ہیں:
افعال قلوب کی تعریف: افعال قلوب: وہ افعال ہیں جن کا تعلق دل سے ہو؛ یہ سات ہیں: عَلِمْتُ رَأَيْتُ، وَجَدْتُّ (یقین کے لئے) ظننتُ ، حسبتُ، خِلتُ (شک کے لئے) اور زَعمتُ (شک اور یقین دونوں کے لئے)۔
فائدہ: ان کو افعال قلوب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے صدور میں اعضائے ظاہرہ کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ ان کا صدور باطن یعنی دل سے ہوتا ہے۔
تدخل على الجملة الخ: یہاں سے مصنف افعالِ قلوب کے عمل کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: یہ افعال، جملہ اسمیہ یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں یہ بیان کرنے کے لیے کہ اس جملے کے ذریعہ خبر دینے کا منشا یقین یا شک ہے، اور یہ اُس جملے کے دونوں جزؤں: مبتدا اور خبر کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دیتے ہیں؛ جیسے: علمت زيدًا عالمًا، اس مثال میں ''علمت'' افعال قلوب میں سے ہے؛ اس لئے کہ اس کا تعلق دل سے ہے، یہ اپنے صدور میں اعضائے ظاہرہ کا محتاج نہیں ہوتا، اور اِس کو یہ بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہے کہ یہاں جو زید کے عالم ہونے کی خبر دی گئی ہے، اُس کا منشا یقین ہے، اور اس نے یہاں زید مبتدا اور عالما خبر پر داخل ہوکر، دونوں کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دیا ہے۔
ومن خصائصها أنه إذا الخ: یہاں سے مصنف افعال قلوب کی خصوصیات بیان فرمارہے ہیں، مصنف نے یہاں افعال قلوب کی چار خصوصیات بیان کی ہیں:
۱- افعالِ قلوب کے دونوں مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز نہیں؛ چناں چہ علمتُ زيدًا

www.besturdubooks.net

وَمِنهَا: جَوَازُ الْإِلْغَاءِ إِذَا تَوَسَّطَتْ أَوْ تَأَخَّرَتْ لِاسْتِقْلَالِ الْجُزْئَيْنِ كَلَامًا .
وَمِنهَا: أَنَّهَا تُعَلَّقُ قَبْلَ الْإِسْتِفْهَامِ، وَالنَّفْيِ وَاللَّامِ؛ مِثْلُ: عَلِمْتُ أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو؟

ترجمہ: اوراُن میں سے (دوسری خصوصیت) الغاء کا جائز ہونا ہے جب کہ افعالِ قلوب درمیان میں واقع ہوں یا مؤخر ہوں؛ دونوں جزؤں کے مستقل کلام ہونے کی وجہ سے۔
اوراُن میں سے (تیسری خصوصیت) یہ ہے کہ اُن کو معلق کردیا جاتا ہے استفہام، نفی اور لامِ ابتداء سے پہلے؛ جیسے: عَلِمْتُ أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو؟ (میں نے یقین کرلیا کہ تیرے پاس یا تو زید ہے یا عمرو؟)۔

یا علمتُ عالمًا نہیں کہہ سکتے، برخلاف باب أعطیت کے، کہ اس کے دونوں مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز ہے؛ چناں چہ أعطیتُ زیدًا، یا أعطیتُ درهمًا کہہ سکتے ہیں۔ البتہ اگر افعال قلوب کے دونوں مفعولوں کے، یا ایک مفعول کے حذف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہو، اور افعال قلوب کے مفعول کو حذف کرنے سے معنی میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو، تو وہاں افعال قلوب کے دونوں، یا کسی ایک مفعول کو حذف کرنا جائز ہے۔ [دیکھئے: النحو الوافی ۲/۵۳، اور دراریۃ النحوص ۲۳۰]

۲- اگر افعالِ قلوب مبتدا اور خبر کے درمیان یا اُن دونوں کے بعد واقع ہوں، تو اس صورت میں افعال قلوب کو ملغی کرنا یعنی اُن کے عمل کو لفظاً اور معنیً دونوں اعتبار سے باطل کرنا جائز ہے؛ اس لیے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعول اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اُن کو مبتدا اور خبر بنا کر مستقل کلام قرار دیا جائے؛ لہٰذا مذکورہ دونوں صورتوں میں افعالِ قلوب کو ملغی کر کے، اُن کے دونوں مفعولوں کو مبتدا خبر بنا کر مستقل جملہ قرار دینا جائز ہے، اول کی مثال؛ جیسے: زیدٌ ظننتُ قائمٌ . ثانی کی مثال؛ جیسے: زیدٌ قائمٌ ظننتُ . چوں کہ پہلی مثال میں "ظننتُ" درمیان میں اور دوسری مثال میں "ظننت" آخر میں واقع ہے، اس لئے جائز ہے کہ یہاں "ظننت" کو لفظاً اور معنیً کسی بھی اعتبار سے عمل نہ دلایا جائے؛ بلکہ ترکیب میں "زید قائم" کو ایک مستقل جملہ اور "ظننت" کو الگ جملہ قرار دیا جائے۔ واضح رہے کہ افعالِ قلوب کو ملغی کرنے کی صورت میں افعالِ قلوب معنی کے اعتبار سے ظرف ہوں گے، چناں چہ زیدٌ قائمٌ ظننتُ: زیدٌ قائمٌ فی ظنّی کے معنی میں ہے۔

۳- اگر افعالِ قلوب: استفہام، یا نفی، یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں تو یہ عمل کے اعتبار سے معلق ہوجاتے ہیں، یعنی ان تینوں صورتوں میں یہ اپنے مابعد میں معنیً تو عمل کرتے ہیں اس طور پر کہ وہ ترکیب میں ان کا مفعول بہ ہوتا ہے؛ لیکن لفظاً کوئی عمل نہیں کرتے، استفہام سے پہلے واقع ہونے کی مثال؛ جیسے: علمتُ

www.besturdubooks.net

وَمِنْهَا: أَنَّهَا يَجُوْزُ أَنْ يَّكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ؛ مِثْلُ: عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا.

وَلِبَعْضِهَا مَعْنًى آخَرُ يَتَعَدّٰى بِهٖ إِلٰى وَاحِدٍ، فَظَنَنْتُ بِمَعْنٰى "اِتَّهَمْتُ"، وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰى "عَرَفْتُ"، وَرَأَيْتُ بِمَعْنٰى "أَبْصَرْتُ" وَوَجَدْتُّ بِمَعْنٰى "أَصَبْتُ".

ترجمہ: اور اُن میں سے (چوتھی خصوصیت) یہ ہے کہ جائز ہے کہ اِن کا فاعل اور مفعول کسی ایک چیز کی دو ضمیریں ہوں؛ جیسے: عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا یقین کیا)۔

اور اِن میں سے بعض افعال کے ایک دوسرے معنی ہیں جس کی وجہ سے یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں، چناں چہ ظَنَنْتُ: "اِتَّهَمْتُ" کے، عَلِمْتُ: "عَرَفْتُ" کے، رَأَيْتُ: "أَبْصَرْتُ" کے اور وَجَدْتُّ: "أَصَبْتُ" کے معنی میں آتے ہیں۔

أزيدٌ عندک أم عمرٌو؟ (میں نے جان لیا کہ تیرے پاس یا تو زید ہے یا عمرو)، نفی سے پہلے واقع ہونے کی مثال؛ جیسے: علمتُ ما زيدٌ في الدارِ (میں نے جان لیا کہ زید گھر میں نہیں ہے)، لام ابتداء سے پہلے واقع ہونے کی مثال؛ جیسے: علمت لزيدٌ منطلقٌ (میں نے جان لیا کہ یقیناً زید چلنے والا ہے)۔

فائدہ: استفہام، نفی اور لام ابتداء سے پہلے واقع ہونے کی صورت میں، افعال قلوب کے لفظاً عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ: استفہام، نفی اور لام ابتداء تینوں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں؛ لہٰذا اگر یہاں افعال قلوب کو لفظاً مابعد کا عامل بنایا جائے گا تو ان کی صدارت باطل ہو جائے گی۔

۴- افعالِ قلوب میں یہ جائز ہے کہ اگر اُن کا فاعل اور مفعول دونوں کسی ایک چیز کی ضمیر متصل ہوں، تو اُن کے فاعل اور مفعول کے درمیان "نفس" یا "عین" کے ذریعہ فصل نہ کیا جائے؛ جیسے: علمتُني منطلقًا (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا یقین کیا)، اور ظننتَک فاضلًا (تو نے اپنے آپ کو فاضل گمان کیا)، یہاں پہلی مثال میں، "عَلِمَ" کا فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیر متصل ہیں، اور دوسری مثال میں "ظَنَّ" کا فاعل اور مفعول دونوں مخاطب کی ضمیر متصل ہیں، اور دونوں مثالوں میں فاعل اور مفعول کے درمیان "نفس" اور "عین" کے ذریعہ فصل نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر افعال قلوب کے علاوہ دیگر افعال کے فاعل اور مفعول دونوں کسی ایک چیز کی ضمیر متصل ہوں، تو اُن کے فاعل اور مفعول کے درمیان "نفس" یا "عین" کے ذریعہ فصل کرنا واجب ہے؛ چناں چہ اِتَّقَيْکَ نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ اتقِّ نفسَک کہیں گے۔

و لبعضها معنى الخ: یہاں سے مصنف افعال قلوب کا ایک خاص حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے

www.besturdubooks.net

الْأَفْعَالُ النَّاقِصَةُ : مَا وُضِعَ لِتَقْرِيرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ . وَهِيَ : كَانَ، وَ صَارَ، وَأَصْبَحَ، وَأَمْسٰى، وَأَضْحٰى، وَظَلَّ، وَبَاتَ، وَآضَ، وَعَادَ، وَغَدَا، وَرَاحَ، وَمَا زَالَ، وَ مَا انْفَکَّ، وَمَا فَتِيَ، وَمَا بَرِحَ، وَمَا دَامَ وَلَيْسَ . وَ قَدْ جَاءَ: مَا جَاءَ تْ حَاجَتَکَ، وَ قَعَدَتْ كَأَنَّهَا حَرْبَةٌ .

ترجمہ : افعالِ ناقصہ: وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی (مخصوص) صفت پر ثابت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔اوروہ: كَانَ، صَارَ، أَصْبَحَ، أَمْسٰى، أَضْحٰى، ظَلَّ، بَاتَ، آضَ، عَادَ، غَدَا، رَاحَ، مَا زَالَ، مَا انْفَکَّ، مَا فَتِيَ، مَا بَرِحَ، مَا دَامَ اور لَيْسَ ہیں۔اورآیا ہے: مَا جَاءَ تْ حَاجَتَکَ (وہ ناتجربہ کاری تمہاری ضرورت نہیں ہوئی) اور قَعَدَتْ كَأَنَّهَا حَرْبَةٌ (وہ چھری ایسی ہوگئی کہ گویا کہ وہ چھوٹا نیزہ ہے)۔

ہیں کہ مذکورہ بالا تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ یہ افعال اپنے اصلی معنی میں ہوں، اوراگر یہ افعال اپنے اصلی معنی میں نہ ہوں؛ بلکہ کسی ایسے فعل کے معنی میں مستعمل ہوں جس کا دل سے تعلق نہیں ہوتا؛ جیسے: ظننتُ: کبھی اتهمتُ کے معنی میں، علمتُ: عرفتُ کے معنی میں، رأیت: أبصرتُ کے معنی میں، وجدتُ: أصبتُ کے معنی میں، حسبتُ: صرتُ ذاحسبٍ کے معنی میں، خلتُ سرت ذا خالٍ کے معنی میں اور زعمتُ: کفلتُ بہٖ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، تو اس صورت میں یہ افعال صرف ایک مفعول بہ کی طرف متعدی ہوتے ہیں؛ کیوں کہ اس وقت یہ افعالِ قلوب نہیں ہوتے؛ اس لئے کہ اس صورت میں ان کے معانی کا تعلق اعضائے ظاہرہ سے ہوتا ہے، دل سے نہیں ہوتا۔

قوله: الأفعال الناقصة الخ: یہاں سے مصنف افعال ناقصہ کو بیان فرمارہے ہیں:

افعالِ ناقصہ کی تعریف: افعال ناقصہ: وہ افعال ہیں جو اپنی صفت کے علاوہ فاعل کو مخصوص صفت کے ساتھ ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: کان زیدٌ قائمًا (زید کھڑا ہے)، اس مثال میں ''کان'' نے اپنی صفت مصدر کون کے علاوہ، فاعل زید کو صفت قیام کے ساتھ ثابت کردیا ہے؛ یہ سترہ ہیں: كَانَ، صَارَ أَصْبَحَ، أَمْسٰى، أَضْحٰى، ظَلَّ، بَاتَ، آضَ، عَادَ، غَدَا، رَاحَ، مَا زَالَ، مَا انْفَکَّ، مَا فَتِيَ، مَا بَرِحَ، مَا دَامَ اور لَيْسَ۔

وقد جاء ما جاء ت الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی ''جاء'' اور ''قَعَدَ'' بھی فعل ناقص ہوتے ہیں، اس وقت ''جاء'' كَانَ کے معنی میں اور ''قعد'' صَارَ کے معنی میں ہوتا ہے؛ جیسے: مَا جَاءَ تْ حَاجَتَکَ، أرْهف شفرتَهٗ حتّٰى قَعَدَتْ كَأَنَّهَا حَرْبَةٌ، پہلی مثال میں ''جاء تْ'' کانت کے

www.besturdubooks.net

تَدۡخُلُ عَلَی الۡجُمۡلَةِ الۡاِسۡمِیَّةِ لِإِعۡطَاءِ الۡخَبَرِ حُکۡمَ مَعۡنَاهَا، فَتَرۡفَعُ الۡأَوَّلَ وَتَنۡصِبُ الثَّانِيَ؛ مِثۡلُ: کَانَ زَیۡدٌ قَائِمًا .

ترجمہ : یہ (افعال ناقصہ) داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر خبر کو اپنے معنی کے حکم کا فائدہ دینے کے لیے، پس پہلے جز کو رفع دیتے ہیں اور دوسرے جز کو نصب دیتے ہیں؛ جیسے: کَانَ زَیۡدٌ قَائِمًا .

معنی میں فعل ناقص ہے، ھی ضمیر مستتر اس کا اسم اور حاجتک اس کی خبر ہے، اور مَا کے بارے میں دو احتمال ہیں، یہ نافیہ بھی ہوسکتا ہے، اور استفہامیہ بھی۔ اور دوسری مثال میں "قَعَدَتۡ" صارت کے معنی میں فعل ناقص ہے، ھی ضمیر مستتر اس کا اسم اور کأنھا حربةٌ جملہ اُس کی خبر ہے۔

فائدہ: "جاء" اور "قعد" ہر جگہ فعل ناقص ہوتے ہیں یا خاص مواقع میں؟ اس میں اختلاف ہے، اندلسی کی رائے یہ ہے کہ یہ ہر جگہ فعل ناقص نہیں ہوتے؛ بلکہ صرف اُن مواقع میں فعل ناقص ہوتے ہیں، جہاں اہل عرب نے ان کو فعل ناقص کے طور پر استعمال کیا ہے، جب کہ امام فراء کی رائے یہ ہے کہ ان کا فعل ناقص ہونا اہل عرب کے استعمال پر منحصر نہیں؛ بلکہ جہاں چاہیں ان کو فعل ناقص کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں، خواہ اُس جگہ اہل عرب نے ان کو استعمال کیا ہو یا استعمال نہ کیا ہو۔ [دیکھئے: (شرح جامی ص: ۳۴۸)]

فائدہ: کچھ افعال اور ہیں جو اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، وہ یہ ہیں: رَجَعَ، اِسۡتَحَالَ، حَارَ، اِرۡتَدَّ، تَحَوَّلَ، یہ تمام افعال معنی اور عمل میں "صَارَ" فعلِ ناقص کے مانند ہیں۔ [دیکھئے: (النحو الوافی ۱/۴۹۸-۴۹۹)]

تدخل علی الجملة الاسمیة الخ: یہاں سے مصنف افعال ناقصہ کا عمل بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، تاکہ خبر کو یعنی جملہ اسمیہ میں خبر کی جو نسبت مبتدا کی طرف ہو رہی ہے، اُس کو اپنے معنی کے حکم کا فائدہ دیں، یہ جملہ اسمیہ کے پہلے جز کو رفع دیتے ہیں اور اس کو اِن کا اسم کہا جاتا ہے، اور دوسرے جز کو نصب دیتے ہیں، اس کو اِن کی خبر کہا جاتا ہے؛ جیسے: کان زیدٌ قائمًا، اس مثال میں قیام کی نسبت جو زید کی طرف ہو رہی ہے "کان" نے اس میں اپنے معنی یعنی زمانۂ گذشتہ میں انقطاع کے ساتھ فاعل کے لئے خبر کے ثبوت کا فائدہ دیا ہے، "زیدٌ قائمٌ" میں صرف اتنی بات تھی کہ زید کھڑا ہے، رہی یہ بات کہ زید زمانۂ گذشتہ میں کھڑا ہوا ہے یا زمانۂ حال میں، اس سے متعلق اس میں کوئی بات نہیں تھی، "کان" نے آ کر بتا دیا کہ زید زمانۂ گذشتہ میں کھڑا ہوا ہے، زمانۂ حال میں نہیں۔ اور جیسے: صار زیدٌ غنیًّا (زید مال دار ہوگیا)، اس مثال میں مال دار ہونے کی جو نسبت زید کی طرف ہو رہی ہے، "صار" نے آ کر اس میں اپنے

www.besturdubooks.net

فَـ "کَـانَ": تَـکُـوْنُ نَـاقِصَةً لِثُبُوْتِ خَبرِهَا مَاضِيًا دَائِمًا أَوْ مُنْقَطِعًا، وَبِمَعْنٰى "صَارَ"، وَيَكُوْنُ فِيْهَا ضَمِيْرُ الشَّانِ، وَتَكُوْنُ تَامَّةً بِمَعْنٰى ثَبَتَ، وَزَائِدَةً .

ترجمہ: پس "کَان" ناقصہ ہوتا ہے زمانۂ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے (کو بتانے) کے لیے دوام یا انقطاع کے ساتھ، اور "صَـارَ" کے معنی میں ہوتا ہے، اور اُس میں ضمیر شان ہوتی ہے، اور تامہ ہوتا ہے "ثَبَتَ" کے معنی میں، اور زائدہ ہوتا ہے۔

معنی یعنی انتقال کا فائدہ دیا ہے، "زیـد غـنـيٌّ" میں صرف اتنی بات تھی کہ زید مال دار ہے، رہی یہ بات کہ مال داری اس کی طرف منتقل ہوئی ہے یا پہلے سے تھی، اس سے متعلق اس میں کوئی بات نہیں تھی، "صـار" نے آ کر بتا دیا کہ زید پہلے مال دار نہیں تھا؛ بلکہ اب مال داری اس کی طرف منتقل ہوئی ہے۔

فـ "کـان" تکون ناقصة الخ: یہاں سے مصنف "کان" کی اقسام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "کَان" کی تین قسمیں ہیں: (۱) کانَ ناقصہ (۲) کانَ تامہ (۳) کانَ زائدہ۔

۱- **کـان ناقصہ**: وہ کـان ہے جو زمانۂ گذشتہ میں اپنے اسم کے لئے خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرے۔ کان ناقصہ چار طرح کا ہوتا ہے:

(الف) **دائمہ**: دائمہ: وہ کـان ناقصہ ہے جو یہ بتائے کہ زمانۂ گذشتہ میں خبر اسم کے لئے ثابت تھی، اور اب تک ثابت ہے؛ جیسے: ﴿كَـانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ (اللہ تعالیٰ جاننے والے اور حکمت والے ہیں)، اس مثال میں کـان، ناقصہ دائمہ ہے؛ اس لئے کہ وہ اس بات کو بتلا رہا ہے کہ اُس کے اسم اللہ کے لئے علم اور حکمت زمانۂ گذشتہ میں ثابت تھے اور اب تک ثابت ہیں۔

(ب) **منقطعه**: منقطعہ: وہ کان ناقصہ ہے جو یہ بتلائے کہ خبر اسم کے لئے زمانۂ گذشتہ میں ثابت تھی لیکن اب ثابت نہیں رہی؛ جیسے: کـان زيدٌ شابًّا (زید جوان تھا)، اس مثال میں کان، ناقصہ منقطعہ ہے؛ اس لئے کہ وہ اس بات کو بتا رہا ہے کہ اسم زید کے لئے جوان ہونا زمانۂ گذشتہ میں ثابت تھا، اب ثابت نہیں ہے۔

(ج) کبھی "کَـــان" ناقصہ "صَــارَ" کے معنی میں ہوتا ہے، یعنی اپنے اسم کی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف، یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف تبدیلی کو بتانے کے لئے آتا ہے؛ جیسے: ﴿وَ كَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ﴾ یہاں "کَانَ" صَارَ کے معنی میں ہے۔

(د) کبھی "کَـانَ" ناقصہ میں ضمیر شان مستتر ہوتی ہے جو اُس کا اسم ہوتی ہے، اور اُس کے بعد آنے والا جملہ جو اُس ضمیر کی تفسیر کرتا ہے، اُس کی خبر ہوتا ہے؛ جیسے: كانَ حامدٌ ذاكرٌ (شان یہ ہے کہ حامد ذکر کر رہا تھا)

www.besturdubooks.net

وَ صَارَ لِلاِنْتِقَالِ . وَأَصْبَحَ، وَأَمْسٰی وَأَضْحٰی: لِاقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِأَوْقَاتِهَا، وَبِمَعْنٰی "صَارَ"، وَتَكُوْنُ تَامَّةً .

ترجمہ: اور "صَارَ" انتقال کے لیے آتا ہے۔اور "أَصْبَحَ"، "أَمْسٰی" اور "أَضْحٰی": مضمونِ جملہ کے اِن کے اوقات کے ساتھ ملنے (کو بتانے) کے لیے آتے ہیں،اور "صَارَ" کے معنی میں ہوتے ہیں، اورتامہ ہوتے ہیں۔

یہاں "کانَ" میں "ھو"، ضمیرشان مستتر اُس کا اسم ہے،اور **حامدٌ ذاکرٌ** جملہ اسمیہ جواس ضمیر کی تفسیر کررہا ہے،"کان" کی خبر ہے۔

۲- کان تامہ: وہ کان ہے جوصرف فاعل پر پورا ہوجائے، فاعل کی صفت یعنی خبر کا محتاج نہ ہو، کان تامہ: ثَبَتَ یاحَصَلَ فعل کے معنی میں ہوتا ہے؛ جیسے: **کان القتالُ**، یہ **حصل القتالُ** کے معنی میں ہے (جنگ ہوئی)، یہاں کان تامّہ ہے؛اس لئے کہ وہ صرف فاعل یعنی قتال پر پورا ہوگیا ہے،خبر کا محتاج نہیں ہے۔

۳- کان زائدہ: وہ کان ہے جس کو حذف کردینے سے جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہ آئے، جیسے شاعر کا شعر ہے،شعر: **جِیَادُ بَنِیْ أبی بَکْرٍ تَسَامٰی ☆☆ علٰی کانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ**

(بنوابوبکر کے عمدہ گھوڑے مقابلہ میں،عرب کے نشان زدہ گھوڑوں پر فوقیت لے گئے ہیں)

اس شعر میں "کان" زائدہ ہے؛اس لئے کہ اگر اس کو یہاں سے حذف کردیا جائے تو معنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

وصار للانتقال: یہاں سے مصنف "صار" کے معنی بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ "صار": انتقال کے لئے آتا ہے،یعنی اپنے اسم کی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف، یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف تبدیلی کو بتلانے کے لئے آتا ہے؛ جیسے: **صار زیدٌ غنیًّا**، اس مثال میں "صار" نے اس بات کو بتایا ہے کہ زید ایک حالت یعنی فقر سے،دوسری حالت یعنی مال داری کی طرف منتقل ہوگیا۔

وأصبح، وأمسٰی وأضحٰی الخ: یہاں سے مصنف **أصبح، أمسٰی** اور **أضحٰی** کے معانی بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ یہ تینوں تین معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں:

(۱) اس بات کو بتلانے کے لئے کہ مضمون جملہ،اِن کے اوقات یعنی صبح،شام اور چاشت کے وقت سے ملا ہوا ہے؛ جیسے: **أصبح زیدٌ ذاکرًا**، یہ **کان زیدٌ ذاکرًا فی وقتِ الصبحِ** کے معنی میں ہے (زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا ہوا)، **أمسٰی زیدٌ مسرورًا**، یہ **کان زیدٌ مسرورًا فی وقتِ المساءِ** کے معنی

www.besturdubooks.net

وَ ظَلَّ وَ بَاتَ: لِاقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا، وَبِمَعْنٰى "صَارَ". وَمَا زَالَ وَمَا بَرِحَ، وَمَا فَتِيَ وَمَا انْفَكَّ: لِاسْتِمْرَارِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبِلَهٗ، وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ .

ترجمه: اور "ظَلَّ" اور "بَاتَ": مضمونِ جملہ کے ان دونوں کے وقتوں کے ساتھ ملنے (کو بتانے) کے لیے آتے ہیں، اور "صَارَ" کے معنی میں ہوتے ہیں۔ اور "مَا زَالَ"، "مَا بَرِحَ"، مَا فَتِيَ" اور "مَا انْفَكَّ": اپنے فاعل کے لیے خبر (کے ثبوت) کی ہمیشگی (کو بتانے) کے لیے آتے ہیں جس وقت سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے، اور اِن کے لیے نفی لازم ہوتی ہے۔

میں ہے (زید شام کے وقت خوش ہوا)، أضحٰی زیدٌ کاتبًا، یہ کان زید کاتبًا فی وقت الضحٰی کے معنی میں ہے (زید چاشت کے وقت لکھنے والا ہوا)۔

(۲) "صار" کے معنی میں، یعنی انتقال کے لئے، اس صورت میں اِن کے اندر وقت کے معنی نہیں ہوں گے؛ جیسے: أصبح زیدٌ غنیًّا، یہ صار زیدٌ غنیًّا کے معنی میں ہے (زید مال دار ہوگیا)۔

(۳) یہ تینوں تامہ ہوتے ہیں، اس وقت أصبح: دخل فی الصباح کے، أمسٰی دخل فی المساء کے اور أضحٰی: دخل فی الضحٰی کے معنی میں ہوگا؛ جیسے: أصبح زیدٌ، یہ دخل زیدٌ فی الصباح کے معنی میں ہے (زید صبح کے وقت میں داخل ہوگیا)۔

وظلَّ وبات الخ: یہاں سے مصنف "ظلَّ" اور "بات" کے معانی بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: "ظلَّ" اور "بات": دو معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں:

(۱) اس بات کو بتلانے کے لئے کہ مضمون جملہ ان کے اوقات یعنی دن اور رات کے ساتھ ملا ہوا ہے؛ جیسے: ظلَّ زیدٌ کاتبًا، یہ کان زید کاتبًا فی وقت النهار کے معنی میں ہے (زید دن کے وقت لکھنے والا ہوا)، بات زیدٌ نائمًا، یہ کان زید نائمًا فی وقت اللیل کے معنی میں ہے (زید رات کے وقت سونے والا ہوا)۔

(۲) "صار" کے معنی میں یعنی انتقال کے لئے، اس صورت میں ان کے اندر وقت کے معنی نہیں ہوں گے؛ جیسے: ظلَّ زیدٌ غنیًّا، یہ صار زید غنیًّا کے معنی میں ہے (زید مال دار ہوگیا)۔

فائدہ: أصبح، أمسٰی، أضحٰی کی طرح کبھی "ظلَّ" اور "بات" بھی تامہ ہوتے ہیں: جیسے: بِتُّ مَبِيْتًا حَسَنًا (میں نے اچھی رات گذاری)؛ لیکن چوں کہ ان کا تامہ ہونا قلیل ہے، اس لئے اِس کو مصنف نے بیان نہیں کیا۔

ومازال وما برح الخ: یہاں سے مصنف مَازَالَ، مَا بَرِحَ، مَا فَتِيَ اور مَا انْفَكَّ کے معنی بیان

www.besturdubooks.net

وَ مَا دَامَ: لِتَوْقِيْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا؛ وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ إِلٰى كَلَامٍ لِأَنَّهُ ظَرْفٌ .

ترجمہ: اور ''مَا دَامَ'': اپنے فاعل کے لیے خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ کسی کام کا وقت متعین کرنے کے لیے آتا ہے؛ اور اسی وجہ سے وہ کسی کلام کا محتاج ہوتا ہے؛ اس لیے کہ وہ ظرف ہے۔

فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ چاروں: اس بات کو بتلانے کے لئے آتے ہیں کہ جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے، اس وقت سے خبر فاعل کے لئے بطور دوام ثابت ہے، ان کے لئے ہمیشہ حرف نفی لازم ہوتا ہے، یعنی ان سے پہلے لازمی طور پر حرف نفی آتا ہے، یا تو لفظاً؛ جیسے: **مازال زيد أميرًا** (زید ہمیشہ حاکم رہا)، اس مثال میں ''**مازال**'' نے اس بات کو بتلایا ہے کہ جب سے فاعل زید نے حکومت کو قبول کیا تھا، اس وقت سے حکومت زید کے لئے بطور دوام ثابت ہے۔ یا تقدیراً؛ جیسے: ﴿**تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ**﴾ (خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کا ذکر کرتے رہیں گے)، اس مثال میں ''**تفتؤ**'' فعل ناقص ہے، اس سے پہلے ''**لا**'' حرف نفی مقدر ہے، اس کی اصل: ''**لا تفتؤ**'' ہے۔

ومادام لتوقيت الخ: یہاں سے مصنف ''**مادام**'' کے معنی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''**مادام**'': فاعل کے لئے خبر کے ثابت ہونے کی مدت تک، کسی کام کا وقت متعین کرنے کے لئے آتا ہے، اس کے شروع میں ''ما مصدریہ'' ہوتا ہے، جو اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے، اور اس سے پہلے ''وقت'' یا ''مدت'' وغیرہ مضاف محذوف ہوتا ہے؛ جیسے: **أقومُ مادامَ الأميرُ جالسًا** (میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھے رہیں گے)، اس مثال میں ''**مادام**''، فاعل امیر کے بیٹھنے کی مدت تک، ایک کام یعنی کھڑا ہونے کا وقت متعین کرنے کے لئے آیا ہے۔

چوں کہ ''**مَا دامَ**'' فاعل کے لیے خبر کے ثابت ہونے کی مدت تک، کسی کام کا وقت متعین کرنے کے لیے آتا ہے، اس لیے اِس کو استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُس سے پہلے کوئی مستقل کلام ہو، جس کا وقت متعین کیا گیا ہو، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ''**ما دام**'' اپنے اسم اور خبر سے ملنے کے بعد، مصدر کی تاویل میں ہوکر، ''وقت'' یا ''مدت'' مضاف محذوف کا مضاف الیہ ہونے کے بعد مفعول فیہ ہوتا ہے، اور مفعول فیہ فضلہ (زائد) ہونے کی وجہ سے مستقل نہیں ہوتا؛ بلکہ اُس سے پہلے اُس کے کسی عامل کا ہونا ضروری ہے، اس لیے ''**ما دام**'' سے پہلے کسی مستقل کلام کا ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ اُس سے مل کر پورا فائدہ دے سکے، جیسے مذکورہ مثال میں اُس سے پہلے ''**أقوم**'' ایک مستقل کلام ہے، جس کا وہ مفعول فیہ ہے۔

www.besturdubooks.net

وَلَيْسَ: لِنَفْيِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ حَالًا، وَقِيْلَ: مُطْلَقًا .

وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ أَخْبَارِهَا كُلِّهَا عَلٰى أَسْمَائِهَا . وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْمِهَا عَلَيْهَا عَلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: قِسْمٌ يَجُوْزُ، وَهُوَ مِنْ "كَانَ" إِلٰى "رَاحَ" . وَقِسْمٌ لَا يَجُوْزُ، وَهُوَ مَا فِيْ أَوَّلِهٖ "مَا"، خِلَافًا لِابْنِ كَيْسَانَ فِيْ غَيْرِ "مَا دَامَ" . وَقِسْمٌ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ، وَهُوَ "لَيْسَ" .

ترجمہ: اور "لَيْسَ"، مضمونِ جملہ کی نفی کرنے کے لیے آتا ہے زمانۂ حال میں، اور کہا گیا ہے کہ: مطلقاً (یعنی ہر زمانے میں)۔

اور جائز ہے تمام افعالِ ناقصہ کی خبروں کو اُن کے اسماء پر مقدم کرنا۔ اور خود اُن پر اُن کی خبروں کو مقدم کرنے کے سلسلے میں اُن کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم (میں یہ) جائز ہے، اور وہ "كَانَ" سے "رَاحَ" تک ہیں۔ اور ایک قسم (میں) جائز نہیں ہے، اور وہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں "مَا" ہے، برخلاف ابن کیسان کے "مَا دَامَ" کے علاوہ میں۔ اور ایک قسم مختلف فیہ ہے، اور وہ "لَيْسَ" ہے۔

وليس لنفي الخ: یہاں سے مصنف "لیسَ" کے معنی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "لیسَ" زمانۂ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے؛ جیسے: **ليس زيدٌ قائمًا** (زید اِس وقت کھڑا نہیں ہے)۔ اور بعض نحویین کہتے ہیں کہ "لیس" مطلقاً مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے، خواہ یہ نفی زمانۂ ماضی میں ہو، یا زمانۂ حال میں یا زمانۂ مستقبل میں، حال کی مثال پیچھے گذر چکی ہے۔

ماضی کی مثال؛ جیسے: **ليسَ خلق اللّٰهُ مثلَه** (اللہ نے اپنے جیسا کوئی پیدا نہیں کیا)۔

مستقبل کی مثال؛ جیسے: ﴿**ألا يوم يأتيهم ليسَ مصروفًا عنهم**﴾ (خبردار! جس دن وہ یعنی عذاب ان کے پاس آ جائے گا، تو وہ ان سے ہٹایا نہیں جائے گا)۔

تنبیہ: صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، اگر "لیس" کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہ ہو تو وہ زمانۂ حال پر محمول ہوگا، اور اگر کسی زمانے: مثلاً ماضی یا مستقبل کے ساتھ مقید ہو تو اس صورت میں اسی زمانہ پر محمول ہوگا جس کے ساتھ وہ مقید ہے۔

فائدہ: "لَيْسَ" اصل میں: لَيِسَ بروزن سَمِعَ تھا، تخفیفاً یاء کو ساکن کر دیا، لَيْسَ ہو گیا۔ اس سے ماضی کے علاوہ کوئی دوسرا فعل نہیں آتا۔

ويجوز تقديم أخبارها الخ: یہاں سے مصنف افعالِ ناقصہ کی تقدیم وتاخیر کے تعلق سے اُن کا حکم بیان فرما رہے ہیں: فرماتے ہیں کہ تمام افعالِ ناقصہ کی خبروں کو اُن کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے؛ جیسے: **كان**

www.besturdubooks.net

قائمًا زیدٌ، یہاں ''کان'' کی خبر قائمًا کو اُس کے اسم زید پر مقدم کیا گیا ہے۔

اور خود افعالِ ناقصہ پر اُن کی خبروں کو مقدم کرنے کے حوالے سے افعالِ ناقصہ کی تین قسمیں ہیں:

۱- کچھ افعالِ ناقصہ ایسے ہیں جن پر اُن کی خبروں کو مقدم کرنا جائز ہے؛ ایسے گیارہ افعال ہیں، اور وہ یہ ہیں: کَانَ، صَارَ، أَصبَحَ، أَمسٰی، أَضحٰی، ظَلَّ، بَاتَ، آضَ، عَادَ، غَدَا، رَاحَ ؛ جیسے: قائمًا کان زیدٌ ، یہاں قائمًا خبر کو خود ''کان'' فعل ناقص پر مقدم کیا گیا ہے۔

۲- کچھ افعالِ ناقصہ ایسے ہیں جن پر اُن کی خبروں کو مقدم کرنا جائز نہیں، اور وہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں ''مَا'' ہے، یعنی: مَا زَالَ، ما بَرِحَ، ما فَتِیَ، مَا انفَکَّ، مَا دَام، چناں چہ قائمًا ما زال زیدٌ نہیں کہہ سکتے: اس لئے کہ ''مادام'' کے شروع میں ''ما مصدریہ'' ہے اور باقی میں ''ما نافیہ'' ہے، اور ''ما مصدریہ'' اور ''ما نافیہ'' دونوں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں، اگر اِن افعال کی خبروں کو خود ان افعال پر مقدم کیا گیا تو ان کی صدارت باطل ہوجائے گی، اور یہ جائز نہیں، اس لئے اِن کی خبروں کو خود اِن پر مقدم کرنا صحیح نہیں۔

البتہ اس میں ابن کیسان کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''مَا دامَ'' پر تو اُس کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ اس کے شروع میں ''ما مصدریہ'' ہے جو صدارتِ کلام کو چاہتا ہے، اگر اس کی خبر کو اُس پر مقدم کیا جائے گا، تو اس کی صدارت باطل ہوجائے گی، البتہ ''مَا دامَ'' کے علاوہ دیگر وہ افعال جن کے شروع میں ''مَا'' ہے، مثلاً: ''مَا زَالَ'' وغیرہ، اُن کی خبر کو اُن پر مقدم کرنا جائز ہے، چناں چہ اُن کے نزدیک قائمًا مازالَ زیدٌ کہہ سکتے ہیں؛ اس لیے کہ یہ افعال نفی پر دلالت کرتے ہیں، جب اِن پر ''ما نافیہ'' داخل ہوگا، تو یہ ''کَانَ'' کی طرح اثبات کا فائدہ دیں گے؛ لہٰذا جس طرح ''کانَ'' کی خبر کو ''کانَ'' پر مقدم کرنا جائز ہے، اسی طرح اِن کی خبر کو بھی خود اِن پر مقدم کرنا جائز ہوگا۔ (۱)

۳- بعض افعال ناقصہ ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں اختلاف ہے، اس طرح کا فعل ناقص صرف ''لیسَ'' ہے، بعض نحویوں کے نزدیک ''لیسَ'' کی خبر کو اُس پر مقدم کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ اُس کے شروع میں کوئی اس طرح کا حرف نہیں ہے جو صدارتِ کلام کو چاہتا ہو، لہٰذا یہ ''صار'' کے مانند ہے، پس جس طرح ''صار'' کی خبر کو اُس پر مقدم کرنا جائز ہے، اسی طرح ''لیسَ'' کی خبر کو بھی ''لیسَ'' پر مقدم کرنا جائز ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک ''لیس'' کی خبر کو اُس پر مقدم کرنا جائز نہیں، چناں چہ قائمًا لیسَ زیدٌ نہیں کہہ سکتے: اس لئے کہ ''لیسَ'' نفی کے لئے آتا ہے اور نفی صدارتِ کلام کو چاہتی ہے، اگر ''لیس'' کی خبر کو اُس پر مقدم کیا جائے گا، تو اس کی صدارت باطل ہوجائے گی، اس لئے ''لیس'' کی خبر کو اُس پر مقدم کرنا درست نہیں۔

---

(۱) دیکھئے: شرح جامی (ص:۳۵۴)

www.besturdubooks.net

أَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ: مَا وُضِعَ لِدُنُوِّ الْخَبَرِ رَجَاءً، أَوْ حُصُوْلًا، أَوْ أَخْذًا فِيْهِ . فَالْأَوَّلُ: عَسٰى، وَهُوَ غَيْرُ مُتَصَرِّفٍ؛ تَقُوْلُ: عَسٰى زَيْدٌ أَنْ يَّخْرُجَ، وَعَسٰى أَنْ يَّخْرُجَ زَيْدٌ . وَقَدْ يُحْذَفُ "أَنْ" .

ترجمہ : افعالِ مقاربہ: وہ افعال ہیں جو امید یا حصول یا شروع کرنے کے اعتبار سے خبر کے قریب ہونے (کو بتانے) کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔ پس پہلی قسم: عَسٰی ہے، اور وہ غیر متصرف ہے؛ آپ کہیں گے: عَسٰی زَیْدٌ أَنْ یَّخْرُجَ ، عَسٰی أَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ (امید ہے کہ زید نکلے)۔ اور کبھی "أَنْ" کو حذف کردیا جاتا ہے۔

قوله: أفعال المقاربة الخ: یہاں سے مصنف افعال مقاربہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

فائدہ: افعال مقاربہ بعض کے نزدیک افعال ناقصہ ہی میں داخل ہیں؛ لیکن چوں کہ ان کے مخصوص احکام ہیں، اس لئے ان کو مصنف نے الگ سے بیان کیا ہے۔

افعال مقاربہ کی تعریف: افعال مقاربہ: وہ افعال ہیں جو یہ بتانے کے لیے وضع کیے گئے ہوں کہ خبر فاعل سے قریب ہوگئی ہے، یا تو اس اعتبار سے کہ متکلم کو فاعل کے لیے خبر کے حاصل ہونے کی امید ہو؛ جیسے: عسٰی زیدٌ أن یخرجَ (امید ہے کہ زید نکلے)، یا اس اعتبار سے کہ متکلم کے گمان میں فاعل کے لیے خبر کا حصول یقینی ہو؛ جیسے: کاد زیدٌ یقومُ (قریب ہے کہ زید کھڑا ہو)، یا اس اعتبار سے کہ فاعل نے خبر کو شروع کردیا ہو؛ جیسے: طفق زیدٌ یکتبُ (زید نے لکھنا شروع کردیا)۔ افعال مقاربہ یہ ہیں: عسٰی، کادَ، طفِق، جعلَ، کربَ، أخذَ اور أوشکَ .

مذکورہ بیان سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ افعالِ مقاربہ کی استعمال کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: اِن میں سے وہ افعال ہیں جو امید کے لئے استعمال ہوتے ہیں، یعنی یہ بتانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں کہ فاعل کے لئے خبر کے حاصل ہونے کی امید ہے؛ جیسے عسٰی. "عسٰی" فعل غیر متصرف ہے، فعل غیر متصرف اُس فعل کو کہتے ہیں جس سے ماضی، مضارع اور امر تینوں کی گردانیں نہ آتی ہوں؛ جیسے: عسٰی، اس سے صرف ماضی کی گردان آتی ہے، ماضی کے علاوہ کوئی دوسرا فعل اس سے استعمال نہیں ہوتا۔ یہ اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع "أن" کے ساتھ ہوتی ہے؛ جیسے: عسٰی زیدٌ أن یخرجَ [1]. اور کبھی "أنْ" کو حذف کردیا جاتا ہے؛ جیسے: عسیٰ زیدٌ یخرجُ .

---

(۱) عسی فعل مقاربہ، زید اس کا اسم، أن ناصبہ حرف مصدر، یخرج فعل، هو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل =

www.besturdubooks.net

وَ الثَّانِیْ: کَادَ، تَقُوْلُ: کَادَ زَیْدٌ یَجِیْءُ، وَقَدْ تَدْخُلُ ''أَنْ'' .

ترجمہ: اوردوسری قسم: ''کَادَ'' ہے؛ آپ کہیں گے: کَادَ زَیْدٌ یَجِیْءُ (قریب ہے کہ زید آئے)، اور کبھی (اس کی خبر پر) ''أَنْ'' داخل ہوجاتا ہے۔

اور کبھی ''عسٰی'' کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: عسٰی أن یخرجَ زیدٌ (امید ہے کہ زید نکلے)، اس صورت میں عسٰی تامّہ ہوگا اور اُس کے بعد آنے والا فعل مضارع، مصدر کی تاویل میں ہوکر، اُس کا فاعل ہوگا، خبر کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

فائدہ(۱): عسٰی کی دو قسمیں ہیں: (۱) عسٰی ناقصہ (۲) عسٰی تامّہ .

عسٰی ناقصہ: وہ عسٰی ہے جو فاعل کے علاوہ خبر کا محتاج ہو؛ جیسے: عسٰی زیدٌ أنْ یخرجَ .

عسی تامّہ: وہ عسٰی ہے جو فاعل کے علاوہ خبر کا محتاج نہ ہو؛ عسٰی تامّہ کی پہچان یہ ہے کہ اس کے بعد فعل مضارع ''أن'' کے ساتھ، متصلاً واقع ہوتا ہے اور ترکیب میں مصدر کے معنی میں ہوکر عسٰی کا فاعل ہوتا ہے؛ جیسے: عسٰی أنْ یخرجَ زیدٌ .

فائدہ(۲) چوں کہ ''عسٰی'' میں ''لعلَّ'' کی طرح ترجی کے معنی ہوتے ہیں، اس لئے ''عسٰی'' اپنے مابعد سے مل کر جملہ انشائیہ ہوتا ہے، اور ''عسٰی'' کے علاوہ بقیہ افعال مقاربہ میں چوں کہ ترجی کے معنی نہیں ہوتے، اس لئے وہ اپنے مابعد سے مل کر جملہ خبریہ ہوتے ہیں۔

والثانی کاد الخ: افعال مقاربہ میں سے دوسری قسم: وہ افعال ہیں جو حصول کے لئے استعمال ہوتے ہیں، یعنی یہ بتانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں کہ متکلم کے گمان میں فاعل کے لئے خبر کا حصول یقینی ہے، اس معنی کے لئے صرف ''کادَ'' آتا ہے، ''کادَ'' اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے، اور اُس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے بغیر ''أنْ'' کے؛ جیسے: کادَ زیدٌ یقومُ (قریب ہے کہ زید کھڑا ہو)۔ اور کبھی ''کاد'' کی خبر پر ''أنْ'' کو بھی داخل کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: کاد زیدٌ أن یقومَ (قریب ہے کہ زید کھڑا ہو)۔ استعمال کے اعتبار سے ''عسٰی'' اور ''کاد'' میں فرق یہ ہے کہ ''عسٰی'' کی خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل مضارع ''أنْ'' کے ساتھ ہو، اور ''کاد'' کی خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل مضارع بغیر ''أنْ'' کے ہو، یہ الگ بات ہے کہ کبھی ''عسٰی'' کی خبر سے ''أنْ'' حذف کر دیا جاتا ہے اور ''کاد'' کی خبر پر ''أن'' داخل کر دیا جاتا ہے۔

= کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مفرد ہوکر خبر، فعل مقاربہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اسی طرح عسٰی زیدٌ یخرجُ اور کاد زیدٌ یجیءُ کی ترکیب ہوگی، البتہ یہ واضح رہے کہ عسی کے علاوہ باقی افعال مقاربہ ترکیب میں جملہ خبریہ ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

وَ إِذَا دَخَلَ النَّفْیُ عَلٰی "کَادَ"، فَهُوَ کَالْأَفْعَالِ عَلَی الْأَصَحِّ . وَقِیْلَ: یَکُوْنُ لِلْإِثْبَاتِ . وَقِیْلَ: یَکُوْنُ فِی الْمَاضِیْ لِلْإِثْبَاتِ وَفِی الْمُسْتَقْبَلِ کَالْأَفْعَالِ تَمَسُّکًا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿وَ مَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾، وَبِقَوْلِ ذِی الرُّمَّةِ: شِعْر: إِذَا غَیَّرَ الْهِجْرُ الْمُحِبِّیْنَ لَمْ یَکَدْ ☆ رَسِیْسُ الْهَوٰی مِنْ حُبِّ مَیَّةَ یَبْرَحُ .

ترجمہ: اور جب "کَادَ" پر نفی داخل ہوجائے، تو وہ صحیح ترین قول کے مطابق دیگر افعال کی طرح ہوگا۔ اور کہا گیا ہے کہ: اثبات کے لیے ہوگا۔ اور کہا گیا ہے کہ: ماضی میں اثبات کے لیے ہوگا اور مستقبل میں دیگر افعال کے مانند؛ استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالی کے ارشاد: ﴿وَ مَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾ سے (اور قریب نہیں تھا کہ وہ [گائے کو ذبح] کرتے)، اور ذوالرمہ شاعر کے اس قول سے: شعر: إِذَا غَیَّرَ الْهِجْرُ الْمُحِبِّیْنَ لَمْ یَکَدْ ☆ رَسِیْسُ الْهَوٰی مِنْ حُبِّ مَیَّةَ یَبْرَحُ (جب فراق نے محبت کرنے والوں کو بدل دیا، تو قریب نہیں تھا کہ اصل محبت یعنی میہ کی محبت زائل ہوجائے)۔

و إذا دخل علی الخ: اگر "کَادَ" پر حرفِ نفی داخل ہوجائے، تو وہاں حرفِ نفی کی وجہ سے "کاد" میں نفی کے معنی پیدا ہوں گے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، صحیح ترین قول (جو کہ جمہور کا مذہب ہے) یہ ہے کہ جس طرح دیگر افعال میں حرفِ نفی کی وجہ سے نفی کے معنی پیدا ہوجاتے ہیں، اسی طرح "کاد" میں بھی حرفِ نفی کی وجہ سے نفی کے معنی پیدا ہوجائیں گے، خواہ وہ ماضی ہو یا مضارع۔

اور بعض نحویوں کی رائے یہ ہے کہ وہاں حرفِ نفی کی وجہ سے نفی کے معنی پیدا نہیں ہوں گے؛ بلکہ جس طرح "کاد" پہلے مثبت تھا، اسی طرح حرفِ نفی کے داخل ہونے کے بعد بھی مثبت ہی رہے گا، خواہ ماضی ہو یا مضارع۔

اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ: اگر حرفِ نفی ماضی پر داخل ہو، تو حرفِ نفی کی وجہ سے اُس میں نفی کے معنی پیدا نہیں ہوں گے؛ بلکہ وہاں "کاد" حرفِ نفی کے ساتھ اثبات کے لیے ہوگا؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَ مَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾ (۱)، یہاں حرفِ نفی "کادوا" ماضی پر داخل ہے، اور یہاں فعل کی نفی مراد نہیں؛ بلکہ فعل کا اثبات مراد ہے؛ کیوں کہ بنی اسرائیل نے گائے کو ذبح کردیا تھا، جیسا کہ "فَذَبَحُوْهَا" سے معلوم ہوتا ہے۔ (۲)

---

(۱) مَا حرفِ نفی، کَادَ فعل مقارب، واؤ ضمیر اُس کا اسم، یفعلون جملہ فعلیہ خبریہ خبر، فعل مقارب اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آیت کریمہ اثبات پر دلالت نہیں کرتی؛ بلکہ نفی پر دلالت کرتی ہے اور مطلب یہ ہے کہ 'ایک وقت میں بنی اسرائیل کی حالت یہ تھی کہ وہ گائے کو ذبح کرنے کے قریب نہیں تھے'، یہ الگ بات ہے کہ پھر اُن کا رویہ بدل گیا اور انہوں نے گائے کو ذبح کردیا۔

www.besturdubooks.net

وَالثَّالِثُ: طَفِقَ، وَكَرَبَ، وَجَعَلَ وَأَخَذَ، وَهِيَ مِثْلُ "كَادَ"، وَأَوْشَكَ مِثْلُ "عَسٰى" وَ"كَادَ" فِي الْاِسْتِعْمَالِ.

ترجمه: اور تیسری قسم: طَفِقَ، كَرَبَ، جَعَلَ اور أَخَذَ ہیں، اور یہ "كَادَ" کے مانند ہیں، اور أَوْشَكَ استعمال میں "عَسٰى" اور "كَادَ" کے مانند ہے۔

اور اگر حرفِ نفی "کاد" کے مضارع پر داخل ہو، تو دیگر افعال کی طرح اُس میں حرفِ نفی کی وجہ سے نفی کے معنی پیدا ہو جائیں گے؛ جیسے ذوالرمہ شاعر کا قول ہے: شعر:

إِذَا غَيَّرَ الْهِجْرُ الْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ ☆ رَسِيْسُ الْهَوٰى مِنْ حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ[1]

یہاں "**لَمْ**" حرفِ نفی "**یکد**" فعل مضارع پر داخل ہے، اور یہاں نفی مراد ہے؛ کیوں کہ شاعر کے پیش نظر یہاں "میۃ" (محبوبہ) کی محبت سے زوال کے قریب ہونے کی نفی کرنا مقصود ہے کہ فراق کی وجہ سے دوستوں کی محبت زائل ہوگئی، لیکن "میۃ" کی محبت ایسی پائیدار ہے کہ وہ فراق کے بعد زائل تو کیا ہوتی، زائل ہونے کے قریب بھی نہیں ہوئی؛ بلکہ بدستور باقی ہے۔

والثالث طفق الخ: افعال مقاربہ میں سے تیسری قسم: وہ افعال ہیں جو فعل کو شروع کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، یعنی اس بات کو بتلاتے ہیں کہ فاعل نے خبر کو شروع کر دیا ہے، اس معنی کے لئے طَفِقَ، جَعَلَ، كَرَبَ، أَخَذَ اور أَوْشَكَ استعمال ہوتے ہیں۔ پہلے چار: یعنی **طفق، جعل، کرب** اور **أخذ** کا استعمال "کاد" کی طرح ہوتا ہے، یعنی جس طرح "کاد" ایک اسم اور خبر کو چاہتا ہے اور اُس کی خبر فعل مضارع بغیر "أنْ" کے ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی ایک اسم اور خبر کو چاہتے ہیں اور اِن کی خبر بھی فعل مضارع بغیر "أنْ" کے ہوتی ہے؛ جیسے: **طفق زیدٌ یکتبُ** (زید نے لکھنا شروع کیا)۔ اور **أوشک** کا استعمال "**عسٰی**" اور "**کاد**"، دونوں کی طرح ہوتا ہے، یعنی جس طرح "**عسٰی**" کبھی ناقصہ اور کبھی تامّہ ہوتا ہے، ناقصہ ہونے کی صورت میں اسم اور خبر دونوں کا محتاج ہوتا ہے، اور تامّہ ہونے کی صورت میں خبر کا محتاج نہیں ہوتا، اسی طرح "**أوشک**" بھی کبھی ناقصہ ہوتا ہے اور کبھی تامّہ؛ ناقصہ ہونے کی صورت میں اسم اور خبر دونوں کا محتاج ہوتا

---

(۱) إذا اسم ظرف برائے شرط مضاف، غیر فعل، الهجر فاعل، المحبین مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ مقدم لم یکد فعل مقارب کا، لم یکد فعل مقارب، رسیس الهوی مرکب اضافی ذوالحال، من حرف جر بیانیہ، حب "میة" مرکب اضافی ثابتًا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر اسم، یبرح جملہ فعلیہ خبریہ خبر، فعل مقارب اپنے اسم و خبر اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

فِعْلُ التَّعَجُّبِ: مَا وُضِعَ لِإِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ. وَلَهُ صِيغَتَانِ: "مَا أَفْعَلَهُ" وَ "أَفْعِلْ بِهِ"، وَهُمَا غَيْرُ مُتَصَرِّفَيْنِ؛ مِثْلُ: مَا أَحْسَنَ زَيْدًا وَأَحْسِنْ بِزَيْدٍ. وَلَا يُبْنَيَانِ إِلَّا مِمَّا يُبْنٰى مِنْهُ أَفْعَلُ التَّفْضِيلِ، وَيُتَوَصَّلُ فِي الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ: مَا أَشَدَّ اِسْتِخْرَاجَهُ وَأَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهِ.

ترجمہ: فعل تعجب: وہ فعل ہے جو تعجب کو ثابت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ اور اُس کے دو صیغے آتے ہیں: (۱) مَا أَفْعَلَهُ (۲) أَفْعِلْ بِهِ، اور یہ دونوں غیر متصرف ہیں؛ جیسے: مَا أَحْسَنَ زَيْدًا (کیا ہی اچھا ہے زید)، أَحْسِنْ بِزَيْدٍ (کس قدر حسین ہے زید)۔ اور یہ دونوں صیغے نہیں بنائے جاتے ہیں مگر اُس فعل سے جس سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے، اور وسیلہ پکڑا جائے گا اُن افعال میں جن سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے مَا أَشَدَّ اِسْتِخْرَاجَهُ اور أَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهِ جیسی مثالوں سے۔

ہے اور اُس کی خبر فعل مضارع "أنْ" کے ساتھ ہوتی ہے؛ جیسے: أوشک زيدٌ أن يقومَ. اور تامّہ ہونے کی صورت میں خبر کا محتاج نہیں ہوتا، صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے؛ جیسے: أوشک أن يقومَ زيدٌ. نیز کبھی یہ "کاد" کی طرح، اسم اور خبر دونوں کا محتاج ہوتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر "أنْ" کے ہوتی ہے؛ جیسے: أوشک زيدٌ يقومُ.

قوله: فعل التعجُّب الخ: یہاں سے مصنف فعلِ تعجب کو بیان فرما رہے ہیں:

فعل تعجب کی تعریف: فعل تعجب: وہ فعل ہے جو تعجب ثابت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو؛ جیسے ماأحسن زيدًا (کیا ہی اچھا ہے زید)۔ فعل تعجب کے دو صیغے آتے ہیں:

۱-"مـا أفْعَلَه"، اس کے آخر میں آنے والا اسم مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے؛ جیسے: ما أحسن زيدًا (کیا ہی اچھا ہے زید)۔

۲-"أفْعِلْ بِهِ" ہے، اس کے آخر میں آنے والا اسم لفظاً مجرور اور محلاً فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے اور "باء" زائدہ ہوتی ہے؛ جیسے: أَحْسِنْ بزيدٍ (کس قدر حسین ہے زید)۔ فعل تعجب کے یہ دونوں صیغے غیر متصرف ہیں، اِن سے مضارع، امر، مجہول، مؤنث، تثنیہ اور جمع کے صیغے نہیں آتے۔

ولا يبنيان الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فعل تعجب کے یہ دونوں صیغے صرف انہی افعال سے آتے ہیں جن سے اسم تفضیل آتا ہے، یعنی فعل تعجب ان افعالِ ثلاثی مجرد سے آتا ہے جو رنگ اور عیب کے معنی میں نہ ہوں، ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد و مزید فیہ، اور اُن افعالِ ثلاثی مجرد سے جو رنگ اور عیب کے معنی

www.besturdubooks.net

وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيهِمَا بِتَقْدِيمٍ وَتَاخِيرٍ وَلَا فَصْلٍ، وَأَجَازَ المَازِنِيُّ الْفَصْلَ بِالظُّرُوفِ .

وَ"مَا" اِبْتِدَاءٌ نَكِرَةٌ عِنْدَ سِيبَوَيْهِ، وَمَا بَعْدَهَا الْخَبَرُ، وَمَوْصُولَةٌ عِنْدَ الْأَخْفَشِ وَالْخَبَرُ مَحْذُوفٌ .

ترجمه : اور تصرف نہیں کیا جائے گا اِن دونوں صیغوں میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ اور نہ فصل کرنے کے ذریعہ، اور امام مازنی نے جائز قرار دیا ہے ظروف کے ذریعہ فصل کرنے کو۔

اور "ما" مبتدا نکرہ ہے امام سیبویہ کے نزدیک اور اُس کا مابعد اُس کی خبر ہے، اور موصولہ ہے امام اخفش کے نزدیک اور خبر محذوف ہے۔

میں ہوں فعل تعجب نہیں آتا؛ لیکن اگر اُن افعال سے جن سے فعل تعجب نہیں آتا، تعجب کے معنی اداء کرنے مقصود ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے لفظ سے جو شدت اور کثرت کے معنی پر دلالت کرتا ہو، فعل تعجب کے مذکورہ دونوں صیغوں میں سے کوئی صیغہ بنا کر، اُس کے بعد اُس مصدر کو ذکر کر دیا جائے جس سے تعجب کے معنی اداء کرنے مقصود ہیں؛ جیسے: **ما أشدَّ استخراجًا** (کس قدر سخت ہے وہ نکلنے کے اعتبار سے)، اور **أَشدِدْ باستخراجِهِ** (کس قدر سخت ہے وہ نکلنے کے اعتبار سے)۔

ولا يتصرف فيهما الخ: یہاں سے مصنف فعل تعجب کا ایک حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں، عامل اور معمول کی تقدیم وتاخیر، اور عامل اور معمول کے درمیان فصل کرنا جائز نہیں، یعنی پہلے صیغہ میں مفعول کو، اور دوسرے صیغہ میں مجرور کو فعل پر مقدم کرنا، یا فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان کسی چیز کا فصل کرنا جائز نہیں؛ چناں چہ: **زيدًا ما أحسَنَ، بزيدٍ أحسِنْ، ما أحسن اليومَ زيدًا يا أحسِنْ اليومَ بزيدٍ** نہیں کہہ سکتے۔

البتہ امام مازنی نے فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان، ظرف کے ذریعہ فصل کرنے کو جائز قرار دیا ہے؛ چناں چہ اُن کے مذہب کے مطابق: **ما أحسن اليومَ زيدًا** کہہ سکتے ہیں۔

و "ما" ابتداء الخ: فعل تعجب کے پہلے صیغے کے شروع میں جو "ما" ہے، اس کے متعلق تین قول ہیں:

۱- امام سیبویہ کے نزدیک "ما" نکرہ موصوفہ بمعنی **شئٌ عظيمٌ** مبتدا ہے اور اُس کے بعد آنے والا جملہ اُس کی خبر ہے، ان کے نزدیک ترکیب اس طرح ہوگی: **ما** موصوفہ بمعنی **شئٌ عظيمٌ** مبتدا، **أحسن زيدًا** جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ ''بِہٖ'' فَاعِلٌ عِنْدَ سِیْبَوَیْہ، فَلا ضَمِیْرَ فِیْ ''أَفْعِلْ''، وَمَفْعُوْلٌ عِنْدَ الْأَخْفَشِ، وَالْبَاءُ لِلتَّعْدِیَةِ أَوْ زَائِدَةٌ فَفِیْہِ ضَمِیْرٌ .

ترجمہ: اور ''بہٖ'' امام سیبویہ کے نزدیک فاعل ہے، پس (اُن کے نزدیک) ''أَفْعِلْ'' میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی، اور امام اخفش کے نزدیک مفعول بہ ہے، اور باء یا تو متعدی بنانے کے لیے ہے، یا زائد ہے، پس (اُن کے نزدیک) ''أَفْعِلْ'' میں ضمیر ہوگی۔

۲-امام اخفش کے نزدیک ''ما'' موصولہ اور اُس کے بعد آنے والا جملہ اُس کا صلہ ہے، پھر یہ اپنے صلہ سے مل کر مبتدا ہے اور خبر (شیءٌ عظیمٌ) محذوف ہے، ان کے نزدیک ترکیب اس طرح ہوگی: ما موصولہ، أحسن زیدًا جملہ فعلیہ خبر یہ اس کا صلہ، اسمِ موصول صلہ سے مل کر مبتدا، شیٔ موصوف، عظیم شبہ جملہ صفت، موصوف صفت سے مل کر، مرکب توصیفی ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

۳-امام فراء کے نزدیک ''ما'' استفہامیہ بمعنی أيُّ شيءٍ مبتدا اور اُس کے بعد آنے والا جملہ اُس کی خبر ہے (شیخ رضی فرماتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے یہی قوی ہے)، ان کے نزدیک: ما أحسنَ زیدًا کی اصل: أيُّ شيءٍ أحسنَ زیدًا ہوگی۔ ترکیب ہوگی: ما بمعنی أی شیءٍ مبتدا، أحسن فعل، ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل، زیدًا مفعول بہ، أحسن فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر، جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

وبہ فاعل عند الخ: اور فعل تعجب کے دوسرے صیغے کے آخر میں جو جار مجرور آتا ہے، اُس کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ اس میں ''باء'' حرفِ جر زائد ہے اور اُس کا مدخول لفظاً مجرور محلاً مرفوع ماقبل میں آنے والے فعل کا فاعل ہے، پس اِس صیغے میں جو فعل ''أَفْعِلْ'' کے وزن پر آتا ہے، اُس میں امام سیبویہ کے نزدیک کوئی ضمیر نہیں ہوگی، اور امر یہاں ماضی کے معنی میں ہوگا، اور ہمزہ صیر ورت [1] کے لیے ہوگی۔ ترکیب ہوگی: أحسِنْ فعل امر بمعنی أحسَنَ فعل ماضی، ''با'' زائدہ، زید لفظاً مجرور محلاً مرفوع فاعل أحسن فعل کا، أحسن فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اور امام اخفش کا مذہب یہ ہے کہ اس میں ''باء'' حرفِ جر کا مدخول لفظاً مجرور محلاً منصوب ماقبل میں آنے والے اُس فعل کا مفعول بہ ہے جو ''أَفْعِلْ'' کے وزن پر ہے، اور ''باء'' میں دو احتمال ہیں: (۱) ''باء'' تعدیہ (یعنی متعدی بنانے کے لیے) ہو، اس صورت میں ''أَفْعِلْ'' کے وزن پر آنے والا فعل لازم ہوگا۔ (۲) ''باء'' حرفِ جر

---

(۱) صیر ورت: فاعل کا ماخذ والا ہونا؛ جیسے: أَلْبَنَتِ الْبَقَرَةُ (گائے دودھ والی ہوگئی)، یہاں لَبَنٌ بمعنی دودھ ماخذ ہے۔

www.besturdubooks.net

أَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ: مَا وُضِعَ لِإِنْشَاءِ مَدْحٍ أَوْ ذَمٍّ . فَمِنْهَا: "نِعْمَ" وَ "بِئْسَ" وَشَرْطُهُمَا: أَنْ يَكُوْنَ الْفَاعِلُ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ، أَوْ مُضَافًا إِلَى الْمُعَرَّفِ بِهَا، أَوْ مُضْمَرًا مُمَيَّزًا بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ أَوْ بِـ "مَا"؛ مِثْلُ: فَنِعِمَّا هِيَ .

ترجمہ: افعالِ مدح وذم: وہ افعال ہیں جو تعریف یا برائی ثابت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔ پس اُن میں سے "نِعْمَ" اور "بِئْسَ" ہیں، اور اُن کی شرط یہ ہے کہ اُن کا فاعل معرف باللام ہو، یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو، یا ایسی ضمیر ہو جس کی تمیز نکرۂ منصوبہ یا "مَا" کے ذریعہ لائی گئی ہو؛ جیسے: فَنِعِمَّا هِيَ .

زائد ہو، اس صورت میں "أَفْعِلْ" کے وزن پر آنے والا فعل متعدی ہوگا۔ چوں کہ امام اخفش کے نزدیک "باء" حرفِ جر کا مدخول مفعول بہ ہے، اس لیے اُن کے نزدیک اُس سے پہلے جو فعل "أَفْعِلْ" کے وزن پر ہے، اُس میں ضمیر مستتر ہوگی اور وہی اُس کا فاعل ہوگی۔ واضح رہے کہ امام اخفش کے نزدیک امر یہاں ماضی کے معنی میں نہیں ہوگا؛ بلکہ امر ہی کے معنی میں ہوگا۔ اُن کے نزدیک ترکیب اس طرح ہوگی: أحسن فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، "با" زائدہ، زید لفظاً مجرور محلاً منصوب مفعول بہ أحسنُ فعل امر کا، أحسنْ فعل امر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

قوله: أفعال المدح و الذم الخ: یہاں سے مصنف افعال مدح وذم کو بیان فرمارہے ہیں:

افعال مدح وذم کی تعریف: افعال مدح وذم: وہ افعال ہیں جو کسی چیز کی تعریف یا برائی ثابت کرنے کے لئے وضع کیے گئے ہوں؛ جیسے: نعم الرجلُ زیدٌ (اچھا مرد ہے زید)؛ یہ چار ہیں: نِعْمَ اور حَبَّذَا، یہ دونوں تعریف کے لئے استعمال ہوتے ہیں؛ اور بِئْسَ اور سَاءَ، یہ دونوں برائی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

فمنها نعم وبئس الخ: یہاں سے مصنف "نِعَمَ" فعل مدح اور "بئسَ" فعل ذم کے فاعل کے احکام بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "نِعْمَ" اور "بئسَ" کے فاعل کی تین صورتیں ہیں:

(۱) فاعل معرف باللام ہو؛ جیسے: نعم الرجلُ زیدٌ، بئسَ الرجلُ عمرٌو، یہاں "الرجل" معرف باللام، "نِعَمَ" اور "بئسَ" کا فاعل ہے۔

(۲) فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: نِعْمَ غلامُ الرجلِ زیدٌ، بئسَ غلامُ الرجلِ خالدٌ، یہاں غلام "نِعَمَ" اور "بئسَ" کا فاعل ہے جو "الرجل" معرف باللام کی طرف مضاف ہے۔

(۳) کبھی اِن کا فاعل ضمیر مستتر ہوتی ہے، اس صورت میں اُس کی نکرۂ منصوبہ یا "مــا" کے ذریعہ تمیز لانا واجب ہے، نکرۂ منصوبہ کی مثال؛ جیسے: نعم رجلًا زیدٌ، بئسَ رجلًا ساجدٌ، اس مثال میں "نِعَمَ" اور

www.besturdubooks.net

وَ بَعْدَ ذٰلِکَ الْمَخْصُوْصُ، وَهُوَ مُبْتَدَأٌ، مَا قَبْلَهُ خَبَرُهُ، أَوْ خَبَرُ مُبْتَدَأٍ مَحْذُوْفٍ؛ مِثْلُ: نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ . وَشَرْطُهُ: مُطَابَقَةُ الْفَاعِلِ .

ترجمہ : اور اِن کے بعد مخصوص (بالمدح یا مخصوص بالذم) آتا ہے، اور وہ مبتدا ہوتا ہے اور اُس کا ماقبل اُس کی خبر، یا وہ مبتدا محذوف کی خبر ہوتا ہے؛ جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ (اچھا مرد ہے زید)۔ اور اس کی شرط: فاعل کے مطابق ہونا ہے۔

"بئسَ" کا فاعل "هو" ضمیر ہے جو اِن میں مستتر ہے، اور اس کی تمیز "رجلا" نکرۂ منصوبہ کے ذریعہ لائی گئی ہے۔ "ما" کے ذریعہ تمیز لانے کی مثال جیسے: ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فنعمَّا هِيَ﴾ [1] (اگر ظاہر کر کے دو خیرات تو کیا اچھی چیز ہے وہ)، اس مثال میں "نعم" کا فاعل "هو" ضمیر مستتر ہے اور اس کی تمیز "ما" کے ذریعہ لائی گئی ہے، اس کی اصل: نعمَ شيئًا هِيَ ہے۔

وبعد ذلک الخ: افعالِ مدح وذم کے فاعل کے بعد ایک اسم ہوتا ہے جس کی تعریف یا برائی بیان کی جاتی ہے، اُس اسم کو مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں، اور اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر اور تانیث میں فاعل کے مطابق ہو۔ ترکیب کے اعتبار سے اُس کی دو صورتیں ہیں:

۱- وہ مبتدا مؤخر ہو اور ماقبل جملہ اُس کی خبر مقدم ہو؛ جیسے: نِعمَ الرجلُ زيدٌ، اس میں زید مخصوص بالمدح ہے جو مفرد اور مذکر ہونے میں الرجلُ فاعل کے مطابق ہے، ترکیب ہوگی: نعم فعل مدح، الرجل فاعل، نعم فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مقدم، زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۲- فعل مدح یا فعل ذم اپنے فاعل سے مل کر مستقل جملہ ہو، اور یہ اسم یعنی مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم "هو" مبتدا محذوف کی خبر ہو کر الگ جملہ ہو، اس صورت میں دو جملے ہوں گے پہلا جملہ انشائیہ اور دوسرا جملہ خبریہ؛ مثلاً: نعم الرجلُ زيدٌ کی ترکیب اس طرح ہوگی: نعم فعل مدح، الرجل اس کا فاعل، فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ زید خبر هو مبتدا محذوف کی، هو مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اس صورت میں اصل عبارت اس طرح ہوگی: نعم الرَّجلُ هو زيدٌ .

---

(۱) إنْ حرف شرط، تبدی فعل، واو ضمیر فاعل، الصد قات مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، فا جزائیہ، نعم فعل مدح، هو ضمیر مبہم ممیز، ما بمعنی شیئاً تمیز، ممیز تمیز سے مل کر فاعل، فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مقدم، هی ضمیر مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ﴿بِئسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا﴾ وَشِبْهُهُ مُتَأَوَّلٌ . وَقَدْ يُحْذَفُ الْمَخْصُوْصُ إِذَا عُلِمَ؛ مِثْلُ: ﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾، وَ﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾ .

ترجمہ: اور﴿بِئسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا﴾اور اُس کے نظائر میں تاویل کی گئی ہے۔اور کبھی مخصوص (بالمدح اور مخصوص بالذم) کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ وہ معلوم ہو؛ جیسے:﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ (اچھا بندہ ہے ایوب) اور﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾(پس اچھے بچھانے والے ہیں ہم)۔

وبئس مثل القوم الخ: یہاں سے مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

اعتراض یہ ہے کہ ابھی آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کا افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر وتانیث میں فاعل کے مطابق ہونا ضروری ہے، حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کے ارشاد:﴿بِئسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا﴾ میں مخصوص بالذم فاعل کے مطابق نہیں ہے، چناں چہ **مثل** فاعل واحد ہے اور **الذین کذّبوا** مخصوص بالذم جمع ہے؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس طرح کی اُن مثالوں میں تاویل کی جائے گی جہاں بظاہر مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم فاعل کے مطابق نہ ہو، چناں چہ مذکورہ آیتِ کریمہ میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ یہاں **الذین کذّبوا** مخصوص بالذم نہیں ہے؛ بلکہ اس سے پہلے **مثل** مضاف محذوف ہے وہ مخصوص بالذم ہے، اصل عبارت ہے: **بئس مثلُ القومِ مثلُ الذین کذّبُوا**[1] (بری ہے قوم کی مثال یعنی اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے جھٹلایا)، پس یہاں مخصوص بالذم فاعل کے مطابق ہے۔

وقد یحذف الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کسی قرینہ کے ذریعہ معلوم ہو، تو وہاں مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کو حذف کر دیا جاتا ہے؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾[2]، یہاں قرینہ کی وجہ سے مخصوص بالمدح (ایوب) کو حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت ہے: **نِعْمَ العَبْدُ أَيُّوْبُ**، قرینہ یہ ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں آیا ہے، جو اس بات پر دلالت

---

(۱) بئس فعل ذم، مثل القوم مرکب اضافی فاعل، فعل ذم اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مقدم، الذین اسم موصول، کذبوا جملہ فعلیہ خبریہ صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مضاف الیہ مثل مضاف محذوف کا، مضاف محذوف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مخصوص بالذم مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) نعم فعل مدح، العبد فاعل، فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مقدم، ایوب مخصوص بالمدح محذوف مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح﴿فنعم الماهدون﴾ کی ترکیب کر لی جائے۔

www.besturdubooks.net

وَسَاءَ مِثْلُ ''بِئْسَ''.

ترجمہ: اور ''ساء'' : ''بِئْسَ'' کے مانند ہے۔

کرتا ہے کہ یہاں حضرت ایوب کی تعریف کرنا مقصود ہے۔اور جیسے ایک دوسری جگہ ارشادِ باری ہے: ﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾، یہاں بھی قرینہ کی وجہ سے مخصوص بالمدح (نحن) کو حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت ہے: فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ نَحْنُ، قرینہ اس سے پہلے ﴿وَ الْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا﴾ ہے جو اس پر دلالت کر رہا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ خود اپنی تعریف بیان فرما رہے ہیں۔

و ساء مثل بئس : یہاں سے مصنف افعالِ ذم میں سے ''ساءَ'' کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''ساءَ'' برائی کا فائدہ دینے اور مذکورہ شرائط واحکام میں ''بئسَ'' کے مانند ہے، یعنی جس طرح ''بئسَ'' کے فاعل کی تین صورتیں ہیں، اسی طرح ''ساء'' کے فاعل کی بھی تین صورتیں ہیں:

(۱) اس کا فاعل معرف باللام ہو؛ جیسے: ساء الرجلُ زیدٌ (برا مرد ہے زید)۔

(۲) فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: ساء غُلامُ الرجلِ زیدٌ (برا مرد کا غلام ہے زید)۔

(۳) فاعل ضمیر مستتر ہو، اس صورت میں اس کی نکرۂ منصوبہ یا ''مـــا'' کے ذریعہ تمیز لانا واجب ہے؛ جیسے: ساء رجلًا زیدٌ (برا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے زید)، ساء ما دینارٌ (برا ہے وہ شئی ہونے کے اعتبار سے دینار)۔

فائدہ: ''نعم''، ''بئس'' اور ''ساء'' کے فاعل کی، ان کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں، جن کو مصنف نے بیان نہیں کیا:

۱- فاعل ایسا اسم ہو جس کی اضافت کسی ایسے اسم کی طرف کی گئی ہو جو معرف باللام کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: نِعْمَ قَارِئُ كُتُبِ الأدبِ زيدٌ.

۲- فاعل ''مَنْ'' اسم موصول ہو؛ جیسے: نِعْمَ مَنْ تَصْحَبُه عزيزًا.

۳- فاعل ''ما'' موصولہ ہو؛ جیسے: نِعْمَ مَايَقُوْلُ الْحَكِيْمُ الْمُجَرَّبُ.

۴- فاعل ''الَّذِىْ'' اسم موصول ہو؛ جیسے: بئسَ الذى يغتابُ الناسَ.

۵- فاعل اسم نکرہ ہو؛ خواہ وہ کسی دوسرے نکرہ کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: نِعْم صاحبُ قومٍ لاسلاحَ لهم. یا مضاف نہ ہو؛ جیسے: نِعْمَ قَائِدٌ أَنْتَ. واضح رہے کہ ''الذی'' اسم موصول اور نکرہ کا، افعالِ مدح و ذم کا فاعل بننا جائز تو ہے؛ مگر قلیل الاستعمال ہے۔ (النحو الوافی ۳/ ۲۸۷-۲۸۹)

www.besturdubooks.net

وَمِنْهَا: "حَبَّذَا"، وَفَاعِلُهُ "ذَا"، وَلَا يَتَغَيَّرُ، وَبَعْدَهُ الْمَخْصُوصُ، وَإِعْرَابُهُ كَإِعْرَابِ مَخْصُوصِ "نِعْمَ".

ترجمہ: اوراُن میں سے "حَبَّذَا" ہے،اوراُس کا فاعل "ذَا" ہے،اوراُس میں تغیرنہیں ہوتا،اوراُس کے بعد مخصوص بالمدح آتا ہے،اوراُس کا اعراب "نِعْمَ" کے مخصوص کے اعراب کے مانند ہے۔

ومنها: حبّذا الخ: یہاں سے مصنف "حبّذا" فعل مدح کو بیان فرمارہے ہیں،مصنف نے اس کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں:

۱-"حَبَّ" کا فاعل ہمیشہ"ذا" اسم اشارہ ہوتا ہے،کوئی دوسرا اسم: معرف باللام وغیرہ اُس کا فاعل نہیں ہوتا۔

۲-"حبّ"،فعل مدح اوراُس کے فاعل:"ذَا" اسم اشارہ میں کسی طرح کا کوئی تغیر نہیں ہوتا،یعنی مخصوص بالمدح واحد ہو یا تثنیہ یا جمع،مذکر ہو یا مؤنث،"حبّ"،فعل مدح اور "ذَا" جس حالت پر ہیں،اُسی پر باقی رہیں گے،اُن کو تثنیہ یا جمع اور مؤنث نہیں لائیں گے۔

۳-"حبَّ" کے فاعل "ذَا" کے بعد مخصوص بالمدح آتا ہے،اوراُس کا اعراب "نِعْمَ" کے مخصوص بالمدح کے اعراب کے مانند ہے،یعنی جس طرح "نعم" کے مخصوص بالمدح میں دوصورتیں جائز ہیں: اُس کو مبتدا مؤخر بھی بناسکتے ہیں اور مبتدا محذوف کی خبر بھی،اسی طرح "حبّ" کے مخصوص بالمدح میں بھی دوصورتیں جائز ہیں: (۱) وہ مبتدا مؤخر ہو اور "حبّ"،فعل اپنے فاعل سے مل کراُس کی خبر مقدم ہو۔(۲) فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر مستقل جملہ ہو،اور مخصوص بالمدح "ھو" مبتدا محذوف کی خبر ہو کر الگ جملہ ہو،اِس صورت میں دو جملے ہوں گے پہلا جملہ انشائیہ اور دوسرا جملہ خبریہ۔

مثال: جیسے: حبّذا زیدٌ (اچھا ہے وہ زید)،اس مثال میں "حبّ" فعل مدح ہے،"ذا" اُس کا فاعل اور "زید" مخصوص بالمدح۔

پہلی صورت کے اعتبار سے ترکیب ہوگی: حبّ فعل مدح،ذا اس کا فاعل،فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر مقدم،زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر،مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اور دوسری صورت کے اعتبار سے ترکیب ہوگی: حبّ فعل مدح، الرجلُ فاعل، حبّ فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ زید مخصوص بالمدح خبر ھو مبتدا محذوف کی،مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَيَجُوْزُ أَنْ يَّقَعَ قَبْلَ الْمَخْصُوْصِ وَبَعْدَهٗ تَمْيِيْزٌ أَوْ حَالٌ عَلٰى وَفْقِ مَخْصُوْصِهٖ .

ترجمہ: اور جائز ہے کہ واقع ہو مخصوص بالمدح سے پہلے اور اُس کے بعد تمیز یا حال ''حبّذا'' کے مخصوص بالمدح کے مطابق۔

ويجوز أن يقع قبل الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: ''حبذا'' میں، مخصوص بالمدح سے پہلے، یا مخصوص بالمدح کے بعد، کوئی ایسی تمیز یا حال لانا جائز ہے، جو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مخصوص بالمدح کے موافق ہو، تمیز کی مثال؛ جیسے: حبّذا رجلًا زيدٌ (اچھا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے زید)، حبّذا رجلَيْنِ الزيدانِ، حبّذا رجالًا الزيدونَ، حبّذا امرأةً هندٌ، ان تمام مثالوں میں زيد/ الزيدانِ/ الزيدونَ / هندٌ مخصوص بالمدح سے پہلے رجلًا/ رجلَيْنِ/ رجالًا/ امرأةً تمیز کو لایا گیا ہے۔ حبذا زيدٌ رجلًا، حبّذا الزيدانِ رجلَيْنِ، حبّذا الزيدونَ رجالًا، حبّذا هندٌ امرأةً، ان تمام مثالوں میں زيد/ الزيدانِ/ الزيدونَ / هندٌ مخصوص بالمدح کے بعد رجلًا/ رجلَيْنِ/ رجالًا/ امرأةً تمیز کو لایا گیا ہے۔ اور اِن تمام مثالوں میں تمیز: افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہے۔

ترکیب ہوگی: حَبَّ فعل مدح، ذَا اسم اشارہ ممیّز، رجلًا تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر فاعل، فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر، جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر مقدم، زيدٌ مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح باقی مثالوں کی ترکیب کر لی جائے۔

حال کی مثال؛ جیسے: حبّذا راكبًا زيدٌ (اچھا ہے وہ سوار ہونے کی حالت میں زید)، حبّذا راكبَيْنِ الزيدانِ، حبّذا راكِبِيْنَ الزيدُوْن، حبّذا راكبةً هندٌ، اِن تمام مثالوں میں زيد/ الزيدانِ/ الزيدونَ / هندٌ مخصوص بالمدح سے پہلے راكبًا/ راكبَيْنِ/ راكِبِيْنَ/ راكبةً حال کو لایا گیا ہے۔ حبذا زيدٌ راكبًا، حبّذا الزيدانِ راكبَيْنِ، حبّذا الزيدونَ راكِبِيْنَ، حبّذا هندٌ راكبةً، اِن تمام مثالوں میں زيد/ الزيدانِ/ الزيدونَ / هندٌ مخصوص بالمدح کے بعد راكبًا/ راكبَيْنِ/ راكِبِيْنَ/ راكبةً حال کو لایا گیا ہے۔

ترکیب ہوگی: حَبَّ فعل مدح، ذَا اسم اشارہ ذوالحال، راكبًا شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر، جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر مقدم، زيدٌ مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح باقی مثالوں کی ترکیب کر لی جائے۔

☆......☆......☆

www.besturdubooks.net

الحَـرُفُ: مَـا دَلَّ عَـلٰـى مَعْنًى فِيُ غَيُرِه؛ وَمِنُ ثَمَّ احُتَاجَ فِيُ جُزُئِيَّتِهٖ إِلٰى اِسُمٍ أَوُ فِعُلٍ .

ترجمہ : حرف: وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے معنی پر دوسرے کی وجہ سے؛ اوراسی وجہ سے وہ محتاج ہوتا ہے جز بننے میں کسی اسم یا فعل کا۔

حرف کا بیان

قوله: الحرف الخ: فعل کے بیان سے فارغ ہوکر، یہاں سے مصنف حرف کو بیان فرمارہے ہیں۔

حرف کی تعریف: حرف ایسا کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت نہ کرے؛ بلکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کا محتاج ہو؛ جیسے: مِنُ اور إلٰـی . ''مِنُ'' کے معنی ایسی ابتداء کے ہیں جو کسی دوسری چیز کے ساتھ مقید ہو، اور ''إلٰــی'' کے معنی ایسی انتہاء کے ہیں جو دوسری چیز کے ساتھ مقید ہو۔ اور یہ اپنے اِن معانی پر بذات خود دلالت نہیں کرتے؛ بلکہ اِن پر دلالت کرنے میں اُس چیز کو ذکر کرنے کے محتاج ہیں جس سے ابتداء اور جس کی طرف انتہاء ہو؛ مثلاً: **سرتُ من البصرةِ إلی الكوفةِ** (میں چلا بصرہ سے کوفہ تک) میں مِنُ بصرہ (جہاں سے ابتدا ہورہی ہے) کا محتاج ہے، اور إلی کوفہ (جس پر انتہاء ہورہی ہے) کا محتاج ہے۔ چوں کہ حرف اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت نہیں کرتا؛ اس لیے وہ کلام کا جز بننے میں کسی اسم یا فعل کا محتاج ہوتا ہے، کہیں اسم کے ساتھ مل کر کلام کا جز بنتا ہے اور کہیں فعل کے ساتھ۔

نوٹ: حرف کلام کا جزِ مستقل تو نہیں بن سکتا؛ البتہ جزِ غیر مستقل بن سکتا ہے۔ (غایۃ التحقیق ص:۴۲۲)

دل علی معنی الخ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے کلمہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کا محتاج ہو، بعد میں چل کر استعمال کے اعتبار سے اُس کے اندر یہ بات نہ آئی ہو، پس اسماء لازم الاضافۃ (یعنی وہ اسماء جو ہمیشہ کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہوکر استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے: فوقُ، تحتُ، اور بَیُنَ وغیرہ)، اسماء اشارہ، ضمائر غائبہ اور اسماء موصولہ وغیرہ، باوجودیکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کے (یعنی اسماء لازم الاضافۃ مضاف الیہ کے، اسماء اشارہ مشار الیہ کے، ضمائر غائبہ مرجع کی اور اسماء موصولہ صلے کے) محتاج ہوتے ہیں، حرف کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ جب واضع نے اِن کو وضع کیا تھا اُس وقت یہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کے محتاج نہیں تھے، بعد میں چل کر استعمال کے اعتبار سے اِن کے اندر یہ بات آئی ہے۔

فائدہ: حرف کی علامت یہ ہے کہ وہ اسم اور فعل کی علامتوں کو قبول نہیں کرتا ہے۔

www.besturdubooks.net

حُرُوْفُ الْجَرِّ : مَا وُضِعَ لِلإِفْضَاءِ بِفِعْلٍ أَوْ مَعْنَاهُ إِلٰى مَا يَلِيْهِ . وَهِيَ: مِنْ، وَإِلٰى، وَحَتّٰى، وَفِيْ، وَالْبَاءُ، وَاللَّامُ، وَرُبَّ، وَوَاوُهَا، وَوَاوُ الْقَسَمِ، وَبَاءُ هٗ، وَتَاءُ هٗ وَعَنْ، وَعَلٰى، وَالْكَافُ، وَمُذْ، وَمُنْذُ، وَخَلَا، وَعَدَا وَحَاشَا .

فَـ "مِنْ": لِلِابْتِدَاءِ، وَالتَّبْيِيْنِ، وَالتَّبْعِيْضِ، وَزَائِدَةٌ فِيْ غَيْرِ الْمُوْجَبِ، خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ وَالْأَخْفَشِ .

ترجمہ: حروفِ جر: وہ حروف ہیں جو وضع کیے گئے ہوں فعل یا معنیٔ فعل کو پہنچانے کے لیے اُس اسم تک جس سے یہ حروف متصل ہوں۔ اور وہ: **مِنْ، إلٰی، حتّٰی، فِيْ، باء، لام، رُبَّ، واو** بمعنی **رُبَّ، واوِ قسم، باء قسم، تاء قسم، عَنْ، علٰی، کاف، مُذْ، مُنْذُ، خَلَا، عَدَا** اور **حَاشَا** ہیں۔

پس "**مِـــنْ**": ابتداء، تبیین اور تبعیض کے لیے آتا ہے، اور زائد ہوتا ہے کلام غیر موجب میں، برخلاف کوفیین اور امام اخفش کے۔

حرف کی سترہ قسمیں ہیں: (۱) حروف جر، (۲) حروف مشبہ بالفعل، (۳) حروف عطف، (۴) حروف تنبیہ، (۵) حروف نداء، (۶) حروف ایجاب، (۷) حروف زیادت، (۸) حروف تفسیر، (۹) حروف مصدر، (۱۰) حروف تحضیض، (۱۱) حرف توقع، (۱۲) حروف استفہام، (۱۳) حروف شرط، (۱۴) حرف ردع، (۱۵) تائے تانیث ساکنہ، (۱۶) تنوین، (۱۷) نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ۔

قوله: حروفُ الجر الخ: یہاں سے مصنف حروفِ جر کی تعریف اور اُن کے معانی بیان فرما رہے ہیں:

حروف جر: وہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنیٔ فعل کا، اپنے مابعد اسم کے ساتھ، تعلق قائم کرنے کے لئے وضع کیے گئے ہوں، فعل کی مثال؛ جیسے: **مررتُ بزيدٍ** (میں زید کے پاس سے گذرا)۔ شبہ فعل کی مثال؛ جیسے: **أنا مَارٌّ بزيدٍ** (میں زید کے پاس سے گذرنے والا ہوں)۔ معنیٔ فعل کی مثال، جیسے: **هٰذا في الدارِ أبوكَ**، یہ **أشير إليه في الدار** کے معنی میں ہے (یہ گھر میں تیرا باپ ہے)۔ حروف جر انیس ہیں: **مِنْ، إلٰی، حتّٰی، في، باء، لام، رُبَّ، واو** بمعنی **رُبَّ، واوِ قسم، باء قسم، تاء قسم، عَنْ، علٰی، کاف، مُذ، مُنْذُ خَلَا، عَدَا، حَاشَا**.

فمن للابتداء الخ: یہاں سے مصنف حروف جر میں سے: "مِن" کے معانی بیان فرما رہے ہیں، "مِن" چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

(۱) ابتدائے غایت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ مدخولِ **مِنْ** سے مسافت (دُوری) کی ابتدا ہو

www.besturdubooks.net

رہی ہے،اس کی علامت یہ ہے کہ:اس کے مقابلہ میں ''إلٰی'' آ تا ہے،جومسافت کی انتہاء کو بتلاتا ہے؛ جیسے: سرتُ من البصرةِ إلی الکوفةِ (میں بصرہ سے کوفہ تک چلا)،اس مثال میں ''مِنْ ''ابتدائے غایت کے لئے ہے؛اس لئے کہ مدخولِ مِنْ بصرہ سے، چلنے کی ابتدا ہو رہی ہے۔

(۲) تبیین کے لئے،یعنی یہ بتانے کے لئے کہ مدخولِ مِنْ کسی چیز کا بیان ہے،اس کی علامت یہ ہے کہ: ''مِنْ'' کی جگہ''الذی'' اسم موصول کو رکھ کر، مدخولِ مِنْ کو''ھو'' یا''ھی'' مبتدا محذوف کی خبر بنانا درست ہو؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿فاجتنِبُوا الرِّجسَ مِنَ الأوثانِ﴾ (بچوتم اس گندگی سے جو کہ بت ہیں)،اس مثال میں''من'' تبیین کے لئے ہے،''رجس'' یعنی گندگی میں اجمال اور ابہام تھا،مدخولِ مِنْ: ''الأوثان'' نے اس ابہام کو دور کر دیا، نیز یہاں یہ درست ہے کہ:''من'' کی جگہ''الذی'' اسم موصول کو رکھ کر، مدخولِ من : ''الأوثان'' کو ھو مبتدا محذوف کی خبر بنا دیا جائے،اور یوں کہا جائے: فاجتنبوا الرِّجسَ الّذیْ ھو الأوثانُ.

(۳) تبعیض کے لئے،یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ کوئی چیز مدخول''مِنْ'' کا بعض ہے،کبھی وہ چیز مذکور ہوتی ہے؛ جیسے: أخذتُ شیئًا من الدّراھمِ (میں نے کچھ دراہم لیے)۔اور کبھی وہ چیز مقدر یعنی پوشیدہ ہوتی ہے؛ جیسے: أخذتُ من الدراھمِ، اس کی اصل: أخذتُ شیئًا من الدراھم ہے،ان دونوں مثالوں میں''من'' تبعیض کے لئے ہے؛اس لئے کہ پہلی مثال میں''شیئًا'' مذکور اور دوسری مثال میں''شیئًا''مقدر مدخولِ من:'' الدراھم'' کا بعض ہے۔

یہ''مِنْ''،بعض کے معنی میں ہوتا ہے،اسی لئے اس کو''من تبعیضیہ'' کہا جاتا ہے،اس کی علامت یہ ہے کہ اگر''مِنْ'' کی جگہ لفظ''بعض'' کو رکھ دیا جائے تو معنی درست ہوں، چناں چہ مذکورہ مثال میں اگر''مِنْ'' کی جگہ لفظ بعض کو رکھ کر، أخذتُ بعضَ الدراھمِ کہا جائے،تو معنی درست ہوں گے۔

(۴)''مِنْ'': زائدہ ہوتا ہے،اس کی علامت یہ ہے کہ اس کو حذف کر دینے سے اصل معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی؛ جیسے: ما جاء نی من أحدٍ (میرے پاس کوئی نہیں آیا)،اس مثال میں''من'' زائدہ ہے؛اس لئے اگر اس کو حذف کر کے، ماجاء نی أحدٌ کہا جائے تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔

فی کلام غیر الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں،فرماتے ہیں کہ:''من'' صرف کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے،کلام موجب (یعنی وہ کلام جس میں نفی، نہی اور استفہام انکاری نہ ہو) میں''من'' زائد نہیں ہوتا؛البتہ اس میں کوفیین اور امام اخفش کا اختلاف ہے،اُن کے نزدیک جس طرح''من'' کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے،اسی طرح کلام موجب میں بھی اسم جنس پر''من'' زائد ہوتا ہے؛ جیسے: قدْ کان من مطرٍ (بارش ہوئی)،اور﴿یغفِرْ لکُمْ مِنْ ذُنُوبِکُمْ﴾ (معاف کر دے گا وہ تمہارے گناہوں کو)، ان دونوں مثالوں میں کوفیین اور امام اخفش کے نزدیک''من'' زائدہ ہے۔

www.besturdubooks.net

وَ ''قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ'' وَشِبْهُهُ مُتَأَوَّلٌ .
وَ ''إِلٰى'': لِلْانْتِهَاءِ، وَبِمَعْنٰى ''مَعْ'' قَلِيْلًا .

ترجمہ: اور ''قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ'' (بارش ہوئی) اوراس کے نظائر میں تاویل کی گئی ہے۔
اور ''إِلٰى'': انتہائے غایت کے لیے آتا ہے، اور ''مَعْ'' کے معنی میں آتا ہے قلت کے ساتھ۔

و قد كان من مطر الخ: اس عبارت سے مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں، اعتراض یہ ہے کہ ابھی آپ نے بیان کیا کہ کلام موجب میں ''من'' زائد نہیں ہوتا، حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قد كان من مطرٍ اور ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ جیسی مثالیں کلام موجب ہیں اور اُن میں ''من'' زائد ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ: قد كان من مطر اوراس طرح کی وہ مثالیں جن میں بظاہر کلام موجب میں ''من'' کے زائد ہونے کا وہم ہوتا ہے، اُن میں تاویل کی گئی ہے، چناں چہ قد كان من مطر اور ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ یہاں ''من'' زائد نہیں؛ بلکہ تبعیض کے لئے ہے اور قد كان من مطر کے معنی: قد كان بعضُ مطرٍ اور ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ کے معنی: يغفرُ لكُمْ بعضَ ذنوبِكُمْ ہیں، اوراس تاویل کی صورت میں اِس آیت کا دوسری آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف کردے گا تمام گناہوں کو) کے ساتھ کوئی تعارض نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ پہلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی امت کو خطاب ہے، اور دوسری آیت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب ہے اور امت محمدیہ کے تمام گناہوں کو معاف کرنے سے حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے تمام گناہوں کا معاف کرنا لازم نہیں آتا۔

فائدہ: حروفِ جارہ زائدہ کسی فعل یا شبہ فعل وغیرہ کے متعلق نہیں ہوتے؛ بلکہ اُن کا مدخول ترکیب میں لفظاً مجرور اور محلاً مرفوع یا منصوب ہوتا ہے۔ [دیکھئے: شرح شذور الذہب (ص:۲۷)، النحو الوافی (۲/ ۳۸۸، ط: کراچی)]

و إلى للانتهاء الخ: یہاں سے مصنف ''إِلٰى'' حرفِ جر کے معانی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''إلٰى'' دومعانی کے لئے آتا ہے: (۱) انتہائے غایت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ ''إلٰى'' کے مدخول پر کسی چیز کی مسافت کی انتہاء ہورہی ہے؛ جیسے: سرتُ من البصرةِ إلى الكوفةِ (میں چلا بصرہ سے کوفہ تک)، اس مثال میں ''إلٰى'' کے مدخول کوفہ پر چلنے کی مسافت کی انتہاء ہورہی ہے۔

(۲) کبھی ''إلٰى'' مَعْ کے معنی میں آتا ہے، یعنی یہ بتلانے کے لئے آتا ہے کہ ''إلٰى'' کا مدخول ماقبل کا مصاحب (یعنی اُس کے ساتھ ساتھ) ہے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾ (دھوؤتم اپنے چہروں کو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں کے ساتھ)، اس مثال میں ''إلٰى''

www.besturdubooks.net

وَ "حَتّٰی" کَذٰلِکَ، وَبِمَعْنٰی "مَعْ" کَثِیْرًا، وَیَخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ، خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ .
وَ"فِیْ" لِلظَّرْفِیَّةِ، وَبِمَعْنٰی "عَلٰی" قَلِیْلًا .

ترجمه: اور "حَتّٰی" اُس (یعنی "إلٰی") کی طرح ہے، اور یہ "مَعْ" کے معنی میں آتا ہے کثرت کے ساتھ، اور خاص ہے اسم ظاہر کے ساتھ، برخلاف امام مبرد کے۔

اور "فِیْ" ظرفیت کے لیے آتا ہے، اور "عَلٰی" کے معنی میں آتا ہے قلت کے ساتھ۔

مَعْ کے معنی میں ہے، یعنی "إلی" کا مدخول: "مرافق" دھونے کے حکم میں، ماقبل "أید یکم" کا مصاحب، یعنی اس کے ساتھ ساتھ ہے۔

وحتی کذلک الخ: یہاں سے مصنف "حتّٰی" حرف جر کے معانی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "إلٰی" کی طرح، "حتّٰی" بھی دو معانی کے لئے آتا ہے:

(۱) انتہائے غایت کے لئے؛ جیسے: **نِمْتُ البارِحةَ حتَّی الصّباحِ** (میں گزشتہ رات صبح تک سویا)، اس مثال میں "حتّٰی" کے مدخول: صبح پر سونے کی مدت کی انتہاء ہو رہی ہے۔

(۲) "حتّی": بکثرت مَعْ کے معنی میں آتا ہے؛ جیسے: **قَدِمَ الحَاجُّ حتَّی الْمُشَاةِ** (حاجی لوگ آ گئے، حتی کہ پیدل چلنے والے بھی)، اس مثال میں "حتّٰی" مع کے معنی میں ہے: یعنی "حتی" کا مدخول: "المشاۃ" آنے کے حکم میں، ماقبل: "الحاج" (حاجی لوگوں) کا مصاحب، یعنی ان کے ساتھ ساتھ ہے۔

البتہ "إلٰی" اور "حتّٰی" کے درمیان دو طرح کا فرق ہے:

۱- "إلٰی" کا مَعْ کے معنی میں آنا قلیل ہے، جب کہ "حتّٰی" مَعْ کے معنی میں کثرت سے آتا ہے۔

۲- "إلٰی" اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، اس کے برخلاف "حتّٰی" اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، یعنی "حتّٰی" صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے، اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا، چناں چہ آپ حتَّاہ نہیں کہہ سکتے، ہاں إلیہِ کہہ سکتے ہیں؛ البتہ امام مبرد کا اس میں اختلاف ہے، ان کے نزدیک اس لحاظ سے "إلٰی" اور "حتّٰی" میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح "إلٰی" اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، اسی طرح اُن کے نزدیک "حتّٰی" بھی اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہو سکتا ہے۔

فائدہ: جن مثالوں میں "حتّٰی" ضمیر پر داخل ہے، جمہور کے نزدیک وہ شاذ ہیں، اُن پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

وفی للظرفیة الخ: یہاں سے مصنف "فی" حرف جر کے معانی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں

www.besturdubooks.net

وَ"الْبَاءُ": لِلإِلْصَاقِ، وَالاِسْتِعَانَةِ، وَالْمُصَاحَبَةِ، وَالْمُقَابَلَةِ، وَالتَّعْدِيَةِ وَ الظَّرْفِيَّةِ، وَزَائِدَةٌ فِي الْخَبَرِ فِي الاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ قِيَاسًا، وَفِي غَيْرِهِ سَمَاعًا؛ نَحْوُ: بِحَسْبِکَ زَيْدٌ، وَأَلْقٰى بِيَدِهِ.

ترجمہ: اور"باء": الصاق، استعانت، مصاحبت، مقابلہ، تعدیہ اور ظرفیت کے لیے آتا ہے، اور زائد ہوتا ہے خبر میں استفہام اور نفی کے وقت قیاس کے مطابق، اور اس کے علاوہ میں سماع کے طور پر؛ جیسے: بِحَسْبِکَ زَيْدٌ (تجھ کو زید کافی ہے) اور أَلْقٰى بِيَدِهِ (اُس نے اپنے آپ کو ڈال دیا)۔

کہ:"فی" دو معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

(۱) ظرفیت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ"فی" کا مدخول کسی چیز کا ظرف ہے، یا توحقیقۃً؛ جیسے: زیدٌ فی الدارِ (زید گھر میں ہے)، اس مثال میں"فی" کا مدخول:"الدار"، زید کے قیام کا ظرف ہے۔ یا مجازاً؛ جیسے: نظرتُ فی الکتابِ (میں نے کتاب میں دیکھا)، اس مثال میں"فی" کا مدخول: کتاب دیکھنے کا ظرف ہے؛ لیکن یہ مجازاً ہے، حقیقۃً نہیں۔

(۲) کبھی"فی"، "علٰی" کے معنی میں یعنی استعلاء کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی اس بات کو بتانے کے لئے آتا ہے کہ "فی" کے مدخول پر کسی چیز کو فوقیت حاصل ہے؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ (ضرور بالضرور میں سولی دوں گا تمہیں کھجور کے تنوں پر)، اس مثال میں"فی" کے مدخول:"جذوع النخل" پر ایک دوسری چیز سولی دینے کو فوقیت حاصل ہے۔

والباء، وهی للإلصاق الخ: یہاں سے مصنف باء حرف جر کے معانی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: باء چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے: (۱) الصاق کے لئے، الصاق کے معنی ہیں ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ ملنا، یہ ملنا یا توحقیقۃً ہوگا یا مجازاً، حقیقۃً ملنے کا مطلب یہ ہے کہ باء کا ماقبل مابعد سے بغیر کسی واسطہ کے ملا ہوا ہو؛ جیسے: بِہٖ داءٌ (اس کو بیماری ہے)، اس مثال میں"داء" یعنی بیماری (جو حقیقت میں مبتدا ہونے کی بناء پر باء کا ماقبل ہے) باء کے مابعد ضمیر (یعنی شخص معین مثلاً زید) سے بغیر کسی واسطہ کے ملا ہوا ہے۔

اور مجازاً ملنے کا مطلب یہ ہے کہ باء کا ماقبل مابعد سے کسی دوسری چیز کے واسطہ سے ملا ہوا ہو؛ جیسے: مررتُ بزیدٍ (میں زید کے پاس سے گذرا)، یہ اِلتصَقَ مُروری بموضعٍ یقربُ منہ زیدٌ کے معنی میں ہے (میرا گذرنا ایسی جگہ سے ملا ہوا ہے جس سے زید قریب ہے)، اس مثال میں باء کا ماقبل:"مرور" یعنی گذرنا مابعد زید سے ایسی جگہ کے واسطہ سے ملا ہوا ہے جس سے زید قریب ہے۔

www.besturdubooks.net

(۲) استعانت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ فاعل، صدورِ فعل میں باء کے مدخول کا محتاج ہے؛ جیسے: کتبتُ بالقلمِ (میں نے قلم سے لکھا)، اس مثال میں فاعل متکلم، فعل یعنی لکھنے کے صدور میں، باء کے مدخول یعنی قلم کا محتاج ہے۔

(۳) مصاحبت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ باء کا مدخول کسی چیز کا مصاحب، یعنی اس کے ساتھ ساتھ ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ باء کی جگہ لفظ مع کو رکھنا صحیح ہو؛ جیسے: خرج زیدٌ بعشیرتِهٖ، أی مع عشیرتِه (زید نکلا اپنے قبیلہ کے ساتھ)، اس مثال میں باء کا مدخول: ''عشیرۃ'' نکلنے میں، زید کا مصاحب، یعنی اس کے ساتھ ساتھ ہے۔

(۴) مقابلہ کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ باء کا مدخول کسی چیز کا عوض اور بدل ہے، اسی لئے یہ باء ثمن اور عوض پر آتا ہے؛ جیسے: بعتُ هذا بذاکَ (میں نے یہ اُس کے بدلہ میں بیچا)، اس مثال میں باء کا مدخول ''ذاک''، ''هذا'' کا عوض اور بدل ہے۔

(۵) تعدیہ کے لئے، یعنی فعل لازم کو متعدی بنانے کے لئے؛ جیسے: ذهبتُ بزیدٍ (میں زید کو لے گیا) اس مثال میں باء نے، ''ذهب'' فعل لازم کو متعدی بنادیا ہے۔

(۶) ظرفیت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ باء کا مدخول کسی چیز کا ظرف ہے؛ جیسے: جلستُ بالمسجدِ (میں مسجد میں بیٹھا)، اس مثال میں باء کا مدخول: ''مسجد''، ''جلوس'' یعنی بیٹھنے کا ظرف ہے۔

(۷) کبھی باء زائد ہوتا ہے، دو مواقع ایسے ہیں جہاں باء قیاساً زائد ہوتا ہے: (۱) نفی اور ما مشابہ بلیس کی خبر میں؛ جیسے: لیس عمرٌو بقاعدٍ (عمرو بیٹھا نہیں ہے)، ما زیدٌ بقائمٍ (زید کھڑا نہیں ہے)۔ (۲) استفہام کی خبر میں، بشرطیکہ استفہام ''هَلْ'' کے ذریعہ ہو، کسی دوسرے کلمۂ استفہام کے ذریعہ نہ ہو؛ جیسے: هل زیدٌ بقائمٍ؟ (کیا زید کھڑا ہے؟)

فائدہ: علمتُ، عرفتُ، جهلتُ، تیقّنتُ، سمعتُ اور أمسستُ کے مفعول میں، نیز سیبویہ کے نزدیک فعل تعجب کے دوسرے صیغے: ''أفعِل به'' کے فاعل میں بھی باء قیاساً زائد ہوتا ہے؛ جیسے: علمتُ بهٖ اور أَحسِنْ بزیدٍ وغیرہ، پہلی مثال میں ھا ضمیر ''علِم'' کا مفعول ہے اور دوسری مثال میں ''زید'' ''أحسن'' کا فاعل ہے، اور ان دونوں پر جو باء ہے، وہ زائدہ ہے۔

قیاساً زائد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ مواقع میں ہر جگہ باء زائدہ کو لاسکتے ہیں۔

اور دو مواقع ایسے ہیں جہاں باء سماعاً زائد ہوتا ہے: (۱) مرفوع میں، خواہ مرفوع مبتدا ہو؛ جیسے: بحسبک زیدٌ[1]، یہاں ''حسبک'' مبتدا پر باء زائدہ ہے، اس کی اصل: حسبُک زیدٌ ہے۔ یا مرفوع

---

(۱) باء حرف جر زائد، حسبک مرکب اضافی لفظاً مجرور محلاً مرفوع مبتدا، زید خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ "اللَّامُ": لِلِاخْتِصَاصِ، وَالتَّعْلِيْلِ، وَبِمَعْنٰى "عَنْ" مَعَ الْقَوْلِ، وَزَائِدَةٌ، وَ بِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ.

ترجمہ: اور "لام" اختصاص اور تعلیل کے لیے آتا ہے، اور "عَنْ" کے معنی میں آتا ہے قول کے ساتھ، اور زائد ہوتا ہے، اور واؤ کے معنی میں آتا ہے قسم میں اظہارِ تعجب کے لیے۔

فاعل ہو؛ جیسے: ﴿كفٰى باللّٰهِ شهيدًا﴾ (کافی ہے اللہ گواہ ہونے کے اعتبار سے)، اس مثال میں اللہ فاعل پر باء زائدہ ہے، اس کی اصل: كفى اللّٰهُ شهيدًا ہے۔

(۲) منصوب یعنی مفعول بہ میں؛ جیسے: ألقٰى بيدِهٖ [1] (اس نے اپنے ہاتھ کو ڈال دیا، یعنی اپنے آپ کو ڈال دیا)، اس مثال میں "يده"، "ألقى" کا مفعول بہ ہے اور اس پر باء زائد ہے، اس کی اصل: ألقى يدَه ہے۔

سماعاً زائد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرفوع یا منصوب میں باء زائدہ کو نہیں لا سکتے؛ بلکہ اِن مواقع میں صرف اُسی جگہ باء زائدہ کو لایا جائے گا، جہاں اہلِ عرب سے باء زائدہ کو لانا سنا گیا ہے۔

نوٹ: رضی کی رائے یہ ہے کہ: "كفٰى" اور اس کے مشتقات کے فاعل پر باء، قیاساً زائد ہوتا ہے، سماعاً نہیں؛ جب کہ مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ كفٰى اور اس کے مشتقات کے فاعل پر باء سماعاً زائد ہوتا ہے، نہ کہ قیاساً۔

فائدہ: کبھی "باء" تعلیل کے لئے آتا ہے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ باء کا مابعد، ماقبل کے لئے علت ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ (بلا شبہ تم نے ظلم کیا ہے اپنے اوپر؛ تمہارے بچھڑے کو معبود بنا لینے کی وجہ سے)، اس مثال میں باء کا مابعد: "اتخاذ العجل" (یعنی بچھڑے کو معبود بنانا)، ماقبل ظلم کے لئے علت ہے۔

والـلام لـلاختصاص الخ: یہاں سے مصنف لام حرف جر کے معانی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ لام چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے: (۱) اختصاص کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ مدخولِ لام کے لئے کوئی چیز مخصوص ہے، خواہ یہ مخصوص ہونا بغیر ملکیت کے ہو؛ جیسے: الجلُّ للفرسِ (جول گھوڑے کے لئے خاص ہے)، اس مثال میں مدخول لام: فرس کے لئے جول مخصوص ہے اور یہ مخصوص ہونا بغیر ملکیت کے ہے، یا مخصوص ہونا ملکیت کی وجہ سے ہو؛ جیسے: المالُ لزيدٍ (مال زید کے لئے ہے)، اس مثال میں مدخولِ

---

(۱) ألقى فعل بافاعل، باء حرف جر زائد، يده مرکب اضافی لفظاً مجرور محلاً منصوب مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

لام زید کے لئے مال مخصوص ہے اور یہ مخصوص ہونا ملکیت کی وجہ سے ہے۔

(۲) تعلیل کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ لام کا مابعد، ماقبل کے لئے علت ہے؛ جیسے: **ضربتُه للتادیبِ** (میں نے اس کو ادب سکھانے کے لئے مارا)، اس مثال میں لام کا مابعد: "**تادیب**" یعنی ادب سکھانا، مارنے کے لئے علت ہے۔

(۳) کبھی لام "عن" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ لام کو قول یا اُس کے مشتقات کے ساتھ استعمال کیا جائے، اور لام کا مدخول اُس قول کے قائل یعنی کہنے والے سے غائب ہو، اس کے پاس موجود نہ ہو؛ جیسے آپ کہیں (جب کہ زید آپ سے غائب ہو): **قلتُ لزیدٍ إنّه لم یفعل الشرَّ** (میں نے زید کے بارے میں کہا: کہ اُس نے برائی نہیں کی)، اس مثال میں لام "**عن**" کے معنی میں ہے، چناں چہ یہ **قلتُ عنهُ** کے معنی میں ہے۔

(۴) کبھی لام: زائد ہوتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اُس کو حذف کر دیا جائے تو اصل معنی میں کوئی خلل نہ ہو؛ جیسے: **رَدِفَ لَکُمْ** (وہ تمہارا ردیف ہوا)، اس مثال میں لام زائد ہے، چناں چہ اگر لام کو حذف کرکے "**ردفکم**" کہیں تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔

(۵) کبھی لام: اظہارِ تعجب کے لئے، واؤ برائے قسم کے معنی میں ہوتا ہے، یعنی مدخولِ لام کے ذریعہ بات کو پختہ اور مؤکد کرنے کے لئے آتا ہے، لامِ قسم اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے؛ لہٰذا لام کے ذریعہ اللہ تعالی کے علاوہ، کسی اور چیز کی قسم نہیں کھائی جائے گی، اور اس کا جواب قسم کوئی ایسا امر عظیم ہوتا ہے جو تعجب خیز ہو؛ جیسے ہُذلی شاعر کا قول ہے: شعر:

لِلّٰهِ یبقی علی الأیام ذو حیدٍ☆ بمشخرٍّ بهِ الظَّیَّانُ والآس

(خدا کی قسم باقی نہیں رہے گا زمانہ میں کوئی گرہ دار سینگوں والا پہاڑی بکرا، ایسے بلند پہاڑ پر جس میں ظیّان اور آس کے درخت ہوں)۔

اس شعر میں لام، واؤ برائے قسم کے معنی میں ہے، یہاں "**یبقی**" سے پہلے "لا" محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے: **لِلّٰهِ لا یبقی**، اور قرینہ یہ ہے کہ اگر یہاں جواب قسم "**یبقی**" مثبت ہوتا تو اس کے شروع میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہوتا؛ کیوں کہ قاعدہ ہے کہ اگر جواب قسم فعل مضارع مثبت ہو تو اس کے شروع میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید لانا ضروری ہے، چوں کہ یہاں لام تاکید اور نون تاکید نہیں ہیں، اس لئے معلوم ہوا کہ جواب قسم، فعل مضارع منفی ہے؛ اور جب جواب قسم فعل مضارع منفی ہو تو اس کے شروع میں "ما"، "لا" اور "لَنْ" میں سے کسی ایک کا لانا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا یہاں **یبقی** سے پہلے "لا" محذوف ہوگا۔

www.besturdubooks.net

وَ "رُبَّ": لِلتَّقْلِيْلِ، وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ، مُخْتَصَّةٌ بِنَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ عَلَى الْأَصَحِّ، وَفِعْلُهَا مَاضٍ مَحْذُوْفٌ غَالِبًا.

ترجمہ: اور "رُبَّ" تقلیل کے لیے آتا ہے، اور اُس کے لیے صدارتِ کلام ہے، (اور) وہ خاص ہے نکرۂ موصوفہ کے ساتھ اصح قول کے مطابق، اور اُس کا فعل ماضی ہوتا ہے جو اکثر محذوف ہوتا ہے۔

وربَّ للتقليل الخ: یہاں سے مصنف "ربَّ" حرف جر کے معنی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "ربَّ" تقلیل کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی اس بات کو بتانے کے لئے آتا ہے کہ متکلم اپنے گمان میں "ربَّ" کے مدخول کو قلیل سمجھ رہا ہے، اگرچہ واقع میں وہ کثیر ہو، جیسا کہ اس کے بالمقابل "کم خبریہ" اپنے مدخول کی کثرت کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ولها صدر الكلام الخ: یہاں سے مصنف "رُبَّ" کے احکام بیان فرما رہے ہیں، مصنف نے یہاں "رُبَّ" کے پانچ احکام بیان کئے ہیں:

(۱) "رُبَّ" صدارتِ کلام کو چاہتا ہے، اسی لئے اُس پر کسی چیز کو مقدم کرنا جائز نہیں؛ البتہ تین حروف: یعنی واؤ، باء اور "ألا" برائے استفتاح، اس سے مستثنیٰ ہیں، چناں چہ ان تینوں کو "رُبَّ" پر مقدم کر سکتے ہیں۔

(۲) اصح قول یہ ہے کہ "رُبَّ" ہمیشہ نکرۂ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے؛ جیسے: **ربّ رجلٍ كريمٍ لقيتُه** (کم ایسے سخی مرد ہیں جن سے میں نے ملاقات کی)، یہاں "رجل" نکرۂ موصوفہ ہے جس پر "رُبَّ" داخل ہوا ہے۔

(۳) "رُبَّ" پر خواہ مائے کافہ داخل ہو یا مائے کافہ داخل نہ ہو، بہرصورت "رُبَّ" کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا متعلَّق فعل ماضی ہو؛ اس لئے کہ "رُبَّ" اپنے مدخول کی ایسی قلت کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے جو ثابت ہو، اور قلت فعل ماضی ہی سے ثابت ہو سکتی ہے، فعل مضارع سے ثابت نہیں ہو سکتی، واضح رہے کہ یہاں فعل ماضی عام ہے، خواہ حقیقۃً فعل ماضی ہو؛ جیسے مذکورہ مثال میں "لقيت". یا معنیً فعل ماضی ہو؛ جیسے: وہ فعل مضارع جو "لَمْ" یا "لَمَّا" کے ساتھ ہو۔ "رُبَّ" کے متعلَّق فعل ماضی کو اکثر و بیشتر حذف کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: آپ سے کوئی کہے: **هل لقيتَ من أكرمكَ؟** (کیا تم نے اس شخص سے ملاقات کی جس نے تمہارا اکرام کیا)، تو اس کے جواب میں آپ کہیں: **ربّ رجلٍ أكرمني** (کم ایسے مردوں سے میں نے ملاقات کی جنہوں نے میرا اکرام کیا)، یہاں أكرمني، رجل کی صفت ہے اور "رُبّ" کا متعلَّق "لقيته" محذوف ہے، جس کو یہاں سے سوال کے قرینہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے:

ربَّ رجلٍ أكرمني لقيتُه.

www.besturdubooks.net

وَقَدْ تَدْخُلُ عَلٰی مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُمَیَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ ، وَالضَّمِیْرُ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ، خِلَافًا لِلْكُوْفِیِّیْنَ فِیْ مُطَابَقَةِ التَّمْیِیْزِ . وَتَلْحَقُهَا "مَا"، فَتَدْخُلُ عَلَی الْجُمَلِ .

ترجمہ: اور کبھی "رُبَّ" داخل ہوتا ہے ایسی ضمیر مبہم پر جس کی تمیز نکرۂ منصوبہ کے ذریعہ لائی گئی ہو، اور وہ ضمیر مفرد مذکر ہوتی ہے، برخلاف کوفیین کے (اُس ضمیر کے) تمیز کے مطابق ہونے میں۔ اور لاحق ہوجاتا ہے اُس کے آخر میں "مَا" کافہ، پس اس صورت میں وہ داخل ہوتا ہے جملوں پر۔

نوٹ: وہ فعل مضارع جس کے معنی کا وقوع محقق اور یقینی ہو، وہ فعل ماضی کے حکم میں ہوتا ہے؛ لہٰذا اُس پر "رُبَّ" داخل ہوسکتا ہے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ﴾ یہاں "یَوَدُّ"، وَدَّ فعل ماضی کے معنی میں ہونے کی وجہ سے فعل ماضی کے حکم میں ہے، اسی لئے اُس پر "رُبَّ" داخل ہوگیا ہے۔

(۴) کبھی "رُبَّ" ایسی ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوجاتا ہے جس کی تمیز نکرۂ منصوبہ لائی گئی ہو، جمہور کے نزدیک یہ ضمیر مبہم ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی، خواہ تمیز تثنیہ ہو یا جمع، مذکر ہو یا مؤنث؛ جیسے: رُبَّهٗ رجلًا ، ربَّهٗ رَجُلَیْنِ، ربّه رِجالًا، رُبّه امرأةً، رُبّه اِمرأتَیْنِ اور رُبّه نساءً . البتہ کوفیین کے نزدیک ضمیر مبہم اور اُس کی تمیز کے درمیان افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری ہے، چناں چہ اگر تمیز تثنیہ ہو تو ضمیر مبہم کو تثنیہ، تمیز جمع ہو تو ضمیر مبہم کو جمع، تمیز مذکر ہو تو ضمیر مبہم کو مذکر اور اگر تمیز مؤنث ہو تو ضمیر مبہم کو مؤنث لایا جائے گا؛ جیسے: ربّه رجلًا، ربّهما رجلین، ربّهم رجالًا، ربّها امراةً، ربّهما امرأتَیْنِ اور ربّهن نساءً.

(۵) کبھی "رُبَّ" کے آخر میں مائے کافہ لاحق ہوجاتی ہے، جو "رُبَّ" کو اسمائے مفردہ پر داخل ہونے اور اپنے مدخول میں عمل کرنے سے روک دیتی ہے، چناں چہ اِس صورت میں "رُبَّ" جملہ اسمیہ یا جملہ فعلیہ پر داخل ہوتا ہے، اسم مفرد پر داخل نہیں ہوتا، جملہ فعلیہ کی مثال؛ جیسے: ربَّما قام زید . جملہ اسمیہ کی مثال؛ جیسے: ربَّما زیدٌ قائمٌ .

فائدہ: مائے کافہ: وہ مائے زائدہ ہے جو کسی عامل پر داخل ہوکر، اُسے عمل سے روک دے۔ مائے کافہ کو ہمیشہ، اُس کے مدخول کے ساتھ ملا کر لکھا جائے گا، جب کہ مائے کافہ کے علاوہ، "مـــا" کی بقیہ اقسام، مثلاً: ما موصولہ وغیرہ کو، مابعد سے الگ لکھا جائے گا۔

فائدہ: کبھی "رُبَّ" کے آخر میں مائے زائدہ آجاتی ہے، اس صورت میں وہ اسم پر داخل ہوتا ہے اور اُس کو جر دیتا ہے؛ جیسے شاعر کا قول ہے: رُبّما ضربةٍ بسیفٍ صیقلٍ . (شرح جامی ص:۳۷۰)

www.besturdubooks.net

وَ"وَاوُهَا" تَدْخُلُ عَلٰى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ .
وَ"وَاوُ الْقَسَمِ" إِنَّمَا تَكُوْنُ عِنْدَ حَذْفِ الْفِعْلِ لِغَيْرِ السُّوَالِ، مُخْتَصَّةٌ بِالظَّاهِرِ .

ترجمہ: اور "واوِ رُبَّ" داخل ہوتا ہے نکرۂ موصوفہ پر۔
اور "واوِ قسم" صرف فعل کو حذف کرنے وقت استعمال ہوتا ہے غیرِ سوال کے لیے، (اور) وہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے۔

فائدہ: "رُبَّ" اُن حروف جارہ میں سے ہے جو نہ اصلی ہوتے ہیں اور نہ زائد؛ بلکہ زائد کے مشابہ ہوتے ہیں؛ لہٰذا "ربَّ" کا مدخول لفظاً مجرور اور محلاً مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا؛ بشرطیکہ "رُبَّ" کے بعد آنے والے جملے میں، اُس کے مدخول کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو، اور اگر ضمیر نہ ہو تو اس صورت میں "رُبّ" کا مدخول محلاً، مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا؛ جیسے: ربّ رجلٍ كريمٍ لقيتُ، اس مثال میں "رجل كريم" مرکب توصیفی ہوکر، "لقي" کا مفعول بہ مقدم ہے۔ اکثر محققین نحاۃ کا یہی مذہب ہے کہ "رُبَّ" اپنے مدخول سے مل کر کسی عامل کا متعلق نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا مدخول محلاً مرفوع یا منصوب ہوتا ہے؛ البتہ بصریین کا اِس میں اختلاف ہے، اُن کے نزدیک دیگر حروف جارہ کی طرح، "ربّ" بھی کسی عامل کا متعلق ہوتا ہے۔ مصنف نے بصریین کا مذہب اختیار کیا ہے، اور یہی رائے صاحبِ "شرح مائة عامل" اور صاحبِ "ہدایة النحو" کی ہے۔

وواوها تدخل الخ: یہاں سے مصنف "واوِ ربَّ" کو بیان فرمارہے ہیں، "واوِ ربَّ": وہ واوٗ ہے جس سے کلام کی ابتداء کی جائے، اس کے بعد "رُبَّ" حرفِ جر مقدر رہتا ہے؛ جیسے شاعر کا قول ہے، شعر:

وبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا أنِيْسُ ☆ الا اليَعا فِيرُ والَّا العِيْسُ .

ترجمہ: ایسے شہر کم ہیں جن میں ہرن کے چھوٹے بچوں اور سفید اونٹوں کے علاوہ، کوئی مونس (غم خوار) نہ ہو۔

"واوِ ربَّ" صرف نکرۂ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے، اور "ربَّ" کی طرح اس کا متعلَّق بھی فعل ماضی ہوتا ہے جس کو اکثر وبیش تر حذف کردیا جاتا ہے، چناں چہ مذکورہ شعر میں "واو ربَّ" کا متعلَّق "وَطِئتُ" فعل ماضی ہے جس کو یہاں سے حذف کردیا گیا ہے۔

وواو القسم إنما الخ: یہاں سے مصنف حروف جر میں سے "واوِ قسم" کو بیان فرمارہے ہیں، واوِ قسم وہ واوٗ ہے جو قسم کے لئے، یعنی مدخولِ واوٗ کے ذریعہ اپنی بات کو پختہ اور مؤکد کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یہاں مصنف نے "واوِ قسم" کے متعلق تین احکام بیان کیے ہیں:

(۱) "واوِ قسم" کو استعمال کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ اُس کا فعل محذوف ہو، لفظوں میں مذکور نہ ہو۔

www.besturdubooks.net

وَ"التَّاءُ" مِثْلُهَا، مُخْتَصَّةٌ بِاسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی . وَ"الْبَاءُ" أَعَمُّ مِنْهُمَا فِي الْجَمِيْعِ .

ترجمہ : اور"تائے قسم": اُس (یعنی واوِ قسم) کے مانند ہے، (مگر) یہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ خاص ہے۔اور"باءِ قسم" ان دونوں سے عام ہے (مذکورہ) تمام احکام میں۔

---

(۲) "واوِ قسم" سوال (یعنی طلب) میں استعمال نہیں ہوتا؛ بلکہ طلب کے علاوہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ وَاللّٰهِ أَخْبِرْنِيْ نہیں کہہ سکتے۔

(۳) "واوِ قسم" اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، خواہ وہ لفظ اللہ ہو؛ جیسے: والـلّٰهِ، یا اُس کے علاوہ ہو؛ جیسے: و الرَّحمٰنِ لأ ضربنَّ . واوِ قسم اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا؛ لہٰذ"وَکَ" نہیں کہہ سکتے۔

والتاء مثلها الخ: یہاں سے مصنف حروف جر میں سے"تائے قسم" کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "تائے قسم": "واوِ قسم" کے مانند ہے، یعنی جس طرح"واوِ قسم" کو استعمال کرنے کے لیے اُس کے فعل کو حذف کرنا شرط ہے، اور وہ صرف غیرِ طلب میں استعمال ہوتا ہے، اسی طرح"تائے قسم" کے استعمال کے لیے بھی اُس کے فعل کو حذف کرنا شرط ہے اور وہ صرف غیر طلب میں استعمال ہوتا ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ"تائے قسم" صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے، یعنی یہ صرف لفظ اللہ پر داخل ہوتا ہے، لفظ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے اسم ظاہر یا اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا، چناں چہ تَـالـرَّحـمٰنِ نہیں کہہ سکتے۔اور اہل عرب کا قول: "تـربِّ الكعبة" (رب کعبہ کی قسم) شاذ ہے، اس پر دوسرے اسماء کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

والباء أعم الخ: یہاں سے مصنف حروف جر میں سے"باءِ قسم" کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "باءِ قسم" مذکورہ احکام میں"واوِ قسم" اور"تائے قسم" سے عام ہے، یعنی یہ فعل کے حذف کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے اور فعل کے ذکر کے ساتھ بھی، اور اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، نیز لفظ اللہ کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ ہر طرح کے اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے، اسم ظاہر کی مثال؛ جیسے: بِاللّٰهِ، و بِالرَّحمٰنِ . اسم ضمیر کی مثال؛ جیسے: بِکَ (تیری قسم)۔

فائدہ: مشہور حروفِ قسم چار ہیں: واؤ، تاء، باء اور لام . ان میں باہم فرق یہ ہے کہ"باء" اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، اور باقی تین اسم ظاہر پر داخل ہوتے ہیں، اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتے؛ البتہ ان میں سے"واؤ" ہر اسم ظاہر پر داخل ہوسکتا ہے، خواہ وہ لفظ اللہ ہو یا اس کے علاوہ ہو، اور باقی دو یعنی "تاء" اور"لام" صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہیں، یہ صرف لفظ اللہ پر داخل ہوتے ہیں، اس کے علاوہ کسی دوسرے اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوتے۔واضح رہے کہ حروفِ قسم کو ترکیب میں" أقسم" یا اُس کے ہم معنی کسی

www.besturdubooks.net

وَيُتَلَقَّى الْقَسَمُ بِـ "اللَّامِ"، وَ"إِنَّ" وَحَرْفِ النَّفْيِ .

ترجمہ: اور قسم کا جواب لایا جائے گا "لام"، "إِنَّ" اور حرفِ نفی کے ساتھ۔

فعل محذوف کا متعلق بنا کر، پورے جملے کو قسم اور مابعد کو جوابِ قسم کہیں گے۔

ويتلقى القسم الخ: یہاں سے مصنف جوابِ قسم کے احکام بیان فرما رہے ہیں۔ ہر قسم کے لئے جوابِ قسم کا ہونا ضروری ہے، جواب قسم جملہ ہوتا ہے، جس کو مُقسم علیہ کہا جاتا ہے، جواب قسم یا تو مثبت ہوگا یا منفی:

(الف) اگر جواب قسم جملہ اسمیہ مثبتہ ہو، تو اُس کے شروع میں "لام ابتداء" یا "إِنَّ" کو لانا ضروری ہے؛ جیسے: واللّٰهِ لَزيدٌ قائمٌ، و اللّٰهِ إنَّ زيدًا لقائمٌ، ان دونوں مثالوں میں، جواب قسم جملہ اسمیہ مثبتہ ہے، پہلی مثال میں اُس کے شروع میں لام ابتداء، اور دوسری مثال میں "إِنَّ" کو لایا گیا ہے۔

(ب) اور اگر جواب قسم جملہ فعلیہ مثبتہ ہو تو اُس کے شروع میں "لام" اور "قَدْ" دونوں کو لایا جائے گا، جب کہ وہ فعل ماضی متصرف ہو؛ جیسے: واللّٰهِ لَقَدْ قام زيدٌ . اور صرف "لام" کو لایا جائے گا جب کہ وہ فعل مضارع ہو؛ جیسے: واللّٰهِ لأ فعلنَّ كذا. یا فعل ماضی غیر متصرف ہو؛ جیسے: واللّٰهِ لَنِعمَ الرجلُ زيدٌ .

نوٹ: جب جواب قسم فعل مضارع مثبت ہو تو اس کے شروع میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید کا لانا ضروری ہے، بصریین کے نزدیک اس نونِ تاکید کو بغیر ضرورت کے حذف کرنا جائز نہیں، اور کوفیین کے نزدیک بلاضرورت بھی اُس کو حذف کر سکتے ہیں۔

(ج) اور اگر جواب قسم جملہ اسمیہ منفیہ ہو تو اس کے شروع میں "ما"، "لا" یا "إِنْ نافيه" میں سے کسی ایک کو لانا ضروری ہے؛ جیسے: واللّٰهِ ما زيدٌ بقائم، واللّٰهِ لا زيدٌ قائمًا، واللّٰهِ إنْ زيدٌ قائمٌ .

(د) اور اگر جواب قسم جملہ فعلیہ منفیہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو وہ فعل ماضی ہوگا یا فعل مضارع، اگر وہ فعل ماضی ہو تو اُس کے شروع میں "ما" یا "لا" میں سے کسی ایک کو لانا ضروری ہے؛ جیسے: واللّٰهِ ما قام زيدٌ واللّٰهِ لا قام زيدٌ . اور اگر فعل مضارع ہو تو اس کے شروع میں "ما"، "لا" یا "لَنْ" میں سے کسی ایک کو لانا ضروری ہے؛ جیسے: واللّٰهِ لا يقومُ زيدٌ، واللّٰهِ لن يَّقومَ زيدٌ اور واللّٰهِ ما يقومُ زيدٌ .

فائدہ: اگر جواب قسم جملہ منفیہ ہو اور حرف نفی کے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو، تو وہاں جواب قسم سے حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے، بشرطیکہ حرف نفی کو حذف کرنے سے منفی کا مثبت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے اور یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ جوابِ قسم فعل مضارع منفی ہو؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ﴾ (خدا کی قسم آپ برابر یوسف کو یاد کرتے رہیں گے)، اس کی اصل: لا تفتؤ ہے، قرینہ

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفُ جَوَابُهُ إِذَا اعْتَرَضَ أَوْ تَقَدَّمَهُ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ .
وَ"عَنْ" لِلْمُجَاوَزَةِ . وَ"عَلٰى" لِلِاسْتِعْلَاءِ .

ترجمہ : اور جوابِ قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے اُس وقت جب کہ وہ درمیان میں واقع ہو یا اُس سے پہلے کوئی ایسی چیز ہو جو اُس پر دلالت کرے۔
اور "عَنْ" مجاوزت کے لیے آتا ہے۔اور "عَلٰی" استعلاء کے لیے آتا ہے۔

پائے جانے کی وجہ سے، "لا" حرف نفی کو حذف کر دیا گیا ہے، قرینہ یہ ہے کہ اگر جوابِ قسم مثبت ہوتا تو اُس کے شروع میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہوتا، اور یہاں ایسا نہیں ہے؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ جوابِ قسم مثبت نہیں؛ بلکہ منفی ہے، اس کے شروع میں حرف نفی تھا جس کو یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔

و قد یحذف جوابہ الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ دو صورتوں میں جوابِ قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے:

(۱) اُس صورت میں جب کہ قسم سے پہلے، جواب قسم پر دلالت کرنے والا کوئی جملہ موجود ہو؛ جیسے: زیدٌ قائمٌ واللّٰہِ (خدا کی قسم زید کھڑا ہے)، اس کی اصل: واللّٰہِ إنَّ زیدًا قائمٌ ہے، جوابِ قسم "إن زیدًا قائمٌ" کو یہاں سے حذف کر دیا گیا؛ کیوں کہ قسم سے پہلے اُس پر دلالت کرنے والا جملہ "زیدٌ قائمٌ" موجود ہے۔

(۲) اُس صورت میں جب کہ قسم جملہ کے درمیان میں واقع ہو؛ جیسے: زیدٌ واللّٰہِ قائمٌ، اس کی اصل: واللّٰہِ إنَّ زیدًا قائمٌ ہے، جوابِ قسم "إنَّ زیدًا قائمٌ" کو یہاں سے حذف کر دیا گیا؛ اس لئے کہ قسم ایسے جملہ کے درمیان میں واقع ہے، جو جوابِ قسم پر دلالت کر رہا ہے۔

وعن للمجاوزۃ الخ: یہاں سے مصنف "عن" حرف جر کے معنی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "عَنْ" مجاوزت کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی یہ بتلانے کے لئے آتا ہے کہ ماقبل کی وجہ سے، کوئی چیز مدخولِ "عَنْ" سے متجاوز اور دور ہوگئی ہے، خواہ وہ چیز مذکور ہو؛ جیسے: رَمیتُ السهمَ عن القوسِ إلى الصیدِ (میں نے کمان سے شکار کی طرف تیر پھینکا)، اس مثال میں ماقبل یعنی پھینکنے کی وجہ سے، تیر مدخولِ عن: قوس یعنی کمان سے دور ہوگیا ہے۔ یا وہ چیز مذکور نہ ہو؛ جیسے: رضی اللّٰہُ عنک (اللہ تجھ سے راضی ہوگیا)، یعنی جاوز تُکَ المواخذۃُ بسبب الرضی (اللہ کے راضی ہونے کی وجہ سے، تجھ سے مواخذہ دور ہوگیا)۔

وعلی للاستعلاء الخ: یہاں سے مصنف "علٰی" حرف جر کے معنی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "علٰی" استعلاء کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی اِس بات کو بتلانے کے لئے آتا ہے کہ مدخولِ "علٰی"

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يَكُونَانِ اِسْمَيْنِ بِدُخُوْلِ "مِنْ".
وَ"الْكَافُ" لِلتَّشْبِيْهِ، وَزَائِدَةٌ، وَقَدْ تَكُوْنُ اِسْمًا. وَتَخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ.

ترجمہ: اور کبھی یہ دونوں اسم ہوتے ہیں (اِن پر) "مِنْ" داخل ہونے کی صورت میں۔
اور "کاف" تشبیہ کے لیے آتا ہے، اور زائد ہوتا ہے، اور کبھی اسم ہوتا ہے۔ اور خاص ہے اسم ظاہر کے ساتھ۔

پر ماقبل کو فوقیت حاصل ہے، یا توحقیقۃً، جیسے: زيدٌ على السطحِ (زید چھت کے اوپر ہے)، اس مثال میں مدخولِ "علی": چھت پر، زید کو حقیقۃً فوقیت ہے۔ یا مجازاً فوقیت ہو؛ جیسے: عليه دينٌ (اس کے اوپر قرض ہے)، اس مثال میں مدخول "علی": "هاء" ضمیر پر، "دينٌ" کو مجازاً فوقیت ہے، حقیقۃً نہیں۔

وقد يكونان إسمين الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر "عَنْ" اور "عَلٰی" پر، "مِنْ" حرف جر داخل ہو تو اس صورت میں یہ اسم ہوتے ہیں، حرف نہیں ہوتے، "عن" جانب کے معنی میں ہوتا ہے اور "علی" فوق کے معنی میں؛ جیسے: جلستُ مِن عن يمينهِ، أی من جانب يمينهِ (میں اس کے دائیں جانب بیٹھا)، نزلتُ من علَى الفرسِ، أی من فوقِ الفرس (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)، یہاں "عنْ" اور "علیٰ" اسم ہیں؛ اس لئے کہ اِن پر "مِنْ" حرف جر داخل ہے۔

والكاف للتشبيه الخ: یہاں سے مصنف "کاف" حرف جر کے معنی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "کاف" دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

(۱) تشبیہ کے لئے: یعنی اس بات کو بتلانے کے لئے کہ کسی چیز کو مدخولِ کاف کے ساتھ ایسے وصف میں مشابہت ہے، جس میں مدخولِ کاف مشہور ہے؛ جیسے: زيدٌ كعمرٍو (زید (مثلاً علم میں) عمرو کے مانند ہے) جب کہ عمرو علم میں مشہور ہو۔

(۲) کبھی کاف زائد ہوتا ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے)، اس مثال میں کاف زائد ہے؛ اس لئے کہ اگر یہاں سے کاف کو حذف کر دیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔

وقد تكون اسمًا: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر "کاف" پر حرفِ جر داخل ہو، تو اس صورت میں وہ اسم ہوتا ہے مثل کے معنی میں، حرف نہیں ہوتا؛ جیسے شاعر کا قول ہے: يضحكنَ عن كالبردِ المُنهَمِّ، أی عن مثلِ البردِ (تین حسین عورتیں پگھلے ہوئے اولے کی طرح ہنس رہی ہیں)، یہاں "کاف" اسم ہے؛ اس لئے کہ یہاں اس پر "عن" حرف جر داخل ہے۔

وتختص الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "کاف" حرفِ جر اسم ظاہر کے ساتھ خاص

www.besturdubooks.net

وَ"مُذْ" وَ"مُنْذُ" لِلزَّمَانِ: لِلِابْتِدَاءِ فِي الْمَاضِيْ، وَالظَّرْفِيَّةِ فِي الْحَاضِرِ؛ نَحْوُ: مَا رَأَيْتُهُ مُذْ شَهْرِنَا / وَمُنْذُ يَوْمِنَا.

ترجمہ: اور "مُذْ" اور "مُنْذُ" زمانے کے لیے آتے ہیں: زمانۂ ماضی میں ابتداء کے لیے، اور زمانۂ حال میں ظرفیت کے لیے؛ جیسے: مَا رَأَيْتُهُ مُذْ شَهْرِنَا / وَمُنْذُ يَوْمِنَا (میں نے اُس کو نہیں دیکھا اِس مہینے میں/ اور اِس دن میں)۔

ہے، یعنی وہ صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے، اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا، چناں چہ كَهُ، كَكَ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ کبھی غیر شعر میں ضمیر مرفوع پر داخل ہوسکتا ہے؛ جیسے: ما أنا كأنتَ (میں تیری طرح نہیں ہوں)، یہ جمہور کا مذہب ہے۔ اور امام مبرد کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً "کاف" کا ضمیر پر داخل ہونا جائز ہے، خواہ ضمیر مرفوع ہو یا ضمیر منصوب اور مجرور، نیز خواہ شعر میں یا غیر شعر میں۔ [دیکھئے: شرح جامی ص:۳۷۳]

فائدہ: کاف حرفِ جر: ہمیشہ کسی فعل یا شبہ فعل محذوف کا متعلق ہوتا ہے، مذکور کا متعلق نہیں ہوتا۔

ومذ ومنذ للزمان الخ: یہاں سے مصنف "مُذْ" اور "مُنْذُ" حرف جر کے معانی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "مُذْ" اور "منذُ" وقت پر دلالت کرتے ہیں، اور یہ دو معنی کے لئے آتے ہیں:

(۱) ابتداء کے لئے زمانۂ ماضی میں، یعنی اگر ان کے بعد اسم زمان معرفہ ہو اور اس معرفہ سے زمانۂ ماضی مراد ہو، تو وہاں "مُذْ" اور "منذُ" دونوں، "مِنْ ابتدائیہ" کی طرح ماقبل کی ابتداء کو بتلانے کے لئے آتے ہیں؛ جیسے آپ ماہِ شعبان میں کسی کے بارے میں کہیں: ما رأيتُه مذ رجبَ (میں نے اس کو ماہ رجب سے نہیں دیکھا)، یہاں "مذ" ابتداء کے لئے ہے؛ اس لئے کہ اُس کے بعد "رجب" معرفہ ہے اور اس سے زمانۂ ماضی مراد ہے۔

(۲) ظرفیت کے لئے زمانۂ حال میں، یعنی اگر ان کے بعد اسم زمان معرفہ ہو اور اُس سے زمانۂ حال مراد ہو، تو اِس صورت میں یہ "في" کی طرح، ظرفیت کے لئے آتے ہیں؛ جیسے: ما رأيتُه مذ شهرِنا ومنذُ يومنا، أي في شهرنا و يومنا (میں نے اس کو اِس مہینہ میں/ اور اس دن میں نہیں دیکھا)، یہاں "مذ" اور "منذ" ظرفیت کے لئے ہیں؛ اس لئے کہ اِن کے بعد اسم زمان معرفہ ہے اور اُس سے یہاں زمانۂ حال مراد ہے۔

فائدہ: اگر "مذ" اور "منذ" کے بعد نکرۂ معدودہ ہو تو اس صورت میں یہ ابتداء اور انتہاء دونوں کے لئے ہوتے ہیں، یعنی جمیع مدت کا فائدہ دیتے ہیں؛ جیسے: ما رأيتُه مذ أو منذُ يومَينِ (میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا)، یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہیں۔

www.besturdubooks.net

وَ"حَاشَا"، وَ"عَدَا" وَ"خَلَا" لِلِاسْتِثْنَاءِ.

ترجمہ: اور "حَاشَا"، "عَدَا" اور "خَلَا" استثناء کے لیے آتے ہیں۔

وحاشا وعدا وخلا الخ: یہاں سے مصنف "حاشَا"، "عدا" اور "خَلَا" کے معانی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ تینوں استثناء کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے: **جاء نی القومُ حاشا زیدٍ** (میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے)، **جاء نی القومُ عدا بکرٍ** (میرے پاس قوم آئی سوائے بکر کے)، **جاء نی القومُ خلا عمروٍ** (میرے پاس قوم آئی سوائے عمرو کے)۔

فائدہ:"حاشا"، "عدا" اور "خلا" استثناء کے لئے استعمال ہوتے ہیں، کبھی یہ حرفِ جر ہوتے ہیں اور کبھی فعل۔

حرفِ جر ہونے کی صورت میں ان کا مدخول مجرور ہوتا ہے اور یہ ترکیب میں اپنے مجرور سے مل کر کسی فعل یا شبہ فعل وغیرہ کے متعلق ہوتے ہیں۔

اور فعل ہونے کی صورت میں ان کے اندر ضمیر مستتر ان کا فاعل ہوتی ہے، اور ان کے بعد آنے والا اسم ان کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے، اور یہ ترکیب میں اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر، ماقبل میں مذکور کسی اسم سے حال واقع ہوتے ہیں۔

اگر "خلا" اور "عدا" : "ما" کے بعد ہوں، یا بغیر "ما" کے شروع کلام میں واقع ہوں، تو اس وقت یہ دونوں متعینہ طور پر فعل ہوں گے، حرف جر نہیں ہوں گے، "ما" مصدریہ ہوگی، ان کے اندر ضمیر مستتر ان کا فاعل اور ان کے بعد آنے والا اسم ان کا مفعول بہ ہوگا۔

درمیانِ کلام میں ہونے کی صورت میں یہ اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملنے کے بعد بتاویل مصدر ہو کر، یا تو "وقت" مضاف محذوف کا مضاف الیہ ہو کر، ماقبل کا ظرف ہوں گے، یا بتاویل مصدر بمعنی اسم فاعل ہو کر، ماقبل سے حال ہوں گے، واضح رہے کہ ان کا فاعل ہمیشہ ضمیر مستتر ہوتی ہے، اس ضمیر کے مرجع میں تین احتمال ہیں:

اول: یہ کہ اس کا مرجع فعل مذکور کا مصدر ہو۔

دوم: یہ کہ اس کا مرجع فعل مذکور سے مشتق اسم فاعل ہو۔

سوم: یہ کہ اس کا مرجع مستثنیٰ منہ ہو۔

☆......☆......☆

www.besturdubooks.net

الحُرُوفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ : وَهِیَ: إِنَّ، وَأَنَّ، وَكَأَنَّ، وَلٰكِنَّ، وَلَيْتَ وَلَعَلَّ . وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ؛ سِوٰی "أَنَّ"، فَهِيَ بِعَكْسِهَا . وَتَلْحَقُهَا "مَا"، فَتُلْغٰی عَلَی الْأَفْصَحِ، وَتَدْخُلُ حِينَئِذٍ عَلَی الْأَفْعَالِ .

ترجمہ : حروفِ مشبہ بالفعل: اور وہ: إِنَّ، أَنَّ، كَأَنَّ، لٰكِنَّ، لَيْتَ اور لَعَلَّ ہیں۔ اور اِن کے لیے صدارتِ کلام ہے؛ سوائے "أَنَّ" کے؛ اس لیے کہ وہ اِن کے برعکس ہے۔ اور لاحق ہوجاتا ہے اِن کے آخر میں 'مائے کافہ'، پس اس صورت میں یہ ملغیٰ ہوجاتے ہیں، اور اس وقت یہ افعال پر بھی داخل ہوجاتے ہیں۔

قوله: الحروف المشبهة الخ: یہاں سے مصنف حروف مشبہ بالفعل کو بیان فرمارہے ہیں:

حروف مشبہ بالفعل کی تعریف: حروف مشبہ بالفعل: وہ حروف ہیں جو فعل متعدی سے لفظاً معنیً اور عملاً مشابہت رکھتے ہوں؛ جیسے: إنَّ زيدًا قائمٌ (بلاشبہ زید کھڑا ہے)، اس مثال میں 'إنَّ' حرف مشبہ بالفعل ہے۔ حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں: (۱) إنَّ، (۲) أنَّ، (۳) كأنَّ، (۴) لكِنَّ، (۵) لَيْتَ، (۶) لَعَلَّ .

یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، اپنے اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع؛ جیسے: إِنَّ زيدًا قائمٌ، اس مثال میں 'إنَّ' نے اپنے اسم: زید کو نصب اور قائمٌ خبر کو رفع دیا ہے۔

فائدہ: حروف مشبہ بالفعل کو فعل متعدی سے لفظاً، معنیً اور عملاً تین طرح کی مشابہت ہوتی ہے، لفظاً مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح فعل متعدی ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے، اسی طرح حروف مشبہ بالفعل بھی بعض ثلاثی یعنی تین حرفی ہوتے ہیں؛ جیسے: إنَّ، أَنَّ اور لَيْتَ . اور بعض رباعی یعنی چار حرفی ہوتے ہیں؛ جیسے: كأنَّ، لٰكنَّ اور لعلَّ . اور معنوی مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح فعل متعدی دو اسموں یعنی فاعل اور مفعول بہ کو چاہتا ہے، اسی طرح یہ بھی دو اسموں کو چاہتے ہیں۔ اور عملاً مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح فعل متعدی فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دیتا ہے، اسی طرح یہ بھی اپنی خبر کو رفع اور اسم کو نصب دیتے ہیں۔

ولها صدر الكلام الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "أَنَّ" کے علاوہ باقی تمام حروفِ مشبہ بالفعل کے لیے صدارتِ کلام ہے، یعنی وہ ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں، اور "أَنَّ" ان کے برعکس ہمیشہ درمیانِ کلام میں آتا ہے۔

وتلحقها "ما" الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: کبھی حروف مشبہ بالفعل پر 'مائے کافہ' داخل ہوجاتا ہے اور اُن کو اپنے مابعد میں عمل کرنے سے روک دیتا ہے، اس صورت میں یہ افعال پر بھی داخل ہوجاتے ہیں؛ جیسے: إنّما قام زيدٌ (صرف زید کھڑا ہوا)۔

www.besturdubooks.net

فـ "إِنَّ" لَا تُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ، وَ"أَنَّ" مَعَ اِسْمِهَا وَخَبَرِهَا فِيْ حُكْمِ الْمُفْرَدِ؛ وَمِنْ ثَمَّ وَجَبَ الْكَسْرُ فِيْ مَوْضِعِ الْجُمَلِ، وَالْفَتْحُ فِيْ مَوْضِعِ الْمُفْرَدِ، فَكُسِرَتْ اِبْتِدَاءً، وَبَعْدَ الْقَوْلِ وَالْمَوْصُوْلِ .

ترجمه: پس "إِنَّ" جملے کے معنی کونہیں بدلتا ہے،اور "أَنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے؛ اسی وجہ سے واجب ہے "إِنَّ" مکسورہ کو لانا جملوں کے مواقع میں اور "أَنَّ" مفتوحہ کو لانا مفرد کے مواقع میں، پس "إِنَّ" مکسورہ لایا جائے گا شروع کلام میں،اور قول اور اسم موصول کے بعد۔

فـ "إن" لاتغير الخ: یہاں سے مصنف "إِنَّ" مکسورہ اور "أَنَّ" مفتوحہ کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "إنّ" مکسورہ جملے کے معنی کونہیں بدلتا ہے؛ بلکہ جملہ کے معنی کو اچھی طرح ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، اس کے برخلاف "أنّ" مفتوحہ جملے کے معنی کو بدل دیتا ہے، چناں چہ وہ اپنے مابعد اسم وخبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے؛ لہٰذا اس ضابطہ کے تحت جہاں جملہ کا موقع ہوگا وہاں "إنّ" مکسورہ آئے گا، اور جہاں مفرد کا موقع ہوگا وہاں "أَنَّ" مفتوحہ آئے گا۔

ومن ثم وجب الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرمارہے ہیں جہاں ہمیشہ "إنَّ" مکسورہ کو لانا واجب ہے۔ فرماتے ہیں کہ تین مواقع میں ہمیشہ "إنَّ" مکسورہ آئے گا:

(۱) شروع کلام میں؛ جیسے: **إِنَّ زيدًا قائمٌ** (بلاشبہ زید کھڑا ہے)۔

(۲) قول اور اس کے مشتقات کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿**يَقُوْلُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ**﴾ (اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے)۔

(۳) اسم موصول کے بعد صلہ کے شروع میں؛ جیسے: **مارأيتُ الَّذِيْ إِنَّه في المساجدِ** (میں نے اس کو نہیں دیکھا جو مسجدوں میں رہتا ہے)۔

فائدہ: ان کے علاوہ کچھ مواقع اور ہیں جہاں ہمیشہ "إنّ" مکسورہ آتا ہے:

(۱) اس وقت جب کہ خبر پر لام تاکید داخل ہو؛ جیسے: **إِنَّ زيدًا لقائمٌ** (یقیناً بلاشبہ زید کھڑا ہے)۔

(۲) جوابِ قسم کے شروع میں؛ جیسے: **واللهِ إِنَّ زيدًا قائمٌ** .

(۳) نداء کے بعد؛ جیسے: ﴿**يا بَنِيَّ إِنَّ اللهَ اصطفٰى لكم الدينَ**﴾ (میرے بیٹو! بلاشبہ اللہ نے تمہارے لئے دین کو منتخب کیا ہے)۔

(۴) حتّٰی ابتدائیہ کے بعد؛ جیسے: **مَرِضَ فلانٌ حتّٰى إِنَّهم لا يرجُونَهٗ** .

www.besturdubooks.net

وَفُتِحَتْ فَاعِلَةً، وَمَفْعُوْلَةً، وَمُبْتَدَأً وَمُضَافًا إِلَيْهَا، وَقَالُوْا: لَوْلَا أَنَّکَ؛ لِأَنَّهُ مُبْتَدَأٌ، وَلَوْ أَنَّکَ؛ لِأَنَّهُ فَاعِلٌ .

ترجمہ : اور ''أَنَّ'' مفتوحہ لایا جائے گا فاعل، مفعول بہ، مبتدا اور مضاف الیہ ہونے کی حالت میں، اور اہل عرب کہتے ہیں: لَوْلَا أَنَّکَ؛ اس لیے کہ یہ مبتدا ہے اور لَوْ أَنَّکَ؛ اس لیے کہ یہ فاعل ہے۔

---

(۵) واؤ حالیہ کے بعد؛ جیسے: ﴿کَمَا أَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِیْقًا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ﴾، یہاں واؤ حالیہ ہے، اسی لیے اس کے بعد ''إِنَّ'' مکسورہ آیا ہے۔

(۶) حروفِ استفتاح کے بعد؛ جیسے: ﴿ألا إنَّ أولیاءَ اللّٰہِ لا خوفٌ علیھِمْ ولا ھُمْ یحزنُونَ﴾.

(۷) حروف ایجاب کے بعد؛ جیسے: نَعَمْ إنَّه فاضلٌ، اس شخص کے جواب میں جو کہے: أزیدٌ فاضلٌ؟

وفتحت فاعلة الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرمارہے ہیں جہاں ''أَنّ'' مفتوحہ کو لانا واجب ہے، فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل مواقع میں ہمیشہ ''أَنَّ'' مفتوحہ آئے گا:

(۱) جہاں وہ اپنے اسم وخبر کے ساتھ فاعل واقع ہو؛ جیسے: بلغنی أنَّ زیدًا قائمٌ (مجھے خبر پہنچی ہے کہ زید کھڑا ہے)، یہاں ''أَنَّ'' اپنے اسم وخبر کے ساتھ ''بلغ'' فعل کا فاعل واقع ہے۔

(۲) جہاں وہ مفعول بہ واقع ہو؛ جیسے: کرھتُ أنَّک قائمٌ (میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ تو کھڑا ہے)، یہاں ''أَنَّ'' اپنے اسم وخبر کے ساتھ ''کرہ'' فعل کا مفعول بہ واقع ہے۔

(۳) جہاں وہ مبتدا واقع ہو؛ جیسے: عندیْ أنَّک قائمٌ (میرے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ تو کھڑا ہے)، یہاں ''أَنَّ'' اپنے اسم وخبر کے ساتھ مبتدا مؤخر واقع ہے۔

(۴) جہاں وہ مضاف الیہ واقع ہو؛ جیسے: عجبتُ مِنْ طُوْلِ أنَّ بکرًا قائمٌ (میں تعجب میں پڑ گیا بکر کے طولِ قیام سے)، یہاں ''أَنَّ'' اپنے اسم وخبر کے ساتھ طول مضاف کا مضاف الیہ واقع ہے۔

(۵) ''لولا'' امتناعیہ کے بعد؛ جیسے: لولا أنَّک حاضرٌ لغاب زیدٌ (اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تو حاضر ہے تو زید غائب ہوجاتا)؛ کیوں کہ ''لَوْ لَا'' امتناعیہ کا مابعد مبتدا ہوتا ہے، اور مبتدا ہونے کی صورت میں ''أَنّ'' مفتوحہ آتا ہے؛ لہٰذا یہاں بھی ''أَنَّ'' آئے گا۔

(۶) ''لَوْ'' کے بعد؛ جیسے: لو أنَّک حاضرٌ لأکرمتُک (اگر تو حاضر ہوتا تو میں تیرا اکرام کرتا)؛ کیوں کہ اگر ''لَوْ'' کے بعد فعل کے علاوہ کوئی دوسرا کلمہ ہو، تو وہ فعل محذوف کا فاعل ہوتا ہے، اور فاعل ہونے کی صورت میں ''أَنَّ'' مفتوحہ آتا ہے؛ لہٰذا یہاں بھی ''أَنَّ'' آئے گا۔

www.besturdubooks.net

وَإِنْ جَازَ التَّقْدِيْرَانِ جَازَ الْأَمْرَانِ؛ نَحْوُ: مَنْ يُّكْرِمُنِيْ فَإِنِّيْ أُكْرِمُهُ، وَع: إِذَا أَنَّهُ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ، وَشِبْهِهِ .

ترجمہ : اور اگر کہیں دو صورتیں جائز ہوں، تو وہاں دونوں امر جائز ہوں گے؛ جیسے: مَنْ يُكْرِمُنِيْ فَإِنِّيْ أُكْرِمُهُ (جو شخص میرا اکرام کرے گا، تو میں اُس کا اکرام کروں گا)، اور مصرع: إِذَا أَنَّهُ عَبْدُ الْقَفَا وَ اللَّهَازِمِ (تو اچانک کیا دیکھا کہ وہ گُدّی اور جبڑوں کا غلام ہے) اور اس کے نظائر۔

فائدہ: اِن کے علاوہ کچھ مواقع اور ہیں جہاں ہمیشہ ''أَنّ'' آتا ہے:

(۱) جہاں وہ حرفِ جر کا مجرور واقع ہو؛ جیسے: **عجبتُ مِنْ أنَّ بكرًا قائمٌ** (میں تعجب میں پڑ گیا بکر کے کھڑا ہونے سے)، یہاں ''أنَّ'' اپنے اسم وخبر کے ساتھ ''مِنْ'' حرف جر کا مجرور واقع ہے۔

(۲) اس جگہ جہاں وہ مبتدا کی خبر واقع ہو؛ جیسے: **العجبُ أنَّ الضربَ ضربُ عمرٍو**، یہاں ''أنَّ'' اپنے اسم وخبر کے ساتھ ''العجب'' مبتدا کی خبر واقع ہے۔

(۳) ''حتّٰی'' عاطفہ اور ''حتّٰی'' جارہ کے بعد۔

(۴) ''مُذْ'' اور ''مُنْذُ'' کے بعد۔

(۵) علم اور اس کے مشتقات کے بعد، بشرطیکہ خبر پر لام تاکید داخل نہ ہو۔

(۶) ہر اُس جگہ جہاں اس کا ''إنَّ'' مکسورہ پر عطف کیا گیا ہو؛ جیسے: ﴿إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ☆ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُ فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى﴾ یہاں ''أنَّ'' مفتوحہ کا اُس کے اسم وخبر کے ساتھ ''إنَّ'' مکسورہ پر عطف کیا گیا ہے۔

(۷) اُس جگہ جہاں وہ کسی اسم سے بدل واقع ہو؛ جیسے: ﴿وَ إِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ﴾، یہاں ''أنَّ'' اپنے اسم وخبر کے ساتھ ''إحدى الطائفتين'' سے بدل واقع ہے۔

وإن جاز التقديران الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر ''أنّ'' کے مابعد میں دونوں صورتیں جائز ہوں، یعنی وہ مفرد بھی ہوسکتا ہو اور جملہ بھی، تو وہاں مفرد کا اعتبار کر کے ''أَنَّ'' مفتوحہ لانا بھی جائز ہے اور جملہ کا اعتبار کر کے ''إِنَّ'' مکسورہ بھی لا سکتے ہیں؛ جیسے: مَنْ يُكْرِمُنِيْ فَإِنِّيْ / فَأَنِّيْ أُكْرِمُهُ(۱)، یہاں 'فاء جزائیہ' کے بعد ''إنَّ'' مکسورہ بھی لا سکتے ہیں اور ''أَنَّ'' مفتوحہ بھی، اگر یہ مراد

---

(۱) مَنْ اسم جازم برائے شرط مبتدا، یکرمنی فعل بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر شرط، فاء جزائیہ، إنّ حرف مشبہ بالفعل، ی ضمیر اُس کا اسم، أکرمہ فعل بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ خبر، إنّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر =

www.besturdubooks.net

وَلِذٰلِکَ جَازَ الْعَطْفُ عَلٰی اِسْمِ الْمَکْسُوْرَةِ لَفْظًا أَوْ حُکْمًا بِالرَّفْعِ، دُوْنَ الْمَفْتُوْحَةِ، وَيُشْتَرَطُ مُضِيُّ الْخَبَرِ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيْرًا، خِلَافًا لِلْکُوْفِيِّيْنَ .

ترجمہ: اور اسی وجہ سے جائز ہے ''إنَّ'' مکسورہ کے اسم پر رفع کے ساتھ عطف کرنا، خواہ وہ لفظاً مکسورہ ہو یا حکماً، نہ کہ ''أَنَّ'' مفتوحہ (کے اسم پر)، اور شرط قرار دیا گیا ہے (عطف کرنے کے لیے) خبر کا لفظاً یا تقدیراً پہلے مذکور ہونا، برخلاف کوفیین کے۔

ہو کہ: 'جو شخص میرا اکرام کرے گا تو میں اُس کا اکرام کروں گا'، تو ''إنَّ'' مکسورہ لائیں گے؛ کیوں کہ اِس صورت میں یہ جملہ کا موقع ہوگا، اور اگر یہ مراد ہو کہ: 'جو شخص میرا اکرام کرے گا، تو اُس کا بدلہ یہ ہے کہ میں اُس کا اکرام کروں گا'، تو ''أَنَّ'' مفتوحہ لائیں گے؛ کیوں کہ اس صورت میں یہ مفرد کا موقع ہوگا؛ اس لیے کہ اس صورت میں یہ یا تو فجزاء ہ مبتدا محذوف کی خبر ہوگا، یا یہ مبتدا ہوگا اور جزاءُ ہ اس کی خبر محذوف ہوگی، اور مبتدا اور خبر دونوں مفرد ہوتے ہیں۔ اور جیسے شاعر کا قول ہے: **إِذَا أَنَّهُ عَبْدُ الْقَفَا وَ اللَّهَازِمِ**[1]، یہاں 'إذا مفاجاتیہ'' کے بعد ''إنَّ'' بھی پڑھ سکتے ہیں اور ''أَنَّ'' بھی، اگر ''ہاء'' ضمیر کو اسم اور **عبد القفا و اللهازم** کو خبر قرار دے کر اس کو جملہ مانیں تو ''إنَّ'' پڑھیں گے، اور اگر اس کو اسم وخبر کے ساتھ مبتدا اور **ثابتٌ** محذوف کو اِس کی خبر قرار دیں، تو ''أَنَّ'' پڑھیں گے۔

ولذلک جاز الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ چوں کہ ''إنَّ'' مکسورہ جملے کے معنی کو نہیں بدلتا؛ بلکہ وہ صرف تاکید کا فائدہ دیتا ہے، اس لیے اُس کا اسم جس طرح اُس کے داخل ہونے سے پہلے مبتدا ہونے کی بناء پر محلاً مرفوع تھا، اسی طرح اُس کے داخل ہونے کے بعد بھی محلاً مرفوع ہوتا ہے؛ لہٰذا ''إنَّ'' مکسورہ کو معدوم فرض کر کے، اُس کے اسم کے محل پر، کسی دوسرے اسم کا عطف کر کے معطوف پر رفع پڑھنا جائز ہے، خواہ ''إنَّ'' لفظاً مکسور ہو یا حکماً، اول کی مثال؛ جیسے: **إنَّ زيدًا قائمٌ وعمرٌو** (بلاشبہ زید اور عمرو کھڑے ہیں)۔ یہاں ''إنّ'' کے اسم زید کے محل پر عمرو کا عطف کر کے عمرو معطوف کو مرفوع

= سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ اور اگر ''أَنَّ'' پڑھیں تو یہ اپنے اسم یا ضمیر اور أکرمہ خبر سے مل کر فجزاء ہ مبتدا محذوف کی خبر ہوگا، یا یہ مبتدا ہوگا اور جزاء ہ اس کی خبر محذوف ہوگی، پھر یہ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء ہوگا۔

(۱) إذا مفاجاتیہ، إنّ حرف مشبہ بالفعل، ھاء ضمیر اُس کا اسم، عبد مضاف، القفا معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، اللھازم معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر خبر، إنّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اور اگر ''أنّ'' پڑھیں، تو وہ اپنے اسم ہا ضمیر اور عبد القفا و اللهازم خبر سے مل کر مبتدا ہوگا، اور ثابت اس کی خبر محذوف ہوگی، پھر یہ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگا۔

www.besturdubooks.net

وَلا أَثَرَ لِكَوْنِهٖ مَبْنِيًّا، خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ وَالْكِسَائِيِّ فِي مِثْلِ 'إِنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ'.

ترجمہ: اور (محل پر عطف کرنے میں) "إِنَّ" مکسورہ کے اسم کے مبنی ہونے کا کوئی اثر نہیں، برخلاف امام مبرد اور امام کسائی کے "إِنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ" جیسی مثالوں میں۔

پڑھا گیا ہے، اور "إِنَّ" یہاں لفظاً مکسور ہے۔ ثانی کی مثال؛ جیسے: **علمتُ أنّ زيدًا مسافرٌ وخالدٌ**، یہاں اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے "أَنَّ" مفتوحہ ہے؛ مگر یہ "إِنَّ" مکسورہ کے حکم میں ہے؛ کیوں کہ **علمتُ** افعالِ قلوب میں سے ہے، اور افعالِ قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، تو اس اعتبار سے "أَنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ جملے کے حکم میں ہے، اور جملے کے مواقع میں "إنّ" مکسورہ آتا ہے؛ لہٰذا یہاں یہ "إنّ" مکسورہ کے حکم میں ہے، اِسی لیے اِس کے اسم زید کے محل پر عطف کر کے خالد معطوف پر رفع پڑھا گیا ہے۔

اس کے برخلاف "أَنَّ" مفتوحہ جملے کے معنی کو بدل کر اُس کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے؛ لہٰذ "أَنَّ" مفتوحہ کو معدوم فرض کر کے، اُس کے اسم کے محل پر عطف کر کے معطوف پر رفع پڑھنا جائز نہیں؛ چناں چہ: **بَلَغَنِيْ أَنَّ زيدًا قائمٌ وعمرٌو** نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ لفظ پر عطف کر کے معطوف کو منصوب پڑھیں گے اور **بَلَغَنِيْ أَنَّ زيدًا قائمٌ وعمرًا** کہیں گے۔

جمہور کے نزدیک "إِنَّ" مکسورہ کے اسم کے محل پر عطف کرنے کے لئے، خبر کا لفظاً یا تقدیراً معطوف سے پہلے ہونا شرط ہے، اگر خبر معطوف کے بعد ہوگی تو محل پر عطف کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور کوفیین کے نزدیک محل پر عطف کرنے کے لیے خبر کا معطوف سے پہلے ہونا شرط نہیں، خبر معطوف سے پہلے ہو یا معطوف کے بعد، دونوں صورتوں میں اُن کے نزدیک "إِنَّ" مکسورہ کے اسم کے محل پر عطف کر کے معطوف پر رفع پڑھنا جائز ہے۔

و لا أثر لكونه الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "إنّ" مکسورہ کا اسم معرب ہو یا مبنی، بہر صورت اُس کے محل پر عطف کرنے کے لیے خبر کا لفظاً یا تقدیراً معطوف سے پہلے ہونا شرط ہے، اسم کے مبنی ہونے سے اِس شرط پر کوئی فرق نہیں پڑے گا؛ بلکہ جس طرح اسم کے معرب ہونے کی صورت میں یہ شرط ضروری ہے، اسی طرح اسم کے مبنی ہونے کی صورت میں بھی اس شرط کا پایا جانا ضروری ہے۔ البتہ اس میں امام مبرد اور امام کسائی کا اختلاف ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر "إِنَّ" مکسورہ کا اسم معرب ہو، تب تو اُس کے محل پر عطف کرنے کے لیے مذکورہ شرط کا پایا جانا ضروری ہے؛ لیکن اگر اسم مبنی ہو، تو اُس کے محل پر عطف کرنے کے لیے مذکورہ شرط کا پایا جانا ضروری نہیں، خبر معطوف سے پہلے ہو یا معطوف کے بعد، دونوں صورتوں میں اُس کے محل پر عطف کر کے معطوف پر رفع پڑھنا جائز ہے؛ جیسے: **إِنَّكَ وزيدٌ ذاهبانِ**، یہاں "إنّ" کا اسم کاف

www.besturdubooks.net

وَ "لٰکِنَّ" کَذٰلِکَ . وَلِذٰلِکَ دَخَلَتِ اللَّامُ مَعَ الْمَکْسُوْرَةِ دُوْنَهَا عَلَى الْخَبَرِ أَوِ الْاِسْمِ إِذَا فُصِّلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا، أَوْ عَلٰى مَا بَيْنَهُمَا .

ترجمه: اور "لٰکِنَّ" اُس (یعنی إنَّ مکسورہ) کے مانند ہے۔ اور اسی وجہ سے داخل ہو جاتا ہے لام تاکید "إنَّ"، مکسورہ کے ساتھ، نہ کہ "أَنَّ" مفتوحہ کے ساتھ، خبر یا اسم پر جب کہ اسم اور "إنَّ" کے درمیان کسی چیز کا فصل کر دیا گیا ہو، یا اُس کلمہ پر جو اسم اور خبر کے درمیان میں ہو۔

ضمیر مبنی ہے، اور اُس پر زید کا عطف کیا گیا ہے، اور خبر **ذاھبانِ** معطوف زید کے بعد ہے، اس لیے یہاں جمہور کے نزدیک تو زید معطوف پر نصب پڑھنا واجب ہے، محل پر عطف کر کے اُس کو مرفوع نہیں پڑھ سکتے؛ اس لیے کہ یہاں شرط موجود نہیں ہے۔ اور امام مبرد اور امام کسائی کے نزدیک محل پر عطف کر کے زید معطوف پر رفع پڑھ سکتے ہیں؛ کیوں کہ اُن کے نزدیک اسم کے مبنی ہونے کی صورت میں خبر کا معطوف سے پہلے ہونا شرط نہیں ہے۔

و لکن کذلک: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "لکِنَّ" "إنَّ" مکسورہ کے مانند ہے، یعنی جس طرح "إنَّ"، مکسورہ جملے کے معنی کو نہیں بدلتا ہے، اسی طرح "لٰکِنَّ" بھی جملے کے معنی کو نہیں بدلتا؛ لہٰذا "إنَّ" مکسورہ کی طرح، "لکِنَّ" کے اسم کے محل پر کسی دوسرے اسم کا عطف کر کے، معطوف پر رفع پڑھنا جائز ہے؛ جیسے: **لَمْ يَخْرُجْ زيدٌ ولكنَّ عمرًا خارجٌ وبكرٌ**.

نوٹ: "إنَّ" اور "لٰکِنَّ" کے علاوہ، دیگر حروفِ مشبہ بالفعل کے اسماء کے محل پر عطف کر کے، معطوف پر رفع پڑھنا جائز نہیں؛ بلکہ لفظ پر عطف کر کے معطوف پر نصب پڑھنا ضروری ہے۔ (شرح جامی ص: ۳۷۹)

ولذلک دخلت الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ چوں کہ "إنَّ" مکسورہ جملے کے معنی کو نہیں بدلتا، اور "أنَّ" مفتوحہ جملے کے معنی کو بدل دیتا ہے، اس لیے "إنَّ"، مکسورہ کے اسم، یا خبر یا اُس کلمہ پر جو اسم اور خبر کے درمیان واقع ہو، "لامِ تاکید" کو داخل کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ "لام تاکید" جملے کی تاکید کے لئے آتا ہے، اور "إنَّ"، مکسورہ اپنے اسم اور خبر کے ساتھ جملہ ہی ہوتا ہے، مفرد نہیں ہوتا؛ مگر اسم پر "لام تاکید" کو داخل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسم اور "إنَّ" کے درمیان کسی چیز (مثلاً ظرف) کا فصل ہو، تا کہ پے در پے دو اداتِ تاکید کا اکٹھا ہونا لازم نہ آئے، اسم کی مثال؛ جیسے: **إنّ فی الدارِ لَزیدًا**، یہاں "إنَّ" کے اسم زید پر "لام تاکید" کو داخل کیا گیا ہے۔ خبر کی مثال؛ جیسے: **إنّ زیدًا لَقائمٌ**، یہاں "إنَّ" کی خبر قائم پر "لام تاکید" داخل کیا گیا ہے۔ اُس کلمہ کی مثال جو مبتدا اور خبر کے درمیان واقع ہو؛ جیسے: **إنّ زیدًا لَطعامَکَ آکِلٌ**، یہاں **طعام** پر "لام تاکید" داخل ہے جو زید اسم اور آکلٌ خبر کے درمیان واقع ہے۔

www.besturdubooks.net

وَفِیْ "لٰکِنَّ" ضَعِیْفٌ .

وَتُخَفَّفُ الْمَکْسُوْرَۃُ، فَیَلْزَمُھَا اللَّامُ، وَیَجُوْزُ إِلْغَائُھَا، وَیَجُوْزُ دُخُوْلُھَا عَلٰی فِعْلٍ مِنْ أَفْعَالِ الْمُبْتَدَأِ، خِلَافًا لِلْکُوْفِیِّیْنَ فِی التَّعْمِیْمِ .

ترجمہ: اور "لٰکِنَّ" میں ایسا کرنا ضعیف ہے۔

اور "إِنَّ" مکسورہ میں تخفیف کرلی جاتی ہے، پس اس صورت میں اُس کے لیے "لام تاکید" لازم ہوتا ہے اور جائز ہے اُس کو ملغیٰ کرنا، اور جائز ہے اُس کا داخل ہونا مبتدا کے افعال میں سے کسی فعل پر، البتہ کوفیین کا اختلاف ہے تعمیم میں۔

اِس کے برخلاف "أَنَّ" مفتوحہ کے ساتھ اُس کے اسم، خبر یا کسی دوسرے اسم پر "لام تاکید" کو داخل کرنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ "لام تاکید" جملے کی تاکید کے لیے آتا ہے، اور "أَنَّ" مفتوحہ اپنے اسم اور خبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے، جملہ نہیں ہوتا، اس لیے "أَنَّ" کے ساتھ "لامِ تاکید" کو لانا جائز نہیں۔

وفی لکنّ الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "لٰکِنَّ" کے اسم، خبر یا ایسے کلمہ پر جو اسم اور خبر کے درمیان واقع ہو، "لام تاکید" کو داخل کرنا ضعیف ہے؛ اس لیے کہ اگر چہ وہ "إِنَّ" کی طرح جملے میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا ہے؛ لیکن وہ معنی میں "لامِ تاکید" کے موافق نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ استدراک کے لیے آتا ہے، جب کہ "لامِ تاکید" تاکید وقوت پر دلالت کرتا ہے، اس کے برخلاف "إنّ" معنی کے لحاظ سے "لام تاکید" کے موافق ہے؛ کیوں کہ "لام تاکید" اور "إنّ" دونوں تاکید وقوت پر دلالت کرتے ہیں، اسی فرق کی وجہ سے "إِنَّ" کے ساتھ "لام تاکید" کو لانا جائز ہے، اور "لٰکِنَّ" کے ساتھ "لام تاکید" کو لانا ضعیف ہے۔

و تخفف المکسورۃ فیلزمھا الخ: کبھی إِنَّ مکسورہ کی تشدید کو ختم کرکے اُس میں تخفیف کرلی جاتی ہے، اُس کو "إِنْ مخففہ من المثقلہ" کہتے ہیں، یہاں سے مصنف اُسی "إِنْ مخففہ من المثقلہ" کے احکام بیان فرما رہے ہیں، مصنف نے اُس کے تین احکام بیان کئے ہیں:

(۱) "إِنْ مخففہ من المثقلہ" اور "إِنْ" نافیہ کے درمیان فرق کرنے کے لئے، "إِنْ مخففہ من المثقلہ" کی خبر پر "لامِ تاکید" کو داخل کرنا واجب ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وإِنْ کُلًّا لَمَا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ﴾ (بلا شبہ تمام لوگوں کو پورے دے گا تیرا رب ان کے اعمال)، یہاں "لَیُوَفِّیَنَّھُمْ" خبر پر "لام تاکید" داخل کیا گیا ہے۔

(۲) "إِنْ مخففہ من المثقلہ" کے عمل کو لفظاً باطل کرنا جائز ہے، یعنی تخفیف کے بعد "إِنْ" مکسورہ کے عمل کو باقی رکھنا اور باطل کرنا دونوں صورتیں جائز ہیں، عمل کو باقی رکھنے کی صورت میں اُس کا اسم منصوب ہوگا؛ جیسا کہ

www.besturdubooks.net

وَتُخَفَّفُ الْمَفْتُوحَةُ، فَتَعْمَلُ فِيْ ضَمِيْرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ، فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ مُطْلَقًا، وَشَذَّ إِعْمَالُهَا فِيْ غَيْرِهٖ، وَيَلْزَمُهَا مَعَ الْفِعْلِ السِّيْنُ، أَوْ سَوْفَ، أَوْ قَدْ، أَوْ حَرْفُ النَّفْيِ .

ترجمہ : اور ''أَنّ'' مفتوحہ میں (بھی) تخفیف کرلی جاتی ہے، پس اِس صورت میں وہ عمل کرتا ہے ضمیر شان مقدر میں، اور داخل ہوتا ہے جملوں پر مطلقاً، اور شاذ ہے اُس کو عمل دلانا ضمیر شان مقدر کے علاوہ میں، اور لازم ہے اُس کے لیے فعل کے ساتھ ''سین''، ''سَوْفَ''، ''قَدْ'' یا حرفِ نفی۔

مذکورہ مثال میں ''کلًّا'' منصوب ہے، اور عمل کو باطل کرنے کی صورت میں اُس کے مابعد دونوں اسموں کو، مبتدا اور خبر ہونے کی بناء پر مرفوع پڑھیں گے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وإنْ كُلٌّ لَمَا جَمِيْعٌ لدينا مُحْضَرُوْنَ﴾ (بلاشبہ تمام لوگ ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے)۔

(۳) ''إنْ مخففہ من المثقلہ'' کو اُن افعال پر داخل کرنا جائز ہے جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مثلاً: افعال ناقصہ، افعالِ قلوب اور افعالِ مقاربہ؛ جیسے: ﴿إنْ كنتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ﴾ (بلاشبہ اس سے پہلے آپ غفلت کرنے والوں میں سے تھے)، یہاں ''إنْ مخففہ من المثقلہ'' ہے جو ''کان''، فعل ناقص پر داخل ہے۔ اور جیسے: ﴿إنْ نظنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ﴾ (بلاشبہ ہم تمہیں جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں) یہاں بھی ''إنْ مخففہ من المثقلہ'' ہے جو ''ظنّ''، فعل قلب پر داخل ہے۔

البتہ اس میں کوفیین کا اختلاف ہے، وہ تعمیم کی طرف گئے ہیں، یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ ''إنْ مخففہ من المثقلہ''، ہر طرح کے فعل پر داخل ہوسکتا ہے، خواہ افعال ناقصہ، افعال قلوب اور افعال مقاربہ ہوں، یا اِن کے علاوہ وہ افعال ہوں جو مبتدا اور خبر پر داخل نہیں ہوتے؛ مثلاً: قَتَلَ، نَصَرَ اور ضَرَبَ وغیرہ۔

نوٹ: ''إنْ مخففہ من المثقلہ'' اگر جملہ فعلیہ پر داخل ہو تو راجح قول کے مطابق اُس وقت وہ لفظاً کوئی عمل نہیں کرتا۔ اور کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اِس صورت میں بھی وہ عمل کرتا ہے اور اُس کا اسم ضمیر شان محذوف ہوتی ہے۔

وتخفف المفتوحة الخ: ''إنّ'' مکسورہ کی طرح کبھی تشدید کو ختم کرکے، ''أنَّ'' مفتوحہ میں بھی تخفیف کرلی جاتی ہے، جس کو ''أنْ مخففہ من المثقلہ'' کہا جاتا ہے، یہاں سے مصنف اُسی ''أنْ مخففہ من المثقلہ'' کے احکام بیان فرمارہے ہیں، مصنف نے اس کے بھی تین احکام بیان کئے ہیں:

(۱) ''أنْ مخففہ من المثقلہ'' کو ضمیر شان مقدر میں عمل دلانا واجب ہے، یعنی اُس کا اسم ہمیشہ ضمیر شان

www.besturdubooks.net

وَ "كَأَنَّ" لِلتَّشْبِيهِ، وَتُخَفَّفُ فَتُلْغٰى عَلَى الْأَفْصَحِ .

ترجمہ : اور "كَأَنَّ" تشبیہ کے لیے آتا ہے، اور (کبھی) اُس میں تخفیف کرلی جاتی ہے، تو اس صورت میں وہ ملغیٰ ہوجاتا ہے فصیح ترین استعمال کے مطابق۔

مقدر ہوتی ہے جس میں وہ وجوبی طور پر عمل کرتا ہے۔ ضمیر شان مقدر کے علاوہ کسی دوسرے اسم مثلاً: اسم ظاہر یا ضمیر مذکور میں اُس کو عمل دلانا شاذ (یعنی خلافِ قیاس) ہے۔

(۲) "أنْ مخففه من المثقله" ہمیشہ جملہ پر داخل ہوتا ہے اور وہ جملہ ہی اُس کی خبر ہوتا ہے، خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ، پھر جملہ فعلیہ کا فعل خواہ اُن افعال میں سے ہو جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں یا اُن کے علاوہ ہو (مصنف نے "مطلقًا" کہہ کر اِسی عموم کی طرف اشارہ کیا ہے)؛ جیسے: بَلَغَنِیْ أنْ زيدٌ قائمٌ (مجھے خبر پہنچی ہے کہ زید کھڑا ہے)، اس مثال میں "أن مخففه من المثقله" ہے، "هَاء" ضمیر شان اُس کا اسم محذوف ہے اور "زيدٌ قائمٌ" جملہ اسمیہ جس پر وہ داخل ہے، اُس کی خبر ہے۔

(۳) اگر "أنْ مخففه من المثقله" جملہ فعلیہ پر داخل ہو، تو اُس وقت فعل پر "سین"، "سوف"، "قد" یا حرفِ نفی میں سے کسی ایک کا داخل ہونا ضروری ہے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى﴾، اس مثال میں "أنْ مخففه من المثقله" جملہ فعلیہ پر داخل ہے، اسی لئے "يكون" فعل پر "سین" داخل کیا گیا ہے۔

و كأنّ للتشبيه الخ: یہاں سے مصنف "كأنّ" حرف مشبہ بالفعل کے معنی اور اُس کے احکام بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "كأنّ" تشبیہ کے لئے آتا ہے، یعنی اِس بات کو بتانے کے لئے آتا ہے کہ اُس کے اسم کو اُس کی خبر کے ساتھ، ایسے وصف میں مشابہت حاصل ہے جس میں خبر مشہور ہے؛ جیسے: كَأَنَّ زيدًا الأسدُ (گویا زید شیر ہے)۔ كَأَنَّ: کاف حرف تشبیہ اور "إنّ" مکسورہ سے مرکب ہے، اصل میں كَإِنَّ تھا، کاف کے "إنّ" پر مقدم ہونے کی وجہ سے ہمزہ کو فتحہ دیدیا، كَأَنَّ ہوگیا۔

وتخفَّف الخ: یہاں سے مصنف "كَأَنَّ" کا ایک حکم بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کبھی "كأنّ" کی تشدید کو ختم کرکے اُس میں تخفیف کرلی جاتی ہے، اس صورت میں اہل عرب کے فصیح ترین استعمال کے مطابق یہ ملغیٰ ہوجاتا ہے، یعنی لفظاً کوئی عمل نہیں کرتا، نیز اِس صورت میں یہ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے، جملہ اسمیہ کی مثال؛ جیسے: كَأَنْ زَيْدٌ أَسَدٌ (گویا زید شیر ہے)۔ جملہ فعلیہ کی مثال؛ جیسے: ﴿كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ﴾۔

www.besturdubooks.net

وَ"لٰكِنَّ" لِلْاِسْتِدْرَاكِ، تَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ مَعْنًى، وَتُخَفَّفُ فَتُلْغٰى، وَيَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ .

ترجمہ : اور "لٰکِنَّ" استدراک کے لیے آتا ہے،(اور) وہ ایسے دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو مفہوم کے اعتبار سے مختلف ہوں، اور (کبھی) اُس میں تخفیف کر لی جاتی ہے، تو اس صورت میں وہ ملغیٰ ہو جاتا ہے، اور جائز ہے اُس کے ساتھ واؤ کو لانا۔

ولٰکنَّ للاستدراک الخ: یہاں سے مصنف "لٰکنَّ" حرف مشبہ بالفعل کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "لٰکنّ" استدراک کے لئے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کے لئے آتا ہے، اسی لئے یہ ہمیشہ ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے، جن کا مفہوم نفی اور اثبات کے اعتبار سے مختلف ہو، خواہ یہ اختلاف لفظی ہو اس طور پر کہ ایک کلام لفظاً مثبت ہو اور دوسرا منفی؛ جیسے: **ما جاء نی القومُ؛ لکنَّ عمرًا جاءَ** (میرے پاس قوم نہیں آئی؛ لیکن عمرو آیا)، اس مثال میں "لکنّ" دو کلاموں: یعنی "**ما جاء نی القومُ**" اور "**عمرٌو جاءَ**" کے درمیان آیا ہے، جن کا مفہوم نفی اور اثبات کے اعتبار سے مختلف ہے، پہلا کلام لفظاً منفی ہے اور دوسرا مثبت۔ یا وہ اختلاف معنوی ہو اس طور پر کہ لفظوں کے اعتبار سے تو دونوں کلام مثبت ہوں؛ لیکن معنی کے اعتبار سے ایک کلام نفی پر دلالت کرتا ہو اور دوسرا اثبات پر؛ جیسے: **غاب زیدٌ؛ لکنَّ بکرًا حاضرٌ** (زید غائب ہو گیا؛ لیکن بکر حاضر ہے)، اس مثال میں دونوں کلام، اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے مثبت ہیں؛ لیکن معنی کے اعتبار سے پہلا کلام: یعنی "**غابَ زیدٌ**" نفی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا کلام: یعنی "**بکرٌ حاضرٌ**" اثبات پر دلالت کرتا ہے۔

و تخفف الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کبھی "لٰکنَّ" کی تشدید کو ختم کر کے، اُس میں تخفیف کر لی جاتی ہے، اِس صورت میں وہ ملغیٰ ہو جاتا ہے، یعنی لفظاً کوئی عمل نہیں کرتا، اور جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے؛ جیسے: **مشٰی زیدٌ لکِنْ بکرٌ عندنا** (زید چلا گیا؛ لیکن بکر ہمارے پاس ہے)۔

ویجوز معها الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "لٰکنَّ" خواہ مشددہ ہو یا مخففہ، اُس کے ساتھ واؤ کو لانا جائز ہے؛ جیسے: **قام زیدٌ ولکنّ عمرًا قاعدٌ** (زید کھڑا ہوا؛ لیکن عمرو بیٹھا ہے)۔ اس واؤ کے بارے میں اختلاف ہے: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ واؤ عاطفہ ہے، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ واؤ اعتراضیہ ہے؛ رضی نے دوسری رائے کو اظہر قرار دیا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَ ''لَیْتَ'' لِلتَّمَنِّیْ، وَأَجَازَ الْفَرَّاءُ: لَیْتَ زَیْدًا قَائِمًا .
وَ ''لَعَلَّ'' لِلتَّرَجِّیْ، وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا .

ترجمه: اور ''لَیْتَ'' تمنی کے لیے آتا ہے، اور جائز قرار دیا ہے امام فراء نے لَیْتَ زَیْدًا قَائِمًا . اور ''لَعَلَّ'' ترجی کے لیے آتا ہے، اور شاذ ہے اُس کے ذریعہ جر دینا۔

ولیت للتمنی الخ: یہاں سے مصنف '' لَیْتَ'' حرف مشبہ بالفعل کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: '' لَیْت ''، تمنی کے لئے آتا ہے، یعنی اس کے ذریعہ کسی محبوب شئی کے حصول کی آرزو کی جاتی ہے؛ جیسے لیتَ الشَّبابَ یعُوْدُ (کاش جوانی لوٹ آتی)۔

وأجاز الفراء الخ: جمہور کے نزدیک ''لیتَ'' دیگر حروف مشبہ بالفعل کی طرح، جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر، اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ البتہ امام فراء اس کے علاوہ ''لیت'' کے سلسلے میں اِس بات کو بھی جائز قرار دیتے ہیں کہ ''لیت'' معنیٔ فعل ہو، اور اُس کے بعد آنے والے دونوں اسم، ''لیتَ'' معنیٔ فعل کے مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوں؛ کیوں کہ تمنی کے لئے آنے کی وجہ سے، ''لیت'' سے أتَمَنّٰی اور تَمَنَّیتُ فعل کے معنی سمجھے جاتے ہیں؛ جیسے: لیتَ زیدًا قائمًا، أی أتمنّی زیدًا قائمًا .[1]

ولعل للترجی الخ: یہاں سے مصنف ''لعلّ'' حرف مشبہ بالفعل کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: ''لعلّ'' ترجی کے لئے آتا ہے، یعنی اُس کے ذریعہ کسی ممکن شئی کے حصول کی امید کی جاتی ہے؛ جیسے: شاعر کا قول ہے: شعر:

أُحِبُّ الصالحینَ ولستُ منهم ☆ لعلَّ اللّٰهَ یرزقُنیْ صلاحًا

(میں صلحاء (نیک لوگوں) سے محبت کرتا ہوں، اگر چہ میں ان میں سے نہیں ہوں، (اِس امید پر کہ) شاید اللہ تعالی مجھے بھی صلاح (نیکی) عطاء کردے)۔

وشذ الجر بها: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ''لعلّ'' کے ذریعہ اُس کے مدخول کو جر دینا شاذ ہے؛ جیسے: لعلَّ زیدٍ قائمٌ، یعنی جن مثالوں میں ''لعلَّ'' کے ذریعہ اس کے مدخول کو جر دیا گیا ہے، وہ شاذ ہیں، اُن پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کرسکتے۔ ''لعلّ'' کے ذریعہ اُس کے مدخول کو جر دینا ''قبیلۂ عُقیل'' کی لغت ہے، اُن کی لغت کے مطابق ''لعلّ''، ''رُبّ'' کی طرح حرفِ جر مشابہ بالزائد ہے، اُس کا مدخول لفظاً

---

(۱) لیتَ بمعنی أتمنی معنیٔ فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، زیدًا مفعول بہ، قائمًا مفعول بہ ثانی، لیتَ معنیٔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

اَلْحُرُوْفُ الْعَاطِفَةُ: وَهِيَ: اَلْوَاوُ، وَالْفَاءُ، وَثُمَّ، وَحَتّٰى، وَأَوْ، وَإِمَّا، وَأَمْ، وَ لَا وَبَلْ وَلٰكِنْ . فَالْوَاوُ: لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا، لَا تَرْتِيْبَ فِيْهَا . وَالْفَاءُ: لِلتَّرْتِيْبِ . وَ"ثُمَّ" مِثْلُهَا بِمُهْلَةٍ . وَ"حَتّٰى" مِثْلُهَا، وَمَعْطُوْفُهَا جُزْءٌ مِّنْ مَتْبُوْعِهٖ لِيُفِيْدَ قُوَّةً أَوْ ضُعْفًا .

ترجمہ : حروفِ عاطفہ: اور وہ: واؤ، فاء، ثُمَّ، حَتّٰی، أَوْ، إِمَّا، أَمْ، لَا، بَلْ اور لٰکِنْ ہیں۔ پس ''واؤ'' مطلق جمع کے لیے آتا ہے، اُس میں کوئی ترتیب نہیں ہوتی۔ اور ''فاء'' ترتیب کے لیے آتا ہے۔ اور ''ثُمَّ'': ''فاء'' کے مانند ہے تراخی کے ساتھ۔ اور ''حَتّٰی'': ''ثُمَّ'' کے مانند ہے، اور اُس کا معطوف اپنے متبوع (یعنی معطوف علیہ) کا جز ہوتا ہے، تاکہ قوت یا ضعف کا فائدہ دے۔

مجرور، محلاً مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتا ہے۔

فائدہ: ''لعلَّ'' میں کئی لغتیں آئی ہیں: عَلَّ، عَنَّ، أَنَّ، لَأَنَّ اور لَعَنَّ . امام مبرد کے نزدیک اِن میں اصل لغت: علَّ ہے، اُس کے شروع میں لام کو زیادہ کردیا گیا، لَعلَّ ہوگیا، اس کے علاوہ باقی تمام لغتیں اس کی فرع ہیں، وہ اِسی سے نکلی ہیں۔

قولہ: الحروف العاطفة الخ: یہاں سے مصنف حروف عطف کو بیان فرمارہے ہیں:

حروفِ عطف کی تعریف: حروفِ عطف: وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو اپنے مابعد کو ماقبل کے ساتھ جوڑنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: جاء نی زیدٌ وعمرٌو (میرے پاس زید اور عمرو آئے)، اس مثال میں واؤ حرف عطف ہے۔ حروفِ عطف دس ہیں: واؤ، فاء، ثُمَّ، حَتّٰی، أَوْ، أَمْ، إِمّا، لَا، بَلْ اور لٰکِنْ.

فالواو للجمع الخ: یہاں سے مصنف حروفِ عطف کے معانی بیان فرمارہے ہیں۔ پہلے چار حرف یعنی ''واو''، ''فاء''، ''ثُمَّ'' اور ''حَتّٰی'' جمع کے لئے آتے ہیں، یعنی یہ معطوف کو معطوف علیہ کے ساتھ حکم میں جمع کردیتے ہیں۔

''واو'': مطلق جمع کے لئے آتا ہے، یعنی واؤ کے ذریعہ عطف کرنے کی صورت میں معطوف اور معطوف علیہ میں کسی ترتیب، تراخی اور تدریج کی قید نہیں ہوتی؛ جیسے: جاء نی زیدٌ وعمروٌ، اس مثال میں اس بات کو بتایا گیا ہے کہ زید اور عمرو دونوں آئے ہیں، خواہ زید پہلے آیا ہو یا عمرو، ایک ساتھ آئے ہوں یا آگے پیچھے، اور آگے پیچھے آنے کی صورت میں، دونوں کے آنے میں کوئی زیادہ فاصلہ ہو یا نہ ہو۔

''فاء'': ترتیب بلا تراخی کے لئے آتا ہے، یعنی یہ بتانے کے لئے آتا ہے کہ ''فاء'' کے ماقبل کے لئے حکم پہلے ثابت ہے اور مابعد کے لئے بغیر تاخیر کے فوراً بعد میں، اس میں صرف ترتیب ہوتی ہے، تراخی نہیں

www.besturdubooks.net

وَ ''أَوْ''، وَ ''إِمَّا'' وَ ''أَمْ'' لِأَحَدِ الْأَمْرَيْنِ مُبْهَمًا .

ترجمہ: اور ''أَوْ''، ''إِمَّا'' اور ''أَمْ'': مبہم طور پر دو چیزوں میں سے ایک کے لیے آتے ہیں۔

ہوتی؛ جیسے: **قام زيدٌ فعمرٌو** (زید کھڑا ہوا، اُس کے فوراً بعد عمرو)، یہ اس وقت کہا جائے گا جب کہ زید پہلے کھڑا ہوا ہو، اور اُس کے فوراً بعد بغیر تراخی کے عمرو کھڑا ہوا ہو۔

''ثمّ'': ترتیب مع تراخی کے لئے آتا ہے، یعنی یہ بتانے کے لئے آتا ہے کہ ''ثمّ'' کے ماقبل کے لئے حکم پہلے ثابت ہے اور مابعد کے لئے بہت دیر بعد میں۔ ''ثُمَّ'' میں ترتیب اور تراخی دونوں ہوتی ہیں؛ جیسے: **دخلَ زيدٌ ثمّ عمرٌو** (زید داخل ہوا، اُس کے بعد عمرو)، یہ اس وقت کہا جائے گا جب کہ زید پہلے داخل ہوا ہو، اور عمرو اُس کے کافی دیر بعد داخل ہوا ہو۔

''حتّٰی'': ترتیب اور تراخی میں ''ثمّ'' کے مانند ہے، یعنی جس طرح ''ثم'' ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے، اسی طرح ''حتی'' بھی ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے؛ البتہ ''حتّٰی'' کی تراخی، ''ثمّ'' کی تراخی سے کم ہوتی ہے، نیز ''ثمّ'' میں تراخی واقع کے اعتبار سے ہوتی ہے، جب کہ ''حتّٰی'' میں تراخی صرف متکلم کے ذہن کے اعتبار سے ہوتی ہے، واقع کے اعتبار سے نہیں ہوتی۔ ''حتّی'' کے عاطفہ ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ ''حتی'' کا معطوف، معطوف علیہ کا جز ہو۔ جب ''حتی'' کے ذریعہ جز کا کل پر عطف کیا جاتا ہے، تو یہ عطف کبھی معطوف میں قوت کا فائدہ دیتا ہے، یعنی یہ بتاتا ہے کہ معطوف، معطوف علیہ سے قوی اور اعلیٰ ہے؛ جیسے: **مات الناسُ حتَّى الأنبياءُ** (لوگ مر گئے حتی کہ انبیاء بھی)، اس مثال میں معطوف انبیاء مرتبہ کے اعتبار سے، معطوف علیہ عام لوگوں سے قوی اور اعلیٰ ہیں۔ اور کبھی معطوف میں ضعف کا فائدہ دیتا ہے، یعنی یہ بتاتا ہے کہ معطوف، معطوف علیہ سے ضعیف اور ادنیٰ ہے؛ جیسے: **قدم الحاجُّ حتى المُشاةُ** (حاجی لوگ آ گئے حتی کہ پیدل چلنے والے بھی)، اس مثال میں معطوف: پیدل چلنے والے حاجی، ظاہری حیثیت کے اعتبار سے، معطوف علیہ: سوار حاجیوں سے ضعیف اور ادنیٰ ہیں۔

وأَو وإمّا و أمْ الخ: یہاں سے مصنف ''أَوْ''، ''إمّا'' اور ''أمْ'' حروفِ عاطفہ کے معانی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: یہ تینوں یہ بتانے کے لئے آتے ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے غیر متعین طور پر کسی ایک کے لئے حکم ثابت ہے؛ جیسے: **مررتُ برجلٍ أو امرأةٍ** (میں مرد یا عورت کے پاس سے گذرا)، اس مثال میں یہ بتایا گیا ہے کہ متکلم کا گذرنا مرد اور عورت میں سے، غیر متعین طور پر کسی ایک کے پاس سے ہوا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَ ''أَمِ الْمُتَّصِلَةُ'' لَازِمَةٌ لِهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ، يَلِيْهَا أَحَدُ الْمُسْتَوِيَيْنِ وَالْآخَرُ الْهَمْزَةَ بَعْدَ ثُبُوْتِ أَحَدِهِمَا لِطَلَبِ التَّعْيِيْنِ؛ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ: أَرَيْتَ زَيْدًا أَمْ عَمْرًا وَمِنْ ثَمَّ كَانَ جَوَابُهَا بِالتَّعْيِيْنِ، دُوْنَ ''نَعَمْ'' أَوْ ''لَا'' .

ترجمہ : اور ''اَمْ متصلہ'' ہمزۂ استفہام کو مستلزم ہے، درآں حالیکہ دو مساوی چیزوں میں سے ایک اُس سے متصل ہو اور دوسری ہمزۂ استفہام سے، اُن دونوں میں سے ایک کے ثابت ہونے کے بعد تعیین کو طلب کرنے کے لیے، اور اسی وجہ سے جائز نہیں: أَرَأَيْتَ زَيْدًا أَمْ عَمْرًا. اور اسی وجہ سے اُس کا جواب تعیین کے ذریعہ ہوتا ہے، نہ کہ ''نَعَمْ'' یا ''لَا'' کے ذریعہ۔

و أم المتصلة الخ: یہاں سے مصنف ''أم'' حرف عطف کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔ ''أم'' کی دو قسمیں ہیں: (۱) أم متصلہ (۲) أم منقطعہ۔

أُم متصله: وہ أمُ ہے جس کے ذریعہ دو چیزوں (یعنی معطوف اور معطوف علیہ) میں سے ایک کی تعیین کے بارے میں سوال کیا جائے، اور اُس کے ذریعہ سوال کرنے والا، ان دونوں میں سے مبہم طور پر کسی ایک کے ثبوت کو جانتا ہو، یعنی اس کا مقصد اس کے ذریعہ سوال کرنے سے محض دونوں میں سے کسی ایک کی تعیین ہو۔

'' **أم متصله**'' کے استعمال کے لئے تین شرائط ہیں:

(۱) اُس سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو؛ جیسے: **أزيدٌ عندک أمْ عمروٌ؟** (کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟)۔ ''أَمْ متصلہ'' ہمزۂ استفہام کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔

(۲) جن دو مساوی چیزوں میں سے ایک کی تعیین کو طلب کرنا مقصود ہے، اُن میں سے ایک ''ہمزۂ استفہام'' سے متصل ہو اور دوسری ''أَمْ متصلہ'' سے، بالفاظِ دیگر جس طرح کا لفظ ہمزۂ استفہام کے بعد ہو، اُسی طرح کا لفظ ''أم متصلہ'' کے بعد بھی ہو، یعنی اگر ہمزۂ استفہام کے بعد اسم ہو تو اس کے بعد بھی اسم ہو؛ جیسے: **أزيدٌ عندک أم عمرٌو؟**. اور اگر ہمزۂ استفہام کے بعد فعل ہو تو اس کے بعد بھی فعل ہو؛ جیسے: **أقام زيدٌ أم قعدَ؟** (کیا زید کھڑا ہوا یا بیٹھا؟)، ایسا نہ ہو کہ ہمزۂ استفہام کے بعد تو فعل ہو اور اس کے بعد اسم، یا ہمزۂ استفہام کے بعد اسم ہو اور اس کے بعد فعل، چناں چہ: **أَرَأيتَ زيدًا أم عمرًا** کہنا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ یہاں شرط نہیں پائی گئی، ہمزۂ استفہام کے بعد فعل ہے اور ''أم'' کے بعد اسم ہے۔

(۳) متکلم کے نزدیک دو مساوی چیزوں یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے کوئی ایک واقعی طور پر ثابت ہو، سوال محض تعیین کے لئے ہو، اسی لئے واجب ہے کہ ''أم متصلہ'' کا جواب ''نَعَمْ'' یا ''لا'' سے نہ دیا

www.besturdubooks.net

وَالْمُنْقَطِعَةُ کَـ "بَلْ" وَ"الْهَمْزَةِ"، مِثْلُ: إِنَّهَا لَإِبِلٌ أَمْ شَاةٌ ؟

ترجمہ : اور "أم منقطعہ": "بَلْ" اور "ہمزۂ استفہام" کے مانند ہے؛ جیسے: إِنَّهَا لَإِبِلٌ أَمْ شَاةٌ ؟ (بلاشبہ وہ اونٹ ہے، بلکہ کیا وہ بکری ہے؟)۔

جائے؛ بلکہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کو متعین کر کے دیا جائے؛ مثلاً: جب یہ کہا جائے: **أزید عندک أم عمرو؟** تو اُس کا جواب "**نعم**" یا "**لا**" سے نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ متعین کر کے **عندی زیدٌ** یا **عندی عمرٌو** سے دیا جائے گا؛ اس لئے کہ یہاں سائل کو اتنی بات پہلے سے معلوم ہے کہ زید اور عمرو میں سے کوئی ایک مخاطب کے پاس ہے، البتہ اُسے متعین طور پر یہ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے، اب وہ مخاطب سے صرف تعیین چاہتا ہے کہ تم بتادو کہ وہ کون ہے۔

فائدہ: ہمزۂ استفہام کے ساتھ "أوْ" اور "إمّا" کو ملا کر بھی سوال کیا جاتا ہے؛ لیکن اِن کے ذریعہ سوال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ: سوال کرنے والا معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے ثبوت کو بالکل نہ جانتا ہو، نہ متعین طور پر اور نہ غیر متعین طور پر؛ بلکہ اُس کا مقصد اِن کے ذریعہ سوال کرنے سے، محض اتنی بات جاننا ہو کہ آیا معطوف اور معطوف علیہ میں سے غیر متعین طور پر کوئی ایک ثابت ہے یا نہیں، اسی لیے ان کا جواب "**نعم**" یا "**لا**" سے دیا جائے گا؛ مثلاً: اگر کوئی سوال کرے: **أجاء ک زیدٌ أو عمرٌو؟** یا **أجاء ک زیدٌ و إمّا عمرو؟** تو اس کو "**نعم**" یا "**لا**" کہہ کر جواب دیا جا سکتا ہے؛ اس لئے کہ یہاں سائل کو معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے ثبوت کے بارے میں، پہلے سے بالکل کوئی علم نہیں، اس کا مقصد "أوْ" یا "إمّا" کے ذریعہ سوال کرنے سے صرف یہ جاننا ہے کہ آیا معطوف اور معطوف علیہ میں سے کوئی ایک ثابت ہے یا نہیں، اور اس کا یہ مقصد "**نعم**" یا "**لا**" کے ذریعہ جواب دینے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

والمنقطعة الخ: یہاں سے مصنف "أم منقطعہ" کو بیان فرما رہے ہیں۔

"**أم منقطعہ**": وہ أم ہے جو "**بل**" اور "ہمزۂ استفہام" کے معنی میں ہوتا ہے، یعنی پہلے کلام سے اعراض اور دوسرے کلام میں شک پیدا کرنے کے لئے آتا ہے؛ مثلاً آپ دور سے کسی چیز کی صورت دیکھ کر یقین کے ساتھ کہیں: **إنّها لإبلٌ** (بلاشبہ وہ اونٹ ہے)، پھر اُس کے قریب آنے پر آپ کو شک ہو کہ وہ اونٹ نہیں؛ بلکہ بکری ہے، اس پر آپ، پہلے جو آپ نے اُس کے اونٹ ہونے کی خبر دی تھی، اُس سے اعراض کر کے، از سرِ نو دوسرا سوال کرنے کے ارادے سے کہیں: **أم هی شاةٌ**[1] (بلکہ کیا وہ بکری ہے؟) تو یہاں أم منقطعہ ہوگا؛

---

(۱) إنّ حرف مشبہ بالفعل، ها ضمیر اس کا اسم، لام برائے تاکید، إبل خبر، إنّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ أم منقطعہ، هی مبتدا، شاة خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَ ''إِمَّا'' قَبْلَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ لَازِمَةٌ مَعَ ''إِمَّا''، جَائِزَةٌ مَعَ ''أَوْ''.

ترجمہ: اور معطوف علیہ سے پہلے ''إِمَّا'' لانا واجب ہے (دوسرے) ''إِمَّا'' کے ساتھ اور جائز ہے ''أَوْ'' کے ساتھ۔

اس لئے کہ یہ پہلے کلام: ''إنها لابلٌ'' سے اعراض اور دوسرے کلام: ''هی شاةٌ'' میں شک پیدا کر رہا ہے، چناں چہ یہاں أم هی شاةٌ : بل أ هی شاةٌ ؟ کے معنی میں ہوگا۔

فائدہ: ''أَمْ منقطعہ'' کا استعمال دو صورتوں میں ہوتا ہے:

(۱) خبر کے بعد؛ جیسے: إنّها لا بلٌ، أم هی شاةٌ ؟ (بلا شبہ وہ اونٹ ہے، نہیں بلکہ کیا وہ بکری ہے؟)، اس مثال میں ''أم'' منقطعہ ہے اور اس کا استعمال ''إنّها لإ بل'' خبر کے بعد ہوا ہے۔

(۲) استفہام کے بعد؛ جیسے: أعندک زیدٌ، أم عمروٌ؟ (کیا تیرے پاس زید ہے؟ نہیں بلکہ کیا تیرے پاس عمرو ہے؟)، اس مثال میں ''أم'' منقطعہ ہے، جس کو یہاں ''أعندک زیدٌ؟'' استفہام کے بعد استعمال کیا گیا ہے، آپ نے اولاً مخاطب سے زید کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ تمہارے پاس ہے؟ پھر پہلے سوال سے اعراض کر کے، آپ نے دوسرا سوال عمرو کے بارے میں شروع کر دیا کہ: زید کے بارے میں نہیں؛ بلکہ عمرو کے بارے میں بتاؤ کہ وہ تمہارے پاس ہے یا نہیں؟

فائدہ: راجح مذہب یہ ہے کہ ''أم منقطعہ'' حرف عطف نہیں ہوتا؛ بلکہ حرفِ ابتداء ہوتا ہے جو اضراب کا فائدہ دیتا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ حرف عطف ہوتا ہے؛ لیکن یہ مرجوح ہے۔

و إما قبل المعطوف علیه الخ: اگر کسی چیز کا دوسری چیز پر ''إِمَّا'' کے ذریعہ عطف کرنا ہو، تو وہاں معطوف علیہ سے پہلے ''إِمَّا'' لانا واجب ہے؛ جیسے: العدد إمّا زوجٌ وإمّا فردٌ. اور اگر کسی چیز کا دوسری چیز پر ''أَوْ'' کے ذریعہ عطف کرنا ہو، تو وہاں معطوف علیہ سے پہلے ''إِمَّا'' لانا جائز ہے، یعنی لا بھی سکتے ہیں، اور اگر نہ لائیں تو بھی کوئی حرج نہیں؛ جیسے: زیدٌ إمّا کاتبٌ أو أُمِّیٌّ . یہاں بغیر ''إمّا'' کے زیدٌ کاتبٌ أوْ أمِّيٌّ بھی کہہ سکتے ہیں۔

فائدہ: معطوف علیہ سے پہلے جو ''إمّا'' آتا ہے وہ حرفِ عطف نہیں ہوتا، اس پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ معطوف سے پہلے جو ''إمّا'' آتا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ: وہ حرف عطف ہوتا ہے، اور اُس سے پہلے واؤ زائد ہوتا ہے۔ جب کہ کچھ حضرات کی رائے یہ ہے کہ: وہ حرف عطف نہیں ہوتا؛ بلکہ اس سے پہلے جو واؤ آتا ہے وہ حرف عطف ہوتا ہے، اور یہ ''إمّا'' زائد ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.net

وَ"لَا"، وَ"بَلْ" وَ"لٰكِنْ": لِأَحَدِهِمَا مُعَيَّنًا، وَ"لٰكِنْ" لَازِمَةٌ لِلنَّفْيِ .

ترجمه : اور "لَا"، "بَلْ" اور "لٰكِنْ": دو چیزوں میں سے متعین طور پر ایک کے لیے آتے ہیں، اور "لٰكِنْ" نفی کو مستلزم ہے۔

ولا وبل ولكن الخ: یہاں سے مصنف: "لَا"، "بَلْ" اور "لٰكِنْ" حروف عاطفہ کے معانی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ تینوں: یہ بتانے کے لئے آتے ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک متعین کے لئے حکم ثابت ہے؛ البتہ ان میں سے ہر ایک میں تعیین مختلف ہوتی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

"لا": معطوف سے اُس چیز کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے جو معطوف علیہ کے لئے ثابت کی گئی ہے، اسی لئے یہ ہمیشہ کلام مثبت کے بعد آتا ہے؛ جیسے: **جاء نی زیدٌ لا عمرٌو** (میرے پاس زید آیا نہ کہ عمرو)، یہاں معطوف علیہ زید کے لئے آنے کا حکم ثابت کیا گیا تھا، "لا" حرف عطف نے آکر معطوف عمرو سے اُس کی نفی کردی، کہ زید آیا ہے عمرو نہیں آیا۔

"بل": معطوف علیہ سے اعراض کرکے، معطوف کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، یعنی "بل" حکم کو معطوف علیہ سے معطوف کی جانب پھیر دیتا ہے، اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوجاتا ہے، یہ اُس وقت ہے جب کہ "بل" سے پہلے کلام مثبت ہو؛ جیسے: **جاء نی زیدٌ بل عمرٌو، أی بل جاء نی عمرٌو** (میرے پاس زید آیا نہیں بلکہ میرے پاس عمرو آیا)، یہاں آنے کا حکم جو معطوف علیہ زید کے لئے ثابت کیا گیا تھا، "بل" نے آکر، اُسے زید سے، عمرو معطوف کی طرف پھیر دیا، اور زید اب مسکوت عنہ کے حکم میں ہوگیا، یعنی زید آیا یا نہیں آیا، متکلم کا کلام اس سے خاموش ہے۔

اور اگر "بل" سے پہلے کلام منفی ہو؛ جیسے: **ماجاء نی بکرٌ بل خالدٌ**، تو اِس صورت میں "بَلْ" معطوف کے لئے حکم کی نفی کو ثابت کرے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام مبرد کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں "بل"، معطوف کے لئے حکم کی نفی کو ثابت کرے گا اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوگا، یعنی اس کو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا اُس کا ذکر ہی نہیں ہوا، چناں چہ ان کے نزدیک، 'بل خالد' کے معنی ہوں گے: **بل ماجاء خالدٌ** کہ خالد نہیں آیا، بقیہ رہا عمرو کا معاملہ، تو وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے، اُس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ آیا، یا نہیں آیا۔

اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں "بَلْ"، معطوف کے لئے حکم کی نفی کو ثابت نہیں کرے گا؛ بلکہ سابقہ جملے میں جس حکم کی معطوف علیہ سے نفی کی گئی ہے، "بَلْ" اُس کو معطوف کے لئے ثابت کرے گا، اور

www.besturdubooks.net

حُرُوفُ التَّنْبِیْهِ: "أَلَا"، وَ"أَمَا" وَ"هَا".

ترجمہ: حروفِ تنبیہ: أَلَا، أَمَا اور هَا ہیں۔

معطوف علیہ سے حکم کی نفی، یا تو بدستور باقی رہے گی، یا وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوگا، چناں چہ جمہور کے نزدیک، "بل خالد" کے معنی ہوں گے: **بل جاء خالد** کہ خالد آیا ہے، اور عمرو یا تو نہیں آیا، یا وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے، یعنی ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔

"لٰكِنْ": استدراک کے لئے آتا ہے، یعنی کلام سابق سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے آتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ وہ نفی کو مستلزم ہے، یعنی وہ نفی کے بغیر استعمال نہیں ہوتا؛ بلکہ اُس کو استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ یا تو اُس سے پہلے نفی ہو؛ جیسے: **ما جاء نی زیدٌ لکن عمروٌ جاء**. یا اس کے بعد نفی ہو؛ جیسے: **قام بکرٌ؛ لکنْ خالدٌ لم یقمْ**. لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ جملہ کا عطف جملے پر ہو، اور اگر مفرد کا عطف مفرد پر ہو تو اس صورت میں نفی کا، اُس سے پہلے ہونا ضروری ہے، بعد میں ہونا کافی نہیں؛ جیسے: **ماجاء زیدٌ، لکن عمرٌو.**

قوله: حروف التنبیه الخ: یہاں سے مصنف "حروفِ تنبیہ" کو بیان فرمارہے ہیں۔

حروفِ تنبیہ کی تعریف: حروفِ تنبیہ: وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو مخاطب کو متنبہ کرنے کے لئے (یعنی مخاطب سے غفلت کو دور کرنے کے لئے) وضع کئے گئے ہوں، تاکہ مخاطب سے کلام کا کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے؛ جیسے: ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (آگاہ رہو، اللہ کے ذکر ہی سے دل مطمئن ہوتے ہیں)۔ حروفِ تنبیہ تین ہیں: أَلَا ، أَمَا اور هَا.

أَلَا اور أَمَا: دونوں ہمیشہ جملے پر داخل ہوتے ہیں، خواہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ﴾ (آگاہ رہو، بلاشبہ وہ لوگ فساد کرنے والے ہیں)، یہاں "أَلَا" حرفِ تنبیہ، "إنّهم هم المفسدونَ" جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔

یا جملہ فعلیہ ہو؛ جیسے: **أما لا تفعلُ** (خبردار ایسا مت کر)، اور جیسے: **ألا لا تضربُ** (خبردار، مت مار) یہاں "أَمَا" اور "أَلَا" دونوں حرفِ تنبیہ ہیں، جو جملہ فعلیہ پر داخل ہیں۔

"ها" حرفِ تنبیہ دو جگہ آتا ہے: (۱) جملہ اسمیہ کے شروع میں؛ جیسے: **هازیدٌ قائمٌ**. (۲) مفرد یعنی اسماءِ اشارہ کے شروع میں؛ جیسے: **هٰذا** اور **هؤلاء**، ان میں "ها" حرفِ تنبیہ ہے اور "ذا" اور "أولاء" اسمِ اشارہ ہیں۔ جملہ فعلیہ پر، نیز اسماءِ اشارہ کے علاوہ کسی دوسرے اسمِ مفرد پر "ها" حرفِ تنبیہ داخل نہیں ہوتا۔

www.besturdubooks.net

حُرُوفُ النِّدَاءِ:"یَا" أَعَمُّهَا، وَ"أَیَا" وَ"هَیَا" لِلْبَعِیدِ، وَ"أَیْ" وَ"الْهَمْزَةُ" لِلْقَرِیبِ .
حُرُوفُ الإِیْجَابِ : "نَعَمْ"، وَ"بَلٰی"، وَ"إِیْ"، وَ"أَجَلْ"، وَ"جَیْرِ" وَ"إِنَّ" .
فَـ"نَعَمْ": مُقَرِّرَةٌ لِمَا سَبَقَهَا .

ترجمہ: حروفِ نداء:"یَا" اُن میں عام ہے،"أَیَا" اور "هَیَا" بعید کے لیے ہیں،اور"أَیْ" اور "ہمزہ" قریب کے لیے ہیں۔

حروفِ ایجاب: نَعَمْ، بَلٰی، إِیْ، أَجَلْ، جَیْرِ اورإِنَّ ہیں۔پس"نَعَمْ" اُس کلام کوثابت کرتا ہے جو اُس سے پہلے آیا ہے۔

قولہ: حروف النداء الخ: یہاں سے مصنف حروف نداءکو بیان فرمارہے ہیں:

حروفِ نداء کی تعریف:حروفِ نداء: وہ حروف ہیں جوکسی کو متوجہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے:یا زیدُ (اے زید)۔حروفِ نداء پانچ ہیں:یَا، أَیَا، هَیَا، أَیْ اور ہمزۂ مفتوحہ۔"أیْ" اور "ہمزۂ مفتوحہ" منادی قریب کے لئے، أیَا اور "هَیَا" منادی بعید کے لئے آتے ہیں اور"یَا" عام ہے، یہ قریب، بعید اور متوسط تینوں کے لئے آتا ہے۔منادی کے احکام مفعول بہ کی بحث میں گذر چکے ہیں اُن کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

فائدہ:حروفِ نداء عامل ہوتے ہیں یا نہیں؟اس میں اختلاف ہے،اکثر نحویین (جن میں مصنف اور صاحبِ "ہدایۃ النحو" بھی شامل ہیں) کی رائے یہ ہے کہ حروفِ نداء عامل نہیں ہوتے؛ بلکہ منادی: مضاف، مشابہ مضاف یا نکرۂ غیر معین ہونے کی صورت میں "أدعو" یا "أطلب" فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے، حروف نداء کی وجہ سے منصوب نہیں ہوتا۔اور امام مبرد، شیخ عبدالقاہر جرجانی اور صاحبِ "نحومیر" کی رائے یہ ہے کہ حروفِ نداء عامل ہوتے ہیں، "أدعو" یا "أطلب" فعل کے قائم مقام ہوکر، یہی منادی کو نصب دیتے ہیں، "أدعو" یا "أطلب" فعل محذوف، منادی کو نصب نہیں دیتا۔رضی کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ [(دیکھئے: رضی شرح کافیہ ۱/۳۱۲]

قولہ: حروف الإیجاب الخ: یہاں سے مصنف "حروف ایجاب" کو بیان فرمارہے ہیں۔

حروفِ ایجاب کی تعریف:حروفِ ایجاب: وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: هل قام زیدٌ ؟ کے جواب میں: نَعَمْ (جی ہاں)۔حروفِ ایجاب چھ ہیں: نَعَمْ، بَلٰی، إِیْ، أَجَلْ، جَیْرِ اورإِنَّ .

"نعم": کلام سابق کو اُس کی حالت پر برقرار رکھنے کے لئے آتا ہے،خواہ وہ کلام مثبت ہو؛ جیسے: أجاء

www.besturdubooks.net

وَ ''بَـلٰی'' مُختَصَّۃٌ بِاِیجَابِ النَّفْيِ . وَ ''إِیْ'' لِلإِثْبَاتِ بَعْدَ الاِسْتِفْہَامِ، وَیَلْزَمُہَا الْقَسَمُ . وَ ''أَجَلْ''، وَ ''جَیْرِ'' وَ ''إِنَّ'' تَصْدِیْقٌ لِلْمُخْبِرِ .

ترجمہ : اور ''بَلٰی'': نفی کو ثابت کرنے کے ساتھ خاص ہے۔اور ''إِیْ'' استفہام کے بعد ثابت کرنے کے لیے آتا ہے، اور اُس کے لیے قسم لازم ہوتی ہے۔اور ''أَجَلْ''، ''جَیْرِ'' اور ''إِنَّ'' خبر دینے والے کی تصدیق کرنے کے لیے آتے ہیں۔

زیدٌ ؟ (کیا زید آ گیا) کے جواب میں کہا جائے: **نعمْ** (جی ہاں) یعنی زید آ گیا۔ یہاں متکلم نے ''**نعم**'' کے ذریعہ جواب دے کر کلام سابق ''**جاء زید**'' کو جو کہ مثبت ہے، اُس کے اثبات پر برقرار رکھا ہے۔ یا وہ کلام منفی ہو جیسے: **أما جاءَ زیدٌ؟** (کیا زید نہیں آیا) کے جواب میں کہا جائے: **نعم** (جی ہاں)، یعنی زید نہیں آیا، یہاں متکلم نے ''**نعم**'' کے ذریعہ جواب دے کر کلام سابق ''**ماجاء زید**'' کو جو کہ منفی ہے، اُس کی نفی پر برقرار رکھا ہے۔

'' **بلی** '' : اس چیز کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے جس کی کلام سابق میں نفی کی گئی ہو، اسی لئے اس سے پہلے کلام منفی کا ہونا ضروری ہے، خواہ نفی: استفہام کے ساتھ ہو: جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**أَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؟ قَالُوْا : بَلٰی**﴾ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: **بلی** کیوں نہیں) یعنی یقیناً آپ ہمارے رب ہیں، یہاں کلام سابق میں جو کہ استفہام کے ساتھ ہے، رب ہونے کی نفی کی گئی تھی، '' **بلی** '' نے آ کر اس کو ثابت کر دیا ہے۔

یا وہ نفی خبر کی صورت میں ہو، جیسے: **لم یقمْ زیدٌ** (زید کھڑا نہیں ہوا) کے جواب میں کہا جائے: **بلٰی** کیوں نہیں، یعنی وہ کھڑا ہو گیا ہے۔ یہاں کلام سابق میں جو کہ خبر کی صورت میں ہے، زید کے کھڑا ہونے کی نفی کی گئی تھی، ''بلٰی'' نے آ کر اُس کو ثابت کر دیا ہے۔

''إِیْ'' : استفہام کے بعد کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، یہ ہمیشہ قسم کے ساتھ استعمال ہوتا ہے؛ البتہ فعلِ قسم کبھی بھی اس کے بعد مذکور نہیں ہوتا؛ جیسے کسی کام کے بارے میں کہا جائے: **ھل کان کذا؟** (کیا ایسا ہوا ہے؟) تو اس کے جواب میں آپ کہیں: **إِیْ واللّٰہِ** (ہاں، خدا کی قسم ایسا ہوا ہے)، یہاں ''إِیْ'' استفہام کے بعد کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے آیا ہے، اور قسم کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

''أجلْ''، ''جَیْرِ''، ''إِنَّ'': یہ تینوں خبر دینے والے کی خبر کی تصدیق کرنے کے لئے آتے ہیں، خواہ خبر مثبت ہو؛ جیسے کوئی شخص کہے: **جاء زیدٌ** (زید آ گیا) اور اس کے جواب میں **أَجَلْ**، یا **جَیْرِ** یا **إِنَّ** کہا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں، میں اس خبر میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ یا خبر منفی ہو؛ جیسے کوئی

www.besturdubooks.net

حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ : "إِنْ"، وَ"أَنْ"، وَ"مَا"، وَ"لَا"، وَ"مِنْ"، وَ"الْبَاءُ" وَ "اللَّامُ". فَـ "إِنْ": مَعَ "مَا النَّافِيَةِ"، وَقَلَّتْ مَعَ "مَا الْمَصْدَرِيَّةِ"، وَ"لَمَّا".

ترجمہ: حروفِ زیادت: إِنْ، أَنْ، مَا، لَا، مِنْ، باءاور لام ہیں۔ پس "إنْ" : (اکثر) "ما نافیہ" کے ساتھ آتا ہے، اور "ما مصدریہ" اور "لَمَّا" کے ساتھ کم آتا ہے۔

کہے: لَمْ یأتِکَ زیدٌ (تیرے پاس زید نہیں آیا) اور اُس کے جواب میں أَجَلْ، یا جَیْرِ، یا إنَّ کہا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا کہنا بالکل درست ہے، واقعتاً میرے پاس زید نہیں آیا، چوں کہ یہ تینوں خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں، اسی لئے یہ استفہام کے بعد نہیں آتے؛ بلکہ ہمیشہ خبر کے بعد آتے ہیں۔

قوله: حروف الزيادة الخ: یہاں سے مصنف "حروف زیادت" کو بیان فرمارہے ہیں۔

حروفِ زیادت کی تعریف: حروف زیادت: وہ حروف ہیں جن کے حذف کردینے سے اصل معنی میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو؛ جیسے: ما إنْ زیدٌ قائمٌ (زید کھڑا نہیں ہے)، اس مثال میں "إنْ" زائدہ ہے؛ اس لئے کہ اگر اس کو یہاں سے حذف کردیں تو اصل معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ حروف زیادت سات ہیں: إِنْ، أَنْ، مَا، لَا، مِنْ، باء اور لام۔

فائدہ: کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ حروف ہمیشہ کلام میں زائد ہوتے ہیں، اس لئے ان کو حروفِ زیادت کہتے ہیں؛ لیکن یہ صحیح نہیں؛ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حروف کبھی زائد ہوتے ہیں اور کبھی غیر زائد، البتہ جب کلام میں کوئی زائد حرف لانا ہوتا ہے تو اِن حروف کو لاتے ہیں؛ اسی وجہ سے اِن کو حروفِ زیادت کہتے ہیں، اس لئے نہیں کہ یہ ہمیشہ کلام میں زائد ہوتے ہیں۔

فـ "إن" مع "ما النافية" الخ: یہاں سے مصنف حروفِ زیادت کے مواقع بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "إنْ" تین مواقع میں زیادہ کیا جاتا ہے:

(۱) "ما نافیہ" کے بعد؛ جیسے: مَا إنْ زیدٌ قائمٌ، یہاں "ما نافیہ" کے بعد "إنْ" زائد ہے۔

(۲) "ما مصدریہ" کے بعد؛ جیسے: اِنْتَظِرْ مَا إنْ یَجْلِسُ الأمیرُ (امیر کے بیٹھے رہنے تک انتظار کرو)، یہاں "ما مصدریہ" ہے، جس کے بعد "إنْ" کو زیادہ کیا گیا ہے۔

(۳) "لَمَّا حینیہ" (ظرفیہ) کے بعد؛ جیسے: لَمَّا إنْ جلستَ جلستُ (جب تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)، یہاں "لَمَّا حینیہ" ہے، جس کے بعد "إنْ" کو زیادہ کیا گیا ہے۔ "لَمَّا نافیہ" کے بعد "إنْ" کو زیادہ نہیں کیا جاتا۔ واضح رہے کہ اخیر کے دونوں مواقع میں "إنْ" کا زیادہ ہونا قلیل ہے، بالخصوص "لَمَّا حینیّہ"

www.besturdubooks.net

وَ "أَنْ": مَعَ "لَمَّا"، وَبَيْنَ "لَوْ" وَالْقَسَمِ . وَقَلَّتْ مَعَ الْكَافِ .
وَ "مَا": مَعَ "إِذَا"، وَ "مَتٰى"، وَ "أَيٍّ"، وَ "أَيْنَ"، وَ "إِنْ" شَرْطًا، وَبَعْضِ حُرُوْفِ الْجَرِّ . وَقَلَّتْ مَعَ الْمُضَافِ .

ترجمہ: اور "أَنْ": (اکثر) "لمّا حینیہ" کے ساتھ اور "لَوْ" اور قسم کے درمیان آتا ہے۔ اور کاف حرفِ جر کے ساتھ کم آتا ہے۔

اور "مَا": (زائد ہوتا ہے) "إِذَا"، "مَتٰی"، "أيٌّ"، "أَيْنَ" اور "إِنْ" کے ساتھ درآں حالیکہ یہ شرط کے لیے ہوں، اور بعض حروفِ جر کے ساتھ۔ اور مضاف کے ساتھ کم آتا ہے۔

کے بعد؛ کیوں کہ اس کے بعد اکثر "أَنْ" زیادہ کیا جاتا ہے۔

فائدہ: "لَمَّا حینیہ" ظروفِ زمان میں سے ہے، یہ "حِین" کے معنی میں ہوتا ہے اور دو جملوں پر داخل ہوکر پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملے کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے، ترکیب میں یہ اپنے مابعد جملے کی طرف مضاف ہوکر، اس فعل یا شبہ فعل کا مفعول فیہ مقدم ہوتا ہے جو دوسرے جملے میں مذکور ہو۔ (النحو الوافی ۲/۲۵٦)

وأَنْ مع لما الخ: "أن" دو مواقع میں زیادہ کیا جاتا ہے:

(۱) "لَـمَّـا حينيه" کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَلَمّا أَنْ جَاءَ البشيرُ أَلْقَاهُ عَلٰى وَجْهِهِ﴾ (جب خوش خبری دینے والا آیا تو اس نے قمیص ان کے چہرے پر ڈال دیا)، یہاں "لَمَّا حينيه" کے بعد "أنْ" زائد ہے۔

(۲) "لَوْ" حرف شرط اور اس سے پہلے آنے والی قسم کے درمیان؛ جیسے: واللّٰهِ أَنْ لو قمتَ قمتُ (خدا کی قسم اگر تو کھڑا ہوگا تو میں بھی کھڑا ہوں گا)، یہاں "واللّٰه" قسم اور "لو" کے درمیان "أنْ" زائد ہے۔

اور کبھی کاف حرف جر کے بعد بھی "أنْ" کو زیادہ کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: شاعر کا قول ہے:

وَيَوْمًا تُوَافِيْنَا بِوَجْهٍ مُقَسَّمٍ ☆ كَأَنْ ظَبْيَةٍ تَعْطُوْ إِلٰى نَاضِرِ السَّلَمْ

اگر "ظبية" کو مجرور پڑھا جائے تو یہاں "کاف" حرفِ جر اور اُس کے بعد "أَنْ" زائد ہوگا، اور اگر "ظبية" کو مرفوع پڑھا جائے تو اس صورت میں "كَأَنْ" مخففہ من المثقلہ ہوگا۔

و"ما" مع إذا الخ: "ما" چھ مواقع میں زیادہ کیا جاتا ہے:

(۱) "إِذَا شرطیہ" کے بعد؛ جیسے: إذا ما صمتَ صمتُ (جب تو روزہ رکھے گا تو میں بھی روزہ رکھوں گا)، یہاں "إذا شرطیہ" کے بعد "ما" زائد ہے۔

www.besturdubooks.net

(۲) ''متیٰ شرطیہ'' کے بعد؛ جیسے: متی ما تقمْ أقمْ (جب تو کھڑا ہوگا تو میں بھی کھڑا ہوں گا)، یہاں ''متیٰ شرطیہ'' کے بعد ''ما'' زائد ہے۔

(۳) ''أيُّ شرطیہ'' کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أيًّا مّا تدعوْ فله الأسماءُ الحسنىٰ﴾ (جس نام سے بھی تم اللہ کو پکارو تو اس کے لئے اچھے نام ہیں)، یہاں ''أيّ شرطیہ'' کے بعد ''ما'' زائد ہے۔

(۴) ''أَيْنَ شرطیہ'' کے بعد؛ جیسے: أيْنَمَا تجلسْ أجلسْ (جہاں تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)، یہاں ''أينَ شرطیہ'' کے بعد ''ما'' زائد ہے۔

(۵) ''إنْ شرطیہ'' کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إمَّا تخافنّ من قومٍ خيانة فانبذْ إليهم علىٰ سواء﴾ (اگر تجھے ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے ان کا عہد، ان کی طرف، اس طرح کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر)، یہاں ''إنْ شرطیہ'' کے بعد ''ما'' زائد ہے، یہ اصل میں ''إنْ مَا تخافنّ'' تھا، ادغام کرنے کے بعد ''إمَّا'' ہوگیا۔ ان تمام مواقع میں ''ما'' کا زائد ہونا قیاسی ہے۔

(٦) کبھی بعض حروفِ جر (مثلاً: باء، عَنْ، مِنْ، کاف) کے بعد بھی ''ما'' کو زیادہ کیا جاتا ہے؛ لیکن یہ سماعی ہے، قیاسی نہیں، یعنی ہر جگہ اُن حروف جر کے بعد، ''ما'' کو زیادہ نہیں کیا جا سکتا؛ بلکہ یہ اہل عرب سے سننے پر موقوف ہے، جہاں اُن حروف جر کے بعد ''ما'' کو زیادہ کرنا اہل عرب سے سنا گیا ہے وہاں ''ما'' کو زیادہ کیا جائے گا، اور جہاں اہل عرب سے نہیں سنا گیا ہے، وہاں ''ما'' کو زیادہ نہیں کیا جائے گا۔

''باء'' کی مثال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فبما رحمةٍ من اللهِ لِنتَ لهم﴾ (پس اللہ کی مہربانی کی وجہ سے آپ ان کے لئے نرم ہوگئے)، یہاں ''باء'' حرف جر کے بعد ''ما'' زائد ہے۔

''عَنْ'' کی مثال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿عما قليل لَيُصبِحُنَّ نادمينَ﴾ (تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ ضرور شرمندہ ہوں گے)، یہاں ''عن'' حرف جر کے بعد ''ما'' زائد ہے۔

''مِنْ'' کی مثال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ومما خطيئٰتهم أغرقوا فأدخلوا نارا﴾ (ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو غرق کر دیا گیا، پھر ان کو آگ میں داخل کیا جائے گا)، یہاں ''مِن'' حرف جر کے بعد ''ما'' زائد ہے۔

''کاف'' کی مثال: زيدٌ صَدِيقي كما أنَّ عمرًا أخيْ (زید میرا دوست ہے جیسا کہ عمرو میرا بھائی ہے)، یہاں ''کاف'' حرف جر کے بعد ''ما'' زائد ہے۔

اور کبھی مضاف کے بعد بھی ''ما'' کو زیادہ کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: ﴿مثل ما أنكم تنطقون﴾، یہاں ''مثل'' مضاف کے بعد ''ما'' زائد ہے۔

☆......☆......☆

www.besturdubooks.net

وَ"لَا": مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ، وَ"أَنِ الْمَصْدَرِيَّةِ" . وَقَلَّتْ قَبْلَ "أُقْسِمُ" . وَ شَذَّتْ مَعَ الْمُضَافِ . وَ"مِنْ"، وَ"الْبَاءُ" وَ"اللَّامُ" تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا .

ترجمہ : اور "لَا" (زائد ہوتا ہے) اُس واؤ کے ساتھ جو نفی کے بعد واقع ہو، اور "أنْ مصدریہ" کے ساتھ۔ اور "أُقْسِمُ" سے پہلے کم آتا ہے۔ اور شاذ ہے اُس کا زائد ہونا مضاف کے ساتھ۔ اور "مِنْ"، "باء" اور "لام" کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

و"لا" مع الواو الخ: "لا" تین مواقع میں زیادہ کیا جاتا ہے:

(۱) اُس واؤ عاطفہ کے بعد جو نفی کے بعد واقع ہو، خواہ نفی لفظاً ہو؛ جیسے: **ما جاء نی زیدٌ ولا عمرٌو** (میرے پاس نہ زید آیا اور نہ عمرو)، یہاں واؤ عاطفہ سے پہلے لفظاً نفی واقع ہے اور واؤ کے بعد "لا" زائد ہے۔ یا نفی معنیً ہو؛ جیسے: ﴿**غیر المغضوب علیهم ولا الضالین**﴾، یہاں واؤ عاطفہ سے پہلے معنیً نفی ہے اور واؤ کے بعد "لا" زائد ہے۔

(۲) أَنْ مصدریہ کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**ما منعک أن لاتسجدَ**﴾ (کس چیز نے روکا تجھے سجدہ کرنے سے)، یہاں "أنْ مصدریہ" ہے، اور اُس کے بعد "لا" زائد ہے۔ "أنْ مخففہ من المثقلہ" کے بعد "لا" زائدہ نہیں آتا، اسی لئے "أنْ" کے ساتھ مصدریہ کی قید لگائی گئی ہے۔

(۳) قسم سے پہلے؛ لیکن ایسا کم ہوتا ہے؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**لا أقسمُ بهذا البلدِ**﴾ (میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی)، یہاں قسم سے پہلے "لا" زائد ہے، چناں چہ یہ "**أقسم بهذا البلد**" کے معنی میں ہے۔

اور مضاف کے بعد "لَا" کا زائد ہونا شاذ (خلاف قیاس) ہے، اُس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

ومِنْ والباء واللام الخ: آخر کے تینوں یعنی: "مِنْ"، "باء" اور "لام" حروفِ جر میں سے ہیں، اُن کا بیان حروف جر کی بحث میں ہو چکا ہے، اس لئے مصنف نے یہاں اُن کی تفصیل بیان نہیں کی۔

فائدہ: (۱) کبھی "کاف" حرف جر بھی زائد ہوتا ہے جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا جاچکا ہے؛ لیکن چوں کہ "مِنْ"، "باء" اور "لام" کی بہ نسبت اس کا زائد ہونا قلیل ہے، اس لئے مصنف نے اس کو بیان نہیں کیا۔

اسی طرح "ماء کافہ" اور وہ "ما" جو "حیث" اور "اِذْ" کے آخر میں آتا ہے، اگر چہ حروف زوائد میں سے ہیں؛ لیکن چوں کہ کلام میں ان کا اثر ہوتا ہے یعنی جس کلمے کے آخر میں یہ لاحق ہوتے ہیں، اس کو یہ اُس کے مقتضی سے روک دیتے ہیں، مثلاً "ماء کافہ" حروف مشبہ بالفعل کو عمل سے روک دیتا ہے اور "حیث" اور "اِذْ" کے آخر میں لاحق ہونے والا "ما"، اِن کو اضافت سے روک دیتا ہے، اس لئے مصنف نے ان کو بھی

www.besturdubooks.net

حَرْفَا التَّفْسِيرِ: "أَيْ" وَ"أَنْ" . فَـ"أَنْ" مُخْتَصَّةٌ بِمَا فِيْ مَعْنَى الْقَوْلِ .

ترجمہ: حروفِ تفسیر: أَیْ اور أَنْ ہیں۔ پس "أَنْ" خاص ہے اُس فعل کے ساتھ جو قول کے معنی میں ہو۔

یہاں بیان نہیں کیا۔

فائدہ: (۲) مذکورہ بالا حروفِ زیادت میں سے کچھ لفظاً عامل ہوتے ہیں اور کچھ غیر عامل، "مِــــنْ"، "کـاف"، "بـاء" اور "لام" لفظاً عامل ہوتے ہیں، چناں چہ یہ زائد ہونے کے باوجود اپنے مدخول کو جر دیتے ہیں، اور اِن کے علاوہ بقیہ سب لفظاً غیر عامل ہوتے ہیں۔

قوله: حرفا التفسير الخ: یہاں سے مصنف "حروف تفسیر" کو بیان فرمارہے ہیں:

حروفِ تفسیر کی تعریف: حروفِ تفسیر: وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو اپنے ماقبل سے ابہام یعنی پوشیدگی دور کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: ﴿**ونـاديـناه أن يا إبراهيم**﴾ (ہم نے اس کو پکارا بایں الفاظ اے ابراہیم)، اس مثال میں "أنْ" حرف تفسیر ہے۔ حروف تفسیر کے ماقبل کو مفسَّر اور مابعد کو مفسِّر کہتے ہیں، مفسِّر اعراب میں مفسَّر کے تابع ہوتا ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ جملہ کی تفسیر جملے سے کی جائے، اور اگر مفرد کی تفسیر مفرد سے کی جائے تو اس صورت میں حروف تفسیر کے ماقبل کو مبدل منہ اور مابعد کو بدل کہتے ہیں۔

"أَنْ": صرف ایسے فعل کے مفعول بہ کی تفسیر کرنے کے لئے آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو؛ مثلاً: امر، نداء اور کتابۃ وغیرہ، اور وہ مفعول بہ اکثر محذوف ہوتا ہے؛ جیسے: ﴿**ونـاديـناه أن يا إبراهيم**﴾، اس مثال میں "نادی" کا مفعول بہ ثانی: "**بشئ**" یا" **بلفظ**" محذوف ہے، جس کی "أن"، "**يا ابراهيم**" سے تفسیر کر رہا ہے، یعنی ہم نے اس کو ایک لفظ یعنی "**يا ابراهيم**" کہہ کر پکارا۔ اور کبھی وہ مفعول بہ مذکور بھی ہوتا ہے: جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**أوحينا إلى أمك مايوحى أن اقذفيه في التابوت**﴾ (جب حکم بھیجا ہم نے تیری ماں کو جو آگے سناتے ہیں کہ ڈال اس کو صندوق میں) اس مثال میں "**أوحينا**"، **قلنا** کے معنی میں ہے اور "**مايوحى**" اس کا مفعول بہ ہے جو یہاں لفظوں میں مذکور ہے اور "أنْ" حرف تفسیر ہے جو "**اقذفيه في التابوت**" سے اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

چوں کہ "أنْ" حرف تفسیر صرف اسی فعل کے مفعول بہ کی تفسیر کرنے کے لئے آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو، صراحۃً لفظ قول یا اس کے مشتقات کے بعد، یا ان افعال کے بعد نہیں آتا، جو قول کے معنی میں نہ ہوں؛ اس لئے "**قلتُ لهُ أنِ اكْتُبْ**"، نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ "**قلت**" صراحۃً لفظ قول ہے، نہ کہ قول کے معنی۔

فائدہ: "أيْ" سے مفرد اور جملہ دونوں کی تفسیر کی جاتی ہے، مفرد کی مثال؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

www.besturdubooks.net

حُرُوفُ الْمَصْدَرِ: "مَا"، وَ"أَنْ" وَأَنَّ" . فَالْأُوْلَيَانِ لِلْفِعْلِيَّةِ، وَ"أَنَّ" لِلاسْمِيَّةِ .

ترجمہ: حروفِ مصدر: مَا، أَنْ اورأَنَّ ہیں۔پس پہلے دو جملہ فعلیہ کے لیے آتے ہیں اور "أَنَّ" جملہ اسمیہ کے لیے آتا ہے۔

﴿واسئل القرية﴾،أى أهل القرية (پوچھو گاؤں والوں سے)، یہاں "القرية" مفرد کی تفسیر "أیْ" حرف تفسیر کے ذریعہ "أهل القرية "مفرد سے کی گئی ہے۔ جملہ کی مثال؛ جیسے: قُطِعَ رزقُه، أی ماتَ (اس کا رزق بند کردیا گیا یعنی وہ مرگیا)، اس مثال میں " أی "حرف تفسیر کے ذریعہ جملے کی جملے سے تفسیر کی گئی ہے۔

قوله: حروف المصدر الخ: یہاں سے مصنف "حروفِ مصدر" کو بیان فرمارہے ہیں۔

حروفِ مصدر کی تعریف: حروفِ مصدر: وہ حروف ہیں جو جملہ کو مصدر کے معنی میں کردیتے ہیں؛ جیسے:﴿ أنْ تصوموا خيرٌلكم﴾ (تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے)، یہ صيامُكم خيرٌ لكم کے معنی میں ہے۔حروف مصدر تین ہیں:مَا، أَنْ، أَنَّ. (ان میں سے "ما" غیر عامل ہےاور "أنْ" اور "أنَّ" عامل ہیں)۔

فالأوليان للفعلية : پہلے دونوں یعنی "ما" اور" أنْ"،جملہ فعلیہ کے لئے آتے ہیں،یعنی یہ جملہ فعلیہ پر داخل ہوکر اُس کو مصدر کے معنی میں کردیتے ہیں؛ جیسے:اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وضاقت عليهم الأرضُ بما رحبتْ﴾ (تنگ ہوگئی ان پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود)، یہاں "ما" مصدریہ نے "رحبت" جملہ فعلیہ پر داخل ہوکر، اس کو مصدر کے معنی میں کردیا ہے، چناں چہ یہ "بِرُحْبِهَا" کے معنی میں ہے۔

"أنْ" کی مثال؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿فما كان جوابَ قومهٖ إلا أنْ قالوا﴾ (پس نہیں تھا اس کی قوم کا جواب مگران کا یہ قول)، یہاں "أن" مصدریہ نے "قالوا" جملہ فعلیہ پر داخل ہوکر، اس کو مصدر کے معنی میں کردیا ہے، چناں چہ یہ "قولُهم" کے معنی میں ہے۔

وأنّ للاسمية : "أنَّ" : جملہ اسمیہ پر آتا ہےاور اس کو مصدر کے معنی میں کردیتا ہے، جملہ فعلیہ پر نہیں آتا؛ جیسے: علمتُ أنَّکَ قائمٌ (میں نے تیرے کھڑا ہونے کو جان لیا)، یہاں "أنّ" مصدریہ نے "أنت قائم"، جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر، اس کو مصدر یعنی "قيامَکَ" کے معنی میں کردیا ہے۔

فائدہ: اگر "أنّ" پر "ماء کافہ" داخل ہوجائے، یا تشدید ختم کرکے اس میں تخفیف کرلی جائے، تو اِس صورت میں یہ جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوجاتا ہے، لہٰذا مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب کہ " أنَّ " پر نہ "ماء کافہ" داخل ہو اور نہ اس میں تخفیف کی گئی ہو۔

www.besturdubooks.net

حُرُوْفُ التَّحضِيْضِ : "هَلَّا"، وَ"أَلَّا"، وَ"لَوْلَا" وَ"لَوْمَا" . لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ، وَيَلْزَمُهَا الْفِعْلُ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيْرًا .

ترجمہ : حروفِ تحضیض: هَلَّا، أَلَّا، لَوْلَا اور لَوْمَا ہیں۔ اِن کے لیے صدارتِ کلام ہے، اور اِن کے لیے فعل کا ہونا ضروری ہے، خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً۔

قوله: حروف التحضیض الخ: یہاں سے مصنف "حروفِ تحضیض" کو بیان فرمارہے ہیں:

حروف تحضیض کی تعریف: حروفِ تحضیض: وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو مخاطب کو سختی کے ساتھ، کسی کام پر آمادہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: هلّا تأكلُ (تو کیوں نہیں کھاتا)، اس مثال میں "هلّا" حرفِ تحضیض ہے۔ حروف تحضیض چار ہیں: هلّا، ألّا، لَولا اور لَوما .

لها صدر الکلام : یہ ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں اور صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں، کبھی فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں اور کبھی فعل ماضی پر، اگر فعل مضارع پر داخل ہوں تو اس صورت میں یہ، مخاطب کو فعل پر ابھارنے اور آمادہ کرنے کے لئے آتے ہیں؛ جیسے: هلّا تاكلُ (تو کیوں نہیں کھاتا)، اس مثال میں "هلا" حرف تحضیض مضارع پر داخل ہے، جو یہاں مخاطب کو فعل یعنی کھانے پر آمادہ کرنے کے لئے آیا ہے۔

اور اگر فعل ماضي پر داخل ہوں تو اس صورت میں یہ، مخاطب کو ترکِ فعل پر ملامت کرنے کے لئے آتے ہیں، اس وقت ان میں تحضیض کے معنی صرف اس فعل کے اعتبار سے ہوتے ہیں جس کو مخاطب نہیں کر سکا ہے، اس پر مخاطب کو اس معنی کر ابھارتے اور آمادہ کرتے ہیں کہ وہ کام کرنے کا تھا، مخاطب کو وہ کام کرنا چاہئے تھا؛ لیکن چوں کہ مخاطب نے وہ کام نہیں کیا، اس لئے وہ قابل ملامت ہے؛ جیسے: هلا ضربتَ زيدًا (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا)، یعنی تم زید کو نہ مارنے کی وجہ سے قابلِ ملامت ہو، تمہیں اس کو مارنا چاہئے تھا۔

ويلزمها الفعل الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "حروفِ تحضیض" کے لیے فعل کا ہونا ضروری ہے، یعنی یہ صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں، اسم پر داخل نہیں ہوتے، خواہ فعل لفظوں میں ہو؛ جیسا کہ اس کی مثال گذر چکی ہے۔ یا فعل مقدر یعنی پوشیدہ ہو؛ جیسے آپ اُس شخص سے کہیں جس نے پوری قوم کو مارا ہو؛ لیکن زید کو نہ مارا ہو: هلّا زيدًا (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا)، یہاں "زيدًا" سے پہلے "ضربتَ" فعل محذوف ہے، جس کو یہاں سے قرینۂ حالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، اس کی اصل: هلّا ضربتَ زيدًا ہے۔

فائدہ (۱): تمام حروف تحضیض مرکب ہیں اُن کا دوسرا جز حرفِ نفی ہے اور پہلا جز لولا اور لوما میں "لو" حرف شرط، هلّا میں "هل" حرفِ استفهام اور ألّا میں "أنْ"، حرفِ مصدر ہے۔

www.besturdubooks.net

حَرْفُ التَّوَقُّعِ: "قَدْ" . وَهِيَ فِي الْمَاضِيْ لِلتَّقْرِيْبِ وَفِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيْلِ .

ترجمہ: حرفِ توقع: قَدْ ہے۔اور وہ ماضی میں تقریب کے لیے اور مضارع میں تقلیل کے لیے آتا ہے۔

فائدہ(۲): "لولا" کی ایک قسم:" لو لا امتناعیه" ہے۔لَوْلَا امتناعیّه: وہ لَوْلَا ہے جو دو جملوں پر داخل ہوکر، پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے، دوسرے جملے کی نفی پر دلالت کرے؛ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: 'لولا علیٌّ لھلکَ عمرُ' (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا؛ لیکن چوں کہ علی موجود تھے اس لئے عمر ہلاک نہیں ہوئے)، یہاں "لولا" پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے، دوسرے جملے کی نفی پر دلالت کررہا ہے۔"لولا امتناعیه" دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے، جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے۔اور "لولا تحضیضیه" (یعنی جو تحضیض کے لئے آتا ہے) دو جملوں کا محتاج نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ صرف ایک جملہ پر پورا ہو جاتا ہے، اور وہ جملہ بھی فعلیہ ہوتا ہے، اسمیہ نہیں، جملہ اسمیہ پر "لولا تحضیضیه" داخل نہیں ہوتا۔

قوله: حرف التوقع قد الخ: یہاں سے مصنف "حرف توقع" کو بیان فرمارہے ہیں:

حرف توقع کی تعریف: حرف توقع: وہ حرف غیر عامل ہے جس کے ذریعہ ایسی چیز کی خبر دی جائے جس کے قریب میں واقع ہونے کی مخاطب کو امید ہو؛ جیسے اُس شخص سے کہا جائے جس کو عنقریب زید کے آنے کی توقع ہو: قد جاء زیدٌ (زید آ گیا ہے)۔حرف توقع صرف "قد" ہے۔یہ ماضی پر داخل ہو یا مضارع پر، اس میں لازمی طور پر تحقیق کے معنی ہوتے ہیں۔

وھی فی الماضی الخ: اگر "قد" ماضی پر داخل ہو تو اس وقت وہ، تحقیق پر دلالت کرنے کے ساتھ، اکثر تقریب یعنی ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے آتا ہے، اس صورت میں کبھی اُس میں توقع کے معنی بھی ہوتے ہیں؛ جیسے: قَدْ قامتِ الصّلاۃُ (نماز کھڑی ہوگئی ہے)؛ کیوں کہ اذان ہونے کے بعد ہر مسلمان کو نماز کھڑی ہونے کی توقع ہوتی ہے۔اور کبھی توقع کے معنی نہیں ہوتے؛ جیسے: قَدْ رکبَ الأمیرُ (تھوڑی دیر پہلے امیر سوار ہو گئے ہیں) جب کہ مخاطب کو امیر کے سوار ہونے کی توقع نہ ہو۔چوں کہ یہ ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے آتا ہے، اس لئے اِس کو "حرف تقریب" بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: کبھی "قد" ماضی پر داخل ہونے کی صورت میں صرف تحقیق یعنی اپنے مدخول کو اچھی طرح ثابت کرنے کے لئے آتا ہے؛ مثلاً کوئی کہے: ھل قام زیدٌ ؟ اور اس کے جواب میں آپ کہیں: قد قام زیدٌ (یقیناً زید کھڑا ہو گیا ہے)، تو یہاں "قد" صرف تحقیق کے لئے ہوگا۔

و فی المضارع الخ: اور اگر "قد" فعل مضارع پر داخل ہو تو اس صورت میں وہ تحقیق پر دلالت

www.besturdubooks.net

حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ: "الْهَمْزَةُ" وَ"هَلْ" . لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ؛ تَقُوْلُ: أَزَيْدٌ قَائِمٌ؟ وَأَقَامَ زَيْدٌ؟. وَكَذٰلِكَ "هَلْ" .

ترجمہ: حروفِ استفہام: ہمزہ اور ھَلْ ہیں۔ان دونوں کے لیے صدارتِ کلام ہے؛ آپ کہیں گے: أَزَيْدٌ قَائِمٌ ؟ (کیا زید کھڑا ہے؟)اور أَقَامَ زَيْدٌ ؟ (کیا زید کھڑا ہوا؟)۔اور اسی طرح "هَلْ" ہے۔

کرنے کے ساتھ، اکثر تقلیل یعنی اپنے مدخول کی قلت کو بتانے کے لئے آتا ہے،اس صورت میں اُس میں توقع کے معنی نہیں ہوتے ،جیسے: إِنَّ الْكَذُوبَ قَدْ يَصْدُقُ (بلاشبہ کبھی جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے)۔اور إِنَّ الجوادَ قد يَبخَلُ (بلاشبہ کبھی سخی بھی بخل کر جاتا ہے)،ان دونوں مثالوں میں "قد"،فعل مضارع پر داخل ہو کر اپنے مدخول کی قلت کو بتارہا ہے۔

فائدہ: کبھی "قد"، فعل مضارع پر داخل ہونے کی صورت میں صرف تحقیق کے لیے آتا ہے: جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ﴾ (بلاشبہ اللہ تعالی جانتا ہے باز رکھنے والوں کو)۔

قاعدہ(۱): "قَدْ" اور اس کے فعل کے درمیان (خواہ وہ فعل ماضی ہو یا فعل مضارع) قسم کے ذریعہ فصل کرنا جائز ہے؛ جیسے: قَدْ واللهِ أحسنتَ (خدا کی قسم تو نے اچھا کام کیا ہے)، یہاں "قد" اور اس کے فعل: "أحسن" کے درمیان "واللهِ"،قسم کے ذریعہ فصل کیا گیا ہے۔

قاعدہ(۲): کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت "قَدْ" کے بعد اُس کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے؛ جیسے شاعر کا قول ہے:شعر:

أَفِدَ الترحُّل غيرَ أنَّ رِكَابَنَا☆ لَمَّاتَزُلْ بِرِحَالِنا و كأن قَدِنْ

اس شعر میں "قد" کے بعد قرینہ پائے جانے کی وجہ سے "زالت"، فعل کو حذف کر دیا گیا ہے،اس کی اصل: و كأن قد زالت ہے،قرینہ اس سے پہلے 'لَمّا تزُلْ' فعل ہے، جو اس کے حذف پر دلالت کر رہا ہے۔

قوله: حرفا الاستفهام الخ: یہاں سے مصنف "حروف استفہام" کو بیان فرما رہے ہیں:

حروفِ استفہام کی تعریف: حروفِ استفہام: وہ حروف غیر عاملہ ہیں جو کسی شئ کے متعلق سوال کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: هل قام زيدٌ؟ (کیا زید کھڑا ہوا؟)،اس مثال میں "هلْ" حرفِ استفہام ہے۔حروفِ استفہام دو ہیں: ہمزہ اور ھَلْ.

لهما صدر الكلام الخ: یہ ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں اور جملے پر داخل ہوتے ہیں،خواہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے:أزيدٌ قائمٌ ؟اس مثال میں "ہمزۂ استفہام" جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔یا جملہ فعلیہ ہو؛ جیسے: أَقام

www.besturdubooks.net

وَالْهَمْزَةُ أَعَمُّ تَصَرُّفًا، تَقُوْلُ: أَزَيْدًا ضَرَبْتَ ؟ وَأَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ أَخُوْكَ ؟ وَأَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو ؟ وَأَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ ؟ وَأَفَمَنْ كَانَ ؟ وَأَوَ مَنْ كَانَ ؟

ترجمه: اور ''ہمزہ'' تصرف کے اعتبار سے (هَلْ سے) عام ہے؛ آپ کہیں گے: أزيدًا ضربتَ ؟ (کیا زید کو تم نے مارا؟)، أتَضرِبُ زيدًا وهو أخوكَ ؟ (کیا تم زید کو مارتے ہو، حالاں کہ وہ تمہارا بھائی ہے؟)، أزيدٌ عندَك أم عمرٌو؟ (تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟)، أثُمَّ إذَا مَا وَقَعَ ؟ أفَمَنْ كانَ ؟ اور أوَ مَنْ كَانَ ؟

زیدٌ ؟ اس مثال میں ''ہمزۂ استفہام'' جملہ فعلیہ پر داخل ہے۔ اسی طرح ''هَلْ'' کو سمجھ لیا جائے۔ لیکن جملہ اسمیہ کی بہ نسبت، یہ جملہ فعلیہ پر زیادہ داخل ہوتے ہیں۔

فائدہ: ''ہمزہ'' ہر جملہ اسمیہ پر داخل ہوسکتا ہے، خواہ اس کی خبر فعل ہو یا اسم، اور ''هل'' صرف اس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جس کی خبر اسم ہو، جس جملہ اسمیہ کی خبر فعل ہو، اس پر ''هل'' داخل نہیں ہوتا؛ مگر شاذ و نادر۔

والهمزة أعم تصرفا الخ: یہاں سے مصنف ''ہمزۂ استفہام'' کے مواقع بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''ہمزۂ استفہام'' تصرف کے اعتبار سے ''هَلْ'' سے عام ہے، یعنی کچھ مواقع ایسے ہیں کہ جہاں صرف ''ہمزۂ استفہام'' ہی آ سکتا ہے، ''هل'' کا استعمال کرنا وہاں جائز نہیں، اِس طرح کے چار مواقع ہیں:

(۱) اگر اسم کے بعد کوئی فعل ہو تو وہاں فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر صرف ''ہمزہ'' آ سکتا ہے، ''هل'' نہیں آ سکتا، خواہ وہ اسم اُس فعل کا معمول یعنی مفعول بہ ہو، یا اُس کا معمول نہ ہو؛ جیسے: أزيداً ضربتَ؟ یہاں هل زيدًا ضربتَ نہیں کہہ سکتے۔

(۲) اگر جملہ میں انکار کے معنی ہوں، یعنی استفہام کے ذریعہ کسی کام پر نکیر کرنا مقصود ہو (جس کو استفہام انکاری کہتے ہیں)، تو وہاں صرف ''ہمزہ'' آ سکتا ہے، ''هل'' نہیں آ سکتا؛ جیسے: أتضربُ زيدًا وهو أخوك ؟ یہاں هل تضربُ زيدًا وهو أخوك نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ یہاں استفہام انکاری ہے، متکلم استفہام کے ذریعہ مخاطب کے فعل یعنی بھائی ہوتے ہوئے زید کو مارنے پر نکیر کرنا چاہتا ہے۔

(۳) ''أم'' سے پہلے ''ہمزہ'' آتا ہے، ''هل'' نہیں آ سکتا؛ جیسے: أزيدٌ عندك أم عمرٌو ؟ یہاں هل عندك زيدٌ أم عمرٌو نہیں کہہ سکتے۔

(۴) ''ہمزۂ استفہام''، ''واؤ''، ''فاء''، ''ثمّ'' حروفِ عطف پر داخل ہوسکتا ہے، ''هلْ'' اِن حروفِ عطف پر داخل نہیں ہوسکتا؛ جیسے: أوَ مَنْ كانَ ؟ أ فَمَنْ كانَ ؟ أثُمَّ إذَا مَاوَقَعَ ؟ یہاں هل ومن كان،

www.besturdubooks.net

حُرُوفُ الشَّرْطِ: "إِنْ"، وَ"لَوْ" وَ"أَمَّا" .

ترجمہ: حروفِ شرط: إنْ ، لَوْ اور أَمَّا ہیں۔

هل فمن كان یا هل ثمّ إذا ما وقع نہیں کہہ سکتے۔

فائدہ: بعض مواقع ایسے بھی ہیں کہ جہاں صرف "هل" آتا ہے، "ہمزہ" نہیں آتا، وہ مواقع یہ ہیں:

(۱) مذکورہ حروفِ عطف کے بعد "هل" آسکتا ہے، "ہمزہ" نہیں آسکتا؛ جیسے: ﴿فهل أنتم شاكرون﴾، ﴿فهل يهلك إلّا القوم الظالمون﴾، یہاں فأ أنتم شاكرون اور فأيهلك إلا القوم الظالمون نہیں کہہ سکتے۔

(۲) "أَمْ" کے بعد "هل" آتا ہے، ہمزہ نہیں آتا؛ جیسے: شاعر کا قول ہے، شعر:

أَمْ هَلْ كَبِيْرٌ بَكٰى لَمْ يَقْضِ عَبْرَتَه ☆ إِثْرَ الْأَحِبَّةِ يَوْمَ الْبَيْنِ مَشْكُوْمُ

(۳) اگر کلام مثبت کو استفہام کے ذریعہ اچھی طرح ثابت کرنا مقصود ہو تو وہاں "هل" آتا ہے، "ہمزہ" نہیں آتا، جیسے: هل ثوب الكفار، أى ألم يثوب الكفار (کیا کفار کو بدلہ نہیں دیا جائے گا) یعنی یقیناً ان کو بدلہ دیا جائے گا، یہاں أثوب الكفار نہیں کہہ سکتے۔ [دیکھئے: رضی شرح کافیہ (۴/۴۸۲)]

(۴) "هل" نفی کے لئے آتا ہے، اسی لئے اس کے بعد اثبات کی غرض سے "إلّا" کو لانا جائز ہے، جب کہ "ہمزہ" نفی کے لئے نہیں آتا، اسی وجہ سے اس کے بعد "إلّا" کو لانا صحیح نہیں؛ جیسے: ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾، یہاں "هل" نفی کے لئے ہے، اسی لئے اس کے بعد "إلّا" کو لایا گیا ہے، اس کے بجائے یہاں، أ جزاء الإحسان إلّا الإحسان نہیں کہہ سکتے۔

(۵) "هل" کے بعد مبتدا کی خبر پر نفی کی تاکید کے لئے باءِ حرف جر کو لانا جائز ہے، جب کہ ہمزہ کے بعد مبتدا کی خبر پر باء کو داخل کرنا جائز نہیں؛ جیسے: هل زيدٌ بقائمٍ؟ یہاں أزيد بقائم نہیں کہہ سکتے۔ (رضی)

قوله: حروف الشرط الخ: یہاں سے مصنف حروفِ شرط کو بیان فرما رہے ہیں۔

حروفِ شرط کی تعریف: حروفِ شرط وہ حروف ہیں جو دو جملوں پر داخل ہو کر، پہلے جملے کے شرط اور دوسرے جملے کے جزاء ہونے پر دلالت کریں؛ جیسے: إنْ تضرِبْ أضرِبْ، اس مثال میں "إنْ" حرف شرط ہے۔ حروفِ شرط تین ہیں: إنْ، لَوْ اور أمّا .

فائدہ: حروفِ شرط دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں، خواہ دونوں جملے اسمیہ ہوں (یعنی صورۃً)؛ اس لئے کہ "لو" اور "إنْ" کے لئے لفظاً یا تقدیراً فعل کا ہونا ضروری ہے، یعنی یہ صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں، اسم پر

www.besturdubooks.net

لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ . فَـ "إِنْ": لِلِاسْتِقْبَالِ وَإِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ . وَ"لَوْ" عَكْسُهُ . وَتَلْزَمَانِ الْفِعْلَ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيْرًا؛ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ: "لَوْ أَنَّكَ" بِالْفَتْحِ؛ لِأَنَّهُ فَاعِلٌ، وَ"اِنْطَلَقْتَ" بِالْفِعْلِ مَوْضِعَ "مُنْطَلِقٍ"، لِيَكُوْنَ كَالْعِوَضِ .

ترجمہ: اِن کے لیے صدارتِ کلام ہے۔پس "إنْ": استقبال کے لیے آتا ہے،اگرچہ ماضی پر داخل ہو۔اور "لَـوْ" اس کے برعکس ہے۔اور یہ دونوں فعل کو مستلزم ہیں،خواہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً؛اوراسی وجہ سے کہا جاتا ہے: لَوْ أَنَّکَ (ہمزہ کے) فتحہ کے ساتھ؛اس لیے کہ یہ فاعل ہے،اور "اِنْطَلَقْتَ" فعل کے ساتھ "مُنْطَلِقٌ" کی جگہ،تاکہ وہ عوض کے مانند ہو جائے۔

داخل نہیں ہوتے ،اس لئے جن دو جملوں پر یہ داخل ہوں گے،ان میں سے پہلے جملے کا اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے فعلیہ ہونا ضروری ہے؛البتہ وہ صورۃً اسمیہ ہوسکتا ہے،اس طور پر کہ اس کا فعل لفظاً مذکور نہ ہو؛ بلکہ محذوف ہو؛ جیسے: إنْ أنتَ زائري فأنا أکرِمُک (اگر تم مجھ سے ملاقات کرو گے تو میں تمہارا اکرام کروں گا)،اس مثال میں "إنْ" حرف شرط دو جملہ اسمیہ پر داخل ہے، دوسرا جملہ حقیقۃً اسمیہ ہے اور پہلا جملہ صرف صورۃً اسمیہ ہے،حقیقۃً نہیں؛اس لئے کہ اس میں "إنْ" کے بعد "کـنـتَ"،فعل محذوف ہے،لہٰذا حقیقت کے اعتبار سے وہ جملہ فعلیہ ہے۔یا دونوں جملے فعلیہ ہوں؛ جیسے:إنْ تضربْ أضربْ ، یہاں دونوں جملے فعلیہ ہیں جن پر "إن "داخل ہے۔یا دونوں مختلفہ ہوں، پہلا جملہ فعلیہ ہو اور دوسرا اسمیہ؛ جیسے: إن تـأتِنيْ فأنا أکرِمُک یہاں "إنْ"،دو جملوں پر داخل ہے،جن میں سے پہلا جملہ فعلیہ ہے اور دوسرا اسمیہ۔

لها صدر الکلام: حروفِ شرط ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں،درمیان یا آخر کلام میں نہیں آتے۔

فإنْ للاستقبال الخ: یہاں سے مصنف "إنْ" اور "لَوْ" کے معنی بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ "إنْ" استقبال کے لئے آتا ہے،اگرچہ فعل ماضی پر داخل ہو،یعنی اگر یہ فعل ماضی پر داخل ہوگا تو وہ بھی اس کے داخل ہونے کی وجہ سے مستقبل کے معنی میں ہو جائے گا؛ جیسے:إنْ زُرتَني أکرمتُک (اگر تو مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔اور "لَـوْ"، ماضی کے لئے آتا ہے،اگرچہ مضارع پر داخل ہو،یعنی اگر یہ مضارع پر داخل ہوگا تو وہ بھی اس کے داخل ہونے کی وجہ سے ماضی کے معنی میں ہو جائے گا، جیسے:لوْ تزورُني أکرمتُک (اگر تو مجھ سے ملاقات کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا)۔

وتلزمان الفعل الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ "إنْ" اور "لو"، فعل کو مستلزم ہیں،یعنی یہ ضروری ہے کہ "إنْ" اور "لَوْ"،فعل پر داخل ہوں،اسم پر داخل نہ ہوں،خواہ

www.besturdubooks.net

فَإِنْ كَانَ جَامِدًا جَازَ؛ لِتَعَذُّرِهِ .

ترجمہ : پس اگر خبر جامد ہو تو وہ (یعنی اُس اسم جامد کا خبر واقع ہونا) جائز ہے؛ اُس (یعنی فعل کے خبر کی جگہ واقع ہونے) کے متعذر ہونے کی وجہ سے۔

فعل لفظوں میں مذکور ہو؛ جیسے: إنْ زرتَني أكرمتُك، یہاں "زرتَ" فعل لفظوں میں مذکور ہے۔ یا فعل مقدر ہو؛ جیسے: إنْ أنتَ زائري فأنا أكرمُك، یہاں "أنت" سے پہلے "كنتَ" فعل مقدر ہے، اس کی اصل عبارت یہ ہے: إن كنتَ زائري فأنا أكرمُك؛ "كان" فعل کو حذف کرنے کے بعد، ضمیر متصل کو ضمیر منفصل سے بدل دیا، إن أنتَ زائري فأنا أكرمُك ہوگیا۔

چناں چہ یہی وجہ ہے کہ "لَوْ" کے بعد "أنَّ" مفتوحہ آتا ہے، اور وہاں "أنَّ" کی خبر، اگر اسم مشتق ہو تو اُس کی جگہ فعل لاتے ہیں؛ جیسے: لَوْ أنَّك انطلقتَ لانطلقتُ؛ کیوں کہ "لَوْ" فعل پر داخل ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر اُس کے بعد فعل نہ ہو؛ بلکہ کوئی دوسرا کلمہ ہو، تو وہ فعل محذوف کا فاعل ہوگا، اور "أنَّ" ہی اپنے اسم وخبر کے ساتھ فاعل بن سکتا ہے، "إنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ فاعل نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ فاعل مفرد ہوتا ہے، اور مفرد کے مواقع میں "أنَّ" آتا ہے، نہ کہ "إنّ"؛ اس لیے وہاں "أنَّ" لانا ضروری ہے۔

اور وہاں خبر کے اسم مشتق ہونے کی صورت میں اُس کی جگہ فعل اس لیے لاتے ہیں تاکہ وہ اُس فعل کے عوض کے مانند ہو جائے جس کو "لَوْ" کے بعد حذف کیا گیا ہے؛ چناں چہ اسی وجہ سے مذکورہ مثال میں "أنَّ" لایا گیا ہے، اور اُس کی خبر منطلقٌ اسم مشتق کی جگہ، انطلقتَ فعل لائی گئی ہے، یہاں لَوْ إنَّك منطلقٌ لانطلقتُ نہیں کہہ سکتے۔

فإن كان جامدا الخ : مذکورہ حکم اُس وقت ہے جب کہ خبر ایسا اسم مشتق ہو جس کے مصدر سے فعل کو مشتق کرنا ممکن ہو، اور اگر خبر اسم جامد ہو، جس سے فعل مشتق کرنا ممکن نہیں ہوتا، تو وہاں اسم جامد ہی کو "أنَّ" کی خبر بنائیں گے، فعل نہیں لائیں گے؛ کیوں کہ وہاں خبر کی جگہ فعل لانا متعذر ہے؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ﴾، یہاں "لَوْ" کے بعد "أنَّ" ہے، اور اُس کی خبر أقلامٌ اسم جامد لائی گئی ہے؛ اس لیے کہ یہاں خبر کی جگہ فعل لانا متعذر ہے؛ کیوں کہ اسم جامد سے فعل مشتق کرنا ممکن نہیں۔

فائدہ (۱): "إنْ" کا استعمال امور مشکوکہ یعنی صرف اُن چیزوں میں ہوتا ہے جن کا وقوع یقینی نہ ہو؛ بلکہ مشکوک اور محتمل ہو، چناں چہ: آتیك إنْ طلعتِ الشمسُ (میں تیرے پاس آؤں گا اگر سورج نکلے گا) نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ سورج کا نکلنا امور یقینیہ میں سے ہے؛ بلکہ آتیك إذا طلعتِ الشمسُ

www.besturdubooks.net

وَإِذَا تَقَدَّمَ الْقَسَمُ أَوَّلَ الْكَلَامِ عَلَى الشَّرْطِ، لَزِمَهُ الْمَاضِيْ لَفْظًا أَوْ مَعْنًى، فَيُطَابِقُ وَكَانَ الْجَوَابُ لِلْقَسَمِ لَفْظًا؛ مِثْلُ: وَاللّٰهِ إِنْ أَتَيْتَنِيْ/ أَوْ لَمْ تَأْتِنِيْ لَأُكْرِمُتُكَ .

ترجمہ : اور جب قسم شروع کلام میں شرط پر مقدم ہو، تو اُس کے لیے فعل ماضی ضروری ہے، خواہ ماضی لفظاً ہو یا معنیً، پس شرط (جواب کے) مطابق ہوجائے گی اور جواب لفظوں کے اعتبار سے قسم کے لیے ہوگا؛ جیسے: وَاللّٰهِ إِنْ أَتَيْتَنِيْ / أو لَمْ تَأْتِنِيْ لَأُكْرِمُتُكَ (خدا کی قسم! اگر تو میرے پاس آئے گا/ یا اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔

کہیں گے؛ اس لئے کہ سورج کا نکلنا امورِ یقینیہ میں سے ہے اور امورِ یقینیہ میں "إذا" استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ (۲): "لَـوْ" پہلے جملے کی نفی کی وجہ سے دوسرے جملے کی نفی پر دلالت کرتا ہے؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لو كان فيهما آلهةٌ إلا اللّٰهُ لفسدتا﴾ (اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے علاوہ دوسرے خدا ہوتے، تو آسمان اور زمین میں فساد برپا ہوجاتا)؛ لیکن چوں کہ آسمان اور زمین میں اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، اس لئے فساد برپا نہیں ہوا۔

وإذا وقع القسم الخ: یہاں سے مصنف نے دو ضابطے بیان فرمائے ہیں۔

۱- اگر قسم اور شرط کسی کلام میں ایک ساتھ جمع ہوجائیں، اور قسم شرط سے پہلے شروع کلام میں واقع ہو، تو وہاں اُس فعل کا، جس پر حرف شرط داخل ہو، ماضی ہونا ضروری ہے، خواہ ماضی لفظاً ہو؛ جیسے: واللّٰهِ إنْ أتيتني لأكرمتُك [1] (خدا کی قسم اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)، یہاں "أتيت" لفظاً فعل ماضی ہے، جس پر "إنْ" حرف شرط داخل ہے۔ یا ماضی معنیً ہو (یعنی لفظوں کے اعتبار سے تو فعل ماضی نہ ہو؛ البتہ فعل ماضی کے معنی میں ہو)؛ جیسے: واللّٰهِ إنْ لَمْ تأتِني لأهجرتُك (خدا کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھے برا بھلا کہوں گا)، یہاں "لم تأت" معنیً فعل ماضی ہے، جس پر "إن" حرف شرط داخل ہے۔

اور جب وہ فعل جس پر حرف شرط داخل ہے، ماضی ہوگا، تو شرط حرفِ شرط کے عمل کے باطل ہونے کے اعتبار سے جواب کے مطابق ہوجائے گی، یعنی جس طرح حرفِ شرط نے شرط کے ملغیٰ ہونے کی وجہ سے جواب

---

(۱) واو حرف جر برائے قسم، اللّٰہ مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا أقسم فعل محذوف کا، أقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قسم، إن حرف شرط، أتيت فعل بافاعل، نون وقایہ، یا ضمیر متصل مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ملغی، لأكرمتك جملہ فعلیہ خبریہ جواب قسم۔

www.besturdubooks.net

وَإِنْ تَوَسَّطَ بِتَقْدِيْمِ الشَّرْطِ أَوْ غَيْرِهٖ، جَازَ أَنْ يُعْتَبَرَ وَأَنْ يُلْغٰى؛ كَقَوْلِكَ: أَنَا وَاللّٰهِ إِنْ تَأْتِنِيْ آتِكَ، وَإِنْ أَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَآتِيَنَّكَ .

ترجمہ: اور اگر قسم درمیان میں واقع ہو، شرط یا اُس کے علاوہ کے (اُس پر) مقدم ہونے کی وجہ سے تو جائز ہے قسم کا اعتبار کرنا اور اُس کو ملغیٰ کرنا؛ جیسے آپ کا قول: أَنَا وَاللّٰهِ إِنْ تَأْتِنِيْ آتِكَ (خدا کی قسم! اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرے پاس آؤں گا)، إِنْ أَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَآتِيَنَّكَ (اگر تو میرے پاس آئے گا تو خدا کی قسم! میں ضرور تیرے پاس آؤں گا)۔

میں کوئی عمل نہیں کیا، اسی طرح وہ شرط کے ماضی ہونے کی وجہ سے اُس میں بھی کوئی عمل نہیں کرے گا؛ کیوں کہ فعل ماضی مبنی ہوتا ہے، اُس میں کوئی عامل عمل نہیں کرسکتا۔

اور اس وقت (یعنی جب کہ قسم، شرط سے پہلے شروع کلام میں واقع ہو) دوسرا جملہ لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، شرط کی جزاء نہیں ہوگا، شرط اس صورت میں لفظوں کے اعتبار سے ملغیٰ (یعنی باطل) ہوجائے گی۔ چوں کہ دوسرا جملہ اس صورت میں لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، اس لئے اس میں وہ تمام چیزیں واجب ہوں گی جو جواب قسم میں واجب ہوتی ہیں، یعنی اگر وہ جملہ اسمیہ مثبتہ ہو تو اس میں ''لام'' یا ''إنَّ'' کو لانا ضروری ہوگا؛ اور اگر جملہ فعلیہ مثبتہ ہو تو اس کے شروع میں ''لام'' کو لایا جائے گا؛ جیسا کہ مذکورہ دونوں مثالوں میں ''لام'' کو لایا گیا ہے، اور اگر جملہ منفیہ ہو تو اس کے شروع میں ''مـا'' ''لا'' اور ''لـنْ'' میں سے کسی ایک کو لایا جائے گا۔

تنبیہ: مصنف نے ''لـفظاً'' کی قید یہ بتانے کے لئے لگائی ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں دوسرے جملہ کا، جواب قسم ہونا اور شرط کی جزاء نہ ہونا، صرف لفظوں کے اعتبار سے ہے، معنی کے اعتبار سے نہیں، اس لئے کہ معنی کے اعتبار سے وہ جواب قسم بھی ہوگا اور شرط کی جزاء بھی۔

۲- اور اگر قسم درمیان کلام میں واقع ہو، اس طور پر کہ یا تو اُس سے پہلے شرط ہو یا شرط کے علاوہ کوئی اور چیز ہو، تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱) قسم کا اعتبار کیا جائے اور دوسرے جملے کو جوابِ قسم قرار دیا جائے؛ جیسے: إن أتيتنيْ واللّٰهِ لآتِيَنَّكَ (۱)

(۲) قسم کو لفظاً ملغیٰ کر دیا جائے اور دوسرے جملے کو شرط کی جزاء قرار دیا جائے؛ جیسے: أَنَا واللّٰهِ إِنْ

---

(۱) إن أتيتني شرط ملغی، واللہ أقسم فعل محذوف کا متعلق ہو کر قسم، لآتینک جملہ فعلیہ خبریہ جوابِ قسم۔

www.besturdubooks.net

وَتَقْدِيرُ الْقَسَمِ كَاللَّفْظِ؛ مِثْلُ: ﴿لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ﴾، ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ﴾.

ترجمہ: اور قسم مقدر قسمِ ملفوظ (مذکور) کے مانند ہے؛ جیسے: ﴿لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ﴾ (خدا کی قسم اگر وہ نکالے گئے تو وہ نہیں نکلیں گے)، ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ﴾ (اور خدا کی قسم اگر تم اُن کو کھلاؤ گے)۔

تأتِنِیْ آتِکَ. (۱)

وتقدير القسم الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قسمِ مقدر مذکورہ احکام میں قسمِ مذکور کے مانند ہے۔لیکن یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ قسم صرف شروع کلام ہی میں مقدر ہوتی ہے، کلام عرب میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ جہاں قسم درمیان کلام میں مقدر ہو، پس اس کو سامنے رکھتے ہوئے قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر کہیں شروع کلام میں شرط سے پہلے قسم مقدر ہو، تو اُس فعل کا، جس پر حرف شرط داخل ہو، لفظاً یا معنیً ماضی ہونا ضروری ہے، اور وہاں شرط لفظوں کے اعتبار سے ملغیٰ (یعنی باطل) ہوگی، چناں چہ دوسرا جملہ لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، شرط کی جزاء نہیں ہوگا، اور اُس میں وہ تمام چیزیں واجب ہوں گی جو جوابِ قسم میں واجب ہوتی ہیں؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ﴾ (۲)، ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ (۳)، یہاں دونوں مثالوں میں شرط سے پہلے قسم مقدر ہے، اصل عبارت ہے: وَاللّٰهِ لَئِنْ أُخْرِجُوا......، وَ اللّٰهِ إِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ ......، اسی لیے یہاں حرف شرط کے بعد فعل ماضی لایا گیا ہے، اور شرط لفظوں کے اعتبار سے ملغیٰ ہے، اور دوسرا جملہ (لا يخرجونَ اور إنّكم لمشركونَ) جواب قسم ہے، نہ کہ شرط کی جزاء؛ اس لیے کہ اگر یہ شرط کی جزاء ہوتے تو لا يخرجونَ فعل مضارع حالتِ رفعی میں نہ ہوتا؛ بلکہ ”إنْ“ حرف شرط کی وجہ سے مجزوم ہوتا (۴)، اور إنّكم لمشركونَ کے شروع میں ”فاء جزائیہ“ ہوتا؛ کیوں کہ یہ جملہ اسمیہ ہے، اور جب جزاء جملہ اسمیہ ہو، تو اُس کے شروع میں ”فاء“ لانا واجب ہے۔ [دیکھئے: جامع الغموض ۴/۱۶۴]

---

(۱) أنا مبتدا، إن تاتنی شرط: واللہ أقسم فعل محذوف کا متعلق ہو کر قسم ملغیٰ، آتک جملہ فعلیہ خبریہ جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) واللہ قسم محذوف، لام برائے تمہید قسم، إن أخرجوا جملہ فعلیہ خبریہ شرط ملغیٰ، لا یخرجون جملہ فعلیہ خبریہ جواب قسم۔

(۳) واللہ قسم محذوف، إن أطعتموھم جملہ فعلیہ خبریہ شرط ملغیٰ، إنکم لمشرکون جملہ اسمیہ خبریہ جواب قسم۔

(۴) کیوں کہ اگر شرط فعل ماضی اور جزاء فعل مضارع ہو تو وہاں اگر چہ جزاء پر رفع پڑھنا بھی جائز ہے؛ مگر اولیٰ یہی ہے کہ اُس کو حرف شرط کی وجہ سے مجزوم پڑھا جائے۔ (دیکھئے: رضی ۴/۵۰۶)

www.besturdubooks.net

وَ "أَمَّا" لِلتَّفْصِيْلِ. وَالْتُزِمَ حَذْفُ فِعْلِهَا، وَعُوِّضَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ فَائِهَا جُزْءٌ مِمَّا فِيْ حَيِّزِهَا مُطْلَقًا.

ترجمہ: اور "أمّا"، تفصیل کے لیے آتا ہے۔ اور لازم قرار دیا گیا ہے اُس کے فعل کو حذف کرنا، اور اُس فعل کے عوض لایا جائے گا "أمّا" اور اُس کی فاء کے درمیان اُس جملہ کا جز جو "فاء" کے حیز میں ہو مطلقاً۔

و أمّا للتفصيل: یہاں سے مصنف "أمّا" حرف شرط کے معنی اور احکام بیان فرمارہے ہیں۔

"أمّا": اُس چیز کی تفصیل کرنے کے لئے آتا ہے جس کو ماقبل میں اجمالاً ذکر کیا گیا ہو؛ جیسے: **الناسُ سعيدٌ وشقيٌّ، أما الذين سُعِدُوا ففي الجنة، وأما الذينَ شقُوا ففي النّارِ** (کچھ) لوگ نیک بخت ہیں اور (کچھ) بد بخت، جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے، اور جو بد بخت ہیں وہ جہنم میں ہوں گے)، یہاں ماقبل میں اجمالاً یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگ دو طرح کے ہیں، کچھ بد بخت ہیں اور کچھ نیک بخت، "أمّا" نے آ کر اس کی تفصیل کر دی کہ جو نیک بخت ہیں ان کا ٹھکانہ جنت ہے، اور جو بد بخت ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

فائدہ: کبھی "أمّا" اُس چیز کی تفصیل کرنے کے لئے آتا ہے جو ماقبل میں مذکور نہ ہو؛ بلکہ اجمالی طور پر متکلم کے ذہن میں ہو اور مخاطب قرائن کے واسطے سے اسے جانتا ہو۔ اور کبھی "أمّا" استینافیہ بھی ہوتا ہے، یعنی جس چیز کو "أمّا" کے بعد بیان کیا جاتا ہے وہ نہ تو ماقبل میں مذکور ہوتی ہے اور نہ اجمالی طور پر متکلم کے ذہن میں ہوتی ہے؛ بلکہ "أمّا" سے متکلم ایک نئی بات بیان کرتا ہے؛ مثلاً کتابوں کے شروع میں حمد وصلاۃ کے بعد جو "أمّا" آتا ہے، وہ استینافیہ ہی ہوتا ہے، تفصیل کے لئے نہیں ہوتا۔

و التزم حذف الخ: یہاں سے مصنف نے "أمّا" کے استعمال سے متعلق دو باتیں بیان کی ہیں:

(۱) اگر چہ شرط کے لئے فعل کا ہونا ضروری ہے؛ لیکن "أمّا" کے فعل کو جس پر "أمّا" داخل ہوتا ہے، حذف کرنا واجب ہے، اور اس کو حذف کرنے کی دو وجہ ہیں: ایک لفظی، دوسری معنوی۔

لفظی وجہ: یہ ہے کہ "أمّا" اصل میں تفصیل کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور تفصیل تکرار کو چاہتی ہے جو کہ موجبِ ثقل ہے، اس لئے تخفیف کی غرض اور کثرت استعمال کی وجہ سے "أمّا" کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

اور **معنوی وجہ**: یہ ہے کہ جب کوئی چیز "أمّا" کے ذریعہ ذکر کی جاتی ہے، تو وہاں کلام میں ظاہری طور پر شرط محذوف اور جزاء کے درمیان لزوم اور سببیت کا تعلق ہوتا ہے، شرط محذوف ملزوم اور سبب ہوتی ہے اور جزاء اس کے لئے لازم اور مسبَّب؛ لیکن متکلم کا مقصود یہاں شرط اور جزاء کے اس لزوم کے تعلق کو بیان کرنا نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا مقصود صرف اُس اسم کا حکم بیان کرنا ہوتا ہے جو "أمّا" کے بعد واقع ہے، یعنی اس کے پیش نظر مخاطب کو

www.besturdubooks.net

یہ بتانا نہیں ہوتا کہ شرط کے لئے جزاء لازم ہے، اگر شرط پائی جائے گی تو جزاء بھی پائی جائے گی، اور اگر شرط نہیں پائی جائے گی تو جزاء بھی نہیں پائی جائے گی؛ بلکہ اس کے پیش نظر صرف یہ بتانا ہوتا ہے کہ جو اسم " أمّـا" کے بعد اور "فاء جزائیہ" سے پہلے واقع ہے، اس کے لئے "فاء" کا مابعد لازم اور یقینی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہاں متکلم کے نزدیک جزاء مقصود ہوتی ہے، شرط مقصود نہیں ہوتی؛ چوں کہ یہاں شرط مقصود نہیں ہوتی، اس لئے "أمّا" کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کردیا جاتا ہے، تاکہ اس بات پر تنبیہ ہوجائے کہ یہاں متکلم کا مقصود جزاء ہے، شرط نہیں۔

(۲) "أمّـا" کے فعل کو حذف کرنے کے بعد، جو جملہ "فاء جزائیہ" کے حیز میں ہے یعنی جزاء، اُس کے کسی جز کو، فعل محذوف کے عوض "أمّـا" اور "فاء جزائیہ" کے درمیان لاکر رکھ دیا جاتا ہے، خواہ وہ جز مبتدا ہو، یا اُس عامل کا معمول (مفعول فیہ وغیرہ) ہو جو "فاء جزائیہ" کے بعد واقع ہے؛ کیوں کہ اگر ایسا نہیں کریں گے تو "فاء جزائیہ" پر حرفِ شرط کا داخل ہونا لازم آئے گا جو کہ مناسب نہیں ہے۔

فعل محذوف کے عوض جزاء کے جز کو "أمّا" اور "فاء جزائیہ" کے درمیان رکھنے کا حکم کسی مخصوص صورت کے ساتھ مقید نہیں ہے؛ بلکہ یہ حکم علی الاطلاق ہے، مصنف نے "مطلقًا" کہہ کر اِسی عموم کو بیان کیا ہے۔

جیسے: أمّـا زیدٌ فمنطلقٌ، اس کی اصل: مهـمـا یـکـنْ من شئ فزیدٌ منطلقٌ ہے (اگر کوئی بھی چیز موجود ہوگی تو زید چلنے والا ہے)، "یکن" فعل اور "من شئ" جار مجرور کو حذف کرکے "أمّا" کو "مهما" کی جگہ رکھ دیا، أمّا فزیدٌ منطلقٌ ہوگیا، چوں کہ "فاء جزائیہ" پر حرف شرط کا داخل کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے فعل محذوف کے عوض، زیدٌ منطلقٌ جزاء کے پہلے جز زید کو "أمّا" اور "فاء جزائیہ" کے درمیان رکھ دیا، أمّا زیدٌ فمنطلقٌ ہوگیا۔

اوپر کے بیان سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جو اسم "أمّـا" اور "فاء جزائیہ" کے درمیان رکھا گیا ہے، وہ ترکیب میں جزاء سے مربوط ہوگا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ مبتدا بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ترکیب میں مبتدا ہوگا؛ جیسا کہ مثالِ مذکور میں زید مبتدا ہے اور منطلقٌ اُس کی خبر ہے؛ اور اگر مبتدا بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، تو وہ مطلقاً اُس عامل کا معمول (یعنی مفعول بہ، مفعول فیہ وغیرہ) ہوگا، جو "فاء جزائیہ" کے بعد واقع ہے، خواہ اُس کو "فاء جزائیہ" کے مابعد پر مقدم کرنا جائز ہو یا جائز نہ ہو؛ جیسے: أمّـا یـومَ الـجمعةِ فزیدٌ منطلقٌ (۱) (بہر حال جمعہ کے روز تو زید چلنے والا ہے)، اس مثال میں "یوم الجمعة" مبتدا نہیں بن سکتا؛ اس لئے کہ اس کو

(۱) أمّا حرف شرط، یوم الجمعة مرکب اضافی مفعول فیہ مقدم، فاء جزائیہ، زید مبتدا، منطلق اسم فاعل، هو ضمیر مستتر فاعل اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط محذوف ہے: مهـمـا یکن من شئ، مهما اسم شرط بمعنی إن مفعول فیہ مقدم، یکن فعل تام بمعنی یثبت فعل، من زائدہ، شئ لفظاً مجرور محلاً مرفوع فاعل، فعل تام اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط، شرط محذوف جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

www.besturdubooks.net

وَقِيلَ: هُوَ مَعْمُولُ الْمَحْذُوفِ مُطْلَقًا؛ مِثْلُ: أَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنطَلِقٌ .
وَقِيلَ: إِنْ كَانَ جَائِزَ التَّقْدِيمِ فَمِنَ الْأَوَّلِ، وَإِلَّا فَمِنَ الثَّانِيْ .

ترجمہ : اورکہا گیا ہے کہ: وہ (جز) مطلقاً فعل محذوف کا معمول ہوگا؛ جیسے: أَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ (بہرحال جمعہ کے دن تو زید چلنے والا ہے)۔ اور کہا گیا ہے کہ: اگر اُس کو ('فاء جزائیہ' کے مابعد پر) مقدم کرنا جائز ہو تو وہ پہلی قسم کے قبیل سے ہوگا، ورنہ تو وہ دوسری قسم کے قبیل سے ہوگا۔

مبتدا بنانے کی صورت میں جمعہ کے دن کا، چلنے والا زید ہونا لازم آئے گا، جو خلاف مقصود اور غلط ہے، اس لئے "یوم الجمعة" یہاں "منطلق" اسم فاعل کا ظرف یعنی مفعول فیہ ہے، اس کی اصل عبارت اس طرح ہے:
مهما يكنْ من شيءٍ فزيدٌ منطلقٌ يومَ الجمعة .

وقيل: هو معمول الخ: جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے، وہ سیبویہ کا مذہب ہے۔ امام مبرد کا مذہب اس کے خلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اسم مبتدا نہ بن سکتا ہو تو وہ ترکیب میں، مطلقاً اُس فعل کا معمول ہوگا جو "أمّا" کے بعد محذوف ہے، خواہ اُس کو 'فاء' کے مابعد پر مقدم کرنا جائز ہو یا جائز نہ ہو؛ چناں چہ ان کے نزدیک مذکورہ مثال میں "یوم الجمعة"، "یکن"، فعل محذوف کا مفعول فیہ ہے، "منطلقٌ" کا نہیں، ان کے نزدیک اصل عبارت اس طرح ہوگی: مهما يكنْ من شيءٍ يومَ الجمعةِ فزيدٌ منطلقٌ .

اور امام مازنی کہتے ہیں کہ: اگر اُس کو 'فاء' کے مابعد پر مقدم کرنا جائز ہو، تو وہ پہلی قسم کے قبیل سے ہوگا، یعنی اُس عامل کا معمول ہوگا جو 'فاء' کے بعد واقع ہے؛ جیسا کہ مذکورہ مثال میں "یوم الجمعة"، "منطلق" کا مفعول فیہ ہے؛ اس لئے کہ یہاں اس کو 'فاء' کے مابعد "منطلق" پر مقدم کرنا جائز ہے۔ اور اگر اس کو فاء کے مابعد پر مقدم کرنا جائز نہ ہو، تو وہ دوسری قسم کے قبیل سے ہوگا، یعنی اُس فعل کا معمول ہوگا جو "أمّا" کے بعد محذوف ہے، 'فاء' کے مابعد کا معمول نہیں ہوگا؛ جیسے: أمّا يومَ الجمعةِ فإنّ زيدًا منطلقٌ، یہاں "یوم الجمعة"، "یکن"، فعل محذوف کا مفعول فیہ ہے "منطلقٌ" کا نہیں؛ اس لئے کہ یہاں اس کو 'فاء' کے مابعد: "إنّ زيدًا منطلقٌ" پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں "إنّ" کے مابعد کا، ماقبل میں عمل کرنا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ "إنّ" کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا۔

فائدہ (۱): "أمّا" کے جواب میں فاء کا لانا ضروری ہے؛ البتہ دو مواقع ایسے ہیں کہ جہاں فاء کو حذف کردیا جاتا ہے:

۱- ضرورت شعری کی وجہ سے؛ جیسے: مصرع: فأمّا الصدور، لا صدور لجعفر، اس کی اصل: فلا

www.besturdubooks.net

حَرْفُ الرَّدْعِ: "كَلَّا" . وَجَاءَ بِمَعْنٰى "حَقًّا" .

ترجمہ: حرفِ ردع: كَلَّا ہے۔اور یہ "حَقًّا" (یعنی یقیناً) کے معنی میں بھی آتا ہے۔

صدور لجعفر ہے۔

۲-اُس وقت جب کہ فاء کے بعد قول کو حذف کر دیا جائے اور مقولہ اس پر دلالت کر رہا ہو؛ جیسے: ﴿وَأما الذين كفروا أفلم تكن آياتي﴾، اس کی اصل ہے:" فيقال لهم: أفلم تكن آياتي ".[1]

فائدہ (۲): کبھی کثرت استعمال کی وجہ سے "أمّا" کو حذف کر دیا جاتا ہے، یہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کہ "فاء" کے بعد امر یا نہی ہو اور "فاء" کا ماقبل اس امر اور نہی کی وجہ سے منصوب ہو، یا کسی ایسے فعل کی وجہ سے منصوب ہو جس کی تفسیر وہ امر یا نہی کر رہا ہو؛ جیسے: ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾، ﴿هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ﴾، یہاں "ربك" اور "هذا" سے پہلے "أمّا" محذوف ہے۔ (رضی ۴/ ۵۱۱، النحو الوافی ۴/ ۴۳۳)

فائدہ (۳): کتابوں کے شروع میں خطبہ کے بعد جو" وبعدُ فإنّ الخ "لکھا ہوتا ہے، جیسا کہ "مرقات" اور "شرح تہذیب" میں ہے، اس "بعد" کا عامل محذوف ہوتا ہے، تقدیری عبارت یہ ہے: "أقول بعدَ الحمدِ والصلاةِ". اور فاء میں متعدد احتمالات ہیں:

(۱) فاء "أمّا" کے توہم کی بناء پر ہے، یعنی اس طرح کے مواقع میں چوں کہ "أمّا" لایا جاتا ہے، اس لئے وہم ہوتا ہے کہ یہاں بھی "أمّا" ہوگا، اسی وہم کی بناء پر "فاء" کو لایا گیا ہے۔

(۲) "أمّا" کو حذف کر کے واؤ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے؛ لیکن یہ احتمال ضعیف ہے؛ اس لئے کہ "أمّا" وہاں مقدر ہوتا ہے، جہاں "فاء" کے بعد امر یا نہی ہو، جب کہ یہاں ایسا نہیں ہے۔

(۳) "بعد" اسم ظرف شرط کے قائم مقام ہے، اس لئے فاء کو لایا گیا ہے۔

(۴) یہ فاء عاطفہ ہے، جزائیہ نہیں ہے۔ (۵) فاء زائدہ ہے۔ (النحو الوافی ۲/ ۲۴۶)

قولہ: حرف الردع الخ: یہاں سے مصنف "حرف ردع" کو بیان فرما رہے ہیں:

حرف ردع کی تعریف: حرفِ ردع: وہ حرف غیر عامل ہے جو مخاطب کو ڈانٹنے یا کسی کام سے باز رکھنے کے لئے وضع کیا گیا ہو؛ جیسے: کلّا (ہرگز نہیں) جب کہ یہ أَضْرِبُ زَيْدًا کے جواب میں کہا جائے۔ حرف ردع صرف کلّا ہے۔

"كَلَّا" مخاطب کو ڈانٹنے اور کسی کام سے باز رکھنے کے لیے اُس وقت آتا ہے جب کہ وہ خبر کے بعد

---

(۱) (رضی ۴/ ۵۰۷، النحو الوافی ۴/ ۴۳۳)

www.besturdubooks.net

تَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةُ: تَلْحَقُ الْمَاضِىَ لِتَانِيْثِ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ .

ترجمہ: تائے تانیث ساکنہ: ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے مسندالیہ کے مؤنث ہونے (کو بتانے) کے لیے۔

واقع ہو؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وأمّا إذا ما ابتلاه فقدر عليه رزقه فيقولُ ربّي أهانن كلّا﴾ (اور بہر حال جب اس کو آزمایا پس تنگ کردی اس پر اس کی روزی تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی، ہرگز نہیں) یعنی وہ یہ بات نہ کہے، اس لئے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ جس کو ذلیل کرنا ہوتا ہے اسی پر روزی تنگ کی جاتی ہے، بلکہ کبھی آزمائش اور امتحان کی خاطر ان لوگوں پر بھی روزی تنگ کردی جاتی ہے جو اللہ کے نیک اور مقرب بندے ہوتے ہیں، مثلاً انبیاء اور اولیاء کرام۔

فائدہ: "کلّا" امر کے بعد بھی آتا ہے، اس وقت یہ زجر کے لئے نہیں ہوتا؛ بلکہ متکلم نے مخاطب کو جس کام کا حکم دیا ہے اس کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے؛ جیسے: جب آپ سے کوئی کہے: اضْرِبْ زَيْدًا (زید کو مارو) تو آپ اس کے جواب میں کہیں: کلّا (ہرگز نہیں)، یعنی میں ایسا کبھی نہیں کروں گا، دیکھئے یہاں متکلم نے آپ کو، زید کو مارنے کا حکم دیا اور آپ نے "کلّا" کے ذریعہ اس کی نفی کردی کہ میں زید کو ہرگز نہیں ماروں گا۔

وجاء بمعنى حقا: کبھی "کلّا"، حقًّا کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ (یقیناً عنقریب تم جان لوگے) یہاں "کلّا" حقّا کے معنی میں ہے۔

فائدہ: اگر کلّا، حقًّا کے معنی میں ہو، تو اس وقت اسم ہوگا یا حرف؟ اس میں اختلاف ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس وقت کلّا اسم مبنی ہوگا، اسم تو اس لئے کہ یہ حقًّا کے معنی میں ہے اور حقًّا اسم ہے، اور مبنی اس لئے کہ یہ لفظاً اور معنیً کلّا حرف کے مشابہ ہے۔ اور امام کسائی اور ان کے متبعین کا مذہب یہ ہے کہ جس طرح کلّا زجر کے لیے ہونے کی صورت میں حرف ہوتا ہے اسی طرح اِس صورت میں بھی حرف ہوگا، وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں کلّا إنّ حرف مشبہ بالفعل کے معنی میں ہوتا ہے جس کو جملے کے معنی کی تحقیق کے لئے وضع کیا گیا ہے اور چوں کہ إنّ حرف ہے؛ لہٰذا کلّا بھی حرف ہوگا، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ﴾ (یہ یقینی بات ہے کہ انسان سرکشی کرتا ہے) یہاں کلّا إنَّ کے معنی میں ہے۔

قوله: تاء التانيث الساكنة الخ: یہاں سے مصنف تاء تانیث ساکنہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

"تاء تانیث ساکنہ" کی تعریف: تاء تانیث ساکنہ: وہ حرف غیر عامل ہے جو ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے اور اُس اسم کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے جس کی طرف فعل ماضی کی اسناد کی گئی ہے،

www.besturdubooks.net

فَإِنْ كَانَ ظَاهِرًا غَيْرَ حَقِيْقِيٍّ فَمُخَيَّرٌ .
وَأَمَّا إِلْحَاقُ عَلَامَةِ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعَيْنِ فَضَعِيْفٌ .

ترجمہ: پس اگر مسند الیہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو، تو (تائے تانیث لانے میں) اختیار ہے۔ اور بہرحال تثنیہ اور جمع مذکر و مؤنث کی علامت کو لاحق کرنا تو وہ ضعیف ہے۔

جیسے: ضربتْ هندٌ (ہند نے مارا، یا ہند ماری گئی)۔

فإن كان ظاهرا الخ: اگر مسند الیہ (خواہ فاعل ہو یا نائب فاعل) اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو، تو فعل کے آخر میں تائے تانیث ساکنہ لانے اور نہ لانے میں اختیار ہے؛ جیسے: طلعتِ الشمسُ ، طلعَ الشمسُ.
تائے تانیث ساکنہ کو فعل ماضی کے آخر میں لاحق کرنا کن مواقع میں واجب ہے اور کن مواقع میں جائز؟ اِس کی تفصیل ماقبل میں ''فاعل کی بحث'' میں (ص:۸۲ پر) گذر چکی ہے۔ اسے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔

و أما إلحاق علامة التثنية الخ: اس عبارت سے مصنف ایک شبہ کا ازالہ فرمارہے ہیں۔ یہاں کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح فاعل یا نائب فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے فعل ماضی کے آخر میں تاء تانیث ساکنہ لاحق کی جاتی ہے، اسی طرح فاعل اور نائب فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں، اس کے تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے فعل یا شبہ فعل کے آخر میں تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامتیں لاحق کرنی چاہئیں۔

مصنف فرماتے ہیں کہ اگر فاعل یا نائب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل یا شبہ فعل کے آخر میں تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامتوں کو لاحق کرنا ضعیف ہے، یعنی ایسا نہ کرنا چاہئے؛ لہٰذا **قاما الزيدانِ، قاموا الزيدونَ** اور **قُمنَ النساءُ** نہیں کہا جائے گا۔ اور اگر کہیں ایسا کردیا گیا ہو یعنی فعل یا شبہ فعل کے آخر میں فاعل یا نائب فاعل کے تثنیہ ہونے پر دلالت کرنے کے لئے الف، جمع مذکر ہونے پر دلالت کرنے کے لئے واؤ، اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے نون لاحق کردیا گیا ہو، تو وہاں یہ الف، واؤ اور نون ضمیر نہیں ہوں گے، تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے؛ اس لئے کہ اگر اِن کو ضمیر قرار دیں گے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا؛ بلکہ یہ تاء تانیث ساکنہ کی طرح فاعل یا نائب فاعل کے احوال یعنی تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرنے والی علامتیں ہوں گی۔

فائدہ: اگر تاء تانیث ساکنہ کے متصلاً بعد کوئی ساکن حرف واقع ہو تو وہاں تاء تانیث ساکنہ کو کسرہ کی حرکت دینا واجب ہے، تاکہ اجتماع ساکنین لازم نہ آئے؛ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ ساکن حرف کو جب حرکت

www.besturdubooks.net

التَّنوِينُ: نُونٌ سَاكِنَةٌ تَتبَعُ حَرَكَةَ الْآخِرِ، لَا لِتَاكِيدِ الفِعلِ. وَهُوَ لِلتَّمَكُّنِ، وَالتَّنكِيرِ، وَالعِوَضِ، وَالمُقَابَلَةِ وَالتَّرَنُّمِ.

ترجمہ: تنوین: وہ نونِ ساکن ہے جو آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو، فعل کی تاکید کے لیے نہ ہو۔ اور وہ (یعنی تنوین) تمکن، تنکیر، عوض، مقابلہ اور ترنم کے لیے ہوتی ہے۔

دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے، جیسے: قد قامتِ الصلاةُ (نماز کھڑی ہوگئی ہے)، یہاں تاء تانیث ساکنہ کے بعد لامِ تعریف ساکنہ واقع ہونے کی وجہ سے، تاء تانیث ساکنہ کو کسرہ دیا گیا ہے۔

پھر جب مذکورہ صورت میں تاء تانیث ساکنہ کو حرکت دیدی جائے گی تو اُن مواقع میں جہاں تاء تانیث ساکنہ اور کسی دوسرے ساکن حرف کے درمیان اجتماع ساکنین کی وجہ سے کسی حرف کو حذف کیا گیا ہو، تاء تانیث ساکنہ کو حرکت دینے کے بعد اُس محذوف حرف کو واپس نہیں لوٹایا جائے گا جس کو تاء تانیث ساکنہ کے سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے، چناں چہ رمتِ المرأةُ کے بجائے رماتِ المرأةُ نہیں کہا جائے گا؛ اس لئے کہ یہاں تاء تانیث ساکنہ کو جو حرکت دی گئی ہے وہ عارضی ہے جو اجتماع ساکنین کو ختم کرنے کے لئے لائی گئی ہے، اور عارضی چیز چوں کہ نہ ہونے کے درجہ میں ہوتی ہے، اس لئے اس کا اعتبار کرکے محذوف حرف کو واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔

اور جو اہل عرب حذف شدہ الف کو واپس لوٹانے کے ساتھ المرأتانِ رَمَاتَا بولتے ہیں یہ دلیل کے اعتبار سے ضعیف اور کمزور ہے، اس پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

قولہ: التنوین نون ساکنة الخ: یہاں سے مصنف تنوین کو بیان فرمارہے ہیں:

تنوین کی تعریف: تنوین: وہ نونِ ساکن ہے جو کلمے کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو اور فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو، جیسے: رجلٌ، زیدٌ۔

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں: جو مع تعریفات شروع کتاب میں (ص: ۳۰ پر) گذر چکی ہیں۔

البتہ یہاں یہ جاننا فائدے سے خالی نہیں ہوگا کہ: ایک تنوین: تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک تنوین تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے نہیں ہوسکتی؛ بلکہ ایک تنوین ایک وقت میں یا تو تنکیر کے لئے ہوگی یا تمکن کے لئے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک تنوین ایک ہی وقت میں تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے ہوسکتی ہے، رضی نے اسی کو اختیار کیا ہے، چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ رجلٌ پر جو تنوین ہے یہ تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے ہے؛ اس لئے کہ یہ بیک وقت اس کے منصرف اور نکرہ ہونے پر

www.besturdubooks.net

وَقَدْ يُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ مَوْصُوْفًا بِابْنٍ مُضَافًا إِلٰى عَلَمٍ آخَرَ .
نُوْنُ التَّاكِيْدِ: خَفِيْفَةٌ سَاكِنَةٌ، وَمُشَدَّدَةٌ مَفْتُوْحَةٌ مَعَ غَيْرِ الْأَلِفِ .

ترجمہ: اور کبھی تنوین حذف کردی جاتی ہے علم سے درآں حالیکہ اُس کی صفت لائی گئی ہو ''ابنٌ'' کے ساتھ، درآں حالیکہ ''ابنٌ'' دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔

نونِ تاکید: خفیفہ ساکن ہوتا ہے، اور مشدد مفتوح ہوتا ہے ''الف'' کے علاوہ کے ساتھ۔

دلالت کررہی ہے۔ لیکن اول الذکر حضرات کا کہنا ہے کہ تنوین تنکیر صرف اسماء افعال اور اسماء اصوات پر آتی ہے، ان کے علاوہ کسی اور اسم پر نہیں آتی، لہٰذا رجلٌ پر جو تنوین ہے یہ صرف تمکن کے لئے ہے، تنکیر کے لئے نہیں۔

وقد یحذف من العلم الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: اگر علم کی ''ابنٌ'' یا ''ابنةٌ'' کے ساتھ صفت لائی گئی ہو اور وہ ''ابن'' یا ''ابنة'' کسی دوسرے علم کی طرف مضاف ہو، تو وہاں اُس علم سے جس کی ''ابن'' یا ''ابنة'' کے ساتھ صفت لائی گئی ہے تنوین کو حذف کردیا جاتا ہے: جیسے: جاء نی زَیْدُ بْنُ عمرٍو (میرے پاس عمرو کا بیٹا زید آیا) اور جاء تنی هندُ ابْنَةُ بکرٍ (میرے پاس بکر کی بیٹی ہندہ آئی)، یہاں پہلی مثال میں زید سے اور دوسری مثال میں ہند سے تنوین حذف کردی گئی ہے؛ اس لئے کہ زید کی ''ابن'' کے ساتھ اور ہند کی ''ابنة'' کے ساتھ صفت لائی گئی ہے، اور یہ ''ابن'' اور ''ابنة'' دوسرے علم کی طرف مضاف ہیں۔

قاعدہ: اگر ''ابنٌ'' اور ''ابنةٌ'' ایسے دو علموں کے درمیان واقع ہوں جن میں تناسل اور نسبیت کا تعلق ہو تو وہاں ابنٌ اور ابنةٌ ماقبل کے لئے صفت اور مابعد کے لئے مضاف ہوتے ہیں۔

فائدہ: مانعِ تنوین پانچ ہیں: (۱) مضاف ہونا (۲) معرف باللام ہونا (۳) غیر منصرف ہونا؛ لیکن یہ صرف تنوین تمکن کے لئے مانع ہے، بقیہ تنوینوں کے لئے نہیں (۴) فعل ہونا (۵) مبنی ہونا، مبنی پر تنوین عوض اور تنوین ترنم آسکتی ہے، بقیہ تنوینیں نہیں آسکتیں، معرف باللام اور فعل پر بھی تنوین ترنم آسکتی ہے، اسم تفضیل پر تنوین نہیں آتی؛ لیکن چوں کہ اسم تفضیل عموماً غیر منصرف ہوتا ہے، اس لئے اس کو الگ شمار نہیں کیا۔

قولہ: نون التاکید الخ: یہاں سے مصنف نون تاکید کو بیان فرمارہے ہیں:

نونِ تاکید کی تعریف: نون تاکید: وہ غیر عامل نون مشدد اور نون ساکن ہے جو امر اور فعل مضارع کی تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہو، بشرطیکہ فعل مضارع میں طلب کے معنی ہوں، جیسے: اِضربَنَّ۔ جس طرح ''قَدْ'' ماضی کی تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے اسی طرح نون تاکید امر حاضر اور فعل مضارع کی تاکید کے لئے وضع کیا

www.besturdubooks.net

تَخْتَصُّ بِالْفِعْلِ الْمُسْتَقْبَلِ فِي الْأَمْرِ، وَالنَّهْيِ، وَالْاِسْتِفْهَامِ، وَالتَّمَنِّي، وَ الْعَرْضِ وَالْقَسَمِ . وَقَلَّتْ فِي النَّفْيِ.

ترجمہ : نونِ تاکید خاص ہے اُس فعل مستقبل کے ساتھ جو امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض اور قسم میں واقع ہو۔ اور نونِ تاکید نفی میں کم آتا ہے۔

گیا ہے، بشرطیکہ فعل مضارع میں طلب کے معنی ہوں، فعل مضارع میں طلب کے معنی اُس وقت ہوتے ہیں جب کہ اُس میں امر، نہی، استفہام، تمنی یا عرض کے معنی ہوں، یا اس سے پہلے قسم واقع ہو۔

نونِ تاکید کی دو قسمیں ہیں: نون خفیفہ اور نون ثقیلہ۔

نونِ خفیفہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، جیسے: اِضْرِبَنْ . اور نونِ ثقیلہ ہمیشہ مشدد ہوتا ہے، اگر اُس سے پہلے الف نہ ہو تو مشدد مفتوح ہوتا ہے، جیسے: اِضْرِبَنَّ . اور اگر اس سے پہلے الف ہو (خواہ الفِ ضمیر ہو یا کوئی دوسرا الف) تو مشدد مکسور ہوتا ہے، جیسے: إضرِبَانّ اور اضْرِبْنَانّ.

تختص بالفعل الخ : یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں نونِ تاکید آتا ہے، فرماتے ہیں کہ نونِ تاکید (خواہ نونِ تاکید ثقیلہ ہو یا خفیفہ) اُس فعل مضارع کے آخر میں آتا ہے جو مندرجہ ذیل چھ مواقع میں سے کسی جگہ واقع ہو:

(۱) امر میں، خواہ امر معروف ہو یا مجہول، حاضر ہو یا غائب و متکلم؛ جیسے: اضرِبَنَّ، اِضْرِبَنْ، لِيَضْرِبَنَّ لِأَضْرِبَنَّ .

(۲) نہی میں، خواہ نہی معروف ہو یا مجہول، حاضر ہو یا غائب اور متکلم؛ جیسے: لا تَضرِبنّ.

(۳) استفہام میں؛ جیسے: هَلْ تَضرِبَنَّ (کیا تو ضرور مارے گا)۔

(۴) تمنی میں؛ جیسے: لَيْتَكَ تَضرِبَنَّ (کاش کہ تو ضرور مارتا)۔

(۵) عرض میں؛ جیسے: أَلا تنزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيبَ خيرًا.

(۶) جوابِ قسم میں؛ جیسے: واللّٰهِ لَأفعلَنَّ كذا .

اِن مذکورہ چھ مواقع میں نونِ تاکید کو لانے کی وجہ یہ ہے کہ نون تاکید وہاں لایا جاتا ہے جہاں طلب کے معنی ہوں، چوں کہ اِن چھوؤں چیزوں میں طلب کے معنی ہوتے ہیں، امر، نہی اور استفہام میں طلب کے معنی کا ہونا تو ظاہر ہے، اور تمنی اور عرض چوں کہ امر کے درجے میں ہیں، اس لئے اِس اعتبار سے اِن میں بھی طلب کے معنی ہوتے ہیں، اور جوابِ قسم میں اگر چہ طلب کے معنی نہیں ہوتے؛ لیکن اُس کو اِس اعتبار سے شئی مطلوب

www.besturdubooks.net

وَلَزِمَتْ فِيْ مُثْبَتِ الْقَسَمِ . وَكَثُرَتْ فِيْ مِثْلِ "إِمَّا تَفْعَلَنَّ" .
وَمَا قَبْلَهَا مَعَ ضَمِيْرِ الْمُذَكَّرِيْنَ مَضْمُوْمٌ، وَمَعَ الْمُخَاطَبَةِ مَكْسُوْرٌ،

ترجمہ: اورنونِ تاکید کولانا لازم ہے مثبت جوابِ قسم میں۔اورنونِ تاکید کثرت سے آتا ہے "إِمَّا تَفْعَلَنَّ" جیسی مثالوں میں۔

اورنونِ تاکید کا ماقبل جمع مذکر غائب وحاضر کی ضمیر (واؤ) کے ساتھ مضموم ہوتا ہے،اور واحد مؤنث حاضر (کی ضمیر یاء) کے ساتھ مکسور ہوتا ہے،

کے ساتھ مشابہت حاصل ہے کہ جس طرح مطلوب اہمیت کا حامل ہوتا ہے،اسی طرح جوابِ قسم بھی اہمیت کا حامل ہوتا ہے،اس لیے اُس میں بھی نونِ تاکید لے آتے ہیں،الغرض چوں کہ اِن چھؤں چیزوں میں حقیقۃً یا حکماً طلب کے معنی ہوتے ہیں اس لئے اِن میں نونِ تاکید کولانا جائز ہے۔

وقلت فی النفی: کبھی نون تاکید فعل منفی میں بھی آتا ہے؛مگر قلت کے ساتھ؛اس لئے کہ اگرچہ اُس میں طلب کے معنی تو نہیں ہوتے؛لیکن وہ فعل نہی کے مشابہ ہوتا ہے؛ جیسے: زیدٌ لا یقومَنّ .

ولزمت فی الخ: یہاں سے مصنف اس موقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں نون تاکید لانا واجب ہے۔اگر جواب قسم فعل مضارع مثبت ہوتو وہاں جوابِ قسم کے آخر میں نونِ تاکید لانا واجب ہے؛اس لئے کہ قسم اس چیز پر داخل ہوتی ہے جو اکثر متکلم کو مطلوب ہوتی ہے،اور جہاں طلب کے معنی ہوں وہاں نون تاکید آجاتا ہے،اس لئے نحویوں نے چاہا کہ جس طرح یہاں جواب قسم کا اول تاکید کے معنی سے خالی نہیں ہوتا (کیوں کہ جواب قسم سے پہلے قسم ہوتی ہے جو جواب قسم میں تاکید اور قوت کے معنی پیدا کردیتی ہے)،اسی طرح جواب قسم کا آخر بھی تاکید کے معنی سے خالی نہ ہو،اس لئے وہ اس کے آخر میں نون تاکید لانے کو واجب کہتے ہیں، جیسے: واللّٰہِ لأ فعلنّ کذا (خدا کی قسم میں ضرور ایسا کروں گا)، یہاں چوں کہ جواب قسم فعل مضارع مثبت ہے اس لئے اس کے آخر میں نون تاکید لایا گیا ہے۔

وکثرت فی الخ: اگر "إنْ" حرفِ شرط کے بعد "ما" زائد ہو،اور اُس کے بعد کوئی فعل مضارع ہو،تو ایسی جگہ فعل مضارع کے آخر میں نونِ تاکید کثرت سے لایا جاتا ہے؛ جیسے: إمَّا تضربَنّ أضربَنَّ .

وماقبلها مع ضمیر الخ: یہاں سے مصنف نون تاکید کے ماقبل کا حکم بیان فرما رہے ہیں،فرماتے ہیں کہ جمع مذکر غائب وحاضر میں واؤ ضمیر کو حذف کرنے کے بعد،نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ کے ماقبل کو ضمہ دینا واجب ہے تا کہ وہ ضمہ واؤ محذوف پر دلالت کرے؛ جیسے: اضرِبُنَّ، اِضرِبُنْ، لِیَضرِبُنَّ، لِیَضرِبُنْ .

www.besturdubooks.net

وَفِیْ مَاعَدَا ذٰلِکَ مَفْتُوْحٌ . وَتَقُوْلُ فِی التَّثْنِیَةِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ: اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ .وَلَا تَدْخُلُهُمَا الْخَفِیْفَةُ، خِلَافًا لِیُوْنُسَ .

ترجمہ: اور اِن کے علاوہ (دیگر صیغوں) میں مفتوح ہوتا ہے۔اور آپ کہیں گے تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں: اِضْرِبَانِّ اور اِضْرِبْنَانِّ . اور اِن دونوں (یعنی تثنیہ اور جمع مؤنث غائب وحاضر) پر نونِ خفیفہ داخل نہیں ہوتا ہے، برخلاف امام یونس کے۔

اور واحد مؤنث حاضر میں یاءِ ضمیر کو حذف کرنے کے بعد، نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ کے ماقبل کو کسرہ دینا واجب ہے تاکہ وہ کسرہ یائے محذوف پر دلالت کرے؛ جیسے: اِضْرِبِنَّ، اِضْرِبِنْ . لیکن یہ اُس وقت ہے جب کہ نون تاکید کا ماقبل صورۃً مفتوح نہ ہو؛ اس لئے کہ اگر نون تاکید کا ماقبل صورۃً مفتوح ہوگا تو وہاں واؤ اور یاء کو حذف نہیں کریں گے؛ بلکہ خود اُس واؤ کو ضمہ اور یاء کو کسرہ دیا جائے گا، جیسے: لَتُدْعَوُنَّ، لَتُدْعَوُنْ، لَیَخْشَوُنَّ، لَیَخْشَوُنْ، لَتَخْشَیِنَّ، لَتَخْشَیِنْ اور لَتُدْعَیِنَّ، لَتُدْعَیِنْ .

اور جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ باقی صیغوں میں سے واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم میں نونِ تاکید ثقیلہ وخفیفہ کا ماقبل وجوبی طور پر مفتوح ہوتا ہے؛ جیسے: لَیَضرِبَنَّ، لَیَضْرِبَنْ، لَتضرِبَنَّ، لَتضرِبَنْ، لَأَضرِبَنَّ، لَأَضْرِبَنْ، لَنَضرِبَنَّ، لَنَضْرِبَنْ .

اور تثنیہ کے چاروں صیغوں اور جمع مؤنث غائب وحاضر میں نون ثقیلہ کا ماقبل "الف" ہوتا ہے، تثنیہ کے صیغوں میں نون ثقیلہ سے پہلے الف کا ہونا تو ظاہر ہے؛ جیسے: اضربانّ . اور جمع مؤنث کے صیغوں میں نونِ ثقیلہ سے پہلے اگرچہ اصل کے اعتبار سے الف نہیں ہوتا؛ لیکن بعد میں ان صیغوں میں نون ثقیلہ سے پہلے الف کو زیادہ کر دیا جاتا ہے، اس لئے کہ اگر یہاں الف کو زیادہ نہیں کریں گے تو پے در پے تین نونوں (یعنی نون ضمیر اور تاکید کے دونونوں) کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ کلام عرب میں ناپسندیدہ ہے؛ جیسے: اضربنانِّ.

ولا تدخلهما الخفیفة الخ: اور نون خفیفہ تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں نہیں آتا، ان کے علاوہ باقی صیغوں میں آتا ہے؛ اس لئے کہ اگر تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں نون خفیفہ کو لایا جائے گا تو وہاں اُس کی دوصورتیں ہوں گی: یا تو نون کو حرکت دی جائے گی، یا اس کو ساکن رکھا جائے گا، اگر نون کو حرکت دی جائے گی تو وہ متحرک ہونے کی وجہ سے اپنی اصل پر خفیفہ باقی نہیں رہے گا، اور اگر اس کو ساکن باقی رکھا جائے گا تو اس صورت میں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

اجتماع ساکنین علی غیر حدہ یہ ہے کہ ایک کلمہ میں ایسے دو ساکن حرف جمع ہو جائیں جن میں سے پہلا

www.besturdubooks.net

وَهُمَا فِیْ غَيْرِهِمَا مَعَ الضَّمِيْرِ الْبَارِزِ كَالْمُنْفَصِلِ.

ترجمہ: اور وہ دونوں (یعنی نونِ تاکید ثقیلہ وخفیفہ) تثنیہ وجمع مؤنث کے علاوہ (دیگر صیغوں) میں ضمیر بارز کے ساتھ لفظِ منفصل کے مانند ہیں۔

حرف مدہ ہو اور دوسرا غیر مدغم۔ اس طرح کا اجتماع ساکنین درست نہیں ہے؛ بلکہ اس کو ختم کرنا ضروری ہے، البتہ اجتماع ساکنین علی حدہ جائز ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک کلمہ میں ایسے دو ساکن حرف جمع ہو جائیں جن میں سے پہلا حرف مدہ ہو اور دوسرا مدغم؛ جیسے دابَّةٌ، یہاں الف اور باء کے درمیان اجتماع ساکنین ہے، الف مدہ ہے اور باء مدغم ہے۔

البتہ اس میں امام یونس کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ تثنیہ اور جمع مؤنث غائب وحاضر کے صیغوں میں بھی نونِ خفیفہ آئے گا، اور وہ اپنی اصلی حالت کے مطابق ساکن رہے گا، رہا یہ سوال کہ اس صورت میں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام یونس اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کو جائز کہتے ہیں، اُن کے نزدیک اس سے کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ لیکن جمہور نحاۃ نے اس کو پسند نہیں کیا۔

وهما فی غيرهما الخ: یہاں سے مصنف فعل معتلِ لام پر نونِ تاکید کے داخل ہونے کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ فعل مضارع، امر اور نہی معتل لام کے تثنیہ اور جمع مؤنث کے علاوہ جن صیغوں میں ضمیر بارز ہوتی ہے (یعنی جمع مذکر غائب وحاضر جن میں واؤ ضمیر بارز ہوتی ہے اور واحد مؤنث حاضر جس میں یاء ضمیر بارز ہوتی)، اُن میں نونِ تاکید ثقیلہ وخفیفہ، ماقبل کے مضموم یا مکسور ہونے کی صورت میں واؤ اور یاء ضمیر کو حذف کرنے، اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی صورت میں واؤ اور یاء ضمیر کو حرکت دینے کے سلسلے میں، اُس کلمۂ منفصلہ کے حکم میں ہیں جو ساکن ہو اور فعل معتل لام کے متصلاً بعد واقع ہو، یعنی اگر فعل معتل لام کے جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر (جن میں واؤ اور یاء ضمیر بارز ہوتی ہے) کے متصلاً بعد کوئی الگ ساکن کلمہ آجائے تو وہاں دیکھا جائے گا کہ واؤ اور یاء ضمیر کے ماقبل کی حرکت ان کے موافق ہے یا مخالف؟ اگر موافق ہو یعنی واؤ کا ماقبل مضموم اور یاء کا ماقبل مکسور ہو، تو وہاں واؤ اور یاء ضمیر کو لفظوں سے حذف کردیتے ہیں؛ جیسے: اُغْزُوا الْكُفَّارَ، اُغْزِی الْجَيْشَ.

اور اگر ماقبل کی حرکت واؤ اور یاء ضمیر کے مخالف ہو، یعنی اُن کا ماقبل مفتوح ہو، تو واؤ اور یاء ضمیر کو حذف نہیں کرتے؛ بلکہ واؤ کو ضمہ اور یاء کو کسرہ دیدیتے ہیں؛ جیسے: اِخْشَوُا الرَّجلَ، اِخْشَيِ الرَّجلَ.

مصنف فرماتے ہیں کہ اسی طرح اگر فعل مضارع، امر اور نہی معتل لام کے جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد

www.besturdubooks.net

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فَكَالْمُتَّصِلِ؛ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ: هَلْ تَرَيِنَّ، وَتَرَوُنَّ، وَتَرَيِنَّ، وَاُغْزُوَنَّ، وَاُغْزُنَّ، وَاغْزِنَّ .

ترجمہ: پس اگر ضمیر بارز نہ ہو، تو وہ لفظِ متصل کے مانند ہیں؛ اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: هَلْ تَرَيِنَّ، تَرَوُنَّ، تَرَيِنَّ، اُغْزُوَنَّ، اُغْزُنَّ، اُغْزِنَّ .

مؤنث حاضر کے آخر میں نونِ تاکید ثقیلہ یا خفیفہ آجائے، تو وہاں بھی واؤ ضمیر کے ماقبل کے مضموم اور یاء ضمیر کے ماقبل کے مکسور ہونے کی صورت میں، واؤ اور یاء ضمیر کو حذف کر دیتے ہیں؛ جیسے: اُغْزُنَّ، اُغْزِنَّ، لَتَدْعُنَّ، لَتَدْعِنَّ . اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی صورت میں واؤ کو ضمہ اور یاء کو کسرہ دیدیتے ہیں؛ جیسے: هَلْ تَرَوُنَّ ؟ هَلْ تَرَيِنَّ ؟ اِخْشَوُنَّ، اِخْشَيِنَّ، لَتُدْعَوُنَّ، لَتُدْعَيِنَّ .

فإن لم يكن الخ: اور فعل مضارع، امر اور نہی معتل لام کے جن صیغوں میں ضمیر بارز نہیں ہوتی؛ بلکہ ضمیر مستتر ہوتی ہے، یعنی واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم، اُن میں نونِ تاکید، حذف شدہ حرف علت کو واپس لانے کے سلسلے میں کلمۂ متصلہ ساکنہ (یعنی الفِ تثنیہ) کے مانند ہے، یعنی جس طرح الفِ تثنیہ کے آنے کی صورت میں حذف شدہ حرف علت واپس آجاتا ہے؛ جیسے: اُغْزُوَا اِرْمِيَا، اِخْشَيَا . اسی طرح اِن مذکورہ پانچ صیغوں کے آخر میں نونِ تاکید کے آنے کی صورت میں بھی حذف شدہ حرف علت واپس آجائے گا؛ جیسے: هَلْ تَرَيَنَّ، اُغْزُوَنَّ، اِرْمِيَنَّ، اِخْشَيَنَّ .

فائدہ: فعل معتل لام کے تثنیہ اور جمع مؤنث غائب وحاضر میں نونِ تاکید کا وہی حکم ہے جو ماقبل میں افعال صحیحہ کا بیان کیا گیا ہے، یعنی جس طرح افعال صحیحہ کے اِن صیغوں میں نونِ تاکید کے آنے کی وجہ سے الف تثنیہ اور نونِ جمع مؤنث حذف نہیں ہوتے، اسی طرح فعل معتل لام کے بھی اِن صیغوں میں الف تثنیہ اور نونِ جمع اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں، حذف نہیں ہوتے؛ جیسے: اِضْرِبَانِّ، اِضْرِبْنَانِّ، اُغْزُوَانِّ، اُغْزُوْنَانِّ .

حاصل کلام یہ ہے کہ نونِ تاکید کے داخل ہونے کے حوالے سے فعل معتل لام کی تین قسمیں ہیں:

(۱) چھ صیغے ایسے ہیں کہ جن میں ضمیر بارز (الف اور نون) ہوتی ہے؛ مگر نونِ تاکید کے آخر میں آنے کی وجہ سے وہ ضمیر حذف نہیں ہوتی، وہ چھ صیغے یہ ہیں: چار تثنیہ اور دو جمع مؤنث غائب وحاضر؛ جیسے: اِضْرِبَانِّ، اِضْرِبْنَانِّ .

(۲) تین صیغے ایسے ہیں کہ جن میں ضمیر بارز (واؤ اور یاء) ہوتی ہے، اور نونِ تاکید کے آخر میں آنے کی وجہ سے، ماقبل کے مضموم اور مکسور ہونے کی صورت میں وہ ضمیر (واؤ اور یاء) حذف ہوجاتی ہے، اور ماقبل کے

www.besturdubooks.net

وَالْمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ لِلسَّاكِنِ وَفِي الْوَقْفِ، فَيُرَدُّ مَا حُذِفَ، وَالْمَفْتُوحُ مَا قَبْلَهَا تُقْلَبُ أَلِفًا .

ترجمہ: اورنونِ خفیفہ حذف کردیا جاتا ہے ساکن حرف کے (اُس کے ساتھ ملنے کے) وقت، اور حالتِ وقف میں، پس (وقف کی صورت میں) وہ حرف لوٹایا جائے گا جو (نونِ خفیفہ کی وجہ سے) حذف کیا گیا تھا، اور وہ نونِ خفیفہ جس کا ماقبل مفتوح ہو، اُس کو الف سے بدلا جائے گا۔

مفتوح ہونے کی صورت میں واؤ کو ضمہ اور یاء کو کسرہ دیدیتے ہیں، وہ تین صیغے یہ ہیں: جمع مذکر غائب، جمع مذکر حاضر اور واحد مؤنث حاضر؛ واؤ اور یاء کو حذف کرنے کی مثال: جیسے: اُغْزُنَّ، اُغْزِنَّ . واؤ کو ضمہ اور یاء کو کسرہ دینے کی مثال: جیسے: هَلْ تَرَوُنَّ ؟ هَلْ تَرَيِنَّ ؟ اِخْشَوُنَّ، اِخْشَيِنَّ .

(۳) پانچ صیغے ایسے ہیں کہ جن میں ضمیر بارز نہیں ہوتی؛ بلکہ ضمیر مستتر ہوتی ہے، اور نونِ تاکید کے آخر میں آنے کی وجہ سے، وہ حرفِ علت واپس آجاتا ہے جو کسی قاعدۂ تعلیل کی وجہ سے حذف کیا گیا ہو، وہ پانچ صیغے یہ ہیں: واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم؛ جیسے: هَلْ تَرَيَنَّ، اُغْزُوَنَّ اِرْمِيَنَّ، اِخْشَيَنَّ .

والمخففة تحذف الخ: یہاں سے مصنف نونِ خفیفہ کو حذف کرنے کے مواقع بیان فرما رہے ہیں فرماتے ہیں کہ دو مواقع ایسے ہیں کہ جہاں نونِ خفیفہ حذف ہو جاتا ہے:

(۱) اُس وقت جب کہ نونِ خفیفہ کے متصلاً بعد کوئی ساکن حرف آجائے، تو وہاں اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے نونِ خفیفہ حذف ہو جاتا ہے؛ جیسے شاعر کا قول ہے:

لَا تُهِينَ الْفَقِيرَ عَلَّكَ أَنْ ☆ تَرْكَعَ يَوْمًا وَالدَّهْرُ قَدْ رَفَعَهُ

یہ اصل میں لَا تُهِينَنْ تھا نونِ خفیفہ کے ساتھ (کیوں کہ اگر اس کے آخر میں نونِ خفیفہ نہ ہوتا تو شاعر کے لیے ضروری تھا کہ وہ لَا تُهِنِ الْفَقِيرَ کہتا)، اس کے متصلاً بعد "لام تعریف" ساکن آجانے کی وجہ سے دو ساکن جمع ہو گئے، اس لیے نونِ خفیفہ کو حذف کر دیا، اور ماقبل پر فتحہ باقی رکھا تاکہ نونِ خفیفہ کے حذف پر دلالت کرے، لَا تُهِينَ ہو گیا۔

(۲) اُس وقت جب کہ کسی ایسے فعل پر وقف کرنا ہو جس کے آخر میں نونِ خفیفہ ہو، اور نونِ خفیفہ کا ماقبل مضموم یا مکسور ہو (یعنی جمع مذکر غائب وحاضر یا واحد مؤنث حاضر کا صیغہ ہو)، تو وہاں وقف کی وجہ سے نونِ خفیفہ کو حذف کر دیتے ہیں، پھر اُس حرف (یعنی واؤ اور یاء ضمیر) کو واپس لے آتے ہیں جو نونِ خفیفہ کی وجہ سے

www.besturdubooks.net

حذف ہوگیا تھا؛ جیسے آپ اُغْــزُنْ اوراُغْــزِنْ پروقف کرنا چاہیں،توچوں کہ یہاں نونِ خفیفہ کا ماقبل زاء پہلی مثال میں مضموم اور دوسری مثال میں مکسور ہے،اس لیے آپ نونِ خفیفہ کوحذف کرنے کے بعد، واؤ اور یاء ضمیر کوواپس لاکر اُغْزُوْا اوراُغْزِیْ کہیں گے۔

اور اگر نونِ خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہو،تو وہاں وقف کرنے کے وقت،نونِ خفیفہ کوحذف نہیں کرتے؛ بلکہ اُس کوالف سے بدل دیتے ہیں؛ جیسے آپ اِضْـرِبَنْ پروقف کرنا چاہیں،توچوں کہ یہاں نون خفیفہ کا ماقبل باء مفتوح ہے،اس لیے یہاں وقف کرتے وقت نونِ خفیفہ کوالف سے بدل کر،اِضْـرِبَـا کہیں گے،نونِ خفیفہ کو حذف نہیں کریں گے۔

وقد تمَّ ھٰھنا ما یسّر لی ربی بفضله و کرمه فی توضیح مشکلات ''کافیة ابن حاجب'' ومغلقاته . ولله الحمد علی ذلک أولًا و آخرًا وظاھرا وباطنًا، والصلاة والسلام الأتمّان الأکملان علی سید الانبیاء والمرسلین محمد و آله وأصحابه أجمعین .

ابومحمد محمد جاوید قاسمی غفرلہ
گاؤں بالو،قصبہ گنگوہ،ضلع سہارن پور(یو۔پی)
۲۱رشعبان المعظم ۱۴۳۵ھ،بروز جمعہ
+919012740658

مؤلف کی ایک اورتازہ کتاب

میزان ومنشعب اُردو

مع تمرین وتعلیق

جس میں ''میزان ومنشعب'' کا سلیس اُردو ترجمہ،ہر سبق کے بعد تمرین،غیر معرّف اصطلاحات کی تعریف،تشریحی نوٹ،ضروری اصول وقواعد کا اضافہ اوراس طرح کی وہ تمام چیزیں لانے کی کوشش کی گئی ہے جو ''میزان الصرف'' اور ''منشعب'' کوحل کرنے اور سمجھنے کے لیے ضروری ہیں۔

ناشر

مکتبہ دارالفکر دیوبند

فون: 09012740658

www.besturdubooks.net

مؤلف کی دیگر تالیفات

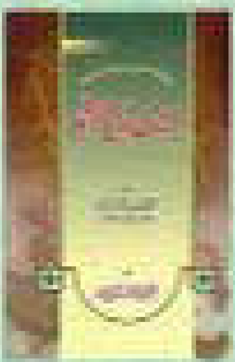

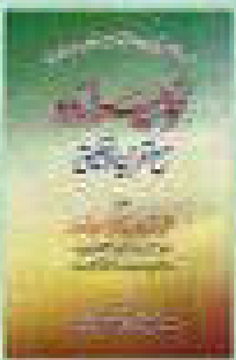

Maktaba Darul-Fikr, Deoband
Mobile: 09012749638
E.Mail:

www.besturdubooks.net